PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

DEBATES

13th June, 1968.

16th Rabi-ul-Awwal, 1388 A.H.

Vol. VII-No. 31

OFFICIAL REPORT

Provincial Assembly of West Pakistan LIBRARY
21 X 71

CONTENTS

Thursday, the 13th June, 1968.

	Page
Recitation from the Holy Qur'an	7785
Starred Questions and Answers	7786
Short Notice Questions and Answers	7848
Answers to Starred Questions laid on the Table	7860
Unstarred Questions and Answers	7877
Point of Order—	
re : enhancement of fares by the Railway Board without the authority of an Act of the Provincial Legislature, being in contravention of Article 87 of the Constitution	7878
The West Pakistan Railway Budget, 1968-69—	
Discussion on the Railway Budget as a whole	7892

Price :

PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

SEVENTH SESSION OF THE SECOND PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

Wednesday, the 19th June, 1968.

چہار شنبہ - ۲۲ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

The Assembly met at the Assembly Chamber, Lahore at 8-00 a.m. of the clock, Mr. Speaker, Choudhri Muhammad Anwar, H. K., in the Chair.

Recitation from the Holy Qur'an by Qari Ali Hussain Siddiqi, (Qari of the Assembly) and its translation.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ
بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ
وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا
وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ
بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ
مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ

(پ ۴ - س ۳ - رکوع ۲ - آیات ۱۰۱ تا ۱۰۳)

اور تم کیونکر کفر کرو گے جبکہ تم کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور تم میں اسکے رسول موجود ہیں۔ اور جس نے اللہ کا دین کو مضبوط پکڑ لیا پس وہ سیدھے راستے کی ہدایت پا گیا۔ مسلمانو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔ اور تم سب لوگ مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور جدا جدا مت ہو اور اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے تھے پس اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم لوگ اس کے فضل و انعام سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم لوگ دہکتی ہوئی آگ کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اللہ نے تمکو اس میں گرنے سے بچا لیا اسطرح اللہ تمکو اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔ وما علینا الا البلاغ

THE WEST PAKISTAN GENERAL BUDGET FOR THE YEAR 1968-69

DISCUSSION ON THE GENERAL BUDGET AS A WHOLE

Mr. Speaker : The House will now have discussion on the General Budget as a whole. Khawaja Muhammad Safdar, Leader of the Opposition, to open the debate.

خواجہ محمد صفدر (سیالکوٹ - ۱) - جناب سپیکر - عام طور پر وزیر خزانہ اپنی بجٹ کی تقریر میں جہاں صوبے کے سال رواں اور آئندہ سال کے مالی حالات کا جائزہ لیتے ہیں وہاں ساتھ ہی ساتھ صوبے کے سامنے مالی مسائل کے علاوہ سیاسی اور معاشرتی مسائل جو سال رواں میں ابھرے ہوں ان کا تجزیہ کیا جاتا ہے اور ان کا حل پیش کیا جاتا ہے - لیکن محترم وزیر خزانہ نے اس بار یہ مناسب خیال کیا کہ وہ اپنی تقریر کا بیشتر حصہ اپنی حکومت کی گذشتہ ۱۰ - سالہ کارگذاریوں پر صرف کریں اور اس کا ایک قلیل حصہ صوبے کے مالی مسائل کے متعلق مخصوص فرمائیں - میں یہ تو نہیں کہتا کہ دانستہ طور پر لیکن جو نتیجہ ہمارے سامنے ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے اس صوبے کے سامنے پیش آئے ہوئے گوناگوں مالی مسائل سے اغماض برتا ہے - جو توجہ انہیں ان مسائل کی طرف دینا چاہئے تھی انہوں نے وہ توجہ اپنی تقریر میں ان مسائل کے متعلق جن کی اہمیت کے متعلق بعد میں کچھ عرض کروں گا ہمارے سامنے کوئی حل پیش نہیں کیا - جناب والا - ایسا کیوں نہیں ہوا جبکہ گذشتہ ۶ - ۷ ماہ سے بلکہ شاید اس سے زیادہ عرصہ سے ہمارے یہاں ٹیلیویژن ، ریڈیو ، اخبارات اور ارباب اقتدار کے بیانات اسبات کے لئے وقف ہیں کہ وہ در مدح خود قصیدے پڑھیں - اور اپنے ان نام نہاد

کارناموں کا بار بار تکرار کے ساتھ اعادہ فرمائیں ۔ شاید وہ اس مشہور مقولہ پر کاربند ہوں کہ غلط بات کو اگر بار بار دہرایا جائے تو لوگوں کی اور عوام کی اچھی خاصی اکثریت اسے درست مان لیتی ہے ۔ جناب والا ۔ مرکز میں اور صوبے میں اس ۱۰ سالہ ترقی کے گن گانے کے لئے کمیٹیاں معرض وجود میں لائی گئی ہیں ۔ جب یہ سب کچھ اس ملک میں روا رکھا گیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ جناب وزیر خزانہ اپنی تقریر کا بیشتر حصہ اسی مخصوص غرض کے لئے صرف نہ کرتے مجھے یہ گلہ نہیں گلہ صرف اس قدر ہے کہ ان اہم مسائل کو نظر انداز کر دیا گیا ہے جو کہ اس وقت ہمارے سامنے ہیں ۔ میں اپنی تقریر کو دو حصوں میں تقسیم کروں گا ۔ ایک حصہ تو میں اس ۱۰ ۔ سالہ ترقی کی نذر کروں گا اور دوسرے حصہ میں ان مسائل کا ذکر کروں گا جو اس وقت عفریت بن کر اس صوبے کے امن کو اس صوبے کی solidarity کو اس صوبے کے معاشرتی اور معاشی حالات کو تباہ کرنے پر تلے بیٹھے ہیں ۔

جناب والا ۔ ابتدا میں جیسا میں نے عرض کیا ہے میں جناب وزیر خزانہ کی تقریر کے اس حصہ کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں جس میں انہوں نے ۱۹۵۸ء سے قبل کے زمانے اور موجودہ انقلابی دور کا موازنہ کیا ہے لیکن وہ موازنہ ، وہ تقابلی جائزہ صرف مصارف کی حد تک تھا کہ ۱۹۴۷ء سے ۹۵۸ ء تک اس صوبے کے ترقیاتی کاموں پر یہ رقم صرف ہوئی ہے اور ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۸ء تک یہ رقم صرف ہوئی ہے پھر انہوں نے ۱۹۵۸ء ۔ اور ۱۹۶۸ء ۔ تک ۱۰ ۔ سالوں میں مختلف محکموں کے متعلق صوبائی

حکومت کے اخراجات کا تقابلی جائزہ لیا ہے لیکن انہوں نے ماسوائے دو محکمہ جات کے نتائج کا تقابلی جائزہ ہمارے سامنے پیش نہیں کیا اور وہ دو محکمہ جات جو ہیں وہ محکمہ زراعت اور محکمہ تعلیم ہیں۔ زراعت کے متعلق میں اس وقت کچھ عرض نہیں کروں گا اس لئے نہیں کہ میرے پاس کچھ گذارش کرنے کے لئے مواد نہیں ہے لیکن اس کا موقع آنے والا ہے ایک دن اس کے لئے مخصوص ہے اس لئے میں اپنی گذارشات اس موقع کے لئے اٹھا رکھتا ہوں۔

وزیر زراعت (ملک خدا بخش) ۔ شکریہ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ دوسرا محکمہ جس کا انہوں نے تقابلی جائزہ لیا ہے وہ تعلیم ہے لیکن جہاں تک نتائج کا تعلق ہے۔ وہ بھی ادھورا ہے اور وہ اس لئے ادھورا ہے کہ انہوں نے ہمیں یہ تو بتا دیا کہ ۱۹۵۸ء میں تعلیم کے محکمہ کے تحت اس قدر پرائمری سکول تھے اس قدر ہائی سکول تھے اس قدر کالج تھے اور اس قدر یونیورسٹیاں تھیں۔ اور ۱۹۶۸ء میں اس قدر ہیں لیکن انہوں نے ہمیں یہ نہیں بتایا کہ قیام پاکستان کے وقت اس صوبے میں تعلیم کی حالت کیا تھی ہمارے پاس کس قدر سکول تھے کس قدر کالج تھے کتنی یونیورسٹیاں تھیں۔ اگر وہ ہمیں بتا دیتے تو کم از کم دو تین گھنٹے بچ جاتے یہ معلوم کرنے میں کہ ۱۹۵۸ء اور ۱۹۶۸ء میں جو فرق ہے ان ۱۰ سالوں میں جو ترقی ہوئی ہے وہ اس کے مقابلہ میں کس قدر ہے۔ انقلابی دور سے پہلے ۱۰ سالوں میں آیا اتنی ترقی ہوئی یعنی اس سے زیادہ یا اس سے کم۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ وزیر خزانہ کی تقریر

اس لحاظ سے بھی تشنہ تھی لیکن اگر تقابلی جائزہ لینا تھا تو جہاں آپ نے مرعوب کن اعداد و شمار اخراجات کے متعلق پیش کئے اگر وہ نتائج کے بھی اعداد و شمار پیش کرتے تو ہمارے لئے بہت آسانی ہوتی کہ انقلابی دور سے پہلے کے لوگ کیا کرتے رہے اور موجودہ حکمران کیا کر رہے ہیں ۔

مسٹر سپیکر ۔ total enrolment تو دی گئی ہے ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ وہ ۱۹۵۸ء کے مقابلہ میں ۱۹۶۸ء کی ہے ۔ وہ ایک سال کا مقابلہ ہے وہ تدریجی مقابلہ نہیں ۔ ان ۱۰ ۔ سالوں کا اضافہ معلوم ہو گیا لیکن ۱۹۴۷ء تا ۱۹۵۸ء کا اضافہ ہمیں معلوم نہیں ہو سکا ۔ جناب والا ۔ جناب محترم وزیر خزانہ نے جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے دو محکمہ جات کے نتائج کا ادھورا تقابلی جائزہ اپنی تقریر میں پیش کیا ہے ۔ میں ان کی خدمت میں اور آپ کے توسل سے اس ایوان کی خدمت میں تین محکمہ جات کا فی الحال تقابلی جائزہ پیش کروں گا اس سے پیشتر کہ میں ان نتائج کا تقابلی جائزہ پیش کروں ۔ میں آپ کو اور اس ایوان کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ قیام پاکستان کے وقت اس صوبہ کے حالات کیا تھے ۔ اس صوبہ کی مالی حالت ناگفتہ بہ ۔ اس کا انتظام مفلوج اور انتظامیہ کے بڑے بڑے افسران غیر مسلم تھے وہ یہاں سے جا چکے تھے ۔ لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کے لگ بھگ مہاجرین کی آمد اور انہیں بسانے کا معاملہ ۔ کشمیر کی جنگ ۔ ابھی ہم نے ۱۷ روز کی جنگ ہندوستان سے لڑی مگر کشمیر کی جنگ کہیں زیادہ لمبی تھی ۔ چونکہ ان ۱۱ سالوں میں کئی حکومتیں آئیں اور کئی تبدیل ہوئیں ۔ ان کے سامنے گونا گوں مسائل درپیش تھے جن کو

مد نظر رکھنا اس زمانے کی ترقی کے معیار کو پرکھنے کے لئے از حد ضروری ہے ان حالات کے اعتبار سے ۱۹۵۸ء اور اس کے بعد کا زمانہ ۱۹۴۷ء سے لیکر ۱۹۵۰ء کے زمانہ کے مقابلہ میں کوئی مطابقت نہیں رکھتا ۔ اس بات کو ذہن نشین رکھئے اور پھر میں آپ کی خدمت میں تھوڑا سا اختصار کے ساتھ تقابلی جائزہ پیش کروں گا ۔ جناب وزیر خزانہ نے اپنی تقریر کے صفحہ ۳ پر ارشاد فرمایا کہ ۱۹۵۸ء سے پہلے ۱۱ سالوں میں محاصل کی کل فاضل رقم ۶ کروڑ روپیہ تھی اور ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۸ء تک محاصل سے حاصل شدہ فاضل رقم ۱۰۲ کروڑ تھی اور اسی بناء پر انہوں نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ خرچ جو ترقیات کے لئے ہوا وہ بیس گنا ہے ۔ میں فی‌الحال ان اعداد و شمار میں نہیں جانا چاہتا لیکن ویسے میں نے اطلاعاً عرض کیا ہے ۔ جناب وزیر خزانہ نے ترقیاتی کاموں پر ۲۰ گنا خرچ بتایا ہے یہ چیز ذہن میں رکھنی چاہئے ۔ تو اس کو ذہن میں رکھتے ہوئے اب ایک ایک محکمہ کے متعلق جن کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں آپ کے سامنے کچھ گزارشات پیش کروں گا ۔ اگر وقت زیادہ ہوتا تو تفصیل سے عرض کرتا ویسے آپ نے تو مہربانی فرمائی ہے کہ جتنا وقت چاہو لے لو لیکن میں سمجھتا ہوں کہ پھر بھی کوئی حد ہو گی ۔ تو میں سب سے پہلے مواصلات کو لیتا ہوں وہ اس لئے کہ میرے نزدیک کسی ملک کی ترقی کا انحصار مواصلات پر ہے سکول کم ہوں تو گزارہ ہو سکتا ہے کالج مقابلتاً کم ہوں تو گزر اوقات ہو سکتی ہے ہسپتال کم ہوں تو بھی کسی حد تک گزارہ ہو سکتا ہے لیکن اگر سڑکیں نہ ہوں تو ترقی رک جاتی ہے اگر سڑک بنا دی جائے یا ریل بھیج دی جاتی ہے تو لوگ اس علاقے کو ترقی یافتہ علاقہ کہنا شروع

کر دیں گے یعنی وہ علاقہ open up ہو جائے گا ۔ وہاں کے لوگ پڑھنا لکھنا شروع کر دیں گے ۔ وہاں کے لوگ کسی گاڑی میں سوار ہو کر یا موٹر لاری میں سوار ہو کر دور دراز کے ہسپتالوں میں پہنچ جائیں گے ۔ اس لئے میری رائے ہے کہ کسی ملک کی ترقی میں اولیت سڑکوں کو حاصل ہے یعنی مواصلات کو ۔ جناب وزیر خزانہ نے بتایا کہ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۸ء تک اس مد پر یعنی مواصلات پر یعنی سڑکوں پر ۲۸ کروڑ روپیہ صرف ہوا اور اس کے مقابلہ میں ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۸ء تک ۸۶٫۷۰ کروڑ روپیہ خرچ ہوا ۔ ان اعداد و شمار سے آپ اندازہ کیجئے کہ ان ۱۰ سالوں کے مقابلہ میں حالیہ ۱۰ سالوں میں ۲۵۰ فیصد مصارف میں اضافہ ہوا ۲۸ کروڑ ایک طرف اور ۸۶٫۷۰ دوسری طرف گویا ۲۵۰ فیصد کے لگ بھگ ہوگا ۔ اب جناب والا ۔ نتائج ملاحظہ فرمائیے ۔ جناب والا ۔ اول درجے کی سڑکوں کو لے لیجئے اس صوبے میں ۳۱ مارچ ۱۹۴۸ء کو ۵ ہزار ۵۳ میل سڑکیں تھیں اور ۳۱ مارچ ۱۹۵۸ء کو ان کی لمبائی ۸ ہزار ۴۰۲ میل تھی یعنی ان دس سالوں یعنی ۳۱ مارچ ۱۹۵۸ء تک تین ہزار تین سو ۵۹ میل لمبی سڑک تعمیر کی گئی ۔ جب میں سڑکوں کا ذکر کروں گا تو یہ بھی تفصیل سے بیان کر دوں کہ محکمہ مواصلات کا اصول ہے کہ لمبائی بتاتے وقت اس کی وہ یونیفارم لمبائی بتاتے ہیں ۔ اگر ایک سڑک ایک میل لمبی ہے تو وہ اس کو ۲ میل بتائیں گے یعنی ۲ میل وہ سڑک تصور کی جائے گی ۔ یہ ان کے فٹ نوٹ میں دیا ہوا ہے تو ایک سال میں اوسطاً ۹۴۳۲۵ میل لمبی سڑک تعمیر ہوئی جمہوری

دور میں اور اس موجودہ دور میں یعنی ۳۱ مارچ ۱۹۵۸ء میں اس صوبے میں کل ۸۴۰۲ میل لمبی سڑکیں تھیں اور ۳۰ جون ۱۹۶۸ء کو جو کہ ابھی آنے والا ہے اس میں توقع ہے کہ ۱۰ ہزار ۳۳۰ میل لمبی سڑکیں ہو جائیں گی - یعنی ان ۱۰ سالوں میں ایک ہزار ۹۱۸ میل کا اضافہ ہوا - اس کا مطلب یہ ہوا کہ ۱۹۱۸ میل اوسطاً ہر سال سڑک تعمیر ہوئی - گویا ان کی شرح کارگذاری میں ان ۱۰ سالوں میں سابقہ دس سالوں کی نسبت ۶۵ فیصد کمی ہوئی - اور اخراجات میں ۲۵۰ فیصد اضافہ ہوا - باقی حساب آپ خود لگا لیجئے - اب آگے چلئے - میں تفصیل سے بات نہیں کرتا کیونکہ ابھی بہت سی باتیں کہنی ہیں - تعلیم - جناب والا - تعلیم پر ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۸ء تک وزیر خزانہ کے دیئے گئے اعداد و شمار کے مطابق ۷۱ کروڑ ۴۷ لاکھ روپے صرف ہوئے - اور ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۸ء تک ۲۸۸ کروڑ ۸۷ لاکھ روپے - تعلیم پر ۴۰۰ فیصد زیادہ مصارف آئے - اب ان کی کارگذاری ملاحظہ ہو - میں پرائمری سکولوں سے شروع کرتا ہوں - میں اسی وقت گزارش کر دوں تاکہ محترم خان محمد علی صاحب یہ نہ کہیں کہ انہیں بے خبری میں رکھا گیا ہے - میرا ارادہ ہے کہ کسی اور روز تعلیم کے مسئلہ کو زیر بحث لاؤں - خواہ وہ کسی ڈیمانڈ کے ذریعہ ہو - میں اپنی جانب سے کوشش کرونگا کہ اس کے مختلف پہلوؤں کا تذکرہ ایوان میں کروں -

تو پرائمری سکولوں پر - - میرے پاس ۱۹۵۰ء سے پہلے کے اعداد و شمار نہیں ہیں - مجھے ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۸ء تک کے اعداد و شمار ملے ہیں - اضافہ ہے ان ۸ سالوں میں سالانہ ۸۲۹ اوسطاً - اور اس کے بالمقابل حالیہ دور

میں ان کے پرائمری سکولوں میں اضافہ اوسطاً ۱۷۴۲ ہے ۔ ان کا تناسب سابقہ دس سالوں کے مقابلہ میں ۱۱۲ فیصد زیادہ ہے ۔

مڈل سکول ۔ میرے پاس ان کے سابقہ اعداد و شمار ۵۶ - ۱۹۵۵ء سے ۱۹۵۸ء تک ہیں ۔ ان کے مطابق فی سال اوسطاً صرف ۶۶ فیصد نئے مڈل سکول کھولے گئے ۔ اس کے مقابلہ میں حالیہ دور میں ۹۴۸ یعنی تقریباً ڈیڑھ گنا ۔ اس تناسب سے ۴۵ فیصد زیادہ اضافہ ہے ۔

ہائی سکول ۔ یہاں بھی میرے پاس ۵۸ - ۱۹۵۶ء کے اعداد و شمار ہیں باقی عرصہ کی بجائے ۔ ان پہلے سالوں میں ۵۹ سکول فی سال کھولے گئے ۔ حالیہ دس سال میں ۸۲۶۳ فیصد ۔ اس اضافہ کا تناسب ہے ۳۴ فیصد ۔

کالجوں کے متعلق بھی میرے پاس صرف تین سالوں کے اعداد و شمار ہیں ۔ ان کی سابقہ سالانہ اوسط ۷ اور موجودہ دس سالوں میں سالانہ اوسط ۱۵۴۸ ہے ۔ اضافہ کا تناسب ۱۲۵ فیصد ۔ میں ان کی کیفیت اور حالات کے متعلق کچھ نہیں کہوں گا ۔ صرف تعداد عرض کروں گا ۔

یونیورسٹیاں ۔ ۱۹۴۸ء تک دو تھیں ۱۹۵۸ء تک ۴ تھیں ۔ اضافہ سو فیصد ۔ ان کے دس سالوں میں ۵۰ فیصد کمی ہو گئی ۔

انجینئرنگ کالج ۔ ۱۹۴۸ء میں ایک ۔ ۱۹۵۸ء میں ۳ ۔ اضافہ ۳۰۰ فیصد ۔ اب ایک کالج کا اضافہ ہونے والا ہے ۔ حالیہ دور میں ۳۳ فیصد دس

سالوں میں ۔ انہوں نے ۳۰۰ فیصد کا اضافہ کیا تھا ۔ اب جناب والا ۔ آپ کے سامنے ہے ۔ ۴۰۰ فیصد مصارف میں اضافہ ہوا ۔ لیکن اس کے مقابلہ میں ان کے نتیجہ میں تقریباً ایک چوتھائی اضافہ ہے ۔ کیا ہم نے واقعتاً ترقی کی ہے ؟ مجھے بھی بڑی بڑی رقمیں دے دی جائیں تو میں بھی انہیں کسی نالی میں بہا سکتا ہوں ۔

اب میں تیسرے محکمہ کی طرف آتا ہوں

محکمہ صحت ۔ جناب میں نے صرف وہی محکمے اس موقع کے لئے چنے ہیں جن کا تعلق براہ راست عوام کی بہبود سے ہے ۔ اس لئے یہ تین محکمے آپ کے سامنے پیش کئے ہیں ۔ اس کے بعد آئندہ آٹھ دس روز میں ان میں مزید اضافہ کروں گا ۔ صحت کے متعلق وزیر خزانہ نے ہمیں دس سالہ مصارف کا موازنہ بھی نہیں دیا ۔ معلوم نہیں بھول گئے ہیں یا کیا بات ہے ۔ مجھے جو کچھ ان کی تقریر سے یا ادھر ادھر سے ملا وہ پیش کرتا ہوں ۔ ۵۸ - ۱۹۵۷ء کے بجٹ میں ۳ کروڑ ۸۱ لاکھ کا صرفہ صحت کے لئے رکھا گیا تھا ۔ ۶۹ - ۱۹۶۸ء میں ۱۲ کروڑ ۹۸ لاکھ ہو گیا ۔ ایک سال میں دوسرے کے مقابلہ میں ۳۵۰ گنا اضافہ ہوا ۔ میرا خیال ہے باقی سالوں میں بھی کم و بیش یہی تناسب قائم رہا ہو گا ۔ تو اس کے متعلق میں یہ عرض کروں گا ۔ خود محکمہ صحت ہسپتالوں کی ترقی کو ان کے بستروں کے اضافہ سے گنتا ہے ۔ خود اس محکمہ کے اعداد و شمار کے مطابق یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو مختلف ہسپتالوں ڈسپنسریوں اور شفاخانوں میں ۱۳۶۶۹ بستر

تھے - یکم جنوری ۱۹۵۸ء کو یہ ۲۱۱۶۹ ہو گئے - گویا ان دس سالوں میں ان میں ۷۴۰۰ بستروں کا اضافہ ہوا - اوسط سالانہ ۷۴۰ بستر - اب ان کی تعداد ۲۷۱۸۰ ہے - گویا انقلابی حکومت کے دس سالوں میں ۶۰۱۱ کا اضافہ ہوا - اوسط سالانہ ۶۰۱ بستر - کمی کتنی ہوئی - ۳۰ فیصد - اخراجات میں اضافہ ۳۵۰ فیصد کارگزاری دو تہائی - اس کے علاوہ میڈیکل کالج ۱۹۵۸ء میں ۶ تھے - آج بھی ۶ ہیں - کوئی اضافہ نہیں - لیکن جب پاکستان معرض وجود میں آیا اس وقت میڈیکل کالج ۲ تھے سیاستدانوں نے ۲ سے ۶ کئے - اس کے بعد اضافہ صفر -

جناب والا - ان تینوں محکموں کی کارگذاری کا جو اندازہ مجھے ہو سکا ہے وہ میں نے آپ کے سامنے - اور آپ کے وسیلہ سے اس ایوان کے سامنے اور ایوان کے ذریعہ صوبہ کے عوام کے سامنے اجمالاً پیش کر دیا ہے - وہ اندازہ کر سکتے ہیں - کہ مصارف بے پناہ بڑھ جانے کے باوجود اس صوبہ کے عوام کو فائدہ کس حد تک پہنچا ہے -

جناب والا - میں اپنی تقریر کے اس حصہ کو یہی ختم کرتے ہوئے اپنی تقریر کے دوسرے حصہ کی طرف آتا ہوں یعنی اس وقت صوبہ کے سامنے کیا کیا مسائل درپیش ہیں - اور حکومت انہیں حل کرنے میں کس طرح ناکام رہی ہے - یا کامیاب رہی ہے میری رائے میں آج اس ایوان میں میری جانب سے ترقیاتی موضوع پر یعنی دس سالہ ترقیاتی موضوع پر اتنا ہی کافی ہے -

جناب والا - اب میں ان مسائل کا ذکر کروں گا اور میں آپ سے

درخواست کروں گا کہ از راہ کرم آپ اس بات کو مد نظر رکھیں کہ موجود دور حکومت کا دس سالہ عرصہ بہت طویل ہے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ جتنے اختیارات جس کے متعلق ہم کہتے ہیں آمرانہ ہیں اور میرے دوست کہتے ہیں یہ غیر آمرانہ ہیں ۔ موجودہ ارباب اقتدار کے ہاتھوں میں گزشتہ دس سال سے مسلسل چلے آ رہے ہیں ان کا عشر عشیر بھی ان کے پیشروؤں کے پاس نہ تھا ۔ کسی کو اپنے اقتدار میں اتنا تواتر حاصل نہ ہوا ۔ ان کو اتنا تسلسل حاصل نہ ہوا ۔ جو لوگ اچھا کام کرنا چاہتے تھے ان کو شائد پورا موقع نہیں ملا یا ان کے پاس اختیارات کی کمی تھی ۔ بعض لوگ یہ کہیں گے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں باتیں غیر ضروری ہیں ۔ کوئی وجہ نہیں کہ اگر ایک شخص دو سال صوبہ میں حکومت کرتا رہے تو اسے یقیناً وہ مسائل جو اس وقت اس کے سامنے ہیں اس کو حل کرنے کے قابل ہونا چاہیئے ۔ اب اس بات کو سامنے رکھیں کہ جب میں یہ کہتا ہوں کہ ایک فرد اس صوبہ کا اگر وزیر اعلیٰ تھا یا وزیر اعظم تھا اس کے زمانہ میں جو صوبہ کو مسائل درپیش تھے وہ حل نہیں ہوئے تو دو سال کی مدت میں وہ نا اہل ثابت ہوا ہے تو اچھا ہوا کہ لوگوں نے اس کو ہٹا دیا ۔ لیکن اگر ایک حکومت جس کے پاس میرے کہنے کے مطابق (میں اپنے دوستوں کو مجبور نہیں کرتا کہ وہ میرے ہم خیال ہوں) پورے پورے آمرانہ اختیارات حاصل ہیں جن میں چار سال مارشل لا' لگا رہا اور باقی چھ سال مارشل لا' سے بھی بد تر حالات اس دور کے ہیں اور جیسا کہ ان

اختیارات کا استعمال دس سال سے متواتر اور مسلسل چلا آ رہا ہے اگر وہ ارباب اقتدار یا وہ حکومت اس صوبہ کی مشکلات یا اس صوبہ کے مسائل کو حل کرنے میں ناکام رہی ہے تو آپ اندازہ کیجئے کہ میں اس کے متعلق کیا سزا تجویز کر سکتا ہوں ۔ میں وہ سزا کہنا نہیں چاہتا آپ صرف تصور میں اندازہ فرمالیں ۔ جناب والا ۔ اس پس منظر کو ۔ ان حالات کو ۔ ان واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے آج جب میں اپنے اس صوبہ کے طول و عرض پر نگاہ دوڑاتا ہوں تو میں اس کے ہر گوشہ میں اس کے ہر طبقہ میں اس کے ہر علاقے میں اسکے ہر حصہ میں ملی انتشار پاتا ہوں ۔ میرے نزدیک صوبہ کا اہم ترین مسئلہ اس صوبہ میں ملی انتشار ہے ۔ میں اسے کوئی اور نام نہیں دوں گا ۔ جناب والا ۔ آپ کو یاد ہے ۔ ۔ ۔ ۔

Minister for Finance : What is your contribution ?

خواجہ محمد صفدر ۔ اگر میرے پاس اختیار ہوتا تو شائد میں بھی کچھ کرتا لیکن آپ صاحب اقتدار ہیں آپ سے مطالبہ کیا جائے گا کہ آپ نے کیا کیا ہے ؟ ہم بے اختیار ہیں ہم سے مطالبہ کرنا سجتا نہیں لیکن اگر آپ ہم سے مطالبہ کریں گے تو ہم اپنا حساب دینے کے لئے تیار ہیں ۔ بہر حال محترم وزیر خزانہ صاحب کے اس فقرے سے ثابت ہو گیا ہے کہ وہ اس مسئلہ سے نا واقف نہیں ہیں وہ اس کی اہمیت کو جانتے ہیں اور میرا ایک حد تک مقصد پورا ہو گیا ہے ۔

جناب والا ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آپ اس ملی انتشار کے

موجودہ نقشہ کو سامنے رکھیں اور ۱۹۴۶ء-۱۹۴۷ء اور ۱۹۴۸ء کی ملی وحدت کا جو نقشہ تھا اس کو بھی سامنے رکھیں ۔ اس زمانے میں قائداعظم رحمۃاللہ علیہ کے جھنڈے تلے ۔ ان کی قیادت میں بر صغیر ہند و پاک کے تمام مسلمان سوائے ایک دو چار کے تمام یکجا تھے ۔ متحد تھے ۔ ان میں اتحاد یقین محکم اور ایمان کا جذبہ تھا ۔ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح انگریز سامراجیت ہندو سرمایہ داری اور سیاسی چال بازیوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنے اتحاد سے اس پر آشوب زمانے میں اتنی بڑی طاقتوں کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے۔ اس زمانہ میں ملی اتحاد تھا ۔ اس زمانے میں متحدہ ہندوستان میں نہ کوئی بنگالی تھا ۔ نہ کوئی پنجابی تھا ۔ نہ کوئی سندھی تھا نہ کوئی مدارسی تھا ۔ نہ کوئی پختون تھا بلکہ وہ سب مسلمان تھے ۔ وہ ایک واحد قوم تھی لیکن آج افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے ۔ میں دلی رنج اور دکھ کے ساتھ کہتا ہوں میں محض ان کو الزام دینے کے لئے نہیں کہتا اگرچہ ان پر سختی سے الزام آتا ہے ہمارے حکمران نہ صرف اس مسئلہ کو بر ملا اس ایوان میں پیش کرتے بلکہ اس کا حل بھی پیش کرتے مگر ایسا نہیں کیا گیا ۔ میں محض الزام لگانے کی غرض سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ اس کو حل کرنے کی طرف آپ کی توجہ دلاتا ہوں ۔ میں نہایت درد دل کے ساتھ ۔ خلوص کے ساتھ منت کے ساتھ آپ سے درخواست کروں گا اور اس حکومت سے درخواست کروں گا کہ آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم سب کچھ ہیں لیکن ملت واحدہ نہیں ہیں کہیں لسانی جھگڑا ہے ۔ کہیں

علاقائی جھگڑا ہے - کہیں نسلی جھگڑا ہے غرضیکہ وہ کونسا جھگڑا ہے جو کہ آج اس صوبہ میں رونما نہیں ہو چکا ہے یہ تنازعات شاید میرے دوست کہیں کہ کیا ۱۹۵۸ء سے قبل اس صوبہ میں یہ باتیں نہ تھیں - میں مانتا ہوں لیکن اس زمانہ میں ان لوگوں کی سیاسی دانش مندی کہئیے - ان لوگوں کی ملت سے محبت کہیئے - ان لوگوں کو اپنے اس صوبہ سے عشق کہئیے انہوں نے ہر جگہ افہام و تفہیم سے - محبت سے - پیار سے اس فتنہ کو نہایت ہی نیچی سطح تک دبائے رکھا - لیکن گزشتہ دس سالوں سے جو کچھ اس صوبے میں ہو رہا ہے - میں کس کس مقام کا ذکر کروں - صوبے کے کس حصے کا ذکر کروں - کوئٹہ کے حالیہ واقعات کو لیجئے - کیا یہ علاقائی یا نسلی تعصبات کا نتیجہ نہ تھا - میں واشگاف الفاظ میں کھل کر کہتا ہوں - ان واقعات پر پردہ ڈالنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے - کیونکہ ان پر پردہ ڈالنے سے یہ مسائل حل نہیں ہونگے - اگر ان کو حل کرنا ہے تو ان مسائل کا اعتراف کیجئیے کہ یہ واقعات ہوئے ہیں - میں حکومت سے استدعا کروں گا کہ وہ ان واقعات کی چھان بین کرنے کے لئے اور خصوصیت کے ساتھ کوئٹہ اور حیدرآباد کے حالیہ واقعات کی چھان بین کرنے کے لئے ھائیکورٹ کے کسی جج کی سرکردگی میں ایک کمیشن مقرر کریں اور ان مسائل کے عوارض کا پتہ لگائیں کہ ایسے واقعات کیوں رونما ہوئے - صرف یہ کہہ دینا کہ بعض disgruntled عناصر ان مسائل کو ہوا دے رہے ہیں - کافی نہیں ہے - کیونکہ اس کا اعتراف ابھی ابھی گورنر محمد

موسیٰ خان صاحب نے کیا ہے کہ علاقائی اور لسانی تعصبات ابھر رہے ہیں لیکن انہوں نے یہ کہہ کر کہ یہ سب کچھ چند شوریدہ سر اور خودغرض عناصر کی وجہ سے ہو رہا ہے ۔ اس مسئلے کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے ۔ میں ان کی اس بات سے قطعی طور پر اتفاق نہیں کرتا۔ یہ مسائل بہت گہرے جا چکے ہیں ۔ یہ مسائل بہت گہرے اور وسیع ہیں للہ ان کو حل کیجئے ان مسائل کو افہام و تفہیم سے حل کیجئے ۔ آخر ہم سب آپس میں بھائی ہیں ۔ ہم سب ہی ایک دوسرے کے بھائی ہیں ۔ کیا ہم میں اتنی اخلاقی جرات نہیں ہے کہ ہم اپنے بھائیوں سے کھل کر بات کر سکیں اور ان کی جو جائز شکایات ہیں ان کو رفع کرنے کی کوشش کر سکیں ان کے جو ناجائز مطالبات ہیں آپ ان کے لئے ان کو سمجھائیے کہ بھائیو یہ مطالبات ملی مفادات کے خلاف ہیں ۔ لیکن آپ نے ان مسائل سے نمٹنے کے لئے ان دس سالوں میں کیا کیا ہے ؟ اس سلسلے میں آپ کی کوشش صفر ہے ۔ اس مد پر آپ کا کام صفر ہے ۔ بلکہ میں یہ کہوں گا کہ اس مد پر آپ کی کوشش منفی ہے ۔ میں اس حکومت پر یہ الزام لگاتا ہوں ۔ ارباب اقتدار کے ساتھ شامل لوگ بلکہ یہ خود ہی بعض اوقات اپنے قول و فعل سے ان علاقائی اور صوبائی تعصبات کو ہوا دیتے ہیں ۔ جناب والا ۔ میں آپ کی وساطت سے ان سے التجا کروں گا ۔ ممکن ہے کہ وہ یہ سب کچھ دانستہ طور پر نہ کرتے ہوں لیکن اگر وہ نا دانستہ طور پر بھی ایسا کرتے ہوں تو انہیں لازم ہے کہ ان مسائل پر بات کرتے ہوئے سوچ سمجھ کر

بات کریں ۔ میں کسی کی نیت پر حملہ نہیں کرتا لیکن جو نتائج ہمارے سامنے ہیں ہم ان سے بھی آنکھیں بند نہیں کر سکتے ۔ جنرل موسیٰ نے اس مسئلے کی اہمیت اور gravity کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے ۔ جناب والا ۔ ۶ مارچ کو ان کی ایک تقریر پاکستان ٹائمز میں چھپی تھی جس کی دو تین سطریں میں آپ کی خدمت میں پڑھے دیتا ہوں :۔

> "He said that certain elements, in order to build themselves up for indulging in prochialism to create chaos and confusion which if not checked in time, would tare the country in parts sooner or later."

مجھے اسی بات کا خطرہ ہے جس کی نشاندہی خود جنرل موسیٰ کر رہے ہیں ۔ اسی بناء پر ملت کے نام پر اور قوم کے نام پر میں ان حکمرانوں سے جو آج تک اس مسئلے کو اپنے قول و فعل کی وجہ سے حل کرنے سے قاصر رہے ہیں ۔ جو اس مسئلے کو حل کرنے میں اپنی کم کوشی کی وجہ سے ناکام رہے ہیں ۔ ان کی خدمت میں انتہائی درد کے ساتھ ، نہایت لجاجت کے ساتھ یہ درخواست کروں گا کہ وہ اس مسئلے پر اپنی فوری توجہ دیں اور اس کا حل تلاش کریں ۔ تاکہ جیسا کہ جنرل موسیٰ نے کہا ہے کہ خدا نخواستہ کہیں اس ملک کے حصے بخرے نہ ہو جائیں ۔

جناب والا ۔ اس مسئلے کے بعد میرے سامنے جو دوسرا مسئلہ ہے اور جس کی طرف میں حکومت کی توجہ دلانی چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ خواہ کسی اور بات میں ترقی ہوئی ہے یا نہیں ہوئی کم از کم اس صوبے

میں رشوت اور بد دیانتی کی مد میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ اس مسئلے کے متعلق صدارتی کابینہ اور گورنروں کی کانفرنس میں غور و فکر کے بعد ایک کمیٹی جسکے چیئرمین مسٹر فدا حسن تھے معرض وجود میں آئی ۔ یہ پچھلے سال کی بات ہے اور اخبارات میں شائع شدہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کمیٹی نے اپنی سفارشات کئی ماہ ہوئے مرکزی کابینہ کو پیش کر دی ہیں ۔ لیکن شاید ابھی مرکزی کابینہ ان پر غور و فکر کر رہی ہے ۔ مجھے اس کمیٹی کی سفارشات کا کچھ علم نہیں ہے ۔ لیکن اس مسئلے کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اب رشوت اور بد دیانتی ہمارے معاشرے کی ہر سطح میں اس حد تک سرایت کر گئی ہے کہ ہمیں اس کے متعلق کمیٹیاں بنانے کی ضرورت پڑی ہے اور جنرل موسیٰ بھی اپنی تقاریر میں گاہے گاہے رشوت اور بد دیانتی کا ذکر فرما رہے ہیں اور بڑے سخت الفاظ میں اس کی مذمت بھی فرماتے رہے ہیں ۔ میرے پاس ان کے بیانات بھی موجود ہیں ۔ لیکن ان کو یہاں پر پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے ۔ یہ تو ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ میرے دوست اس سے انکار کریں ۔ لیکن آخر کیا وجہ ہے کہ یہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ، کی مثال اختیار کرتا جا رہا ہے ۔

جناب والا ۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ ہمارے محترم بزرگوں اور ان کے بزرگوں یعنی ارباب اقتدار کا اپنا پیدا کردہ ہے ۔ یہ ان کا اپنا خودکاشتہ پودا ہے ۔ اس سے مضر نہیں ۔ جس پودے کو آپ نے آج کاشت کیا ہے

اگر آپ اس کی آبیاری بھی کرتے رہیں تو وہ بڑھے گا ۔ پھلے پھولے گا ۔ بعینہ یہی صورت ہے رشوت اور بد دیانتی کی ۔ شجر کاری خود اس حکومت کے ارباب اختیار نے کی اور کر رہے ہیں اور ہر روز خود ہی اس کو پانی دے رہے ہیں اور پھر صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے یہ بیانات دئیے جا رہے ہیں کہ اس کو بند کیجئیے ۔

جناب والا ۔ میں آپ کی خدمت میں اور آپ کے توسل سے اس معزز ایوان سے ایک استفسار کرتا ہوں کہ اگر میرے جیسے بھوکے ننگے انسان کو یہ حکومت ایک لائسنس دے کر دس بارہ لاکھ روپے کا مالک راتوں رات بنا دے تو یہ بد دیانتی نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے ۔ جب حکومت کو یہ معلوم ہے کہ صفدر اس اہل نہیں ہے کہ وہ کوئی ٹیکسٹائل مل لگائے اور نہ ہی اس میں ایسی کوئی صلاحیت ہے ۔ کہ وہ کوئی ایسا کام بخوبی سر انجام دینے کی مالی حیثیت رکھتا ہو ۔ اور جب آپ یہ بھی جانتے ہوں کہ اس میں کوئی فنی قابلیت بھی نہیں ہے ۔ اور اگر ایسے حالات کو جانتے ہوئے حکومت مجھ پر مرحمت خسروانہ فرمائے تو کیا وہ دیانتداری ہو گی یا بد دیانتی ۔ مجھے اگر رات و رات آپ لکھ پتی بنا دیں گے تو میرا دوست حمزہ یا دوسرے دوست بھی کوشش کریں گے کہ وہ میرا ہی راستہ اختیار کریں اور لکھ پتی بن جائیں ۔ میری جناب وزیر خزانہ کی خدمت میں یہ استدعا ہے کہ مال حلال اگر تھوڑا ہے تو وہ بہتر ہے قارون کے خزانے سے ۔ تو یہ حرام کی ہی کمائی ہے اگر آپ مجھے ایک

روٹ پرمٹ دیتے ہیں اور اسے میں مارکیٹ میں فروخت کر کے بارہ لاکھ روپیہ کما لیتا ہوں وہ میرے لئے حرام ہے۔

جناب والا ۔ جس قدر دولت کا ارتکاز اس حکومت کے زمانے میں ہوا ہے ۔ جو سرمایہ داری اس حکومت نے پیدا کی ہے وہ کبھی کسی ملک میں اتنے تھوڑے عرصہ میں پیدا نہیں ہوئی ۔ ان کے پیش رو تو اس الزام سے بری ہیں ۔ اتنے تھوڑے وقت میں چند لوگوں کا اس قدر دولتمند بننا کیونکہ حکومت کی طرف سے کسی قسم کی پابندی نہیں ہے خواہ عوام کو لوٹو، خواہ رشوت لو، خواہ منافع خوری کرو ، خواہ سمگلنگ کرو ، کسی قسم کی بد دیانتی کرو ۔ حکومت کی طرف سے کوئی روک نہیں ہے ۔ تو جناب والا ۔ یہ جملہ معترضہ تھا ۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس حکومت نے اس پودے کو کاشت کیا ہے ۔ آج صورت حال یہ ہے کہ مجھے افسوس کے ساتھ ، دکھ کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے معاشرے کا کوئی طبقہ ایسا نہیں جس کی اکثریت اس بد دیانتی اور رشوت کی وبا میں مبتلا نہ ہو ۔ میری عمر اتنی ہے کہ میں آج سے ۳۰ سال کے واقعات کو بھی یاد رکھ سکوں ۔ قیام پاکستان کے وقت مجھے معلوم ہے کہ لوگوں نے حلف اٹھائے تھے جو بد دیانت تھے انہوں نے حلف اٹھائے تھے کہ بد دیانتی نہیں کریں گے اور کئی میرے دوست اس حلف پر قائم رہے ۔ میں مانتا ہوں کہ ۱۹۵۸ء سے پہلے یہاں فرشتے آباد نہ تھے ۔ یہاں کیفیت کا سوال نہیں ہے ۔ کمیت کا سوال ہے کہ مقابلتاً رشوت اس وقت زیادہ تھی یا آج ہے ۔ یہ برائی کبھی کسی سوسائٹی سے نہیں مٹ سکتی خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نہ

اس جیسا زمانہ پہلے آیا نہ آئندہ آئے گا ۔ تب بھی کبھی کہیں کوئی نہ کوئی جرم ہو جاتا تھا ۔ لیکن یہ کمیت کا سوال ہے کہ اگر زمانے میں برائی بڑھ جائے اور نیکی کم ہو جائے تو اس کو برا زمانہ کہتے ہیں اگر نیکی بڑھ جائے اور برائی دب جائے تو اس کو نیک زمانہ کہتے ہیں اس مسئلہ پر بحث ہے ۔ اس مسئلے پر بحث نہیں ہے کہ ۱۹۵۸ء سے پہلے یہاں بد دیانتی یا رشوت نہ تھی ۔ لیکن جناب رشوت اور بد دیانتی کا مقابلہ اگر اس زمانے کا اس زمانے سے کیا جائے تو میں وزیر خوراک اور قائد ایوان کی خدمت میں مثال پیش کرونگا۔ وہ اس مثال کو پسند کریں گے ۔ میرے خیال میں دوسرے دوست بھی ایسا کریں گے ۔ لیکن یہ مثال وزیر زراعت سے خصوصی تعلق رکھتی ہے ۔ جناب والا ۔ ہمارے صوبے میں ہل سے کاشت ہوتی تھی ، اب بڑے بڑے زمینداروں نے بڑے بڑے ، موٹے بھاری ٹریکٹر خرید لئے ہیں ۔ پہلے جس زمین میں ہل سے آہستہ آہستہ دن بھر میں کسی نے بڑی ہمت کی تو ایک کلہ میں ہل چلا لیا اس زمانے میں اب بڑے بڑے ٹریکٹر دن بھر میں کئی کئی ایکڑ میں ہل چلا دیتے ہیں ۔ بعینہ یہ صورت رشوت کی ہے ۔ پہلے رشوت کے ہل چلتے تھے ۔ اب رشوت کے ٹریکٹر چلتے ہیں ۔ بلکہ بلڈوزر چلتے ہیں میرے خیال میں محترم قائد ایوان میری اس تشبیہ کو ممکن ہے پسند نہ فرمائیں کیونکہ میں نے ان کے ہلوں اور ٹریکٹروں کو رشوت سے تشبیہ دی ہے یہ میں نے ضرور غلطی کی ہے ۔ بہر حال میں ۔ ۔ ۔ ۔

وزیر خزانہ ۔ رشوت پہلے بھی تھی ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ میں مانتا ہوں ۔ اگر آپ کو یقین نہ آئے ہر زمانے

میں رشوت کے واقعات تھے لیکن کم تھے یا زیادہ تھے ۔ سوال تو یہ ہے کہ اس وقت ہل چلتے تھے اور اب ٹریکٹر چلتے ہیں ۔ آپ اس سے انکار نہیں کر سکتے ۔ میرا دعویٰ ہے ۔ اس رشوت اور بد دیانتی کے راستے ہمارے حکمرانوں نے خود نکالے ہیں ۔ اور اس پر وہ چلتے جا رہے ہیں ۔ اس لئے وہ لاکھوں تقریریں کریں ۔ وہ لاکھوں کمیٹیاں بنائیں ۔ جب تک وہ خود اپنی مثال پیش نہیں کریں گے ۔ تب تک اس ملک کا چھوٹا یا بڑا کوئی شخص کبھی دیانتدار نہیں ہو گا ۔ الا ماشاء اللہ ، مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج سے دس بارہ سال پہلے کبھی صوبائی ملازمین میں سے کوئی بھی اس سطح پر رشوت نہیں لیتا تھا ۔ اس کی برادری اس پر نفرت کرتی تھی اور آج اگر کوئی افسر دیانت دار ہے ۔ تو وہ misfit ہے ۔ دیانت دار سے نفرت کی جاتی ہے کہ یہ ہمارے ساتھ کیوں نہیں چلتا ۔ ہمارے ذہنوں میں انقلاب آ گیا ہے ۔ اور اس قدر خوف ناک انقلاب ہے کہ ہم نے اچھائی کو اچھائی اور برائی کو برائی سمجھنا چھوڑ دیا ہے ۔ حکمرانوں نے برائی کا نام اللہ کا انعام رکھ دیا ہے ۔ جناب والا ۔ یہ تو میں صوبائی سطح کی بات کر رہا ہوں ۔ آپ کے سی ۔ ایس ۔ پی افسران بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں ۔ ان کا محاسبہ تو کیجئے ۔ حالت یہ ہے کہ اگلے روز یہاں واپڈا کے متعلق ایک سوال پوچھا گیا اور تحریری طور پر جناب وزیر برقیات نے اس کا جواب دیا ۔ سوال یہ تھا کہ واپڈا نے واپڈا ہاؤس کے ہوتے ہوئے کونسے کونسے بنگلے لاہور میں کرایہ پر لے رکھے ہیں اور وہ کس کس کی ملکیت ہیں ۔ اور کتنا کتنا

کرایہ ہے ۔ میں اپنے طور پر بھی کچھ جانتا تھا ۔ لیکن میری حیرت کی انتہا ھی نہ رہی ۔ کہ وہ اکثر و بیشتر بنگلے بیگمات کی ملکیت بتائے گئے ۔ اور ان میں سے بعض میں جانتا ہوں کہ وہ کس کس افسر کی بیگمات ہیں ۔ اور ہمارے بڑے بڑے افسروں نے اپنی بیگمات کے نام پر جائدادیں بنا رکھی ہیں ۔ اپنے عزیزوں کے نام پر جائدادیں بنا رکھی ہیں ۔ جب بڑے بڑے افسر یہاں بد دیانت ہیں تو چھوٹوں سے کیا توقع کی جا سکتی ہے ۔ ایسے حالات میں اس مسئلہ کے حل کے متعلق میں تلاش کرتا ہوں اس بجٹ کی تقریر میں کہ اس کا کوئی حل ہو گا ۔ ایک اس قدر گھناؤنے اور گہرے مسئلہ کے متعلق جو ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح کھائے جا رہا ہے ، اس کے متعلق وزیر خزانہ نے کیا حل تجویز کیا ہے ۔ لیکن افسوس کہ انہیں فرصت ہی نہ ملی دس سالہ ترقی کے گن گانے سے کہ وہ اس طرف بھی توجہ کرتے ان کے نزدیک یہ مسئلہ ہی کوئی نہیں تھا ۔ اگر یہ کوئی مسئلہ ہوتا تو وہ اس کا ذکر کرتے ۔

جناب ۔ اب اس کے بعد میں آگے چلتا ہوں ۔ جناب والا ۔ ایک اور مسئلہ میں ہمارے صوبہ نے ان ارباب اقتدار کے دور میں بے پناہ ترقی کی ہے اور وہ ہے سمگلنگ کا کاروبار ۔ بعض دوست یہ خیال کریں گے کہ میں شاید لنڈی کوتل وغیرہ کا ذکر کروں گا ۔ مگر نہیں ۔ کیونکہ اس کا میرے محترم دوست یہ جواب دیتے ہیں کہ وہ قبائلی علاقہ ہے ۔ جہاں قانون نافذ نہیں ہے ۔ ٹھیک ہے جانے دیجئے ۔ لیکن کیا کوئٹہ شہر بھی قبائلی علاقہ

ہے جہاں تھانے کے عین سامنے سمگل شدہ اشیاء کا پورا بازار لگا ہوا ہے ؟ جہاں سے لاکھوں روپے کا سامان لوگ خریدتے ہیں ۔ کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ تھانے کے دروازے کے عین سامنے یہ بازار ہے ؟ آپ لنڈی کوتل کی طرح ہر شے وہاں سے خریدئیے ۔ ریڈیو خریدئیے ۔ ٹرانسسٹر خریدئیے ۔ گرم سوٹ خریدئیے ۔ ریشمی کپڑے خریدئیے ۔ جو چیز چاہیں آپ خریدیں ۔ کیا نوشہرہ بھی قبائلی علاقے میں شامل ہے ؟ وہاں ایک پورا محلہ بس گیا ہے اس کام کے لئے ۔ کیا سیالکوٹ یا لاہور قبائلی علاقے میں ہیں ؟ یہاں وہ لوگ ہمارے بھائی جو وہاں سے سامان لاتے ہیں ۔ سروں پر گٹھریاں رکھ کر گلیوں میں گھومتے پھرتے ہیں ۔ یہ دراصل حصہ ہے اس انقلاب کا جو اس دور نے ہمارے ذہنوں میں پیدا کیا ہے ۔ ہم راتوں رات امیر بننا چاہتے ہیں ۔ اس دور کی سب سے بڑی خوبی کہئے یا اس کا طرۂ امتیاز کہئے کہ اس دور نے ہمارے ذہنوں میں یہ انقلاب پیدا کر دیا ہے کہ ہم کسی طرح راتوں رات امیر بن جائیں خواہ سمگلنگ سے ، خواہ چوری یا ڈاکے سے ، خواہ رشوت سے ، خواہ روٹ پرمٹ سے، خواہ لائسنس سے ، خواہ وہ کچھ ہو امیر بننا چاہئے ۔ بد دیانتی سے ہو یا دیانتداری سے ۔ چھوڑیئے اس بات کو ۔ وہ تو ہم نے اپنا معیار ہی تبدیل کر لیا ہے ۔ جناب والا ۔ سمگلنگ نہ صرف ہمیں بداخلاق بنا رہی ہے بلکہ سمگلنگ ہمارے ملک کو لاکھوں اور کروڑوں روپے کا نقصان اس لحاظ سے پہنچا رہی ہے کہ اس کے عوض کچھ چیزیں ہماری برآمد کی جاتی ہیں ۔ خواہ وہ کرنسی ہو خواہ barter system کے ذریعہ اس کے عوض ہم کچھ جنس دے رہے ہوں ۔ پھر عام

حالات میں حکومت کی موجودہ پالیسی کے مطابق اس قسم کی چیزیں درآمد نہیں ہوسکتیں ۔ اگر یہ ہو رہی ہیں ناجائز طور پر تو ان کے کسٹم کا لاکھوں روپیہ کا نقصان ہوا ۔ دوسرا نقصان یہ ہوا کہ اس ملک میں صوبہ کے عوام کے گاڑھے پسینے سے کمائے ہوئے زر مبادلہ سے ہم نے جو کارخانے نصب کئے ہیں ۔ ان کی مصنوعات پر نہایت ہی برا اثر پڑ رہا ہے ۔ لوگ دھڑا دھڑ ، جوق در جوق لنڈی کوتل کا رخ کرتے ہیں ، کوئٹہ کا رخ کرتے ہیں ۔ جناب والا ۔ اب یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ ریلوے کے پارلیمنٹری سیکرٹری صاحب نے اگلے روز ہمیں بتایا کہ wagon-load چھالیا کا پکڑا جاتا ہے ۔ دو سو بوری یا ڈھائی سو بوری یا تین سو بوری ۔ تو کیا حکومت کی آنکھوں میں دھول ڈال کر اتنا چھالیا آ گیا ؟ اگر ان کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہ کس طرح آگیا تو یہ حد درجہ نا اہل ہیں اور اس لائق نہیں کہ وہ ایسے عہدوں پر سرفراز رہیں ۔ اور اگر ان کے علم میں ہے کہ یہ کام ہو رہا ہے تو یہ بددیانت ہیں ۔ اور یہ اپنے فرائض منصبی کو ادا نہیں کر رہے ۔

جناب والا ۔ ان حالات میں جبکہ یہاں ایک بیماری سے دو بیماریاں اس معاشرہ میں پیدا ہو رہی ہیں ، تو کیا حکومت کا فرض نہیں کہ اسکی روک تھام کے لئے کوئی عملی قدم اٹھائے ؟ زبانی بات کہدینے سے کہ سمگلنگ کی روک تھام کی جائے ، اس سے روک تھام تو نہیں ہو سکتی ۔ اور پھر بڑے لطف کی بات ہے کہ کوئٹہ کے تھانے کے سامنے خریدیئے ۔ کوئی آپ کو روکنے والا نہیں ہے ۔ لیکن جب سبی پہنچیں گے تو کسٹمز کے محکمہ کے

ملازم تلاشی لیں گے ۔ آپ کو ان کو بھی رشوت دینی ہو گی ۔ کوئٹہ کہاں ہے ؟ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ ہمارے ملک کا حصہ ہے جیسا کہ سبی ہے ، جیسا کہ لاہور ہے ۔ اور ہمارے نقطہ نظر سے جس قسم کے قوانین ہم پر عائد ہیں ۔ اسی قسم کے قوانین ہمارے ان بھائیوں پر بھی ہونے چاہئیں جو پارا چنار میں ہیں ، جو لنڈی کوتل میں ہیں ، جو سوات میں ہیں ۔ جناب والا ۔ میں ان سے درخواست کروں گا کہ خدارا اس مسئلہ کا کوئی حل تجویز کریں ۔ میرا خیال تھا کہ جناب وزیر خزانہ جہاں اپنی اور ترقیات کا ذکر فرمائیں گے ، وہاں اس ترقی کا بھی ذکر فرمائیں گے ۔ لیکن انہوں نے اس بات سے احتراز کیا ہے ۔

جناب والا ۔ میں کافی وقت لے رہا ہوں ، اس لئے میں جلدی سے کام ختم کرنے کی کوشش کروں گا ۔ جناب والا ۔ اس کے بعد صوبہ کے سامنے ایک نہایت ہی اہم مسئلہ اسوقت بے روزگاری کا ہے ۔ اگلے روز ایک ضمنی سوال کے دوران میں نے وزیر محنت سے جو اسوقت یہاں تشریف نہیں رکھتے ، پوچھا تھا کہ آپ کے پاس یہ اعداد و شمار ہیں کہ اس صوبہ میں کتنے پڑھے لکھے آدمی بے روزگار ہیں اور کتنے ان پڑھ ، ہمارے بھائی بے روزگار ہیں ۔ تو انہوں نے نہایت بھولے پن اور انتہائی معصومیت کے ساتھ مجھے یہ جواب دیا کہ اس کام پر جتنی محنت اور جتنا سرمایہ صرف ہوگا ۔ وہ اس سے برآمد ہونے والے نتائج کے مطابق نہیں ہے ۔ اس لئے ایسا کام کبھی کیا ہی نہیں گیا ۔ اب جناب والا ۔ جس حکومت کو یہ علم نہیں کہ اس صوبہ میں بے روزگاری کس حد تک ہے ، وہ اس مسئلہ کا

حل کیا کرے گی ؟ سب سے پہلے ضروری یہ تھا کہ اس صوبہ کی حکومت کے پاس اعداد و شمار ہوتے کہ یہاں گریجوایٹ کتنے بےکار ہیں ، ایم - اے کتنے بےکار ہیں ، میٹریکولیٹ کتنے بےکار ہیں - پڑھئی کتنے بےکار ہیں - لوہار کتنے بےکار ہیں ، درزی کتنے بے کار ہیں ، فٹر کتنے بےکار ہیں اور ڈرائیور کتنے بےکار ہیں - اور اس کے مطابق پلاننگ ہوتی تو شاید اس مسئلہ کا حل ہو جاتا - آج نہیں کل ، کل نہیں پرسوں ہو جاتا - لیکن جس حکومت کی بے خبری کا یہ عالم ہے کہ اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ ہمارے ہاں پڑھے لکھے کتنے بےکار ہیں ، اس حکومت سے اگر میں اس مسئلہ کے حل کی امید رکھوں تو میرے جیسا احمق کون ہو گا ؟ یہاں اسمبلی نے قرار داد پاس کی کہ اس قسم کے اعداد و شمار اکٹھے کئے جائیں - لیکن آفرین ہے اس حکومت پر کہ اس نے اس نمائندہ ایوان کی اس متفقہ طور پر پاس کردہ قرار داد کو پائے استحکام سے ٹھکرا دیا کہ جائیے ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں - آپ جو چاہیں کہیں - ہماری جو مرضی ہوگی ہم کریں گے - یہ صورت حال ہے - اور جناب والا - ہمارے ہاں بے روزگاری کا کیا حال ہے ؟ میں نے قائدایوان کی خدمت میں پرسوں اترسوں ایک لڑکا پیش کیا - وہ میرے پاس کہیں سے بھٹکتا آ گیا تھا - وہ ایم - ایس سی ایگریکلچر ہے فرسٹ کلاس فرسٹ ہی نہیں بلکہ record holder ہے اور Gold Medalist ہے لیکن جناب والا - آپ کو معلوم ہے کہ وہ کب سے بیکار ہے ؟ ۱۹۶۵ء میں اس نے ایم - ایس سی کیا اور ۱۹۶۸ء کے جون تک وہ بے کار ہے - اس کے جوتے ٹوٹ گئے دفتروں کا چکر لگاتے لگاتے مگر اسے

نوکری نہ ملی ۔ مجھے خوشی ہے اور میں شکر گذار ہوں قائد ایوان کا کہ جب میں نے ان کے سامنے وہ لڑکا پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ لڑکا اب میرے چارج میں دے دو میں اس کا کچھ انتظام کروں گا ۔ اور انشاء اللہ وہ زود یا بدیر اسکا انتظام کر ہی دیں گے ۔ لیکن کتنے اس قسم کے ہونہار نوجوان ہیں جو گولڈ میڈلسٹ ہیں ، جو امتحان میں فرسٹ آئے ہیں جن کو جناب قائد ایوان یا وزیر خزانہ روزگار دلا سکیں گے ؟ دو نہیں ، چار نہیں ، دس نہیں پندرہ کو دلا دیں گے۔ لیکن کیا اس سے ان لاکھوں بے کار نوجوانوں کی تعداد میں کوئی کمی ہو جائے گی ؟ نہیں ہو گی ۔ جب تک اس صوبہ میں ایک باقاعدہ منصوبہ تیار نہیں کیا جائے گا کہ ان بے کار نوجوانوں سے خواہ وہ پڑھے ہوئے ہیں خواہ ان پڑھ ہیں ، کیا کام لینا ہے ۔ یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا ۔ میں ان کو یاد دلاتا ہوں ۔ مرکزی حکومت کی طرف سے شائع شدہ اعداد و شمار کے مطابق اور سال رواں میں Pakistan Economic Survey کے مطابق اس صوبہ میں اچھے بھلے مرد ۲۰ فیصد بیکار ہیں ۔ اب آپ اس سے اس ملک کی بیکاری کا اندازہ لگائیں ۔ کرمانی صاحب اگر چاہیں تو میں ان کی خدمت میں حوالہ پیش کر سکتا ہوں کہ اس صوبہ میں ۲۰ فیصد لوگ بیکار ہیں یہ کس قدر گھناؤنا منظر ہے کہ ۵ نوجوانوں میں ایک نوجوان بیکار ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس صوبہ میں لاکھوں پڑھے لکھے اور لاکھوں ان پڑھ بیکار ہیں ۔ اس حکومت نے پچھلے ۱۰ سال میں کیا کیا ہے ۔ یہ جو دس سالہ ترقی کے گن گاتے ہیں اس کے راگ الاپتے ہیں قصیدہ خوانی کرتے ہیں ان لاکھوں افراد کے لئے انہوں نے کیا کیا ہے ۔ جو بھوکوں مرتے ہیں اور کسی وقت بھی

ان کے خرمن کو جلانے کے لئے شعلہ ثابت ہو کر ان کے خرمن کو خاکستر کر سکتے ہیں ۔ نوجوانوں کی بیکاری کا مسئلہ اس قدر سخت مسئلہ ہے کہ اس کے نتائج بھیانک اور خوف ناک ہو سکتے ہیں ۔ لیکن ہماری حکومت کو اندازہ ہی نہیں میں پوچھتا ہوں کہ اس کے حل کے لئے حکومت نے کیا کیا ہے ۔

منفی کام تو بہت اور مثبت کام صفر ۔

اب اس کے آگے جاتا ہوں ۔

جناب والا ۔ ایک طرف تو بیکاری اور بے روزگاری ہے اور دوسری طرف مہنگائی ہے ۔ میرے محترم دوست وزیر خزانہ نے نہایت بھولے انداز میں ارشاد فرمایا تھا کہ آٹے بناسپتی گھی اور موٹے کپڑے کی قیمتیں گر گئی ہیں ۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ کس سال کے مقابلہ میں گر گئی ہیں ۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ یہ بتانے کی زحمت گوارا فرمائیں گے کہ کیا یہ حقیقت نہیں کہ اب ان حالات کے پیش نظر یہ اعداد و شمار ان کی قصیدہ خوانی میں fit in نہیں کرتے بلکہ ان میں ہجو کا پہلو نکل آتا ہے ۔ کیا اس میں کوئی شک ہے کہ پچھلے سال اس صوبہ میں گیہوں پچاس ساٹھ روپیہ فی من بکا ہے ؟ اب سیالکوٹ میں بیس بائیس روپیہ فی من ہے ۔ پجامو سرخ اور میکسی پاک کا بھاؤ کل سیالکوٹ منڈی میں پندرہ سولہ روپیہ فی من تھا ان کا یہ کہنا ٹھیک تھا کہ پچھلے سال کے مقابلہ میں قیمتیں گر گئی ہیں ۔ کہاں پچاس ساٹھ روپیہ فی من اور کہاں ۱۵ روپیہ تک آٹے کا بھاؤ ۔

وزیر خزانہ ۔ کیا یہ کوئی achievement نہیں ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ یہ کوئی achievement نہیں چلئے ۱۹۶۵ء کی قیمتوں کو سامنے رکھ لیں ۔ مجھے بتائیں کہ آپ نے کیا achievement کی ہے ۔ پچھلے سال کے مقابلہ میں واقعی قیمتیں گر گئی ہیں ۔ آپ ذرا ۱۹۵۸ء سے پہلے کے حالات کا مقابلہ کریں پچھلے سال کا مقابلہ کیوں کرتے ہیں ۔ جہاں تک آٹے اور بناسپتی گھی کا تعلق ہے یہ سستا ہو گیا ہے ۔ غالباً ان کی اطلاع درست نہیں پانچ پونڈ کا ڈبہ صرف ۴ یا ۶ آنے سستا ضرور ہے ۔ لیکن ہمیں پچھلے سال سے مقابلہ نہیں کرنا چاہئے اسی طرح موٹے کپڑے کی پرچون قیمت میں پچھلے سال کے مقابلہ میں کوئی فرق نہیں وہ بدستور مہنگا ہے ۔ ۵۸ - ۱۹۵۷ء میں گندم کی قیمت ۱۵ سے ۱۶ روپیہ فی من تھی پچھلے سال ۵۰ سے کم ہو کر بیس بائیس ہو گئی ہے ۔ درآمد شدہ گندم بیس سے بائیس تک ہے چاول ۱۷/۵۰ روپیہ فی من تھا آج -/۸۰ سے -/۸۵ روپیہ فی من ہے ۔ یہ وہ ریٹ ہیں جو اخبار میں ہیں ۔ چینی ۴۵ روپیہ فی من تھی آج ۱۲۰ سے ۱۲۵ تھی اور اب ۹۰ کے قریب ہے ۔ دودھ آٹھ آنے سیر تھا آج میں خود چودہ آنے سیر خریدتا ہوں ۔ یہ سب عام ضروریات کی چیزیں ہیں گھی سوا چار روپیہ سیر تھا آج ۸ روپیہ سیر ہے بناسپتی گھی کا ڈبہ ۱۹۶۳ء میں ۷/۸۵ روپیہ میں ملتا تھا آج ۱۱/۶۲ روپیہ میں ملتا ہے ۔

لکڑی سوختنی اڑھائی تین روپیہ فی من تھی آج ساڑھے چار اور پانچ روپیہ فی من ہے ۔ تیل مٹی ۶/۵۰ روپیہ فی ٹین تھا ۔ ۱۹۶۵ء میں اس کے مقابلہ میں -/۱۱ روپیہ فی ٹین ہے یہ تیرہ روپیہ سے گر کر آیا ہے ۔ اور پچھلے

سال سے سستا ہے ۔ ایک طرف تو بے روزگاری اور دوسرے طرف عوام میں قوت خرید نہیں تھی رہی سہی اس مہنگائی نے کمر توڑ دی ہے ۔ بے روزگاری کے سلسلہ میں میں ایک بات بھول گیا تھا اب عرض کر دیتا ہوں ۔ بے روزگاری حکومت کی اپنی پیدا کردہ ہے وہ کیسے ۔ وہ اس طرح کہ جیسے آپ کا تعلق گوجرانوالہ سے ہے آپ کو معلوم ہو گا کہ وہاں کھڈیوں کی صنعت بڑی وسیع ہے ۔ دستی کھڈیاں اور پاور لومز وہاں نصب ہیں ۔ اسی طرح لائلپور حیدرآباد کراچی میں بھی یہ کام بہت ہے جلال پور جٹاں گوجرہ اور کمالیہ جیسے قصبوں میں بھی یہ کام بہت ہوتا ہے ۱۹۵۳ء میں ایک Fact Finding کمیٹی بنائی گئی تھی میں بھی اس کا رکن تھا اس وقت کچھ سفارشات کی گئی تھیں ۔ لیکن آج کیا حالت ہے ۔ سارے صوبہ میں خواہ وہ کراچی جیسے بڑے شہرکا پارچہ باف ہو یا گوجرہ گوجرانوالہ اور جلال پور جٹاں کا پارچہ باف ہو وہ اپنا اثاثہ ختم کر چکا ہے اس کے پاس اب کوئی کام نہیں ۔ اس لئے کہ حکومت کی پالیسی ہی ایسی ہے ایک طرف سوت پر مرکز کی طرف سے ایکسائز ڈیوٹی ہے اور دوسری طرف بونس ہے جو کارخانہ دار سوت بناتا ہے اگر وہ باہر بھیجتا ہے تو بونس کماتا ہے یہاں بیچتا ہے تو اس پر ایکسائز ڈیوٹی ادا کرنا پڑتی ہے ۔ اس طرح جو سوت باہر بھیجا جاتا ہے وہ سستا ہے اور اس کی کمی پوری کرنے کے لئے یہاں مہنگا ہوتا ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔ آپ اپنی اس دلیل کو صوبائی حکومت کے نوٹس میں لائیں ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ میں یہی عرض کر رہا ہوں ۔ اگر ایکسائز ڈیوٹی

نہیں دیتے تو بونس کماتے ہیں ویسے بھی ۲۰ یا ۳۰ یا ۴۰ کونٹ کے ایک پڑے کی قیمت بعض صورتوں میں دو گنا بعض صورتوں میں تین اور چار گنا ہوتی ہے ۔ اور یہ صوبائی حکومت کے محکمہ صنعت کا فرض تھا کہ صوبہ کے لاکھوں افراد اور خاندانوں کے ذریعہ معاش کی حفاظت کرتے ۔ وہ مرکزی حکومت پر زور دیتے اور پارچہ بافی کی صنعت کا تحفظ کرتے ۔ یا تو سوت پر بونس دینا بند کر دیتے یا محکمانہ طور پر اجازت دیتے کہ جس طرح مل اونرز بغیر ایکسائز ڈیوٹی دیئے اپنی کھڈیوں پر سوت کات سکتے ہیں اور کپڑا بن سکتے ہیں ۔ اسی طرح ایک نحیف کمزور اور غریب پارچہ باف بھی اسی قیمت پر جس پر ایک بڑا مل والا اس سوت کو حاصل کرتا ہے حاصل کرے ۔ لیکن یہ بھی اس حکومت کی ناکامی ہے کہ اس نے لاکھوں کنبوں کو فاقہ کشی کی نوبت تک پہنچا دیا ہے کہ ان کی افلاس اور غربت دیکھی نہیں جاتی ۔ اگلے روز میں جلال پور جٹاں گیا وہاں کی تمام کی تمام آبادی بھی کام کرتی ہے وہ لوگ میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ تم نے کسی زمانے میں ہمارے لئے سفارشات کی تھیں موجودہ حکومت کے سامنے بھی ہماری حالت زار بیان کرو ۔ تو میں نے ان سے وعدہ کیا کہ میں ضرور بات کرونگا لہذا میں لجاجت سے منت سے اس حکومت کی خدمت میں عرض کروں گا کہ آپ ان صنعت کاروں ان دستکاروں کی خبرگیری کیجئے ان سے پوچھئے کہ ان کی مشکلات کیا ہیں اور ان مشکات کا حل تلاش کیجئے ۔ حکومت کی پالیسی ان کی بیروزگاری میں اضافہ کا باعث بنی ہوئی ہے اور ایسے فاقہ زدہ لوگ کسی قوم کے لئے کسی ملک کے لئے اور کسی گورنمنٹ کے لئے باعث افتخار نہیں کہے جا سکتے ان پر فخر نہیں کیا جا سکتا اور نہ فخر ہو سکتا ہے ۔

جناب والا ۔ اس کے بعد میں ایک اور مسئلہ آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں بلکہ یوں کہہ لیجئے کہ دو مسائل پیش کرنا چاہتا ہوں اور جناب والا ۔ وہ مسائل یہ ہیں کہ ہماری حکومت اکثر و بیشتر یہ اعلان فرماتی رہتی ہے اور خصوصیت سے جب وزراء صاحبان کسی ہال میں بی ۔ ڈی کے ارکان سے خطاب فرما رہے ہوتے ہیں تو یہ طنزاً پوچھتے ہیں کہ اپوزیشن کے لوگ بار بار یہ کہتے ہیں کہ اس صوبے میں نہ پریس آزاد ہے اور نہ پلیٹ فارم ۔ تو لوگ جو تقریریں کرتے پھرتے ہیں کیا یہ آزادی نہیں ہے ۔ ٹھیک ہے ۔ لیکن اس آزادی کی حقیقت کیا ہے ۔ جو آزادی انہوں نے بڑی عنایت اور مہربانی اور بڑے التفات سے دی ہے اس کی کیفیت کیا ہے جناب والا ۔ جہاں تک پلیٹ فارم کا تعلق ہے پچھلے دو مہینوں میں بلکہ اس ماہ رواں میں مجھے صوبے کے اکثر و بیشتر حصوں میں جانے کا اتفاق ہوا ۔ میں ۲۲ ۔ مقامات پر اپنے رہنماؤں کے ساتھ گیا اور اس میں سے ۱۶ ۔ مقامات پر دفعہ ۱۴۴ ۔ نے ہمارا سواگت کیا ۔ اس کے بعد میں اس اجلاس میں مصروف ہو گیا تو ہمارے رہنما پشاور ڈویژن ڈی ۔ آئی ۔ خان اور پنڈی ڈویژن کے دورے پر تشریف لے گئے تو پشاور اور پنڈی ڈویژن دونوں کو ملا کر سوائے کوہاٹ کے باقی تمام پانچوں کے پانچوں کے ضلعوں میں دفعہ ۱۴۴ ۔ نافذ تھی ۔

Minister for Finance : What about Pindi City ?

خواجہ محمد صفدر ۔ جہاں تک پنڈی شہر کا تعلق ہے وہ باہر ہے ۔ میں پشاور اور ڈی ۔ آئی خان کی بات کر رہا ہوں ۔ جناب والا ۔ جب ان دونوں

ڈویژنوں سے ہم اپنا سواگت دفعہ ۱۴۴ - سے کروا کر لوٹے تو ہم نے پنڈی میں ضرور جلسہ کیا - ایبٹ آباد میں تین مقامات پر جلسہ تھا - مردان میں تین مقامات پر جلسے منعقد ہوئے تھے اور پشاور میں دو مقامات پر جلسے منعقد ہوئے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گی اگر میں یہ کہوں کہ میں نے ایک سوال پوچھا تھا کہ آٹھ نو ڈویژنل ہیڈ کوارٹروں میں کتنی دیر تک سابقہ سال اور موجودہ سال میں دفعہ ۱۴۴ - نافذ رہی تو مجھے تحریری طور پر بتایا گیا کہ کراچی میں ۱۹۶۷ء میں جس کے پورے سال کے ۳۶۵ - دن ہوتے ہیں ان میں سے ۳۵۵ - دن ۱۴۴ - نافذ رہی اور ۱۹۶۷ء کے بعد ۱۹۶۸ء میں ۳۰- اپریل تک یعنی میں نے حساب لگایا ہے تو کل ۱۲۱ - دن بنتے ہیں جن میں سے ۱۱۹ - دن سال رواں میں کراچی میں دفعہ ۱۴۴ - نافذ رہی - اس سے ظاہر ہے کہ ہمیں جلسے کرنے کی بڑی آزادی ہے - جناب والا - اور سن لیجئے - لاہور میں پچھلے سال ۳۶۵ - دنوں میں سے ۱۹۲ - دن دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ رہا اور سال رواں میں ۳۷ - دن رہا - یہ کراچی سے نسبتاً کم ہے اور اسی کو کہا جا رہا ہے کہ بڑی امپروومنٹ ہے - اور بہاولپور میں پچھلے سال ۱۶۵ - دن اور اس سال ۱۲۱ - دنوں میں سے ۶۱ - دن دفعہ ۱۴۴ نافذ رہی - علیٰ ھذالقیاس اسی قسم کے اعداد و شمار ہیں اور یہ میرے اس سیشن کے اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمائے گئے ہیں - تو جناب والا - ویسے ایک اور بات بھی بڑی معنی خیز ہے اور اسے بھی میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے اس زمانے میں جبکہ میں دورہ پر جانے والا تھا ایک پریس سٹیٹمنٹ دیا تھا اور میں نے جناب گورنر صاحب کی خدمت میں ایک چٹھی بھی لکھی تھی کہ آپوزیشن کے

جلسے ہو رہے ہیں آپ اپنے افسروں کو ہدایت کریں کہ وہ ہمارے جلسوں کے راستہ میں ۱۴۴ - کے ذریعہ پابندیاں نہ لگائیں تو چٹھی کا جو مجھے جواب ملا ہے وہ یہ ہے اور اسی قسم کا پریس نوٹ بھی گورنمنٹ کی طرف سے جاری ہوا اور اس میں گورنمنٹ نے یہ کہا :--

> "An official announcement clarifying the position said that recourse to Section 144, Criminal Procedure Code is only had when it is considered necessary to do so in the interests of preservation of law and order."

یعنی یہ حکومت اس قدر نا اہل ہے کہ کراچی میں لا اینڈ آرڈر قائم ہی نہیں رکھ سکتی جب تک کہ سال کے ۳۶۵ - دنوں میں سے ۳۵۵ - دن دفعہ ۱۴۴ - نافذ نہ کی جائے - امن عامہ بحال رکھنے کی صورت صرف ان کے پاس دفعہ ۱۴۴ - کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے - میں یہ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں - انہوں نے یہ خود فرمایا ہے کہ دفعہ ۱۴۴ - تب ہی لگائی جاتی ہے کہ نظم و نسق خطرہ میں نہ پڑے تو نظم و نسق کا خطرہ ان کو ہر وقت درپیش ہے اور سارے صوبے میں سال کے ۳۶۵ - دنوں میں نظم و نسق کا خطرہ درپیش رہا - اس حکومت کی کیا بات ہے جس کے نظم و نسق کی یہ حالت ہو کہ وہ دفعہ ۱۴۴ - کے بغیر نظم و نسق برقرار ہی نہیں رکھ سکتی -

وزیر خزانہ - دفعہ ۱۴۴ - ہوتی کس لئے ہے ؟

خواجہ محمد صفدر - اس لئے ہوتی ہے کہ کسی کو جلسہ نہ کرنے دیا جائے -

جناب والا ۔ میری آخری گذارش یہ ہے میں نے بہت وقت لے لیا I am sorry for that پریس کے متعلق حکومت کا یہ دعویٰ ہے کہ پریس آزاد ہے ۔ اگر اس کی یہی آزادی ہے تو پھر محکومی اور پابندی خبر نہیں کس کا نام ہے ۔ ان کے کہنے کے مطابق آزادی اور آزادی کس قسم کی ؟

جناب والا ۔ یہاں پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس نافذ ہے ۔ یہاں پتا تک نہیں مل سکتا جس پر گورنمنٹ کی طرف سے مواخذہ نہ کیا جا سکے ۔ اس کو چھوڑئیے ایک زائد بات گورنمنٹ نے کی ہے کہ ایک نام نہاد ٹرسٹ بنا کر بڑے بڑے مل مالکان سے جن کی تجوریاں ان کے حلال و حرام مال سے بھری ہوئی ہیں ان سے سرمایہ حاصل کرکے ایک ٹرسٹ بنایا ہے ۔ یہ کہیں گے کہ ہمارا اس سے کیا تعلق ہے ۔ مگر گورنمنٹ کے بڑے بڑے افسران اس کے چیئرمین ہوتے ہیں ۔ بہرحال ٹرسٹ نے تقریباً تمام اخبارات خرید لئے ہیں ۔

مسٹر حمزہ ۔ یہ علی بابا اور چالیس چور ہیں ۔

مسٹر سپیکر ۔ آپس میں گفتگو نہ کیجئے گا ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ اکثر و بیشتر اخبارات ٹرسٹ کے ہیں اور ایک اخبار ان کی اپنی پارٹی نے ماشاء اللہ خرید لیا ہے تمام صوبے میں صرف ایک آزاد اخبار "نوائے وقت" ہے لیکن اس کے ساتھ بھی یہ سلوک ہو رہا ہے کہ اس اخبار کی زندگی دوبھر کی جا رہی ہے ۔ سالہا سال سے حکومت کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم اشتہارات کسی اخبار کو اس کی سرکولیشن کے مطابق دیتے ہیں لیکن کیا ۱۹۶۲ء سے لے کر آج تک گزشتہ ۶ سالوں میں نوائے وقت کو کبھی بھی ایک اشتہار دیا گیا اس سے یہ ناانصافی کیوں برتی جا رہی ہے

یہ محض اس لئے کہ یہ اخبار آپ کے قصیدے لکھنے کے لئے تیار نہیں ۔ یہاں تک کہ آج سے ۲ سال قبل جب میں جیل میں تھا تو ایک دن یک لخت سپرنٹنڈنٹ جیل نے مجھے بتایا کہ یہاں "نوائے وقت" کا پڑھنا ممنوع ہے ۔ انہوں نے کہا کہ "نوائے وقت" جیل خانہ جات میں نہیں جا سکتا اور وہ حکم ابھی تک جاری ہے لیکن "نوائے وقت" اس قدر سخت جان ہے کہ باوجود انتہائی مالی مشکلات کے میرے اندازے کے مطابق حکومت اپنی اس پالیسی کے ذریعے "نوائے وقت" کو ۷۵ ہزار روپیہ ماہانہ کا نقصان پہنچا رہی ہے لیکن پھر بھی وہ سخت جان ہے اس کا حق بنتا ہے کہ اس کو ۷۵ ہزار روپیہ کے اشتہارات دیئے جائیں یعنی ۹ لاکھ سالانہ کے ۔ حکومت نے اب فیصلہ کیا ہے کہ "نوائے وقت" کو تمام سکولوں کالجوں اور لائبریریوں میں ممنوع قرار دیا جائے ۔ شاید وزیر خزانہ کہیں کہ میں اپنی طرف سے ہی باتیں بنائے چلے جاتا ہوں میرے پاس ایک گشتی مراسلہ ہے جس کی عبارت اس طور پر ہے :--

49083-145/CM2, 10th May 1968.

Purchase of newspapers by educational institutions, Implementation of Government decision.

اور نیچے لکھا ہے :--

"In order to implement the Government decision on the subject noted above it has been decided by the Director of Education, Rawalpindi Region, Rawalpindi that the following daily newspapers should only....."

ذرا "only" کے لفظ کو ملاحظہ فرمائیے :--

".... should only be subscribed by the educational institutions under your jurisdiction."

اور اس کے بعد ان کے احکامات ملاحظہ ہوں ۔ یہ پابندیاں اور احکامات ڈائریکٹر صاحبان نے جاری کئے اور یہ خط ڈائریکٹر راولپنڈی کی طرف سے جاری ہوا اور اشتہارات کن اخبارات کو دیئے گئے ۔ وہ ہیں "پاکستان ٹائمز" ۔ "مشرق" ۔ "کوہستان" ۔ "امروز" ۔ "تعمیر" ۔ اور "جنگ" ۔

مسٹر حمزہ ۔ شرم !

وزیر خزانہ ۔ "جنگ" کا بھی نام ہے ؟

مسٹر حمزہ ۔ جی ہے ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ "نوائے وقت" کا نام حذف کر دیا گیا ہے ۔ ایک طرف تو یہ بات ہے اور دوسری طرف "کوہستان" کے لئے مرکزی وزیر صنعت نے صرف گورنمنٹ کی طرف سے اس کو اشتہارات دلانے کی کوشش کی ہے ۔ بلکہ انہوں نے اپنے عہدہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے "کوہستان" اخبار کی مدد کی ہے ۔ "کوہستان" اخبار کو ویسے کوئی بھی پڑھنے کو تیار نہیں ہے ۔ پرسوں کے اخبار میں ایک واقعہ درج تھا میں بہاول نگر گیا ہوا تھا بہاول نگر میں مجھے بتایا گیا کہ تحصیل دار اور نائب تحصیل دار دو افسر "کوہستان" کے لئے خریدار تلاش کرتے پھرتے ہیں ۔

مسٹر حمزہ ۔ شرم ! شرم ! !

خواجہ محمد صفدر ۔ صرف اسی پر ہی اکتفا نہیں ۔ مال روڈ پر ایک

بہت بڑی عمارت جو کہ evacuee property ہے وہ "کوہستان" کے نام منتقل کی جا رہی ہے تاکہ اس اخبار کو دیوالیہ ہونے سے بچا لیا جائے ۔ اس کو ناجائز طور پر اس بلڈنگ کا مالک بنایا جا رہا ہے اور اس کے برعکس ایک محب وطن اخبار کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے ۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک انتہائی نا انصافی ہے اس سے بڑھ کر اور نا انصافی کیا ہو سکتی ہے کہ آپ ایک آزاد اخبار کو اس طور پر دبا رہے ہیں محض اس لئے کہ وہ اپنی رائے خود رکھتا ہے اور آپ کی رائے سے اس کو اختلاف ہے ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ارباب اقتدار موجودہ آمرانہ نظام میں کوئی لچک پیدا کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں ۔ جو ان کے ساتھ اختلاف رکھتا ہو اس کا ارباب اقتدار کی مخالفت مول لینا ایک یقینی امر ہے ۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان اخبارات کے ساتھ ارباب اقتدار کا کیا سلوک ہے ۔ اور اس قسم کے افراد کے ساتھ کیسا سلوک ہے ۔ یہ کرسیاں اور گدیاں ہمیشہ ان ارباب اقتدار کے نیچے نہیں رہیں گی ۔ یہ آنی جانی چیز ہے ۔ یہ دھوپ چھاؤں ہے کبھی اس طرف ۔ حکمران طبقہ ان پر نہ اترائے ۔ اگر ان کے پاس حکومت ہے اختیارات ہیں تو ان کو چاہئے کہ ان اختیارات کو دیانتداری کے ساتھ استعمال کریں ۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں گا ۔ اگر قوم کی فلاح و بہبود آپ کے ہاتھوں واقع ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ایسا کرنے کے لئے تیار ہوں تو میں آپ کے ہاتھ چومنے کو تیار ہوں لیکن اگر آپ قوم کو گمراہ کرنے پر مصر ہوں تو میں اعلانیہ کہوں گا کہ آپ غلط کار ہیں آپ غلط کار ہیں ۔ آپ غلط کار ہیں ۔

Mr. Zain Noorani (Karachi—I): Mr. Speaker, Sir, I consider it a great privilege to speak on the Budget for the year 1968-69 because the Budget as presented to this House expresses the sentiments, the desire and the feelings of the people of West Pakistan—their desire to make Pakistan—within the minimum possible time—into the land of the dreams of the Quaid-e-Azam.

Sir, when General Muhammad Musa took over as Governor of this Province one of the first things that he did was to entrust the financial responsibility of the province to two young men. I am referring to Mr. Ahmed Saeed Kirmani, the Finance Minister and Mr. Tajjammul Husain, the Finance Secretary. It seems as if the Governor wanted every one to know that he believed that the destiny of the nation rests on its young men and that youth is the essence of hope, enterprise and experience. Sir, most people were very sceptical about this act of the Governor but the Budget as presented to this august House has proved that the confidence of the Governor in these young men was well-reposed and that today none of us should have any hesitation in expressing our deepest sense of gratitude to these patriotic and dedicated young men. Sir, the year that is about to end was a remarkable year; remarkable because of the number of achievements of the Government; achievements, which were reached in spite of a lot of international monetary and economic crisis. We must not forget that it was during this year that the economies of even some of the advanced countries in the world were tottering and sick. We saw before our eyes the devaluation of the pound sterling, followed by the gold crisis. During all this turmoil, during all this international monetary crisis, Pakistan was one of the few nations that stood firm, whose economy stood strong like a rock, and it came out with flying colours to win the admiration of all economic experts. This was due, Sir, primarily because of the sound policies followed by our President Field Marshal Muhammad Ayub Khan, who, Sir, plans not merely for today but builds for tomorrow so that the day will come soon when Pakistan will become economically independent and self-sufficient.

Pakistan, Sir, is a nation in a hurry. We are keen to develop and achieve self-sufficiency, and as such at all times we have to wage a cease-

less war against time. We cannot afford the luxuries of half-hearted steps. We must go all out to achieve our programme and our targets. It is, therefore, Sir, in the fitness of things that the province should also match its steps according to the pattern laid down by the Centre, and hence it was appropriate that a colossal sum of Rs. 238.57 crores have been appropriated in the present budget under discussion for development. A major portion of it, nearly 47 percent, has been kept for water, power and agriculture, and the remainder for other major schemes and projects. The claims of the lesser developed areas and regions have this year been given considerable thought and due allocations have been made for them.

Pakistan, Sir, being an agricultural country, it is in the fitness of things that the major allocations have been kept for it. I am glad to see that we have realised the fallacy of the past. In the past, Sir, what we did was that in preference to agriculture, we gave importance to our industry. I am glad to see that that has ended now. I don't mean to say that industry should be ignored or that it should not be developed, but, Sir, industry and agriculture must go side by side, and must be developed together. During this year, Sir, due stress is being laid on agriculture, and believe me Sir, with even a little bit of encouragement and sound planning, we have seen during the year that our agriculturists can perform wonders. The increase in our G.N.P. to 8.3 percent, the implementation of all our programmes and, Sir, the resultant output of foodgrain production in the country, have all been the result of the devotion and the hardwork put in by our farmers.

Mr. Speaker, Sir, there is no getting away from it that what was said a hundred years back is true even today that it is the farmer of the country who brings prosperity and firm monetary conditions. We would be failing in our duty if we did not praise the farmers of Pakistan and the agriculturists, but at the same time let us not forget that it was primarily the hardwork and the personal supervision of Governor Muhammad Musa, who toiled throughout the year and imbibed the spirit of urgency and dedication amongst our people that was mainly responsible for the results

that we have achieved today. Sir, while speaking on Agriculture, I would be failing in my duty if I did not point out one more thing.

مسٹر حمزہ ۔ جناب والا ۔ کیا یہاں مبارکبادوں کے اعادہ کی اجازت ہے ۔

Mr. Zain Noorani : Sir I was about to congratulate Mr. Hamza for having maintained patience, but unfortunately he does not seem to deserve it.

مسٹر سہیکو ۔ اگر وہ آپ کو مبارکباد دیں تو کیا آپ کو اس پر بھی اعتراض ہو گا ۔

Mr. Zain Noorani : Sir I was about to do it, but not now. He has lost his patience.

Sir, as I was saying, while speaking on agriculture, I would be failing in my duty if I did not point out a very serious problem, which would face the country in the near future. As you know, Sir, we are all very happy at the tremendous and colossal increase in our agricultural output and we feel that we will be able to continue with this programme. That is true Sir. The progress will go on, but it can go on only for the next few years and reach its optimum unless we do something about it. The reason why it will come to a halt is that we will be faced with two grave menaces, which have got to be countered and fought. What are those menaces? Primarily the incessant increase in our population, and secondly Sir, the other pressing menace is of sub-divisions and fragmentations. Sir, no less a person than President Muhammad Ayub Khan has expressed his doubts that unless we fight these two menaces in a well-planned and scientific manner, the progress which we are making on the agricultural front will come to a halt, and these two menaces of ours will have overtaken our progress. A worthy statesman that he is, and despite what Mr. Hamza may believe, being a firm believer in respecting the

wishes and opinion of the people of Pakistan, the President has invited a fair discussson on this subject, because he realises that this is not an easy problem to be solved overnight.

Sir, sub-divisions and fragmentation owe their beginning to the days of the British rule, and by the time independence was achieved, they had gone too far. The increase in population, the downward trend in joint family life and the increase in the individualistic trend were primarily the reasons for fragmentation and sub-division, and these were helped by the laws of inheritance and succession with the result that the continuity in the sub-divisions and fragmentation took place. Now, Sir, if we are were to continue this breakthrough in agricultural output and over-come these two menaces, we will have to resort to mechanised farming and that is where the problem arises because, for it to work satisfactorily, we would have to remove the small pockets of land owned by various persons in the country and to make all of them larger units of agriculture but our problem is that this is to be achieved without, in any way, doing away with individual ownership. This a very major problem which would require lot of thinking and lot of discussion. It can be achieved only during the next few years but not immediately. At the same time, we have got to consider whether we should at this very stage go ahead with mechanised farming in gradually and in planned stages or go ahead with mechanised farming all at once. As you know, the circumstances in Pakistan are completely different from those that existed in England or the U.S.A.. In Pakistan, even today, a large majority of the entire population is involved in agriculture but that was never so in England or the U.S.A.. The result would be that if we go ahead with full speed in mechanising our farming, we would be creating another colossal and gigantic problem for the Government to solve and that would be that the labour which would be freed from agricultural would be without any job and, in turn, we would have to provide new jobs and new means of livelihood for them. This would be, as I said, a colossal problem for the Government. I am not disputing and there is no man in this country who will dispute that mechanised farming is a necessity and that it will have to be resorted

to but what I say is that we will have to go slow. We will have to go slow for another reason. A recent survey conducted in West Pakistan revealed that if this Province were to turn over completely to mechanised farming what would be required would be at least one million tractors. Now, Sir, we are a poor country with limited foreign exchange resources and it is not possible for us, within a year or two or even within three years, to import one million tractors. The present lot of tractors available in the country runs into mere thousands. Therefore before we touch small pockets of land and the system of land holdings and before we convert our farming completely into mechanised farming, it is necessary that a large number of tractor-manufacturing plants should be set-up in this country but at the same time we have to think of a long-term plan as to how to do away these fragmentations and sub-divisions. Sir, a nation who is faced with this problem can find only three alternatives in which this can be done. The first would be collectivisim which is most unsuited to our genious and pattern of life. You know, Sir, as far as collectivism is concerned it owes its inspiration to the socialistic pattern of life and does not concede in most cases individual ownership. That is the reason that it should be kept aside. The second alternative is capitalism and the third is cooperative and joint farming. In my opinion both these alternatives can function side by side in Pakistan. But if we were, at this stage, to propagate cooperatives in those areas where people own their own land, it would not be well received for the simple reason that in this country only credit co-operatives are known, and the co-operatives in their highest field-"rural co-operatives"—are almost unknown or untried. What would be required and what would be more appropriate at the present is to go ahead with a number of pilot projects. There should be about a hundred pilot projects in which a hundred different areas should be demarcated out of the State waste-land suitable for cultivation, the barrage areas and that new land which is being reclaimed. These should be given over to well-organised and well-administered rural co-operatives where official interference should be as its minimum. These co-operatives should be encouraged and capital should be made available to them. Tractors, tubewells and other machanical equipment should also be made available to them. If these co-operatives function successfully, they will have sown the seed of rural co-operative move-

ment in West Pakistan in as much as they will be instrumental in spreading your message and in removing the feeling of distrust which exist between man and man and between owner of one pocket of land and the owner of another pocket of land. Side by side with these rural co-operatives, you could also encourage the formation of joint stock companies for the purposes of agriculture. In this case the avenue of capital would be easily accessable to them. When granting them land you should insist that alongwith the land they should also maintain fleet of tractors and service stations not only for their own use but also for the use of the neighbouring small farmers who could be given these facilities on nominal payments.

As I said before, during the last two decades industry has thrived on agriculture. I would not be wrong in saying that it was primarily agriculture which fed the industry with most of its foreign exchange. Now that most of the industries have established themselves and earn huge profits, it is time that they came forward and paid off that debt to agriculture. I, therefore, most humbly suggest that the Government should crent a West Pakistan Agriculture Development Levy which should be collected from all industries. For example, every textile mill, and one cannot get away from this that all textile mills in West Pakistan have made fantastic and huge profits during the last few years, should be told that for every spindle which they have been granted, they will have to pay so much for the development of agriculture. The amount which would be collected from this levy should be used for the purchase of tractors and for the establishment of machinery workshops for agricultural purposes all over the Province so that agricultural machinery should be made available to the small farmers at a nominal rate. Sir, it is in the interest of Industry itself that it should come to the help of Agriculture because even today it is Agriculture that is primarily feeding the Industry. The foreign exchange which is being utilised for the import of raw material and spare parts, most of it comes still from Agriculture. Even the raw material required for our most of the factories, is derived from Agriculture. My friend from Karachi, who is shaking his head, is probably relying on the export on the Bonus Voucher Scheme. I know the good

that the Bonus Voucher Scheme has done, but if he were to study the figures of the foreign exchange earned and foreign exchange spent, he will realise that what I am stating, is true and even today 60 per cent of the foreign exchange earned by Pakistan is from the yields of Agriculture, directly or indirecly.

Now Sir, I come to the allocation of almost 48 crores on Education. Sir, I was very happy to see that for the first time the policy of the Government with regard to Education was stated in plain and simple language and we are assured by the Finance Minister in his speech that we would in future not be producing mass produced of Arts Graduates. This has led me to think that I should take the risk of irritating. Mr. Hamza once again offer my congratulations to Mr. Muhammad Ali Khan and his Department. But then come the let down. Side by side with this declaration of policy while speaking of this noble aim of producing technicians, engineers, scientists, doctors, etc., the Finance Minister told us that in the year 1968-69, only two new Polytechnic Institutes would be established in West Pakistan. Sir, Pakistan has an acute famine of technicians ; with increasing developmental activities, more and more technicians are required. Most of our projects have shortage of these technicians and it is only the Polytechnic Institutions which are the backbone of technical education and which will produce these technicians. I, therefore, Sir, again most humbly appeal to the Minister for Education to take this problem to the Finance Minister and place it before him. Even if it is necessary to re-cast the entire educational planning for the next year and realloction of funds it should be done during the next few days and efforts should be made to provide at least one polytechnic in every division of West Pakistan during this year. Even if it means cutting down the expenses on Education for other educational projects, this should be done.

Now Sir, I would be failing in my duty if I don't thank the Government for sincerly trying to solve at least 2 of Karachi's major problems. I am referring to the Greater Karachi Water Supply Scheme and the Transport problems. As you know Sir, the Government has sanctioned

the execution and simultaneous completion of Phase I and Phase II of Greater Karachi Bulk Water Supply Scheme if this is done we are sure that by 1970, the people of Karachi will have sufficient water supplies to meet their needs. At the same time, Sir, you will remember that for the last two years, I have been stating in this House that the West Pakistan Road Transport Corporation should extend its services to Karachi. This has been done now and 100 buses are for the last 3 or 4 days plying in Karachi and 150 more will be added. However, the good intentions of the Government can very easily be ruined by bad administration. It was a pity to see that even the drivers, cleaners and conductors were brought from Lahore, Rawalpindi and other places. Was there no problem of unemployment in Karachi ? Then why was this done ? An unnecessary ill-will has been created while implementing this good scheme and, at the same time, unnecessary problem for the Government has been created by this. It is not worthwhile treading on the toes of the people of any area where you try to do good. It does not create good will and leaves heart burns.

Then Sir, comes the perpetual K.D.A. Sir, the K.D.A. instead of developing Karachi and rehabilitating the refugees, is busy in creating new refugees all over there.

مسٹر حمزہ ۔ اب گھر پہنچ گئے ہیں ! (قہقہہ)

Mr. Zain Noorani : Thank you for the applause Mr. Hamza. Sir, what happened was that people were given lands in Landhi in an area called Subhan Colony and Poachers Colony They built their hutments and quarters there. Then all of a sudden, they are told now that Mr. Muhammad Khan Junejo wants to build a high-way over there-and since, for the last three days Mr. Junejo is also Incharge of the Railways. I would be right in saying that he also wants to have a railway-line passing through that very area. Therefore, they must be shifted from there, shifted about 20 miles away becoming refugees once again. They are to be up-rooted from there. I ask the K.D.A., the Greater Karachi Master Plan was ready, why didn't you consult the Plan before giving this land to the people. Similarly, in Golimar, this assurance was given on the floor of the House, that the people would be

rehabilitated - that was a year or two back - in flats that were being erected for them in Golimar itself. When the flats were completed, then the K.D.A. suddenly realised that it will not be able to recover Rs. 30/00 p.m. from those refugees and the flats were let out and this 'sudden decision' came like a bolt from the blue for these refugees. You know Sir, even if an individual wants to start a 'Paan' shop, he will first examine the economics of it before investing the money into it and purchasing the 'paans'. The K.D.A. constructed multi-storeyed buildings and after the buildings were ready, they realised that Rs. 30/00 p m. could not be recovered from the refugees. What fantastic form of reasoning is this. I ask Sir, did they not realise it before spending the money of the K.D.A ? Why did they construct those flats if this scheme was not feasible ? So Sir, what happened to the refugees is, they were made to leave bag and baggage ; they were up-rooted, deprived of their home and hearth, and thrown once again on open plots of land somewhere in Korangi or Kantho. Township. Is this, Sir, not creating refugees all over again ? I am not against the 'Agha Khan Jamait' to whom these flats have been given. They are some of the finest people ; they are some of the most patriotic people, no doubt, but they had no claim on those flats. Those flats were built for the refugees of Golimar and should have as such have been given to them.

Then again Sir, if I as an individual sell a plot of land to you which shrunk during one season and expanded during another and is unsuitable for construction of a house, you would have hauled me up for committing fraud, for cheating. What does the K D.A. do ; K.D.A. offers thousands of plots of lands in North Nazimabad and other places which shrink and expand during the season and on top of that, see the audacity of it, it is claimed that it was not its responsibility to have the lands technically examined and that the applicants should do it. When there will be a greater example of more muddled headed thinking than this ! How is it feasible that 50,000 plots were offerred, and 1.50 lacs persons applied and for them 1.50 lacs consultants should go and examine the plots of land ? No Sir, it can't be done and should not be expected. What is the use of that army of highly-paid technicians and engineers which the K.D.A. have. If they cannot examine the land and find out whether it

was suitable for being offered to the people or not, then what are they meant for.

Sir, there is one more thing to which I would like to draw the attention of the Government, and that is the promises made to the people of Karachi in 1964.

Mr. Speaker : The Member may please try to conclude now.

Mr. Zain Noorani : Yes Sir. Sir, these promises were made both by the then Central Finance Minister Mr. Shoaib and the then Provincial Minister, that quarters in Landhi, Korangi, Drigh Road and Malir would be given to the people at about Rs. 1200 to Rs. 1400 per quarter and that in case payment was made in instalment, no interest would be charged. This promise was, Sir, published practically in all the newspapers of West Pakistan repeatedly. But to our bad luck, nothing has been done about it so far and I believe that the proposal is about to be rejected. I beg of the Government not to do this because this is a problem which should not be treated from purely economical or financial angle. This is a human problem and it should be tackled on humanitarian grounds. If you do not agree to this your money will lie blocked. Even as good financial experts it is advisable that you cut your losses, recover whatever you can and not create an ugly situation for the administration or otherwise it would amount to ejectment and further ejectment and cause problems for the people as well as for the Administration of Karachi.

Sir, I would also like to draw their attention to the fact that in Karachi the West Pakistan Transport Act is not in operation. This causes a lot of problems and in the Old Town areas of Kharadar, women are molested by the staff of the transport operators who ply their buses and load trucks and keep them in residential areas. They should be made to park overnight their trucks and buses away from the residential areas.

Finally, Sir, two years back speaking on the floor of this House while presenting the Budget the then Finance Minister informed the House that a decision had been taken by the Government that the Excise

and Taxation Department would be placed under the Finance Department. This has not been done so far in spite of the statement made in the House. The Excise and Taxation Commission appointed by the Central Government has also advised that this should be done. As you know, Sir, today we in West Pakistan have converted our Finance Department into a mere spending Department. A strange situation has arisen where the Department spending the money does not know what are its receipts. It is like a man possessing a purse and not knowing what is in the purse.

Now, Sir, I know that the Revenue Department also realises the receipts of the Provincial Government. For administrative reasons because the work is so huge and large it cannot be placed under the Finance Department. But then, Sir, if you leave the proceeds of the sale of State Lands aside the Revenue Receipts, if you look up the figures of the last three or four years, are only seven crores or so. The balance of the Provincial receipts and the major portion of it are all through Excise and Taxation. It is, therefore, necessary that this Excise and Taxation Department as has been done in the Centre and in East Pakistan should be placed under the control and supervision of the Finance Department of West Pakistan. This has been decided by the Cabinet but why is it not being implemented is beyond my understanding and I suggested to the Leader of the House and to the Finance Minister that at the earliest opportunity they should take up the matter in the Cabinet, bring it to the notice of the Governor and have this decision implemented at the earliest.

I thank you Sir.

چودھری محمد سرور خان (سیالکوٹ ۔ ۳) ۔ جناب سپیکر ۔ میں وزیر خزانہ کو ان کے ایک انقلابی اور عوامی احساسات اور جذبات سے بھرپور ترجمان بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں (تالیاں) انہوں نے اپنے اس بجٹ میں پاکستان کے وسیع اور طویل و عریض صوبے میں یہ حقیقت ثابت کر دی

ہے ۔ کہ اس وسیع و عریض صوبے کی معیشت مضبوط بنیادوں پر قائم ہے ۔ جناب والا ۔ انہوں نے اپنی بجٹ تقریر میں اس اعتماد کو ایک تاریخی حقیقت بنا دیا ہے ۔ کہ اس صوبے کے عوام جو ستاروں پر کمند ڈالنے کی اہلیت رکھتے ہیں ۔ اور اگر ان کی زرخیز مٹی کو ذرا بھی نم دیا جائے تو وہ مقصد جس کے لئے پاکستان معرض وجود میں آیا تھا حاصل کرنے کے لئے یہ قوم دنیا کی ایک بہت بڑی قوم بن سکتی ہے میں ان کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ کہ انہوں نے اس مسلمہ حقیقت کو اجاگر کیا ہے کہ اس صوبے کی بہتری اور عوام کی صحیح رہنمائی سے ایک بہت بڑی طاقت اور ایک بہت بڑی قوم بن سکتی ہے ۔ (تالیاں)

جناب سپیکر ۔ میں نے موجودہ بجٹ کو تاریخی اہمیت کا حامل اس لئے قرار نہیں دیا ۔ کہ اس میزانیہ میں مغربی پاکستان کی حکومت نے سب سے بڑا تخمینہ تشکیل کیا ہے ۔ اور اس سے زیادہ بڑا تخمینہ اس سے پہلے کبھی تشکیل نہیں کیا گیا اور نہ ہی میں اس کو اس بناء پر تاریخی اہمیت کا حامل قرار دیتا ہوں ۔ کہ اس میں صوبے کی معاشی زندگی کے ارتقاء کے لئے ترقیاتی پروگرام کو ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے بلکہ میں اسے اسلئے تاریخی اہمیت کا حامل قرار دے رہا ہوں ۔ کہ حکومت نے اس صوبے مین زرعی انقلاب برپا کرکے متوسط طبقہ کی احیا اور احیاء نو کا سامان پیدا کیا ہے ۔ جناب والا ۔ اس صوبے میں صنعتی ترقی کے اجراء سے دولت کی ریل پیل اور دولت کی فراوانی اور اس کی غیر مساویانہ تقسیم نے

جس طرح سے اس صوبے کے متوسط طبقہ کو متاثر کیا تھا ۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ متاثر نہیں کیا تھا ۔ بلکہ اس کو پامال کرکے رکھ دیا تھا اور ایسے محسوس ہونے لگا تھا کہ سوسائٹی میں سے مڈل کلاس کا وجود ختم ہو جائیگا ۔

جناب والا ۔ صنعتی دولت کی جو ریل پیل تھی ۔ اس نے ہم کو یہاں تک متاثر کیا تھا کہ زراعت پر یقین رکھنے والے گروہ نے اپنے آبائی پیشے کو چھوڑ کر اور ان راہوں سے ہٹ کر صنعت کی طرف دیکھنا شروع کر دیا تھا ۔

جناب والا ۔ زرعی انقلاب نے ملک میں صرف غلے کی فراوانی پیدا نہیں کی اور نہ ہی زرعی انقلاب اس ملک کے متوسط طبقہ کو صنعت کاروں کے سامنے ہیچ ہونے کے تخیل سے محفوظ رکھے گا ۔ اور نہ ہی وہ کسان مزدور فن کار اور دانش وروں غرضیکہ متوسط طبقہ کے تمام گروہوں کو عزت نفس بحال کرنے میں مدد قائم رکھنے کا ذریعہ ہو گا بلکہ یہ تو ملی اور تاریخی روایات اور تہذیبی ورثوں کی حفاظت کا ضامن ہو گا ۔ کیونکہ جناب تاریخ کے اوراق شاہد ہیں ۔ کہ جس گروہ نے اس زرعی انقلاب سے توانائی حاصل کرنا ہے ۔ وہی گروہ ہمیشہ ان کی اخلاقی قدروں ، ان کی تہذیبی قدروں ، اور ورثوں کا ضامن رہا ہے اور رہے گا ۔ تو جناب والا اب میں یہ عرض کروں گا کہ حکومت کی زرعی ترقی پر یہ خصوصی توجہ اور عوام کا اس پر عمل پیہم اس صوبے میں کسی حسین خواب کی تعبیر کا کوئی شاخسانہ

ہے ۔ اور میں سمجھتا ہوں ۔ کہ ہمارا ملک جو اس سے پہلے دس سال تک یا ۱۵ سال سے سرکاری طور پر زرعی ترقی پر انحصار کر رہے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس سے پہلے ہمیشہ ناکام رہی ہے ۔ اس کی بھی کچھ خاص وجوہات ہیں وہ میں عرض کر دونگا ۔

جناب والا ۔ اس زرعی انقلاب نے ایک اور حقیقت کو عیاں کیا ہے کہ عوام پر اعتماد اور عوام پر بھروسہ اور ان کا بھرپور تعاون کسی حکومت کو مافوق الفطرت صفات کی حامل بنا دیتا ہے ۔ اور اسی تعاون نے چون لاکھ ٹن کے اندازے کو باسٹھ لاکھ ٹن میں تبدیل کر دیا ہے اور اسی تعاون نے مکی اور چاول کی ایک ایک لاکھ ٹن زائد پیداوار حاصل کرنے میں مدد دی ہے ۔ لیکن جناب والا ۔ یہ کیسے ہوا ؟ اس زراعت کی ترقی کے لئے حکومت کئی برس سرکاری افسران کے ذریعہ کاغذی اعداد و شمار کے چکر میں پھنسی رہی لیکن خاطر خواہ نتائج سے محروم رہی ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس انقلاب کے سلسلہ میں اگر میں وزیر زراعت کا یہاں ذکر نہ کروں تو یہ بہت بڑی بے انصافی ہو گی ۔ کیونکہ جناب والا ۔ انہوں نے وہ کارگذاری دکھائی ہے جو اگرچہ کئی سالوں سے زرعی ترقی کے نام پر کی جا رہی تھی لیکن جس میں ہمیں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی ۔ آج ایک سال کے اندر جناب گورنر صاحب کے زیر ہدایت انہوں نے عوام میں اس قدر مقبولیت حاصل کی ہے اور عوام کے جذبات سے اس قدر ہم آہنگی حاصل کی ہے کہ میرے خیال کے مطابق وہ بذات خود ہی بیج ۔ بذات خود

ہی کھاد ۔ بذات خود ہی کھیتی اور بذات خود ہی باران بن گئے ہیں (قہقہہ) لیکن جناب والا ۔ یہاں میں ایک بات کہنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں اور وہ یہ کہ جو زرعی انقلاب ، جو مادی انقلاب ہم نے حاصل کیا ہے اس کے اثرات کو قائم رکھنے کے لئے اور اس کو دوامی زندگی بخشنے کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ ہم اس صوبہ میں عوام کو ذہنی انقلاب سے بھی ہم آہنگ کریں کیونکہ ذہنی انقلاب کے بغیر جناب والا ۔ کوئی انقلاب بھی ایسا موثر کردار ادا نہیں کر سکتا جس کے لئے اس انقلاب کو بروئے کار لایا جاتا ہے ۔ بلکہ وہ وقت کی پکار بن کر رہ جاتا ہے اور وقتی طور پر اس سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں ۔ وہ ممکن ہے کہ ہوتے ہوں لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تاریخ میں وہ اپنے واضح اثرات کیسے چھوڑے گا ۔

جناب والا اس کے لئے میں یہ عرض کروں گا کہ پہلی بات یہ ہے کہ ہم نے یہ دیکھا ہے کہ اس صوبہ کے عوام کے تعمیری طرز فکر نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ زرعی طور پر ایک سال میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اس صوبہ کے عوام نے جو کارروائی کی ہے ۔ جو طریق کار اختیار کیا ہے اور طرز فکر اختیار کی ہے ، اس سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ زرعی طور پر اس صوبہ کے عوام کو صرف رہنمائی کی ضرورت ہے ورنہ وہ ایک سال میں ، ۱۹۷۰ء سے پہلے ۱۹۶۸ء میں اپنے target سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوتے ۔ اور جناب والا ۔ حکومت نے ان عوام پر اعتماد کیا ۔ ان کی صلاحیتوں پر بھروسہ کیا اور ان کو غذائی کفالت کے لئے للکارا تو ہل والے نے ہل سنبھال لیا ۔ کدال والے نے کدال ۔ گیت والے نے گیت ۔ اخبار والے نے اخبار اور فن والے نے فن اور کسان

اور کاشتکار کے فولادی بازو اور کشادہ سینے بلکہ یہاں تک کہوں گا کہ دہلت میں رنگین چوڑیاں تک جو تھیں وہ بھی روپہلی مکی اور سنہری میکسی پاک اور خوشبودار پاسمتی میں تبدیل ہو کر رہ گئیں ۔ (خوب ۔ خوب) جناب والا ۔ یہ بہت بڑا معجزہ ہے اور انقلاب کی معراج ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ کوئی انقلاب عوامی تعاون اور تعمیری لگن چینی کے جذبے کے بغیر فروغ نہیں پا سکتا ۔ (خوب ۔ خوب)

جناب والا ۔ اس کے بعد میں جناب گورنر کے اس مستحسن اقدام کی کی طرف آپ کی وساطت سے اس ایوان کی توجہ مبذول کراؤں گا جو انہوں نے اس صوبہ میں اخلاقی قدروں کو اجاگر کرنے کے لئے غنڈہ گردی کے خلاف مہم چلا کر کیا ہے ۔ اور مجھے خوشی ہے کہ انہوں نے یہ اقدام اس وقت کیا ہے جبکہ ہم اپنے معاشی اور زرعی انقلاب کی سالگرہ منا رہے تھے ۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے اس اخلاقی انقلاب اور اس ذہنی انقلاب کی جدوجہد کے لئے بھی قوم کو اور صوبہ کو پکارا ہے ۔ جناب والا ۔ مجھے ان کے جذبہ فکر و عمل اور ان کی سپاہیانہ جدوجہد سے پوری توقع ہے کہ وہ صوبہ میں اس اخلاقی بے راہ روی کے بت کو پاش پاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے ۔ لیکن جناب والا ۔ میں آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں یہ بات پہنچا دینا چاہتا ہوں کہ جب وہ ان بتوں کو پاش پاش کر بھی چکیں ۔ تب بھی ان کے ذرات کو بچانے سے بھی پرہیز کریں کیونکہ ان کے ذرات بھی ایک ایسی بیماری ہیں جو کل کو پھر بت بن سکتے ہیں ۔ بلکہ میں تو یہاں تک عرض کروں گا کہ ان کو پاش پاش کرنے کے بعد ان فیکٹریوں کی طرف توجہ دینی چاہئے جہاں وہ بت بنتے ہیں اور اس نظام

اور اس طریق کار پر توجہ دینی چاہئے جو اصل میں ان قباحتوں کو جنم دیتا ہے اور جو اصل میں ان قباحتوں کی تخلیق کا ذمہ دار ہے ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کام کے بعد وہ اس طرف بھی ضرور توجہ مبذول فرمائیں گے۔

جناب والا ۔ خالق انقلاب جناب فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے فرمایا اور ان کی اس بات کے حوالے سے وزیر خزانہ نے ایک نہایت ہی اہم نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس ایوان کے معزز ممبران اپنی رائے کا اظہار اس بارے میں کریں ۔

جناب والا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ صدر پاکستان کی یہ خواہش اور اس انتہائی دور رس مسئلہ کی طرف ان کی توجہ نے یہ حقیقت تو بالکل عیاں کر دی ہے کہ جناب صدر اس ملک کو ایک جدید مثالی ملک اور اس معاشرے کو ایک مثالی معاشرہ اور قوت بنانا چاہتے ہیں ۔ اور میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ اگر ہمارے کردار میں اجتماعیت فروغ پا جائے ۔ اگر ہمارے ذہنوں میں اجتماعیت انفرادیت پر غالب آ جائے تو بہت سی بیماریاں خود بخود دور ہو سکتی ہیں ۔ مثال کے طور پر جناب والا ۔ ابھی خواجہ محمد صفدر صاحب فرما رہے تھے کہ دولت کی لوٹ کھسوٹ کی دوڑ ہے اور رشوت ۔ خویش پروری اور اقربا نوازی اور نااہلیت کی پردہ پوشی کی جاتی ہے ۔ تو میں سمجھتا ہوں یہ باتیں خود بخود ختم ہو سکتی ہیں ۔ لیکن جناب والا ۔ خاص طور پر اس معاملہ میں میں اپنی ناقص رائے کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتا کہ اس ملک میں اور بالخصوص اس صوبہ میں جہاں پر زمین کو تقدس کا درجہ حاصل ہے ۔ جہاں کاشتکاری کو ایک انتہائی

اہم اور انتہائی ضروری پیشہ تسلیم کرنے پر حکومت بھی مجبور ہو چکی ہے - وہاں جناب والا - اس معاملہ میں میں سمجھتا ہوں کہ اجتماعی کاشتکاری کے طریقہ پر ہمیں نہایت ہی محتاط انداز میں غور و خوض کرنا چاہئے اور اس غور و خوض کے بعد اس بارے میں کوئی فیصلہ کرنا چاہئے یا اس بارے میں ہمیں کوئی رائے دینی چاہئے - یا اس بارے میں ہمیں کوئی قدم اٹھانا چاہئے -

جناب والا - میں یہ عرض کروں گا کہ اجتماعی کاشت کا مسئلہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہے - اجتماعی کاشت کا مسئلہ روایات کا مسئلہ ہے - اجتماعی کاشت کا مسئلہ جدت پسندی کا مسئلہ بھی ہے - اب آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ کیا اس وقت اجتماعی کاشت کے لئے فضا سازگار ہے - یا اگر نہیں تو آپ نے جو زرعی انقلاب پیدا کیا ہے - ایک اور انقلاب یہ یک وقت لے آئیں یا دوسرا انقلاب شروع کر دیں - لیکن یہ دیکھنا ہوگا کہ ترقی اور تعمیر کی رفتار کہیں کم تو نہیں ہو جائے گی - اس کے لئے ہمیں چاہئے کہ اپنے ماضی کو اور کچھ تجربات کو جو حکومت نے کئے ہیں یا کر رہی ہے - ذہن میں رکھیں -

سب سے پہلے میں عرض کرتا ہوں کہ اجتماعی کاشت اس طریقہ سے لائیں کہ ہمارے ملک کا کسان جو روایتی طور پر رجعت پسند ہے - کاشت کے لئے طریقوں کو حاصل کرنے کے لئے تیار ہو - کیونکہ وہ ہمیشہ اس سے پرہیز کرتا رہا ہے - مثلاً اگر یہ میکسی پاک گندم کا بیج جو حکومت نے

دیا ہے ۔ اس کے لئے حکومت اگلی فصل سے ایسا ضابطہ مقرر کر دے کہ زمیندار ۶ ایکڑ سے زیادہ کاشت نہ کرے گا ۔ تو صوبہ کے کاشت کار یہ جرم کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے اور میکسی پاک گندم زیادہ رقبہ پر بوئیں گے ۔ اسی طرح اگر آپ یہ کہیں کہ پرانی گندم اتنے رقبہ میں بوئیں ۔ تو وہ ضرور چوری کریں گے اور زیادہ رقبہ پر بوئیں گے ۔ حکومت کو چاہئیے کہ اجتماعی کاشت کا طریقہ اپنی فارم پر استعمال کرے اور اگر حکومت کی اپنی کوئی فارم نہیں ۔ تو لئی بنا کر یہ طریقہ اختیار کرے تاکہ اس کی افادیت اور اس کا مقصد لوگوں پر آشکار ہو جائے ۔ اور وہ ذہنی طور پر قبول کر لیں اس سے بہت بڑی کامیابی ہو گی ۔ جناب وزیر خزانہ نے جس بات کی رائے لی ہے ۔ وہ یہی ہے ۔ اس سے ملک کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ اجتماعی کاشت کا طریقہ اگر revolutionary process سے ہو ۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑی خدمت ہو گی ۔ جناب والا ۔ اس وقت ایک اور ضروری مسئلہ ہے ۔ جس کی طرف حکومت کو فوری توجہ دینا چاہئیے ۔ وہ صوبہ کے دیہات میں ذرائع نقل و حمل ۔ بجلی اور پانی کی بہم رسانی کا مسئلہ ہے آپ نے جو زرعی طور پر کامیابی حاصل کی ہے ۔ اور زرعی طور پر بین الاقوامی وقار حاصل کیا ہے ۔ اس سے ہمارا ملکہ اثر انداز نہیں ہو سکا میں سمجھتا ہوں ۔ یہ تمام تر اس ترقی کی وجہ سے ہے ۔ جو دیہات میں زمیندار اور کاشت کار نے کی ہے ۔ اس ترقی کی رفتار کو برقرار رکھنے کے لئے حکومت کو چاہئیے کہ دیہات میں ذرائع نقل و حمل

بجلی اور پانی کی بہم رسانی کی سہولتیں مہیا کرے تاکہ یہ زرعی انقلاب جو اس حکومت نے برپا کیا ہے - ہمیشہ قائم رہے تاکہ یہ زرعی انقلاب انتہائی کامیابی حاصل کرکے ہمہ گیر انقلاب کی صورت اختیار کر لے - اس سے دوسرا فائدہ یہ ہوگا - کہ دیہات کا تمام متمدن طبقہ جو تعلیم یافتہ ہے - اور جس کو شہری سہولتوں کی تلاش ہے - جو شہری زندگی کی سہولتوں کی طرف رجوع کر رہا ہے - جس کے باعث شہروں میں آبادی بڑھ رہی ہے - اگر یہ متمدن اور تعلیم یافتہ دیہاتی طبقہ جو دیہات چھوڑ کر شہروں کی طرف آ رہا ہے - دیہات میں ہی رہے تو وہ دیہات کے غیر تعلیم یافتہ طبقہ کو ملک کے اقتصادی اور معاشی اور سیاسی حالات سے ہمکنار رکھ سکتا ہے - اس سے شہروں کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا اگر زرعی انقلاب کی رفتار کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں - تو دیہات میں سیاسی معاشی اور اقتصادی شعور پیدا کرنے کے لئے اس تعلیم یافتہ طبقہ کو دیہات میں تمام قسم کی سہولتیں بہم پہنچائیں اور مراعات دیں - تاکہ وہ شہر کی طرف نقل مکانی اور نقل آبادی سے باز رہیں اور دیہات میں ہی اپنے لئے سستی زندگی آرام اور سکون اور تعیش کا سامان حاصل کر سکیں جو ان کو شہروں میں ملتے ہیں -

جناب والا - میں آج اپنے انتہائی قابل احترام بزرگ خواجہ محمد صفدر صاحب سے پہلی بار اختلاف کر رہا ہوں - آج بجٹ کی تقریر کے دوران انہوں نے اس انداز سے تقریر کی ہے - جس کی وجہ سے پہلی دفعہ ان کے خلاف بات کر رہا ہوں - میرا یہ مطلب ہے کہ ان کی تنقید ہمیشہ معتدلانہ انداز میں

ہوتی ہے ۔ ان کی تنقید constructive ہوتی ہے ۔ لیکن آج انہوں نے اپنی تقریر میں بعض معاملات کے تعمیری پہلوؤں سے اختلاف روا رکھا ہے ۔ مجھے یہ جائز نظر نہیں آتا ۔ آج وہ اعداد و شمار کے چکر میں پڑ گئے ہیں ۔ انہوں نے اجناسِ خوردنی کے rates کا ذکر کیا ہے ۔ جو آج سے دس پندرہ سال پہلے تھے ۔ آج کے rates کا ان کے ساتھ مقابلہ کرنا شروع کر دیا ہے ۔ اگر وہ دس پندرہ سال پہلے چلے گئے ہیں ۔ تو میں اس سے بھی پہلے جا سکتا ہوں ۔ اگر میں آپ کو ۱۸۴۷ء کے زمانہ کے rates بتاؤں تو آپ حیران ہوں گے ۔ یہ rates رنجیت سنگھ کے زمانہ کے تھے ۔

وزیر بلدیات (میاں محمد یاسین خان وٹو) ۔ آپ سکھوں کی باتیں بہت کرتے ہیں ۔

چودھری محمد سرور خان ۔ اس وقت گھی کی قیمت ایک روپیہ چار آنے فی من تھی گندم چار آنے من اور چاول ایک روپیہ دو آنے فی من ملتا تھا ۔ میرا عرض کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ کسی حکومت کا معیار کارکردگی یا کسی حکومت کی رفتار ترقی کا مقابلہ ہم کو اس زمانہ کے حالات سے کرنا چاہئے ۔ نہ کہ آج سے دس بیس سال پہلے کے حالات زندگی کو پرکھنا شروع کر دیں آپ جانتے ہیں ۔ کہ اکبر کے زمانہ کے rates تو اس سے بھی سستے تھے ۔ مجھے ان سے اس بات پر بھی اختلاف ہے ۔ کہ انہوں نے اس ملک میں جو زرعی ترقی ہوئی ہے ۔ اس کو نظر انداز کر دیا ہے ۔ اور آج سے دس پندرہ سال پہلے کے rates سے موجودہ rates کا مقابلہ کیا ہے ۔

مسٹر حمزہ ۔ آپ کا مطلب ہے ۔ کہ آپ کے موجودہ دور کا ۱۹۵۸ء سے پہلے زمانہ کے ساتھ مقابلہ نہ کیا جائے ۔

چودھری محمد سرور خان ۔ جناب والا ۔ رنجیت سنگھ کی ایک آنکھ خراب تھی ۔

Mr. Speaker : Will the Member please try to conclude now ?

چودھری محمد سرور خان ۔ جناب والا ۔ جناب وزیر خزانہ نے ایک نہایت ہی اہم امر کی نشاندھی کی ہے ۔ انہوں نے اپنی تقریر میں زمین کو ہموار کرنے کے الفاظ استعمال کئے ہیں ۔ جناب والا ۔ اس زرعی ملک کی ۸۵ فیصد آبادی کا انحصار زراعت پر ہے اور زرعی ترقی اس ملک کی ترقی میں تمام تر ممد و معاون ثابت ہو سکتی ہے اور وہی طریقے بروئے کار لائے جاھئیں جو ھمارے ملک کی ترقی کیلئے ضروری ہیں لیکن میں ان کی توجہ ایک انتہائی اہم بات کی طرف جسکا تعلق سیالکوٹ کی زمین کی ھمواری یا ناھمواری سے ہے دلانا چاھتا ہوں ۔ جناب والا۔ سیالکوٹ کا ضلع submontane range کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جسکی زمین سنگلاخ اور ریتلی مٹی پر مبنی ہے لیکن پانی کے نیچے بہاؤ اور تند و تیز بہاؤ کی وجہ سے ندی نالے اپنے راستے بدلتے ہیں جس سے میرے خیال میں محدود اندازہ کے مطابق سیالکوٹ کی ۳۸ ہزار ایکڑ زمین پانی کا رخ بدلنے کیوجہ سے قریب قریب ناقابل کاشت ہو جاتی ہے اور اسکی وجہ یہی ہے کہ پانی اوپر سے بہت تیزی کیساتھ آتا ہے اپنے ساتھ مٹی کو بہا لیجاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے جو مہم چلائی جائیگی یعنی زمین کو ہموار کرنیکے لئے جو کوشش کی جائیگی وہ بہت

مناسب ہے اور اس سلسلے میں خاص طور سے سیالکوٹ کیطرف توجہ دینے کی ضرورت ہے ۔ جناب والا ۔ میں وزیر زراعت کی اطلاع کیلئے اور اس ایوان کی اطلاع کیلئے اس چیز کا اظہار انتہائی ضروری سمجھتا ہوں کہ سیالکوٹ کی ۳۸ ہزار ایکڑ زمین کو اس برد سے بچانے کے لئے یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہوگا کیونکہ آپ کے صوبے میں اور آپ کے ملک میں سیالکوٹ ایک واحد ضلع ہے جو بارانی ضلع ہونے کے باوجود اور بارانی کاشت ہونے کی وجہ سے جس میں نہر کا ایک قطرہ پانی بھی نہیں استعمال کیا جاتا ہے ساڑھے ۸۲ من فی ایکڑ کے حساب سے گیہوں پیدا کرتا ہے اس لئے یہ ضلع ملک و ملت کی افادیت کے لحاظ سے بہت زرخیز ضلع ہے ۔

وزیر زراعت (ملک خدا بخش) ۔ مردم خیز بھی ہے زرخیز بھی ہے ۔

وائے منصب علیخان کھرل ۔ آپ بھی بہت زرخیز ہیں ۔

چودھری محمد سرور خان ۔ X X X X X X X X X X*

Mr. Speaker : Order please; that is unparliamentary and is expunged from the proceedings of the Assembly.

Chaudhri Muhammad Sarwar Khan : I withdraw it Sir.

Mr. Speaker : The Member may now please resume his seat.

Begum Ashraf Burney.

Begum Ashraf Burney (P.W. 151 Zone-I) : Mr. Speaker Sir, the budget of a country is actually its economics barometer.

**Expunged as ordered by the Speaker.*

حاجی سردار عطا محمد ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔ میں عرض کروں گا کہ اگر بیگم صاحبہ اردو میں تقریر کریں تو مناسب ہوگا تاکہ ہم بھی استفادہ کر سکیں ۔

بیگم اشرف بولی ۔ اردو میں اگلے سال تقریر کروں گی ۔

So Sir, I was submitting that the budget of a country is its economic barometer. It reflects the trend of the economy of the country and also mirrors the socio-economic aspirations of its people. It is a dynamic tool in the hands of the Government for implementing its policies of economic development and social justice.

Sir, the main object of a Government when formulating the budget is the establishment of a growing, self-sustaining and stable economy for bettering the condition of the common man and also bringing the country closer to its cherished goal of a welfare state.

Therefore, Sir, I would say that budget making is not an end in itself ; it is a means to an end and the end we have to keep in mind is providing cheaper food, more avenues of employment and better conditions of education and health to the people.

Sir, it is not only the duty of the Government but also, we as the representatives of the people should see that the money that comes out of the pockets of the tax-payer is well and properly spent.

Looking at it from this angle, I must congratulate the Hon. Finance Minister for this year's budget with its great emphasis on development. In it larger than ever allocations have been made for the development of agriculture, rural works programme, water and power, transport and communications, education and health. Not only on the development side but also on the revenue side, the largest provision has been made for education and health. This is a matter for great satisfaction. It is a

budget of hope and promise for a brighter and happier future for our people.

But, Sir, the entire rosy picture of the budget is completely distorted by the higher than ever short fall of Rs. 40 crores. Not only that but on the revenue side, Rs 8 crores have not been utilised by the beneficient Departments. The Departments concerned should take care that this does not keep happening as it retards the tempo of our development.

Before I proceed further, I would like to mention that the ten years of the regime of our beloved President is the most glorious chapter in the history of Pakistan. Progress all round in these ten years has been so great that it is cited as an example for all developing countries. Especially the break-through in the agricultural sector is the most praiseworthy. If this tempo continues, Inshallah, by 1970 not only would we be self-sufficient in food but also exporting sizeable quantities of our surpluses. All this has mainly been due, Sir, to the stability of our Government, the fore-sighted, dymanic and inspiring policies of our President and the personal interest and active guidance of our Governor. With the help of God and the direction and guidance of our great leader, Pakistan will soon march to greater and greater glory.

Now Sir, coming back to the details of the budget, and again I would like to say that tremendous improvement has taken place in the Educational sector. The number of primary, secondary and high schools have gone up three time as compared to the years 1958-59. Sir, it is heartening to note that our Government is laying more stress on scientific and technical education than on academic education. A number of Agricultural Universities, Engineering Universities and Colleges and Technical Schools and Polytechnics are coming up in the Province.

In respect of this sector huge amount of funds are required for the improvement and extension of Education and keeping this in view, last year I had proposed for an Educational Cess which proposal was kindly accepted by the Government. A Committee was formulated to look into the ways and means of levying this tax. The Committee has done some

spade work but not so much progress as is expected in a matter like this has been made. I hope that the Committee will look more seriously into the matter and give its proposals. Sir, it is absolutely necessary that more funds should be found for financing the Educational facilities, which are so basic, for the uplift of a nation. Sir, till recently most of the countries regarded Education as an expensive social service and not as a means of generating wealth. But now the realisation has danced in most progressive countries that Education is not only a productive sector but progress and success in other sectors also depends on it. Education actually is an investment in human resources which in the long run pays the highest dividends. Therefore, Sir, I would say, that the proceeds of the Educational Cess can be utilised for the requirements and deficiencies in various fields of Education which cannot be catered for from the Budgetary resources. Sir, I would suggest that a Board should be constituted for looking into the utilisation of the funds which are collected from the Educational Cess in the same way as the case is with Agriculture and Cotton Cess.

Sir, while still in this subject I would like to draw your attention to another aspect of Education and that is Technical and Vocational Education. Till recently the industrialists have been deriving the greatest amount of benefit from the technical and educational facilities provided by our Government without appreciably contributing towards it. In the early stages of industrial development it could have been understood that Government was the only agency to provide for this technical know-how. But now when industries have been well established and they have been making huge profits it is high time that they should be made to realise their responsibility and contribute to this kind of Education of which they are actually the main beneficiaries. In the other highly industrialised countries industrialists provide for job training and technical courses in their own organisations because they actually benefit by it in the form of better and cheaper production The Education Commission had also made recommendations to this effect and I hope the Government will bring it again to the notice of the industrialists that they should share the burden of this type of education because they are the ones who derive the highest amount of benefit from it.

Now Sir, in connection with the steps being taken by the Government for improving the health and medical facilities it is heartening to know that sometime back in the House the Hon'ble Health Minister had suggested that a scheme was being formulated for compulsory service of fresh Medical Graduates in the villages. This is really very encouraging and I hope that she would take steps to get it implemented as quickly as possible because the villagers find it difficult to contact private Doctors. There are, actually, very few private practitioners in the villages. These poor villagers who are poor and under-nourished only look up to the Government dispensaries for their treatment. So, it is necessary that the scheme should be implemented as quickly as possible to remove their difficulties.

Now, Sir, coming to the most important part of my speech. I would be failing in my duty if I do not bring to the notice of the Government a very important sector. It is a sector, Sir, which forms half the population of the country. It is a sector to which I myself belong and whose cause and grievance I am here to represent. Sir, it is the women of Pakistan - your mothers, your sisters and your daughters. None of us can deny that the basic values of life are learnt from the laps of our mothers. It is actually the hand that rocks the cradle rules the world. There are lots of women's organisation especially the APWA whose role is the most praise-worthy and which is doing creditable work in this field. They have done immense amount of work for imancipating and improving the lot of our women but that is not enough. What we need is that the Government should take up our cause seriously and look into our needs and bring out the potential of this large sector of population for the betterment and prosperity of Pakistan.

Sir, no doubt we are extremely grateful to the present Government for all that it has done by bringing in the Family Laws Ordinance, by reserving our seats in the Legislature, by promising to increase the number of seats and by also giving us representation in the Cabinet. But, Sir, still there is a lot to be done in this field. My humble suggestion is that a Commission should be appointed to look into the problems of women's education, women's welfare and the women's role that they can play in

the development of Pakistan. All schemes and programmes for the welfare and uplift of the women should be carried out in an organized fashion, according to the findings of the Commission. Sir, I am fully confident that our President who has been so kind to improve our conditions and better our lot will also sympathetically look to this proposal. Pakistan women once given the opportunity can rise to any occasion. And, Sir, I assure you and I am fully confident that once you give serious thought to bettering our conditions we will also prove worthy of your trust and play a befitting role in the glory and prosperity of Pakistan.

Before I end, there is one little proposal that I would like to make. I know that seats are reserved for us in the Legislatures but seats should also be reserved in the other tiers of Democracy like the District and Divisional Councils and Municipal Committees.

Sir, I would not take more time of the House because there are so many other Members who wish to speak. I would like to thank you and all who have given me a patient hearing. Thank you Sir.

Mr. Speaker : Brigadier Chaudhri Fateh Khan.

بریگیڈیر چودھری فتح خان (راولپنڈی - ۳) - جناب سپیکر - اس معزز ایوان کا یہ پرانا دستور چلا آتا ہے کہ سالانہ بجٹ جب ایوان میں پیش ہو تو بحث کے دوران آپوزیشن گروپ اس پر نکتہ چینی کی بوچھاڑ کرتے ہیں خواہ وہ کتنا ہی اچھا بجٹ کیوں نہ ہو اور اچھے سے اچھا ہی خواہ وہ کیوں نہ ہو - آج ہمارے حزب اختلاف کے لیڈر نے اس اصول کو نہایت خوش اسلوبی کیساتھ نبھایا ہے - جناب والا - پاکستان کا وجود ۱۹۴۷ء سے عمل میں آیا اور ۱۹۴۷ء سے لیکر ۱۹۵۸ء تک پاکستان کتنے مشکل دور سے گزرا اور کتنی مشکل سے اس بحران کا مقابلہ کرتے ہوئے اس نازک

مرحلہ پر پہنچا جبکہ پاکستان صرف ایک ڈھانچہ سا رہ گیا تھا ۔ سیاستدان اس تمام دور میں جھگڑے اور پارٹی بازی میں مصروف رہتے تھے ۔ اور پاکستان کا وجود ہر وقت خطرے میں تھا ۔ کوئی بیرونی ملک پاکستان کی کسی قسم کی امداد کرنے کے لئے تیار نہ تھا ۔ بلکہ ہماری خارجہ پالیسی اتنی کمزور تھی کہ کئی بیرونی ملک پاکستان کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے ۔ بلکہ کئی ایسے ملک بھی تھے جو پاکستان کو ہندوستان کا ایک حصہ تصور کرتے تھے ۔ آئے دن حکومتیں بدلتی رہتی تھیں بقول پنڈت جواہر لال نہرو میں اتنی دھوتیاں نہیں بدلتا جتنی پاکستان کی حکومتیں بدلتی ہیں لہذا ان حالات میں پاکستان اتنا کمزور ڈھانچہ رہ گیا تھا جو کسی وقت کچلا جا سکتا تھا ۔ اس وقت اس بات کی سختی سے ضرورت محسوس کی گئی کہ جب تک کوئی ٹھوس شخصیت آگے آکر اس کو نہ سنبھالے گی پاکستان خطرے میں رہے گا ۔ اس وقت سب کی نظریں ایک ہی مرد مجاہد پر پڑیں جو فوج کے کمانڈر انچیف تھے لہذا اس وقت ۱۹۵۸ء میں یہ قیادت ان کو سونپی گئی ۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ ان پر ٹھونسی گئی ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اس وقت یہ قیادت ایسی شخصیت کو ملی جس نے دس سال کے عرصہ میں ملک کو اس درجہ تک پہنچا دیا ہے کہ آج پاکستان کو ایک مضبوط طاقت تصور کیا جاتا ہے ۔ یہ دس سال کا عرصہ جو ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۸ء تک گذرا اس میں پاکستان میں جو ترقی ہوئی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ۔ اب پاکستان ایک بڑا مضبوط اسلامی ملک تصور ہو چکا ہے

اور باہر کے ملک اس کے استحکام اور مضبوطی کو تسلیم کرتے ہیں ۔ اس کی خارجہ پالیسی اس حد تک مضبوط ہے کہ تمام بیرونی ملکوں میں پاکستان کا وقار نہایت بلند ہو گیا ہے ۔ ہماری دفاعی طاقت اتنی مضبوط ہے کہ ہم ۱۹۶۵ء میں اس کا ثبوت دے چکے ہیں اور اب ۱۹۶۸ء میں یہ اس سے بھی بدرجہا بہتر ہے ۔ اس کی وجہ محض ایک مضبوط قیادت ہے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دوران پاکستان کی ترقی کا دارومدار زیادہ تر بیرونی امداد پر رہا کیونکہ پاکستان ایک بالکل نیا ملک تھا۔ ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان بھارت سے علیحدہ کیا گیا تو جو کچھ پاکستان کے حصے میں آیا ہندوستان والوں نے اس کا عشر عشیر بھی ہمیں نہ دیا ۔ بعد ازاں ۹۵۸ ء تک جو حالت رہی وہ میں عرض کر چکا ہوں ۔ اب اگر پاکستان کو مضبوطی سے ترقی کے راستے پر چلانا تھا تو اس کا واحد حل یہ تھا کہ بیرونی ملکوں سے امداد لی جائے ۔ اندازاً ایک ماہ کا عرصہ ہوا راولپنڈی میں لیاقت باغ میں آپوزیشن لیڈروں کا ایک اجتماع ہوا ۔ جس میں دیگر نکتہ چینی کے علاوہ ایک الزام یہ بھی لگایا گیا کہ ۱۹۵۸ء میں پاکستان کا جو قرضہ تھا اب اس سے ۲۰۰ گنا زیادہ ہو چکا ہے ۔ اس کے متعلق میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کس حد تک درست ہے ۔ ہو سکتا ہے اس میں صداقت ہو لیکن سب سے پہلی بات یہ ہے کہ پاکستان میں ہو ہی کیا رہا تھا جس کے لئے ان کو قرضوں کی ضرورت محسوس ہوتی اور اگر قرضہ لینے کی ضرورت تھی تو اس وقت جو پاکستان کی حالت تھی کون ان کو قرضہ دیتا تھا ۔ قرضہ اس شخص یا اس ملک کو ملتا ہے جو اس کی ادائیگی کا اہل ہو اور اب

یہ وقت ہے کہ آج تمام ممالک خود بخود اس بات کی پیشکش کرتے ہیں کہ ہم ان سے قرضہ لیں ۔ کیونکہ ہم نے اس قرضہ کو اتنی خوش اسلوبی سے صرف کیا ہے کہ آج پاکستان ترقی کرکے ان ملکوں کی صف میں پہنچ چکا ہے جو کافی عرصہ سے ترقی کی راہ پر گامزن تھے ۔

میں اب زراعت کے متعلق جو بھی ترقی اس قلیل عرصہ میں یہاں ہوئی ہے اس کا تھوڑا سا تجزیہ پیش کرتا ہوں ۔ مجھے مارچ ۱۹۴۷ء کا وہ مہینہ یاد ہے جب میں فوج میں تھا اور چھٹی پر گھر آیا تھا ۔ تو اس وقت غلے کی اتنی کمی تھی ۔ میرے علاقے میں غیر مسلموں کی آبادی زیادہ تھی اور زیادہ غلہ غیر مسلموں کے پاس ہوتا تھا جو اسے گوداموں میں جمع کرکے رکھتے تھے غلہ کی اتنی کمی تھی کہ عوام نے ان پر حملہ بول دیا اور ان کے انباروں کو لوٹ لیا اور پھر وہ چیز فرقہ وارانہ فسادات میں تبدیل ہو گئی۔ حکومت نے حصہ لہ لیا اور ملک میں جو غیر مسلم تھے وہ لوٹے گئے مارے گئے اور ان کے گھر جلائے گئے ۔ جنوری فروری اور مارچ ۱۹۶۷ء میں بھی غلہ کی کافی کمی محسوس کی گئی مگر حکومت کی بروقت امداد سے ۔ باہر کے ملکوں سے بروقت غلہ منگوانے سے عوام میں خاص طور پر دیہات میں جہاں کہ آبادی کی اکثریت ہے اس خوش اسلوبی سے غلہ تقسیم کیا گیا کہ ہم لوگوں نے اس کی ذرہ بھر کمی محسوس نہیں کی ۔ حکومت کو اس کمی کا احساس ہوا تو اس نے ۱۹۶۶ء سے شروع کرکے اپنی تمام توجہ زراعت پر مرکوز کر دی ۔ ان دو سالوں میں زراعت میں جو ترقی ہوئی جیسے میں نے پہلے کہا ہے ۔ یہ معجزہ سے کم نہیں ہے

اس دوران میں حکومت نئی مشینری ، کیمیائی کھاد، نئے بیج ، ٹیوب ویل اور بل ڈوزروں سے ایسے بنجر علاقے بھی جو ہمیشہ سے بنجر رہے ہیں ہموار کرکے زیر کاشت اور زیر آبپاشی لے آئی ہے ۔ اور اب ۱۹۶۸ء میں یہ حالت ہے کہ اتنا غلہ پیدا ہوا ہے کہ کوئی لینے والا نظر نہیں آتا ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اور ہم اس کے شکر گذار ہیں ۔ ہم اس حکومت کے بھی شکر گذار ہیں کہ اس نے اس قلیل عرصہ میں بھی اتنا کام کیا کہ آج ہمارے پاس غلے کی اتنی بہتات ہے کہ اسے رکھنے کے لئے جگہ نہیں ۔

بہر حال اس کے متعلق میں ایک دو گذارشات حکومت سے کرونگا ۔ آج اگر غلہ زیادہ ہوا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت نے عوام کی بروقت امداد اور ہر قسم کی امداد جو وہ دے سکتی تھی انہیں دی ۔ مگر عوام نے بھی حکومت کی ہر آواز پر لبیک کہا ہے اور ان کی جو ہدایات تھیں ان پر عمل کیا ہے ۔ حکومت اور عوام کا تعاون ہو جانے سے غلہ اتنی کثرت سے ہوا ہے کہ یہ صرف ہماری ضروریات ہی کے لئے کافی نہیں بلکہ ہم اسے دوسرے ملکوں کو بھی دے سکتے ہیں اگر آج نہیں اور یہی ہماری رفتار رہی تو کل کو انشاءاللہ زیاد. غلہ پیدا ہو گا ۔ جب ہمارے پاس اتنا غلہ ہو گیا ہے تو ہمیں زرمبادلہ کی بھی کافی بچت رہی ہے مگر اس میں زمینداروں اور کاشتکاروں کو ایک دو پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ۔ پچھلے سال ۱۹۶۷ء میں غلے کی خریداری بہت عام تھی ۔ ہر ضلع سے تقریباً ۲۴ یا ۲۵ روپیہ من غلہ فروخت ہو جاتا تھا اور اسکو خرید کرنے

والے بہت لوگ تھے آج جب کہ میکسی پاک یا باھر کی دیگر اجناس پنجامو اور میکسی پاک لال کے بیج وغیرہ آنے کی وجہ سے ہمارے پاس غلہ اتنا جمع ہو گیا ہے کہ زمینداروں کے لئے پورے سال کے گزارے کا ایک ھی حل ہے کہ وہ اچھے نرخوں پر اتنا غلہ فروخت کریں تا کہ ان کی جو اور ضروریات ہیں وہ اس طریقے سے پوری ہوں ۔ حکومت میکسی پاک سفید خرید رھی ہے مگر میکسی پاک لال کی عوام میں یا مارکیٹ میں خریداری کم ہے ۔ گو ہمارے محترم وزیر خوراک و زراعت ملک خدا بخش صاحب نے ھمیں یہ بار بار بتایا ہے کہ اس کی کم سے کم ۱۷ روپیہ قیمت ہے لیکن جو زمیندار اپنی گندم فروخت کرتے ہیں اس کو کوئی لینے والا نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ جو اس کے بھاؤ ہیں وہ اس سے بہت کم قیمت پر دے رہے ہیں ۔ جہاں تک اسکی حکومت کی خریداری کا سوال ہے ان کا یہ فیصلہ ہے کہ اسکے جو مارکیٹ کے نرخ ہیں حکومت اس مارکیٹ کے نرخ کے علاوہ ایک روپیہ زیادہ قیمت دے گی ۔ میکسی پاک سفید کو ایک محدود حد تک خرید کر رھی ہے ۔ میکسی پاک سفید کے مقابلہ میں پچھلے سال لال میکسی پاک کا بیج دیا تھا ۔ میکسی پاک سفید کی جو قیمت یا بھاؤ ہے وہ ایسا نہیں ہے جو زمینداروں کے لئے یا کاشتکاروں کے لئے باعث کشش ہو کیونکہ یہی بیج انہوں نے ۳۶ روپیہ من لے کر ڈالا تھا آج ان کو ۱۷ یا ۱۸ روپیہ من قیمت دی جائے گی ۔ اس بات کے لئے ان کی دل جوئی نہیں کی گئی ہے ۔ جب حکومت کا یہ فیصلہ ہے کہ ہم مارکیٹ کے نرخوں سے ایک روپیہ زیادہ قیمت دیں گے تو وہ اضلاع جہاں منڈیاں نہیں ہیں وہاں اس

کو لینے والا بھی کوئی نہیں ہے وہاں جو اس کا بھاؤ ہے وہ اس بھاؤ سے بہت کم ہے ۔ مثال کے طور پر ساہیوال کے ضلع کے جو نرخ مجھے بتائے گئے ہیں وہ تقریباً ۱۹ روپیہ ۴ آنے اس دن تھے جس دن میرے ساتھ بات چیت ہوئی ہے ۔ ایک روپیہ زائد کے بھاؤ سے وہاں ۲۰ روپیہ ۴ آنے فی من ہے ۔ جب میں سکھر میں گیا تو وہاں ایگریکلچرل ڈیویلپمنٹ کے ڈپٹی ڈائریکٹر نے بڑے فخریہ انداز میں کہا کہ وہاں ۱۶ یا ۱۷ روپے من بیچ لیا جا رہا ہے ۔ میں نے کہا کہ یہاں مارکیٹ کے نرخ کیا ہیں اس نے کہا کہ یہاں کوئی مارکیٹ نہیں ہے ۔ سکھر کا ضلع ساہیوال کے مقابلہ میں کم گندم پیدا کرتا ہے وہاں کے لوگوں کی بھی دلجوئی ہونی چاہئے اس لئے وہاں ایک آدھ روپیہ زیادہ قیمت ہونی چاہئے بجائے ساہیوال کے مقابلہ کے وہ دو تین روپیہ کم ہر گندم دے دیتے ہیں ۔ اس سے میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حکومت غلہ کی خریداری کرکے زمینداروں سے تعاون کر سکتی ہے ۔ یہاں دو بھاؤ مقرر نہیں ہونے چاہئیں بلکہ تمام پاکستان میں ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک ایک ہی نرخ گندم کے مقرر کئے جائیں ۔

جناب والا ۔ یہی حالت کپاس کی ہے ۔ کپاس کے متعلق میں عرض کروں گا کہ ۱۹۶۶ء میں کپاس کا بھاؤ ۳۱ روپے ۴۲ روپے اور ۴۳ روپے من تک پہنچا تھا مگر پچھلے سال حکومت کی ہدایات کے مطابق کپاس کی پیداوار سے متعلق لوگوں نے زیادہ رجوع کیا اور اچھی کپاس پیدا ہوئی لیکن اس کا بھاؤ ۲۸ روپے ۲۹ روپے اور ۳۰ روپے من ہو گیا اس سے عوام کو بہت

پریشانی ہوئی اسکے متعلق میں عرض کروں گا کہ اسکے بھاؤ کو کنٹرول میں رکھا جائے زمینداروں اور کاشتکاروں کی دلجوئی کی جائے ۔ ان کی جنس کی خریداری اس طریقہ سے ہو کہ ہماری حکومت بجائے اسکے کہ باہر سے اجناس منگوائے بلکہ میرے خیال میں ہمارے پاس اتنی جنس ہے کہ اسکو حکومت خرید کرے ۔ اگر باہر سے منگوانے کی ضرورت پڑے تب باہر سے منگوائی جائے یا جب یہاں سے جنس نہ مل سکے اس وقت باہر سے خرید کی جائے ۔

مسٹر سپیکر ۔ بریگیڈیر صاحب آپ اپنی تقریر ختم کریں ۔

بریگیڈیر چودھری فتح محمد ۔ جناب والا ۔ ایک سال کے بعد ہمیں اپنے علاقائی مشکلات پیش کرنے کا موقع ملتا ہے کیونکہ ہم عوام اور اپنے علاقے کے نمائندے ہیں ان کی ضرورت بیان کرنے کے لئے صرف ایک دن ہوتا ہے بلکہ چند منٹ ہوتے ہیں جس میں ہم ان مشکلات کو پیش کر سکتے ہیں ۔

جناب والا ۔ پچھلے دو تین سالوں میں میں نے اپنے علاقے کی ضروریات پیش کرتے ہوئے سب سے زیادہ زور سڑکوں پر دیا تھا ۔ میرا علاقہ راولپنڈی سے بالکل نزدیک ہے ۔ نہ وہاں کوئی سڑک ہے ۔ نہ کالج ہے ۔ نہ بجلی ہے اور نہ ترقی کا کوئی اور ذریعہ ہے ۔ میں نے اس بارے میں صدر صاحب سے بھی عرض کیا تھا ۔ میں صدر صاحب کا انتہائی مشکور ہوں کہ انہوں نے گورنر صاحب کو اسکے متعلق ارشاد فرمایا ۔ میں گورنر صاحب اور خاص طور پر وزیر مواصلات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جب میں ان کے پاس گیا تو میں نے اپنی عرض داشت ان کے سامنے پیش کی انہوں نے نہایت ہی خندہ پیشانی سے

اور نہایت ہی توجہ سے میری گزارشات سنیں میں وزیر صاحب سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ آئندہ بھی ہمارے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کریں گے میں اپنے علاقہ کے عوام کے سامنے سرخرو ہوں کہ وہ سڑک بجٹ میں شامل کر لی ہے ۔ میں نے وزیر تعلیم سے بھی عرض کیا کہ آپ بھی ہماری طرف غور کریں ڈیڑھ دو لاکھ وہاں کے علاقے کی آبادی ہے انہوں نے بھی نہایت ہی خندہ پیشانی سے اور اسی جذبہ کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے ۔ اب میں مخدوم صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ ہمارے علاقہ میں دئیے جلائے جاتے تھے اب وہ وقت آ گیا ہے کہ جس دن سے ہمیں بجلی نصیب ہوئی ہے وہ بڑا زرخیز علاقہ ہو گیا ہے ۔ بجلی مل جانے سے ٹیوب ویلز لگائے جا سکتے ہیں ۔ ہم اسلام آباد کے بہت نزدیک ہیں ہم ان کی بہت سی ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں جیسے اکثر سوسائٹی میں کہا جا چکا ہے کہ ہم علاقے کی ضروریات کو پورا کریں گے انشاءاللہ ہم ضروریات کو ضرور پورا کریں گے ۔

جناب والا ۔ میں اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے جو بجٹ اس ایوان میں پیش کیا گیا ہے اور جو نہایت ہی متوازن اور عوام کی بہتری کے لئے بجٹ ہے اس کے لئے وزیر خزانہ صاحب اور ان کے تمام سٹاف کو مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ (خوب ۔ خوب)

سردار منظور احمد خان قیصرانی (ڈیرہ غازی خان۔ ۱)۔ جناب سپیکر ۔ میں وزیر خزانہ صاحب کو ان کے منصفانہ ۔ متوازن اور ترقی پسندانہ بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ (ہیئر۔ہیئر) یہ بجٹ موجودہ حالات کی روشنی میں تیار ہوا ہے ۔ یہ ایک نہایت ہی متوازن بجٹ ہے۔ میرے یہ الفاظ رسمی

نہیں ہیں ۔ میرے یہ الفاظ سرسری نہیں ہیں ۔ یہ لفاظی نہیں ہے بلکہ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اس بجٹ میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا ۔ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ یہ وہ بجٹ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے مسائل ہر سال بڑھتے بڑھتے اور بڑھتے ہی جا رہے ہیں ۔ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ڈویلپمنٹ پروگرام میں سب سے زیادہ رقم اس سال رکھی گئی ہے (ہیئر ۔ ہیئر) اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ زراعت کے میدان میں ہم نے بے پناہ ترقی کی ہے ۔ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ تعلیم کے میدان میں ۱۵ سو نئے پرائمری سکولز۔ ڈیڑھ سو مڈل سکولز۔ چودہ ہائی سکولز۔ ۹ کالجز اور دو پولیٹیکینک انسٹیٹیوٹ کھولے گئے ہیں ۔

جناب والا ۔ اور اس حقیقت سے کون انکار کرے گا کہ ہم نے اپنے روپے کی قیمت کم نہ کرکے پاکستان کی معیشت کے استحکام کا ایسا ثبوت بہم پہنچایا ہے کہ جس کی گواہی دنیا دے رہی ہے ۔

جناب والا ۔ زراعت کے میدان میں اس قدر عجلت سے جو ترقی ہمیں نصیب ہوئی ہے یہ ایک ایسا کارنامہ ہے کہ جس کو جس قدر بھی سراہا جائے کم ہے ۔ اس بجٹ کے متعلق تقریباً ہر طبقے سے خراج تحسین اور داد کی صدائیں بلند ہوئی ہیں ۔ یہ اور بات ہے کہ یہ کسی کو ناگوار گزرے اور کسی کو پسند نہ آئے ۔ اس بجٹ میں سب سے زیادہ دلکش جو بات مجھے معلوم ہوئی ہے وہ رورل ورکس پروگرام کی مد میں دس کروڑ روپے کو بڑھا کر پندرہ کروڑ روپے تک کر دینا ہے ۔ کیوں کہ اس مد میں حکومت

دوسری مرتبہ اضافہ کر رہی ہے - ۱۹۶۷ء میں اس مد میں اضافہ کرکے پانچ کروڑ روپے سے دس کروڑ روپے کر دیا گیا تھا اور امسال دس کروڑ روپے میں اضافہ کر کے اسے پندرہ کروڑ روپے کر دیا گیا - جہاں تک اس کام پر رقوم کے خرچ کا تعلق ہے یہ وہ رقم ہے جو ملک کے گوشے گوشے میں اور مغربی پاکستان کی چپہ چپہ زمین پر صرف ہوگا اور ہمارے دیہاتی بھائی اس سے مستفید ہوں گے اسقدر مالی امداد اس سے پہلے اتنی مقدار میں کبھی بھی دیہاتیوں کے مفاد پر خرچ نہیں ہوئی - اس سکیم کا ایک اور پہلو بھی ہے جو کہ قابل غور اور قابل داد ہے اور ہماری حکومت کا یہ سب سے بڑا کارنامہ ہے کہ اس نے تعمیر و ترقی کے میدان میں ہمارے انداز فکر کو بدلنے گویا ذہنی انقلاب برپا کرنے کے سلسلے میں ہمیں اس مد کے ذریعے ایک موقع فراہم کیا ہے - اس سے پہلے کسی کو اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ ہمارے دیہاتی بھائی اپنے ملک کی تعمیر و ترقی کے بارے میں سوچ سکتے ہیں - یہ وہ کام ہے کہ جس سے ہماری ذہنیت اور انداز فکر تبدیل ہو کر رہ گیا ہے اور ہم یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ہم بھی اس ملک کی تعمیر و ترقی میں برابر کے حصہ دار ہیں - ہماری موجودہ حکومت نے کرسیوں کے پیچھے دوڑنا اور سیاسی رسہ کشی کو بالائے طاق رکھ کر عوام کے اذہان کو ایک صحیح راستے کی جانب منتقل کیا ہے -

جناب والا - اسکے بعد میں اپنے علاقائی مسائل کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں - میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے ضلع ڈیرہ غازی خان کی طرف حکومت پہلے ہی کافی توجہ دے رہی ہے اور انہوں نے ہمارے

بہت سے مسائل حل بھی کئے ہیں جن کے لئے ہم ان کے مشکور ہیں - مثلاً ریلوے کا مسئلہ انہوں نے حل کر دیا ہے اور سانگھڑ پر ایک پل کی تعمیر کے لئے اس جگہ کا سروے بھی شروع ہو چکا ہے اور انشاء اللہ ۱۹۷۲ء تک اسکی تعمیر مکمل بھی ہو جائے گی - لیکن چونکہ ڈیرہ غازی خان بڑا وسیع ضلع ہے اس لئے اسکے مسائل بھی کچھ زیادہ ہی ہیں - جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہاں کے عوام کو متبادل روزگار مہیا کرنے کی غرض سے صنعتوں کے قیام کی بے حد ضرورت ہے - لہذا اس طرف توجہ دیکر وہاں پر کوئی نہ کوئی کارخانہ قائم کیا جائے - وہاں پر خام مال کی بہتات ہے - کھالیں - سیمنٹ کا پتھر اور جپسم وغیرہ بکثرت دستیاب ہو سکتی ہیں - اس لئے وہاں پر اس سلسلے میں سروے کرکے اس چیز کا فیصلہ کیا جائے کہ وہاں پر کس قسم کا کارخانہ قائم کیا جائے - یہ ہمارا ایک دیرینہ مطالبہ اور پرانی مانگ ہے - اس لئے اسکی طرف توجہ دیکر ہمیں مزید مشکور ہونے کا موقع دیا جائے - اس سے ایک اور فائدہ یہ بھی ہوگا کہ وہاں پر جو بھی کارخانہ آپ قائم کریں گے وہ کسی دوسرے علاقے سے منتقل کریں گے جہاں پر کہ آبادی بڑھ رہی ہے اور گنجان ہو رہی ہے اس طرح سے انکی آبادی کی اصلاح بھی ہو جائیگی - علاوہ ازیں چونکہ وہاں پر زمین عام اور فالتو پڑی ہوئی ہے اس لئے اس کا حصول سستے داموں پر ہو سکتا ہے جس سے کارخانے کی لاگت میں بھی معتدبہ کمی ہو سکتی ہے - میں سمجھتا ہوں کہ معدنیات کے سلسلے میں قدرت نے ہمارے ساتھ بخل سے کام نہیں لیا اور ہمارے پہاڑوں میں ضرور کوئی نہ کوئی معدنیات موجود ہوں گی جس کے لئے میں گذارش کروں گا کہ اس علاقے کا سروے کیا جائے -

جناب والا ۔ زراعت کی اہمیت سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ غذا ہی ملک کی تعمیر و ترقی اسکے استحکام اور اسکی بقاء کی ضامن ہے ۔ اس لئے میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ حکومت ڈیرہ غازی خان کی زرخیز زمین کی طرف اپنی خصوصی توجہ دے تاکہ اپنے ملک کی خوشحالی اور غذا کے معاملے میں خود کفیل ہونے کی کوششوں میں ہم بھی اپنے دوسرے بھائیوں کا ہاتھ بٹا سکیں ۔ اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ چشمہ بیراج سے جو نہر نکل رہی ہے جسے Right Bank Canal کہتے ہیں اور جسکے متعلق وزیر آبپاشی صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ یہ تحصیل تونسہ شریف کو بھی feed کرے گی اور اس کے متعلق انہوں نے مزید یہ بھی فرمایا ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں سروے کرنے کے احکامات جاری کر دیئے ہیں ۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے لیکن میں اسکے متعلق یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان احکامات پر جلد عملدرآمد کرکے اس علاقے کا سروے جلد مکمل کیا جائے تاکہ اس نہر کی تعمیر کا کام جلد شروع ہو سکے اور یہ کام جس قدر بھی جلد مکمل ہو گا اسی قدر جلد اس علاقے کی آبپاشی بھی ہو سکے گی اور ملک کی زرعی معیشت میں زیادہ سے زیادہ اور جلد اضافہ ہوگا ۔ ضلع ڈیرہ غازی خان کا ضلع ایسا ضلع ہے کہ جہاں پر بیشمار پہاڑی نالے ہیں یہ ایسا ضلع ہے کہ جہاں پر چھوٹے اور بڑے ڈیم بنائے جا سکتے ہیں ۔ بالخصوص رود سانگھڑ اور رود کاہا پر بڑے ڈیم بنائے جا سکتے ہیں ۔ لیکن اسکے باوجود اس ڈیم آرگنائزیشن نے اس سلسلے میں وہاں پر کوئی کام نہیں کیا ہے حالانکہ یہ ایک ایسا ضروری کام ہے کہ جس کی طرف فوری توجہ دی جانی چاہیئے ۔ کیونکہ آپ چاہے میدانی علاقے کو جس قدر بھی نہروں

کے ذریعے آبپاش کریں لیکن ڈیرہ غازی خان کے پہاڑوں کے دامن میں پھر بھی اس قدر وسیع و عریض علاقہ بچ جائے گا کہ جس کو آپ ماسوائے ان چھوٹے بڑے Dams کے کسی اور طریقے سے آبپاش نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے اس طرف جس قدر جلد توجہ دی جائے اسی قدر ہمارے ملک کے مفاد میں ہو گا۔ یہ نالے اپنے ساتھ بڑی مقدار میں silt لا کر اپنے ارد گرد کے میدانوں میں چھوڑ جاتے ہیں جو کہ زمین میں جم کر اسے نیا اور تازہ کر دیتی ہے اس لئے آپ اس طرف توجہ فرمائیں کہ جہاں پر چھوٹے ڈیم کی ضرورت ہو وہاں پر آپ چھوٹے ڈیم تعمیر کریں اور جہاں پر بڑے ڈیم کی ضرورت ہو وہاں پر بڑے ڈیم تعمیر کر دیں میرے ایک سوال کے جواب میں وزیر متعلقہ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ سانگھڑ میں چھوٹا ڈیم تعمیر نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر وہاں پر بند تعمیر کرکے آبپاشی کی کوئی سکیم بنائی جائے تو یہ اس علاقے کے بہترین مفاد میں ہو گا۔ لہذا اگر وہاں پر کوئی چھوٹا بند تعمیر نہیں کیا جا سکتا ہے تو آپ وہاں پر بڑا بند ہی تعمیر کر دیں۔ اسکے علاوہ میں آبپاشی کے سلسلے میں ڈیرہ غازی خان کی نہر کی توسیع کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہ نہر اتنی بڑی ہے کہ اس میں کافی پانی سما سکتا ہے جو کہ تحصیل راجن پور تک کو سیراب کر سکتا ہے لیکن اس نہر میں پانی کی مقدار کم ہے۔ حالانکہ وہاں پر main channel موجود ہے لیکن چھوٹی چھوٹی distributories نہیں بنائی گئی ہیں تو اگر دو ایک distributories وہاں پر بنا دی جائیں تو اس سے اصل نہر پر کوئی فرق نہیں پڑ سکتا اور

پھر یہ اسی لئے بنائی بھی گئی تھی کہ یہ سارے ضلع ڈیرہ غازی خان کو سیراب کرے ۔

جناب والا ۔ اس کے علاوہ میں بجلی کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ وزیر متعلقہ نے اس سلسلے میں ہمارے ساتھ کوئی وعدہ نہیں فرمایا ۔ حق تو یہ ہے کہ جہاں پر پانی کے وسائل نہ ہوں وہاں پر ان وسائل کے مہیا کرنے کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے ۔ تحصیل تونسہ شریف ایک ایسی تحصیل ہے کہ جہاں پر پانی کے وسائل نہیں ہیں اس لئے اس جانب جس قدر توجہ بھی دی جائے کم ہے تاکہ ہم اپنے ملک کی تعمیر و ترقی میں اپنے دیگر زمیندار بھائیوں کے شانہ بہ شانہ حصہ لے سکیں ۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ہمارے ضلع نے زرعی اصلاحات کے تحت صوبے کے دیگر علاقہ جات کے مقابلے میں سب سے زیادہ رقبہ دیا ہے اور اس وقت بھی ایک اندازے کے مطابق تین لاکھ ایکڑ اراضی وہاں پر پڑی ہوئی ہے جس پر غریب کاشتکاروں نے محنت مشقت کی ہے ۔ اس لئے میں یہ گذارش کروں گا کہ اس بقایا رقبے کو ان غریب کاشتکار لوگوں میں ہی تقسیم کر دیا جائے جو کہ سب سے زیادہ اس کے حقدار ہیں ۔

جناب والا ۔ زیر بحث میزانیہ میں تقریباً آٹھ نو لاکھ روپیہ جنگلات کے لئے مخصوص کیا گیا ہے ۔ جنگلات کا تحفظ نہایت ضروری ہے ۔ کیونکہ اگر خدانخواستہ غذائی اجناس میں کمی واقع ہو جائے تو آپ نے دیکھ لیا ہے کہ اس کمی کو ہم نے بفضل تعالیٰ ایک سال میں پورا کر دکھایا

ہے ۔ اسی طرح اگر اسلحہ میں کمی رونما ہو جاتی ہے تو اس کمی کو بھی پورا کیا جا سکتا ہے لیکن لکڑی ایک ایسی چیز ہے کہ اگر اس میں کمی ہو گئی تو اس کمی کو پورا کرنا محال ہے ۔ حکومت اس سلسلے میں جو کچھ کر رہی ہے وہ درست تو ہے ۔ لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ اس سلسلے میں کچھ اہم منصوبہ بندی ہونی چاہئے ۔

جناب والا۔ تو اس بارے میں میں یہ گذارش کروں گا ۔ کہ تحصیل تونسہ میں جو جنگلات لگائے جا رہے ہیں۔ یہ کوئی اتنے منفعت بخش نہیں ہیں۔ وہاں پر ایک تو پانی کے وسائل نہیں ہیں اور جنگلات وہاں پر کامیاب ہو سکتے ہیں ۔ جہاں پانی کے وسائل ہوں اور اس علاقے کی جو rainfall ہے ۔ وہ چار ، پانچ انچ سے زیادہ نہیں ہے ۔ تو جہاں بارش کم ہو ۔ اور پانی کے وسائل بھی نہ ہوں تو وہاں جنگلات کامیاب نہیں ہوں گے ۔ ان کو ایسی جگہ منتقل کیا جائے جہاں پر جنگلات کامیاب ہو سکتے ہوں ۔ یہ پودے لگانے کی سکیم بہت اچھی ہے ۔ جو کہ تونسہ بیراج میں ۲۱,۹۰۰ ایکڑ زمین پر لگائی جائے گی ۔ وہاں پانی بھی ہے ۔ وہاں پر یہ جنگلات کامیاب ہوں گے ۔ اس طرح river side پر بھی اور کینال side پر بھی پودے لگانے کی سکیمیں ہیں ۔ جس میں ہمارا ضلع ڈیرہ غازی خان بھی شامل ہے ۔ یہ دونوں نہایت موزوں سکیمیں ہیں ۔ ان نہروں کے ساتھ ساتھ جنگلات کامیاب ہو سکتے ہیں ۔ لگرانی بھی ہو سکتی ہے ۔ لیکن ایسے علاقوں میں جہاں بارش نہ ہو ۔ میرے خیال میں یہ plantation نہیں ہونی چاہئے اور ان کو ایسی جگہ منتقل کیا جائے جہاں سے ہم اس سے بہتر فائدہ حاصل کر سکیں ۔

تعلیم وہ ذریعہ ہے ۔ جو انسان کو انسانیت کے معراج پر پہنچاتا ہے ۔ تعلیم سے ہی ہم خدا اور رسول کے احکامات کی تعمیل کر سکتے ہیں ۔ تعلیم کے میدان میں میں یہ گزارش کروں گا ۔ کہ ہمارے ضلع میں تعلیم کا کچھ فقدان ہے ۔ ایک کالج ہے اور وہ بھی طلباء کے لئے غیر مکفی ہے۔ تو میں درخواست کرتا ہوں ۔ کہ اس کالج کی توسیع کی جائے ۔ اور ہماری ہر تحصیل میں جو تقریباً تقریباً ایک ضلع کے برابر ہے ۔ جیسے کہ مغربی پاکستان کے باقی اضلاع ہیں اگر ہر تحصیل میں ڈگری کالج ہو جائے تو موزوں ہو گا ۔ اور خصوصاً تحصیل تونسہ میں جہاں کے طالب علموں کو تعلیم کا بہت شوق ہے ۔ ان کے دماغ بھی زرخیز ہیں ۔ تو اسلئے لازمی ہے کہ تحصیل تونسہ میں ایک ڈگری کالج ہونا چاہئے ۔ اور اسکے ساتھ ڈیرہ غازی خان کے لئے میں عرض کروں گا کہ وہاں ایک زنانہ ڈگری کالج کا اجراء کیا جائے ۔ انٹر کالج چند سال ہوئے کہ وہاں پر قائم ہوا ہے ۔ اور اب لڑکیوں کی تعداد وہاں کافی ہے ۔ اگر ڈگری کالج کا اجراء فرمایا جائے تو زیادہ موزوں ہو گا ۔ وہاں ڈیرہ غازی خان کے اندر فنی تعلیم کے لئے اور دست کاری سکھلانے کے لئے ۱۹۲۹ء میں ایک سکول کھولا گیا تھا ۔ وہ بہت پرانی نوعیت کا ہے اس کے اندر نہ بجلی کی سکھلائی کا کام ہے نہ ریڈیو وغیرہ کی سکھلائی کا کام ہے ۔ اس کی صفائی کا انتظام نہیں ہے ۔ تو اگر یہ کلاسز وہاں کھولی جائیں ۔ تو لڑکے فنی تعلیم حاصل کر سکیں گے ۔ اس کے لئے بھی میں درخواست کروں گا کہ اس پر غور فرمایا جائے ۔ مڈل اور پرائمری سکولوں کا اضافہ بجٹ میں نظر آیا ہے ۔ میں وزیر تعلیم سے درخواست کروں گا کہ ہم

backward ہیں اسلئے ہمیں کچھ زیادہ حصہ دیا جائے ۔ اور مڈل سکول اور پرائمری سکول ہمارے ضلع میں نسبتاً زیادہ دیئے جائیں ۔ جناب والا ۔ میں اپنے پہاڑی علاقہ کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ کہ ہمارے پہاڑی علاقہ کے لوگ گو اسوقت ٹرائبل تو نہیں کہلاتے ۔ البتہ ایک وقت یہ ٹرائبل ایریا کہلاتا تھا ۔ لیکن اسوقت تک ان کا رہن سہن ۔ ان کے قوانین ان کا طرز تمدن وغیرہ بالکل اسی طرح ہے ۔ یہ یک لخت تبدیل نہیں ہو سکتی ۔ تو میں یہ گذارش کروں گا ۔ کہ ٹرائبل منسٹری کے ساتھ اس علاقے کو attach کیا جائے ۔ جب تک وہ لوگ اس معیار تک نہیں آتے تب تک وہ الگ منسٹری جیسا کہ باقی قبائلی علاقوں کو deal کرتی ہے ۔ اس کو بھی وہ deal کریں ۔ اسکے علاوہ پہاڑی لوگوں کو جناب والا ۔ کچھ ہماری کوششیں اور کچھ حکومت کی مہربانی پر کالونی ایریا میں رقبے دیئے گئے تھے ۔ اور یہاں سے منظوری بھی ہو چکی ہے اور اس کے متعلق درخواستیں بھی عوام سے طلب کی گئیں ۔ لیکن اسوقت تک وہ رقبہ تقسیم نہیں ہوا ۔ اب میں نے یہ سنا ہے ۔ چونکہ وہ رقبہ تقسیم نہیں ہوا ۔ حکومت ان کو ضبط کرنے کو تیار ہے ۔ تو میں دوبارہ درخواست کروں گا یہ تساہل لوگوں کا نہیں ہے ۔ نہ ہمارا ہے ۔ اگر کوئی وجہ ہو گی تو کسی دفتری چکر میں کاغذات پڑے ہوں گے ۔ وہ رعایت جو حکومت نے دی تھی بحال کی جائے ۔ جیسے کہ فیصلہ ہو چکا ہے ۔ میں ان الفاظ کے ساتھ بصد شکریہ اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔

وزیر زراعت و خوراک (ملک خدا بخش) ۔ جناب والا ۔ میری غیر حاضری

میں مجھے بتایا گیا ہے ۔ کہ بریگیڈیر صاحب نے یہ ارشاد فرمایا ہے ۔ کہ حکومت صرف سفید گندم کی خرید کر رہی ہے اور سرخ گندم نہیں خرید رہی ہے ۔ میں یہاں پر اس بات کا اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ محکمہ زراعت تقریباً ساری سرخ گندم خرید رہا ہے اور ساڑھے تین لاکھ ٹن اس وقت تک خرید کی جا چکی ہے ۔ اور ایگریکلچر ڈویلپمنٹ کارپوریشن بیج کے لئے سفید میکسی پاک خرید کر رہی ہے اس واسطے میں نے آپ کی وساطت سے اس بات کی تردید مناسب سمجھی ہے کہ کہیں اس بات کا غلط تاثر پیدا نہ ہو جائے ۔ ہم ہر قسم کی گندم خرید کرنے کے لئے تیار ہیں ۔ اور آپ کو سن کر بڑی خوشی ہو گی ۔ کہ تقریباً ۱۴ یا ۱۵ ہزار ٹن روز خرید ہو رہی ہے ۔ تقریباً ۷۰ یا ۸۰ لاکھ روپے کی گندم روزانہ خریدی جا رہی ہے ۔ امید ہے کہ چھ لاکھ ٹن تک گندم خرید ہو سکے گی ۔ یہ آپ کی وساطت سے میں نے چند الفاظ یہاں پر کہنے مناسب سمجھے ہیں ۔

راجہ غلام سرور خان ۔ میں جناب والا ۔ وزیر زراعت کے ارشادات کی پوری تائید کرتا ہوں ۔ واقعی ہمارے علاقے میں پوری سہولتیں ہیں اور ہر قسم کی گندم خرید کی جا رہی ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔ حاجی سردار عطا محمد ۔

حاجی سردار عطا محمد (خیر پور ۔ ۲) ۔

رب اشرح لی صدری و یسرلی امری

واحلل عقدةً من لسانی یفقهوا قولی

جناب والا ۔ میں بجٹ پر تقریر کرنے سے پہلے گورنر محمد موسیٰ کی ماہانہ نشری تقریر کے متعلق کچھ اپنے خیالات کا اظہار کروں گا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرا جتنا حافظہ کام کرتا ہے یہ پہلے ہی گورنر ہیں ۔ جن کی تقریر اسلامی جذبات سے لبریز ہے ۔ اور بڑی خوشی ہوتی ہے ۔ جیسا کہ انہوں نے اپنی تقریر میں یہ فرمایا ہے ۔ پہلے انہوں نے اسلام و علیکم کہا ہے ۔ پھر انہوں نے یہ کہا ہے ۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ پر پورا یقین کیا جائے ۔ اور پیغمبر کی تعلیم کے مطابق مساوات اخوت ، نیکی اور سچ بولنے کی ہمت کے اوپر پکے ارادے سے کار بند رہنا چاہئے اور ساتھ یہ بھی فرمایا ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نے مختصر عرصہ میں اپنے ماننے والوں کے ذہنوں میں ایک انقلاب پیدا کر دیا تھا ۔ جس کی مثال نہیں ملتی ۔ ہمارا یہ یقین ہونا چاہئے کہ ہماری نجات صرف اس صورت میں ممکن ہے ۔ کہ ہم ان کے اصول پر عمل پیرا ہوں انہوں نے فرمایا تھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات رہتی دنیا تک نور کا مینار ثابت ہوں گی اور ساتھ انہوں نے یہ بھی تلقین کی کہ بجٹ پیش کرنے کا مقصد یہ نہیں ہوتا ۔ کہ ممبران کے سامنے آمد و خرچ کی مدات پر خیالات کا اظہار کیا جائے بلکہ حکومت کی یہ منشاء ہوتی ہے کہ گذشتہ سال کے دوران جو کامیابی حاصل ہوئی ہو اور جو تجویزیں زیر غور ہوں ان کو تفصیل سے ایوان کے سامنے پیش کرے ۔ گورنر صاحب کی تقریر کو سن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے ۔ کہ انہوں نے اسلامی اصولوں کی تلقین کی ہے ۔ جناب سپیکر ۔ صوبائی یا مرکزی بجٹ پیش کرنے کے دو پہلو ہوتے ہیں ۔

ایک یہ کہ ان کی فلاحی اور ترقیاتی پہلو کا لحاظ رکھیں ۔ اور دوسرا یہ کہ مختلف علاقوں اور طبقوں کے حقوق کی جھلک اس میں دیکھی جائے ۔ جناب والا ۔ اس بجٹ میں زراعت تعلیم صحت اور مواصلات کے شعبے میں پہلے سے زیادہ رقم مختص کی گئی ہے اور سارے صوبے میں تعمیر و ترقی کی رفتار کے لئے وافر رقوم مہیا کی گئی ہیں۔ جناب سپیکر۔ جب سے میں اس ایوان میں ایک ادنیٰ رکن کی حیثیت سے آیا ہوں اس وقت سے ہر سال جب بھی بجٹ پیش ہوتا ہے ۔ تو پہلے سے زیادہ اس کو سراہا جاتا ہے ۔ اور اس کو ترقی پذیر کہا جاتا ہے اور اس کو حکومت کا غیر معمولی تحفہ سمجھا جاتا ہے ۔

جناب والا ۔ صوبہ میں تعلیم ۔ صحت اور مواصلات کے شعبوں میں ترقی کی تفصیلات حاصل کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ افسوس یہ ہے کہ بیس برس گذر چکے ہیں اور ابھی تک بجٹ کے جو کاغذات پیش کئے جاتے ہیں وہ انگریزی میں ہوتے ہیں ۔ میری یہ گذارش ہے کہ بجٹ کی کتابیں جو ایسی تمام کتابوں سے جن میں قرآن ۔ توریت ۔ انجیل اور زبور شامل ہیں ، ان سے بھاری ہوتی ہیں ۔ تو ان کے متعلق ۔ ۔ ۔

وزیر زراعت (ملک خدا بخش) ۔ جناب والا ۔ اگر ان کا مطلب بھاری سے یہ ہے کہ وزن میں بھاری ہیں تو اور بات ہے اور اگر ان کا مطلب یہ ہے کہ ویسے بھاری ہیں تو میں اس سے اختلاف کرتا ہوں اور اس کے خلاف احتجاج کرتا ہوں کیونکہ جن کتابوں کا انہوں نے ذکر کیا ہے وہ الہامی کتابیں ہیں ۔

حاجی سردار خطا محمد ۔ میں وزیر زراعت سے مستفید ہوتے ہوئے یہ وضاحت کرتا ہوں کہ وزن میں بھاری ہوتی ہیں ۔

جناب والا ۔ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ چار پانچ دن میں ان کتابوں کا مطالعہ کرنا اور معلومات حاصل کرنا ایک انگریزی دان کے لئے بھی مشکل ہے اور ہم جو انگریزی نہیں پڑھے ہوئے اور جو اگرچہ اردو اچھی طرح نہیں بول سکتے لیکن چونکہ اردو کو قومی زبان قرار دیا گیا ہے اس لئے بولنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہم کیسے معلوم کر سکتے ہیں کہ ان کتابوں میں کیا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ گورنمنٹ کی زیادتی ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے بجٹ اس زبان میں پیش کرتی ہے جس سے عوام فائدہ نہیں اٹھا سکتے ۔ چاہئے تو یہ کہ بجٹ کی یہ کتابیں اردو میں ہوں اور ان میں جو کچھ ہے اس کا قوم پر اظہار کیا جائے تاکہ لوگ دیکھیں اور سمجھیں اور حکومت کی اچھی باتوں کی تعریف کریں اور جن باتوں میں مشورہ دینا ہو ۔ مشورہ دیں ۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس کے بعد گورنمنٹ یہ بجٹ انگریزی میں پیش نہیں کرے گی اگر کرے گی تو پھر میں اسے قومی گورنمنٹ نہیں کہوں گا ۔

جناب سپیکر ۔ میں صرف سابق سندھ کی مثال پیش کرتا ہوں تاکہ حکومت کے نئے مالی سال پر خوشحالی کے دعوؤں اور ترقی کے نعروں کی حقیقت آپ کے سامنے آ سکے ۔ میں نے عوامی بھلائی کے متعلق جو کچھ دیکھا ہے وہ عرض کرتا ہوں ۔ میں نے پہلے بھی گذارش کی ہے کہ تمام بجٹ کو دیکھنا اور سمجھنا میرے بس کی بات نہیں ہے ۔ بہرحال سابقہ

سندھ جیسے پسماندہ علاقہ کے متعلق جو کچھ مجھے معلوم ہے اس کے بارے میں گذارش کروں گا۔

جناب والا ۔ سابق سندھ ایک نوآباد علاقہ تصور کیا جاتا ہے اور اس میں صوبہ بھر کے نہیں بلکہ مشرقی پاکستان کے ہمارے بھائی بھی بسائے گئے ہیں ۔ اور اس سے بڑھکر کیا خوشی ہو گی کہ ہمارے اس پسماندہ اور چھوٹے علاقے نے مشرقی پاکستان والوں کو بھی آنکھوں پر جگہ دی ہے ۔ اور یہ ایک موقع پیدا ہوا ہے دوسرے علاقوں کے لوگوں سے ملاقات کا اور ان سے تعلقات بڑھانے کا ۔ اور ایک دوسرے سے محبت اور پیار کرنے کا اور ایک دوسرے کے تمدن اور معاشرے سے واقف ہونے کا ۔ اس لحاظ سے ہم اس چھوٹے علاقہ والے مبارکباد کے مستحق ہیں ۔

جناب سپیکر ۔ میں زراعت کے متعلق بات کرنے سے پہلے یہ عرض کروں گا کہ زراعت کا محکمہ اب ملک خدا بخش صاحب کے پاس ہے جو بڑے تجربہ کار اور نیک نیت اور سمجھدار اور قابل مانے جاتے ہیں ۔ ہم بھی ان کا اعتراف کرتے ہیں ۔ لیکن ساتھ ہی لازم ہے کہ میں کچھ حالات ان کے علم میں لاؤں تو ممکن ہے کہ وہ سندھ کو بھی اپنا علاقہ سمجھیں اور ہماری طرف بھی توجہ کریں ۔

وزیر زراعت ۔ میرے لئے وطن کا ہر ذرہ دیوتا ہے ۔

حاجی سردار عطا محمد ۔ وہ تو حالات اور عمل ہی ثابت کریں گے ۔ اور پھر انشاء اللہ ہم آپ کے زیادہ ثنا خوان ہوں گے ۔ میں حکومت کو

مبارکباد دیتا ہوں کہ ایسے لوگ حکومت کو ملے ہیں جنہیں اس نے چن کر رکھا ہے ۔ لیکن میں یہ کہوں گا کہ حکومت خاطر خواہ اقدامات زراعت کے سلسلہ میں نہیں کر رہی ہے ۔ پرانے بیراجوں میں صرف زراعت ہی نہیں بلکہ پانی کا مسئلہ بھی ہے ۔ پہلے پانی بعد میں زراعت ۔ پرانے بیراجوں میں سیم اور تھور کا روگ زمینوں کو ناکارہ کر رہا ہے ۔ گذشتہ سال خیرپور میں گورنر مغربی پاکستان نے ٹیوب ویلوں کا افتتاح کیا تھا لیکن میں آپ کی وساطت سے جناب گورنر صاحب اور ہاؤس کو مطلع کرتا ہوں کہ ابھی تک وہ ٹیوب ویل اچھی طرح نہیں چل رہے ہیں ۔ اس کے علاوہ ہمارے سانگھڑ خیرپور ۔ ٹھٹھہ ۔ نواب شاہ اور دوسرے اضلاع سیم اور تھور کی مصیبت اور آفت کی زد میں ہیں جن کی تباہ کاری اتنی بڑھ رہی ہے کہ وہاں کے لوگوں کی حالت بہت خراب ہے ۔ اگر حکومت میری مانے تو میں آنکھوں سے آنسو بہا کر عرض کروں کہ وہاں کے لوگ مہاجروں سے بدتر ہو رہے ہیں اور جناب سپیکر ۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت کو بتاؤں گا کہ اپریل سے ستمبر اور اکتوبر تک وہاں کے لوگ اور چوپایہ مال پانی میں چل رہے ہوتے ہیں ۔ وہاں لوگوں کے سونے کے لئے جگہ نہیں ہوتی اور وہ اوپر چھت بنا کر سوتے ہیں ۔ اور ان کی بھیڑ بکریاں پانی میں چل رہی ہوتی ہیں اور وہیں چارہ کر رہی ہوتی ہیں ۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ نے بڑا اچھا بجٹ پیش کیا ہے ۔ اس تکالیف کو رفع کرنے کے لئے آپ نے کیا رقم مختص کی ہے ۔ وہ مجھے بتائیں ۔

جناب سپیکر صاحب ۔ میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ ایک کمیٹی مقرر کریں ۔ جو وہاں کے حالات کا جائزہ لے اور لوگوں سے جا کر پوچھے ۔ کہ تمہاری کیا کیا تکالیف ہیں تمہاری کیا کیا مشکلات ہیں ۔ اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ سابق سندھ میں بیراجوں کی حالت اچھی نہیں ۔ ماشاء اللہ اب ہمارے وزیر آبپاشی کو اس بات کی فکر نہیں ۔ وہ سمجھتے ہیں ۔ کہ انہوں نے تمام سہولتیں پیدا کر دی ہیں ۔ حالانکہ وہاں جتنے پرانے بیراج ہیں ۔ ان کی نہروں میں بہت سلٹ جمع ہو چکی ہے ۔ اس کو نکالنے کا کوئی پروگرام نہیں ۔ اگر ان کے لئے کوئی رقومات مختص کی جاتی ہیں ۔ تو مخدوم صاحب کے کارندے ہڑپ کر جاتے ہیں ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ وہ کارندے ہیں یا درندے ہیں ۔

حاجی سردار عطا محمد ۔ وہ درندوں سے کم نہیں ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ کیا مخدوم صاحب نے درندے پال رکھے ہیں ؟

حاجی سردار عطا محمد ۔ ہم سے بڑے بڑے وعدے کئے گئے تھے ۔ گورنر صاحب اور صدر صاحب کی یہ ہدایات ہیں ۔ کہ پس ماندہ علاقوں میں جا کر لوگوں کے حالات دیکھیں ۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کیوں وہاں جا کر اُن کے حالات نہیں دیکھتے ۔ اور اُس کے مطابق اپنا بجٹ تیار کرتے ۔ ان کی تکالیف کا ازالہ کریں حکومت کے پراپیگنڈہ کے لئے تو اتنا روپیہ ضائع کرتے ہیں ۔ ان کی مشکلات کو بھی حل کرنے کی کوشش کریں ۔ اس میں آپ کے اچھے کردار کا کوئی نشان ظاہر ہونا چاہئیے ۔

وزیر خوراک ۔ کیا نہیں ہونا چاہئیے ۔

حاجی سردار عطا محمد ۔ میں کہتا ہوں ۔ ہونا چاہئیے ۔ اور ان لوگوں کے حالات سے واقفیت حاصل کرنی چاہئیے ۔

جناب سپیکر ۔ میں آپ سے اور ہاؤس سے گذارش کرتا ہوں ۔ کہ چونکہ میں سندھی ہوں ۔ سندھی پڑھا ہوا ہوں ۔ اگر میں آہستہ آہستہ اپنے خیالات کا اظہار کروں تو مجھ پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہئیے ۔

اس کے بعد میں سرکاری ملازمین کی طرف آپ کی توجہ دلاتا ہوں ۔ یہ لوگ عوام کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتے ہیں ۔ میں جناب گورنر صاحب کو آگاہ کرتا ہوں کہ آپ نے جو اخوت ، مساوات اور یکسانیت کا دعویٰ کیا ہے ۔ اور فوج ظفر موج رکھی ہوئی ہے ۔ ان کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ عوام کن مشکلات میں ہیں ۔ ان چھوٹے علاقوں مثلاً سرحد ، سندھ ، بہاولپور یا کراچی یا اور جو دوسرے ایسے علاقے ہیں ۔ ان کا جب بڑے علاقوں سے الحاق ہوا تھا تو ان کے ساتھ بڑے بڑے وعدے کئے گئے تھے کہ آپ کے حقوق کی پوری حفاظت کی جائے گی ۔ ان کے حقوق کے متعلق جیسا کہ حکومت نے مساوات کا دعویٰ کیا ہے ۔ میں آپ کو معزز ارکان اسمبلی کو ۔ پریس کو اور گیلری کو واقف کرنا چاہتا ہوں ۔ اور بتانا چاہتا ہوں کہ اس صوبہ میں ۵۵ اضلاع ہیں ۔ ان کے لئے ہمارے علاقہ سے جو افسر تعینات کئے گئے ہیں وہ صرف تین ہیں ۔ اگر یہ سمجھا جائے کہ وہ اہل نہیں ۔ اس لئے زیادہ تعداد میں نہیں رکھے گئے تو براہ کرم بجٹ پر بحث کے آخر میں وضاحت سے جواب دیں تاکہ میں مطمئن ہو جاؤں اور پھر

کوئی استدعا نہ کروں ۔ اس صوبہ میں ۱۲ ڈویژن ہیں ۔ ہر ڈویژن کا ایک کمشنر ہے ۔ لیکن ہمارے پس ماندہ علاقہ سے ایک بھی کمشنر نہیں لیا گیا ۔ پھر یہاں کتنے D.I.G. ہیں ۔ ہمارے علاقہ سے ایک بھی D.I G. نہیں لیا گیا۔ حالانکہ ہم سے بڑے بڑے وعدے کئے گئے تھے ۔ اسی طرح سے ایس ۔ پی ہیں ۔ وہ بھی بڑی چیخ و پکار کے بعد ہمارے علاقہ سے صرف دو تین لئے گئے ہیں ۔ اس لئے گورنر صاحب کو مبارک دوں گا ۔ اور گذارش کروں گا ۔ کہ ہمارے علاقہ کی طرف خاص توجہ دیں ۔ اب یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ۔ وقفہ سوالات میں آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ ہمارے چھوٹے علاقوں کے جتنے ملازمین ۱۳ برس سے کام کر رہے ہیں ۔ ان کو ابھی تک confirm نہیں کیا گیا ۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بے انصافی ہو سکتی ہے ۔ پھر کیوں روکتے ہیں کہ شکایت نہ کریں کہ ون یونٹ کا کوئی فائدہ نہیں اس کے بعد آپ ملاحظہ فرمائیں ۔ ہمارے جتنے سول جج ہیں ۔ وہ اسی طرح ریٹائر ہو جائیں گے ان کو کبھی سیشن جج پوسٹ نہیں کیا جائے گا ۔ تحصیلداروں اور ڈپٹی کلکٹروں کی بھی یہی حالت ہے ۔ سیکرٹریٹ میں جو ملازم ہیں وہ بھی ریٹائر ہونے کے قریب ہیں اور ترقی کی کوئی گنجائش نہیں ۔ وہاں پر ان کو کسی حساب سے نہیں لگایا جاتا ۔ ہر محکمہ میں سروس کی حالت نا درست ہے ۔

جناب سپیکر صاحب ۔ میں تو ان کا خادم ہوں ۔ خواہ وہ پنجابی ہوں ۔ سرحدی ہوں یا بنگالی ہوں ۔ ہماری زبان سے بھی نا آشنا ہیں ۔ اور بڑے محکمہ کے بڑے افسر وہاں تعینات کئے جاتے ہیں تو ان کی حالت یہ ہے کہ

جہاں ان کو تعینات کیا جاتا ہے تو وہ اپنے ساتھ چپراسی قلی بھنگی تک لیجاتے ہیں ۔ اب فرمائیے کہ مقامی جو لوگ ان پڑھ یا تعلیم یافتہ ہیں وہ کہاں جائیں اور وہ کیوں نہ روئیں اور کیوں نہ فریاد کریں کہ ون یونٹ توڑ دیا جائے ۔ اسی طرح میں اب حیدرآباد کے بجلی گھر کی مثال دیتا ہوں ۔ اس کے ریونیو آفیسر نے کلاس ۳ کے ۱۱ کارک رکھے جن میں سے مقامی صرف تین ہیں اور ۸ باقی علاقوں کے ہیں ۔ مجھے اعتراض نہیں لیکن وہاں کے لوگوں کو یہ اعتراض ہے کہ ایسی حالت میں وہ کیونکر تعلیم حاصل کریں اور اگر تعلیم حاصل کر لیں تو پھر کہاں جائیں اسی طرح تھرمل پاور اور سکھر میں بھی یہی حالت ہے جس کے متعلق میں نے دو تین دفعہ مخدوم صاحب کو آگاہ کیا تھا کہ لوگ وہاں چلا رہے ہیں کہ ان کی سینیارٹی کا خیال نہیں رکھا جاتا ان کو وہاں مستقل نہیں کیا جاتا ۔ انہوں نے وہاں کمشنر سے کہا تھا انہوں نے وہاں کے ڈپٹی کمشنر سے کہا تھا! لیکن پھر بھی ان کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی ۔

مسٹر سپیکر ۔ حاجی صاحب اب صرف ۴ منٹ باقی ہیں ۔

حاجی سردار عطا محمد ۔ جناب والا ۔ میں نے آپ سے پہلے ہی گذارش کی تھی کہ مجھے زیادہ وقت دیا جائے اب میں سول سیکرٹریٹ میں جو ہمارا کوٹا ہے اس کے متعلق عرض کروں گا ۔ یہاں کارک ۱۰۴ میں اس میں حیدرآباد اور خیرپور ریجن کے ۲ ہیں ۔کوئٹہ قلات ڈویژن سے ایک بھی نہیں ہے ۔ لسبیلا کا ایک بھی نہیں ہے ۔ فرنٹیئر کے صرف آٹھ ہیں الحمدللہ چاہے آٹھ تو ہیں کہ وہ بھی ہمارے جیسے پسماندہ ہیں ۔ ایسی صورت میں کیا ہم شکایت نہ کریں اور اگر

ہم شکایت کریں تو ہم سے کہا جاتا ہے کہ اگر ون یونٹ کی مخالفت کرو گے تو ہم کچل دینگے ۔ یعنی آپ بے انصافی کریں تو کچھ نہیں اور اگر ہم کچھ کہیں تو ہمارے لئے ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں ۔ اسسٹنٹ ۱۸ ہیں جس میں سے خیرپور کا ایک فرنٹیئر کا ایک ہے اور نہ کوئی بہاولپور کا ہے اور نہ بلوچستان کا ۔ سینیئر سکیل کے سٹینو گرافر ۷ ہیں ۔ جن میں سے سابق سندھ کا ایک نہیں کراچی کا ایک نہیں اور بلوچستان کا بھی ایک نہیں ہے ۔ جونیئر سکیل میں کل ۲۸۰ ہیں ۔ جن میں سے سندھ کا ایک نہیں بلوچستان کا ایک نہیں فرنٹیئر کے دو ہیں ۔ کراچی کے تین ہیں ۔ اور ۲۷۷ سابق پنجاب کے ہیں ۔ اسی طرح سیکشن آفیسرز ۸۶ ہیں جس میں سے بلوچستان کا ایک ہے سندھ کے آٹھ ہیں ۔ فرنٹیئر کے آٹھ ہیں اور کراچی کے ۱۰ ہیں ۔ بہر حال کچھ کچھ یہاں پسماندہ علاقوں کو ملا ہے ۔ لان گزیٹیڈ کل ۷۱۵ آدمی ہیں ۔ ان میں سے سندھ کے تین ہیں بلوچستان کا ایک بھی نہیں ہے گزیٹیڈ میں ۸۳ آدمی ہیں جن میں سے سندھ کے آٹھ ہیں بلوچستان کا ایک ہے یہ سیکرٹریٹ کا معیار ہے جو ون یونٹ کا دارالخلافہ ہے اور یہاں انصاف کے دعوے کئے جاتے ہیں اور یہاں سے اہلکاروں کو حکم بھیجے جاتے ہیں کہ ملازمت دینے کے معاملہ میں انصاف سے کام لیا جائے ۔ اس کے بعد میں سکارپ کے متعلق عرض کروں گا کہ وہاں کوئی لوکل آدمی نہیں لیا جاتا ۔ معلوم نہیں کہ ملک صاحب سن رہے ہیں یا نہیں سن رہے ہیں ۔

وزیر زراعت ۔ میں سن رہا ہوں ۔ میں ہمہ تن گوش ہوں ۔

حاجی سردار عطا محمد ۔ اب میں پولیس کے متعلق عرض کروں گا کہ

اس میں بھی لوکل آدمی نہیں بھرتی کئے جاتے اور مقامی لوگوں کو جگہ نہیں دی جاتی پولیس ٹریننگ کے سلسلے میں پہلے ایک سکول شہداد پور میں تھا لیکن اب اس کو وہاں سے ہٹا کر سہالہ میں کر دیا گیا تو وہاں کے جو پروفیسر ہیں وہ سندھ کے علاقہ کے لوگوں کو نہیں بھرتی کرتے ہیں اور اگر بھرتی کرتے ہیں تو ان سے سندھ کی موغاتیں مانگتے ہیں ۔ وہ ان کو پیسے دیتے ہیں اپنی خود داری کو ٹھیس پہنچاتے ہیں تب کہیں ان کو بھرتی کیا جاتا ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔ حاجی صاحب اب آپ اپنی تقریر ختم کیجئے ۔

حاجی سردار عطا محمد ۔ جناب میں ابھی تو اپنی آدھی تقریر تک پہنچا ہوں ۔ تعلیم کے سلسلے میں بھی ہمارا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا ۔ ہمیں تعلیم کے لئے جو سہولتیں ہیں وہ نہیں دیجاتیں ۔ دوسرے ہمارے یہاں کے لوگوں کو اس میں بطور افسر کے چنا نہیں جاتا اور اس میں زیادہ تر اقربا پروری اور رشوت چلتی ہے اور اقربا پروری پھیلی ہوئی ہے ۔ میں حکومت کو آگاہ کرتا ہوں اور میں نے پہلے بھی کئی بار آگاہ کر دیا ہے کہ اس بیماری کو روکئے ورنہ یہ بیماری اگر پھیل گئی تو یہ وباء کی صورت اختیار کر جائیگی ۔

مسٹر سپیکر ۔ حاجی صاحب ۔ اب آپ تشریف رکھئیے ۔ ابھی کئی دفعہ ایسا موقع آئیگا جس پر آپ بول سکتے ہیں ۔

حاجی سردار عطا محمد ۔ جناب میں صرف ایک منٹ میں ایک بات

کہہ کر ختم کر دوں گا domicile کی حالت یہ ہے کہ یہاں سے جو افسر جاتے ہیں وہ مقامی domicile حاصل کرکے اپنے آپ کو بھرتی کرا لیتے ہیں میں ایک مثال آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں آپ اس کی انکوائری کرائیں اگر وہ واقعہ غلط ہو تو اس ہاؤس میں آپ مجھ کو ننگا کیجیئے گا ۔

آوازیں ۔ ننگا کیجیئے گا ؟

حاجی سردار عطا محمد ۔ ننگا کی یہ صورت نہیں ہے ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ واقعہ غلط ہو تو آپ میری پوزیشن اور وقار کو ننگا کیجیئے گا اور اس طرح مجھے سزا دیجیئے گا ۔ ایک شخص جو راولپنڈی کا ہے وہاں اس نے پرائمری تک تعلیم حاصل کی اور سیکنڈری تعلیم اس نے لاہور میں حاصل کی ۔ رہنے والا وہ ادھر کا ہے لیکن جب وہاں پی ۔ سی ۔ ایس کا امتحان اور انٹرویو ہوا تو وہ وہاں ایک علمدار حسین تھا جس سے domicile سرٹیفیکیٹ حاصل کیا اور اس میں بیٹھ گیا ۔ اس کی آپ تحقیقات کرائیں اس سے وہاں کے لوگوں میں بڑا شور مچا ہوا ہے ۔ ملک صاحب آپ قائد ایوان ہیں میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ مہربانی کرکے اس کی تحقیقات کریں اور جو لوگ ایسے سرٹیفیکیٹ لیتے ہیں ان کو سزا دیجائے ۔

خان اجون خان جدون (مردان ۔ ۳) ۔ جناب سپیکر ۔ ۱۹۶۸-۶۹ء کا جو میزانیہ ہمارے جوان سال وزیر خزانہ نے پیش کیا ہے وہ ہر لحاظ سے متوازن اور ترقی پذیر میزانیہ کہلانے کا حق رکھتا ہے میں اس کے لئے جناب وزیر خزانہ اور ان کے محکمہ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔

جناب والا ۔ عوام کے محبوب صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی پچھلی ۱۰ ۔ سالہ قیادت میں ہمارے ملک نے جو دفاعی استحکام حاصل کیا ہے اور جو معاشی استحکام حاصل کیا ہے وہ اس میزانیہ سے واضح ہے ۔

جناب والا ۔ یہ ہمارے محبوب صدر کی مدبرانہ اور دانشمندانہ قیادت کا نتیجہ ہے کہ آج ہم معاشی طور پر استحکام کی اس منزل تک پہنچ گئے ہیں کہ ہماری منزل مقصود بہت قریب نظر آ رہی ہے ۔ جناب والا ۔ مغربی پاکستان کا یہ میزانیہ اس بات کی ضمانت پیش کرتا ہے کہ یہ ملک اب معاشی استحکام کی منزل مقصود کے اتنا قریب پہنچ گیا ہے کہ آج واضح طور پر یہ ثابت ہو گیا ہے کہ خوراک کے معاملے میں یہ خود کفیل ہو چکا ہے اور خوراک کے معاملے میں ہمیں جو خود کفالت حاصل ہوئی ہے اس میں ہمارے صدر صاحب کی قیادت اور ہمارے باہمت گورنر صاحب کی رہنمائی میں اور ہمارے تجربہ کار وزیر تجارت کی ہدایات کے مطابق اور کسانوں کی شب و روز محنت اور ہمت اور خود اعتمادی کے باعث آج ہم اس قابل ہوئے ہیں کہ ہمیں خوراک درآمد کرنیکی ضرورت نہیں رہی اور اس طرح ہم نے بےشمار زرمبادلہ بچایا ہے ۔ جناب والا ۔ ہمارا ملک بنیادی طور پر زرعی ملک ہے ۔ ملک کی ۸۵ فیصد آبادی کا دارومدار زراعت پر ہے ۔ زرعی ترقی کے اس میدان میں جس منزل پر ہم پہنچے ہیں یہ ہماری آخری منزل نہیں ہے ۔ ہم نے اس سے بھی آگے بڑھنا ہے اور اس کے لئے ہمارے صدر نے بر وقت اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اس مسئلے پر بحث و تمحیص کی جائے کہ زرعی پیداوار کے اضافے کے لئے کیا کیا طریقے استعمال کئے جائیں اور مشینری سے زراعت کو ترقی

دینے کے لئے کیا کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے ۔ اس سلسلے میں جناب والا میری رائے یہ ہے کہ زرعی ترقی کے لئے مشینری کی فراہمی اور مشینری کے ذریعے اس ملک کے گوشے گوشے میں مشینری کو روشناس کرایا جانا چاہئیے اور ساتھ ہی جناب والا میں یہ کہوں گا کہ چھوٹے چھوٹے یونٹ متعین کئے جائیں زرعی اراضی کے اور ان کے لئے مشینری کی سہولتیں مہیا کیجائیں ۔ مثلاً اتنے ہزار ایکڑ کے لئے اتنی مشینری کی ضرورت ہے اور مشینری بمعہ مرمت کے سامان کے اور میں چاہتا ہوں کہ وہاں پر ورکشاپس کا بھی انتظام کیا جائے ۔ جناب والا ۔ ہمارے زین نورانی صاحب نے اس مسئلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ اس میں جلد بازی نہیں کرنی چاہئیے کیونکہ ہمیں ایک دم ٹریکٹرز مہیا نہیں ہو سکتے لیکن جناب والا ۔ اس میں سستی بھی نہیں ہونی چاہئے ۔ اس کی ابتدا جلد از جلد کرنی چاہئے ۔ جو بھی وسائل ہمارے پاس مہیا ہیں کم از کم ان کو ہمیں بروئے کار لانا چاہئیے ۔ میں نے ملک میں جو ترقیاتی پروگرام ہیں ، ان کو دیکھا ہے ۔ پاکستان میں نئے نئے کارخانے بن رہے ہیں مثلاً : Heavy mechanical complex

Heavy electrical complex

تو میں سمجھتا ہوں کہ ان میں جلد از جلد کام شروع کرنا چاہئیے ۔ جب یہ کام شروع ہو جائیں گے تو ہمارا ملک اپنی زرعی پیداوار میں مشینری کے ذریعے اور بھی اضافہ کر سکے گا اور اس کام میں ہم آگے بھی جلد ہو سکیں گے ۔ میری تجویز ہے کہ فوری طور پر اس قسم کے زرعی علاقے متعین کئے جائیں ۔ کم از کم ہر ریجن میں ایک زرعی علاقہ ہو یعنی پشاور سابق پنجاب

اور سندھ ریجن میں ایسے علاقے مقرر کئے جائیں بے شک تجربے کے طور پر ہی سہی اور آلات بھی مہیا کئے جائیں اور لوگوں میں جذبہ پیدا کیا جائے تاکہ چھوٹی زمینوں کے مالک بھی ان زرعی آلات سے مستفید ہو سکیں ۔ جناب والا ۔ میں نے تجویز پیش کی ہے کہ یونٹ بنائے جائیں اور زرعی مشینری دیجائے اور اس طرح میں سمجھتا ہوں کہ جو تھوڑی زمین کے مالک ہیں ان کی آمدنی میں بھی کافی اضافہ ہو جائیگا ۔ جناب والا ۔ بجٹ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ہمارے صوبہ میں ہر شعبہ میں متوازن ترقی ہوئی ہے اور زرعی ترقی اس وقت سر فہرست ہے ۔ جناب والا ۔ اب میں اپنے علاقے کے مسائل کی طرف آتا ہوں ۔ ہمارے علاقے میں تربیلا ڈیم بن رہا ہے اور اس سے کافی لوگ متاثر ہو رہے ہیں ۔ حکومت نے جو پالیسی بنائی ہے وہ قابل تعریف ہے ۔ اس نے ان کو معاوضہ دینے کا بہت اچھا انتظام کیا ہے لیکن پھر بھی جو تکالیف سامنے آ رہی ہیں ان کے ضمن میں میں سمجھتا ہوں کہ میں حکومت کو توجہ دلاؤں ۔ ایک تکلیف تو یہ ہے کہ جو لوگ وہاں سے اٹھائے جا رہے ہیں وہ دوسرے علاقوں میں تتر بتر کرکے آباد کئے جا رہے ہیں تو اس طرح میں سمجھتا ہوں کہ ان کی اجتماعی زندگی تباہ ہو جاتی ہے اور یہاں آ کر انہیں بے پناہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ جب غمی خوشی میں اکٹھے رہتے تھے تو اب ان کو بے شمار تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ میری تجویز یہ ہے کہ ان لوگوں کا آدھا گاؤں ایک جگہہ آباد کر دیں ۔ دوسری بات تربیلا ڈیم کی ملازمتوں کے سلسلہ میں ہے ۔ وہاں کے لوگوں کو شکایت ہے کہ ان کو ترجیح نہیں دیجا رہی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں

تھوڑی سی تحقیقات کی ضرورت ہے وہاں کے لوگ کافی تعداد میں ہیں ۔ وہاں جو انجینئرز کام کرتے ہیں وہ باہر کے لوگ کام کے لئے در آمد کرتے ہیں اور وہاں کے لوگوں کو نہیں لگاتے ۔ جو لوگ وہاں پہلے ہی سے رہتے ہیں ان کا کام کے لئے زیادہ حق بنتا ہے اور حکومت کی بھی اس کے متعلق واضح ہدایات ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ہمارے وزیر برقیات توجہ فرمائیں اور ان کے ساتھ مہربانی فرمائیں ۔

جناب والا ۔ تحصیل صوابی سیم اور تھور کا شکار ہو رہی ہے اور اس کی روک تھام کے لئے اس کے انسداد کے لئے آج تک کوئی جامع منصوبہ عمل میں نہیں لایا گیا ۔ پچھلے سال جب اس سیم اور تھور کی بیماری نے بہت زور پکڑا تو ہم نے مشکل سے ڈسٹرکٹ کونسل سے کچھ روپیہ حاصل کیا ۔ چاہئے تو یہ تھا کہ حکومت کی طرف سے کوئی رقم وصول کی جاتی لیکن ڈسٹرکٹ کونسل نے یہ رقم دی اور ان جگہوں کی طرف توجہ دی گئی جس کی وجہ سے اس سال کی فصل کچھ بہتر ہوئی ۔ تو میں جناب وزیر آبپاشی کی توجہ اس طرف مبذول کراؤں گا کہ وہ اس مسئلے کے حل کی طرف پوری توجہ دیں کیونکہ ہزاروں ایکڑ اراضی بیکار پڑی ہے ۔

جناب والا ۔ مرغوب کے قریب سے جو لوئر اریگیشن کینال گذاری گئی ہے اس کے کناروں پر کافی دور تک سینکڑوں ایکڑ اراضی سیراب نہیں ہو سکی کیونکہ انہوں نے اس نہر کو وہ ٹکر نہیں دی جو دینی چاہئے تھی میں نے کئی بار محکمہ کی توجہ اس طرف دلائی ہے ۔ ہمیں یہ بتایا گیا کہ اس کے لئے مناسب رقم مہیا نہیں کی گئی حالانکہ کم خرچ پر لکریں بنائی

جا سکتی ہیں ۔ ان ٹکروں کے نہ ہونے کی وجہ سے سینکڑوں ایکڑ اراضی جو کینال کے ساتھ ساتھ ہے وہ سیراب نہیں ہو سکتی ۔ اگر یہ ٹکریں بن جائیں تو وہ سیراب ہو جائے اور ملک کی پیداوار میں اضافہ ہو جائے ۔ وہ کمانڈڈ ایریا ہے ۔ وہاں سے آبیانہ باقاعدہ وصول ہوتا ہے لیکن انہیں پانی نہیں مل سکتا ۔

پچھلے کئی سالوں سے تحصیل صوابی میں گولدل کے مقام پر ایک ڈیم تعمیر ہو رہا ہے ۔ اب مجھے پتہ چلا ہے کہ اس ڈیم کو سمال ڈیم آرگنائزیشن نے چھوڑ دیا ہے میں نے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی مگر اس ایوان میں جو جواب دیا گیا وہ ان کے اپنے الفاظ میں قطعاً غیر تسلی بخش تھا ۔ میں ان حقائق کی طرف وزیر زراعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں ۔ ان انجینئروں کی رپورٹ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس ڈیم کے بننے سے ۴۰۰ ایکڑ اراضی سیراب ہو گی اور اس کی لاگت ۷ لاکھ روپے بتائی گئی ہے تحصیل صوابی میں نہری زمین کی قیمت ایک کنال کی ۵ ہزار سے ۱۰ ہزار تک ہے ۔ اور اس پر ۱۹۵۰ روپے فی کنال زیادہ سے زیادہ خرچ آ رہا ہے ۔ اس لئے یہ منصوبہ کسی طرح بھی غیر منفعت بخش نہیں ہے ۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے ۴۰۰ ایکڑ کا جو سرسری اندازہ لگایا ہے وہ بہت کم ہے ۔ کم از کم اس سے دوگنی اراضی سیراب ہو گی ۔ وزیر زراعت کی خدمت میں پر زور التماس ہے کہ وہ دوبارہ اس مسئلے کو اٹھائیں اور انہیں وہاں بھیجیں ۔ ان سے درخواست ہے کہ وہ ہائی لیول پر اس کا فیصلہ کریں اور اس منصوبہ پر عمل درآمد کرائیں ۔

جناب والا ۔ تحصیل صوابی میں لڑکیوں کا کوئی ھائی سکول نہیں ہے اور مڈل سکول کافی ہیں ۔ میں وزیر تعلیم سے گذارش کروں گا کہ وہ صوابی کے لئے لڑکیوں کا ایک ھائی سکول منظور فرمائیں ۔ جناب والا ۔ تحصیل صوابی میں جو کہ سرحدی ایریا ہے وھاں کئی مقامات پر مڈل سکولوں کی کمی ہے ۔ وھاں کے لڑکے پرائمری پاس کرکے پھر آگے پڑھ ہی نہیں سکتے ۔ میں ان دیہات کے نام پیش کرتا ہوں اور میری، گذارش ہے کہ جو مڈل سکول کھولے جانے ہیں وہ ان مقامات پر کھولے جائیں ۔ موضع تو بیری ۔ سلیم خان اور ہام خیل ۔ یہ تین ایسے گاؤں ہیں جن کے ارد گرد کئی اور گاؤں آباد ہیں ۔ اس لئے ان مقامات پر مڈل سکول کھولنا مناسب ھو گا ۔

جناب والا ۔ بجلی کے متعلق میں وزیر برقیات کے نوٹس میں یہ بات لانا چاھتا ہوں کہ تحصیل صوابی میں قریب قریب ھر گاؤں میں بجلی موجود ہے صرف ایک گاؤں ایسا ہے جو اس پروگرام میں تھا مگر وھاں ابھی تک بجلی نہیں گئی ۔ اور وہ موضع بٹا کرا ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔ کیا اس ساری تحصیل کے ھر گاؤں میں بجلی پہنچ چکی ہے ؟

خان اجون خان جدون ۔ وھاں پر ھر گاؤں میں بجلی پہنچ چکی ہے لیکن یہ گاؤں غلطی سے کسی وجہ سے رہ گیا ہے ۔ یہ بڑا افسوس ناک واقعہ ہے ۔ میں پچھلے دو تین سال سے کوشش کر رہا ہوں ۔ اس سال بھی میں ان افسران کو اپنے ساتھ وھاں لے گیا تھا ۔ میں عرض کروں گا کہ اس

گاؤں کی آبادی کافی ہے اور وہاں بجلی لے جانا کسی طرح بھی غیر منفعت بخش نہیں ہو گا ۔ وہاں پر بجلی مہیا کرنا بہت ضروری ہے ۔

اب میں مواصلات کے سلسلہ میں جناب وزیر مواصلات کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ ڈوگری جہانگیرا روڈ اور صوابی جہانگیرا روڈ کی کشادگی کی طرف توجہ کی جائے ۔

جناب والا ۔ ہمارے وزیر مواصلات نے جہانگیرا کے پل کے افتتاح کے موقعہ پر اس بات کا وعدہ فرمایا تھا کہ وہ ہمدردانہ طور پر اس منصوبہ کی تکمیل کی کوشش کریں گے ۔ مجھے توقع ہے کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کریں گے کیونکہ جہانگیرا کے مقام پر پل بننے کے بعد اس سڑک سے بہت ہیوی ٹریفک گزرتا ہے ۔ موجودہ سڑک تنگ بھی ہے اور اس کے کنارے بھی خراب ہیں ۔ یہ زیادہ سے زیادہ اس حالت میں پانچ چھ ماہ تک چل سکتی ہے ۔ بعد میں وہ سڑک ہی نہیں رہے گی وہ اتنی بوسیدہ ہو چکی ہے کہ جب تک اس کی از سر نو تعمیر کے منصوبہ پر عمل نہ ہو جہانگیرا کے پل سے پوری طرح فائدہ حاصل نہیں ہو سکے گا ۔ کیونکہ اس پل کے ذریعے تحصیل صوابی کا براہ راست جہانگیرا ریلوے سٹیشن سے لنک ہو گیا ہے ۔ جو مال پہلے بذریعہ ریل آیا جایا کرتا تھا اب وہ اس سڑک کے ذریعے ٹرکوں پر آتا جاتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس سڑک کو جلد از جلد کشادہ کیا جائے ۔

جناب والا ۔ مواصلات کے سلسلہ میں ایک اور گذارش یہ ہے کہ ایک سڑک بنائی گئی ہے جو ادھوری ہے اس کا مقصد یہ تھا کہ گدون کے مرجڈ

ایریا کو تحصیل صوابی سے ملا دیا جائے ۔ بد قسمتی سے وہ علاقہ تربیلا ڈیم میں آ گیا ہے ۔ یہ منصوبہ پہلے مکمل نہیں تھا اب غالباً اس سڑک کو کرنا پڑے گا ۔ میری تجویز یہ ہے کہ اس علاقہ کو صوابی سے ملانے کے لئے دوسرا شارٹ کٹ براستہ جھنڈا ہے اگر صوابی سے ملایا جائے تو یہ زیادہ موزوں ہو گا اب میں ہیلتھ کی طرف آتا ہوں ۔ انبار کنڈا کے مقام پر ہیلتھ سنٹر پچھلے چار پانچ سال سے منظور ہے اس سال محکمہ ہیلتھ نے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ اس کی تعمیر کا کام شروع کر دیں گے ۔ میں ان سے پر زور مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اپنے وعدہ کو اس سال پورا کریں کیونکہ اس سے نہ صرف ہمیں شرمندگی ہوتی ہے بلکہ لوگ یہ محسوس کرتے ہیں کہ شاید حکومت اپنے وعدے پورے کرنے میں تساہل کرتی ہے ۔ میں نے ان کو یقین دلایا ہے کہ اس سال اس پر کام شروع ہو جائے گا ۔ مجھے یقین ہے کہ حکومت اس سال ضرور اس کے لئے رقم مہیا کرے گی تور ڈھیر تحصیل صوابی کا ایک بڑا قصبہ ہے جس کی آبادی تقریباً پندرہ ہزار ہے ۔ اس کے ارد گرد چار پانچ دیہات ہیں جو ۳۰ ہزار نفوس پر مشتمل ہیں ۔ اس سارے علاقہ میں کوئی ڈسپنسری تک نہیں ۔ میرا مطالبہ ہے کہ وہاں پر کم از کم پندرہ بستروں کا ایک ہسپتال قائم کیا جائے ۔ جناب والا ۔ جھنڈا جس کا ابھی ذکر کیا ہے وہ تحصیل صوابی کے ایک کونے پر واقع ہے اور یہ ایسے مقام پر واقع ہے جہاں اس کے ارد گرد دس بارہ دیہات ہیں ۔ وہاں ان دیہاتوں میں کوئی ڈسپنسری نہیں ہے ۔ ہسپتال کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ حکومت اس کی طرف فوری توجہ کرے ۔

جناب والا ۔ جدون کا علاقہ ایک قبائلی علاقہ ہے ۔ حکومت نے دس سال کے لئے انہیں کافی مراعات دی ہوئی ہیں ۔ میں وزیر قبائلی امور یعنی جو قبائلی ترقیاتی منصوبہ بندی کے وزیر ہیں ان کی توجہ اس طرف مبذول کرواتا ہوں کہ وہاں حکومت نے ۸ بستروں کا ہسپتال بنایا تھا وہ ہسپتال اس علاقہ کے لئے ناکافی ہے ۔ وہاں عورتوں کے علاج کے لئے کوئی لیڈی ڈاکٹر نہیں ہے ۔ میں اس کے متعلق عرض کروں گا کہ بستروں کی تعداد بڑھا کر ۲۵ کر دی جائے اور ۸ بسترے کم از کم عورتوں کے لئے مخصوص کئے جائیں اور ان کے لئے ایک لیڈی ڈاکٹر وہاں تعینات کی جائے ۔

جناب والا ۔ اتلا کے مقام پر ایک ہائی سکول کی تجویز پیش کی گئی تھی اس کے متعلق میں گذارش کروں گا کہ وہاں اس سال ہائی سکول منظور فرمایا جائے ۔ اس علاقہ میں ۵۰ پرائمری سکولز ہیں اور مڈل سکول صرف تین ہیں ۔ اس کے متعلق میں یہ گذارش کروں گا کہ ان پرائمری سکولوں سے پاس ہونے والے طلباء کو تعلیم جاری رکھنے کے لئے وہاں مزید مڈل سکولز کھولے جائیں ۔ کم از کم سر دست پانچ مڈل سکولز اور ایک ہائی سکول کھولا جائے ۔

جناب والا ۔ میں ایک اور اہم مسئلہ کی طرف وزیر قبائلی امور کی توجہ دلاتا ہوں ۔ مسئلہ یہ ہے کہ حکومت نے تمام قبائلی علاقے کے لڑکوں کو

وظیفے دینے کی پالیسی تیار کی تھی لیکن ہمارے علاقہ جدون کے طلباء کو صرف دو وظیفے ابھی تک ملے ہیں جب آپ ہر سال ۱۵ لاکھ سے زیادہ قبائلی علاقے کے طلباء کو وظیفے کے طور پر بانٹتے ہیں ۔ تو یہ علاقہ سب سے زیادہ پسماندہ ہے ۔ یہ علاقہ سب سے زیادہ غریب ہے ان کے لئے کم سے کم ۱۵ وظائف منظور کئے جائیں ۔ وہاں پندرہ بیس لڑکے اپنی ہمت سے کالج کی تعلیم تک پہنچ چکے ہیں اگر آپ ان کو وظائف نہیں دیں گے تو آئندہ ان کو تعلیم جاری رکھنا بہت مشکل ہو جائے گا ۔

جناب والا ۔ ایک اور مسئلہ میں ان کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ علاقہ جدون کی پہاڑیوں میں بہت سی معدنیات موجود ہیں ۔ سابقہ صوبہ سرحد کے زمانہ میں اس کا سرسری سروے ہوا تھا لیکن اس کے بعد جیالوجیکل سروے نہیں ہوا ۔ وہاں جیالوجیکل سروے کا اہتمام کیا جائے وہاں لوہا اور دیگر قسم کی معدنیات موجود ہیں تاکہ اس علاقہ میں ترقی ہو ۔

جناب والا ۔ ہمارے علاقہ کی ترقی کے لئے حکومت نے پچھلے پانچ سات سال میں جو کام کیا ہے ۔ اس کی میں تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ میں اس بات کو سراہنے پر مجبور ہوں کہ یہ حکومت پسماندہ علاقوں کی ترقی کی طرف خصوصی توجہ دے رہی ہے ۔ کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ میرے اپنے علاقے کے آس پاس کے جتنے بھی پسماندہ علاقوں میں میرا گزر ہوا ہے

ان کی جو حالت ۱۹۵۷ء یا ۱۹۵۸ء سے پہلے کی تھی آج ان کی حالت میں زمین آسمان کا فرق ہے ۔ وہ لوگ اس ترقی کے متعلق تصور بھی نہیں کر سکتے تھے ۔ جناب والا ۔ میں حکومت کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے پسماندہ علاقوں کی طرف توجہ دی ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔ رانا پھول محمد خان ۔

(اس مرحلہ پر مسٹر سینئر ڈپٹی سپیکر ۔ سید یوسف علی شاہ کرسئی صدارت پر متمکن ہوئے) ۔

رانا پھول محمد خان (لاہور ۔ ۷) ۔ جناب والا ۔ میں سال رواں کا مثالی میزانیہ پیش کرنے پر جناب وزیر خزانہ صاحب کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ (ھیئر ۔ ھیئر) اس میزانیہ میں صدر مملکت کے کئے گئے وعدوں کو پورا کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے ۔ صرف میں ہی دلی مبارک باد پیش نہیں کرتا بلکہ اس صوبہ کے بسنے والے ۵ کروڑ عوام کے ہر طبقہ نے اس بجٹ کے پیش ہونے پر خوشی کا اظہار کیا ہے ۔ جناب والا ۔ اس بجٹ میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس صوبہ کی ۸۵ فیصد دیہی آبادی کے لئے دیہی تعمیرات پر ۱۰ کروڑ کی رقم کو بڑھا کر آئندہ سال کے لئے ۱۵ کروڑ کر دیا گیا ہے ۔ جس پر میں دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔

جناب والا ۔ ہمارا صوبہ ایک زرعی صوبہ ہے اس لئے زراعت کو ترقی دینے کے لئے جو کثیر رقم مخصوص کی گئی ہے اس کے لئے میں دیہی عوام

کی طرف سے اپنی حکومت کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ (خوب ۔ خوب)
جناب والا ۔ اس کے علاوہ میں یہ گذارش کروں گا کہ یہ بجٹ وزیر خزانہ صاحب کے وسیع تجربہ اور عوامی دوستی کا آئینہ دار ہے ۔ وزیر خزانہ صاحب نے اپنی میزانیہ کی تقریر کے صفحہ ۹ پر ہماری رائے طلب فرمائی ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ مجھے آزادانہ طور پر اور دیانتدارانہ طور پر اپنی رائے پیش کرنی چاہئے ۔

جناب والا ۔ جہاں انہوں نے اجتماعی زراعت کا ذکر کیا ہے اس کے متعلق میری رائے یہ ہے ۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ :

> "اگر ہم زمین کے مفادات کو یکجا کرنے اور مشینری کے مشترکہ اور کفائتی استعمال کی کوئی مناسب تجویز وضع کر سکے تو ہم ایک ایسی قوت کو بروئے کار لانے میں ممد ثابت ہوں گے جو تاحال ظہور پذیر نہیں ہوئی اور اس طرح ہم دیہی آبادی میں زندگی کی نئی روح پھونک دیں گے ۔"

مجھے یہ تجربہ ہے اور میرا یہ آنکھوں دیکھا حال ہے کہ اگر اس زراعت کو اجتماعی طور پر فارمنگ سوسائٹی کی شکل میں لایا گیا تو میں سمجھتا ہوں کہ چھوٹے زمینداروں میں نئی روح پھونکی نہیں جائے گی بلکہ ان کی روح قبض کر لی جائے گی ۔ تجربہ نے ثابت کیا ہے کہ دیہات میں جہاں چھوٹے چھوٹے لوگوں نے مشترکہ طور پر ٹیوب ویلز لگائے ہیں وہ ٹیوب ویلز فیل ہو چکے

ہیں ۔ جہاں فارمنگ سوسائٹیز بنی ہیں وہاں اس کے حصہ داروں نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے ۔ محکمہ کا انسپکٹر کچھ کہا گیا ہے اور سود کی بڑی بڑی رقمیں ان کے ذمہ ہیں ۔ وہ سود کیسے ادا کریں گے ۔ بیج کو تجربہ کے طور پر دیا گیا تھا میں جناب وزیر زراعت صاحب سے دریافت کروں گا کہ اس صوبہ میں فی ایکڑ پیداوار میں جس قدر حصہ چھوٹے زمینداروں کا ہے وہ بڑے زمینداروں یا فارمنگ سوسائٹیز نے فی ایکڑ اوسط پیدا نہیں کی ۔ جناب والا ۔ ہمارا معاشرہ ایسے اکٹھے نہیں ہوتا ۔ تین بھائی چاچے ماما پھوپھی کے کاشتکاری کا کام نہیں کر سکتے وہ جذبہ ہمارے معاشرہ میں نہیں ہے ۔ یہ کوآپریٹو کے بالکل الٹ ہے ۔ ان کوآپریٹو بنکوں کی جو حالت ہے اس میں جو روپیہ غبن ہوا ہے حکومت اس کو وصول کرنے کے لئے بے قرار ہے مجبوراً اس کے لئے قانون بنائے جا رہے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس صوبہ میں چھوٹے زمینداروں کو ختم کر دیا گیا ہے ۔ حکومت کا اگر مطلب یہ ہے کہ وہ اس تجربہ کو کامیاب بنانا چاہتی ہے تو وہ پہلے کارخانہ داروں کو اور ان کے کارخانوں کو یکجا کریں اور اس سے تجربہ حاصل کیا جائے ۔ اگر وہاں تجربہ کامیاب ہو گیا پھر زمینداروں کی طرف آئیں ۔ (خوب ۔ خوب) خدا کے لئے میری رائے یہ ہے کہ آپ اس سکیم کو ذہن سے نکال دیں ۔ اگر آپ یہ قرار دیتے ہیں کہ آپ ان میں نئی روح پھونکیں گے میں سمجھتا ہوں آپ چھوٹے زمینداروں کی روح کو قبض کریں گے ۔ جہاں تک میرے تجربہ کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے صوبہ میں ۔ ہمارے علاقے میں ۔ ہمارے دیہات میں بلکہ شہروں میں جہاں کاروبار میں اشتراک ہے وہاں ان کا آپس میں جھگڑا ہے اور وہ دیوانی عدالتوں میں اس کے حصہ دار دھکے کھا رہے ہیں کیونکہ اس کے حصہ دار کہا جاتے ہیں کارخانوں یا فیکٹریوں میں تجربہ کریں ۔ خدا کے لئے یہ غاصب ہم پر مسلط نہ فرمائیں ۔

جناب والا ۔ اپنے علاقے کی چند تکالیف کا ذکر کرنے سے پہلے میں اس صوبے کے نیک دل گورنر جناب محمد موسیٰ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس صوبے سے غنڈہ گردی کا خاتمہ کرنے کے لئے جو مہم شروع کی ہے وہ نہایت کامیاب رہی ۔ آپ یقین کیجئے کہ آج سے دو تین ماہ قبل یہاں پر ایک غریب شریف اور معزز شہری کا زندگی بسر کرنا محال ہو گیا تھا لیکن ان کے اس اقدام نے اس صوبے کے غریب شریف اور معزز شہریوں کے جان و مال کی حفاظت کی ضمانت بخشی ہے ۔

جناب والا ۔ میں آپ کی وساطت سے جناب قائد ایوان سے بھی گذارش کرونگا کہ وہ جناب گورنر تک ہماری یہ آواز پہنچا دیں کہ وہ اس مہم کے خاتمے کے بعد چپ نہ ہو جائیں بلکہ ہم نے اس کے بعد ایک اور کوشش بھی کرنی ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ صدر ایوب کی حکومت میں رشوت کو ختم کرنے کے سلسلے میں جو کوشش کی گئی ہے وہ اس سے پہلے کسی بھی حکومت نے نہیں کی تھی ۔ لیکن میں جناب گورنر سے یہ پر زور مطالبہ کرتا ہوں بلکہ یہ میرا ہی نہیں اس صوبے کے پانچ کروڑ عوام کا مطالبہ ہے کہ اس صوبے سے رشوت کے خاتمے کے لئے بھی ایک مہم چلائی جائے میں اپنی جانب سے اس سلسلے میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں کہ صوبائی سطح پر کمیٹی بنائی جائے ۔ ضلع کی سطح پر کمیٹیاں بنائی جائیں اور ڈویژن کی سطح پر کمیٹیاں بنائی جائیں اور اس میں پبلک کے نمائندوں کو برابر شریک کیا جائے ۔ لیکن ان سے قرآن حکیم پر ہاتھ رکھوا کر قسم لی جائے کہ وہ اپنے کسی عزیز یا رشتہ دار کی کسی قسم کی سفارش نہیں مانیں گے اور نہ ہی کسی ذاتی عناد یا انتقامی جذبے کو اپنے فرائض کی انجام دہی میں بروئے کار لائیں گے اور نہ ہی سیاسی اختلافات کی بناء پر کسی کو تنگ کریں گے ۔ اگر ایسا کیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ یہ لعنت اس صوبے سے ختم ہو جائے گی ۔

جناب والا ۔ اس کے بعد میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح پارلیمانی طرز حکومت ہمارے مزاج کے مطابق نہیں ہے اسی طرح انگریزوں کے بنائے ہوئے قوانین بھی ہمارے مزاجوں کے مطابق نہیں ہیں ۔ اس لئے میں یہ گذارش کروں گا کہ انگریزوں کے وضع کردہ قوانین کو ختم کرکے ہمارے ملکی حالات و واقعات اور اپنے معاشرے کے تقاضوں کے مطابق قوانین وضع کئے جائیں تاکہ غریب سے غریب تر آدمی کو بھی انصاف حاصل ہو سکے ۔ اس کے بعد میں یہ گذارش کروں گا کہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اس معزز ایوان میں محترمہ وزیر صحت صاحبہ نے ایک سوال کے جواب میں یہ بتایا تھا اور جو کہ بہت ہی مایوس کن اطلاع تھی کہ اس وقت دیہات کے شفاخانوں میں پانچسو ڈاکٹروں کی اسامیاں خالی ہیں ۔ آپ اندازا لگائیے کہ وہ آبادی جس نے صدر ایوب کے ایک ادنیٰ اشارے پر بھوک کے خلاف جہاد کیا ۔ میں اگر جناب وزیر زراعت کو جناب زراعت کہوں تو یہ بیجا نہ ہو گا ۔ کیونکہ ان کی ریڈیو پر گفتگو اس طرح ہوا کرتی ہے کہ جس طرح وہ دیہاتیوں سے بلا تکلف باتیں کر رہے ہوں ۔ ان کی ان ہی باتوں کا اثر ہے کہ زراعت کے معاملہ میں ہم نے اتنی قلیل مدت میں اس قدر ترقی کی ہے کہ ہم خوراک کے معاملہ میں تقریباً خود کفیل ہو گئے ہیں لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جن دیہاتیوں کی کوششوں کے نتیجے میں ہم نے خوراک کے مسئلے کو حل کیا ہے ان ہی لوگوں کے حالات یہ ہوں کہ ان کے ہسپتالوں میں ڈاکٹر موجود نہ ہوں ۔ لیکن یہ ڈاکٹروں کی کمی کی وجہ نہیں ہے بلکہ اس کی اصل وجہ ایک اور ہی ہے ۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ میڈیکل کالجوں میں دیہاتیوں کو ان کی آبادی کے تناسب کے لحاظ سے پچاسی فیصد نشستیں نہیں ملتیں ۔ اگر ان کالجوں میں پچاسی فیصد نشستیں دیہاتی طلباء کے لئے مخصوص کی جائیں تو اس سے آپ کے شہروں میں ڈاکٹروں کی جو قلت محسوس ہو رہی ہے وہ بھی جاتی رہے گی اور دیہاتیوں کی

ضروریات بھی پوری ہونے کے علاوہ آپ کے پاس اس قدر وافر ڈاکٹر موجود ہوں گے کہ آپ دوسرے اسلامی ممالک میں بھی یہاں سے ہی ڈاکٹر ارسال کرنے کے قابل ہو جائیں گے ۔ بیماریوں میں اضافے کے ساتھ ساتھ یہ بات لازمی طور پر محسوس کی جا رہی ہے کہ صحت کا خیال ضرور رکھا جانا چاہئے ۔ لیکن مجھے نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ پہلے محکمہ صحت کے لئے سولہ کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی تھی مگر امسال اس مد کے لئے حکومت نے اٹھارہ کروڑ روپے کی رقم مختص کی ہے جس میں سے بھی تین کروڑ روپے خاندانی منصوبہ بندی پر خرچ کیا جائے گا اور چار کروڑ روپے مچھروں کو مارنے کے لئے تو نہیں البتہ ان کا زہر کم کرنے کی غرض سے ملیریا ایریڈیکیشن سکیم کے تحت رکھا گیا ہے ۔ اس لئے میں یہ گذارش کروں گا کہ ڈاکٹروں کی دیہات میں موجودہ کمی کو پورا کرنے کے لئے کسی دوسری مد سے اس میزانیہ میں کچھ رقم منتقل کرکے اس کمی کو پورا کرنا چاہئے ۔ آپ یہ دیکھیں کہ یہ میرے ساتھ کس قدر زیادتی ہے کہ میں آپ کے حکم کے مطابق ایک جادوگر کی طرح چھ ماہ میں آپ کی خوراک کی کمی کو پورا کروں ۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے نزدیکی ہمسایہ ملک میں کس قدر بھوک ہے ۔ لیکن خدا کے فضل و کرم سے ہمارے کاشتکاروں اور زمینداروں نے اپنے محبوب صدر کے پیغام پر لبیک کہہ کر بھوک کے خلاف جہاد شروع کر دیا اور آج خدا کے فضل و کرم سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم بھوکے نہیں ہیں اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی خوراک مہیا کرنے کے قابل ہو گئے ہیں ۔ لیکن آپ اس بات کا اندازہ لگائیے کہ ان دیہاتوں میں آپ کی قانون ساز اسمبلیوں کے نمائندے تو پیدا ہو سکتے ہیں جو کہ اس ملک کے لئے قانون تو بنا سکتے ہیں ۔ ان دیہاتوں سے ہم نے وہ وزراء پیدا کئے ہیں جو کہ اس وقت آپ کے سامنے تشریف فرما ہیں ۔ ان دیہاتوں میں نامور پیکر تو پیدا ہو جاتے ہیں ۔ ان دیہاتوں میں اس قدر اہم اور مدبر

شخصیت یعنی صدر ایوب عوام کی قیادت کے لئے تو پیدا ہو جاتے ہیں ۔ ان دیہاتوں میں اتنے اچھے جرنیل پیدا ہو جاتے ہیں کہ جو اپنے سے چھ گنا زیادہ طاقتور اور بڑے دشمن سے ملک کے تحفظ اور اسکی بقاء کے لئے مقابلہ کرسکیں اور ان کو عبرت ناک شکست دے سکیں ۔ ان دیہاتوں میں اس ملک کو آئین بخشنے والے ادارے کے اراکین تو پیدا ہو سکتے ہیں لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ان دیہاتوں میں سی ۔ ایس ۔ پی ۔ ، پی ۔ ایس ۔ پی ۔ ، پی ۔ سی ۔ ایس اور کارک پیدا نہیں ہوسکتے جو کہ اس انتظامیہ کو چلانے میں حکومت کی امداد کو سکیں ۔ میرا مقصد یہ ہے کہ دیہاتی معیار تعلیم کو شہری معیار تعلیم کے برابر لایا جائے اور تمام صوبائی محکموں میں کلاس ۱ ۔ کلاس ۲ اور کلاس ۳ کی ملازمتوں میں دیہاتیوں کے لئے پچاسی فیصد نشستیں مخصوص کی جائیں اور مرکزی حکومت کو یہ سفارش کی جائے کہ سی ۔ ایس ۔ پی اور پی ۔ ایس ۔ پی کی ملازمتوں میں دیہاتیوں کو پچاسی فیصد نشستیں دی جائیں ۔ اور یہ ہمارا حق ہے ۔ ہم اپنی محنت اور کاوش سے اس ملک کی حفاظت کرکے اور اس ملک کو خوراک کے معاملے میں خود کفیل کرنے کے بعد یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں ۔

جناب والا ۔ اس ملک کی زمین وہ زمین ہے کہ جس نے یورپ کے ملکوں کا مقابلہ کرکے پہلے جس زمین میں صرف دس من دیسی گندم پیدا ہوتی تھی لیکن جب اس کو سہولتیں مہیا کی گئیں اور اسے مناسب پانی اور کھاد میسر آیا تو یہی دیہاتی زمین اب ساٹھ من میکسی پاک گندم اور اسی من تا پچاسی من اری پاک چاول پیدا کر رہی ہے ۔ تو اگر آپ دیہاتی طلباء کو بھی اسی طرح کی سہولتیں بہم پہنچائیں اور اس فرسٹ ڈویژن کے مسئلے کو اڑا دیں کیونکہ ہمارے دیہاتوں میں ابتدائی تعلیم کا نظام ناقص ہے اگر اس کو درست کیا جائے تو جس طرح کہ مناسب سہولتوں کے بہم پہنچنے

کے بعد خوراک کے مقابلے میں ہماری زمینوں نے میکسیکو کا مقابلہ کیا ہے بالکل اسی طرح ہم بھی اچھے کلرک اور افسر فراہم کر سکتے ہیں -

جناب والا - اس کے بعد میں اپنے علاقے کے چند مسائل آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ میں آپ کی وساطت سے متعلقہ وزراء صاحبان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میری اس تقریر کو ایک رواجی تقریر نہ سمجھیں بلکہ وہ میرے بیان کردہ مسائل کو نوٹ فرمائیں اور اس کے بعد ان پر پوری توجہ دیں -

جناب والا - لاہور کا نام تو بہت بڑا ہے - لیکن اگر آپ غور فرمائیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ ضلع لاہور کی دیہاتی آبادی میں آج تک کوئی کارخانہ قائم نہیں کیا گیا حالانکہ ضلع لاہور میں گنے کی پیداوار کا یہ عالم ہے کہ ہم گوجرانوالہ اور مردان سے زیادہ گنا پیدا کرتے ہیں اور ہمارے گنے میں چینی کی مقدار بھی ان کے گنے سے کم نہیں ہے - اس لئے اگر ضلع لاہور کے گنے کی کھپت کے لئے پتوکی کے مقام پر چینی کا ایک کارخانہ قائم کر دیا جائے تو اس سے کاشتکاروں کو بڑا فائدہ ہوگا - میں وزیر آبپاشی سے یہ گذارش کروں گا کہ جب یہاں پر اس وزارت کا قلمدان ہمارے کاشتکار وزیر کے پاس تھا تو ہندوستان کی جانب سے آنے والی نہروں میں پانی کی کمی کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے حکومت کی طرف سے راجباہوں پر ٹیوب ویل نصب کروائے اس طرح انہوں نے ہمارے پانی کی کمی کو پورا کر دیا لیکن ہمیں جو موگے دیئے گئے ہیں وہ نیچے کی بجائے اوپر سے دیئے گئے ہیں - اس کی اصل وجہ یہ ہے - کہ ٹیوب ویل لگا کر ان کو نہروں میں ڈال دیا گیا ہے - اور ہمارے موگے بدستور اتنے ہی ہیں - جو موگا پہلے ایک کیوسک پانی دیتا تھا - وہ اب بھی ایک کیوسک پانی دے رہا ہے - لیکن آبیانہ کی حالت یہ ہے - کہ پہلے گندم کا آبیانہ ۹ روپے فی ایکڑ تھا - اب ۱۸ روپے فی ایکڑ ہے - جناب والا - اگر ہمارا پانی بڑھایا گیا - تو ہمارے موگے بھی

بڑھائے جائیں ۔ اور میں گذارش کروں گا ۔ کہ ایک کیوسک والے موگے کو اگر دو کیوسک پانی دینا ہے ۔ تو آپ ۹ روپے کی بجائے ۱۸ روپے آبیانہ مقرر کیجئے ۔ اگر ایک کیوسک کی بجائے تین کیوسک پانی دینا ہے ۔ آپ اس کو تین گنا کر دیجئے ۔ لیکن یہ انصاف نہیں ۔ کہ ہمیں پانی ایک کیوسک ملتا ہے اور آبیانہ تین گنا ہے ۔ جناب والا ۔ میں ان کی توجہ پھر اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں ۔ کہ وہ اچھی طرح سے تحقیق کریں ، تسلی کریں ۔ محکمہ نہر سے ہمارا معاہدہ ہے ۔ کہ اگر آپ ہمیں ایک کیوسک پانی دیں گے ۔ تو ہم اتنے روپے فی ایکڑ اس جنس کے حساب سے آبیانہ دیں گے ۔ اگر آپ ہمیں پانی زیادہ نہیں دیں گے تو ہم سے آبیانہ وصول کرنے کا اختیار بھی نہیں رکھتے ۔ میں سمجھوں گا کہ اگر وہ وصول کریں گے ۔ تو یہ بے انصافی ہے ۔ جناب والا ۔ اس کے علاوہ میں جناب وزیر تعلیم کی خدمت میں گذارش کروں گا ۔ کہ ضلع لاہور کے دیہات میں کوئی بھی گورنمنٹ کالج یا انٹرمیڈیٹ کالج نہیں ہے ۔ پتوکی ایک ایسا مقام ہے ۔ کہ جس کے میونسپل کالج میں ۶۰ میل رقبہ کے دیہاتی ایریا کے بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں ۔ لیکن جناب والا ۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ اس میونسپل کمیٹی کی مالی حالت بڑی کمزور ہے ۔ جبکہ ہماری تحصیل سے کاشت سے لاکھوں روپے سالانہ کی آمدنی ہوتی ہے ۔ میں نے ڈسٹرکٹ کونسل لاہور کو ایک قرار داد پیش کی تھی اور ڈسٹرکٹ کونسل نے بالاتفاق رائے منظور کرکے محکمہ متعلقہ کو سفارش کی کہ وہ ایک لاکھ روپے سالانہ کی گرانٹ پتوکی کو دے تاکہ وہ کالج چل سکے ۔ اس پر انہوں نے جواب دیا ۔ کہ اگر صوبائی حکومت اس کالج کو اپنی تحویل میں لے لے تو ہم اس کو گرانٹ دینے کے لئے تیار ہیں ۔ اس لئے میں رحم دل ، اور نہایت خلیق وزیر تعلیم سے اپنے ۶۰ میل کے دیہاتی طلباء کے لئے رحم کی اپیل کرتا ہوں ۔ کہ آپ خدا کے لئے میری اس اپیل پر

غور فرمائیے اور ان بچوں کو یہ موقع دیجئے کہ انہیں بھی تعلیم مل سکے ۔ جناب والا ۔ اس کے بعد وزیر بنیادی جمہوریت میاں محمد یاسین وٹو کی توجہ بھی انکے ضلع سے ملحقہ دیہات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں ۔ چونکہ ہم دیپالپور اور چونیاں کو ایک ہی سمجھتے ہیں ۔ جیسا کہ وہ اپنی تقریر میں فرما چکے ہیں ۔ جناب والا ۔ پتوکی ایک بہت بڑا قصبہ ہے ۔ لیکن وہاں پینے کا پانی بالکل کڑوا ہے ۔ آج تک حکومت کی طرف سے وہاں پینے کے پانی کا انتظام نہیں کیا گیا ۔ ان کے محکمہ سے درخواستیں کی گئیں ۔ ان کی شرط یہ ہے ۔ کہ میونسپل کمیٹی بھی اتنا روپیہ ادا کرے ۔ لیکن ہماری بد قسمتی کہ اس میونسپل کمیٹی کے پاس اتنا روپیہ نہیں ہے میں ان سے درخواست کرتا ہوں ۔ کہ اگر وہ مقررہ رقم ہم سے قسطوں میں لے لیں ۔ تو وہ ہمارا مسئلہ حل ہو سکتا ہے ۔ اور وہاں پینے کے پانی کا انتظام ہو سکتا ہے ۔ اس لئے میں ان سے درخواست کروں گا ۔ کہ وہ روپیہ ہم سے قسطوں میں وصول کر لیں ۔ لیکن وہاں کے انسانوں کو میٹھا پانی مہیا کر دیں ۔ میں سمجھوں گا ۔ کہ ان کا ہم پر احسان عظیم ہے اس کے بعد میں نہایت ہی قابل ترین وزیر تعمیرات عامہ کی توجہ ضلع لاہور کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں ۔ میں فخر سے کہہ سکتا ہوں ۔ کہ ضلع لاہور کی ڈسٹرکٹ کونسل نے مالی حالت کمزور ہونے کے باوجود مغربی پاکستان میں سب سے بڑی پکی سڑکیں تعمیر کی ہیں ۔ لیکن اب روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کی حالت خراب ہو رہی ہے ۔ میں جناب وزیر تعمیرات سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر وہ ضلع لاہور کی سڑکوں کو اپنی تحویل میں لے لیں ۔ تو وہ روپیہ جو دیہی ترقیاتی پروگرام سے اس میں صرف کیا گیا ہے وہ ضائع نہ ہوگا ۔ ورنہ یقین کیجئے کہ وہ روپیہ چند سالوں میں بے سود ثابت ہو گا ۔ اس لئے میں ان سے درخواست کرتا ہوں ۔ کہ وہ ان کو اپنی تحویل میں لے لیں ۔ میں جناب وزیر زراعت سے درخواست کروں گا کہ جہاں جناب وزیر زراعت نے ٹریکٹروں کی کاشت پر زور

دیا ہے ۔ اور صدر مملکت اور ہمارے گورنر صاحب بھی روزانہ یہ زور دے رہے ہیں کہ مشینی کاشت کو فروغ دیا جائے ۔ وہاں یہ ضروری ہے ۔ کہ آپ زمیندار کے لئے موقع مہیا کریں ۔ کہ وہ مشینی کاشت کو فروغ دے سکے ۔ اس لئے ضروری ہے ۔ کہ آپ اس صوبے کی ہر ایک تحصیل میں ایک ایک ٹریکٹروں کی ورکشاپ بنالیں ۔ ورنہ یہ نہیں کہ ڈیڑھ سو میل سے لوگ یہاں لاہور شہر میں ٹریکٹر لے کر آئیں ۔ اور اس طرح مول سے سود بڑھ جاتا ہے ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ۴۵ یا ۵۰ روپے آنے جانے پر خرچ آئے ۔ اس لئے اگر آپ مشینی کاشت کو فروغ دینا چاہتے ہیں ۔ تو ہر تحصیل میں ایک ٹریکٹروں کی ورکشاپ بنالیے ۔ جناب والا ۔ زراعت کے لئے بجلی کا محکمہ کچھ کچھ مفید ثابت ہوا ہے ۔ ٹیوب ویلوں سے پانی کی کمی کو پورا کیا جاتا ہے ۔ لیکن میں ذاتی معلومات کی بناء پر وزیر آبپاشی سے گذارش کروں گا ۔ کہ محکمہ واپڈا کے پاس اب ٹرانسفارمر نہیں ہیں ۔ وہ لائنیں نہیں لگاتے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں ۔ کہ زرمبادلہ ہمیں اتنا دیا گیا ہے ۔ ہم ٹرانسفارمر نہیں لگا سکتے ۔ اس لئے انہیں فوری طور پر اس مسئلہ پر توجہ دینی چاہئے ۔ اور ٹرانسفارمر لگا کر ہماری بڑھتی ہوئی زراعت کو بڑھانے کے لئے انہیں زیادہ سے زیادہ انتظام کرنا چاہئے ۔ جناب والا ۔ اس کے علاوہ میں جناب وزیر بحالیات سے یہ درخواست کرتا ہوں ۔ کہ وہ بے خانماں لوگوں کی طرف توجہ دیں ان مہاجروں کی طرف توجہ دیں ۔ جنہوں نے پاکستان بنانے کے لئے عظیم قربانیاں پیش کیں ۔ لیکن یقین کیجئے ۔ کہ ان بے چاروں کو جن کی کوئی سفارش نہیں تھی ۔ جن کے پاس رشوت دینے کے لئے پیسہ نہ تھا جو کمزور تھے ۔ آج تک ان کو دعاوی کے بدلے میں یہاں کچھ نہیں ملا ۔ اور لاکھوں آدمی دھکے کھاتے پھرتے ہیں ۔ اور رو رہے ہیں ۔ لیکن کوئی پرسان حال نہیں ۔ اس لئے میں ان سے گذارش کرتا ہوں ۔ کہ وہ اپنا حق مانگتے ہیں ۔ ہندو کی جائداد آپ نے دینی ہے ۔ آپ

ذرا اپنے افسران کو کہہ دیجئے ۔ کہ یہ ان کا حصہ ہے ۔ اس کو غصب نہ کیجئے ۔ اس کو نہ کھاؤ ۔ لوٹ مار نہ کرو ۔ ان غریبوں کے پاس نہ کوئی پیسہ ہے ۔ اور نہ ہی ان کی کوئی approach ہے ۔ اس لئے میں ان سے گذارش کروں گا ۔ کہ وہ خاص دلچسپی لیں ۔ اور اپنے افسران کو کہیں کہ ان کی آباد کاری تیز تر کرکے اس محکمہ کو ختم کر دیا جائے ۔ جناب والا ۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں ۔

راجہ غلام سرور خان (راولپنڈی ۔ ۲) ۔ جناب سپیکر ۔ بغیر ٹیکس کے بجٹ برائے سال ۱۹۶۸-۶۹ء پر جو زیر سرپرستی گورنر سردار محمد موسیٰ خان مغربی پاکستان جس کو جناب سعید احمد کرمانی وزیر خزانہ نے اس معزز ایوان میں پیش کیا ہے ۔ میں جناب گورنر ، وزیر خزانہ اور افسران محکمہ خزانہ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔

اب میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان میں پیش کردہ میزانیہ کی خصوصیات عرض کروں گا ۔ اس پیش کردہ بجٹ میں علاقائی حق پورے صوبہ کے محفوظ ہیں ۔ اور نہ ہی کوئی نیا ٹیکس عائد ہوا ہے ۔ خاص کر پسماندہ علاقوں کی طرف توجہ دے کر ہم لوگوں کی بے حد حوصلہ افزائی فرمائی گئی ہے ۔ یہ اس حکومت کا بہت بڑا کارنامہ ہے ورنہ ہم لوگوں کی زندگی میں ناقابل برداشت دشواریاں تھیں ۔

جناب والا ۔ انقلابی حکومت سے پہلے حکمرانوں نے ہمارے علاقہ کو پاکستان کا حصہ ہی خیال نہیں کیا تھا ۔ وہ علاقائی لحاظ سے اپنے ملک سے بڑے ناواقف تھے ۔ وہ اقتدار کی کرسیوں اور جھگڑوں میں مصروف رہتے تھے ۔ لیکن جناب فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی اس انقلابی حکومت اور مضبوط قیادت میں قابل رشک ترقی ہوئی ہے اور اس دس سال میں اپنی اپنی بساط کے مطابق پورے ملک کو حق دے کر اس حکومت نے ملک اور قوم کو

زندہ کر دیا ہے ۔ اب ملک میں خوشحالی اور بیداری پیدا ہو گئی ہے ۔ میں صدارتی نظام میں اصول بنیادی جمہوریت کو سراہتے ہوئے عرض کروں گا کہ عوام اور انتظامیہ اب بہت قریب ہو گئے ہیں ۔ جس سے ہماری زندگی میں کافی سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں ۔ ورنہ ہم لوگ آپس کے چھوٹے چھوٹے جھگڑوں میں کچہریوں میں آ کر سینکڑوں بلکہ ہزاروں روپیہ خرچ کر دیتے تھے ۔ اور اب ہم براہ راست یونین کونسلوں میں اپنے جھگڑے طے کر لیتے ہیں اور اپنی بہتری کے منصوبے بھی مکمل کر لیتے ہیں ۔ اب ہر فرد کو اپنی ذمہ داری اور خود مختاری کا پورا احساس ہے جس سے ملک میں بے مثال ترقی ہوئی ہے ۔

جناب والا ۔ صدر مملکت کی انتھک کوششوں ، روشن دماغی ، اعلیٰ شخصیت اور بلند کرداری کی وجہ سے دوسرے ممالک کے ساتھ سچی دوستی اور محبت کے رشتے قائم ہوئے ہیں ۔ جس سے اب پاکستان کو بیرونی ممالک میں بہت بلند مقام حاصل ہے ۔

جناب سپیکر ۔ ملک کی ترقی کے لئے دوسرے ممالک بھی ہمیں بڑھ چڑھکر امداد دے رہے ہیں اور ہماری ملکی ترقی میں بے حد اضافہ ہو رہا ہے ۔

جناب والا ۔ اس ایوان میں حکومت کی مخالف پارٹی نے پچھلے دنوں بیرونی ممالک کے قرضے پر کافی اعتراض اور بحث کی تھی ۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ قرضہ ہمیشہ نیک نامی اور اعتبار کے لحاظ سے حاصل ہوتا ہے ۔ اور اس ملک میں ترقیاتی منصوبوں کی جلد تکمیل اور اناج کی پیداوار میں بے حد اضافہ ہماری بیداری اور ترقی کا بڑا ثبوت ہے ۔ ان کارناموں اور اعلیٰ اعتبار کے لحاظ سے دوسرے ممالک میں پاکستان کی بہت عزت ہے ۔ اور دن بدن ہمارے ملک کا نام روشن ہو رہا ہے ۔ جس

سے قرضوں میں بے حد سہولتیں ہیں ۔ اس لئے جناب سپیکر ۔ صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان اور ان کے ہمراہی ہر مقام پر مبارکباد کے مستحق ہیں ۔ میں دلی مبارک باد پیش کرتے ہوئے اب اپنے علاقائی حالات آپ کی وساطت سے عرض کروں گا ۔

جناب والا ۔ ہماری ضروریات صرف آٹے اور سکولوں میں ٹاٹوں کی ہیں ۔ باقی نہ بجلی نہ ٹیکسٹائل ملز ان چیزوں کی ہمیں ضرورت نہیں ہے ۔ صرف آٹا چاہئیے کھانے کے لئے اور کوہستانی بچوں کے لئے جو ننگے فرش پر بیٹھتے ہیں ، ان کے لئے ٹاٹوں کی ضرورت ہے ۔ جناب والا ۔ بڑا خوشی کا مقام ہے کہ وزراء صاحبان کی اکثریت ہمارے حالات اور واقعات سے پوری طرح واقف ہے ۔ وہ ہمیشہ اپنی مہربانیوں سے نوازتے ہیں اور موجودہ حکومت کو ہماری پسماندگی کا بڑا احساس ہے ۔ جناب وزیر زراعت اور لیڈر آف دی ہاؤس ملک خدا بخش بچہ عمر اور تجربہ کے لحاظ سے صحیح معنوں میں بزرگ ہیں اور ان کے شعبہ میں بفضل ربی ہر قسم کی بے حد ترقی ہوئی ہے ۔ وہ ہماری زمینداری سے پورے واقف ہیں کہ ایک کنال فی کس کے حساب سے ہماری زمین ہے ۔ جناب فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے ہماری پسماندگی کے پیش نظر ۱۹۵۹ء اور ۱۹۶۰ء میں غلام محمد بیراج میں ایک چک منظور فرمایا تھا ۔ بدنصیبی سے اس چک کی زمین ناقابل کاشت ثابت ہوئی ۔ ہمارے سابقہ گورنر جناب ملک امیر محمد خان مرحوم نے میری درخواست پر اس ناکاری زمین کے بدلے میں گدو بیراج میں زمینیں دینے کا وعدہ فرمایا تھا ۔ جناب والا ۔ ۱۹۶۲ء سے آج تک اس زمین کا ہم

کوہستانیوں کے لئے کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا ۔ پچھلے دنوں میرے ایک سوال نمبر ۱۲۳۰۹ کے سلسلہ میں جناب وزیر متعلقہ نے خاصی توجہ فرمانے کا وعدہ فرمایا تھا ۔ امید ہے کہ وہ اپنی وسیع معلومات اور تجربے کے ماتحت ہمارے اس علاقہ پر مہربانی فرمائیں گے اور ہمیں ہمارا حق دیں گے ۔ کیونکہ باقی دونوں تحصیلوں میں زمین دی جا چکی ہے ۔ صرف اس جگہ زمین نہیں ملی جس جگہ غلہ نہیں ہوتا ہے یعنی مری اور کہوٹہ میں ۔ جناب والا ۔ حقیقت یہ ہے کہ غلہ نہ ہونے کی وجہ سے ان علاقوں میں جو دشواریاں ہیں وہ ہم ہی جانتے ہیں ۔ جس وقت ہمارے علاقہ میں سات آٹھ فٹ تک برف پڑی ہوتی ہے تو اس وقت ہم ایک دوسرے کا پتہ بھی نہیں کر سکتے ہیں اور پھر جس گھر میں آٹا ہی نہ ہو اس کا کیا حشر ہوتا ہو گا ۔ آپ خود اندازہ لگائیے کہ دنیا کی سب چیزوں سے پہلے پیٹ بھرنے کے لئے آٹے کی ضرورت ہے ۔ اس لئے میں پھر التجا کروں گا کہ اس مسئلہ پر خاص غور فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں۔ جناب والا۔ اس سال حکومت نے اس تکلیف اور ان دشواریوں کے پیش نظر ہمارے علاقوں کی بیواؤں۔ یتیموں اور بیماروں کی انتہائی امداد کی یعنی مفت آٹا تقسیم کیا ۔ جس سے علاقہ کے عوام کو پورا احساس ہے کہ موجودہ حکومت نے ہماری پسماندگی کے پیش نظر ہمارے ناکارہ لوگوں کی امداد کی ہے ۔ جس کے لئے ہم سب شکر گذار ہیں ۔ جناب والا ۔ یہ عمل اس بابرکت انقلابی حکومت کا ہے ورنہ ۱۹۵۸ء سے پہلے کے حکمرانوں نے ایک موقعہ پر آٹے کی جگہ ہمیں پورا تقسیم کیا تھا جو ہمیں زندگی تک یاد رہے گا ۔ شاید ان کو ہماری

بددعا کا ہی نتیجہ ہے کہ ان کا اب نام و نشان بھی نہیں ۔ میں مغربی پاکستان کی حکومت اور جناب گورنر کا انتہائی مشکور ہوں کہ انہوں نے ہمارے علاقہ کی طرف خاص توجہ دی ہے اور وعدہ فرمایا ہے کہ آئندہ بھی غلہ کا انتظام خاص طور پر کیا جائے گا ۔ میں جناب ملک بچہ صاحب کی خدمت میں ایک گذارش کروں گا جس کے متعلق وہ اور ان کے سیکرٹری جناب اسیر احمد خان پوری طرح واقف ہیں کیونکہ جناب سیکرٹری صاحب ہمارے علاقے میں ڈی ۔ ایف ۔ او رہے ہیں ان کو ہمارے جنگلات کی حالت کا پورا پتہ ہے ۔ انہوں نے اپنے زمانہ میں جنگلات کے بچاؤ کے لئے اس علاقہ کی چند یونین کونسلوں میں مفت نہیں بلکہ رعایت قیمت پر بالن لکڑی کے ڈپو کھولے تھے ۔ جن سے یہ جنگلات بچ گئے ۔ لیکن اب ان حالات میں جنگلات کو بے حد نقصان ہو رہا ہے ۔ ۱۹۶۲ء سے میں حکومت کی توجہ اس امر کی طرف دلا رہا ہوں اور جناب ملک قادر بخش صاحب نے اپنے وقت میں خاص طور پر ایک تجویز پیش کی تھی لیکن تاحال اس پر کوئی توجہ نہیں دی گئی ہے ہمارے علاقہ کے کنزرویٹر جنگلات حسن علی قریشی صاحب بے حد دیانت دار اور بڑے محنتی ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ جنگلات کو مزید نقصان نہ ہو لیکن ایک Forester ایک Ranger اور ایک سپاہی سے پورے علاقہ کی کس طرح محافظت ہو سکتی ہے ۔

مسٹر حمزہ ۔ آپ نے کسی بد دیانت کا نام نہیں لیا ۔

راجہ غلام سرور خان ۔ مجھے کوئی بددیانت نہیں ملا ۔

جناب والا ۔ ان کے لئے بے حد مجبوریاں ہیں اس لئے میری استدعا ہے کہ ان قیمتی جنگلات کو بچائیں اور گھوڑا گلی ، روات ، سربگلہ ، پوڑہ شریف ۔ اوسیاہ ، ارباگلی اور بھگواڑی میں حسب سابق ڈپو کھول دئے جائیں ۔ تو یہ خوشنما جنگلات نقصان سے بچ جائیں گے ۔ ورنہ آپ کے صحت افزا مقام کا نام بھی نہیں رہے گا ۔ میں اس صوبہ کے ہر دل عزیز وزراء صاحبان کا بے حد مشکور ہوں کہ وہ ہمارے ہاں پہنچے اور سفر کی تکالیف برداشت کیں اور ہماری حوصلہ افزائی فرمائی جناب والا ۔ اس صدارتی نظام سے پہلے وہاں وزراء تو درکنار ضلع کے بڑے افسر کو دیکھنا نصیب نہیں ہوتا تھا ۔ ایک دفعہ سخت سردیوں میں سید احمد سعید کرمانی صاحب اور ملک اللہ یار خان صاحب مری گئے تھے اور کئی ہزار افراد کو خطاب بھی کیا تھا ۔ جلسہ میں دور دراز سے لوگ آئے اور اس بڑے اجتماع میں شمولیت کی ۔ عوام نے اپنی عرضداشتیں ان کی خدمت میں پیش کیں ۔ وہاں کے طلباء بھی ایک گروپ کی شکل میں ان کی خدمت میں پیش ہوئے تھے ۔ ان کے کالج کو جو ڈگری کا درجہ ملنا تھا وہ ۵ سال سے سیاست کا شکار ہو گیا ہے ۔

وزیر بلدیات ۔ کالج کھولے ہوئے تو سات سال ہو گئے ہیں ۔

راجہ غلام سرور خان ۔ میں اسی کالج کے متعلق عرض کر رہا ہوں جناب والا ۔ ان طلباء نے اس بات پر زور دیا کہ وہاں کے کالج کو ڈگری کا درجہ دیا جائے کیونکہ ان کوہستانی طلباء کو حد سے زیادہ لاچار ہو کر راولپنڈی جا کر تعلیم حاصل کرنی پڑتی ہے ۔ راولپنڈی کے اخراجات لاہور سے زیادہ ہیں کیونکہ وہ capital ہے اور بڑے شہر یعنی capital میں زندگی گذارنا کوہستانی بچوں کے لئے بہت مشکل ہے ۔ مجھے امید ہے کہ

ان حالات اور تکلیفات کو محسوس کرتے ہوئے حکومت اس امر کا یقین دلائے گی کہ ان کا حق جلد از جلد اسی سال دے دیا جائے گا ۔

جناب والا ۔ میں نے سابقہ سیشن کے دوران اپنے ہمہ صفت موصوف نوابزادہ محمد علی وزیر تعلیم کی خدمت میں درخواست پیش کی تھی اور کئی ریزولیشن بھی ان حلقہ جات کی طرف سے آئے اور جناب کرمانی صاحب نے بھی حمایت کی تھی اور مجھے یقین تھا کہ ان گذارشات کو مدنظر رکھتے ہوئے غالباً ہم پر اس سال ضرور مہربانی ہو گی ۔

Minister of Finance : He has made out a case.

راجہ غلام سرور خان ۔ جناب سپیکر ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کالج کو ڈگری کا درجہ نہ ملنے کی وجہ سے طلباء ایف ۔ اے کی تعلیم کے بعد بالکل زندگی سے محروم ہو جاتے ہیں ۔ جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں ہماری زندگی کا سہارا مزدوری اور ملازمت ہے ۔ تین چار ماہ گرمی کے سیزن میں امیر لوگ وہاں جاتے ہیں اور وہاں کے لوگ مزدوری سے اپنا گذارہ کرتے ہیں ۔ جناب والا ۔ جب سیاح موسم سرما میں میدانی علاقوں میں واپس آ جاتے ہیں تو پھر ان کوہستانی لوگوں کو سخت سردی میں بھی گزارہ کرنا پڑتا ہے ۔ میں نے ریلوے بجٹ پر بحث کے دوران گذارش کی تھی کہ ان غریبوں کو بھی حکومت کے ہر شعبہ میں ملازمت کا کوٹا ملنا چاہئے کیونکہ اس کوہستانی علاقہ میں جہاں کسی کی کوئی زمین نہیں ہے یا جو مزدوری سے گذارہ کرتے ہیں اور کچھ پڑھے لکھے بھی ہیں ان کے لئے ملازمت کا کوٹا ضرور ہونا چاہئے ۔ تاکہ وہ بھی اپنا پیٹ بھر سکیں ۔

جناب والا ۔ جونیجو صاحب نوابزادہ محمد علی صاحب ملک اللہ یار خان اور جناب کرمانی صاحب نے انتہائی کرم فرمائی کی اور ہماری تحصیل کہوٹہ

میں تشریف لائے جہاں اس سے پہلے تمام زندگی کوئی وزیر صاحب نہیں گئے تھے ۔ انہوں نے عوام کے خلوص اور ان کی وفاداری کو دیکھا ۔ وہاں ہزارہا لوگوں کا اجتماع تھا ۔ ان لوگوں نے کبھی کسی وزیر کو نہیں دیکھا تھا اور ان کو پتہ نہیں تھا وزیر کیا چیز ہے ۔ الحمدللہ کہ ہمارے وزراء کرام نے ان لوگوں کی بڑی حوصلہ افزائی کی ۔ جس سے علاقہ ہائے میں اس حکومت کے اعلیٰ کارناموں کی تسلی ہوئی ۔

مسٹر حمزہ ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔ معزز ممبر نے فرمایا ہے کہ وہاں کے لوگوں نے کبھی وزیر نہیں دیکھا ان کو پتہ نہیں کہ وزیر کیا چیز ہے ؟ اس کا کیا مطلب ہے ؟ وزیر انسان ہوتے ہیں یا جنات ہوتے ہیں یا کیا ہوتے ہیں ؟

راجہ غلام سرور خان ۔ آپ کے علاقہ میں جنات ہوتے ہوں گے یہ تو فرشتہ بن کر وہاں گئے تھے ۔

مسٹر سینئر ڈپٹی سپیکر ۔ اب آپ تشریف رکھیں ۔

The House now stands adjourned till 8.00 a.m. tomorrow.

The Assembly then adjourned (at 1.30. p.m.) till 8.00 a.m. on Thursday, the 20th June, 1968.

Thursday, the 20th June, 1968.

پنج شنبہ - ۲۳ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

The Assembly met at the Assembly Chamber, Lahore at 8-00 a.m. of the clock. Mr. Speaker, Chaudhri Muhammad Anwar, H.K., in the Chair.

Recitation from the Holy Qur'an by Qari Ali Hussain Siddiqi (Qari of the Assembly) and its translation.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ
إِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ
إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا
تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا
تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ قَالَ إِنَّمَآ
اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ
مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ

(پ ۲۰ - س ۴۸ - ع ۱۱ - آیات ۷۶ تا ۷۸)

بیشک قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا اور وہ ان لوگوں پر ظلم و تشدد کرتا تھا۔ اور ہم نے اسکو اتنے خزانے دیئے تھے کہ انکی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو اٹھانا مشکل تھیں جب اس سے اسکی قوم نے کہا کہ اترا مت کہ اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو مال و دولت کو اللہ نے عطا فرمائی ہے اسکے ذریعہ آخرت کی بھلائی طلب کرو۔ اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلاؤ اور جیسا کہ اللہ نے تم پر احسان کیا ہے تم بھی لوگوں پر احسان کرو اور ملک میں فساد مت برپا کرو۔ کیونکہ اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔ وہ بولا یہ (مال و دولت) میری دانش کے زور سے ملی ہے۔ کیا اسکو معلوم نہیں کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی امتیں جو اس سے قوت میں بڑھ کر اور جمعیت میں بیشتر تھیں ہلاک کر ڈالی ہیں۔ اور کیا مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔

وما علینا الا البلاغ

QUESTIONS OF PRIVILEGE

RE : INCOMPLETE ANSWER TO STARRED QUESTION NO. 10964 ABOUT THE NUMBER OF SUGAR MILLS SANCTIONED FOR INSTALLATION IN THE PROVINCE

Mr. Speaker : There is one privilege motion which was deferred for today. Yes, the Parliamentary Secretary for Railway.

پارلیمنٹری سیکرٹری (سردار محمد اشرف خان) ۔ جناب والا ۔ سترہ تاریخ کو جب کہ محکمہ صنعت و تجارت کے سوالات کا دن تھا ، اس دن حمزہ صاحب کے سوال نمبر ۱۰۹۶۴ کے حصہ (الف) میں یہ دریافت کیا گیا تھا :۔

> "The number of sugar mills sanctioned for installation in the Province since 1963 uptodate. . "

اس کے جواب میں میں نے عرض کیا تھا "تیرہ" ۔ اس سلسلہ میں جناب حاجی عطا محمد صاحب نے ایک تحریک استحقاق کا نوٹس دیا ہے جس میں انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے ان کو اور ایوان کو غلط اطلاعات فراہم کی ہیں ۔ اس سلسلہ میں یہ عرض کروں گا کہ جیسا کہ اس سے پہلے سوال نمبر ۱۰۹۶۳ (جو کہ ٹیکسٹائل ملز کے سلسلہ میں تھا) میں نے یہ تمام باتیں وضاحت سے عرض کر دی تھیں کہ ایک sanctioned project سے کیا مراد ہوتی ہے اور ایک ٹیکسٹائل مل کو یا ایک شوگر مل کر ہم کس وقت سمجھتے ہیں کہ یہ sanctioned project ہے ۔ جناب والا ۔ سوال نمبر ۱۰۹۶۳ کے جواب کا جو relevant portion ہے ۔ میں اس کو پڑھ دینا ضروری سمجھتا ہوں ۔ اس میں میں نے یہ عرض کیا تھا :۔

"A textile project has to pass through many stages before it can be said that the unit has actually been sanctioned. The financing institutions can consider textile projects for grant of foreign exchange loans with or without the sponsorship of the Provincial Government. The case is then put up in the Board meeting of the financing agency and its feasibility or other aspects are examined by the Board of Directors. Then, if it is cleared by the Board, the foreign exchange loan is given to the sponsors of the project.

Finally a letter of credit has to be established upon which the import of machinery takes place. It is only after all these steps have been taken that a textile mill can be considered to be sanctioned."

Sir, this was a very important statement which I made before this House and, Sir, you will recall that after this even Mr. Hamza pointed out certain disparities between this question regarding the textile mills and the question which was answered in the previous session of the Assembly and I explained in detail that there was a difference in these two questions. Because in the previous question the Member had sought information about all those textile mills which were recommended by the Provincial Government and in these two questions - 10963 & 10964 - the information about those textile and sugar mills was sought which were practically sanctioned by the Government.

جناب والا ۔ میں سمجھتا ہوں ۔ کہ یہ بات کہ sanctioned project سے کیا مراد ہے واضح ہوگئی ہوگی ۔ اور یہ بالکل درست تھا کہ ۱۹۶۳ء میں ۱۳ شوگر ملز sanction ہوئی تھیں ۔ حاجی صاحب نے تالپور شوگر مل سجاول کے متعلق جو فرمایا تھا ۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جہاں تک صوبائی حکومت کا تعلق ہے اس project کے لئے ۶۷-۱-۱۶ کو proposal ہوئی تھی اور اسے recommend کرکے سنٹرل گورنمنٹ کے پاس بھیج دیا گیا ۔ چونکہ اس مل نے مطلوبہ stages کو clear نہیں کیا تھا اس لئے اس کو sanctioned میں شمار نہیں کیا جا سکتا ۔ آخری رپورٹ جو ہم نے PICIC سے منگوائی اور جو ۶۸-۶-۱۹ کو ہمیں ملی ہے

میں وہ پڑھ کر سناتا ہوں :-

"The latest progress report of the project of Mir Aijaz Ali Talpur, *i.e.*, Talpur Sugar Mills, for setting up a sugar mill in Sajawal-Golarchi area.

The above party was sponsored by the Provincial Government to PICIC on 14th January, 1967 for financial assistance.

The latest position as ascertained from the PICIC today, *i.e.*, 19th June, 1968, is that the sponsors have submitted their loan application to the PICIC. The Corporation has asked them to submit a detailed report regarding the availability of sugar-cane in the proposed area and the suitability of the sugar-cane for manufacture of sugar. PICIC is awaiting this report."

After this report it is clear. . . . . .

Mr. Speaker : The Parliamentary Secretary means to say that this sugar mill has not been sanctioned so far.

Parliamentary Secretary : It is under the consideration of the PICIC and as I have said, at the present stage the mill cannot be considered to be sanctioned as such. Therefore, Sir, no wrong reply was given and there is no question of a breach of privilege.

Mr. Speaker : In view of the statement made by the Parliamentary Secretary, Industries, there is, prima facie, no case of breach of privilege. The motion is ruled out of order.

THE WEST PAKISTAN GENERAL BUDGET FOR THE YEAR 1968-69.

DISCUSSION ON THE GENERAL BUDGET AS A WHOLE. (*contd*)

Mr. Speaker : The House will now resume discussion on the General Budget as a whole. Raja Ghulam Sarwar Khan.

راجہ غلام سرور خان (راولپنڈی-۲) - جناب والا - میں آپ کے انصاف اور آپ کی کرم نوازیوں کا انتہائی مشکور ہوں - کہ آپ نے مجھے اپنے علاقہ کی تکالیف بیان کرنے کا دوبارہ موقع دیا ہے -

مسٹر سپیکر ۔ دوبارہ موقع نہیں دیا گیا ۔ آپ کو موقع اس لئے دیا گیا ہے ۔ کیونکہ آپ کی تقریر جاری تھی ۔

راجہ غلام سرور خان ۔ شکریہ ۔ جناب والا ۔ میں نے کل اپنے ملک کی بے مثال ترقی اور حکومت کے اعلیٰ کارناموں کی وضاحت کی تھی ۔ اور مری کے ڈگری کالج کے متعلق میں اپنی گذارشات پیش کر رہا تھا ۔ کہ اسمبلی کا وقت ختم ہو گیا تھا ۔ نواب زادہ صاحب اس وقت موجود نہیں ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کی خدمت میں دوبارہ درخواست کی جائے ۔ کہ وہ ہمارے کوہستانی علاقہ پر اس سال ضرور مہربانی فرمائیں اور ہمارا حق دیں اس کے بعد یہ عرض کروں گا ۔ کہ نواب زادہ صاحب اور جناب جونیجو صاحب نے کلر کے مقام پر ایک بڑے اجتماع میں تقاریر کیں ۔ نواب زادہ صاحب نے نئے کالج کا وعدہ فرمایا ۔ اور وہیں جناب جونیجو صاحب نے بھی اس علاقہ کی ۸ میل کچی سڑک کلرتا دانگلی کو پکا کرنے کا وعدہ فرمایا تھا ۔ ان ہر دو وزیر صاحبان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں ۔ کہ قیام کالج اور اسی چھوٹی سی سات آٹھ میل کچی سڑک کو پختہ کرکے ہمارے علاقہ کے دو اڑھائی لاکھ عوام کو اپنی مہربانیوں سے نوازیں ۔ جناب والا ۔ تعلیم کے متعلق میری یہ گذارش ہے ۔ کہ ہمارے کوہستانی اور پس ماندہ علاقہ میں تعلیم زیادہ سے زیادہ پرائمری مڈل یا میٹرک تک ہوتی ہے ۔ کل میں نے اپنی تقریر کی ابتداء میں آٹے اور سکول کے ٹاٹوں کے متعلق عرض کیا تھا ۔ سکول میں بچوں کے لئے کوئی ٹاٹ نہیں ۔ بچوں کو ٹھنڈے فرش پر بیٹھنا پڑتا ہے ۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ سردی کے دنوں

میں ان کا کیا حشر ہوتا ہوگا ۔ یہ آپ جیسے با انصاف بزرگ ہی اس تکلیف کا اندازہ لگا سکتے ہیں ۔ ان حالات کے تحت میں وزیر تعلیم کی خدمت میں گذارش کروں گا ۔ کہ میرا حلقہ نیابت تین تحصیلوں پر مشتمل ہے ۔ ان میں جو چند سکول ہیں ۔ وہ (nineteen sixty two) (۱۹۶۲ء) سے زیر بحث آ رہے ہیں ۔ اور ہر بار میرا یہ مطالبہ ہوتا ہے ۔ کہ ان کو upgrade کیا جائے ۔

مسٹر حمزہ ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر ۔ آج ہم نے یہاں عجیب زبان سنی ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔ آپ ابھی یہاں تشریف لا کر بیٹھے بھی نہیں ۔ اور Point of order پیش کر دیا ۔

مسٹر حمزہ ۔ جناب سپیکر ۔ میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ nineteen sixty two و باسٹھ کیا ہے ۔

راجہ غلام سرور خان ۔ آپ ابھی بیٹھے بھی نہیں ۔ اور عادت کے مطابق اعتراض کر دیا ہے ۔

مسٹر حمزہ ۔ مہربانی فرما کر اس کا مطلب بتا دیں ۔

راجہ غلام سرور خان ۔ میں پھر بتاؤں گا ۔ لیکن ایک کوہستانی سے مطلب دریافت پر کچھ خطرہ بھی ہوتا ہے ۔

Mr. Speaker : No cross talk please.

راجہ غلام سرور خان ۔ جناب سپیکر ۔ تحصیل راولپنڈی میں بسالی گرل مڈل سکول مری میں اوسیا اور روات مڈل سکول وغیرہ کے لئے

کافی دیر سے ہمارا مطالبہ ہے ۔ کہ انہیں upgrade کیا جائے ۔ اس کے علاوہ میں گزارش کروں گا کہ کہوٹہ میں دوبیر ۔ راھنسیر اور کوہ مری میں انگوری چھجانہ دریا گلی گھوڑا گلی وغیرہ کے مطلوبہ مڈل سکولوں کو ھائی کا درجہ دیا جائے ۔ میں پھر التماس کرتا ھوں کہ اسی سال ضرور غور فرمائیں ۔

جناب والا ۔ سکولوں کے اساتذہ کو پہاڑی الاؤنس پندرہ بیس روپیہ ملتا تھا ۔ جو وہ ۱۹۲۸ء سے حاصل کر رہے تھے ۔ کچھ عرصہ ہوا ان کوھستانی غریبوں اور نہایت ھی مجبور انسانوں کا الاؤنس واپس لے لیاگیا ہے میں اس الاؤنس کو دوبارہ بحال کرنے کی درخواست کرتا ھوں ۔

اس وقت جناب جونیجو صاحب بھی تشریف لےآئے ہیں ۔ میں ان کی ھمت کی داد دیتا ھوں ۔ انہوں نے بکمال مہربانی بارش کی پرواہ نہ کرتے ھوئے راولپنڈی سے براستہ کہوٹہ دریا کی حد A.K. تک سفر کیا ۔ واپسی پر بمقام مٹور کئی ھزار افراد کو خطاب کیا ۔ اور اپنے خطبہ میں انہوں نے ایک چھوٹی سی سڑک مٹورے تھوھا خالصہ کی کچی سڑک کو کلر روڈ سے ملانے کا وعدہ کیا تھا ۔ یہ صرف چھ سات میل کی کچی سڑک ہے ۔

جناب والا ۔ اگرچہ یہ چھ سات میل لمبی سڑک ہے لیکن تین تحصیلوں کہوٹہ سے پنڈی اور گوجر خان کو ملاتی ہے ۔ ان کی خدمت میں میری گزارش ہے ۔ کہ جس طرح آپ پہلے ھم پر مہربانی فرماتے رہے ہیں ۔ اب بھی اس سال اپنی کرم فرمائیوں سے نوازیں گے ۔ اور ان دو سڑکوں کو مکمل کرا دیں گے ۔

جناب والا ۔ یہ حقیقت ہے ۔ کہ انقلابی حکومت سے پہلے اگر آپ تحصیل کہوٹہ کا اندازہ لگائے ۔ تو وہاں صرف پندرہ میل کی ایک پنجاڑ سڑک تھی ۔ وہ صرف ایک نمونہ کی سڑک پہلے ہی تھی ۔ باقی پوری تحصیل میں تین لاکھ کی آبادی میں کوئی سڑک نہیں تھی لیکن اب صدارتی نظام میں بہ فضل ربی سڑکوں کا جال بچھا ہوا ہے ۔ اور وہ سفر جو تین تین چار چار دنوں میں ہوتا تھا ۔ اب چند گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے ۔ اسی کہوٹہ میں تین لاکھ کی آبادی کے لئے کوئی بڑا ہسپتال نہیں تھا ۔ آج بفضل ربی وہاں ایک بہت بڑا ہسپتال ہے اورآپ کی مہربانیوں سے ایک کالج بھی چل رہا ہے یہ اس انقلابی حکومت کے ہی اعلیٰ کارنامے ہیں ۔

مسٹر سپیکر ۔ اب اپنی تقریر ختم کیجئے ۔

راجہ غلام سرور خان ۔ جناب اب میں ایک منٹ میں ختم کردوں گا ۔ جناب والا ۔ یہاں جناب وٹو صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں ۔ لیکن میں گذارش کروں گا کہ جب وہ وزیر تعلیم تھے تو انہوں نے انتہائی مہربانی فرماتے ہوئے کہوٹہ کالج کی منظوری دی تھی ۔ اور اب وہاں سڑکیں تو بن گئی ہیں ہسپتال اور کالج بھی کھل گئے لیکن کہوٹہ والے پانی سے محروم ہیں اور اس ضرورت کا ایک عرصہ سے مطالبہ کیا جا رہا ہے گذشتہ دنوں ایک سوال کے ذریعہ بھی میں نے عرض کیا تھا کہ ڈویژن و ڈسٹرکٹ کونسل سے اس کی منظوری ہوچکی ہے ۔ اتنی بڑی آبادی میں آپ اندازہ لگائیں کہ پانی نہیں ہے اس لئے میں وٹو صاحب سے التماس کروں گا کہ ہمارے اس مطالبہ پر مہربانی فرمائیں اور غریب عوام کو پانی کی نعمت سے بہرہ ور کریں ۔ پیاسوں کو پانی دینا ثواب ہے ۔

میں جناب وزیر غلام سرور صاحب کا بھی شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ انہوں نے ہماری فصلات کی خرابی کے سلسلے میں بڑی گہری دلچسپی لی ہے اور کافی امداد فرمائی ہے ۔ میں جب یہاں پچھلے سال آیا ہوں تو غلام سرور صاحب سے واقف نہ تھا لیکن یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے ہمارے حالات پر مہربانی فرمائی اور ہماری فصلوں کو برف اور اولوں کے باعث خراب ہونے پر احساس کیا اور سفارش کی ۔

مسٹر سپیکر ۔ اب تشریف رکھئے ۔

راجہ غلام سرور خان ۔ جناب والا ۔ میں ان گذارشات کے ساتھ اپنے مطالبات بحال رکھنے کی گذارش کروں گا اور امید رکھتا ہوں کہ ہمارے وزیر خزانہ جناب سید احمد سعید کرمانی صاحب جو کئی دفعہ اپنے خیالات سے ہم کو نواز چکے ہیں ہم پر مہربانی فرمائیں گے ۔ اور جناب جونیجو صاحب بھی اپنے شعبہ سے ضرور ہم پر مہربانی فرمائیں گے اور وزیر خزانہ ہمارے پس ماندہ علاقہ کے لئے ایک خاص رقم دیں گے تا کہ ہم کوہستانیوں کی زندگی آسان ہو ۔

ملک محمد اختر (لاہور—۲) ۔ جناب صدر۔ میں اپنی تقریر کا آغاز آپوزیشن کے اس عزم کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ حقیر سی آپوزیشن

یقین محکم ، عمل پیہم ، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

پارلیمنٹری سیکرٹری (سردار محمد اشرف خان) ۔ میں آپ کی وساطت

سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ملک صاحب کب سے آپوزیشن میں شامل ہوئے ہیں وہ تو آزاد ممبر ہیں ۔

ملک محمد اختر ۔ میں آپوزیشن میں بیٹھا ہوا ہوں اور آپوزیشن کے coalition میں شامل ہوں ۔

جناب والا ۔ ہم ان ہی کے اعداد و شمار سے ان کو جھٹلاتے ہیں لیکن یہ ایسے سخت ڈھیٹ واقع ہوئے ہیں کہ ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور نہ اثر ہو سکتا ہے جناب والا ۔ جناب وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں overall ریونیو receipts کی جو پوزیشن بتائی ہے کہ وہ ۲۰۶۴۸۶ کروڑ اور اخراجات کی ۲۰۶۴۴۸ کروڑ ہیں اس طرح وہ کہتے ہیں کہ ۳۸ کروڑ روپے کا surplus ہمیں ملتا ہے ۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ریونیو receipts کیا ہیں ۔ expenditure پر ہم اگلے پیر سے ہفتہ تک کٹ موشن کے ذریعہ بات کریں گے future project کا ریزولیوشن بھی ہوگا ۔ لیکن ظالمانہ receipts جو قرضوں کی شکل میں اور جو دیگر ناپسندیدہ ذرائع کی صورت میں انہوں نے حاصل کرکے ریونیو receipts اور بجٹ کا انحصار کیا ہے میں صرف اس کا تجزیہ کروں گا ۔

جناب والا ۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ ان کی آمدنی کے جو ذرائع ہیں وہ چار ہیں ۔ سب سے اول ہماری وہ رقومات ہیں جو ہم سنٹرل ٹیکس کی assignment سے لیتے ہیں جناب والا ۔ اس سلسلہ میں میں وائٹ پیپر کے صفحہ ۳ کو پڑھے دیتا ہوں ۔ جناب والا ۔ یہ کہتے ہیں :—

"Revised Estimates for 1967-68 show a decrease of Rs. 12.52 crores as compared with the Budget Estimates in the Central Tax Assignment which is mainly due to the merger of Sales Tax on certain items with ". . . . . etc

جناب والا - ۱۲۵۹۲ کروڑ روپے کی رقم سنٹرل گورنمنٹ کے assignment سے کم ہے اور خلاف قانون ہے کیوں کہ ہم نے سنٹرل گورنمنٹ کے ساتھ ایک کمیشن بٹھایا تھا اور اس کمیشن نے جو فیصلہ کیا تھا اب اس فیصلہ کو میں پڑھتا ہوں :-

"The size of Central Tax Assignments to the Government of West Pakistan was determined by the Raisman Award (1952-53) for the period 1955-56 to 1961-62, by the Presidential Order, 1962 for the period 1962-63 to 1964-65 and most recently, by the Presidential Distribution of Revenues Order, 1965. This last Order was issued as a result of the recommendations of the National Finance Commission set up in March, 1965, under Article 144 of the Constitution. It provides the following formula for Central Tax Assignment to the Provinces :—

"Out of the net proceeds of the following taxes and duties, 65 per cent shall be assigned to the Provinces and 35 per cent retained by the Centre :—

(i) Taxes on income, including Corporation Tax, but not including taxes on income consisting of remuneration paid out of the Central Consolidated Fund.

(ii) Sales Tax.

(iii) Excise Duties on tea, tobacco and betelnuts.

(iv) Export Duties on jute and cotton.

The basis for distribution between the two Provinces of the sums so assigned to them should continue as at present, i.e., in the case of taxes on income excise duties and export duties, East Pakistan shall receive 54 per cent and West Pakistan 46 per cent, while in the case of sales tax, 30 per cent shall be distributed on the basis of collections in each province and the balance in the same ratio as other taxes".

جناب والا - یہ غریبوں پر ٹیکس لگانے والے اس بات کا جواب دیں کہ یہ Raisman Award جو Presidential آرڈر ۱۹۶۵ء کے بعد جب کہ مغربی پاکستان کو ۴۶ فیصد حصہ دیا گیا ماسوائے سیلز ٹیکس کے باقی

تمام ٹیکسوں کو جو مرکزی حکومت ہمارے صوبے سے حاصل کرتی ہے جب کہ مشرقی پاکستان کو ۵۴ - فیصد حصہ دیا جا رہا ہے تو یہ ۱۲۵۲ کروڑ - - - اس کے بعد پھر ہمارے further ٹیکس assignment میں یہ جو decrease آ گئی یہ سب سے اول قابل اعتراض بات ہے - یہ تھا ایک source جناب والا - اب میں دوسرے source پر آتا ہوں - دوسرا ذریعہ صوبائی ٹیکسوں کا ہے اس میں :-

Provincial Taxation :

(1) Land Revenue ;

(2) Motor Vehicles levies ;

(3) Stamps ;

(4) Provincial Excise ;

(5) Entertainment Duty; and

(6) Property Tax.

جناب والا - یہ چھ ٹیکسز ہیں جو ہم فائننس بل کے ذریعہ ہر سال continue کرتے ہیں - ان کے علاوہ ۳۸ دوسرے ٹیکس ہیں - یعنی cess, duties, levies یعنی یہ چھ اور ۳۸ دوسرے ٹیکسز جو ان مرکزی ٹیکسوں کے علاوہ ہیں - مثال کے طور پر انکم ٹیکس یا دیگر ٹیکسز جو صوبے سے مرکزی حکومت حاصل کرتی ہے - اب جناب والا - یہ جو ۶ ٹیکسز ہیں ان میں ہم نے مارشل لاء کے زرین دور میں وقتاً فوقتاً اضافہ کیا - مثال کے طور پر میں عرض کرتا ہوں کہ پراونشل ٹیکس receipts میں جناب ان چھ ٹیکسوں کو علیحدہ علیحدہ لیتا ہوں - سب سے پہلے ایکسائز فیس ڈیوٹی ۱۹۶۲ء میں جو لگی تھی - اس میں ایک کروڑ کا اضافہ کیا گیا اور چھ سو لاکھ روپیہ اس کے ذریعہ اس صوبے کے عوام پر بوجھ ڈالا گیا -

پھر جناب والا - ریلوے کے سرچارج پر انہوں نے ۴۴ لاکھ سالانہ کا اضافہ کیا اور تاحال ۲۶۴ لاکھ روپیہ صوبہ کے عوام سے اضافے کے طور پر وصول کیا ہے - ڈیویلپمنٹ سیس میں یکم جولائی ۱۹۶۳ء میں ۲۵ فی صد سے ۳۵ فی صد تک اضافہ کیا اور اس طرح ۶۴ لاکھ سالانہ کے حساب سے تا حال ۳۲۰ لاکھ روپے زائد وصول کئے ہیں - واٹر ریٹ بھی زیادہ لگایا گیا - وہ پندرہ لاکھ روپے سالانہ بنتا ہے اور پانچ سال میں جب سے اس کا نفاذ ہوا ہے - ۵۷۵ لاکھ روپے ہمیں زیادہ دینے پڑے ہیں - پھر شوگر کین ڈیویلپمنٹ سیس ۱۲ پیسے فی من کے حساب سے ۶۶ لاکھ سالانہ اور اس طرح ۲۶۴ لاکھ ہم سے زیادہ لئے گئے - یہ رقومات جناب والا - ۱۹۶۵ء تک کی ہیں - کیوں کہ اس کے بعد انہوں نے اور بھی اضافہ کر دیا تھا - پھر الیکٹری سٹی ڈیوٹی ایک پیسہ فی یونٹ کے حساب سے لگایا گیا اور آمدنی میں سالانہ اضافہ اس طرح ۸۶ لاکھ کا ہوا اور اس طرح ۳۲۴ لاکھ انہوں نے زائد حاصل کیا - اس کے بعد واٹر ریٹ انہوں نے یکم جولائی ۱۹۶۵ء سے پھر دس فی صد بڑھایا اور اس طرح ۱۸۷ لاکھ سالانہ ان سے حاصل کیا - ہوٹل ٹیکس انہوں نے ۱۰ لاکھ ۹۰ ہزار ۴۷۶ سالانہ حاصل کیا اور یکم جولائی ۱۹۶۵ء تک انہوں نے ۳۰ لاکھ زیادہ وصول کیا - پھر ایڈیشنل سٹیمپ ڈیوٹی بھی ہے - یہ بھی یکم جولائی ۱۹۶۵ء سے انہوں نے لگائی اور اس پر ۴۰ لاکھ سالانہ کے حساب سے ۱۲۰ لاکھ کل انہوں نے زائد وصول کئے - یہ اعداد و شمار وائٹ پیپر کے صفحہ ۵ پر دئے ہوئے ہیں - جہاں سے میں یہ کوٹیشنیں دے رہا ہوں - تو جناب والا -

۶۸ لاکھ سالانہ بڑھانے کے بعد ۲۰۴ لاکھ روپیہ ان سے زیادہ ٹیکس وصول کیا ۔ اس طرح سے جناب والا ۔ آپ یہ اندازہ فرمائیں کہ یہ کم و بیش گزشتہ چند سالوں میں انہوں نے ان تمام ٹیکسوں میں اضافہ کیا ہے اور ان ٹیکسوں کے اضافہ سے انہوں نے ۲۳۴۷ لاکھ روپیہ کی رقم ان ۵ سالوں میں حاصل کی ہے ۔ یعنی ۳۲۳۰ لاکھ روپیہ صرف ٹیکسوں میں اضافہ ہے ۔ جسے ہم ہر سال فائننس بل کی شکل میں continue کرتے ہیں ۔ اعداد و شمار وائٹ پیپر کے صفحہ ۵۱ پر دئے ہوئے ہیں ۔ ان اعداد و شمار کے مطابق ۳۲۳۰ لاکھ روپیہ کا اضافہ انہوں نے ۶ ٹیکسوں میں کیا ہے ۔ اب جناب والا ۔ اگلا اہم نکتہ جو آتا ہے وہ یہ ہے کہ کیا وہ اس قدر اضافہ کرنے میں حق بجانب تھے ؟ جناب والا ۔ میں اس ضمن میں ایک دستاویز اس ہاؤس میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ گزشتہ ۱۰ سالوں میں جو ہماری مجموعی طور پر گھرانوں کی آمدنی ہے وہ اس طرح پر ہے ۔ جناب والا ۔ مشرقی پاکستان میں ۴۰ فی صد اور مغربی پاکستان میں ۲۴ فی صد ماہانہ گھرانوں کی آمدنی ہے ۔ یہ تیسرے پانچ سالہ منصوبہ کے پیش لفظ ہیں ۔ یعنی مشرقی پاکستان کی ۲/۵ آبادی کی آمدنی فی خاندان ۱۰۰ روپیہ سے کم ہے اور مغربی پاکستان کی ایک چوتھائی آبادی کی ماہانہ آمدنی فی خاندان ۱۰۰ روپیہ سے کم ہے ۔ تو یہ ان کی ۹ سالہ اقتصادی ترقی کا نتیجہ ہے ۔ مجھے جناب والا ۔ ایک اور بات عرض کرنی ہے کہ تقریباً ۲۰ سال کے بعد اس ملک میں ہر خاندان کی اوسط آمدنی ۱۰۰ روپیہ بڑھ جائے گی اور پھر شائد مہنگائی کا مقابلہ کیا جا

سکے ۔ تو جناب والا ۔ غربت اور افلاس کا یہ عالم ہے کہ اگر آمدنی بڑھ بھی جائے تو ٹیکسوں کی بھرمار ہو جاتی ہے ۔ ٹیکسوں کا بوجھ غریب عوام کے کندھوں پر ڈالا جاتا ہے ۔ میں جناب والا ۔ یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس خوشحالی کا کیا مطلب ہے ۔ جناب والا ۔ اس وقت انقلابی دور کے گزرنے کے بعد ۱۹۶۴-۶۵ء کی فگرز کے مطابق اس ملک کی ۸۰ فی صد آبادی کو صرف گیارہ آنے یومیہ ملتے ہیں ۔ اس قدر مہنگائی کے زمانے میں یہ عالم ہے ۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ ایک طرف تو خوشحالی کے متعلق کہا جاتا ہے اور دوسری طرف غریب عوام پر بھاری ٹیکسوں کا بوجھ ۔ تو یہ ایسا کرنے میں کہاں تک حق بجانب ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس انقلابی حکومت نے اپنے دس سالہ دور میں غربت میں اضافہ کیا ہے ۔ افلاس اور بھوک بڑھی ہے ۔ طبی سہولتوں کا فقدان ہے ۔ اناج کی کمی اور ان تمام چیزوں کا تدارک نہیں کیا گیا اور انہوں نے ۳۰ کروڑ روپیہ فیملی پلیننگ کے لئے رکھ دیا ہے تاکہ آبادی بڑھنے نہ پائے ۔ جناب والا ۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اس بیحد مقروض ملک پر ۳۰ کروڑ روپے کا بوجھ ناواجب ہے ۔ جناب والا ۔ اب میں صوبائی ٹیکسیشن کے بعد ان کے ان قرضہ جات کی طرف آتا ہوں ۔ جن کو یہ مرکزی حکومت سے حاصل کر رہے ہیں ۔ ان کی فہرست وائٹ پیپر کے صفحہ ۱۵۱ پر دی ہوئی ہے ۔ مختلف قرضہ جات مختلف سالوں کے بتائے ہوئے ہیں اور اس صوبے کے قرضہ جات ۴۱۰۰ کروڑ روپے کے قریب بن چکے ہیں ۔

Minister for Finance : To this the Leader of the Opposition does not agree.

Malik Muhammad Akhtar : He may not agree. This is your document. Are you denying it ?

Minister for Finance : I don't know what document you have.

Malik Muhammad Akhtar : This is White Paper.

تو جناب والا ۔ یہ ان کا حال ہے ۔ میرے پاس ایک کتاب ہے جو کہ روس کے ایک مصنف کی لکھی ہوئی ہے ۔ جس کا تعلق ایک بہت بڑے پلیننگ کمیشن کے ساتھ تھا اس نے لکھا ہے :۔

> "Obviously the millenium has not arrived. Pakistan remains among the poorest countries in the world, its increase in income is small in absolute terms and above all its economy is precariously, based."

جناب والا ۔ آپ یہ اندازہ فرمائیں کہ یہ ان غیر ممالک کی رائے ہے ۔ جن سے ان کا رابطہ ہے ۔ اس کے بعد میں اب کرمانی صاحب کی اطلاع کے لئے عرض کرتا ہوں ۔ شائد اسے وہ درست قرار فرمائیں کہ اس وقت ہماری مرکزی حکومت سے قرضہ جات کی رقم ۳۴۶۸ ملین ڈالر ہے اور آج سے ۱۰ سال پہلے یہ ۳۵۴ ملین ڈالر تھی ۔ حال ہی میں قرضے دینے والے ممالک کی ایسوسی ایشن کے سامنے تیس جون ۱۹۶۷ء میں انہوں نے پاکستان کے جو قرضہ جات تسلیم کئے ہیں وہ ۳۴۵ ملین یو ۔ ایس ۔ ڈالر ہیں ۔ جناب والا ۔ اب میں اس بات پر آتا ہوں کرمانی صاحب نے اس ہاؤس میں بار بار اس بات کا اعادہ فرمایا کہ یہ قرضہ جات جو ہیں ۔ ان میں سیاسی شرائط ہرگز نہیں ہیں ۔ جناب والا ۔ امریکہ ہمیں گزشتہ ۱۵ سالوں میں ۱۹۶۵ء تک جو قرضہ جات دیتا رہا اس کے دو مقاصد تھے ۔ ایک تو مشترکہ منصوبہ بندی ہندوستان اور پاکستان کے درمیان اور دوسرے وہ ہندوستان

کے ساتھ ہمارا مشترکہ دفاع چاہتا تھا ۔ جب یہ باتیں نہ ہوئیں تو سیالکوٹ پر حملہ کر دیا گیا ۔

Mr. Speaker : Malik Sahib should not make any reference about the foreign affairs.

ملک محمد اختر ۔ Alright Sir. جناب والا ۔ کل دوسری طرف سے ہمارے امور خارجہ کی بڑی تعریف ہوئی تھی ۔ لیکن جیسے آپ حکم دیں ۔ مگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں یہ کہنے کا حق ہے کہ ہمیں سیٹو اور سنٹو کا ممبر نہیں رہنا چاہئے ۔ اب مجھے مسئلہ کشمیر پر صرف ایک فقرہ کہہ لینے دیجئے ۔

Mr. Speaker : I hope next time the Member will fight election for National Assembly.

ملک محمد اختر ۔ صرف ایک جملہ کشمیر کے متعلق ۔ ہمارے نئے وزیر خارجہ جن کا حال ہی میں تقرر ہوا ہے ۔ یہ ماسکو میں بھی ہمارے سفیر رہ چکے ہیں اور ہندوستان میں بھی مسٹر کوسیجن کے آنے کے بعد ان کی تقرری کے باعث لوگ ان خدشات کا اظہار کرتے ہیں ۔ ۔ ۔

Mr. Speaker : The Member is not relevant ; he may please be relevant to the Provincial Budget.

ملک محمد اختر ۔ Alright Sir. بہر حال جناب والا ۔ میں ان سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ مسئلہ کشمیر کے متعلق بہت جلد اقدام کریں ۔

اب جناب والا ۔ امور خارجہ کے جھگڑے میں نہ پڑتے ہوئے میں

اصل موضوع کی طرف لوٹ آتا ہوں ۔ میں نے اقتصادی بدحالی ، ٹیکسوں کی بھر مار ، قرضوں کے بوجھ اور ان کی بہتات کے متعلق عرض کرکے اس خوش حالی کا پوسٹ مارٹم کرکے رکھ دیا ہے جس کا یہ اتنا چرچا کر رہے ہیں ۔ میں انہیں چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اپنے documents لائیں ۔ میرے پاس بھی cuttings موجود ہیں ۔ اب میں جناب والا ۔ بیرونی ممالک کی بات نہیں کرتا مگر یہ ضرور کہوں گا کہ کم از کم ایسے اقدامات نہ کئے جائیں جن سے کشمیر کا مسئلہ سرد خانے میں چلا جائے اور پاکستان کی سالمیت کو خطرہ پیدا ہو جائے ۔ جناب والا ۔ ۱۹۵۹ء کے بعد جب ہم اقتصادی طور پر پس کر رہ گئے تھے ۔ ہمارا سیاسی حشر کیا ہوا ۔ صوبہ کے عوام میں کتنی سیاسی بد دلی پھیلی آپ خود اندازہ لگائیں ۔ مارشل لاء کے قیام کے بعد ہمیں یکم مارچ ۱۹۶۲ء کو نیا آئین دیا گیا اور اس کے تحت بنیادی حقوق کا باب ۱۹۶۳ء میں ایک ترمیم سے ذریعے دیا گیا ۔ ان کی نیت کو دیکھیئے ۔ یہ بنیادی حقوق کا باب جو تمام مہذب ممالک کے آئین میں موجود ہے انہوں نے بصد مشکل ۱۹۶۲ء کے آئین میں رکھا ۔

Mr. Speaker : Does the Member mean to say that the Provincial Government has given to him the fundamental rights ?

Malik Muhammad Akhtar : Because Sir, I am devoid of fundamental rights so I have got the right to say that.

Mr. Speaker : That is not the action of the Provincial Government.

ملک محمد اختر ۔ Alright Sir. بہر حال جناب والا ۔ اس وقت مغربی پاکستان کے صوبہ کے بنیادی حقوق کو معطل کرکے یعنی جو چیز ہمیں ۱۹۶۳ء میں دی گئی تھی وہ ۱۹۶۵ء میں ہم سے چھینی جا چکی ہے

اور تاخال بحال نہیں ہوئی ۔ اگر آپ بات کرنے دیں تو عرض کروں ۔ میرے پاس ایک تقریر کی کٹنگ ہے جس میں صدر مملکت کے الفاظ میں یہ کہا گیا ہے کہ نہ صرف انہوں نے بنیادی حقوق کو معطل کیا بلکہ وہ تو آئین کو ہی معطل کرنے والے تھے ۔ ۔ ۔

مسٹر سپیکر ۔ ملک صاحب مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی تقریر نیشنل اسمبلی کے لئے تیار کی تھی صوبائی اسمبلی کے لئے نہیں ۔

ملک محمد اختر ۔ جناب والا ۔ اسے بھی میں چھوڑ دیتا ہوں ۔ جناب والا ۔ ہماری حکومت نے پریس کا منہ بند کرکے اس سے اگرچہ سیاسی فوائد تو حاصل کر لئے ہیں ۔ مگر اس سے معاشرہ میں جس قدر برائی بڑھ گئی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ فوائد جو چند خود غرض اشخاص نے حاصل کئے ہیں اس سے زیادہ سوسائٹی کا ستیاناس ہوگیا ہے اور اس کی بنیادیں متزلزل ہو کر رہ گئی ہیں ۔ جناب والا ۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ حال ہی میں ایک سابق ہوم سیکرٹری کے دو لڑکوں کا قتل ۔ حال ہی میں کوئٹہ میں کرفیو کا نفاذ بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کوئٹہ کو فوج کے حوالے کر دیا گیا تھا ۔ اورجناب والا ۔ ۱۹۶۳ء کا ضمیر قریشی کا قتل جو محمد خان کی گرفتاری کے باوجود برآمد نہیں ہو سکا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی نااہلی اور لاپروائی کا سب سے بڑا ثبوت ہے ۔

جناب والا ۔ آپ مجھے اجازت دیں تو ایک بات عرض کروں ۔ میں نے کوئٹہ کے متعلق ایک تحریک التواء کی تحریک کی تھی ۔

I had moved an adjournment motion regarding anti-state activities in the province of former Baluchistan in which the ruling was that—

> "the general budget has been presented on the 11th, and the general discussion started on 18th upto 22nd June, the matter proposed to be discussed in this motion, can very well be discussed during general discussion On the general budget, the learned mover, therefore shall have an opportunity to discuss this matter, therefore, this motion is ruled out of order."

یعنی کہ ہمارے رولز آف پروسیجر اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ جب عام بحث ہو رہی ہو یا ہونے والی ہو تو اس وقت ایسی تحریک پیش کی جائے ۔ اب جناب والا ۔ میں اپنی تقریر کو مختصر کرتے ہوئے جناب گورنر مغربی پاکستان کے قبائلی امور کے مشیر جو غالباً خان آف قلات ہیں ۔ انہوں نے مشرق میں ایک بیان دیا تھا جو ۱۴ جون یا ۱۳ جون ۱۹۶۸ء میں چھپا تھا ۔ انہوں نے کہا ہے کہ ۱۹۵۵ء میں قیام وحدت مغربی پاکستان کے بعد ایک گروہ نے جو پختونستان کے حامی تھے ۔ وحدت مغربی پاکستان کے خلاف نعرے لگائے اور وہ اس وحدت کو ختم کرنے کے درپے ہیں ۔ جناب والا ۔ میں نے جناب صدر مملکت اور جناب گورنر مغربی پاکستان کی ان تقاریر کو باقاعدہ پڑھا ہے ۔ جس میں انہوں نے کہا ہے کہ تمام ایسی قوتیں جو وحدت مغربی پاکستان کو ختم کرنے کے درپے ہیں ان کو ختم کرکے رکھ دیا جائے گا ۔ مجھے آج اس بات کا بھی تجزیہ کرنا ہے کہ صدر مملکت اور گورنر مغربی پاکستان کے ارشادات گرامی کو کہاں تک عملی جامہ پہنایا گیا ہے ۔ جناب صدر ۔ میں اپنی صوبائی انتظامیہ اور وزیر امور داخلہ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کوئٹہ

میں اس وقت تین افغان قبائل ۔ سلیمان خیل ۔ بیرائچ اور غلزئی ایسے ہیں جن کے لوگ محض ایک سال کے لئے آ کے آباد ہوتے ہیں اور ایک سال گزرنے کے بعد وہیں کے وہیں رہ جاتے ہیں ۔ ان کی تعداد تیس ہزار کے قریب ہے اور چونکہ وہاں کے پرانے لوگوں سے ان کی مشابہت ہے اس لئے وہ پہچانے نہیں جا سکتے ۔ کوئٹہ میں مواصلات نہ ہونے کی وجہ سے اور زیادہ پولیس نہ ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کو وہاں سے نکالا نہیں جا سکتا ۔

اب جناب والا ۔ میں ہرگز طبقاتی اور لسانی باتوں میں نہیں جاتا کیوں کہ میں اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ میں ون یونٹ کا سب سے بڑا حامی ہوں ۔ لیکن مجھے یہ گزارش کرنی ہے کہ اس کے مقابلہ میں ۱۱ لاکھ ۲۰ ہزار ایسے افراد ہیں جن میں میں سمجھتا ہوں ہمارے ایم ۔ پی ۔ اے ۔ بابو محمد رفیق صاحب اور سیف اللہ خان صاحب بھی شاید شامل ہوں ۔ اگرچہ یہ لوگ ۲۵ سال یا ۱۰۰ سال سے وہاں پر تھے لیکن ان لوگوں کو وہ مراعات کوئٹہ میں حاصل نہیں ہیں ۔ جو ایک سال میں افغانستان سے ویزا لینے والے لوگوں کو حاصل ہو جاتی ہیں ۔ در اصل عبدالغفار خان کے کابل میں settle ہو جانے کے بعد یہ ۳۰ ہزار افغان جو وہاں پر settle ہو گئے ہیں ان کا رابطہ باقاعدہ افغانستان سے ہے اور انہیں باقاعدگی سے افغانستان سے امداد مل رہی ہے ۔ ان لوگوں نے وہاں کے مقامی طلباء کے ایک معمولی سے جھگڑے کو اس قدر ہوا دی کہ وہاں ڈپٹی کمشنر کے دفتر سے باہر ایک کلاس لگا کر ایک انسانی کھوپڑی کا نشان بنا کر اس پر لکھ دیا

گیا کہ فلاں تاریخ 'last date' ہے - ۲۷ مئی کو ۱۰ بجے ۷۰ یا ۸۰ لوگ جو کہ پاکستانی national نہیں تھے - ٹرکوں میں آئے اور انہوں نے تمام ایسے لوگوں پر حملہ کیا جو کوئٹہ سے متعلق طلبا نہ تھے - ۷۰ یا ۸۰ لوگ گرفتار ہوئے - انتظامیہ نے ان پر قابو پا لیا - لیکن اس کے بعد رات کو جب پولیس گشت کر رہی تھی - اس وقت پولیس نے دیکھا کہ انٹرمیڈیٹ کالج یا ڈگری کالج کے باہر کی جانب جو سلاخیں لگی ہوئی ہیں ان کو اکھاڑا جا رہا ہے - پولیس نے اس ہوسٹل کا محاصرہ کیا - پروگرام یہ تھا کہ اس ہوسٹل میں پٹرول جمع کیا ہوا تھا اور اس سے سارے شہر میں نان لوکل کے مکانات کو آگ لگا دی جائے - جب پولیس نے ان کو للکارا تو انہوں نے پولیس پر فائرنگ شروع کر دی - پولیس دو گھنٹے تک دبکی اور سہمی رہی اور لیٹ کر گولیوں کا مقابلہ کیا - لیکن آخرکار ڈسٹرکٹ میجسٹریٹ کے پہنچنے پر پولیس نے جوابی فائرنگ کی جس سے کچھ اشخاص زخمی ہوئے - اس کے بعد جناب وزیر صاحب بھی وہاں تشریف لے گئے - انہوں نے وہاں کے واقعات اور حالات کے مطابق ان لوگوں کو pacify کیا - وہ میرے بزرگ ہیں - میں ان سے اس بات سے اختلاف کرتا ہوں کہ وہاں ۷۰ یا ۸۰ آدمی جو culprits تھے - خواہ ان کا جرم چھوٹا تھا یا بڑا تھا وہ rounded up یا arrested تھے وہ زیر حراست تھے - انہوں نے ان کو بلا ضمانت یا کسی قسم کی preventive guarantee لئے رہا کرنے کا حکم دے دیا - ہو سکتا ہے وہاں کے حالات کا یہی تقاضا ہو لیکن اس کا سب سے بڑا اور خطرناک پہلو جو نکلا ہے وہ یہ ہے کہ تمام اسلحہ

ایک بہت بڑے سردار جو کہ ترین قبیلے کا تھا جس کا نام نذر محمد ترین ہے اس کے قلعہ نما مکان میں جمع کیا گیا جس سے نان لوکل پر حملہ کرنا مقصود تھا ۔

جناب والا ۔ کوئٹہ کے لوگ ہمارے بھائی ہیں ۔ یہاں وحدت پاکستان میں ہر پاکستانی بھائی بھائی ہے ۔ ہم ۶۰ یا ۷۰ لاکھ روپیہ ان سے ریونیو حاصل کرکے کم و بیش کئی کروڑ روپیہ یعنی پانچ یا چھ کروڑ روپیہ ان کی ڈویلپمنٹ پر لگاتے ہیں ۔ میں اس بجٹ میں تجویز کروں گا کہ اس ڈویلپمنٹ کے لئے روپیہ دوگنا کر دیا جائے ۔ اور وہ اس لئے کہ وہاں تعلیم عام ہو ۔ وہاں کے لوگ زیادہ متمدن ہوں ۔ وہاں کے لوگ زیادہ مہذب ہو جائیں ۔ وہ تمام کے تمام پاکستانی ہیں ۔ وہ اس تفریق کو سمجھیں ۔ چند Tribal Chiefs کو خریدنے کے بعد عوام کو exploit کیا جاتا ہے ۔ عوام ان کا محاسبہ کریں ۔ Tribal Chiefs کے خلاف عوام بغاوت کر دیں ۔ میں اس tribal نظام کے مخالف ہوں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس حکومت کی سب سے بڑی نااہلی کا اس سے بڑا کیا ثبوت ہو سکتا ہے ۔

جناب والا ۔ میں ایک اور واقعہ کے متعلق عرض کرتا ہوں جو شائد میرے دوستوں کو بھی سن کر دکھ ہو ۔ وہ واقعہ بھی اسی واقعہ کی ایک کڑی تھی کہ ۲۷ مئی کو ایک استانی کے ساتھ جو نان لوکل تھی سبی کے مقام پر اس کی بے حرمتی کی گئی ۔ اس کے ساتھ زیادتی کی گئی ۔ میرے پاس وہ چٹھی موجود ہے جو شاید اس ایوان کے دوسرے اراکین کو بھی موصول

ہوئی ہو جس میں ہمیں بے حیا اور بے غیرت کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے کہ ہمارے ساتھ یہ ظلم ہو رہا ہے اور تم اسمبلی میں بیٹھ کر یہ آواز نہیں اٹھا سکتے ہو ۔ میرے پاس دو چٹھیاں ہیں ۔ ایک چٹھی چھپے ہوئے فارم پر ہے اور یہ چھپے ہوئے فارم والی چٹھی میں ہاؤس میں surrender کرنے کو تیار نہیں ہوں میں نہیں چاہتا ہوں کہ کوئی ڈی ۔ پی ۔ آر کے تحت جائے اس وقت تیزی میں وہ چٹھی لکھ دی ہے ۔ یہ واقعہ نہایت ہی افسوسناک ہے ۔ پاکستان کے قیام کے بعد کوئٹہ کے جو واقعات ہیں یہ ہرگز اینٹی یونٹ ۔ لوکل یا نان لوکل ان کی بنیاد نہیں ہے ۔ اس کی بنیاد در اصل پاکستان کا مخالف عناصر ہے ۔ اس کی بنیاد پختونستانی عنصر ہے ۔ جو finances ان سرداروں کو دیئے جاتے ہیں وہ افغانستان سے حاصل کئے جاتے ہیں ۔

جناب والا ۔ اب میں ایک اور واقعہ عرض کرنا چاہتا ہوں اگر آپ اجازت دیں تو میں عرض کروں کہ یہ باتیں اس لئے یہاں کی جا رہی ہے کہ ہمارے حکام ان کے متعلق مناسب اقدامات اٹھائیں ۔ جناب والا ۔ یہی حالت سندھ یونیورسٹی میں بھی ہے ۔ مجھے ان باتوں کو کرتے وقت دکھ ہوتا ہے ۔ وہاں پر وائس چانسلر نے شام سندھ کا ایک ترانہ بنا رکھا ہے جس میں وحدت مغربی پاکستان کے خلاف مواد ہے ۔ وہ قومی ترانے کی بجائے اس ترانے کو بخوشی گاتے ہیں اور سنا ہے وہ بڑے راگ سے گاتے ہیں ۔ اسکے متعلق ایک انکوائری مرکزی حکومت کے کہنے پر چل رہی ہے جسکے کاغذات آپکے سیکرٹریٹ میں موجود ہیں اس وقت فائل گورنر

صاحب کے پاس موجود ہے۔ میں اسکے متعلق عرض کرتا ہوں کہ مرکزی حکومت کو ایک سینئر طالب علم عمر ابراھیم نے approach کیا ۔ وہاں سے قدرت اللہ شہاب صاحب نے ایک چٹھی لکھی ۔ وہاں پر بعض لوکل طالب علموں نے کہا کہ تم محمد بن قاسم کی اولاد ہو اور ہم راجہ داہر کی اولاد ہیں ۔ ہمارا تمہارا تعاون نہیں ہو سکتا ۔ آپ اس چیز کو contra-diet کریں کہ قدرت اللہ شہاب کی اس چٹھی کے تحت سندھ یونیورسٹی میں اس کے خلاف انکوائری ہو رہی ہے یا نہیں ہو رہی ہے ۔ اس کے بعد میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ یہی معاملات تھے جس کے تحت عرب طلباء کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے ۔ وہاں کے لوکل یا نان لوکل classes کے بارے میں چھ یا سات تحاریک التواء اسی سیشن میں لائی گئی ہیں ۔ ہمیں خوشی نہیں ہوتی بلکہ ہمیں دکھ ہوتا ہے ۔ پاکستان نے بھی زندہ رہنا ہے اور وحدت مغربی پاکستان نے بھی زندہ رہنا ہے ۔ میں کسی سیاسی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا اور اسی لئے میرے لئے کسی قسم کی کوئی مصلحت بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی ۔ میں سب سے پہلے پاکستانی ہوں اور اس کے بعد میں مضبوط مرکز کا حامی ہوں ۔ اس کے بعد میں پاکستان کی حفاظت کے لئے صف اول میں لڑنے والا سپاہی ہوں ۔

چودھری محمد ادریس ۔ آپ کی چھاتی بڑی چوڑی ہے ۔

وزیر خزانہ ۔ وہ نپولین ہیں ۔

Mr. Speaker : Order, order.

ملک محمد اختر ۔ جناب والا ۔ ۱۹۴۷ء میں یہ قوم ایک ہو گئی۔

اس وقت نہ تو لسانی جھگڑے تھے اور نہ پختونستان تھا بلکہ وہ وقت ایسا تھا کہ ساری قوم اپنے تمام جھگڑے بالائے طاق رکھ کر ایک ہو گئی تھی۔ جب مارشل لاء کا نفاذ ہوا تو کہا یہ گیا تھا کہ مارشل لاء ملک میں انقلاب برپا کرنے کے لئے نافذ کیا گیا ہے اور ہم بھی اس وقت یہی سوچتے رہے کہ کچھ نہ کچھ operations ہونے چاہئیں۔ کچھ نہ کچھ تبدیلی سیاسی طور پر آنی چاہئیے جس سے کہ مرکز مضبوط ہو۔ لیکن اب اگر میں یہ کہوں کہ جو لوگ ملک میں انقلاب لائے تھے وہ اپنے سیاسی اغراض کے حصول کے لئے انقلاب لائے تھے۔ وہ اپنے خاندانوں کو اقتصادی مراعات دینا چاہتے تھے —

Minister of Home : Is he in order Sir ? My friend is talking beyond the scope of the Budget.

ملک محمد اختر۔ وہ اپنے خاندانوں کے لئے اقتصادی مراعات حاصل کرنے کے بعد بے عمل ہو کر رہ گئے اور اس انقلاب کے برپا کرنے میں جو مقصد مضمر تھا وہ فوت ہو کر رہ گیا۔

جناب والا۔ ہماری سوسائٹی بہت بڑی سوسائٹی ہے اور جغرافیائی بعد کے باوجود مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان کے عوام نے اسلامی بنیادوں پر ایک ساتھ ملکر اس سوسائٹی کو تشکیل کیا ہے۔ گو ہم لوٹ کھسوٹ کو بھی برداشت کر رہے ہیں۔ لیکن ہم ملک کی سالمیت اور وحدت مغربی پاکستان کو نقصان پہنچانے والی کسی بھی کوشش کو پنپنے نہیں دیں گے۔

جناب صدر . اس کے بعد مجھے زیربحث بجٹ پر بھی دو ایک باتیں عرض کرنی ھیں اور وہ یہ ھیں کہ آپ یہ دیکھیں کہ قائد اعظم نے بجٹ کے متعلق کیا ارشاد فرمایا ھے اور اس کے بعد آپ ملاحظہ فرمائیں کہ آیا ھم اپنے معاملات کو ان کے ارشاد کے مطابق طے کر رھے ھیں ۔ آیا ھم ان کے کہنے پر عمل کر رھے ھیں ۔ ھمارے محبوب رھنما قائد اعظم کے الفاظ میں بجٹ کا مطلب یہ ھے ۔

For real assessment of the Budget, we may refer to two speeches of the Quaid-e-Azam :

(1) "It should be our aim not only to remove want and fear but to secure liberty and stability as enjoined by Islam ;"

(2) : "I am an old man. God has given me enough. Why should I turn my blood into water and run about and take so much labour ? Not for the capitalist but for you the poor."

تو جناب صدر۔ یہ تھا ان کا فرمان جس کے مطابق وہ چاھتے تھے کہ اس ملک کا میزانیہ تیار ھونا چاھئیے ۔ لیکن میں یہ سمجھتا ھوں کہ ھم ان کے ان ارشادات سے کہیں دور جا چکے ھیں ۔

جناب صدر ۔ اس کے بعد مجھے یہ گزارش کرنا ھے ۔ ۔ ۔ کرمانی صاحب میری جانب دیکھ رھے ھیں اس لئے میں آپ کی وساطت سے ان کو ھی خطاب کرنا چاھتا ھوں ۔ موجودہ حکومت ھی تمام خرابیوں کی سب سے بڑی جڑ ھے ۔ ھمیں یہ توقع تھی کہ ایک سیاسی کارکن جب وزیر اطلاعات کا قلمدان سنبھالیں گے تو ھمیں آزاد صحافت کے سلسلے میں جو توقعات تھیں وہ پوری ھو جائیں گی ۔ لیکن اس کے برعکس انھوں نے وہ داؤ کھیلا ھے کہ

نوائے وقت اخبار کے خلاف Code of Honour کے تحت چار inquiries شروع کروا دیں ۔ لیکن میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ نوائے وقت کا کیا قصور ہے ۔ یہی کہ وہ تعمیری تنقید کرتا ہے ۔ بے باک تنقید کرتا ہے ۔ اس جرم کی پاداش میں چھیالیس ہزار روپے کے سرکاری اشتہارات اس کو دینے بند کر دیئے گئے ۔ میں پریس ٹرسٹ کے اخبارات کے خلاف نہیں ہوں ۔ تین اخبارات آزاد صحافت کے حامل تھے ۔ ان میں سے پاکستان ٹائمز کو حکومت نے اپنے قبضہ میں لیکر آزاد صحافت کو ذبح کر لیا ہے ۔ اور ڈان اخبار بھی دم توڑ رہا ہے ۔ رہا نوائے وقت تو اسے بھی حکومت نے اپنے مضبوط پنجے میں لیکر اس کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ اپنی بے باکی ترک کر دے اور اب وہ صرف نکتہ چینی ہی کرتا ہے اور حکومت کی کسی پالیسی کے خلاف اپنا قلم نہیں چلا سکتا ۔ جناب صدر ۔ میری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے گرانبار ٹیکسوں سے عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے ۔ آپ نے ملک میں اقتصادی بد حالی پیدا کر دی ہے اور آپ نے جس مقصد کے لئے مارشل لاء کا نفاذ کیا تھا اس میں سے صرف ایک ہی مقصد آپ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں اور وہ یہ کہ آپ اپنے آپ کو زیادہ امیر کرلیں ۔ اور اپنے سیاسی حریفوں کو کچل دیں ۔ میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ حکومت مغربی پاکستان وہ تمام نا پاک اور ناشدنی پریس قوانین کو واپس لے لے اور مرکزی حکومت کو یہ سفارش کرے کہ ملک میں آئندہ انتخابات بالغ رائے دہندگی کے اصولوں کے ماتحت ہوں ۔ جس ملک کا محاسبہ کرنے والا کوئی نہ ہو اس ملک و قوم کا اللہ ہی حافظ ہے ۔

جناب صدر۔ اس کے بعد میں نے یہ سفارش کرنی ہے کہ "Friends Not Masters" کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ موجودہ عدلیہ میں believe ہی نہیں کرتے اور انہوں نے واضح الفاظ میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ملک میں Jirga-cum-Judiciary طریق رائج ہو۔ آپ اس بات سے اندازہ لگائیں کہ جس ملک میں بھوک ہو، جس ملک میں ٹیکس کا گرانبار بوجھ عوام پر ڈالا گیا ہو اور جس ملک میں آزاد صحافت کا وجود ہی نہ ہو جس نظام حکومت میں intelligentsia کو crush کر کے رکھ دیا گیا ہو جس سسٹم میں غریب کو انصاف حاصل کرنے کا حق ہی نہ ہو یہ اس سسٹم کو بہتر سمجھتے ہیں۔ میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ یہ زنجیریں کب تک ہوں گی، یہ بد دلی اور بے حسی کی فضا کب تک قائم رہے گی۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہم یہاں پر ایک خاندان کے افراد کی طرح ملکر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کو تو صدر مملکت کی قربت حاصل ہے۔ یہ ان کو صحیح مشورے دیں۔ آپ ان کو صحیح مشورے دینے کی بجائے اپنے districts کی لڑائیوں اور جنگوں میں الجھ کر رہ گئے ہیں۔ آپ wider issues کو سامنے نہیں رکھتے۔ آپ کے ملک میں بیوروکریسی ہے۔۔۔۔ جناب والا۔ جب ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء لگی۔ تو جو قوت تھی وہ اس سے قبل اگر بیوروکریٹکس کے ہاتھوں میں تھی تو وہ barrier میں چلی گئی اور آیا تو وہ قوت پھر لوٹ آئی۔ تو جناب والا۔ گورنمنٹ جس کا کل بھی میں نے ذکر کیا تھا۔ نیشنل اسمبلی میں بھی ذکر ہوا ہے کہ ۲۰۰ خاندانوں کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ اور سنٹرل اسمبلی کی تقریر

ہے کہ "دروغ بر گردن راوی" کہ اب بڑے بڑے انڈسٹریلیسٹ نے اپنے رشتے ناطے بیوروکریٹس سے کرنے شروع کر دیئے ہیں ۔ یعنی جناب والا ۔ اب بتائیے کہ ہمارے لئے کیا راستہ ہے ۔ آئینی طور پر ہم اپنا کوئی حق بھی نہیں منوا سکتے ۔ ہمارے بنیادی حقوق جو گزشتہ تین سال سے suspended ہیں ۔ تو بتائیے ۱۹۶۲ء کا پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ نافذ کیا ۔ صدر مملکت کو اچھا مشورہ دیا جائے تو وہ مان جاتے ہیں ۔ Constitution میں یہ پروویژن تھی ۔ کہ سیاسی جماعتیں نہیں ہوں گی ۔ انہوں نے ۱۹۶۲ء میں پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ کے تحت سیاسی جماعتوں کے قیام کی اجازت دی ۔ لیکن جناب والا ۔ اس کے بعد ہوا کیا ۔ ایک سابقہ وزیر خارجہ جب اس نے پولیٹیکل پارٹی بنائی ۔ اس نے دو یا تین جلسے کئے ۔ جس میں لاکھوں لوگ گئے ۔ منظم طریقے پر ان جلسوں کو الٹایا گیا ۔ بلکہ electrify کر کے اسے مارنے کی کوشش کی گئی اور بیان یہ دیئے گئے کہ عوام اسے سننا نہیں چاہتے تھے ۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ دو لاکھ لوگ وہاں اس سے کشتی لڑنے کے لئے گئے تھے ۔ جناب والا ۔ ان کا جو بھی مخالف ہو یعنی سابقہ وزیر خارجہ ۔

He is being chased by a Police D.S.P. I would say by a Police dog.

جناب والا ۔ اس کے بعد عام چھوٹے کارکنوں کا یہ عالم ہے ۔ کہ ایک مقامی اخبار میں چند خبریں شائع ہوئیں ہم نے ان پر adjournment motions, privilege motions لگا دیں ۔ بھلا ہو Constitution کے

framers کا کہ انہوں نے آرٹیکل نمبر ۱۱۱ میں ہمیں ممنون و محفوظ کر رکھا ہے ۔ جناب والا ۔ ایک معمولی سوسائٹی نے B & R کے اشتمال کے لئے درخواست دی تھی ۔ وہ کہتے ہیں کہ کاغذ غائب ہو گئے ہیں ۔ D.P.R. اور سیکریسی ایکٹ لگا دیا گیا ہے ۔ ان لوگوں پر جو کہ یہ کاغذ لے گئے ہیں ۔ جناب والا ۔ انہوں نے لیڈروں کو ہراس کرنا شروع کیا ہوا ہے ۔ پولیٹیکل ورکروں کو انہوں نے ہراس کرنا شروع کیا ہوا ہے ۔ میں ایک اور سوال کرتا ہوں کہ خائف آخر کس سے ہیں ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ وقت میں صوبائی اسمبلی یا نیشنل اسمبلی کا الیکشن لڑنا بہت مشکل ہے ۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس قدر گراں اور قیمتی اور اتنے بڑے ملک میں کوئی Presidential الیکشن بھی لڑ سکتا ہے ۔ میں کم از کم کسی ایسے فرد کو نہیں پاتا جس کے اس قدر وسائل ہوں ۔ جس کے اس قدر وسیع ذرائع ہوں کہ وہ Presidential الیکشن لڑ سکے ۔

مسٹر سپیکر ۔ میں آپ کو دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ آپ صوبائی اسمبلی میں تقریر فرما رہے ہیں ۔

ملک محمد اختر ۔ تو جناب والا ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا ۔ کہ انہوں نے سیاسی اعتبار سے ہمیں اپاہج کر کے رکھ دیا ہے ۔ جناب والا ۔ constitutionally ہمیں کوئی حق حاصل نہیں ۔ اب جناب والا ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آرٹیکل ۹۸ کو اگر آج constitution سے نکال دیا جائے ۔ تو عدالتوں کے دروازے ہم پر بند ہو کر رہ جاتے ہیں۔ جناب صدر۔ آپ مجھ سے اتفاق فرمائیں گے ۔ کہ موجودہ طرز حکومت ، طرز نظام اور بنیادی

جمہوریت کے ذریعہ سے اسمبلیوں کا جو انتخاب ہے ۔ وہ اس سوسائٹی کے لئے زہر قاتل اور corruption کا باعث ہے ۔ جناب والا ۔ میں اس سے زیادہ نہیں کہنا چاہتا ۔

خان ملنگ خان (ہزارہ۔۵) ۔ جناب سپیکر ۔ میں وزیر خزانہ سے معذرت خواہ ہوں ۔ کہ میں اس بجٹ پر ان کو مبارکباد نہیں دے سکتا ۔ کیونکہ مجھ پر اپنے حلقہ نیابت کے ان لوگوں کی طرف سے کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں ۔ جب میں اس بجٹ کو دیکھتا ہوں ۔ تو ان لوگوں کے لئے گورنمنٹ نے اس بجٹ میں کچھ نہیں رکھا ۔ حضور والا ۔ میں اس ضمن میں ضلع ہزارہ کے لئے Decade of Development for Peshawar Division میں جو سکیمیں درج کی گئی ہیں ۔ وہ اس سال کی یا اس سے پچھلے سال کی نہیں ہیں ۔ بیشتر سکیمیں ۱۹۶۵-۶۶ء یا ۱۹۶۴ء میں مکمل ہو چکی ہیں اور وہ اس Decade of development for Peshawar Division میں درج کی گئی ہیں ۔ اس کے علاوہ ایک دو سکیموں کی مثال دیتا ہوں ۔۔۔ صفحہ چالیس پر درج ہے ۔

دل بوڑی ، کوزا بانڈہ ، بٹا گرام روڈ یہ سات سات میل کے portions ہیں ۔ اس کے متعلق کہا گیا ہے ۔ کہ یہ on going سکیمیں ہیں لیکن دوسری طرف اسی کتاب کے ایک دسرے صفحہ پر درج ہے ۔ کہ بٹا گرام ، دل بوڑی براستہ جال گلی یہ ایک اور روڈ بھی ہے ۔ اس کے لئے بھی رقم رکھی گئی ہے ۔ حالانکہ یہ ایک ہی سڑک ہے ۔ اور اس کو دو جگہ دکھایا گیا ہے ۔ یا تو پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ نے ایک کام کو

ہضم کرنے کے لئے اس کا دو جگہ نام درج کیا ہے ۔ تاکہ ایک ہضم کر لیا جائے اور دوسرا مکمل کر دیا جائے ۔ یا غلطی سے یہ چیز اس کتاب میں آ گئی ہے ۔ بہر حال اسی طریقے سے لورا مقصود روڈ ، ہری پور مری کوٹ روڈ ۶۵-۱۹۶۴ء کی تکمیل شدہ سکیمیں ہیں یہ مکمل ہو چکی ہیں ۔ ان کو دوبارہ اس میں درج کردیا گیا ہے ۔ تاکہ ہمیں یہ دکھایا جائے کہ ہزارہ کے لئے یہ ترقیاتی پروگرام ہے ۔ جناب والا۔ جس علاقہ سے میں تعلق رکھتا ہوں وہ علاقہ ۵۵-۱۹۵۲ء میں ضلع ہزارہ میں مدغم کیا گیا تھا ۔ یہ علاقہ اس سے پہلے قبائلی علاقہ تھا ۔ اس علاقے کے لوگوں نے اپنی مرضی سے الحاق کیا تھا اور اس خیال کے پیش نظر کیا کہ ان کی ترقی ہو گی لیکن آج سولہ سال گزرنے کے بعد بھی صرف ایک چوتھائی علاقہ پولیس کے زیر انتظام ہے ۔ اور اس علاقہ کے باقی تین چوتھائی حصہ میں ایک آدمی بھی پولیس کا نہ گیا ہے اور نہ جاسکتا ہے ۔ وہاں نہ تو کوئی سڑک ہے ۔ نہ کوئی ہسپتال ہے ۔ نہ سکول ہے ۔ وہاں کوئی انتظام نہیں ہے ۔ یہاں قانون پاس ہوتا ہے ، تو سارے علاقہ پر لاگو ہوتا ہے ، اس میں وہ علاقہ بھی آ جاتا ہے ۔ لیکن عملاً اس قانون پر کوئی عمل درآمد نہیں ہو سکتا ۔ وہاں روزانہ قتلوں کی تعداد ۱۰ ہے ۔ اس لئے لوگوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی ہے ۔ کہ ان علاقوں کا انتظام حکومت سنبھالے گی ۔ لوگوں کی پرانی دشمنیاں ہیں ۔ وہ اپنے قتل کا بدلہ لینے کے لئے اتنی جلدی میں قتل کر دیتے ہیں جس کا کوئی حساب نہیں ۔ اور انتظامیہ وہاں تک پہنچ نہیں سکتی کیونکہ وہاں کوئی سڑک نہیں ۔ پولیس کہتی ہے ۔ کہ جب تک

سڑک نہیں بنائی جائے گی ۔ اس وقت تک ہم وہاں کا انتظام نہیں کر سکتے ہم نہیں جائیں گے ۔ حالانکہ جس وقت میرے ساتھ جارہی تھی تو اس وقت تک بھی وہاں سڑک نہیں تھی ۔ لیکن اب پولیس والے اتنے تن آسان ہوگئے ہیں ۔ کہ وہ وہاں جاتے نہیں اور اب ایک چوتھائی حصہ کا بندو بست ہوچکا ہے غلام سرور خان وہاں کے کمشنر رہ چکے ہیں ۔ ان کو پتہ ہے اور یہ بندوبست ان کی نگرانی کے دوران ہوا تھا ایک چوتھائی حصہ کا بندوبست اراضی ہو چکا ہے ۔

جناب والا۔ لیکن ۳/۴ علاقہ بدستور اسی طرح پڑا ہوا ہے۔ اور حقوق ملکیت کوئی پتہ نہیں۔ اس طریقے سے جو انتظامی معاملات ہیں۔ وہ اس حد تک ناگفتہ بہ ہیں ، جس کی اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ مغربی پاکستان میں کوئی مثال نہیں ہے ۔ قتل ہوتے ہیں ۔ ان پر کوئی action نہیں لیا جاتا ۔ ابھی چند دنوں کی بات ہے میں نے گورنر صاحب کی خدمت میں یہ گذارش کی کہ قتل ہو جاتا ہے ۔ لاش گم کردی جاتی ہے ۔ اور وہ علاقہ جو کہ پولیس کے زیر انتظام ہے ۔ لیکن ہوتا کیا ہے کہ مقدمہ نہ جرگہ میں جاتا ہے نہ عدالت میں جاتا ہے ۔ کہتے ہیں یہ untraced چلا گیا ہے ۔ کیوں ؟ اس لئے کہ dead body نہیں ملتی ۔ یہ میں انتظامی معاملات کی بات کرتا ہوں کوہستان ایک دشوار گذار علاقہ ہے ۔ مگر اب all weather road بھی بن گئی ہے جو سارا سال کھلی رہتی ہے ۔ اور وہ اس علاقہ کے ساتھ ساتھ سے ہو کر گذرتی ہے ۔ لیکن اس کے باوجود حکومت نے ان علاقوں کے لئے کچھ نہیں کیا ۔ نہ وہاں پولیس بھیجی ہے نہ وہاں

امن قائم کرنے کے لئے کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کیا ہے ۔ انتخابات وہاں کیسے ہوتے ہیں ؟ اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں ۔ ۱۹۶۰ء میں جس وقت بنیادی جمہوریتوں کے الیکشن ہوئے تو ہم نے خانہ پری ہوتے دیکھی ایبٹ آباد میں یا مانسہرہ میں جو کہ اس علاقہ سے نوے یا سو میل کے فاصلہ پر ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ منافقت کی حد ہوتی ہے ۔ اگر ہم خوشامد کرتے جائیں اور اگر ہم یہی کہتے جائیں کہ سب اچھا ہے ، سب ٹھیک ہے جناب ، تب تو ہم اچھے آدمی ہیں لیکن اگر ہم صحیح بات کہیں اور اس طرف ان کی توجہ مبذول کرائیں کہ خدارا یہ بات غلط ہے ۔ اس میں حکومت کی بھی بدنامی ہے ، ہم لوگوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے تو پھر ہم ٹھیک لوگ نہیں ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ وہ لوگ اس حکومت کے دوست ہیں جو اس سے صحیح بات کو چھپاتے ہیں ۔ جو ان کو غلط باتیں کہہ کر ان کی خوشامد کرتے ہیں ۔ وہ ان کے دوست نہیں ہیں ۔ اور نہ صدر ایوب کے دوست ہیں ۔ کم از کم میں اس منافقت میں نہیں پڑنا چاہتا ۔ جو بات ہوتی ہے ان کے نوٹس میں لاتا ہوں ، کہتا ہوں آگے ان کی مرضی ہے عمل کریں یا نہ کریں ۔ جناب والا ۔ انتخابات کے متعلق عرض کر رہا تھا ۔ ۱۹۶۰ء میں انتخابات کی خانہ پری ہوئی ۔ بنیادی جمہوریتوں کے ممبر مقرر ہوگئے ۔ جس طریقے سے بھی ہوئے ، ہوگئے ۔ اس کے بعد چیئرمین کے انتخابات کا وقت آیا ۔ ایک آدمی راستے میں آ رہا تھا ۔ اس کو کسی Presiding Officer یا Returning Officer نے کہا کہ چیئرمین نہیں بننا چاہتے ؟ اس نے کہا چیئرمین کیا ہوتا ہے جی ؟ اس نے کہا چیئرمین

بہت بڑا آدمی ہوتا ہے ۔ اس آدمی نے کہا میں تو تیار ہوں ۔ چنانچہ ایک آدمی کا انگوٹھا لگا دیا گیا کہ یہ proposer ہے ۔ دوسرے کا لگا دیا کہ یہ seconder ہے بس انتخاب ہو گیا اور وہ آدمی چیئرمین بن گیا ۔ اب یونین کونسل فنڈز میں سے اس کو رقم دی گئی دس ہزار ۔ آٹھ ہزار یا چھ ہزار جتنی بھی تھی ۔ اس نے اس سے گھر کا تمام سامان خریدا ۔ (کوہستانی آدمی تھا ۔ غریب تھا) ۔ اور خرید کو گھر چلا گیا ۔ اب نہ چپڑاسی کی تنخواہ ۔ نہ دفتر کا کرایہ ۔ نہ دوسرا ساز و سامان جو یونین کونسل کا ہوتا ہے ۔ اس کو کیا پتہ تھا ؟ وہ لوگ بالکل cut off ہیں ۔ ان کو پتہ نہیں ہے کہ اس دنیا میں کیا ہو رہا ہے ۔ وہاں انتخابات تب ہی منعقد کئے جا سکتے ہیں کہ جب وہاں کوئی انتظام ہو ۔ وہاں پولیس ہو ۔ وہاں فرنٹیئر کانسٹیبلری ہو ۔ وہاں سرکاری ملازم ہوں ۔ وہاں تو کچھ بھی نہیں ہے ۔ نہ اس علاقہ میں کوئی سکول ہے ۔ نہ اس علاقہ میں کوئی شفاخانہ ہے ۔ نہ اس علاقہ میں کوئی سڑک ہے ۔ اور جناب اس علاقے کی لمبائی اڑھائی سو میل ہے ۔ اور چوڑائی کم از کم ایک سو میل ہے ۔ تو یہ تو میرے علاقے کے حالات ہیں ۔ ان حالات میں اگر مجھ سے یہ ناراض ہوں تو میں معافی مانگ لوں گا کہ میں ان کو بجٹ پر کیوں مبارکباد نہیں دیتا ۔

اس کے بعد جناب والا ۔ مجھے ایک چیز کا اعتراف ہے کہ وزارت مالیات نے ہمیں decade of development کے اعداد و شمار جو division wise مہیا کئے ہیں ، ان سے ہمیں یہ آسانی ہوئی ہے کہ کم از کم اپنے علاقوں کی ترقیات کے متعلق ہم دیکھ سکتے ہیں کہ وہاں

کیا ہورہا ہے ۔ میں اس بجٹ کی بڑی ضخیم کتاب نہیں پڑھ سکتا تھا اور نہ اس سے استفادہ کر سکتا تھا ۔ البتہ اس چھوٹے سے کتابچے کے ذریعہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ تمام ضلع ہزارہ کے لئے پرانی جو سکیمیں ہیں وہ اس سال میں شامل کر دی گئی ہیں حالانکہ وہ completed schemes ہیں ۔ کوئی ۱۹۶۵ء میں تیار ہو چکی ہے اور کوئی ۱۹۶۴ء میں تیار ہوچکی ہے ۔ لیکن وہ پھر اس سال میں شامل کر دی گئی ہیں جناب والا ۔ ۔ ۔

وزیر خزانہ ۔ وہ اعداد و شمار دس سالہ ہیں ۔

خان ملنگ خان ۔ میں دس سالہ والی بات نہیں کر رہا ۔ وہ تو آپ نے پہلے صفحہ پر دی ہیں ۔ یہ جو بعد کی ہیں میں ان کی بات کر رہا ہوں جو آپ اس سال کے لئے فرما رہے ہیں ، وہ پرانی سکیمیں ہیں اور وہ اس سال میں شامل کر دی گئی ہیں ۔ (قطع کلامیاں) اس میں شک نہیں کہ میں اتنا لکھا پڑھا آدمی تو نہیں ہوں لیکن پھر بھی میں اس چیز کو سمجھتا ہوں کہ پرانی سکیمیں محض دکھلاوے کے لئے شامل کردی گئی ہیں ۔ (قطع کلامیاں) ہزارہ کا اس لئے نہیں ہوتا کہ وہاں ان کو پتہ نہیں ہے ۔ اگر ان کو پتہ چلے اور وہ کچھ کہیں تو پھر شاید ہو جائے ۔ لیکن وہ اپنے آپ کو ہزارہ کا سمجھتے ہی نہیں ہیں ۔ جن کے متعلق آپ کا اشارہ ہے ، اگر وہ اپنے آپ کو ہزارہ والے کہتے تو شاید سب کچھ ہو جاتا ۔ لیکن ہمارے لئے مصیبت تو یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو پاکستان کے ہر حصے کا سمجھتے ہیں ۔

مسٹر حمزہ ۔ چراغ تلے اندھیرا !

خان ملنگ خان ۔ لیکن کم از کم ہمیں اپنے فرائض کی بجا آوری میں کچھ تو کہنا چاہئیے ۔ ہم پر بھی کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں ۔ آخر سال میں ایک دن باری آتی ہے ، اس میں بھی نہ بولیں تو یہ ان لوگوں کے ساتھ زیادتی ہے جن لوگوں نے ہمیں منتخب کرکے یہاں بھیجا ہے ۔

جناب والا ۔ Rural Works Programme کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ Rural Works Programme کے سلسلہ میں اس وقت تک ہمارے علاقے کو جتنی رقومات ملی ہیں ، ان میں سے جو رقم کوہستانی علاقے کو دی گئی ہے ۔ وہ خرچ نہیں ہوئی ہے ۔ یا تو وہ چیئرمین صاحبان کھا گئے یا افسر صاحبان کھا گئے ۔ کاغذات میں اندراج ہے لیکن میں آج شرطیہ یہ بات کہتا ہوں کہ وہاں موقع پر جا کر اگر دیکھا جائے اور کسی ایک سکیم کا کوئی نشان بھی پایا جائے تو میں جرم کا ذمہ دار ۔ (قطع کلامیاں) وہاں تو وہ floods سے wash out ہو جاتی ہیں یا برف کے نیچے آ کر زمین دوز ہو جاتی ہیں ۔

جناب والا ۔ مجھے ایک چیز کا اعتراف ہے کہ ہمارے اس علاقے میں جو پولیس کے زیر انتظام ہے ، وہاں زراعت میں ترقی ہوئی ہے ۔ اس میں کوئی شک نہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ مغربی پاکستان کے اس بوڑھے وزیر کے طفیل ہوئی ہے جس نے لاہور ریڈیو سے پنجابی میں ۔ پشاور ریڈیو سے پشتو میں اور دوسرے مختلف ریڈیو سٹیشنوں سے مختلف زبانوں میں پروپیگنڈا کروایا ۔ آج کل ٹرانسسٹر ریڈیو کی اتنی

بہتاب ہے کہ ہرگھر میں ہرحجرے میں ہر جگہ پر ٹرانسسٹر سنا جاتا ہے ۔ اور اپنے علاقائی پروگرام لوگ بڑی دلچسپی سے سنتے ہیں ۔ تو میں اس سلسلہ میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں ۔ ایک دن کسی بازار کی ایک دکان میں ایک آدمی پشاور ریڈیو سٹیشن سے پشتو پروگرام سن رہا تھا ۔ اس وقت زمینداروں کا پروگرام نشر ہو رہا تھا ۔ تو اس میں مغربی پاکستان کے وزیر زراعت کا ذکر ہو رہا تھا اور بیج اور کھاد اور ان چیزوں کے متعلق انہوں نے جو تگ و دو کی ہے اس کے متعلق بتایا جا رہا تھا ۔ اس آدمی نے جب یہ باتیں سنیں تو وہ آ کر مجھے کہنے لگا کہ یہ آدمی زمیندار ہے ؟ میں نے کہا کہ زمیندار ہے ۔ اس نے کہا کہ اگر زمیندار ہے تو پھر تو جو باتیں یہ کہتا ہے ، ان پر ضرور عمل کرنا چاہئے ۔ پہلے حالانکہ ان علاقوں کے لوگوں کا ان چیزوں پر یقین نہیں تھا لیکن میں کہتا ہوں کہ اس سال ان لوگوں نے وہاں زبردستی کھاد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے وہ پہلے یقین نہیں رکھتے تھے کہ کھاد بھی کسی کام کی چیز ہے لیکن اس ریڈیو پروپیگنڈے کی وجہ سے اس وزیر کی بھاگ دوڑ کی وجہ سے وہاں بھی زراعت میں ترقی ہوئی ہے ۔ وہاں بہت بڑی فارم قائم ہوئی اور اس نے اچھے بیج لوگوں میں تقسیم کئے ۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک چوتھائی حصہ جو پولیس کے زیر انتظام ہے ، اس میں اگر ترقی ہوئی ہے ۔ تو صرف زراعت میں ہوئی ہے ۔

جناب والا ۔ مجھے حیرانی ہوئی ہے ۔ یہ فرماتے ہیں کہ کیا پریذیڈنٹ صاحب ہزارہ کے لئے کچھ نہیں کرتے ۔ پریذیڈنٹ صاحب نے قبائلی دربار

پشاور میں لوگوں کے ساتھ وعدہ کیا اور سپاس نامہ کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ؟ میں انٹرمیڈیٹ کالج اس سال قائم کردیا جائے گا ۔ لیکن آج تک نہیں ہوا ۔ میرے ایک سوال کے جواب میں بتایا گیا کہ یہ اس سال قائم ہو جائے گا لیکن بجٹ میں اس کا نام و نشان تک نہیں ہے ۔ جناب والا اسی طریقے سے بٹا گرام ایک مرکزی مقام ہے ۔ سب ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہے ۔ اس میں لڑکیوں کے ایک مڈل سکول کی پچھلے سال منظوری ہوئی ۔ مڈل سکول ایک چھوٹے سے کچے مکان میں چل رہا ہے جس میں چار استانیاں بیٹھ نہیں سکتیں ۔ مڈل سکول کی بچیوں کا بیٹھنا تو درکنار ، چار آدمی اس میں سما نہیں سکتے ۔ مڈل سکول کے لئے آپ نے رقم مہیا کر دی ہے ۔ تاکہ عمارت بنائی جائے ۔ بٹا گرام گرلز سکول کے لئے جب آپ نے اجازت دے دی ہے ۔ تو کوئی اس کی عمارت بھی ہونی چاہئیے ۔ سڑکوں کی حالت بھی اچھی نہیں ۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ۔ All weather Gilgit Road تو مرکزی حکومت نے بنا دی ہے ۔ معلوم نہیں ۔ صوبائی حکومت کس طرح سڑکیں بناتی ہے ۔ under developed areas کو develop کرنے کے لئے بڑے وعدے کئے جاتے ہیں ۔ لیکن کوئی وجہ نہیں دی جاتی ۔ ہمارے علاقہ میں کبھی کوئی وزیر صاحب نہیں گئے ۔ ماسوائے غلام سرور خان صاحب کے جو بہ حیثیت کمشنر بھی وہاں گئے ۔ اور بہ حیثیت وزیر بھی وہاں گئے ۔ ان کے سوا اور کوئی وزیر وہاں نہیں گیا ۔ کہ جا کر دیکھے کہ اس علاقے کے لوگوں کو کیا کیا تکالیف ہیں ۔ اب ہم کس طرح سے اپنی تکالیف بیان کریں ۔ اس علاقہ میں تو ریاست کے اندر ایک ریاست ہے ۔

وزیر بلدیات ۔ ملنگ خان صاحب آپ کو یاد ہو گا ۔ میں خود آپ کے ساتھ گیا تھا ۔

خان ملنگ خان ۔ جناب میں عرض کروں گا ۔ کہ راستے بہت خراب ہیں ۔ آمد و رفت میں بڑی مشکل ہے ۔ وزراء صاحبان نے وہاں تک پہنچنے کی کبھی کوشش ہی نہیں کی کہ جا کر دیکھیں کہ ہم پر کیا گزر رہی ہے ۔ وہاں پر محمد علی خان صاحب بھی نہیں گئے ۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ ضرور آئیں گے ۔ اس کے بعد جناب قاضی فضل اللہ صاحب وزیر داخلہ کی خدمت میں عرض کروں گا ۔ کہ اس علاقہ میں پولیس کا انتظام ہونا چاہئیے قتل و غارت ۔ ڈاکہ اور چوری کی وارداتیں عام ہیں ۔ دو تین بڑے بڑے خان ہیں ۔ وہ لوگوں کی زمینیں چھین لیتے ہیں ۔ ان چیزوں کا تدارک کرنا چاہئیے ۔ اور انصاف ملنا چاہئیے ۔ ایسا ظلم نہیں ہونا چاہئیے ۔ وہ کوئی ریاست نہیں ۔ اور نہ ہی کسی کی ملکیت ہے ۔ اس علاقہ میں لکڑی عام ملتی ہے ۔ جو شخص لکڑی لاتے ہیں ۔ ان کو بڑے بڑے خان زبردستی پکڑ لیتے ہیں ۔ اور دس روپیہ فی گیلی کے حساب سے ٹیکس وصول کرتے ہیں لیکن ان کو کوئی نہیں پوچھتا ۔ آپ ایسا کیوں نہیں کرتے ۔ کہ ان کو سندھ میں مربعے دے دیں اگر قاضی صاحب ان کو کوئی جاگیر دینا چاہتے ہیں تو ان کو سندھ میں دے دیں ۔ وہاں کے دو لاکھ انسانوں کو جو سہولتیں ملنی چاہئیں ۔ وہ ان کو کیوں نہیں دیتے ۔ ان گذارشات کے بعد اور اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ وہاں مناسب انتظامات ضرور کرنے چاہئیں ۔

میر ولی محمد خان تالپور (حیدرآباد-۵) - جناب والا- بغیر کوئی زائد ٹیکس عائد کئے جو میزانیہ پیش کیا گیا ہے - وہ نہایت صاف اور نفیس ہے - اس کی کتابت یا پرنٹنگ بہت اعلیٰ ہے - اس کے ساتھ جو دستاویزات شامل کی گئی ہیں - ان سب کو دیکھ کر وزیر خزانہ اور ان کے عملہ کو داد دیتا ہوں - یہ الگ بات ہے کہ میزانیہ موزوں ہے کہ نہیں - (قہقہے) -

اس پر تو تبصرہ وہ حضرات کر سکتے ہیں جو اقتصادیات کے ماہر سمجھے جاتے ہیں - میں تو اپنے حلقہ نیابت کی ترقیات کا موازنہ وزیر خزانہ کے اعداد و شمار اور جو الفاظ انہوں نے اپنی تقریر میں کہے ہیں ان سے کرتا ہوں -گورنر صاحب کی ہدایت کے مطابق وزیر خزانہ اپنی بجٹ تقریر کے صفحہ ۱۱ پر فرماتے ہیں :

> ”ترقی کے پروگرام میں صوبے کے کسی حصے کو نظر انداز نہ کیا جائے اور اس امر کا خیال رکھا جائے کہ جو علاقے نسبتاً کم ترقی یافتہ ہیں ان میں ترقی کی رفتار تیز ہو -“

پھر فرماتے ہیں :

> ”گورنر کی ہدایت کے مطابق کم ترقی یافتہ علاقوں کے لئے رقم مقرر کی گئی ہے - جس سے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے ہیں -“

جناب والا ۔ میں جس علاقہ کا نمائندہ بن کر یہاں آیا ہوں وہ دو تحصیلات ہیں ۔ بدین اور ٹنڈو باگو ۔ وہاں تین لاکھ کی آبادی ہے ۔ اب اس علاقہ میں کیا کیا گیا ہے ۔ میں چند شعبہ جات کے حوالہ جات پیش کرتا ہوں ۔

سب سے زیادہ اہم اور انسانی زندگی کے لئے جو اہم شعبہ جات کی اعلیٰ کارکردگی سمجھی جاتی ہے ۔ وہ ہے خوراک اور صحت ۔ خوراک اس لئے کہ اس پر انسانی بقا کا انحصار ہے اور صحت اس لئے کہ اس پر انسانی تندرستی کا انحصار ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔ آرڈر ۔ آرڈر ۔ چودھری سیف اللہ خان اور معزز ممبران کی اطلاع کے لئے واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جب کوئی معزز ممبر تقریر کر رہے ہوں تو سامنے سے گزرنا مناسب نہیں ۔

میر ولی محمد خان تالپور ۔ خوراک کے مسئلہ کو حل کر نے کے لئے میں بہ خوشی اعتراف کرتا ہوں کہ گورنر نے ان مسائل سے نپٹنے کے لئے جو اقدامات کئے ہیں ۔ وہ نہ صرف قابل تحسین ہیں ۔ بلکہ ان کے ساتھ ساتھ ان مسائل کا کسی حد تک تصفیہ بھی ہو چکا ہے ۔

جناب والا ۔ وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر میں فرمایا ہے اور خوراک کے مسئلہ کے بارے میں چند نکات پیش کئے ہیں ۔ میں ان میں سے صرف دو نکات کا حوالہ دے کر اپنے علاقہ کے حالات بتاؤں گا ۔

۱ - کیمیاوی کھاد - زرعی مشینری - پانی اور جراثیم کش ادویات کے مزید استعمال کے ذریعہ پیداوار بڑھائی جائے -

۲ - زرعی رقبہ کو بڑھایا جائے - اور مزید برآں ایسے بیج استعمال کئے جائیں - جن سے پیداوار میں اضافہ ہو -

جناب والا - یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ متواتر ۱۹۶۴ء سے لے کر آج تک آفات سماوی کا جو اثر میرے حلقہ نیابت حیدر آباد اور ٹھٹھہ کے اضلاع پر ہوا ہے یہ ہے کہ وہاں کے کاشت کار اور آباد کار طبقہ کی اقتصادی صلاحیتیں بالکل ختم ہو چکی ہیں اور ان کا ایک خاص لفظ defaulters سے منسوب کیا جا رہا ہے - اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کو زرعی مشینری کیمیاوی کھاد کے لئے جو مراعات حاصل ہونی چاہئیے تھیں وہ اُن کی بد قسمتی کی وجہ سے نہیں مل رہی - یہ الگ بات ہے کہ وہ اقتصادی طور پر کمزور ہیں - اگرچہ ان پر آفات سماوی کا کچھ تسلط ہے - لیکن انسان کے پیدا کردہ حالات کا بھی تسلط ہے - میں صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں - کل ہی مجھے ایک خط موصول ہوا ہے جو ڈویژنل کونسل کے ایک ممبر نے ڈپٹی کمشنر حیدر آباد کو address کیا ہے - میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا - لیکن اتنا عرض کروں گا کہ وہاں کے آباد کاروں اور کاشت کاروں سے کمشنر کی ہدایات اور ڈویژنل کونسل کے ریزولیوشن کے باوجود ان کی گندم پندرہ روپیہ فی من کے حساب سے نہیں

خریدی جاتی۔ اس سے middle man اور مرچنٹس مستفیض ہو رہے ہیں۔ اور آباد کار اس سے کم قیمت پر اپنی گندم بیچ رہے ہیں۔ سیلاوی آفات کے متعلق میں نے اس میزانیہ میں ایک جگہ تھوڑی سی دل خوش کن اطلاع بھی دیکھی ہے کہ ان آفات سے نپٹنے کے لئے ایک سکیم عمل میں لائی جائے گی۔ کہاں لائی جائے گی اور کیسے لائی جائے گی۔ اس کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ہے۔ جناب والا۔ دوسری چیز جو زراعت کے لئے ضروری ہے وہ پانی ہے۔ پانی کا اس علاقہ میں جہاں تک تعلق ہے غلام محمد بیراج کی وجہ سے پانی کی اتنی افراط ہے کہ سیم کا مرض بڑھتا ہی جا رہا ہے اور اس کے کم ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ سیم کے مرض سے نپٹنے کے لئے سالانہ ڈیویلپمنٹ پروگرام میں غلام محمد بیراج سے drains نکالنے کے لئے سکیم پر جو خرچ ہوگا اس کے اعداد و شمار موجود ہیں وہ میں پیش کئے دیتا ہوں۔

جناب والا۔ اس سکیم کے لئے ۱۵ کروڑ ۲۴ لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے۔ جس میں ابھی تک جو خرچ ہوا ہے وہ صرف ۶ کروڑ ۵۷ لاکھ ہوا ہے۔ اب تھرڈ پلان کے صرف دو سال باقی رہ گئے ہیں کیا باقی رقم ان دو سالوں میں خرچ کر دی جائے گی؟ اور کیا اس کے خرچ کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں۔ یہ ارباب اختیار کی مرضی پر منحصر ہے۔ جہاں تک شعبہ صحت کا تعلق ہے تو مجھے بڑی انکساری کے ساتھ یہ عرض کرنا پڑتا ہے کہ تین لاکھ انسانوں کی آبادی کے لئے تحصیل کی سطح پر کوئی ہسپتال نہیں ہے اور کوئی دیہی طبی مرکز بھی موجود نہیں ہے اور جو چھوٹی چھوٹی ڈسپنسریاں ہیں

ان کا خرچ ڈسٹرکٹ کونسل کے ذمہ ہے اور ڈسٹرکٹ کونسل حیدر آباد کی اس مد میں سال کے اخراجات چار لاکھ سے اوپر نہیں جاتے اور یہ بھی آپ کے سوچنے کی چیز ہے کہ آیا تین لاکھ انسانوں کے لئے ڈسٹرکٹ کونسل کی طرف سے یہ امداد کافی ہو سکتی ہے ؟ جناب والا ۔ میں ان شعبہ جات جن کی کار کردگی پر انسان کی ترقی اور بہبود کا انحصار ہے کے متعلق اپنی گذارشات پیش کروں گا ۔ تعلیم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جہاں تک تعلیم ہے وہاں تعمیر ہے ۔ میرے حلقہ نیابت میں ایک بھی ایسا ادارہ موجود نہیں ہے جہاں میٹرک سے اوپر تعلیم دی جا سکے اور تمام صوبہ سندھ کی تعلیمی حالت یہ ہے کہ ۱۲ سو اساتذہ جو ٹرینڈ ہیں جن کی سروس دو سال سے لے کر دس سال ہے ۔ ان کو برطرف کیا جا رہا ہے اور اس لئے برطرف کیا جا رہا ہے کہ وہاں درس گاہیں موجود نہیں ہیں ۔ ان حالات میں تعلیم کی مد میں آگے کیا کیا جا سکتا ہے یہ آپ کے سوچنے اور سمجھنے کی چیز ہے ۔ جہاں تک ذرائع آمد و رفت کا تعلق ہے ۔ مجھے بڑے افسوس کے ساتھ اپنے منسٹر صاحب سے جو اس شعبہ سے تعلق رکھتے ہیں کہنا پڑتا ہے کہ ۱۹۴۷ء سے لے کر اب تک اس علاقہ میں ایک میل لمبی سڑک بھی نہیں بنائی گئی ہے ۔ اور اے ۔ ڈی ۔ سی ۔ نے جتنی سڑکیں بنائی ہیں ۔ وہ بنتے ہی ختم ہو گئی ہیں اور بجلی کے لئے میں متواتر تین سال سے اس پلیٹ فارم سے چیخ رہا ہوں کہ لب دریا ہو کر ہم پیاسے مر رہے ہیں ۔ تلہار ایک ٹاؤن کمیٹی ہے جہاں ۶ ہزار انسان موجود ہیں ۔ ایک شوگر فیکٹری بھی ہے اور دو فلور مل

میں اور یہ فیکٹری پاور لائن سے صرف دو فرلانگ پر ہے ۔ لیکن حیرت ہے کہ اسے اب تک بجلی نہیں مل سکی ۔ ٹنڈو تحصیل ہیڈ کوارٹر ابھی تک بجلی سے محروم ہے ۔ کل ہمارے ایک فاضل ممبر صاحب نے جب یہ کہا کہ تمام تحصیل میں صرف ایک موضع بچ گیا ہے جہاں بجلی نہیں ہے ۔ تو میری آنکھ میں آنسو آ گئے۔ اس لئے کہ یہ بہت فرق ہے اسلئے کہ ایک جگہ صرف ایک موضع بچ گیا ہے ۔ جہاں بجلی نہیں ہے اور ایک جگہ تمام شہر میں بجلی نہیں ہے ۔ اس سے بجلی کے محکمہ کی کار کردگی ظاہر ہوتی ہے ۔ جناب والا ۔ ان تفصیلات کے بعد اگر میں یہ کہوں کہ ہمارے ایسے چھوٹے سے علاقہ یعنی میرا حلقہ نیابت مغربی پاکستان کے جسم سے اس کو ایک ناخن کی ایسی نسبت حاصل ہے ۔ اگر یہ ناخن دکھتا ہے تو سارا بدن درد کرتا ہے ۔ لیکن شاید یہ بدن لوہے کا ایسا بدن ہے ۔ جناب والا ۔ دوسرا پوائنٹ یہ ہے کہ وحدت مغربی پاکستان بننے کے بعد اب تک جو مظاہرہ سندھ کے لوگوں نے اس کو کامیاب بنانے کے لئے کیا ہے وہ شاید کہیں اور دیکھنے میں نہیں آئے گا ۔ ہر علاقہ کے لوگ وہاں برسرکار ہیں لیکن پھر بھی یہ طعنہ دیا جا رہا ہے کہ سندھ کے لوگ اس ملی انتشار کو پھیلانے کے موجب ہیں تو مجھے حیرت ہوتی ہے ۔ مثال کے طور پر یہ کہا جا رہا ہے کہ حیدر آباد یونیورسٹی کے طالب علم اس ملت کے خلاف انتشار پھیلا رہے ہیں ۔ میں یہ کہوں گا کہ چونکہ میں حیدر آباد ضلع سے وابستہ ہوں اور طالب علموں کا وہ طبقہ ہے کہ اس کو جس طرف لگا دیا جاتا ہے وہ لگ جاتا ہے ۔ اگر ایک غیر جانب دار انکوائری ہو تو یہ

ثابت ہوگا کہ سندھ کے طالب علم اس مہم میں شامل نہیں ہیں - ان کو اس میں شامل کیا جا رہا ہے - ان کو دیگر elements اکسا رہے ہیں - جناب والا - دوسری بات جو کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ "بزم شام" کے ذریعہ انتشار پھیل رہا ہے - مجھے معلوم ہے کہ یہ کوئی پولیٹیکل ادارہ نہیں ہے - یہ محض سوشل ادارہ ہے جس سے سیاست کا کوئی واسطہ نہیں ہے - اس کے بعد سندھ سے جو سلوک کیا جا رہا ہے اس کا ثبوت اس کتابچہ سے دینا چاہتا ہوں اور میں التجا کر رہا ہوں کہ للہ اس پسماندہ علاقہ کو بھی کچھ دینے کی کوشش کریں - جناب والا - سابق صوبہ سرحد میں اخراجات کی مد میں ۶۶-۱۹۶۵ء سے ۶۹-۱۹۶۸ء میں ۲۰۲ فیصد کا اضافہ ہوا ہے اور پنجاب میں ۱۱۱۳ فی صد کا اضافہ کیا گیا ہے اور سابق بہاولپور ریجن میں ۲۰۷ فی صد کا اضافہ ہوا ہے - کراچی ریجن میں ۱۴۹ فی صد کا اضافہ ہوا ہے اور سابق بلوچستان میں ۱۷۲ فی صد کا اضافہ ہوا ہے - لیکن سندھ میں صرف ۴۳ فیصد کا اضافہ مقصود ہے - تو بتائیے کہ ہم کیا کریں اور ہمیں اس وحدت سے کیا فائدہ ہوا ہے - ہر صوبے میں آج سے تین سال پہلے اور تین سال آئندہ کے لئے یعنی ۶۴-۱۹۶۳ء سے تین سال آگے اخراجات میں اضافہ کیا گیا ہے - لیکن صوبہ سندھ کے لئے جو کچھ اضافہ کیا گیا ہے وہ میں نے عرض کر دیا - اس کے بعد بجٹ کے سلسلے میں اگر غالب مرحوم کا یہ شعر پڑھوں تو کیا بیجا ہے —

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

میاں سیف اللہ خان (کراچی—۴) ۔ جناب سپیکر ۔ مسٹر کرمانی نے جو بجٹ اس ایوان میں پیش کیا ہے وہ قابل تعریف ہے اور جو بجٹ انہوں نے پیش کیا ہے موجودہ حالات میں اس سے اچھا بجٹ پیش کرنا ممکن نہیں ہو سکتا ۔ یہ بجٹ ترقی یافتہ بجٹ ہے اور بجٹ بناتے وقت جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ ہر ایک کو معلوم ہے ۔ انٹرنیشنل مانیٹری سسٹم میں زلزلہ آ گیا ۔ پونڈ سٹرلنگ کی devaluation ہوئی ۔ ڈالر کے گولڈ reserve پر جو دباؤ پڑا اس سے لازمی تھا کہ پاکستان جیسے ملک کے finances پر بھی اثر پڑتا ۔ مگر میں جناب وزیر خزانہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ باوجود ان مشکلات کے انہوں نے ایک ترقیاتی بجٹ اس ایوان میں پیش کیا ہے ۔ انہوں نے مزید کوئی ٹیکس نہیں لگائے ۔ ٹیکس لگا کر بجٹ پیش کرنا کوئی مشکل بات نہیں ۔ مگر ٹیکس نہ لگانا اور ساتھ ہی ساتھ بجٹ میں ترقیاتی کاموں کے لئے رقم کا اضافہ کرنا یہ یقیناً قابل تعریف بات ہے ۔ جتنی ترقی ہمارے ملک میں ہوئی وہ سب ہمارے محبوب صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صاحب کی قیادت کی وجہ سے ہے اور یہ ہمیں نہیں بھولنا چاہئے کہ انہوں نے نہ صرف ہمیں پائیدار حکومت دی ہے گورنمنٹ دی ہے بلکہ جس تیز رفتاری سے ہمارے ملک میں ترقی ہوئی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے ۔ جناب سپیکر ۔ یہ پچھلے سال جو کئی لاکھ ٹن گندم اور خوراک امپورٹ کی گئی ہیں اس سے ہمارے مالیات پر بڑا اثر ہوا تھا لیکن ہمارے گورنر مسٹر محمد موسیٰ خان کی کوششوں سے محکمہ زراعت اور منسٹر آف اریگیشن کی محنتوں سے جو خوراک میں اضافہ ہوا ہے وہ قابل تعریف ہے ۔

مسٹر حمزہ ۔ اور بارش بھی انہوں نے برسائی تھی ۔

میاں سیف اللہ خان ۔ جب نیک نیتی ہو تو اللہ تعالیٰ مہربانی بھی کرتا ہے ۔

مسٹر حمزہ ۔ تو کیا اس سے پہلے وہ بدنیت تھے ؟ کیا نیت صاف نہ تھی ؟

وزیر خوراک و زراعت ۔ اس وقت آپ کی نیت صاف نہ تھی ۔ (قہقہہ) ۔

میاں سیف اللہ خان ۔ خوراک میں اضافہ کرنے کے لئے مزید کوشش کی گئی اور پچھلے سال ۴ کروڑ ۸۶ لاکھ ۵۹ ہزار ایکڑ زمین کاشت کی گئی ۔ اور one billion and 122 millions pounds کا fertilizers خرچ ہوا ۔ یہ ہمارے لئے ضروری ہے اور اگر خوراک کی مقدار ہمیں اور بھی بڑھانی ہے تو کیمیاوی کھاد کا استعمال ہمیں بڑھانا ہوگا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ کیمیاوی کھاد کا استعمال بھی زراعتی میدان میں بہت ضروری ہے ۔ جو ہمارے ملک میں قدرتی گیس سے بنایا جاتا ہے ۔ میں حکومت کو اس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اس قیمتی نیچرل گیس کو جلانا نہیں چاہئے بلکہ اس کا استعمال زیادہ تر کیمیاوی کھاد بنانے کے لئے مخصوص کیا جائے ۔

Mr. Hamza : A good advice.

میاں سیف اللہ خان ۔ جناب والا ۔ سندھ میں ضلع دادو اور ٹھٹہ

میں ایک بہت بڑی Coalfield ہے ۔ Geological Survey of Pakistan نے ڈرلنگ کے ذریعے ۱۷۳ ملین ٹن کوئلہ فراہم کرنا approve کر دیا ہے ۔ وہ کوئلہ pit head پر ۳۰ روپے ٹن فروخت کیا جاتا ہے ۔ اگر ہماری گورنمنٹ اس معاملے کی تحقیقات کرے تو گیس سے سستی الیکٹرک پاور جنریشن اس کوئلے سے ہو سکتی ہے ۔ اگلے پانچ سالوں میں تقریباً ۸۰۰ میگا واٹ کا مزید الیکٹرک پاور میں اضافہ کیا جائے گا اور میری معلومات کے مطابق اس پاور جنریشن کی زیادہ تر نیچرل گیس پر بنیاد رکھی جائے گی ۔ میں حکومت سے التجا کروں گا کہ وہ جنوبی زون میں مزید الیکٹرک پاور جینریٹرز قائم کرے اور جو پاور سٹیشن لگائے جائیں ۔ ان کی بنیاد اس سندھ کے کوئلے پر رکھی جانی چاہئے ۔ میں جناب وزیر خزانہ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے جو پسماندہ علاقوں کے لئے رقم مخصوص کی ہے اور یہ چیز بہت قابل تعریف ہے ۔ کوئٹہ اور قلات ڈویژن میں پچھلے سال کل آمدنی تمام ہیڈز میں ۸۷ لاکھ ۵۶ ہزار تھی ۔ تقریباً ۶ کروڑ خرچ کیا گیا ۔ بڑے بڑے کاموں پر اور خالی تعلیم پر ایک کروڑ ۴۱ لاکھ ۶۰ ہزار خرچ کیا گیا ۔ یہ سب ہمارے محبوب صدر جناب فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں کی قیادت اور ہمارے گورنر صاحب محمد موسیٰ کی پسماندہ علاقوں کے ساتھ محبت کا نتیجہ ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ جو مزید کاموں پر روپیہ خرچ ہوا ہے یہ ون یونٹ کی بدولت ہوا ہے ۔ بدحال علاقوں کی حالت بہتر بنانے کے لئے روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے اور یہ چیز واقعی بہت قابل تعریف ہے ۔ ہم مسلمان ہیں اور الحمدللہ ہم ایک ہیں اور خوشحال

علاقوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی آمدنی کا کچھ حصہ بد حال علاقوں پر خرچ کریں ۔

مسٹر حمزہ ۔ اسی طرح خوشحال انسانوں کو چاہئے کہ وہ بد حال انسانوں کی مدد کریں ۔

میاں سیف اللہ خان ۔ لازمی ۔ ملک محمد اختر صاحب نے اپنی تقریر میں کچھ کوئٹہ کا ذکر کیا ہے اور بابو محمد رفیق صاحب نے بھی میرے متعلق کچھ اشارہ کیا تھا ۔ کوئٹہ میں جو حادثہ ہوا وہ ایک معمولی سی بات تھی ۔ اتنے بڑے ملک میں ایسی باتیں ہوتی رہتی ہیں اور میں مقامی حکومت کوئٹہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے کس طرح ایسی صورت حال پر قابو پا لیا اور ساتھ ہی ساتھ میں عرض کروں گا کہ اس میں شک نہیں کہ وہاں پر دو کلاسیں موجود ہیں ۔ ایک لوکل اور ایک غیر لوکل ۔ ایسے لوگ بھی وہاں موجود ہیں جو صدیوں سے رہ رہے ہیں ۔ وہیں رہائش پذیر ہیں ۔ ان کے والد اور دادا اور پڑدادا وہیں پیدا ہوئے ۔ لیکن پھر بھی وہ نان لوکل کہلاتے ہیں ۔ مہاجرین سیدھے پاکستان میں آئے اور انہوں نے اپنا ملک بنایا اور جب انہوں نے کوئٹہ میں رہائش قائم کی تو وہ بھی نان لوکل کہلائے ۔ جب ون یونٹ بن چکا ہے تو میں حکومت سے درخواست کروں گا کہ یہ جو لوکل اور نان لوکل کا چکر ہے اس کو ختم ہونا چاہئے ۔ (ہیر ۔ ہیر) ۔ ڈپٹی کمشنر باقاعدہ چھان بین کر کے domicile کا سرٹیفیکیٹ دیں ۔ جب ایک شخص کے پاس باقاعدہ domicile سرٹیفیکیٹ ہو تو پھر لوکل اور نان لوکل میں کوئی فرق نہیں کرنا چاہئے ۔

مسٹر سپیکر ۔ میاں صاحب ان کی مراعات میں کیا فرق ہے ؟

میاں سیف اللہ خان ۔ جناب والا ۔ نوکریوں میں تعلیم میں گویا ہر چیز میں فرق کیا جاتا ہے ۔ ان کو تھرڈ کلاس شہری تصور کیا جاتا ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔ کیا یہ گورنمنٹ کی ہدایات کے مطابق ہے ؟

میاں سیف اللہ خان ۔ جی ہاں مجھے معلوم ہے کہ پچھلی حکومت میں ہوم ڈیپارٹمنٹ کا یہ کارنامہ ہے اور یہ ہوم ڈیپارٹمنٹ کی ہدایت ہے جو وہاں پر چلی آرہی ہے ۔ قبائلیوں کو زیادہ سے زیادہ دینا چاہئے ۔ جو موجودہ رقوم انہیں دی گئی ہیں وہ ناکافی ہیں اور بڑھا دیجئے ۔ لیکن حل اس چیز کا یہ ہے کہ آپ دیہاتی اور شہری کا فرق کیجئے ، جیسے پنجاب سندھ یا دوسرے علاقوں میں ہے ۔ دیہات میں زیادہ تر قبائلی لوگ ہیں ۔ ان کو ضرور دیجئے ۔ شہروں کو کم کر دیجئے ۔ مگر یہ فرق نہ کریں کہ فلاں لوکل ہے اور فلاں نان لوکل ہے ۔ کیوں کہ یہ چیز جو ہے پاکستان کے لئے خراب ہے ۔ اسے ہٹانا چاہئے ۔

جیسے میں عرض کر رہا تھا کہ جو بجٹ یہاں پیش کیا گیا ہے وہ ترقیاتی بجٹ ہے اور حکومت نے دیہی ترقیاتی پروگرام کے لئے جو ۱۵ کروڑ روپے مقرر کئے ہیں وہ قابل تعریف ہے ۔ میں کراچی کے کچھ مسائل کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں ۔ کراچی کا سب سے بڑا مسئلہ جو اس

وقت ہے وہ ٹرانسپورٹ کا ہے اور اس سلسلہ میں ہمارے گورنر صاحب نے بڑی دلچسپی لی ہے اور ہمیں مزید بسیں دلوائیں ۔ کچھ اور بھی آ رہی ہیں ۔ میں اس سلسلہ میں ایک چھوٹی سی تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ کراچی میں لوگ دفتروں میں آنے جانے کے لئے اور مزدور اپنی فیکٹریوں میں آنے جانے کے لئے روڈ ٹرانسپورٹ اور ریلوے ٹرانسپورٹ کو استعمال کرتے ہیں ۔ تمام دفاتر زیادہ تر ۹ بجے صبح کھلتے ہیں اور کارخانے صبح ۷ بجے کام شروع کرتے ہیں ۔ اگر ان کارخانوں کو پانچ گروپوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ کچھ صبح ٦ بجے کام شروع کریں ۔ کچھ ساڑھے چھ بجے ۔ پھر ۷ بجے ۔ پھر ساڑھے سات پھر آٹھ بجے ۔ بجائے اس کے کہ سب کے سب سات بجے کھلیں ۔ تو اس سے یہ ہوگا کہ جو لوڈ روڈ ٹرانسپورٹ پر پڑتا ہے وہ ذرا ہلکا ہو جائے گا اور بسیں زیادہ لوگوں کو لے جا سکیں گی ۔ یہ میری ایک تجویز ہے اور مجھے امید ہے کہ حکومت اس پر غور کرے گی ۔

جناب سپیکر ۔ میں جس علاقے سے منتخب ہو کر آیا ہوں ۔ اس میں لیاری ۔ شیر شاہ کالونی ۔ بہار کالونی ۔ آگرہ تاج کالونی وغیرہ علاقے شامل ہیں ۔ ۱۹٦۵ء میں حکومت نے بڑی مہربانی سے لیاری کے باشندوں سے یہ وعدہ کیا تھا کہ ان کو مالکانہ حقوق بذریعہ رجسٹرڈ ڈیڈ میونسپل کارپوریشن کراچی کی طرف سے دئے جائیں گے ۔ اب ۱۹٦۸ء ہو گیا ہے مگر ابھی تک یہ وعدہ پورا نہیں ہوا ۔ اس میں شک نہیں کہ بہار کالونی اور آگرہ تاج کالونی کے علاقوں میں سروے کا کام مکمل کیا جا رہا ہے اور مزید سروے کے لئے ایک پرائیویٹ فرم کو ٹھیکہ دیا گیا ہے ۔ مگر وقت بڑا

گزر چکا ہے ۔ اس لئے میری یہ درخواست ہے کہ سروے کا کام جلد کیا جائے تاکہ لیاری کے لوگوں سے حکومت نے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو جائے اور انہیں مالکانہ حقوق مل جائیں ۔

جناب عالی ۔ جیسے ہماری حکومت کا یہ اصول رہا ہے کہ پسماندہ علاقوں کو جلد از جلد ترقی دینی چاہئے ۔ اسی طرح میری یہ درخواست ہے کہ ہر علاقہ ، ہر شہر اور ہر تحصیل میں جو پسماندہ علاقے ہیں ان کی طرف ضرور توجہ دی جائے ۔ اس سلسلہ میں میں یہ عرض کروں گا کہ کراچی کے جو زیادہ پسماندہ علاقے ہیں ان پر زیادہ رقم خرچ کرنی چاہئیے تاکہ وہ لوگ اگر اپنے خوشحال بھائیوں کے مقابلہ میں ان کے سامنے نہ آ سکیں تو ان کے درمیان فرق کم از کم کیا جائے ۔

کراچی میں ہاؤس شارٹیج بہت زیادہ ہے ۔ پچھلے سال بھی میں نے حکومت کی توجہ ایک تجویز کی طرف دلائی تھی اور وہ یہ تھی کہ یہ حکومت کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ اتنے گھر بنا کر وہاں مزدوروں اور دوسرے لوگوں میں بانٹ دے ۔ بہتر یہ ہوگا کہ جو کراچی کے ارد گرد کے علاقے ہیں ان کے چھوٹے چھوٹے پلاٹ کٹے جائیں اور لوگوں کو دئے جائیں ۔ شرط یہ ہو کہ وہ اپنے مکانات صحیح طریق سے ایک دو سالوں میں بنا لیں گے ۔ لوگ اپنے کاروبار کے سلسلے میں کراچی میں روز بروز آتے جاتے ہیں اور انہیں لازماً رہنے کے لئے رہائش گاہ کی ضرورت ہوتی ہے ۔

Mr. Speaker : The Member may please try to wind up own.

Mian Saifullah Khan : Five minutes more, Sir.

سال میں ایک دفعہ موقعہ ملتا ہے ۔

جناب عالی ۔ لیاری میں دریا کے بیڈ کے اندر لوگوں نے جھگیاں اور مکانات بنائے ہوئے ہیں ۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ کے ۔ ڈی ۔ اے بلڈوزر سے یہ مکانات گرا رہی ہے ۔ یہ غیر مناسب چیز ہے ۔ وہ لوگ جن کے مکانات گرائے جا رہے ہیں وہ کہاں رہائش کریں گے ۔ یہ اس مسئلہ کا حل نہیں ہے ۔ کے ۔ ڈی ۔ اے کو چاہئیے کہ وہ اس علاقہ میں سڑکیں اور نالیاں مہیا کرے اور ڈرینج اور پانی وغیرہ کی سہولتیں بہم پہنچائے ۔ اس سلسلہ میں میری یہ تجویز ہے کہ اس مقصد کے لئے کراچی میونسپل کارپوریشن کی طرف سے ایک چھوٹا سا سپیشل ٹیکس لگایا جائے اور اسے octroi کی صورت میں وصول کیا جائے اور اس سے یہاں کے غریب عوام کو پانی بہم پہنچایا جائے ۔ پچھلے دنوں فاروقی صاحب نے بتایا تھا کہ ان کے اور ہمارے وزیر بلدیات کے درمیان اس کے متعلق بات ہوئی تھی جو کہ کے ۔ ڈی ۔ اے نے کیماڑی اور بھٹ آئی لینڈ کے لوگوں کا پانی کاٹ دیا ہے ۔ وہ لوگ کے ۔ ڈی ۔ اے کو مطلوبہ رقوم نہیں دے سکے ۔ اگر ایک سپیشل ٹیکس ہو محصول چونگی کی صورت میں جسے کراچی کے لوگ ادا کریں تو اس میں سے تھوڑا سا حصہ اس طرف لگا دیا جائے اور ان لوگوں کو پانی مہیا کر دیا جائے امید ہے ۔ حکومت میری اس تجویز پر ضرور غور کرے گی ۔

جناب سپیکر ۔ ۱۹۶۵ء میں لیاری کے ڈرینج کے لئے ایک سکیم

تیار کی گئی تھی - واٹر سپلائی اینڈ سیوریج فارلیاری اس کا نام تھا صوبائی ورکنگ پارٹی نے ۱۹۶۶ء میں اس کی منظوری دے دی تھی میں نے سنا ہے کہ اب یہ سکیم سنٹرل ورکنگ پارٹی کے سامنے رکھی گئی ہے - میں حکومت سے عرض کروں گا کہ اس نے لیاری کے باشندوں کے ساتھ وعدہ کیا تھا - کہ ان کو سیوریج اور ڈرینج جلد از جلد مل جائے گا - اب برائے مہربانی اس سکیم کو جلد از جلد عملی جامہ پہنایا جائے - اس ایوان کے اندر جناب وزیر بلدیات نے تسلیم کیا ہے کہ لیاری کے علاقہ میں گندہ پانی جو اکٹھا ہو جاتا ہے اسے سڑکوں پر پھیلا دیا جاتا ہے آپ خود اندازہ فرمائیں کہ جس علاقے میں یہ حال ہو کہ گندہ پانی سڑکوں پر پھینک دیا جائے تاکہ وہ خود بخود خشک ہو جائے تو وہاں مچھروں اور مکھیوں کی پیدائش کا کیا حال ہوگا - ایک طرف لاکھوں روپے مچھروں اور مکھیوں کے کنٹرول پر خرچ کئے جاتے ہیں اور دوسری طرف ہم ان کی بریڈنگ کو روکنے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھا رہے - جہاں تک لیاری کے علاقہ کا تعلق ہے جب تک اس کو سیوریج اینڈ ڈرینج صحیح نہیں ملے گی کراچی والوں کی صحت خطرے میں ہے - میں درخواست کروں گا کہ حکومت اس سکیم کو جلد از جلد عملی جامہ پہنائے تاکہ لیاری میں بسنے والے لوگوں کو فائدہ پہنچے بلکہ کراچی کے تمام لوگوں کی صحت محفوظ رکھی جا سکے -

Mr. Speaker : The Member may please resume his seat.

Mian Saifullah Khan : I would request you to give me a few minutes more.

Mr. Speaker : Five minutes are over.

Mian Saifullah Khan : Give me some more time Sir.

Mr. Speaker : Alright, two minutes.

میاں سیف اللہ خان ۔ جناب والا ۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس پس ماندہ علاقوں کے متعلق آپ کے نوٹس میں یہ بات لاؤں کہ وہاں تعلیم اور صحت کا کیا حال ہے ۔ میں ابھی آپ کے سامنے وہ حالات پیش کرتا ہوں میں نکتہ چینی نہیں کرنا چاہتا کیوں کہ جو موجودہ ترقی ہوئی ہے جو موجودہ تعلیم میں اور صحت میں اضافہ ہوا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے میں اس ترقی کا اعتراف کرتا ہوں ۔ مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ میں یہ ضرور کہوں گا کہ وہ علاقہ اس قدر پس ماندہ ہے کہ وہاں جو ترقی ہوئی ہے وہ کافی نہیں ہے ۔ مثلاً کراچی میں ۱۰۴۰ پرائمری سکولز ہیں ۔ ۲۴۵ ہائی سکولز ہیں ۔ یہ آبادی کے لحاظ سے ۱/۷ یعنی ساتواں حصہ اس علاقہ کا ہونا چاہئے ۔ مگر آپ دیکھیں گے کہ ۱۱۸ پرائمری سکولز کی بجائے میرے علاقے میں صرف ۴۶ پرائمری سکولز ہیں ۔ ۳۵ ہائی سکولز کی بجائے صرف ۴ ہائی سکولز ہیں ۔ اس سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہاں پر تعلیم کا کیا حال ہے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہاں سکولوں میں اضافہ ہوا ہے لیکن میں اس بات کو پھر دہراتا ہوں اور میں آپ کی حکومت کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے کافی سکولز کھولے ہیں لیکن یہ تعداد کافی نہیں ہے ۔ وہاں کے لوگوں کی غربت کو مد نظر رکھتے ہوئے اور وہاں کی آبادی کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ سے درخواست کروں گا کہ سکولوں کی تعداد میں مزید اضافہ کیا جائے۔

چودھری محمد ادریس (جھنگ-۱)۔ صدر محترم ۔ زیر بحث بجٹ محترم وزیر خزانہ صاحب کی دور اندیشی کا اور مالیاتی امور پر ان کی بالغ نظری کا ایک حسین ترین موقع ہے ۔ یہ ایک حقیقت پسندانہ اور متوازن بجٹ ہے اور اس میں قومی امنگوں کی اور ملی عزائم کی پوری طرح سے نشان دھی کر دی گئی ہے ۔ میں اگر یہ کہوں کہ اس بجٹ میں وہ تمام صفات موجود ہیں جو ایک قومی بجٹ میں ہونی چاہئیں تو یہ بات بے جا نہ ہوگی ۔ میرے خیال میں یہ بجٹ محترم وزیر خزانہ صاحب کی ایک حسین ترین تخلیق ہے ۔

صدر محترم ۔ کسی بجٹ کو دیکھنے کے لئے اس کی تمام صفات کو بجٹ تقریر میں گنوانا بہت مشکل ہوتا ہے ۔ میں اس بجٹ کی چند صفات اس ایوان میں پیش کرکے آج کی تقریر میں صرف ایک مسئلہ پر بحث کروں گا ۔

جناب والا ۔ کسی بجٹ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہوتی ہے کہ اس بجٹ میں رفاہی کاموں اور رفاہی اداروں کے لئے کس قدر رقوم خرچ کی گئی ہیں ۔ زیر بحث بجٹ میں رفاہی کاموں کے لئے ۱۷۷ کروڑ کے مقابلہ میں ۲۳۸ کروڑ روپیہ کی رقوم مہیا کرکے وزیر خزانہ صاحب نے اس بات کا ثبوت مہیا کیا ہے کہ حکومت نے رفاہی کاموں ۔ رفاہی اداروں اور ملک میں رفاہی کاموں کو ترقی دینے کے لئے نہ صرف دلچسپی لی ہے بلکہ ان کاموں پر زیادہ سے زیادہ روپیہ بھی خرچ کر رہی ہے ۔ جناب والا ۔ اس بجٹ میں دوسری خوبی یہ ہے کہ اس میں کم ترقی یافتہ علاقوں

کی طرف خصوصی توجہ کی گئی ہے میں اس کے لئے صرف دو علاقوں کی نشان دھی کروں گا ۔ نمبر ۱ قبائلی علاقے جن کو بجٹ میں فرنٹیئر ریجن کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اس پر ۴ کروڑ ۱۱ لاکھ روپیہ خرچ کیا گیا ہے ۔ دوسرے بلوچستان کا علاقہ ہے جس کے لئے ۸ کروڑ ۶۸ لاکھ روپیہ کی رقم مخصوص کی گئی ہے ۔ اس بجٹ میں تیسری خوبی یہ ہے جو میرے نزدیک خاص اور اہم خوبی ہے اور جس میں ان عزائم پر زور دیا گیا ہے کہ حکومت کو دیہی علاقوں کا مفاد نہایت ہی عزیز ہے ۔ اس مقصد کے لئے دیہی ترقیاتی پروگرام یا دیہی تعمیری پروگرام پر ۱۰ کروڑ روپے کی بجائے ۱۵ کروڑ روپے کی رقم مہیا کی گئی ہے ۔ حکومت کے ان عزائم سے ظاہر ہے کہ وہ دیہی علاقوں کو شہری علاقوں کے برابر ترقی دینا چاہتی ہے ۔ (خوب ۔ خوب)

مسٹر حمزہ ۔ جناب والا ۔ اگلے روز جناب وزیر مالیات صاحب نے فرمایا تھا کہ۔

''وہ صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں'' (شور)

Mr. Speaker : No disturbance. Yes please.

چودھری محمد ادریس ۔ جناب والا ۔ اس بجٹ میں زرعی انقلاب کی رفتار کو مزید تیز کرنے کے لئے ۲۳ کروڑ روپے کی بجائے ۳۴ کروڑ روپے کی رقم مہیا کی گئی ہے ۔ اور ان عزائم پر زور دیا گیا ہے کہ حکومت زرعی انقلاب کی رفتار کو نہ صرف بحال رکھنا چاہتی ہے بلکہ اس میں مزید اضافہ کرنا چاہتی ہے ۔

جناب والا ۔ میرے خیال میں محترم وزیر خزانہ صاحب نے صحیح فرمایا تھا ۔ کہ دس سالہ مضبوط قیادت کی اور صحیح منصوبہ بندی کی وجہ سے جو ترقی ہوئی ہے یہ بجٹ اس کا نقطہ عروج ہے ۔ اب میں اپنی اس تقریر میں ایک مسئلہ کی نشاندہی کروں گا اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ زندگی کے شعبہ میں جب ایک شعبہ ترقی کرتا ہے ۔ جہاں اس کے مثبت نتائج نکلتے ہیں وہاں اس کے کوئی نہ کوئی منفی نتائج بھی ہوتے ہیں ۔ اور وہ منفی اثرات کس طرح دوسرے شعبوں پر اثر انداز ہوتے ہیں ۔

جناب والا ۔ آپ تعلیم کے شعبہ کو لیں ۔ تعلیم کے شعبہ میں ہر ترقی پذیر ملک میں یہ کوشش کی جاتی رہی ہے کہ تعلیم کو عام کیا جائے بلکہ یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی ترقی پذیر ملک اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک وہ اپنے ملک میں تعلیم کی طرف خصوصی توجہ نہ دے ۔ اس حقیقت کے پیش نظر پاکستان نے ۱۹۵۸ء کے بعد خاص طور پر اور اس سے پہلے عام طور پر تعلیم کے شعبہ کی طرف توجہ دی ہے ۔ موجودہ دور میں تعلیم پر زیادہ توجہ دینے کی یا تعلیم کو زیادہ ترقی دینے کی ایک وجہ وزیر تعلیم صاحب کی نیک ، پر کشش اور جاذب شخصیت بھی ہے ۔

(ھیر ۔ ھیر)

جناب والا ۔ خزانے والوں سے رقم لینا کافی مشکل کام ہوتا ہے ۔ لیکن وزیر تعلیم نے اپنی مومنانہ بصیرت ۔ ایمانداری ۔ دیانت داری سے کام لیتے ہوئے ان کو اس طرح قائل کر دیا ہے کہ خزانہ کے افسران سے ان کو زیادہ سے زیادہ رقم تعلیم کے لئے مل رہی ہے ۔ اس کا ثبوت اس سال کا

میزانیہ ہے - جس میں ۳۹ کروڑ روپے کے مقابلہ میں ۴۷ کروڑ روپے کی رقم مہیا کی گئی ہے -

جناب والا - میں اعداد و شمار سے ثابت کروں گا کہ اس شعبہ نے ۱۹۵۸ء سے اب تک صرف دو مدوں یعنی کالجز اور سیکنڈری تعلیم میں جو ترقی کی ہے اس کی ترقی کے مثبت اثرات کے ساتھ ساتھ اس کے منفی اثرات بھی قومی زندگی پر ہو رہے ہیں -

جناب والا - آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ۵۹-۱۹۵۸ء میں ہمارے پاس کالجوں کی تعداد ۱۰۷ تھی جس میں ۶۲ ہزار طالب علم on roll تھے- لیکن اس سال ہمارے پاس کالجوں کی کل تعداد ۱۰۷ کے مقابلہ میں ۲۶۲ ہے اور طالب علموں کی تعداد ۱ لاکھ ۴۹ ہزار ۵۱ ہے - جناب والا - ہائی سکول لیکن یا ثانوی سکول کی سطح پر ۱۹۵۸ء میں صرف ۱۰۱۴ ہائی سکول تھے اب ہمارے پاس ۱۸۲۴ ہائی سکول ہیں - ۵۹-۱۹۵۸ء میں ہائی سکول کی سطح پر طلباء کی تعداد ۴,۷۹,۰۰۰ تھی لیکن اس وقت یہ تعداد ۹,۷۰,۷۵۳ ہے - میرا خیال ہے کہ ان اعداد و شمار کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سکولوں اور کالجوں پر اخراجات کے لحاظ سے اور طلبا کی تعداد میں اضافہ کے لحاظ سے ہم نے تعلیمی شعبے میں گذشتہ دس سال میں دو گنا سے زیادہ ترقی کی ہے - جس مد کو بھی دیکھئے اس مد میں ہمیں دو گنا سے زیادہ رفتار میں ترقی نظر آتی ہے - میں اپنے مخصوص نکتے کی طرف آنے سے پیشتر آپ کی توجہ زراعت کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ زراعت اور تعلیم کی ترقی نے کس طرح سے ہماری معیشت پر منفی اثرات ڈالے ہیں -

جناب والا ۔ ہم نے یہ سوچا یا سمجھا تھا کہ پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے اور اسی وجہ سے زراعت کی جانب خصوصی توجہ دینے کی ضرورت نہیں ہے اور زراعت کی ترقی کے سلسلے میں جو بھی خرچ ہو رہا ہے وہ ہم ادھر ادھر سے پورے کرتے رہیں گے ۔ جس کی بناء پر غذائی اعتبار سے یہ ملک ایک بھوکا ملک ہو کر رہ گیا ۔ لیکن جب اس کی طرف مطلوبہ خصوصی توجہ دی گئی اور اس کے لئے صحیح منصوبہ بندی کی گئی اور زمینداروں اور کاشت کاروں کو مناسب سہولتیں مہیا کی گئیں اور زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کرنے کے عزم کا اظہار کیا گیا اور اس سلسلے میں اپنی منزل کی نشان دہی کی گئی کہ ہم نے غذائی اعتبار سے خود کفیل ہونا ہے تو اس عزم کے پیش نظر زمینداروں اور کاشتکاروں کو مناسب سہولتیں بہم پہنچانے کے ساتھ ساتھ جب ہم نے ایک طے شدہ پروگرام کے ماتحت کام کرنا شروع کیا بلکہ اس پر سختی سے عمل کرنا شروع کیا تو اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ آج ہم زرعی انقلاب سے ہم کنار ہو رہے ہیں اور ہم اپنی متعین کردہ زرعی منزل تک پہنچنے والے ہیں بلکہ ہم نے زراعت کے معاملے میں غذائی خود کفالت کی منزل کو پا لیا ہے ۔ جناب والا ۔ ہم ۱۹۷۰ء تک غذائی اجناس کے سلسلہ میں خود کفیل ہونا چاہتے تھے لیکن اس متعینہ مدت سے سال دو سال پیشتر ہی میرے خیال میں ہم اس سلسلے میں خود کفیل ہو گئے ہیں اور اب ہم کو کسی بھی بیرونی ملک سے غلہ درآمد کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی ۔ اس طرح سے اس ملک کو بہت سا زر مبادلہ بچا ہے جو کہ دیگر ترقیاتی کاموں پر صرف کیا جا سکے گا ۔

اس کے علاوہ غذائی اجناس کی بھر پور پیداوار سے زمینداروں اور کاشتکاروں کے معاشی حالات بھی بہتر ہو گئے ہیں اور ان میں ایک طرح کی خود اعتمادی بھی پیدا ہوگئی ہے اور ہماری دیہی زندگی میں خوشحالی کی ایک فضا پیدا ہوگئی ہے ۔ لیکن جہاں زرعی انقلاب کے مثبت اثرات ہماری نظروں کے سامنے ہیں وہاں اس کے منفی اثرات ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں ۔

جناب والا ۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ ہم زراعت میں اس وقت تک مطلوبہ ترقی نہیں کر سکتے جب تک کہ ہم اپنی زراعت کو mechanised نہ کریں ۔ جب تک ہم مشینوں کے ذریعے کاشتکاری کے طریقے کو نہ اپنائیں گے اس وقت تک زراعت میں ترقی نا ممکن ہے ۔ اس وقت بھی ہمیں زراعت میں جتنی ترقی نصیب ہوئی ہے وہ سب مشینی طریق کاشت کی مرہون منت ہے اور ہم نے آئندہ بھی زرعی ترقی کی اس رفتار کو اگر قائم رکھنا ہے یا زرعی اجناس کی پیداوار برآمدی نقطہ نظر سے زیادہ کرنی ہے تو ہمیں اس رفتار کو مزید تیز کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ زرعی مشینری استعمال کرنی ہو گی ۔ لیکن جب ہم ملک میں زرعی مشینری کا استعمال کرتے ہیں یا جب ہم ملک میں ایک بھی ٹریکٹر درآمد کرتے ہیں یا جب ہم اپنے ہی ملک میں ٹریکٹر بناتے ہیں تو ہمیں اس بات کو بھی مدنظر رکھنا چاہئیے کہ ایک ٹریکٹر کے استعمال سے ہم دس کنبوں کو بیکار کر رہے ہوتے ہیں ۔ یعنی جہاں پہلے ایک مربع اراضی کو دو خاندان کاشت کرتے تھے اب اس کے مقابلے میں چار مربع اراضی کی

کاشت کے لئے صرف ایک ہی آدمی کافی ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جوں جوں ہم مشینی طریقۂ کاشت کی جانب بڑھتے جا رہے ہیں ۔ ہم جس قدر ٹریکٹر ملک میں در آمد کر رہے ہیں یا اپنے ملک کے اندر بنا رہے ہیں ہم اسی تناسب سے اپنے ملک کے اندر بیکاری میں بھی اضافہ کر رہے ہیں ۔ جیسا کہ میں نے ابھی ابھی عرض کیا ہے کہ ایک ٹریکٹر کے استعمال سے ہم دس کنبوں کو بیکار کر رہے ہیں ۔ ملک کے اندر اگر ہم ایک ٹریکٹر بنا دیتے ہیں تو اس کا اثر دس کنبوں پر پڑتا ہے ۔ اعداد و شمار یہ ثابت کرتے ہیں کہ اس وقت ہمارے صوبہ کے اندر پندرہ ہزار ٹریکٹر زیر استعمال ہیں ۔ جو کہ مشینی کاشت میں لگے ہوئے ہیں اور اس کے علاوہ ہم ہر سال مزید دو ہزار ٹریکٹر اپنے ملک میں در آمد کر رہے ہیں آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ اگر ایک ٹریکٹر کے استعمال سے دس کنبے بیکار ہوتے ہوں تو اگر پندرہ ہزار ٹریکٹروں سے مشینی کاشت کا کام لیا جائے تو ڈیڑھ لاکھ آدمی اس حساب سے بیکار ہو گئے ہیں اور جب ہم خود بھی دو ہزار ٹریکٹر سالانہ تیار کر کے ان کو کھیتوں میں ڈال دیں گے تو اس حساب سے ہر سال ایک لاکھ آدمی بیکر ہو کر رہ جائیں گے (اگر ایک کنبہ میں صرف سو آدمی ہوں) ۔ حکومت کی جانب سے اس سلسلے میں یہ دلیل بھی دی جاتی ہے کہ ہم جو ٹریکٹر استعمال کرتے ہیں تو اس سے بنجر زمینیں بھی آباد ہو جاتی ہیں اور ان کو قابل کاشت بنا کر زیر کاشت لایا جاتا ہے اور اس طرح جو لوگ مشینی طریق کاشت کی وجہ سے بیکار ہوتے ہیں وہ ان نئی آباد کردہ بنجر زمینوں کو

آباد کرتے ہیں ۔ لیکن میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ مشینی طریق کاشت کی وجہ سے جو لوگ بیکار ہوتے ہیں ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ یہ نئی زمینیں ان کو absorb کرنے کے لئے ناکافی ہیں ۔ اور میرا یہ ایک محتاط اندازہ ہے کہ آپ ان بیکار افراد میں سے بمشکل نصف افراد کو ان نئی آباد شدہ زمینوں میں کھپا سکیں گے ۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس مشینی طریق کاشت کے نتیجے میں جو لوگ بیکار ہو گئے ہیں وہ شہروں میں آ گئے ہیں اور شہری آبادی پر pressure ڈال رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ملک میں بیکاری بڑھ رہی ہے اور یہ بات اس ایوان کے ریکارڈ میں بھی موجود ہے کیونکہ اس سلسلے میں حکومت نے خود اعداد و شمار پیش کئے ہیں ۔ اس بناء پر میں عرض کروں گا کہ اس زرعی انقلاب اور تعلیمی ترقی کی وجہ سے ملک میں جو بیکاری پیدا ہو گئی ہے اس کے متعلق قومی سطح پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے ۔ اس سلسلے میں ہمیں از سرنو موثر منصوبہ بندی کر کے اس بیکاری کا علاج کرنا ہو گا ۔ اس سلسلے میں میں آپ کی وساطت سے چند ایک اعدادو شمار اس معزز ایوان کی توجہ کے لئے پیش کرتا ہوں جس سے میرے اس نقطہ نظر کو تقویت پہنچے گی کہ کس طرح تعلیمی ترقی اور زرعی انقلاب نے بیکاری میں انقلاب پیدا کر دیا ہے ۔ میرے پاس صرف دو سالوں کے اعداد و شمار ہیں ۔ ۱۹۶۶ء میں ۲۷۲۴۲ گریجویٹوں نے محکمہ روزگار میں ملازمت کے سلسلے میں اپنے نام رجسٹر کروائے ۔ (یہ وہ اعداد و شمار ہیں جو کہ محکمہ روزگار میں درج ہیں ان کے علاوہ ایسے بھی لوگ ہوں گے کہ جنہوں نے اپنے نام درج نہیں کروائے

ہوں گے) ۔ ان میں سے صرف ۲۲۳۲ آدمیوں کو روزگار مہیا کیا گیا ہے ۔ اس حساب سے بھی پچیس ہزار گریجویٹس بیکار ہیں ۔ میٹرک پاس لوگوں کی حالت اس سے بھی زیادہ ابتر ہے ۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ۵۵۳۰۴ آدمیوں نے محکمہ روزگار میں اپنے نام درج کروائے جن میں سے صرف ۶۹۴۲ لوگوں کو کام مل سکا ۔ میں صرف ان دو ہی مدات کا ذکر کروں گا جنہوں نے محکمہ روزگار سے کام مانگا تھا ۔ ان کی کل تعداد ۸۲۵۴۶ تھی جن میں سے ہم صرف ۹۱۷۴ کو کام مہیا کر سکے ہیں ۔ آپ اندازہ کیجئے کہ ۷۳۳۷۲ تعلیم یافتہ افراد اس وقت بیکار پھر رہے ہیں جو کہ تعلیمی ترقی کی وجہ سے یا اس نظام تعلیم میں منصوبہ بندی کے کسی نقص کی وجہ سے بیکار ہیں ان کی تعداد ایک سال میں ۷۳۳۷۲ تک پہنچی ہے ۔ آبادی کا خاصا بڑا حصہ جو کہ مشینی کاشت کی وجہ سے یا ملک میں زرعی انقلاب کی وجہ سے بیکار ہو کر تلاش معاش کی غرض سے شہروں میں آ کر شہری آبادی پر pressure ڈال رہے ہیں ان کی حالت بھی خاصی پریشان کن ہے ۔ اس سال ۱,۳۱,۱۲۰ unskilled labours نے کام کے لئے درخواستیں دی تھیں جن میں سے صرف پچیس ہزار آدمیوں کو ہی ہم کام مہیا کر سکے ہیں اس حساب سے ایک لاکھ سے زائد unskilled labours بیکار ہیں اور اگر اس تعداد میں سے نصف تعداد بھی ان لوگوں کی ہو جو کہ مشینی کاشت کے نتیجے میں بیکار ہو کر تلاش روزگار کی غرض سے شہروں کی طرف آئے ہوں تو بھی یہ تعداد کافی پریشان کن ہے ۔ اس سال جملہ کام کی تلاش کرنے والوں کی مجموعی تعداد ۲,۸۱,۱۹۲ بنتی ہے جن میں سے ہم نے

مجموعی طور پر صرف ۵۳۵۶۸ افراد کو کام مہیا کیا ہے اس طرح سوا دو لاکھ افراد صرف ایک سال میں بیکاری کا شکار ہوئے۔ یکم دسمبر ۱۹۶۷ء سے ۳۱ اگست ۱۹۶۸ء یعنی نو ماہ کے اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ کل ایک لاکھ پچانوے ہزار افراد نے کام مانگا اور ہم نے صرف ۷۸۲۷۹ افراد کو کام مہیا کیا۔ یہ اعداد و شمار اور یہ حقائق کافی پریشان کن ہیں اور جب ہم اس حقیقت کے پیش نظر ان پر غور کرتے ہیں کہ اس وقت دنیا میں ہمارے چاروں اطراف کیا ہو رہا ہے تو اس سے ہمیں اور بھی پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے جواب میں یہ کہا جائے کہ اس کے لئے تو محکمہ محنت قصور وار ہے۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سلسلہ ایسا نہیں ہے کہ جس کے لئے ہم محکمہ محنت کو قصور وار ٹھہرائیں کیونکہ انہوں نے تو وہی کام مہیا کرنا ہے جو کہ ملک میں موجود ہوں گے۔ جو کام ملک میں موجود نہیں ہے۔ ان کے متعلق محکمہ لیبر کچھ نہیں کر سکتا۔ اس سلسلے میں میرے خیال کے مطابق محکمہ محنت نہ صرف بے قصور ہے۔ بلکہ بے بس ہے۔ حضور والا۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے۔ کہ جس کا علاج کرنا ضروری ہے۔ اور ضروری اس لئے ہے کہ محترم وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ آج دنیا کا کوئی بھی ملک ایسا نہیں جو بین الاقوامی حالات سے دو چار نہ ہوتا ہو۔ جو دیگر ممالک میں ہونے والے واقعات سے اثر انداز نہ ہوتا ہو۔ جہاں جناب والا۔ دنیا کے دوسرے ملک کسی دوسرے ملک کو متاثر نہ کرتے ہوں۔ اس لئے اس مسئلہ کی اہمیت و زیادہ ہو جاتی ہے۔ کہ ہم جتنی جلدی کر سکیں اس مسئلے کو حل

کرنا چاہئیے۔ یہ ہمارے فائدہ میں ہے موجودہ سیاسی نظام کے فائدہ میں ہے۔ ہمارے موجودہ اقتصادی اور معاشی نظام کے فائدے میں ہے ۔ جناب والا ۔ میں پچھلے چند مہینوں کے واقعات آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں ۔ حضور والا ۔ آپ خیال کیجئے کہ فرانس جیسا ملک جہاں دولت کی ریل پیل ہے ۔ جو ایک ترقی یافتہ ملک ہے ۔ جو چاند اور ستاروں پر پہنچنے کے لئے دوسرے ممالک کا مقابلہ کر رہا ہے ۔ وہاں بھی معاشی بدحالی کی وجہ سے یک ایسی حالت پیدا ہو گئی کہ مزدوروں کے ہنگاموں کی وجہ سے حکومت کو مجبور ہونا پڑا پارلیمنٹ توڑ دی گئی ۔ نئے انتخابات کرائے گئے اور ایسی اصلاحات کا اعلان کیا گیا جن سے وہ اپنی بے کار لیبر کو اور عام آبادی کو مطمئن کر سکیں ۔ دولت کی منصفانہ اور مساویانہ تقسیم کا وعدہ کیا گیا ۔ ملک کی معاشی بدحالی اور معاشی خلا کو کم کرنے کے لئے یقین دلایا گیا ۔ اسی طرح سے آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ابھی چند مہینوں کا واقعہ ہے ۔ کہ امریکہ میں اس معاشی بدحالی کے نام پر اور معاشی انصاف کے لئے کتنے زبردست ہنگامے ہوئے ہیں ۔ وہ ملک ترقی کے ایک انتہائی نقطۂ عروج پر ہے مگر وہاں کے لوگوں کو بھی یہ شکایت ہے کہ وہ معاشی طور پر خوشحال نہیں ہیں ۔ ان کو یہ شکایت ہے کہ ان کے ساتھ معاشی انصاف نہیں ہو رہا ہے ، وہ اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں حکومت کے ساتھ ٹکراتے ہیں ۔ ملک کے اکثر شہروں میں مارشل لاء لگانا پڑتا ہے ۔ اس کے علاوہ جناب والا ۔ ہماری اس طرف کی سرحدوں پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ نہایت ہی تیزی سے حالات بدل رہے

ہیں اور یہ سب کچھ معاشی انصاف کے نام پر ہو رہا ہے ہمیں اپنے ملک میں اس معاشی ناہمواری کو دور کرنا ہوگا ۔ اس کے علاوہ جناب ان تمام حالات کو میں یہاں عرض کرنا نہیں چاہتا ۔ کہ اس سے misunderstanding نہ ہو جائے ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ملک میں اس لئے کچھ نہیں ہو رہا ہے ۔ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ اس کے لئے جو کچھ ہوسکتا ہے وہ ہو رہا ہے ۔ ملک کا حکومت کا اور ہمارا مدعا مطمع نظر اور پروگرام یہ ہے ۔ کہ یہ ملک ایک اصلاحی مملکت ہو ۔ یہ ایک فلاحی مملکت ہو ۔ لیکن میرے خیال کے مطابق ہماری اصلاحی مملکت کی ترقی کی رفتار کم ہے ۔ وہ ان حالات اور واقعات کے مطابق تیز نہیں ہے ۔ جو دنیا کے دیگر ممالک میں رونما ہو رہے ہیں ۔ ان حالات اور واقعات کے پیش نظر میں یہ چاہتا ہوں ۔ کہ اس رفتار میں جو کہ ہم اپنی منزل کی طرف بڑھنے کے لئے اپنائے ہوئے ہیں تیزی کی جائے ۔ اس قسم کے انتظامات اصلاحات اور اقدامات کئے جائیں کہ اس منزل کی طرف ہماری یہ رفتار تیز ہو جائے ۔ جناب والا ۔ میں اپنی تقریر میں شعروں کا کبھی سہارا نہیں لیتا ۔ لیکن ان حالات اور واقعات کو جو دنیا میں وقوع پذیر ہو رہے ہیں اور جو ہمارے اوپر اثر انداز ہوتے ہیں ۔ بیان کرنے کے لئے صرف ایک ہی مصرعہ کافی ہے ۔

"دل ہر ذرہ میں غوغائے رستا خیز ہے ساقی"

جناب والا ۔ دنیا میں اس معاشی انصاف کے لئے ہر طرف ہل چل ہے ۔ جد و جہد ہے ۔ ایک انقلاب کی شکل میں ایک بہت بڑی رو آنے والی ہے ۔

اس کو روکنے کے لئے ہم کو مثبت اقدام کرنے ہونگے اور زرعی اور تعلیمی ترقی کے منفی اثرات کو تیزی سے دور کرنا ہو گا ۔ جس کے لئے میں چند تجاویز اس ایوان میں آپ کی وساطت سے متعلقہ افراد اور متعلقہ اتھارٹی کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ اس لئے کہ جب مزدوروں کی بے کاری کا اور کام کی کمی کا مسئلہ پچھلے دنوں اس ایوان میں پیش ہوا ۔ تو محترم لیبر مسنٹر نے اپنی بے بسی کا اظہار کیا اور وہ اس میں حق بجانب تھے ۔ بلکہ وہ تو یہاں تک بھی کہہ گئے تھے ۔ کہ ہمارے پاس ایسے ماہر ہی نہیں ہیں ۔ ہمارے پاس ایسے لوگ ہی نہیں ہیں ۔ جو اس بے کاری کے مسئلے کی اصلاح کر سکیں جو اس بیکاری کے مسئلے کا حل سوچ سکیں ۔ حضور والا ۔ زرعی سیکٹر میں ان منفی اثرات کو دور کرنے کے لئے میں دو تجویزیں اس ایوان میں پیش کروں گا ۔ ممبر، صدر مملکت نے اپنی تقریر میں اور محترم وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر میں بجا طور پر کہا ہے کہ زرعی علاقوں کے مفادات کو یکجا اور منظم کرنا نہایت ضروری ہے ۔ حضور والا ۔ یہ ایک چھوٹی سی سٹیٹمنٹ ہے ۔ لیکن اس کے پیچھے ایک بہت بڑی سکیم ایک بہت بڑا عزم کار فرما ہے ۔ اس کی شکل کیا نکلتی ہے اور یہ کس شکل میں ہمارے سامنے آتا ہے ۔ یہ ابھی ظاہر نہیں ۔ لیکن میرا ایمان ہے ۔ کہ اس فقرے کے نہایت ہی دور رس اور نہایت ہی اہم نتائج ہوں گے ۔ حضور والا ۔ اس کی ایک شکل تو یہ ہو سکتی ہے کہ چھوٹے چھوٹے کاشتکاروں یا چھوٹے چھوٹے زمینداروں کی جو لینڈ ہولڈنگ ہیں ان کو ایک جگہ اکٹھا کر کے کوآپریٹو فارمنگ شروع کر دیں ۔

میرے خیال کے مطابق ملک کے حالات بھی ایسے نہیں ۔ کہ ہم اس تجاویز پر عمل کر سکیں ۔ میرے خیال کے مطابق ابھی ہم نے اپنے عوام کو اس حد تک تیار نہیں کیا کہ ہم ان چھوٹے مفادات کو ایک جگہ اکٹھا کر کے اس کو کوآپریٹو فارمنگ کی کسی شکل میں عملی جامہ پہنا سکیں ۔ جناب والا ۔ میں نہایت ادب سے عرض کروں گا ۔ (اگر کسی مزاج پر گراں نہ گذرے) کہ ابھی تک ملک میں انتظامیہ کی دیانتداری اور efficiency اس حد تک نہیں پہنچی کہ ہم اس قسم کی سکیموں کو خوش اسلوبی سے عملی جامہ پہنا سکیں ۔ حضور والا ۔ اس قسم کی سکیموں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے خاص طور پر کوآپریٹو سکیموں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جب کہ ملک میں ہمارے ہاں اس قسم کے حالات ہیں ۔ کہ باپ کی بیٹے سے نہیں بنتی اور بیٹے کی باپ سے نہیں بنتی بھائی بھائی ایک دوسرے سے لڑتے ہیں ۔ اس وقت تک یہ کوآپریٹو کا تجربہ کامیاب نہیں ہو گا ۔ جب تک ہم اس محکمہ میں نہایت دیانت دار ، نہایت ایمان دار ، نہایت قابل افراد اور افسران پیدا نہ کر لیں جن کی ابھی کمی ہے۔ لہذا میرے خیال میں یہ سکیم اس حد تک ناقابل عمل ہو گی ۔ لیکن جناب والا ۔ دوسری طرف اس کی ایک اور شکل ہو سکتی ہے ۔ حضور والا ۔ اس سے پیشتر کہ میں اپنے نقطے کو پیش کروں ۔ چند اعداد و شمار اس ایوان میں پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ وہ یہ ہیں کہ جناب والا ۔ آج حالت یہ ہے کہ ایک ایکڑ سے کم ۷ لاکھ ۴۲ ہزار فارم ہمارے ملک میں موجود ہیں ۔ ایک ایکڑ سے دو ایکڑ تک فارموں کی تعداد ۸ لاکھ ۵۶ ہزار ہے ۔ اڑھائی ایکڑ سے ۵ ایکڑ تک

فارموں کی تعداد ۸ لاکھ ۶ ہزار ہے - اور ۵ ایکڑ سے ۷ ایکڑ تک فارموں کی تعداد ۷ لاکھ ۸۱ ہزار ہے - اور جناب والا - ساڑھے سات سے ساڑھے بارہ ایکڑ تک ۷ لاکھ ۴۹ ہزار ہے - جناب والا - یہ اتنی بڑی تعداد بلکہ پریشان کن تعداد ہے - ان چھوٹی holdings کی اور فارموں کی یہی تعداد میرے خیال کے مطابق معاشی بد حالی کا ایک اور سبب بن رہی ہے - وہ اس طرح سے جناب والا - آپ خیال کیجئے - کہ اس وقت جب کہ زمینداروں کو ہر قسم کی مراعات دی جا رہی ہیں - اور ان کو بیج مہیا کئے جا رہے ہیں - ان کو fertilizers مہیا کئے جا رہے ہیں، ٹریکٹر اور ٹیوب ویل کے لئے قرضہ جات کی سہولتیں دی جا رہی ہیں - ایک چھوٹا آدمی جس کی زمین صرف اڑھائی ایکڑ ہے یا جس کی زمین صرف ۵ ایکڑ ہے وہ ان سہولتوں سے کسی طرح بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور ان سہولتوں سے کسی طرح بھی اپنی پیداوار نہیں بڑھا سکتا - لیکن دوسری طرف ان تمام سہولتوں کے ہوتے ہوئے ایک وہ زمیندار ہے جو وسیع پیمانے پر کاشت کر رہا ہے، وہ زمیندار جو زمینی کاشت کر رہا ہے اور اپنی پیداوار کی ratio کو لازمی طور پر کافی بڑھا گیا ہے - جناب والا - ایک طرف اس زمیندار کی پیداوار ہو گی جو مشینی کاشت کر رہا ہے اور وسیع پیمانے پر کر رہا ہے اور دوسری طرف ان چھوٹے زمینداروں کی پیداوار ہوگی جن کے پاس ایک ایک ایکڑ سے پانچ پانچ ایکڑ تک زمینیں ہیں - ان دونوں کی اوسط پیداوار میں زمین و آسمان کا فرق ہو گا - لیکن دونوں کی پیداوار کی قیمتیں ایک ہیں - دونوں کو قیمتیں یکساں ملیں گی - اس طرح سے میرے خیال کے مطابق یہ حالت

ملک میں زرعی معاشی ناہمواری کا ایک ذریعہ ہے ۔ اس کا کوئی نہ کوئی علاج کرنا ہو گا ۔

مسٹر سپیکر ۔ اپنی تقریر ختم فرمانے کی کوشش کیجئے ۔

چودھری محمد ادریس ۔ جناب والا ۔ پانچ منٹ اور ۔ میں اس سکیم کو جناب سپیکر کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں ۔

حضور والا ۔ اس صورت حال سے نپٹنے کے لئے ایک تجویز یہ ہے کہ زرعی علاقوں کے مفادات کو یکجا اور منتظم کیا جائے ۔ میرے خیال میں ہم اس کو اس طرح سے یکجا اور منتظم کر سکتے ہیں کہ ملک کے ہر ضلع اور ملک کے ہر حصے میں بہت سی سٹیٹ لینڈز بنجر پڑی ہوئی ہیں ۔ جن کو حکومت میرے خیال کے مطابق ایک غلط فیصلے کے تحت تین سالہ، پانچ سالہ ، اور دس سالہ کاشت کے لئے نیلام کر رہی ہے ۔ جو کسی طرح سے بھی مناسب نہیں ہے ۔ اسی طرح بیراجوں میں ہمارے پاس بے شمار اراضیات موجود ہیں ۔ جو میرے خیال میں کسی طرح سے بھی مناسب نہیں ہے ۔ ہونا یہ چاہئیے جناب والا ۔ کہ حکومت ان تمام land-holding کو جو ساڑھے بارہ ایکڑ سے کم ہیں compulsorily acquire کر لے ۔ اور اس کے مقابلہ میں ان لوگوں کو ان کی مرضی کے مطابق جہاں وہ اکٹھے ہو جائیں ، فارم بارہ ایکڑ سے لے کر ایک مربعہ تک کے حساب سے ، چار چار مربعہ کے میں Co-operative Societies بنا کر ان کو زمینیں الاٹ کریں ۔ اس طرح سے جناب والا ۔ ان لوگوں کے لئے جو ایک ۔ دو ۔ تین ۔ چار یا پانچ ایکڑ

کے مالک ہیں ۔ ایک incentive ہوگا ۔ co-operative basis پر collec-
tive farming کے لئے کام کرنے کا ۔ اس طرح سے کہ وہ ایک یا دو ایکڑ
زمین چھوڑیں گے اور اس کے بدلے میں ان کو بارہ سے پچیس ایکڑ تک
زمین مل جائے گی ۔ اس سے گورنمنٹ کو کوئی نقصان بھی نہیں ہوگا کیوں
کہ جو زمین گورنمنٹ ان سے acquire کرے گی ۔ اس کو وہ فروخت کر
سکتی ہے یا اس کو بھی اسی طرح سے یکجا کرکے (جو گورنمنٹ کرنا
چاہتی ہے) کسی ایسی شکل میں استعمال کیا جا سکتا ہے ۔ جہاں کوئی
بھی holding بارہ ایکڑ سے کم نہ ہو ۔ جناب والا ۔ میں عرض کرنا چاہتا
ہوں کہ اس تجربہ کو اگر کامیاب کرنا ہے تو سرکاری زمینوں پر کامیاب
کیا جائے ۔ ان زمینوں پر کامیاب کیا جائے جن کے اوپر اس ملک کے
مزارعین کا حق ہے ۔ جن کے اوپر اس ملک کے چھوٹے مالکان کا حق ہے ۔
یہ کسی طرح سے بھی اچھی پالیسی نہیں ہے کہ ہم ان سرکاری زمینوں کو
نیلام کے ذریعہ بڑے آدمیوں کے ہاتھوں میں دے دیں ۔ نمبر ۲ ۔ مشینی
کاشت سے پیدا شدہ بیکاری کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ جملہ
مشینیں جو زراعت کے لئے استعمال ہوتی ہیں ۔ ملک میں تیار کی جائیں تاکہ
بے کار مزدور ان کارخانوں میں کام پر لگائے جائیں ۔ اس طرح کاشت کار کو
سستی مشین اور مزدور کو مزدوری مل جائے گی ۔

جناب والا ۔ دوسری تجویز جس کے متعلق میں عرض کرنا چاہتا ہوں
وزیر تعلیم سے متعلق ہے ۔ میں ان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کچھ
ایسے اعداد و شمار پر جن کے متعلق کم از کم مجھے مایوسی ہوئی ہے ۔

وہ یہ ہے کہ جہاں ہمارے پاس سکولوں میں ہائی سکول کے level تک طالب علموں کی تعداد نو لاکھ ستر ہزار ہے ، وہاں جناب والا ۔ poly-technic, commercial, vocational and industrial سکولوں میں یہ تعداد صرف چودہ ہزار چار سو پینسٹھ ہے ۔ جناب والا ۔ ملاحظہ کیجئے کہ ہم اس قسم کے بیکار Graduates پیدا کر رہے ہیں ۔ بیکار Matriculates پیدا کر رہے ہیں جو ملک میں بے چینی ۔ مایوسی ۔ افراتفری اور افسردگی پھیلانے کا باعث ہوتے ہیں ۔ دوسری طرف ہمارے ملک میں یہ کمی ہے کہ ہمارے پاس آج صرف چودہ ہزار چار سو پینسٹھ طالب علم ان سکولوں میں ہیں جو کار آمد شہری پیدا کرتے ہیں ۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ آپ اتنے Graduates پیدا کیجئے جن کی ضرورت ہے ۔ جتنے آپ کا ملک کھپا سکتا ہے ۔ اتنے ہی آپ پیدا کیجئے جتنے آپ کا ملک کھپا نہیں سکتا ، ان کو دوسری طرف لگائیے ۔ زراعت کی طرف لگائیے ۔ بڑھئی ، لوہار کے پیشے کی طرف لگائیے ۔ چھوٹے چھوٹے کاموں کی طرف لگائیے ۔ مزدوری کی طرف لگائیے اور اس کے لئے آپ خیال رکھئے کہ پلاننگ higher level پر نہیں ہونی چاہئیے ۔ جب تک آپ اس کے لئے lower level پر پلاننگ نہیں کریں گے ، آپ کا یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا ۔ (خوب ۔ خوب)

جناب والا ۔ میں صرف دو منٹ اور لینا چاہتا ہوں ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم اس منزل کی طرف جو منزل ہم نے آج سے بیس پچیس سال پہلے متعین کی تھی اور وہ یہ کہ پاکستان ایک فلاحی مملکت ہو گی ۔ پاکستان ایک اسلامی فلاحی مملکت ہو گی ، ہم اس منزل کی طرف رواں

دوان ہیں - مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ ۱۹۵۸ء کے بعد ہماری اس رفتار میں کافی اضافہ ہوا ہے - لیکن حضور والا - میں یہاں پھر عرض کروں گا کہ مجھے جس بات سے مایوسی ہوئی ہے ، وہ یہ ہے (کاش اس وقت یہاں وزیر خزانہ ہوتے) کہ محترم وزیر خزانہ اس فوج کے سپاہی ہیں ، first line کے سپاہی ہیں جس نے ۱۹۴۵ء-۱۹۴۶ء-۱۹۴۷ء یا اس سے پیشتر پاکستان کی جنگ لڑی تھی اور پاکستان کی جنگ معاشی انصاف کے لئے لڑی گئی تھی - اسلامی فلاحی مملکت کے لئے لڑی گئی تھی - اگر یہ بجٹ کوئی اور وزیر خزانہ پیش کرتے تو اس پر مجھے حقیقتاً نہ صرف خوشی ہوتی بلکہ فخر بھی - کیوں کہ یہ نہایت ہی اچھا بجٹ ہے - لیکن ایک ایسے شخص نے پیش کیا ہے جو کہ اس وقت کے سیاسی ذہن کا مالک ہے - اگر وہ اس بجٹ میں چند کروڑ روپیہ کی رقم اس مقصد کے لئے رکھ دیتے کہ ملک میں ہر آدمی کی بنیادی اور ابتدائی ضروریات کو پورا کرنا مملکت کا فرض ہے تو میرے خیال میں اس منزل کی طرف قدم بڑھانے کے لئے ہماری رفتار میں اور اضافہ ہوتا - میرا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب تک ہم اس طرف کوئی عملی قدم نہیں اٹھائیں گے ہماری رفتار میں تیزی نہیں آئے گی - حکومت اگر ایک دفعہ یہ ذمہ داری قبول کر لے کہ یا تو وہ ہر شخص کو کام مہیا کرے گی اور اگر کام مہیا نہیں کرے گی تو اس کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ دار ہو گی - تو میرے خیال میں ہم اس منزل تک تیزی سے پہنچ سکیں گے - کیوں کہ جناب والا - اس کے لئے ہمیں پیسوں کی ضرورت ہو گی - اپنے ایسے شہریوں کے لئے جن کو کام نہیں

ملتا یا اپنے ایسے افراد کے لئے جن کو بنیادی ضروریات نہیں ملتیں - تو جب ہم ان کو کام مہیا نہیں کر سکیں گے اور ان کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے پیسے خرچ کریں گے تو پیسے حاصل کرنے کے لئے لازمی طور پر ہمیں وسائل کی بھی تلاش کرنی ہو گی - میں عرض کروں گا کہ ملک میں وسائل کی کمی نہیں ہے - ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ نجی ہاتھوں سے چند وسائل نکال کر سٹیٹ کے ہاتھوں میں لے آئیے - یہ پانچ سات کروڑ کی رقم جو اس مسئلہ پر خرچ ہو گی نکالنی کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے -

حضور والا - میں اپنی تقریر ختم کرنے سے پیشتر اپنے ضلع کے متعلق صرف ایک ہی مطالبہ کروں گا - محترم جونیجو صاحب سے اور محترم وزیر تعلیم سے - جناب والا - ۱۹۵۹ء میں آج سے قریباً دس سال پیشتر ایک سڑک جو خوشاب سے مظفر گڑھ جاتی ہے اس کا کچھ حصہ جو میرے ضلع میں سے گزرتا ہے سیلاب کی وجہ سے بہہ گیا ہے -

مسٹر سپیکر - آپ کا ایک مطالبہ دونوں وزراء سے مشترکہ ہے یا علیحدہ علیحدہ ؟ (قہقہہ) -

چودھری محمد ادریس - جناب مشترکہ ہی سمجھ لیجئے -

آپ دیکھئے جناب کہ میری محرومی کی داستان کتنی پرانی اور لمبی ہے - ۱۹۵۹ء میں یہ سڑک سیلاب میں بہہ جاتی ہے - یعنی جھنگ سے مظفر گڑھ تک کا وہ حصہ جو ضلع جھنگ میں سے گزرتا ہے -۱۹۵۹ء سے آج

تک اس سڑک کی مرمت نہیں کی گئی اور کہا یہ جاتا ہے کہ جناب والا ۔ (اس ہاؤس میں بھی کہا گیا تھا) کہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ دریا کب اپنے رخ کو stabilise کرتا ہے ۔ جناب والا ۔ اس دس سال کے عرصے میں دریا کا رخ stabilise نہیں ہو سکا ۔ میں محترم جونیجو صاحب سے عرض کروں گا کہ اس سڑک پر اس زمانے میں جب ۱۹۵۲-۵۳ء میں تھل کا علاقہ آباد ہوا تھا (یہ کافی لمبی سڑک ہے ۔ خوشاب سے مظفر گڑھ تک) اس پر کروڑہا روپیہ خرچ ہوا تھا ۔ اب یہ سڑک بالکل بیکار ہے ۔

مسٹر حمزہ ۔ دریا کا رخ stable نہیں ہوا ، حکومت تو stable ہے !

وزیر زراعت ۔ انشاء اللہ ۔

چودھری محمد ادریس ۔ جناب والا ۔ دوسری عرض جو میں وزیر تعلیم سے کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میرے ریجن میں صرف میرا ایک ایسا ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہے جہاں گرلز ڈگری کالج نہیں ہے ۔ حضور والا ۔ اگر ان کی عنایت ہو جائے تو یہ کام ہو سکتا ہے ۔ اس کالج کی عمارت موجود ہے ۔ بچیوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کو خاصی دقت ہوتی ہے ۔ وہ لڑکوں کے ساتھ co-education کے لئے لڑکوں کے کالج میں جاتی ہیں ۔ جناب والا ۔ یہ اتنا پسماندہ علاقہ ہے کہ وہاں یہ co-education والا مسئلہ چل نہیں سکتا ۔ میں نہایت ادب سے عاجزانہ التجا کروں گا کہ وزیر محترم ذاتی دلچسپی لے کر اس کالج کی طرف توجہ دیں ۔

حضور والا ۔ چند دن ہوئے جب میں اس ہاؤس میں موجود نہیں تھا میرے متعلق یہ کہا گیا تھا :

"صاف چھپتے بھی نہیں ۔ سامنے آتے بھی نہیں ۔"

میں جناب والا ۔ اس کے متعلق صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ میں نے بچپن سے لے کر آج تک کبھی "چلمن" کا سہارا نہیں لیا ۔

مسٹر عبدالقیوم (کراچی-۲) ۔ جناب سپیکر ۔ محترم فنانس منسٹر اور فنانس سیکرٹری اور ان کے محکمہ کو اس لئے مبارک باد کا مستحق سمجھتا ہوں کیوں کہ سال رواں کے بجٹ میں جن تصورات کا ذکر ان دستاویزات میں کیا گیا ہے اور یہاں ہاؤس میں بیان کئے گئے ہیں ۔ انہوں نے صوبہ کی آمدنی اور خرچ کی مد پر بڑی کڑی نظر رکھی ہے اور انہوں نے اس میں توازن پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور اعلیٰ کار کردگی کا ثبوت دیا ہے ۔

میں اس وجہ سے بھی انہیں مبارک باد کا مستحق سمجھتا ہوں کہ انہوں نے آئندہ سال ترقیاتی اور غیر ترقیاتی پروگراموں کے لئے پہلے سالوں کی نسبت بہت زیادہ رقم مختص کی ہے ۔ میں اس لئے بھی انہیں مبارک باد کا مستحق سمجھتا ہوں کہ بغیر کسی مزید ٹیکس لگائے فاضل بجٹ produce کیا ہے ۔ اور آمدنی کی مدات میں اضافہ کرنے کے لئے اپنی کوششوں کا سہارا لیا ہے اور جیسا کہ انہوں نے اپنی بجٹ تقریر میں بتایا ہے کہ ٹیکسوں کی وصولیابی کی مہم کو تیز کرکے آمدنی میں اضافہ کرنے کی کوشش کریں گے ۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے ۔ دنیا کے اکثر ممالک پونڈ کی قیمت کم

ہونے کی وجہ سے اثر انداز ہوئے ہیں ۔ ہمارا ملک اس سے مستثنیٰ نہ تھا لیکن بڑے غور و خوض کے بعد ہمارے سربراہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم اپنی کرنسی کو devalue نہیں کریں گے ۔ اس کے نتیجہ کا یہ اثر ہے ہماری برآمدات میں کمی ہو گئی ہے ۔ جس کی وجہ سے زر مبادلہ بھی کم کمایا ہے ۔ چنانچہ بڑے غور و خوض سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے اپنی پوری توجہ زراعت کی طرف مبذول کریں ۔ تاکہ اس صورت میں جو غلہ کی درآمدات پر زر کثیر صرف ہوتا ہے ۔ غلہ پیدا کرکے اس کمی کو پورا کیا جائے ۔ اس non-devaluation کا بڑا بوجھ اس صوبہ پر پڑا ہے ۔ صدر محترم اور ہر دلعزیز گورنر مغربی پاکستان کی direct supervision کے تحت ہم نے زراعت کی طرف پوری توجہ دی ہے اور اس طرف قدم بڑھایا ہے ۔ اس سال جو غلہ produce ہوا ہے ۔ وہ پہلے سے ۱۰۰ کروڑ کی مالیت کا زیادہ غلہ پیدا کیا گیا اور وہ زر مبادلہ جو غلہ کی درآمد پر صرف کیا کرتے تھے ۔ اس کی بچت ہوئی ہے ۔ وہ روپیہ ہم دوسری درآمدات کی مدات کے لئے مختص کر سکتے ہیں ۔

جناب والا ۔ بجٹ میں ذکر کیا گیا ہے کہ Annual Development Programme کے لئے ۲۳۸ کروڑ کی رقم رکھی گئی ہے ۔ اور ۹ سال پہلے اس مد کے لئے ۷۶ کروڑ کی رقم رکھی گئی تھی ۔ اس ۷۶ کروڑ کے مقابلہ میں ۹ سال کے بعد کافی بڑی رقم رکھی گئی ہے ۔ اس کے علاوہ جو دوسری رقومات رکھی گئی ہیں ان سے ترقیاتی پروگراموں میں کافی فائدہ ہوگا ۔ ترقیاتی پروگراموں کا ذکر کرتے ہوئے محکمہ صحت جس سے میرا بالخصوص تعلق

ہے ۔ اس کا میں نے مطالعہ کیا ہے ۔ اس کا ذکر وائٹ پیپر کے صفحہ ۶۵ پر کیا گیا ہے ۔ ترقیاتی اور غیر ترقیاتی پروگراموں کے لئے اس سال پچھلے سال کی نسبت رقم زیادہ رکھی گئی ہے ۔ پچھلے سال دوسرے پروگراموں کے لئے ۱۶ کروڑ اور ۲۷ لاکھ کی رقم تھی ۔ اس سال ۱۸ کروڑ ۱۹ لاکھ روپیہ مختص کیا گیا ہے ۔ ترقیاتی پروگراموں کے لئے ۸ کروڑ ۴۲ لاکھ کی رقم کو بڑھا کر ۹ کروڑ اور ۹۵ لاکھ کیا گیا ہے ۔ یعنی اس سال ایک کروڑ ۵۳ لاکھ کا اضافہ ہوا ہے ۔ یہ اضافہ جیسا کہ تفصیلات سے ظاہر ہے ۔ ہسپتالوں کی بہتری پر خرچ کیا جائے گا ۔ ہر ہسپتال میں سپیشلسٹ provide کئے جائیں گے ۔ لیبارٹریز اور ایکس ریز پلانٹ ہوں گے ان پر خرچ کیا جائے گا ۔ اس کے علاوہ موجودہ ہسپتالوں کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے اور ان کو وسیع کرنے کے لئے یہ رقم خرچ کی جائے گی ۔ کل خواجہ صاحب نے ہسپتالوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنے دس سال کا موازنہ کیا تھا اور ۱۹۵۸ء سے پہلے اور موجودہ حکومت کے دس سالہ دور کا مقابلہ کیا تھا ۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ اس دور میں ۷۰۰ بستروں کا اضافہ فی سال تھا اور اس کے بعد موجودہ دور میں جو بستروں کا اضافہ ہوا ہے وہ ۶۰۰ بسترے فی سال ہے ۔ حالانکہ پہلے سالوں میں رقم کم صرف ہوئی تھی اور اب اوسطاً رقم زیادہ خرچ ہوئی ہے ۔ میں خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ ہسپتالوں کا محاسبہ کرنے کے لئے yard stick بستروں کی تعداد میں کمی و بیشی نہیں ہو سکتی ۔ مثلاً میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ان کے ضلع میں شکرگڑھ کے مقام پر محکمہ کی طرف سے ایک ہسپتال ریسٹ ہاؤس کی بوسیدہ

عمارت میں بنایا گیا ۔ نہ تو اس میں کافی بسترے تھے اور اتنی چارپائیوں کی گنجائش تھی اور نہ ضرورت کی دوسری چیزیں موجود تھیں ۔ اب اس دور میں ساڑھے چھ لاکھ روپیہ کے خرچ سے وہاں ہسپتال بنایا گیا ہے۔ اس میں ایک ڈاکٹر ایک اسسٹنٹ ڈاکٹر ایک لیڈی ڈاکٹر اور نرسیں رکھی گئی ہیں ۔ اسی طرح اب سیالکوٹ سول ہسپتال میں اس وقت صرف ۵۴ بیڈ تھے ۔ اب بڑھا کر ۱۶۴ بیڈ کر دئے ہیں ۔ اس میں پہلے صرف ایک میڈیکل افسر ایک اسسٹنٹ میڈیکل افسر اور ایک وومن میڈیکل افسر تھی ۔ اب بستروں کی تعداد ۱۶۴ ہو گئی ہے ۔ اب وہاں ایک میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ایک سرجن ایک Physician ایک Anaesthetist ایک Gynaecologist ایک Radiologist ایک Clinical Pathologist ایک Women Medical Officer اور ایک Dental Surgeon ہے ۔ اس طرح وہاں ایک ایکس رے پلانٹ کا اضافہ کیا گیا ہے ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ صرف بستروں کی تعداد سے کسی ہسپتال کا یا کسی محکمہ کا خاص طور پر محکمہ صحت کی efficiency یا in-efficiency کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ۔

کراچی کے مسائل کا ذکر کرتے ہوئے میں حکومت کا مشکور ہوں بالخصوص ہمارے گورنر صاحب نے بڑی دلچسپی لی ہے اور دو بڑے اہم مسائل یعنی پانی اور ٹرانسپورٹ کے مسائل میں کافی دلچسپی کا اظہار فرمایا ہے ۔ اب ان کی طرف عملی قدم اٹھایا جا رہا ہے ۔ اس وقت کراچی میں ۸۵ ملین گیلن پانی مہیا کیا گیا ہے ۔ اور اس کی ضرورت ۱۱۰ ملین گیلن ہے ۔

یہ ۲۵ million گیلن اور مزید ۳۵ million گیلن کے لئے ۷ کروڑ روپے کی ضرورت ہے جس کو phase II کہتے ہیں مجھے خوشی ہے کہ وہ رقم منظور ہو چکی ہے لیکن ابھی تک کام جس رفتار سے ہونا چاہئیے وہ نہیں ہوا ۔ غالباً ان کو بھی مالی مشکلات ہیں اور روپیہ ان کو مہیا نہیں ہو سکا ہے ۔ گو اس وقت وزیر متعلقہ موجود نہیں ہیں مگر میں ان سے درخواست کروں گا کہ اس معاملہ میں ان کو وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ دیں کیوں کہ جیسا کہ آج کل اخبارات میں بھی آ رہا ہے ۔ پانی کی کافی دقت ہے ۔

دوسرا مسئلہ ٹرانسپورٹ کا تھا لیکن اس معاملہ میں ہم گورنر صاحب کے بہت شکر گذار ہیں کہ انہوں نے ذاتی دلچسپی لیکر ۱۰۰ بسیں گورنمنٹ کی طرف سے چلائی ہیں ۸۵۰ - بسوں کا target ہے مجھے امید ہے کہ جب یہ سب بسیں وہاں پر مہیا ہو جائیں گی تو ٹرانسپورٹ کی دشواری ضرور دور ہو جائے گی ۔ ایک اور اہم مسئلہ جو کافی عرصہ سے چلا آ رہا ہے وہ ریفیوجی کالونی کا مسئلہ ہے اور ان کے کوارٹروں کی قیمت کے تعین کا مسئلہ ہے اس کے متعلق کئی مرتبہ allocations ہوئی ہیں اور پہلے یہ مسئلہ پیش ہوا تھا اور اس وقت کے وزیر خزانہ نے یقین دہانی کرائی تھی اور اس کے بعد کئی مرتبہ یہ مسئلہ آیا ۔ اس کے متعلق انکوائری کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی ہے ۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے محکمہ خزانہ کو اس سے اتفاق رائے نہیں ہے ۔ میرے خیال میں اس کا جو حل پیش کیا گیا ہے اور اس کے متعلق جو رپورٹ پیش کی گئی ہے اس کا مطالعہ

اچھی طرح سے نہیں کیا گیا ہے اور وہاں کے حالات ان کے سامنے صحیح نہیں ہیں اس لئے وہ اس کی مخالفت کر رہے ہیں اور اس بناء پر اس کی مخالفت کر رہے ہیں کہ اس میں حکومت کو ۴-۵ کروڑ کا خسارہ ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ خسارہ نہیں ہوگا بلکہ حکومت نقصان سے بچ جائے گی۔ اگر اس وقت ان مکانات کی قیمتوں کا جو کچھ سفارشات کی گئی ہیں تعین ہو جائے تو میں محکمہ خزانہ کو یقین دلاتا ہوں کہ اکثر لوگ ایسے ہیں بلکہ ۸۰ فیصد ایسے لوگ ہیں جو فوراً cash pay کرنا چاہتے ہیں تو وہ کر دیں گے تو جو ۱۵ ہزار یا ۲۰ ہزار کی رقم وصول کرنا ہے وہ وصول ہو جائے گی اور اس کے لئے جو آئے دن agitation ہوتے رہتے ہیں وہ نہ ہوں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ کو اتنی رقم cash بھی مل جائے گی۔ اگر اس رقم کو کسی بنک میں رکھ دیا جائے اور اس کو re-invest کر دیا جائے تو اس سے یقیناً ان کو زیادہ رقم وصول ہوگی۔ یہ بہت اہم مسئلہ ہے اور اسے بار بار اس ایوان میں اٹھایا گیا ہے اور میرے محترم دوست زین نورانی صاحب نے بھی اس کو اٹھایا ہے اور میں بھی اس کے لئے ہر سال کہتا رہا ہوں۔ جب کوئی وزیر یا سربراہ یا ذمہ دار شخص کراچی جاتا ہے تو اس سے کراچی والے کہتے ہیں اور اس کے سامنے اپنے مسائل پیش کرتے ہیں میں امید کرتا ہوں کہ اس پر کماحقہ غور کیا جائے گا اور اس کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا۔

میں جناب جونیجو صاحب کا شکر گذار ہوں کہ ایک بہت پرانے مسئلہ کو انہوں نے اپنی کوششوں سے حل کر دیا یعنی ناری پور کا پل تیار

کرا کے انہوں نے اس کا افتتاح کر دیا ۔ میں اس پر ان کو مبارکباد دیتا ہوں ۔ محکمہ تعلیم پر کافی توجہ دی جاتی ہے لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ مسائل کسی نہ کسی طرح سے نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں مثلاً ناظم آباد کے علاقہ میں انٹر گرلز کالج کے لئے منظوری دی گئی تھی اور بلڈنگ بھی بن چکی تھی لیکن اب یہ کہا جاتا ہے کہ عورتوں کا کالج جو شہر میں ہے اس کا کچھ establishment گرلز انٹرگرلز کالج میں منتقل کر دیا جائے اور اس سے کام چلایا جائے میں سمجھتا ہوں کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اتنے فالتو اساتذہ یا پروفیسر جو کسی گورنمنٹ کالج میں ہوں اور وہ ایک نئے کالج کا کام چلائیں ۔ گو کہ وزیر تعلیم اس وقت موجود نہیں ہیں مگر مجھے امید ہے کہ وہ اس مسئلہ پر غور فرمائیں گے ۔ اور اس کا حل تلاش کریں گے اور اس گرلز کالج کے لئے استاد اور پروفیسر یا establishment مہیا کریں گے ۔ جناب والا ۔ کراچی میں طوفانی بارش کا بھی میں ذکر کرنا چاہتا ہوں اس سے کراچی کو جو خاص طور پر نقصان پہنچا ہے یا جس کی وجہ سے کراچی کو مصیبت زدہ قرار دیا گیا تھا میں جناب اس معاملہ میں جناب گورنر صاحب یا صدر محترم نے جو ذاتی دلچسپی لی تھی اس کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں یہ کراچی والوں کے لئے بہت بڑی مہم تھی کیونکہ اس سے کراچی کے بعض علاقوں میں جہاں خاص طور زیادہ آبادی ہے اور جو غریبوں پر مشتمل ہے تقریباً ۵۰ فیصد کے قریب ہے وہ بارش کے ڈر سے ان علاقوں میں اپنے مکانات نہیں بنا سکتے اور وہ کچی اینٹیں اور ٹاٹ کی چھت یا زیادہ سے زیادہ بانس کی چٹائیاں بچھا کر

گزر کرتے ہیں اور وہی ان کے لئے protection ہوتی ہے ۔ گذشتہ سال بارش جب ہوئی تو اس میں ان کا بے حد نقصان ہوا ۔ ہمارے گورنر صاحب وہاں تشریف لے گئے ۔ ہردلعزیز بیگم صاحبہ بھی ان کے ساتھ تھیں ۔ انہوں نے کھٹنوں کھٹنوں پانی میں جا کر بستیوں کا معائنہ کیا اور وہاں پر جو ضروری اقدامات تھے وہ کئے گئے اور ۱۲ لاکھ کی رقم بھی دی گئی اور آٹا بھی تقسیم کیا گیا کپڑے بھی تقسیم کرنے کے لئے جمع کئے گئے دیگر وزراء صاحبان بھی تشریف لے گئے تھے اور انہوں نے بھی ان علاقوں کو دیکھا اور ہماری مدد کی ہم اس کے لئے شکر گزار ہیں ۔

جناب والا ۔ یہ مسئلہ بارش سے متاثرہ لوگوں کی آباد کاری سے تعلق رکھتا ہے اور یہ کافی عرصہ سے چلا آ رہا ہے ۔ اور میں نے کراچی والوں کے لئے جو اس مرتبہ رقم رکھی گئی ہے اس کا جب موازنہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ محض فرنٹیر کے لئے ۱۶ کروڑ ۷۸ لاکھ روپے رکھے گئے ہیں اور پنجاب کے لئے ۶۲ کروڑ ۱۸ لاکھ روپے رکھے گئے ہیں اور بہاولپور کے لئے ۴ کروڑ ۵۴ لاکھ روپے ہیں ۔ اسی طرح سندھ کے لئے ۳۲ کروڑ ۲۵ لاکھ روپے ہیں ۔ لیکن کراچی کے لئے ۱۰ کروڑ ۸۱ لاکھ روپے رکھے گئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ کراچی کے لوگوں کے لئے یہ رقم کافی نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کراچی میں ایک تو آبادی ان مہاجرین کی ہے جو ہندوستان سے آئے ہیں لیکن کراچی میں کچھ پاکستانی مہاجر بھی ہیں جن کی تعداد کافی سے زیادہ ہے اور وہ روزگار کی خاطر اور اپنے علاقوں میں روزگار نہ ملنے کی وجہ سے مثلاً فرنٹیر سے ، پنجاب سے ، سندھ سے اور

کوئٹہ سے کافی تعداد میں لوگ وہاں موجود ہیں میں سمجھتا ہوں کہ کراچی کے لوگوں کے لئے یہ رقم کافی ہو سکتی ہے مگر جو باقی علاقوں کے لوگ وہاں ہیں ان کا خیال نہیں رکھا گیا ان کی حالت بڑی قابل رحم ہے۔ وزیر خزانہ یہاں موجود نہیں ہیں میں ان سے پرزور درخواست کروں گا کہ اگر وہ مناسب سمجھیں تو دوسرے علاقوں کی رقم بھی کراچی کو دیں کیونکہ کراچی دوسرے صوبوں کے لوگوں کا بوجھ کافی اٹھا رہا ہے میری یہ گذارش بھی ہے کہ جن علاقوں کے لوگ کراچی گئے ہوئے ہیں مثلاً ہزارہ کے لوگ لاکھوں کی تعداد میں کراچی روزگار کی خاطر گئے ہوئے ہیں یا تو ہزارہ کو بھی develop کیا جائے یا پھر جو لوگ وہاں گئے ہیں ان کا حصہ بھی کراچی کو دیا جائے۔ اور جو لوگ وہاں گئے ہوئے ہیں ان علاقوں کا حصہ دیا جائے تاکہ ان کا خاطر خواہ انتظام ہو سکے۔ میں تقریر ختم کرنے سے پہلے یہ عرض کروں گا کہ صوبائی حکومت نے ہم پر مہربانی کی ہے اور سنٹرل گورنمنٹ اور صدر مملکت نے بھی یہ پالیسی بنائی ہے کہ اس چیز پر عمل درآمد کیا جائے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس عمل درآمد کا بوجھ مقامی حکومت پر پڑتا رہا ہے۔ کل سارے مقامی حکام پر اور خاص طور پر کے۔ڈی۔اے پر تنقید کی گئی تھی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ نا انصافی سے کام لیا گیا۔ اسی کے۔ڈی۔اے کے ذریعے لوگوں کی خوراک کپڑا اور مکان کی طرف توجہ دی گئی ہے۔ کے۔ڈی۔اے نے کافی ذمہ داری سے کام کیا ہے۔ اتنا بڑا محکمہ کے۔ڈی۔اے کے سپرد ہے۔ رہائش کا مسئلہ۔ خوراک پانی کا مسئلہ مکان کا مسئلہ اتنا

بڑا کام جب اس کے سپرد ہوگا تو یقیناً شکایات بھی ہوں گی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کے۔ڈی۔اے نے جتنا بھی کام کیا ہے وہ قابل ستائش ہے ہے ۔ کمشنر کے۔ڈی۔اے کا خود چئیرمین ہے ان کی خدمات کو سراہنا چاہئیے ۔ کسی کو ان سے میرے خیال میں شکایت نہیں ہو سکتی ۔ معمولی سی شکایت پر نکتہ چینی کرنا میں سمجھتا ہوں کہ درست نہیں ہے ۔ ذاتی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ کے۔ڈی۔اے نے اچھا کام کیا ہے اور اس کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں ۔

Dr. Mrs. Ashraf Abbasi (P.W. 152-Zone II) : Mr. Speaker, Sir, so much has been said for and against the present budget of 1968-69 now under discussion. Flowers have been showered and brickbats have been thrown but, at the same time, no one can deny the gigantic work that has been done in various sectors-developmental as well as non-developmental under the inspiring foresighted policy of our President, Field Marshal Muhammad Ayub Khan, in the last decade. We know that for developmental schemes and development there is a beginning but there can be no end to it because if we just sit back on the achievements that we have made and don't aspire for doing more then, of course, we will be losing what we have achieved. Therefore, after associating myself with all that has been said in favour of the good work done during the last decade, I want to make my humble submission.

You know it very well, Sir, that last week, at the opening ceremony of the Ravi Bridge our young energetic Communications Minister said—

> "Sir, the decade following t e revolution is marked by the development of new type of roads and a general increase in the routes of travel necessitated by the growing use of autombiles which has led in turn to over pressing demand for better river-crossings."

Sir, at the same time our worthy foresighted Governor, General Muhammad Musa, while performing the opening ceremony of the same Ravi Bridge said—

> "We were conscious of the fact that unless priority was given to the construction of roads and bridges we cannot hope to attain the objectives which under-lie our national plans."

So, you know, even the higher authorities are well aware that emphasis should be laid on roads for further progress and development. My humble submission is that this principle should be applied to all the roads equally. Our Communications Minister, who comes from the Southern Region, knows it very well that the condition of roads in that region is deplorable. I don't think there exists a road which we could call a road in the proper sense. I know that he has also got his personal limitations because the funds are limited but when any scheme is taken up the funds should be equally distributed. While talking about roads I would submit that there exists one Indus Highway which starts from Kotri and goes to Guddu Barrage. In the past, when Guddu Barrage was under construction, this road bore the brunt of heavy traffic of the material which was taken from Karachi Harbour to Guddu Barrage. The Communications Minister knows very well that this road is in a deplorable condition and, at places, it does not exist at all. My humble submission is that this very important road which is next to the highway, should be re-modelled and re-conditioned and improved.

My other submission is, and you know it very well, that all over the Province there is no toll tax on the old bridges and we have been asking for the last so many years that there should be no toll tax on the old Kotri Bridge. I think it is now a century that the toll tax is being collected from this bridge and, in my opinion, much more has been collected than what was spent on this bridge at that time. Therefore, my submission is that if you want to impose any tax on new projects, because there is no tax on old bridges, this should be done away with.

My other humble submission is that, of course, people say that Larkana has been fortunate because they have always been getting a Minister in the Cabinet but unfortunately people think that as far as development in that particular district is concerned *i.e.*, roads, industries, agriculture are concerned they have not been given proportionately so that we can keep pace with the other regions. I would emphasize and make my submission to the Communications Minister that he should look into the condition of the roads and he should take into consideration at least the biggest road which runs from Larkana to Sukkur. Sir, Sukkur is not directly connected with Larkana. I think, we have to do about twenty miles more at present. If this was directly connected we could easily reach Sukkur. There is another road which is a part of the Indus Highway and it goes from Larkana, Ratto Dero, Kand Kot and Kashmor to Guddu Barrage. This road in past, due to heavy traffic, was diverted from super-highway to this

Indus Highway. This road again is in a deplorable condition. While making my svbmissions about roads I would make another submission. You know, Sir, that there are hilly resorts practically in all the places of the country. In the Northern Region we have got Murree and Quetta. But the poor people of the Southern Region can't afford to come to these expensive places. In the previous Sind Government there was a scheme to make a hill station near Dadu because we have got hills over there. I don't know, since then, where this scheme is lying which was for the benefit of the middle class people. Even the labourers could go there as labourers at least and save themselves from the scorching heat. My submission is that it should be looked into and some provision should be made to make a hill station to find out and ways and means for it.

Then our greatest problem is agriculture. You know it very well that so much has been done and so much progress has been achieved in agriculture all over West Pakistan but, Sir, it is unfortunate that due to unfavourable local conditions in the Southern Region, especially in Larkana, we have not been able to keep pace with the progress that has been done in other districts. One of this is salinity and water-logging. Four years back, WAPDA had undertaken a drainage scheme which, I do not know the reason, has not been completed so far. The pace is so slow that at least the people of that region are not satisfied with it. My submission is that more funds should be allocated for this scheme and it should be completed as soon as possible.

Sir, another menace which started about 8 to 10 years back, was stem-borer and this menace still exists there. Here when we come and speak to the authorities concerned, they say that so much is being done; the place is being sprayed; air-sprays are being carried out. But Sir, what happens is that they are not carried out in time. We have early plantation there and this is the time that sprays should be carried out. These are carried out so late that the harm that could be done, had already been done. Sir, besides this, now something about the insecticides. Only last month, I came to know and was surprised, that we have to pay Rs. 8/00 per acre, if we want to get our fields sprayed. I do not know the conditions prevailing in other districts. That is an enormous amount and cannot be paid by the middle-class farmers. Even the big zamindars cannot pay so much amount for the purpose.

Sir, my other submission is about the loans which are given by the Agricultural Development Bank to the farmers. In this connection, Sir, I

have to say that there is such unnecessary and long procedure involved that the poor farmers or the agriculturists are unable to get loans. My humble submission is that the procedure should be simplified and the 'redtapism' done away with. The people have to pay something before they get something. This should be looked into and some easier method adopted that the loans are granted in time.

In this connection, Sir, I have to point out one more thing. You know Sir, that there are joint holdings and when a head of a family expires, the property is to be distributed among so many share-holders and in this case, if one of these share-holders is a minor one, the Agricultural Development Bank refuses to give any loan to the members of that joint holding. Even if there are 4 major members and one minor, the loan is refused. So Sir, something should be done in this matter so that these people can get loans and avail of this opportunity like others.

Sir, the Minister for Education is not here at this moment, but I am thankful to him. Sir, I had been asking him to give the Government Girls College, Larkana, the status of a Degree College and he has been kind enough to fulfil our this desire. But Sir, I have to make some submissions and I hope somebody might be taking notes of it. You know, Sir, the present education is leading us nowhere. Therefore, if I go into the details and state what should be done and what should not be, then, I am afraid, you will say that my time is up. So Sir, something should be done to make it more profitable. Besides this, my humble snbmission is that the teachers should be given training to inculcate in them the spirit and sense of responsibility to enable them to look after the welfare, character and better bringing up of the students. Sir, we have been learning and seeing so many things which I think, is not proper to talk about them here. So my humble request to the Minister for Education is that more training schools should be opened for the teachers so that when then they go out, they could prove much more useful to the students.

As far as the allocations made to the Universities are concerned, I am very much disappointed to see that much less amount has been allocated for the Sind University The Sind University has got Engineering College under it as well. The amount is not released in time. Even the students over there have felt it that the difficulties which are experienced by the University authorities, should be done away with and the amount should be released as soon as possible to enable them to get rid of these conventional types of difficulties.

Sir, I had the opportunity of listening to a press conference addressed by the worthy Finance Minister on the Television regarding the allocation of funds and their release The Minister stated that it was not possible to release all the amounts on 1st July. Sir, we are aware of it that they cannot do this but at least they can send a directive to the various Departments saying that their such and such scheme has been sanctioned, stating also the probable date by which the funds are to be released to them. This would, I believe, enable the Department to complete the necessary formalities and as soon as the funds are received, work should be started immediately. So Sir, my humble submission is that this should be looked into and the amounts should not be released at the 11th hours. Sir, there are instances that lacs of rupees are released on the 1st June and they want them to be utilised by 30th June. In such cases, however, the Government should give concession for these amounts to be utilised by next month at least I have not seen any column in the budget statement as to what happens to the lapsed amounts.

Sir, I don't know, if somebody is preventing WAPDA. You know in the Northern region even villages are being electrified but in the Southern region even at the Tehsil headquarters they are told that they will get their connections. There are certain places, where there is a population of ten to twelve thousand, who have got their connections since last year but they are still not getting any electricity. Nasirabad is one of them.

Sir, as far as forests are concerned you know sometimes we have an opportunity to go along the canal paths-I was surprised to see a general massacre of trees along the canal paths. I do not know what was the idea behind it.

Minister for Home : Forest Department.

Dr. Mrs. Ashraf Abbasi : Huge trees all along the canal paths were being cut. Sir, you know that these trees have got a dual function. When there is a breach they cut and put the trees in the breach and these trees are responsible for the shade. They give protection to the human beings passing that way from the scorching heat. I cannot understand what made them cut all these trees without any alternate arrangement. At least they should have grown and planted some new trees side by side and when they had come up then they could have cut the old trees all along the canal paths. I do not know who is responsible for this. I have to make this submission. This, I suppose, is the responsibility of your Honour that our submissions go to the proper authorities.

Sir, now I come to my own sex-I mean the women.

Mr. Speaker : So far as those Departments are concerned which have Ministers and Parliamentary Secretaries one of them should be present in the House.

Parliamentary Secretary (Food & Agriculture) (Chaudhri Imtiaz Ahmed Gill) : I am here Sir. I am listening to the speech with great concentration and so far as afforestation goes I have to take notes.

Mr. Speaker : This is for all concerned.

Parliamentary Secretary (Industries) (Sardar Muhammad Ashraf Khan): Sir, I would like to tell for your information and for that of the Members that before the Finance Minister left the House he deputed me to take down all notes. He had to go on an urgent meeting and so he deputed me to take down all important notes which concerned him. I am taking those notes for him.

Mr. Speaker : Yes please.

Dr. Mrs. Ashraf Abbasi : Last but not the least submission. More representation should be given in every sphere of life to the female population of Pakistan. You know it very well, Sir, and you will bear witness to it that within this august House our presence has been much more than fifty percent always. We know we are more devoted to our duties and, therefore if we are given a chance I think we will be able to do wonders in all spheres of life. Therefore, Sir, I want to make a submission, through you, to the concerned authorities that as far as the services are concerned and as far as these representative Houses are concerned and as far as various other spheres of life are concerned we should be given our due share.

Thank you.

Parliamentary Secretary (Industries) (Sardar Muhammad Ashraf Khan): Sir, I want to make one very important point clear. In some section of the press it has been erroneously mentioned that the Developmental Grant for the Sind University is only three lakhs of rupees and this has also been mentioned by Dr. Mrs. Ashraf Abbasi.

The factual position is that the Grant is not three lakhs but it is thirty-three lakhs. I just wanted to clear this misunderstanding of Begum Sahiba. The press may also correct it accordingly. It is not three lakhs but it is thirty-three lakhs.

Dr. Mrs. Ashraf Abbasi : I wanted its early release.

Parliamentary Secretary (Industries) : It has been released.

سید عنایت علی شاہ (پشاور-۳) - صدر محترم - میں جناب سید احمد سعید کرمانی صاحب وزیر خزانہ کو اپنے حلقہ نیابت کے لاکھوں عوام کی جانب سے اس موزوں - مناسب - معقول - پر مغز فاضل بجٹ پیش کرنے پر دلی مبارک باد اور ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں - یہ بجٹ ملی تقاضوں اور قومی امنگوں کا آئینہ دار ہے - جو قدم قدم پر صدر پاکستان خان محمد ایوب خان کی ولولہ انگیز قیادت کی غمازی کر رہا ہے - اور اس میں زیادہ تر ان وعدوں کا ایفا ہے جو صدارتی انتخابات کے وقت جناب صدر صاحب نے اپنے منشور میں قوم سے کئے تھے - در حقیقت یہ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خوابوں کی تعبیر کی طرف ایک ٹھوس قدم ہے -

جناب سپیکر - بجٹ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس بجٹ میں زیادہ تر توجہ ۸۵ فیصد ان دیہاتی عوام کی طرف دی گئی ہے جو پاکستان کے backbone علاقے کہلاتے ہیں - اس سلسلہ میں تقریباً ۳۵ کروڑ روپیہ زراعت کو دیا گیا ہے - ۸۱ کروڑ ۱۵ لاکھ روپیہ پانی اور بجلی کو دیا گیا ہے - تقریباً ۱۷ کروڑ ۱۳ لاکھ روپیہ انڈسٹریز کو دیا گیا ہے - جس میں سے بیشتر حصہ زراعت پر ہی خرچ ہوگا -

جناب سپیکر - رورل ورکس پروگرام پر ۱۰ کروڑ کی بجائے ۱۵ کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رورل ورکس پروگرام کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے ایک موزوں اور مناسب قدم اٹھایا

گیا ہے ۔ جناب سپیکر ۔ بجٹ کی تقریر کے صفحہ ۹ پر محترم وزیر خزانہ صاحب نے ہم سے یہ کہا ہے کہ ہم اپنی اپنی رائے ان کو دیں ۔

چودھری انور عزیز ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ۔ آپ نے ابھی یہ فرمایا تھا کہ ہاؤس میں وزیر خزانہ صاحب کو حاضر ہونا چاہئیے ۔ ہمارے ممبر صاحبان کی بڑی خواہش ہے کہ وزیر صاحبان خود یہاں تشریف رکھتے ہوں تاکہ ہماری مبارک بادیں براہ راست ان کو پہنچ سکیں ۔ میں جانتا ہوں کہ سردار محمد اشرف صاحب ہمارے خیالات ان تک پہنچا دیں گے لیکن یہ زیادہ ضروری ہے کہ جب بجٹ پر تقاریر ہو رہی ہوں وزیر صاحبان یہاں بیٹھیں ۔ اس سے ہمیں زیادہ خوشی ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔ چودھری صاحب میں نے خاص طور پر یہ نہیں کہا تھا کہ وزیر خزانہ صاحب یہاں موجود نہیں ہیں یا انہیں ضرور موجود رہنا چاہئیے ۔ بلکہ میں نے یہ کہا تھا کہ جن محکمہ جات کے وزیر صاحبان اور پارلیمنٹری سیکرٹری صاحبان ہیں ان میں سے کم از کم ایک کو یہاں موجود ہونا چاہئیے ۔ میں دیکھ رہا ہوں اور کافی دیر سے دیکھ رہا ہوں مجھے گلہ صرف وزراء صاحبان یا پارلیمنٹری سیکرٹری صاحبان سے ہی نہیں ہے بلکہ تمام ہاؤس سے گلہ ہے اور میں کافی دیر سے سوچ رہا ہوں کہ ہاؤس میں حاضری بھی بہت کم تھی اور اس کے علاوہ وزراء صاحبان کی تعداد بھی ہاؤس میں دو سے زائد نہیں تھی ۔ جب کہ ہاؤس میں عام بجٹ پر بحث ہو رہی ہو تو اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف فاضل وزراء صاحبان اور پارلیمنٹری سیکرٹری صاحبان کو یہاں موجود ہونا چاہئیے بلکہ

وہ ممبر صاحبان جو اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ بھی اور جو اپنی اپنی تقاریر کر چکے ہیں ان کو بھی اس ایوان کے وقار کے لئے حاضر رہنا ضروری ہے ۔ ہوا یہ ہے کہ جن صاحبان نے ۲۱ تاریخ کو یا ۲۲ تاریخ کو تقاریر کرنی تھیں وہ مجھ سے یہ وعدہ لے کر ایوان میں حاضر نہیں ہوئے ۔ جو نا مناسب چیز ہے ۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ میں اس وعدہ کو توڑ دوں اور یہ پابندی نہ رکھوں تو شاید پھر سب حاضر ہوں ۔ لیکن میں نے اس احساس سے کہ یہ ان کے لئے تکلیف دہ ہوگا میں نے مختلف تاریخوں پر commitment کرنی تھی ۔ مختلف تاریخوں کا وعدہ زیادہ تکلیف دہ ہے ۔ لیکن اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اس سے ایوان میں حاضری بہت کم ہو گی تو میں یہ وعدہ ہرگز نہ کرتا ۔

سید عنایت علی شاہ ۔ جناب والا ۔ اس سلسلے میں میری یہ گذارش ہے کہ ہماری زراعت امداد باہمی کی بنیاد پر استوار ہونی چاہئے اس کے لئے ٹریکٹر اور دیگر آلات کشاورزی یا تو بیرونی ممالک سے جلد از جلد منگوانے چاہئیں یا ان کے لئے اپنے ہی ملک کے اندر کارخانوں کا قیام کرنا چاہئے اس کے علاوہ کیمیاوی کھاد زیادہ سے زیادہ پیدا کرنا چاہئیے اور اس کے استعمال کے لئے حکومت کی طرف سے اعانت اور امداد کے طور پر کاشتکاروں کو آسان شرائط پر قرضے دینے چاہئیں ۔ علاوہ ازیں اعلیٰ قسم کے بیج اور فنی ماہرین پیدا کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا چاہئے تا کہ وہ ماہرین دیہاتوں کا دورہ کریں اور بچشم خود دیہاتیوں کے مسائل کو موقع پر دیکھ کر ان کی تکالیف کو رفع کرنے کی کوشش کریں ۔ چنانچہ

اس سلسلے میں میری یہ تجویز ہے کہ یونین کونسلوں میں زرعی امداد باہمی سسٹم کو رائج کیا جائے۔ جہاں پر کہ وہ لوگوں کو اعلیٰ قسم کے بیجوں کا استعمال اور کیمیاوی کھاد کے استعمال کرنے کے طریقے سکھائیں۔

جناب والا۔ بجٹ کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سال گذشتہ کے مقابلے میں سال آئندہ کے ترقیاتی پروگرام کی مد میں تقریباً سولہ کروڑ روپے کا اضافہ کیا گیا ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہمارا صوبہ کامیابی سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ کیوں کہ یہ سولہ کروڑ روپیہ کسی خاص طبقے یا کسی مخصوص علاقے کو ترقی دینے کی غرض سے مختص نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس رقم کو خرچ کرنے میں بھی راوداری سے کام لیا گیا ہے۔ اس رقم کو خرچ کرنے کی تفصیل یہ ہے۔ ۱۹۶۷-۶۸ء میں سابق صوبہ سرحد کے ترقیاتی کاموں کے لئے چودہ کروڑ اکتالیس لاکھ روپیہ رکھا گیا تھا اور اس سال سولہ کروڑ اٹھہتر لاکھ روپیہ اسی مد میں رکھا گیا ہے یعنی اس مد میں دو کروڑ سینتیس لاکھ روپے کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح پنجاب کے لئے گذشتہ سال سے دو کروڑ چھیاسٹھ لاکھ روپیہ زیادہ مختص کیا گیا ہے۔ اسی طرح بہاول پور کے لئے اس سال ایک کروڑ بارہ لاکھ روپے سندھ کے لئے سات کروڑ دو لاکھ روپے بلوچستان کے لئے ایک کروڑ چوالیس لاکھ روپے کراچی کے لئے تین لاکھ روپے سابق صوبہ سرحد کے regions کے لئے ترانوے لاکھ روپے اور صوبائی سکیموں کی مد میں پانچ کروڑ دو لاکھ روپے کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ان اعداد و شمار

سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ بغیر کسی نئے ٹیکس کے عائد کرنے کے ہی ہمارا صوبہ کامیابی اور کامرانی سے ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے ۔ اور میر کاروان صدر ایوب کی قیادت میں یہ کاروان انتہائی کامیابی اور کامرانی سے اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہے ۔

جناب والا ۔ دفاع کے بعد ہمارے ملک کو خوراک کا مسئلہ درپیش تھا اور یہ خدا کا فضل و کرم تھا اور صدر ایوب کی قیادت کا نتیجہ تھا اور گورنر موسیٰ کی ذاتی نگرانی کا ثمرہ تھا اور وزیر خوراک و زراعت ملک خدابخش صاحب کی انتھک محنت اور کاوش اور ہمارے کاشتکاروں کا اپنی محنت و مشقت پر اعتماد کا نتیجہ تھا کہ وہ اس چیلنج کو قبول کرکے خدا کے فضل و کرم سے اس سلسلے میں کامیاب و کامران ہوئے جو کہ ہماری حکومت کا ایک قابل فخر کارنامہ ہے ۔

جناب سپیکر ۔ اب میں دو تین امور کی جانب آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ ہمارے صوبے میں تمام powers کو centralize کیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے معمولی معمولی کاموں کے لئے لوگوں کو پشاور سندھ یا پنجاب کے دور افتادہ مقامات سے لاہور آنا پڑتا ہے جو کہ درحقیقت ان لوگوں کے لئے بے حد تکلیف کا باعث ہے ۔ اس لئے میری یہ گذارش ہے کہ اختیارات کو جس قدر ممکن ہو سکے decentralize کیا جائے اور مقامی افسران کو زیادہ سے زیادہ اختیارات دئیے جائیں تاکہ لوگوں کو اس سلسلے میں تکلیف نہ ہو ۔ اس کے علاوہ جیسا کہ آپ کو بھی معلوم ہے ہماری انتظامیہ کاغذی چکر میں پڑی ہوئی ہے جس کی وجہ سے ہمارا خرچ

دو تین گنا زیادہ ہو جاتا ہے ۔ اگر یہ کاغذی چکر ختم کر دیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ ہم بجائے ایک روپیہ خرچ کرنے کے ایک چوتھائی روپیہ خرچ کرکے اپنا کام کر سکتے ہیں ۔ اس کاغذی چکر کی وجہ سے مسائل کے حل میں تاخیر بھی ہو جاتی ہے ۔ inefficiency اور کرپشن بھی بڑھ جاتی ہے ۔ لہذا اس سلسلے میں بھی حکومت کو کوئی موزوں اور ٹھوس اقدام کرنا چاہئیے کیوں کہ موجودہ صورت میں تو مایوسی اور پریشانی بڑھتی ہی چلی جائے گی جو کہ کسی حالت میں بھی ایک آزاد قوم کے شایان شان نہیں ہے ۔

جناب صدر ۔ تعلیم کی افادیت اور اہمیت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے ۔ کسی ملک کے مہذب یا غیر مہذب ہونے کا معیار ہی یہ ہے کہ اس ملک کی تعلیمی حالت کو دیکھا جاتا ہے ۔ خدا کا شکر ہے کہ ہماری حکومت نے اس امر کا احساس کر لیا ہے اور اسی لئے گذشتہ برس جب کہ اس مد کے لئے انتالیس کروڑ روپے مختص کئے گئے تھے آئندہ سال اس کے لئے سینتالیس کروڑ روپیہ وقف کیا گیا ہے ۔ تعلیم اتنی ضروری چیز ہے کہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ تم تعلیم حاصل کرو اگرچہ تم کو چین بھی جانا پڑے اس بناء پر بھی ہر مسلمان کو زیور تعلیم سے ضرور ہی آراستہ ہونا چاہئیے ۔ لیکن اگر آج ہم ٹھنڈے دل سے یہ سوچیں کہ پاکستان میں رائج طریق تعلیم آیا وہی ہے جو کہ ایک آزاد ملک میں رائج ہونا چاہیئے تو میں بصد احترام یہ عرض کروں گا کہ مجھے ذاتی طور پر اس بات سے اختلاف ہے کیوں کہ آج کل

جو تعلیمی نظام ہمارے ملک میں رائج ہے ۔ یہ لارڈ میکالے کا وہی تعلیمی نظام ہے کہ جس کے ذریعے ایسٹ انڈیا کمپنی کے لئے کلرک مہیا کئے جاتے تھے ۔ لیکن ہمیں تو صرف مخصوص تعداد میں ہی کلرک کی ضرورت ہے ۔ ہمیں اپنی ضرورت سے زیادہ کلرک درکار نہیں ہیں ۔ اس لئے ہمیں ایسا تعلیمی نظام اپنے ملک میں رائج کرنا چاہیئے کہ جو ہماری ضروریات کے پیش نظر سائنسدان ، ڈاکٹر انجینئر ، زرعی ماہرین وغیرہ ہمیں مہیا کر سکے اور ہمیں اپنی منزل مقصود سے ہمکنار کر سکے ۔ ہمیں وہ مرد مومن چاہئیں کہ جو تاروں پر کمند ڈال سکیں ۔

جناب سپیکر ۔ تعلیم کی مد کے تحت سابق صوبہ سرحد کو تیس لاکھ پچیس ہزار روپیہ دیا گیا ہے ۔ لیکن قرطاس ابیض میں ڈیرہ اسمعیل خان کا نام مجھے کہیں نظر ہی نہیں آیا ۔ کیا وہاں کے سکول اور کالج بند کر دیئے جائیں گے ۔ مجھے تو یہ حیرت ہوتی ہے کہ ان سکولوں اور کالجوں کو آپ کس طرح چلا سکیں گے ۔ ہو سکتا ہے کہ آپ سے کوئی غلطی ہوگئی ہو اس لئے آپ اس کی طرف ضرور توجہ دیں ۔ بہر حال میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان کی خواندگی کا تناسب ۱۶.۸ فیصد ہے اور سابقہ صوبہ سرحد کی خواندگی کا تناسب ۱۲.۸ فیصد ہے یعنی دوسرے علاقوں کے مقابلے میں ہمارا تناسب چار فیصد کم ہے ۔ تو میں جناب وزیر تعلیم سے یہ ضرور دریافت کروں گا کہ حکومت کا تو یہ دعویٰ ہے کہ وہ تمام علاقوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مساوی سطح پر لانا چاہتی ہے تو کیا بجٹ میں اتنی قلیل رقم مختص کرکے وہ اس دعویٰ کو عملی جامہ پہنا سکتے

ہیں ۔ وہ مجھے اس سوال کا ضروری طور پر جواب دیں تاکہ میں اپنے عوام کو بتا سکوں کہ حکومت ان کے لئے تعلیم کے سلسلہ میں کیا کچھ کر رہی ہے ۔ اس کے علاوہ میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر تعلیم کی خدمت میں پشاور یونیورسٹی کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہمیں پچھلے دنوں معلوم ہوا ہے کہ پشاور یونیورسٹی مالی بحران کا شکار ہے اور وہاں کے اساتذہ کو کئی کئی ماہ سے تنخواہیں نہیں ملی ہیں اور ترقیاتی کام بھی رکے پڑے ہیں ۔ پشاور یونیورسٹی سابق صوبہ سرحد میں واحد یونیورسٹی ہے کہ جہاں پر ہم غریب لوگ تعلیم حاصل کرتے ہیں ۔ اس سلسلے میں میں یہ بھی عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ گورنر جنرل بننے کے بعد جب قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ پہلی مرتبہ پشاور تشریف لائے تو مقامی لوگوں نے ان کی خدمت میں گذارش کی کہ ان کو ایک یونیورسٹی دی جائے ۔ تو انہوں نے فرمایا :-

> "You have now asked for a University. You will get it soon. I pray to Almighty that this institution may be the centre of learning and civilization not for this area but for the whole of Central Asia".

تو قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ان فرمودات کے بعد ہمارے پاس کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی کہ ہم یہ سوچ بھی سکیں کہ یہ یونیورسٹی پروان نہ چڑھے ۔ اس سلسلے میں میں نوشہرہ کالج کے متعلق بھی عرض کرنا چاہتا ہوں ۔

مسٹر محمد ہاشم لاسی ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ۔ معزز رکن تعلیم کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار فرما رہے ہیں لیکن ان کے ان

خیالات کو نوٹ کرنے کے لئے نہ تو وزیر تعلیم ہی موجود ہیں اور نہ ہی پارلیمنٹری سیکرٹری صاحب موجود ہیں ۔ میں آپ کی وساطت سے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ۔ ۔ ۔ ۔

مسٹر سپیکر ۔ لیکن پارلیمنٹری سیکرٹری برائے تعلیم موجود ہیں ۔

Parliamentary Secretary (Sardar Muhammad Ashraf Khan): Sir, for the information of the Member I am sitting here and noting down all the points. Sir, it has become customary now that such points of order are raised after each and every minute. I am noting down the points with which I am concerned, and I have already told the Members that for the short while the Finance Minister was absent, I was present throughout in the House, and I have taken down all the important points concerning him as well as all other departments which concern me. There should, therefore, be no worry or anxiety from that point of view.

Minister for Finance (Syed Ahmed Saeed Kirmani): With your permission I would submit that when I entered the Hall I heard my great friend, Syed Inayat Ali Shah, saying that the University of Peshawar was facing financial crisis and for many months the professors and teachers were not paid their dues. It is absolutely incorrect. The University is not facing any financial crisis and, secondly, the teachers are being paid their salaries regularly.

سید عنایت علی شاہ ۔ اب جناب والا ۔ میں انڈسٹری کی طرف آتا ہوں ۔ اس کی افادیت سے کون انکار کرسکتا ہے ۔ آج کل اگر کوئی ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہے یا وہ ترقی یافتہ ملک ہے تو اس کے ہاں انڈسٹریز کا ہونا لازمی ہے ۔ جناب والا ۔ ویسٹ پاکستان میں تقریباً ساڑھے پانچ ہزار انڈسٹریز ہیں ، اور ہمارے Frontier Province میں ان کی تعداد دس ، بارہ سے زیادہ نہیں ہے ہمارے پاس زمینیں اور فنی سہولتیں موجود ہیں ۔ ہمارے پاس وہ تجربہ کار افراد موجود ہیں جو انڈسٹری میں کام کرسکیں ۔ باوجود ان

چیزوں کے مجھے معلوم نہیں کہ ہمارے ہاں انڈسٹریز کا فقدان کیوں ہے میں جناب وزیر خزانہ سے اس سلسلے میں یہ مودبانہ گذارش کروں گا ۔ کہ وہ اپنی اختتامی تقریر میں مجھے یہ سمجھانے کی تکالیف گوارا فرمائیں ۔ کہ انڈسٹریز کے سلسلے میں Frontier Province کیوں اتنا پیچھے ہے ۔ جناب والا ۔ اب میں ہیلتھ کی طرف آتا ہوں ۔ یہاں پر ڈاکٹروں کا مسئلہ ایک زبردست مسئلہ بن چکا ہے ۔ ہمارے ملک سے ہزاروں کی تعداد میں ڈاکٹر یورپ کے دوسرے ملکوں میں جاتے ہیں ۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں ۔ کہ آخر ان لوگوں کو کیا ضرورت پڑی ہے ۔ کہ وہ اپنا وطن چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں جا رہے ہیں ۔ اس کا مطلب صرف یہ ہوگا ۔ کہ ان کی services کی conditions بہتر نہیں ہوں گی ۔ اسے ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچیں کہ ڈاکٹروں کے لئے کیا تنخواہ ہونی چاہیئے ۔ ان کو کیا سہولتیں میسر آنی چاہئیں ، ان کو کیا مراعات حاصل ہونی چاہئیں ۔ اس کے علاوہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں محکمہ ہیلتھ کی ایڈمنسٹریشن اس سلسلہ میں نہایت ناقص ہے ۔ ناقص کا لفظ کہنے کی میں نے اس لئے جرات کی ہے ۔ کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ۵۰۰ سے زیادہ ڈاکٹروں کی اسامیاں خالی پڑی ہیں ، لیکن اس سے زیادہ تعداد میں ڈاکٹروں نے ملازمت کے لئے درخواستیں دے رکھی ہیں ۔ اور سروس سیلیکشن بورڈ دو سال سے زیادہ عرصے سے انہیں نہیں بلا رہی ہے تو آپ اندازہ کریں کہ اب اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے بعض ڈاکٹر آٹھ دس سال temporary list میں ہیں ۔ جب ڈاکٹروں کی اتنی ضرورت ہے ۔ تو میں حیران ہوں کہ ان

کو temporary list پر کیوں رکھا گیا ہے - چاہئیے تو یہ تھا کہ انہیں permanent status دے دیتے اس کی سب سے بڑی وجہ بھی یہی ہے کہ انہیں ملازمت کا تحفظ حاصل نہیں ہے جس کی وجہ سے ڈاکٹر یہ کوشش کر رہے ہیں - کہ یا تو اپنا پرائیویٹ کام شروع کردیں یا دوسرے ملکوں میں چلے جائیں - علاوہ ازیں یہاں ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر دیہی علاقوں میں نہیں جانا چاہتے - مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اگر ایک ڈاکٹر کو تنخواہ کے ساتھ D.A. & T.A. ملے تو وہ کیسے جرات کر سکتا ہے کہ وہ دیہات میں نہ جائے مجھے تو ایڈمنسٹریشن میں زبردست کمزوری نظر آ رہی ہے - یا پھر ان کے لئے کردیں کہ کم از کم ان کو پانچ سال کے عرصہ تک لازمی دیہی علاقہ جات میں جانا ہوگا تو میرا خیال ہے کہ پھر یہ مسئلہ کافی حد تک حل ہو جائے گا - جناب والا - ایگریکلچر کے سلسلے میں میری یہ عرض ہے کہ تقسیم سے پہلے بھی غلہ کی قلت تھی اور ہم غلہ پنجاب سے منگوایا کرتے تھے اور آزادی کے بعد بھی ہم غلہ پنجاب ہی سے لیا کرتے تھے- ون یونٹ کے بعد بھی یہی سلسلہ جاری ہے - اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ ہمارے پاس وافر زمینیں موجود ہیں - جن پر اگر کوشش کی جائے - تو وہ سونا اگل سکتی ہیں - ہمارے پاس ایسے ہاتھ موجود ہیں - جو دھرتی کے سینے کو چیر سکتے ہیں - لیکن ان کے لئے پانی کی ضرورت ہے - ان کے لئے نہروں کی ضرورت ہے - اور حکومت کی پالیسی کے تحت اگر ان علاقوں کو پانی دے دیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ کسی وقت ہم بھی خوراک کے معاملے میں at-par ہوجائیں

اور ہم اس قابل ہو جائیں کہ ہم اپنا وافر غلہ پاکستان کے دوسرے علاقوں کو یا باہر برآمد کر سکیں ۔ تو اس سلسلے میں وزیر خوراک و زراعت سے مودبانہ گذارش کرتا ہوں کہ اس کی طرف توجہ فرمائیں اس کی طرف کوئی ٹھوس قدم اٹھانے کی زحمت گوارا فرمائیں ۔ جناب والا ۔ پشاور اور مردان کا علاقہ سیم اور تھور کا شکار ہو گیا ہے ، مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی ہے کہ پنجاب اور سندھ کے علاقوں میں حکومت ایسے اثرات کو رفع کرنے کی کوشش کر رہی ہے آخر وہ بھی ہمارے بھائی ہیں ۔ لیکن ساتھ ساتھ میری یہ بھی گذارش ہے کہ اس سیم اور تھور کی لعنت سے ہم لوگوں کو بھی بچانے کی کوشش کی جائے اور اس سلسلے میں مناسب اقدامات اٹھائے جائیں ۔ جناب والا ۔ سب سے بڑا مسئلہ جسے میں ذاتی طور پر سمجھ رہا ہوں ۔ وہ یہ ہے کہ سول سیکرٹریٹ میں Frontier Province کی طرف سے کوئی بھی نمائندگی نہیں کرتا ہے اگر کوئی ہے تو وہ بھی برائے نام ہے ۔ اس سلسلے میں میری عرض یہ ہے کہ ہمیں بھی سول سیکرٹریٹ میں سیکرٹری ، ڈپٹی سیکرٹری یا سیکشن آفیسر کے level پر مناسب کوٹہ مل جائے تاکہ ہمارے لوگ جو وہاں سے آئیں ۔ ان کے لئے امداد کا باعث بن سکیں اور ان کو وہ تکلیف نہ ہو جو آج کل ان کو پیش آ رہی ہے ۔ جناب سپیکر ۔ میں اپنے علاقے کے متعلق چند مطالبات پیش کرتا ہوں ۔

جناب والا ۔ سب سے بڑا مسئلہ نوشہرہ کالج کا ہے ۔ اس کالج میں کلاسز شروع ہو چکی ہیں ۔ ۱۹۵۹ء میں ہم نے اپنی مدد آپ کے تحت

گورنر امیر محمد خان صاحب کی خدمت میں ایک لاکھ ۳۵ ہزار روپیہ پیش کیا تھا۔ تاکہ وہ کچھ رقم اور ملا کر کالج کے لئے ایک نئی عمارت تعمیر کروالیں۔ اور انہوں نے ہمیں اس کی تکمیل کے لئے پورا یقین دلا دیا تھا۔ میں بصد احترام وزیر تعلیم کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں، کہ نوشہرہ کالج جو آج کل ایک بوسیدہ عمارت میں چل رہا ہے۔ اس کے نتائج نہایت سنگین ہو سکتے ہیں۔ کیوں کہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں وہ کسی وقت collapse نہ ہو جائے۔ مگر باوجود ۱۹۶۹ء کی یقین دہانی کے آج تک گورنر صاحب نے اس کالج کی نئی عمارت کے لئے کوئی رقم مختص نہیں کی جناب والا۔ وزیر تعلیم کی خدمت میں مودبانہ عرض یہ ہے کہ اس سلسلے میں کوشش فرمائیں تاکہ ہمارا مطالبہ حل سکے۔ نوشہرہ زنانہ ہائی سکول کی عمارت بھی بوسیدہ ہے۔ ان میں سے تقریباً آدھی سے زیادہ لڑکیاں گرمیوں میں یا بارش کے دنوں میں حاضر نہیں ہوتیں کیوں کہ وہاں بارش اور دھوپ سے بچنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ وزیر تعلیم کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اس سلسلہ پر بھی غور فرمائیں۔ پھر ایک ہائی سکول جس کا مجھے نام یاد نہیں کا مسئلہ بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ ہم نے تقریباً ایک لاکھ ۸۵ ہزار روپیہ اپنی مدد آپ کے تحت دے کر ایک عمارت بنوائی ہے، جس کو بنے ہوئے تقریباً آٹھ، نو برس ہو گئے ہیں۔ لیکن اس کو ابھی تک high category میں نہیں لیا گیا۔ حکومت نے وعدہ کیا تھا کہ جب آپ بلڈنگ بنائیں گے تو پھر اس کو ہائی کا درجہ دیا جائے گا۔ جناب سپیکر۔ زراعت سے متعلق ہمارے دو

مسئلے ہیں ۔ ایک مسئلہ لفٹ اریگیشن سکیم کا ہے ۔ جو ہمارے نوشہرہ کے علاوہ ایک اور علاقے کو بھی سیراب کرتی ہے ۔ میں جناب وزیر متعلقہ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ اس سسٹم کو effective بنانے کی کوشش کریں تاکہ ہمارا ملک خوراک کے معاملے میں خود کفیل ہو سکے ، لوگوں کو روزگار بھی مہیا ہو سکے ۔ دوسرا مسئلہ بارہ بھانڈا سکیم کا ہے ۔ یہ واپڈا کی سکیم ہے ۔ سروے کرنے کے بعد انہوں نے یہ رائے دی تھی کہ یہ کامیاب سکیم نہیں ہے ۔ یہ منافع بخش نہیں ہے ۔ تو حکومت نے اسے اس لئے ختم کر دیا کہ وہ uneconomical ہے ۔ جناب سپیکر ۔ میں آپ کی خدمت میں صرف اس حد تک عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ایک طرف uneconomical ہے تو دوسری طرف اس سکیم سے لاکھوں ایکڑ زمین آباد ہو سکتی ہے ۔ اس سے ہمارا زر مبادلہ بھی بچ سکتا ہے اور ملک کے لوگوں کو روزگار بھی مہیا کر سکتی ہے ۔ اس سے ملک اور قوم کی حالت بہتر ہو سکتی ہے اگر وہ uneconomical ہی سہی مگر پھر بھی وہ قابل قبول ہونی چاہئیے۔

پیر علی گوہر چشتی (ساہیوال—۶) ۔ جناب سپیکر ۔ موجودہ دور میں کسی بھی قومی ادارے کا بجٹ آمدنی اور خرچ کے حساب کی کتاب ہی نہیں ہوتا بلکہ ملک کی تمام اقتصادی پالیسی کا عکاس بھی ہوتا ہے ۔ اسے ہم عام فہم لفظوں میں یوں بیان کر سکتے ہیں کہ عوام کی فلاح و بہبود کے منصوبوں کو اولیت دینا آج کل کے بجٹ کا امتیازی نشان ہوتا ہے ۔ لہذا میں اس سال کے بہترین بجٹ کو پیش کرنے پر جس میں

پچھلے دو برسوں کی طرح کوئی نیا ٹیکس عائد نہیں کیا گیا ، وزیر خزانہ کی بجٹ کی تقریر کے مطابق محکمہ مالیات کے سیکرٹری تجمل حسین صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ کیوں کہ انہوں نے اس سال بجٹ کا منصوبہ تیار کرتے وقت صدر پاکستان محمد ایوب خان کے اس قول کو مد نظر رکھا ہے کہ جب تک اعداد و شمار کا تعلق عوامی فلاح و بہبود کے ساتھ نہ ہو ، تب تک وہ کوئی معنی نہیں رکھتا ۔ اقتصادی ترقی کا اصل پیمانہ اعداد و شمار ہی نہیں بلکہ ٹھوس اثرات ہیں جو عوام کی روز مرہ زندگی میں ظاہر ہوتے ہیں ۔

جناب والا ۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جو قوم اپنے آپ کو بچانے پر قادر نہ ہو ، اس کو تحفظات نہیں بچا سکتے ۔ کاغذ کے پرزوں پر لکھے ہوئے قانون ہمیں محفوظ نہیں رکھ سکتے ۔ سب سے پہلے پاکستانی قوم کو اپنے پاؤں کی نسوں کو مضبوط کرنا ہوگا ۔ اس سلسلہ میں میں حکومت مغربی پاکستان کے گیارہ وزراء صاحبان کو گیارہ تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ جناب والا ۔ ہمارا سب سے اہم مسئلہ خوراک ہے ۔ اس لئے میں سب سے پہلے وزیر خوراک و زراعت اور تجربہ کار قائد ایوان ملک خدا بخش صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے صدر محمد ایوب خان کی ذاتی دلچسپی اور گورنر جناب محمد موسیٰ خان کی ہدایات کے عین مطابق کسانوں اور کاشت کاروں کی راہنمائی کرکے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہم کم سے کم مدت میں اپنے قومی مسائل حل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ۔ انہوں نے صدر پاکستان کی غذائی پالیسی پر کامیابی سے جو عمل درآمد کیا ہے ، وہ ہماری

تاریخ میں یادگار رہے گا ۔ اس کی وجہ سے ملک کی زرعی اور معاشی حالت میں نمایاں ترقی ہوئی ہے ۔ اب میں جناب بچہ صاحب کی خدمت میں چند تجاویز پیش کرتا ہوں ۔

جناب والا ۔ پہلی تجویز یہ ہے کہ جس طرح گندم اور چاول کے لئے نئے بیج فراہم کئے گئے ہیں ۔ جنہوں نے پاکستان کے مسئلہ خوراک میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے ۔ اسی طرح کپاس جو ہماری قومی ضروریات کا ایک اہم حصہ ہے ۔ اس کے لئے بھی نئی اقسام کے بیجوں کو ملک میں متعارف کرایا جائے ۔ ورنہ کپاس کی پیداوار پیچھے رہ جائے گی ۔ جس کا پاکستان کی ٹیکسٹائل ملوں اور درآمدات پر گہرا اثر پڑے گا ۔

جناب والا ۔ دوسری تجویز یہ ہے کہ بڑھتی ہوئی خوراک کی پیداوار اور کاشت کاروں کی حوصلہ افزائی کے لئے چھوٹی چھوٹی اناج کی منڈیاں قائم کی جائیں ۔ کیونکہ عام طور پر چھوٹا زمیندار دور دراز کی بڑی منڈیوں میں جب اناج لے کر پہنچتا ہے تو وہاں کے چالاک دلال اور تجربہ کار سیٹھ اس سادہ لوح دیہاتی کی اچھی طرح کھال ادھیڑ لیتے ہیں ۔ اس لئے میری تجویز ہے کہ ہر یونین کونسل میں اناج کی منڈی قائم کی جائے ۔ اگر فوری طور پر اتنا وسیع منصوبہ تیار نہ کیا جا سکے تو کم از کم تین چار یونین کونسلوں کی ایک منڈی بنی چاہئیے ۔

تیسری چیز جناب والا ۔ یہ عرض کروں گا کہ زمینداروں کو قرض کی سہولت بہت کم ہے ۔ تین سو کروڑ کے قرضے سے زمینداروں کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے ۔ موجودہ جدید دور میں زراعت بھی ایک صنعت بن چکی

ہے اور اس کو بھی اسی طرح سرمایہ کی ضرورت ہے اور جس طرح سرکار نے صنعت و حرفت کو امداد دے کر اسے فروغ دیا ہے ، اسی طرح کاشتکاروں کو بھی قرض دیا جانا چاہئیے ۔ (خوب ۔ خوب ۔)

جناب والا ۔ چوتھی گذارش یہ ہے کہ موجودہ وقت میں رواج کے مطابق انڈسٹری بڑے بڑے شہروں میں لگائی جاتی ہے ۔ حالانکہ صنعتوں کا خام مال دیہات سے آتا ہے اور تیار مال کی کھپت بھی دیہات ہی میں ہوتی ہے ۔ اس لئے صنعتوں کو دیہی علاقوں میں لگانے کے لئے حکومت کو خاص اقدامات کرنے چاہئیں ۔ (خوب ۔ خوب ۔) تاکہ دیہات میں بے روزگاری ختم ہو جائے اور دیہات کے لوگ جو روزگار کی تلاش میں شہروں میں آ کر آباد ہو رہے ہیں وہ رک جائیں گے ۔ اگر اس کا انتظام نہ کیا گیا تو ہمارے شہر اتنے بڑے ہو جائیں گے جس طرح کہ کراچی ہے جو ضرورت سے زیادہ وسیع ہو گیا ہے اور جہاں نظم و نسق کی کئی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں ۔

جناب والا ۔ ہماری پاکستانی قوم کا دوسرا اہم ترین مسئلہ تعلیم ہے ۔ میں ہنس مکھ وزیر تعلیم و اوقاف جناب محمد علی خان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ ہمیں قومی سطح پر میٹرک ۔ ایف اے اور بی ۔ اے پاس نوجوانوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی یہ طرز تعلیم کوئی اور افادیت رکھتا ہے ۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ملک بھر میں نئی تعلیم پر تعلیمی فنڈز کی مد میں سے صرف دو فی صد صرف کیا جا رہا ہے ۔ کالجوں میں سائنس کا سامان کم ہے اور ہمارے ملک میں طلباء کو سائنس کا وہ

نصاب پڑھایا جا رہا ہے جو یورپی ممالک میں آج سے تیس برس قبل پڑھایا جاتا تھا ۔ بجٹ میں تعلیم کے لئے جو رقم رکھی گئی ہے اس کے مطابق مغربی پاکستان کے ہر حصے میں چھ روپے سالانہ آتے ہیں ۔ اگر یہ رقم بھی فرسودہ نظام تعلیم کی نذر ہو جائے تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارا کیا حشر ہوگا ۔ میں محترم وزیر تعلیم کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ وہ کالجوں کی سائنس کی تجربہ گاہوں میں تجرباتی اور سائنسی آلات کی کمی دور کریں ۔ نیز ملک میں فنی تعلیم کو فروغ دینے کے لئے ہر ممکن تدابیر اختیار کی جائیں ۔ کیوں کہ ہمیں ہر سطح اور معیار کی فنی تعلیم کی اشد ضرورت ہے ۔ اور ہمارا قومی مفاد بھی اسی میں ہے ۔ میں یہ عرض کروں گا کہ نصاب تعلیم میں ایسی تبدیلیاں کی جائیں کہ میٹرک ۔ ایف ۔ اے ۔ اور بی ۔ اے کے بعد طلباء کو فوراً ملازمت مل سکے ۔ اور جو تعلیم یافتہ لوگ بے روزگار رہ جاتے ہیں ۔ ان کے لئے حکومت کو کوئی جامع منصوبہ بنانا چاہئیے ۔

جناب والا ۔ ہمارے عوام کا تیسرا اہم مسئلہ صحت ہے ۔ میں وزیر صحت بیگم زاہدہ خلیق الزمان سے ، جو اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں ، یہ گذارش کروں گا کہ وہ مغربی پاکستان میں ہیلتھ انشورنس سکیم کے نفاذ پر غور کریں ۔ کیوں کہ ہمارے ملک میں عوام کے لئے طبی سہولتیں بہت محدود ہیں اور ہمارے ملک میں غیر سرکاری طبی اداروں کی اشد ضرورت ہے ۔ اس کے علاوہ جناب والا ۔ یہ عرض کروں گا کہ ہمارے طبی ماہرین جو بیرونی ممالک سے تربیت حاصل کرکے پاکستان میں آتے ہیں

تو وہ صرف نا مناسب اسامیوں اور ناموزوں تنخواہوں کی وجہ سے واپس کسی اور ملک میں چلے جاتے ہیں اور اس کا نقصان نہ صرف عوام کو بلکہ حکومت کو بھی برداشت کرنا پڑتا ہے ۔ ڈاکٹروں کو ملک میں رہنے کی ترغیب دینے اور بڑھتی ہوئی آبادی کے ہجوم کو سرکاری ہسپتالوں سے کم کرنے کے لئے میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ زرعی ترقیاتی بینک اور کارپوریشن کے خطوط پر پبلک ہیلتھ ڈویلپمنٹ بینک اور کارپوریشن قائم کی جائے ۔ تاکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان ڈاکٹر حکومت سے قرض اور دیگر سہولتیں حاصل کرکے ملک کے گوشے گوشے میں اپنے طبی مراکز قائم کر سکیں ۔ (خوب ۔ خوب ۔)

جناب والا ۔ ملک میں قیام امن اور قانون کی حکمرانی کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ملک کے ہر فرد کو قانونی اور معاشرتی تحفظ دینا حکومت کا فرض ہو ۔ میں وزیر داخلہ قاضی فضل اللہ صاحب ، جو یہاں موجود نہیں ہیں ، کی توجہ غنڈہ گردی کے خلاف مہم کی طرف دلانا چاہتا ہوں ۔ غنڈوں کی گرفتاری کے سلسلہ میں اخبارات میں جو اعداد و شمار شائع ہوئے ہیں ان کے مطابق کئی ہزار غنڈے گرفتار کئے گئے ہیں ۔ جناب والا ۔ جب تک گورنر مغربی پاکستان نے غنڈہ گردی کے سلسلہ میں خود دخل نہیں دیا ۔ اس وقت تک یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ یہ زہریلے جراثیم کہاں چھپے ہوئے تھے اور نہ جانے ملک کے قوانین کس کولڈ سٹوریج میں تھے ۔ غنڈہ گردی کی روک تھام کے لئے عرض کروں گا کہ جس غنڈے کو گرفتار کیا جائے ، اس کی ضمانت نہ لی جائے ۔ دوسرے یہ کہ عدالت سے سزا ملنے کے بعد اس کو

دور دراز کے جیل خانوں میں رکھا جائے یا صوبہ بدر کر دیا جائے۔ جس طرح انگریزوں نے ایسے غنڈوں اور بد معاشوں کے لئے کالا پانی تجویز کر رکھا تھا۔

جناب والا۔ عدالتوں کے لئے یہ قانون بنایا جائے کہ غنڈوں کے مقدمات کا فیصلہ گرفتاری کے وقت سے زیادہ سے زیادہ دو ماہ کے اندر کیا جائے۔ غنڈوں کے شناختی کارڈ ہونے چاہئیں اور ان کا ریکارڈ بمعہ فوٹو ہر پولیس سٹیشن پر ہونا چاہئیے۔ جیسا کہ امریکہ انڈونیشیا اور دوسرے ممالک میں ہے۔ صدر ایوب کے نظام بنیادی جمہوریت کے تخیل کے متعلق میں اپنے ضلع کے محنتی وزیر بلدیات و بنیادی جمہوریت میاں محمد یاسین خان وٹو صاحب کی خدمت میں مبارک باد پیش کروں گا اور ایک تجویز پیش کروں گا کہ انہوں نے اس سال دس کروڑ کی بجائے حکومت سے بنیادی جمہوریت کے ترقیاتی مقاصد کے لئے ۱۵ کروڑ روپیہ حاصل کیا ہے۔ اس ۵ کروڑ روپیہ کو ایسی سکیموں پر خرچ کریں جس سے محکمہ کو مستقل آمدنی کے ذرائع حاصل ہوں۔ مثلاً دیہات اور قصبوں میں water courses کی تعمیر ہو۔ دیہاتی آبادی کو بہتر رہائشی سہولتیں مہیا کی جائیں تاکہ وہ لوگ انسانوں کی طرح رہ سکیں۔ زمینوں کی اصلاح کے لئے زرعی آلات بنیادی جمہوریتوں کا محکمہ اگر فراہم کرنے کا اہتمام کرے تو اس سے محکمہ کو معقول آمدنی حاصل ہو سکتی ہے۔

میری ایک اور تجویز ہے کہ بڑے بڑے شہروں کو گائیوں، بھینسوں، گھوڑوں اور باربرداری کے دوسرے جانوروں سے نجات دلائیں۔ صرف لاہور

شہر میں یہ جانور چالیس ہزار سے زائد موجود ہیں ۔ اور میرے اندازے کے مطابق یہ جانور روزانہ اڑھائی لاکھ پونڈ غلاظت خارج کرتے ہیں ۔ یہ غلاظت اس شہر سے باہر نہیں جاتی اور اس کا بیشتر حصہ سفوف بن کر گرد و غبار میں شامل ہو جاتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم جیسے باہر سے آنے والے اور لاہور کے شہری ناک گلے اور پیٹ کے امراض کا شکار ہیں ۔ کیا بلدیاتی ادارے اس مسئلہ کا کوئی حل پیش کر سکتے ہیں ۔ لاہور اور کراچی کی کارپوریشن اندرون شہر سڑکوں کو وسیع کر رہی ہے ۔ میرا خیال ہے کہ پیدل چلنے والوں کے لئے زمین دوز کراسنگ بنائے جائیں ۔ تاکہ پیدل چلنے والوں اور تیز رفتار گاڑیوں کو چلانے والوں کی پریشانی کم ہو سکے ۔

مخدوم صاحب اس وقت موجود نہیں ہیں میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ صدر ایوب کی قیادت میں منگلا ڈیم کا جو عظیم منصوبہ مکمل ہوا ہے ۔ اس کے اقتصادی اثرات ظاہر ہونا شروع ہو گئے ہیں لیکن جہلم راوی اور ستلج کا وہ لاکھوں ایکڑ رقبہ پانی سے محروم ہو گیا ہے ۔ جو سیلاب آنے پر سیراب ہوتا تھا ان تین دریاؤں کے بیٹ میں بسنے والوں نے پنجاب سندھ اور بہاولپور کی نئی آبادیوں کے لئے قربانی دی ہے ۔ لہذا اس لاکھوں ایکڑ رقبہ کو آباد کرنے کا واحد حل یہ ہے کہ جہلم پر منگلا سے تربیوں تک ۔ راوی پر سادھوپور سے سدھنائی ہیڈ ورکس تک اور دریائے ستلج پر حسینی والا سے پنجند ہیڈ ورکس تک بجلی دی جائے ۔ ہم حکومت سے اس سلسلہ میں کوئی لمبی چوڑی سکیم یا منصوبہ کا مطالبہ نہیں کرتے ۔ البتہ صرف بجلی کی تاریں لگا دیں ۔ تاکہ ہم ٹیوب ویل لگا

کر لاکھوں ایکڑ زمین کو آباد کر سکیں ۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو تمام علاقہ جنگل ہو جائے گا ۔ جس سے فصلوں کے دشمن جانوروں اور درندوں مثلاً سور وغیرہ کی بہتات ہو جائے گی ۔ جو دیگر علاقوں کی فصلوں کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہوں گے ۔

جناب والا ۔ وزیر قانون موجود ہیں ۔ وہ بلا شبہ نہایت قابل اور محنتی انسان ہیں ۔ میں کوئی ماہر قانون تو نہیں لیکن ایک عوامی نمائندے کی حیثیت سے محسوس کرتا ہوں کہ ہمارے دیوانی مقدمات کے فیصلہ کا طریق کار تبدیل کیا جائے اس میں تھکا دینے والی تاخیر کے عناصر کو نکال دیا جائے ۔ یہ ملک کا ایک سیاسی مسئلہ بھی ہے جس شخص کو حصول انصاف کے لئے سالہا سال انتظار کرنا پڑے وہ خواہ مخواہ عدالتوں پر اور انتظامیہ پر تنقید کرتا رہتا ہے ۔ پنجابی کی ایک مشہور مثل ہے ''دیوانی دیوانہ بنا دیتی ہے''۔

اس موقع پر میں اس ایوان کے ایک مرحوم رکن پیرغلام علی چشتی کا لطیفہ عرض کرتا ہوں۔ ایک دعوت میں ضلع کے تمام افسران شامل تھے۔ سول جج صاحب بھی وہاں تشریف رکھتے تھے چشتی صاحب نے ایک شخص سے کہا میری دوائی لاؤ وہ شخص گیا اور بیس پچیس گولیاں لاکر ان کے ہاتھ پر رکھ دیں ۔ وہ جج صاحب پہلی دفعہ چشتی صاحب سے ملے تھے انہوں نے کہا کہ اتنی گولیاں آپ کس طرح کھائیں گے چشتی صاحب نے کہا کہ میری دو بیویاں ہیں اور گیارہ بچے ہیں ۔ فیملی پلیننگ کی ہدایات ہیں کہ بچے کم پیدا کرو ۔ اس لئے میں یہ گولیاں کھا رہا ہوں ۔ انہوں نے کہا

کہ کیا اس سے کچھ فرق پڑا ہے ۔ چشتی صاحب نے کہا کہ جی ہاں ۔ اب دیوانی کے مقدمہ کے فیصلہ کی طرح کبھی کبھار بچہ پیدا ہو گا ۔

وزیر تعمیرات اور ریلوے اس وقت موجود نہیں ہیں لیکن میں ان کو ریلوے کا محکمہ ملنے پر مبارک باد دیتا ہوں اور گزارش کرتا ہوں کہ رفتار اور اقتصادی ترقی میں گہرا تعلق ہے جوں جوں ہم اقتصادی میدان میں آگے بڑھتے چلے جائیں گے ہماری رفتار میں بھی اضافہ ہوتا جائے گا ۔ جو لوگ سڑکوں اور ریلوے کی منصوبہ بندی کرتے ہیں انہیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ ہم تیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے آگے نکل گئے ہیں ۔ اور اب ہمیں کم از کم ۶۰ میل فی گھنٹہ کی ضرورت ہے ہماری سڑکیں ہماری ضرورت کا ساتھ نہیں دیتیں ۔ اس سلسلہ میں میں چاہتا ہوں کہ محترم وزیر کوئی فوری اقدام کرنے کا اعلان فرمائیں ۔ گندم کی پیداوار میں اس سال ضلع ساہیوال صوبہ بھر میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے ۔ لیکن اس ضلع کی منڈیوں میں اناج پہنچانے کے لئے وسائل بہت کم ہیں ۔ منڈیوں اور دیہاتوں کو ملانے کے لئے حکومت کو ساہیوال میں زیادہ سڑکیں تعمیر کرنی چاہئیں ۔ میں وزیر جیل خانہ جات کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بجٹ میں جیلوں کی اصلاح کے لئے رقم بہت کم رکھی گئی ہے ۔ قانون کا مقصد انتقام نہیں اصلاح ہوتا ہے ۔ اس کے پیش نظر جیلوں میں جدید سہولتیں مہیا کرنے کے لئے حکومت کو مزید رقم فراہم کرنی چاہئے ۔

جناب والا ۔ وزیر خزانہ خود عوامی آدمی ہیں اس لئے میں انہیں کوئی

مفید عوامی تجویز پیش نہیں کر سکتا ۔

آخر میں جناب غلام سرور خان وزیر مال و قبائلی امور سے درخواست ہے کہ ان کا محکمہ ہمارے صوبہ کی معاشیات کے لئے ریڑھ کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی بنیاد پٹواری گرداور اور قانون گرداور اور تحصیلدار ہے ۔ اس محکمہ کے ان کارکنوں کی تنخواہوں میں اس قدر اضافہ کیا جائے تاکہ یہ کاشت کاروں کو زیادہ پریشان نہ کریں کیونکہ اس وقت کاشتکار کا محکمہ مال پولیس ، واپڈا اور محکمہ آبپاشی کے فیلڈ سٹاف کو فصلانہ دیئے بغیر زندہ رہنا مشکل ہے ۔

آخر میں میں یہ عرض کرتا ہوں کہ قومیں محض سیاسی جماعتوں ، کانفرنسوں ، تقریروں اور قراردادوں سے نہیں بنا کرتیں بلکہ قومیں بلند کردار اور ٹھوس عمل سے بنا کرتی ہیں ۔

میجر محمد اسلم جان (راولپنڈی ۔ ۱) ۔ جناب والا ۔ یہاں پر تقریروں کا آغاز مبارک باد اور تعریفوں اور خوش‌آمدیدوں سے اور جو کچھ بھی ہو سکتا تھا اس سے کیا گیا ہے ۔ اس کے بعد ہر دفعہ ''مگر'' اور ''لیکن'' ساتھ لگا دیا گیا ہے ۔ یہ تعریفیں وزراء تک محدود نہیں رہیں سیکرٹریوں جوائنٹ سیکرٹریوں اور ڈپٹی سیکرٹریوں سیکشن آفیسروں تحصیلداروں اور نائب تحصیلداروں range آفیسرز اور پٹواریوں تک بڑھ گئیں ۔ بہر حال جناب والا ۔ ہمیں تو خطرہ یہ ہے کہ یہ پیشہ ور خوشآمدی جو ہیں وہ سامنے نہ آ جائیں ۔ جناب والا ۔ اب میں صرف

بیگم صاحبہ کے لئے ایک شعر عرض کروں گا ۔ یعنی میری مراد وزیر صحت صاحبہ سے ہے ۔

انہیں یہ فکر ہے ہر دم نئی طرز جفا کیا ہے
ہمیں یہ شوق ہے دیکھیں ستم کی انتہا کیا ہے

جناب والا ۔ ہمیں راولپنڈی کے ہسپتال کے لئے محکمہ صحت سے کہتے ہوئے تین سال گذر گئے لیکن آج تک اس پر کوئی توجہ نہیں دی گئی جہاں تک راولپنڈی کا تعلق ہے میں نے عرض کیا ہے کہ ہماری ۶ لاکھ آبادی کے لئے ۱۲۵ بستروں کا ہسپتال ہے اور وہاں مزید سہولتیں بھی نہیں بڑھائی جاتیں اور ہم سے اس کے بڑھانے کے لئے وعدہ بھی نہیں کیا گیا۔ بہر حال اب بات یہی رہ گئی ہے کہ ہم بھی bureaucracy کی تعریف شروع کر دیں اور ان ہی سے عرض کریں کہ جناب آپ ہمارے حال پر رحم کیجئے اور اگلے بجٹ میں ہمارے ہسپتال کے لئے کچھ کیا جائے کیونکہ چھ لاکھ کی آبادی کے لئے موجودہ ہسپتال کافی نہیں ہے دوسرے ہسپتالوں میں تو اس سے بڑے بڑے وارڈ ہوتے ہیں ۔ جناب والا ۔ اب مجھے وزارت تعلیم اور اس کی پالیسی کے ایک پہلو کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے اور میں یہ بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ طلوع آزادی سے لیکر آج تک جو بھی قدم اٹھائے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ پنجابی زبان اور پنجابی کلچر کو بڑھانے کی کوشش نہیں کی گئی ۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ پنجابی زبان ہے ہی اس قابل کہ اس کو آہستہ آہستہ مٹ جانے دیا جائے تو مجھے اس سے اختلاف ہے جس زبان کو صدیوں کے صدمات مٹا نہ سکے جس زبان کے لئے

حکمرانوں کی رکاوٹوں کے باوجود لوگوں کو یہ تلقین کی جاتی رہی کہ وہ اس کے لئے مقابلہ کریں وہ زبان اور وہ کلچر جس نے اردو زبان کو جنم دیا اور اس کے باوجود اس کا اثر ملک کی دوسری زبانوں پر رہا ۔ وہ زبان جو ہماری ۔ ۔ ۔ ۔

چودھری انور عزیز ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ۔ جب ہم لوگ تقریر کرتے ہیں تو میجر اسلم جان صاحب ہم لوگوں کی تضحیک کرتے ہیں ۔ جب میجر اسلم جان صاحب تقریر کرنے کھڑے ہوئے تھے تو ہم نے سمجھا تھا کہ بڑے طمطراق سے آئے کوئی کام کی بات کریں گے لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ

بات بنتے نظر نہیں آتی

میری گزارش ہے کہ وہ اپنی تقریر میں کوئی کام کی بات کریں ۔

مسٹر سپیکر ۔ چودھری صاحب ابھی آپ انتظار فرمائیے ۔

چودھری انور عزیز ۔ بہت اچھا جناب ۔

میجر محمد اسلم جان ۔ طمطراق سے تقریر فرمانے کو میں اپنے عزیز دوست انور عزیز پر چھوڑتا ہوں ۔ ہم اس دن کا انتظار کر رہے ہیں وہ شاید کل تقریر کریں گے جب ہم سنیں گے ۔ بہر حال جناب میں پنجابی زبان اور اس کے کلچر کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ ہمارے اسلاف اور ہمارے بزرگان دین اور اولیائے کرام کے زرین خیالات کے خزانے اس پنجابی زبان میں جمع ہیں ۔ خود ہمارے آئین کے بنیادی حقوق کے آرٹیکل

۱۸۰ میں ہے کہ آبادی کے ہر گروہ کو جس کی جو کچھ ثقافت کلچر اور زبان ہے حق ہے کہ وہ اس کی حفاظت کرے اور اس کو ترقی بھی دی جائے ۔ جناب والا : کہا جاتا ہے کہ پنجابی جو ہے وہ کوئی زبان نہیں ہے۔ بلکہ dialect ہے مجھے اس سے اختلاف ہے ۔ زبان کی تحقیق کے سلسلے میں حافظ شیرانی جیسے قابل آدمی اور پروفیسر نے پنجابی زبان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ اس کی اصلی بنیاد اسلامی اور مقامی آبادی کے ملاپ سے شروع ہوتی ہے۔ جناب والا۔ آج ۱۳۸۸ ہجری ہے آج سے نو سو سال پہلے پنجابی زبان میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا اور تاریخ میں پرانے اشعار جو محفوظ ہیں وہ حضرت بابا فرید شکر گنج رحمت‌اللہ علیہ کے ہیں جن کو بعد میں گورو نانک نے اپنی پنتھ کی ترقی کے لئے گرنتھ میں شامل کیا ۔ حضرت بابا فرید عربی اور فارسی اور دیگر زبانوں کے عالم تھے انہوں نے پنجابی زبان میں اپنے خیالات کا اظہار کیا اور مقامی کلچر میں ہندو رہن سہن کو نکال کر باہر کیا۔ جناب والا ۔ ۱۰۰۸ ہجری میں حضرت شاہ حسین کا انتقال ہوا ان کی کافیاں آج بھی لوگوں کے دلوں کو گرما رہی ہیں گویا ۹ سو سال سے حضرت شاہ حسین کی کافیاں موجود ہیں ۔ امیر خسرو نے پنجابی زبان کو لاہوری کہا ۔ ابوالفضل نے اس کو ملتانی کہکر پکارا ۔ جناب والا ۔ حضرت خواجہ مسعود سلیم محمود غزنوی کے مشیر تھے ان کا پنجابی میں دیوان موجود ہے (قطع کلامیاں) ۔

(At this stage Malik Meraj Khalid, a Member of the Panel of Chairmen occupied the Chair.)

میجر محمد اسلم جان ۔ جناب والا ۔ میں عرض کروں گا کہ جب

ہمارے دوست تقریر فرما رہے تھے تو اختلاف کے باوجود ہم اس کو خاموشی سے سن رہے تھے اب یہ بھی سنیں ۔ میں پنجابی زبان کی تاریخ بیان کر رہا ہوں ۔ یہ آپ کی زبان ہے جس پر ظلم ہو رہا ہے یا ظلم ہونیوالا ہے ۔ جناب والا ۔ حضرت سلطان باہو عربی اور فارسی دونوں زبانوں کے ماہر تھے لیکن آپ نے آسان پنجابی میں اپنے خیالات کا اظہار کیا جس کی مثال یہ ہے :۔

دل دریا سمندروں ڈونگے کون دلاں دیاں جانے
وچے بیڑے وچے جھیڑے وچے ونجھ سہانے

جناب والا ۔ میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا میں صرف آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پنجابی زبان میں لٹریچر موجود ہے ۔ میاں محمد سیف الملوک سرحد میں ایک بہت بڑے عالم گذرے ہیں انہوں نے پنجابی زبان میں بیش بہا خزانہ مہیا کیا ۔ آپ کے جو اشعار ہیں ۔ ۔ ۔

رانا پھول محمد خان ۔ جناب والا ۔ اس بجٹ کا سیف الملوک سے کیا تعلق ہے ۔

مسٹر چیئرمین ۔ وہ تعریف بیان کر رہے ہیں ۔

میجر محمد اسلم جان ۔ جناب والا ۔ ان کا میں ایک شعر پیش کرتا ہوں :۔

نیچاں دی آشنائی کولوں کسے نہ فائدہ پایا
ککر تے انگور چڑھایا کسے نہ ذائقہ پایا

جناب والا ۔ اس کا پس منظر ۔ ۔ ۔ ۔

مسٹر چیئرمین ۔ بجٹ پر بھی کچھ کہئے ۔

میجر محمد اسلم جان ۔ میں بجٹ پر آ رہا ہوں ۔ جناب والا ۔ اس پس منظر کے پیش نظر میں عرض کروں گا کہ اس زبان کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے گویا ہماری فطرت کو تبدیل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے ۔ گویا یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ ہم اپنا ورثہ چھوڑ دیں ۔ ہمارے سندھی بھائیوں کے لئے یہ سہولت موجود ہے کہ وہ میٹرک کے بعد بھی اگر چاہیں تو سندھی زبان میں تعلیم جاری رکھ سکتے ہیں ۔ ہمیں اس کی خوشی ہے ہم اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتے لیکن پنجابی میں جو ذریعہ تعلیم ہے ۔ ۔ ۔

وزیر برقیات (مخدوم حمیدالدین) ۔ پنجابی زبان میں ایم ۔ اے تک کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں لیکن وہ پھر بھی اردو بولتے ہیں اور عقل کی "گل" کرتے ہیں ۔

میجر محمد اسلم جان ۔ آپ کا جب وقت آئیگا تو آپ جواب دے لیجئے گا ۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ۔ جناب والا ۔ لیکن آپ دیکھیں گے کہ پنجابی کے لئے ایسا بندوبست نہیں ہے اور نہ ہی اس کو برقرار رکھنے کے لئے پختہ کوشش کی جا رہی ہے ۔ یہ مثال بالکل ایسی ہی ہے کہ جیسے حویلی پراجیکٹ سے نہر نکالی گئی لیکن حویلی کے لوگوں کو اس نہر کے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ملا ۔ جناب والا ۔ ہماری پنجاب یونیورسٹی میں عربی ، فارسی ، ترکی ، فرانسیسی ، جرمنی ، بنگلہ اور اردو زبانیں پڑھائی جاتی ہیں لیکن اگر یہاں پر کوئی زبان نہیں پڑھائی جاتی تو وہ پنجابی ہے ۔

نام اس یونیورسٹی کا پنجاب یونیورسٹی ہے - نام کی تو یہ پنجاب یونیورسٹی ہے لیکن پنجابی زبان اس میں نہیں پڑھائی جاتی - میں جناب والا - آپ کی وساطت سے جو میرے معزز دوست مسکرا رہے تھے یا ہنس رہے تھے یا اشارہ کر رہے تھے ان کی اطلاع کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کس طرح بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن جو پنجابی زبان کے امتحان کا انتظام کرتا رہا ہے آپ کو یہ سن کر تعجب ہو گا کہ امتحان تو نام کو پنجابی ہے لیکن پرچے جب سیٹ کئے جاتے ہیں تو وہ اردو میں ہوتے ہیں اور امیدواروں کر تاکید کی جاتی ہے کہ سوالات کے جوابات اردو میں دئے جائیں - تو جناب والا - میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ پنجابی کا امتحان کیسے ہوا جب کہ پرچے اردو میں سیٹ کئے گئے ہوں - اور جوابات بھی اردو میں ہوں - پتہ نہیں ایگزامینر پنجابی جانتے بھی ہیں یا نہیں اور وہ لوگ جو امتحان دے رہے ہوتے ہیں وہ بھی پنجابی جانتے ہیں یا نہیں جانتے -

وزیر خزانہ - علاقائی تعصب کو ذرا دبانا چاہئیے -

میجر محمد اسلم جان - جناب والا - مغربی پاکستان میں پنجابی، سندھی اور پشتو زبان کو پھیلانے کے لئے ۹۵ ہزار روپیہ دیا گیا ہے - اب سنا یہ جا رہا ہے کہ پنجابی زبان کا ٹھیکہ کسی ریٹائرڈ سی ایس پی افسر کو دے دیا جائیگا - اور عوامی ہاتھوں سے یہ کام لے لیا جائیگا - میں جناب وزیر تعلیم کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ یہ ریجنل

زبانیں ہیں اور جن کا حق ہمیں اپنے آئین میں دیا گیا ہے میں چاہتا ہوں کہ انہیں زندہ رہنے دیا جائے۔

رانا پھول محمد خان ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ۔ اس ہاؤس میں یہ بتایا گیا تھا کہ تمام معزز ارکان کے لئے وقت مقرر کیا جائیگا ۔ میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ میجر صاحب کے لئے کتنا وقت مقرر ہے ۔

مسٹر چیئرمین ۔ ۴۵ منٹ ۔

میجر محمد اسلم جان ۔ اب میں اپنے نہایت ہی محترم دوست جناب احمد سعید کرمانی سے جو کہ منسٹر آف انفارمیشن بھی ہیں یہ عرض کروں گا کہ جناب والا ۔ پچھلے ایک ماہ کے دوران کم و بیش ہر دوسرے روز اس قسم کی خبریں اخبارات میں شائع آتی رہی ہیں کہ گجرات میں ۱۴۴ کا نفاذ کر دیا گیا ۔ لائلپور میں دفعہ ۱۴۴ لگا دی گئی ۔ کراچی میں ۱۴۴ لگ گیا ۔ کوئٹہ میں پانچ یا پانچ سے زیادہ افراد ایک جگہ اکٹھے نہیں ہو سکتے یا اکٹھے نہیں ہو سکیں گے اور جلوس اور جلسوں پر پابندی عائد ہو گی ۔ جناب والا ۔ اگر اس طریقہ سے ان چیزوں کا بغور مطالعہ کیا جائے ۔ تو آپ دیکھیں گے کہ تمام صوبے میں جلوسوں اور جلسوں پر پابندی عائد ہو چکی ہوئی ہے ۔ اور ۱۴۴ کا نفاذ ہے اور اس کے برعکس ہم سے یہ کہا جاتا ہے اور ہمارے وزراء صاحبان اور حکومت کے دوسرے زعماء یہ کہتے ہوئے بالکل نہیں گھبراتے کہ پریس کی پوری آزادی ہے ۔ پریس آزاد ہے ۔ جناب والا ۔ اگر پریس آزاد ہے تو سرکاری اعلانات کی کیا ضرورت ہے ۔ یہ

کیوں بار بار کہا جا رہا ہے کہ پریس آزاد ہے ۔

''مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید''

جناب والا ۔ پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس کے تحت ڈیکلریشن کے حصول کے لئے چند شرائط ہیں ۔ ہر شہری اور ہر وہ فرد یا وہ شخص جو ڈیکلریشن لینا چاہے اگر وہ ان شرائط کو پورا کر دے تو وہ اس کو مل سکتا ہے ۔ لیکن عملاً ایسا نہیں ہو رہا ہے ۔ ڈیکلریشن کا حصول بالکل نا ممکن ہو گیا ہے ۔ ہماری صوبائی حکومت مرکزی حکومت سے مشورہ کئے بغیر کسی کو ڈیکلریشن نہیں دیتی ۔ قانوناً یہ کام ڈپٹی کمشنر کا ہے ۔ اگر وہ مطمئن ہے تو پریس کا ڈیکلریشن ملنا چاہئے ۔ لیکن عملاً دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ اس کا فیصلہ افسران بالا کرتے ہیں اور مرکزی حکومت سے اس ضمن میں پوچھ کر کرتے ہیں ۔ جناب والا ۔ آپ دیکھیں گے کہ گذشتہ چند سالوں سے اخبارات سول اینڈ ملٹری گزٹ ، اتفاق ، انجام ، چٹان ، ہلال پاکستان ، لیل و نہار وغیرہ سب حکومت نے بند کر دئے تو حکومت کا جو ترجیحی سلوک تھا ۔ اس کی وجہ سے یہ تمام اخبارات بند ہو گئے ۔ اس تمام عرصے میں تقریباً دس سال میں صرف ایک اور اخبار معرض وجود میں آیا اور گزشتہ چند سالوں میں جہاں تک پریس کا تعلق ہے قوم نے ترقی نہیں کی بلکہ تنزل ہوا ہے ۔ میں مانتا ہوں کہ چند شعبوں میں ترقی ہوئی ہے ۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ پریس نے ترقی کی ہے تو میں اس سے اتفاق نہیں کرتا ۔ اس ترقی کے جو جشن منائے جا رہے ہیں اس میں پریس کا ذکر نہیں آتا ۔ ملک کے بیشتر اخبارات جیسا کہ آپ کو معلوم ہے ۔ نیشنل پریس

ٹرسٹ کے قبضے میں آ گئے ھیں اور ایک اخبار پر مسلم لیگ کا قبضہ ہو گیا ھے ۔ ایک اخبار ھے جو آزاد ھے لیکن اس کو زندہ رھنا بھی انتہائی مشکل ہو رھا ھے ۔ کیوں کہ سرکاری اشتہارات کے دروازے اس پر بند کر دئے گئے ھیں ۔ ہر حکومتی اور نیم حکومتی شعبہ ۔ محکموں اور دفتروں اور سکولوں اور کالجوں میں یہ ھدایات لکھ کر جاری کر دی ھیں کہ فلاں فلاں اخبار لئے جائیں اور ''نوائے وقت'' کے متعلق نہیں لکھا کہ وہ بھی لیا جائے ۔ میں پوچھتا ھوں جناب والا ۔ کہ کیا یہ پریس کی آزادی ھے ؟ جناب والا ۔ میں اس کے بعد ویج بورڈ ایوارڈ کے متعلق عرض کروں گا ۔ ۱۹۶۰ء میں پہلا ویج بورڈ ایوارڈ نافذ ہوا جو کل پانچ سال کے لئے تھا ۔ وعدہ یہ تھا کہ ۵ سال کی مدت ختم ہونے کے بعد دوسرا ویج بورڈ قائم کیا جائے گا ۔ لیکن جب یہ مدت ختم ہوئی تو دوسرا ویج بورڈ ایوارڈ دینے کی بجائے ایک کمیٹی بنا دی گئی ۔ اور آج تک اس کی رپورٹ اور سفارشات منظر عام پر نہیں آئیں ۔ معلوم نہیں اس نے کیا سفارشات کیں اس کے بعد ایک آرڈیننس کے ذریعے یہ لازمی قرار دیا گیا کہ پہلے ویج بورڈ ایوارڈ پر عمل کیا جائے گا ۔ پھر بھی نیا ویج بورڈ نہیں بنا ۔ اگرچہ اس دوران میں مہنگائی کئی گنا زیادہ ہو چکی ھے ۔ لیکن جہاں تک صحافیوں کی اجرتوں کا معاملہ ھے ۔ وہ وھی رھی ھیں ۔ بلکہ اور پیچھے ہو گئی ھیں ۔ کیونکہ ہر چیز کی قیمت بڑھ گئی ھے اور معیار زندگی خود بخود نیچے چلا گیا ھے ۔ اس آرڈیننس کو نافذ کئے ہوئے بھی ایک سال ہو گیا ھے ۔ مگر عملاً اب تک اس پر بھی عمل نہیں ہوا ۔ یہاں تک کہ خود حکومتی پارٹی کے اخبار کوھستان کے

کارکن صحافیوں کو نہ ترقی دی گئی ہے اور نہ دوسری سہولتیں بہم پہنچائی گئی ہیں ۔ ویج بورڈ کے قیام سے پہلے اخبارات جو سہولتیں اپنے کارکنوں کو دیتے تھے ۔ وہ ویسے ہی دے رہے ہیں ۔ مگر وہ اخبار جن کے لئے یہ آرڈیننس نافذ کیا گیا تھا وہ اس پر کوئی عمل نہیں کر رہے ۔ حالانکہ اس پر عمل کرنا کوئی اتنا مشکل نہیں ہے ۔ جناب والا ۔ پچھلے سال انہوں نے اس آرڈیننس کو نافذ کیا ہے ۔ مگر اس کے باوجود اس پر کچھ عمل نہیں ہوا ۔ میں جناب وزیر اطلاعات کرمانی صاحب سے عرض کروں گا کہ انہوں نے جو خود کوہستان کے ڈائریکٹر بھی ہیں کیوں اس پر توجہ نہیں فرمائی اور ان کے اپنے اخبار میں آج تک اس آرڈیننس پر کوئی عمل کیوں نہیں ہوا ۔ کرمانی صاحب لیبر لیڈر بھی ہیں اور ان امور سے انہیں کافی دلچسپی ہے ۔ وہ ان لوگوں کے احساسات کو بخوبی سمجھتے ہیں ۔ ابھی اگلے روز انہوں نے فرمایا تھا کہ نیا ویج بورڈ مقرر کیا جائے گا ۔ مگر اس آرڈیننس کے بعد انہوں نے بالکل خاموشی سادھ لی ہے ۔ کیا وہ اپنے ان وعدوں کو بھول گئے ہیں ۔

جناب والا ۔ آپ کو معلوم ہے کہ جناب کرمانی صاحب کا اپنا اخبار جو ہے وہ اس ویج بورڈ ایوارڈ کی خلاف ورزی کر رہا ہے ۔ میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ کیا حکومت اپنے وعدے پر خود ناکام نہیں ہو گئی ۔ جناب والا ۔ یہاں پر بڑے بڑے وعدے کئے جاتے ہیں ۔ یہاں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چینی جو ہے وہ عوام کو عام مل رہی ہے ۔ مگر جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے ۔ اس وقت بھی چینی ساڑھے تین اور چار

اور بے فی سیر اسے کم نہیں ملتی ۔ میں جناب والا ۔ وزیر خوراک سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کے وعدے بھی ایسے ہی ہیں جیسے باقی لوگوں کے ۔

جناب والا ۔ صحافیوں کے لئے صوبائی گورنر نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ ان کے لئے ایک کالونی بنائی جائے گی ۔ مگر یہ بھی وعدہ ہی رہا ۔ اس سلسلہ میں بھی آج تک کچھ نہیں ہوا ۔ نئی آبادیوں میں نئے پلاٹ سرکاری افسروں اور دوسرے عہدے داروں کو دئے جا رہے ہیں اور صحافیوں کو پھر بھلایا جا رہا ہے ۔ اس سے یہ واضح ہے کہ حکومت زندگی کے ایک اہم ترین شعبہ کو بھلا رہی ہے ۔

جناب والا ۔ اخبارات اور رسالوں کے متعلق میری عرض یہ ہے کہ کاغذ سیاہی اور دوسری متعلقہ چیزوں کی قیمتوں میں گذشتہ دس سالوں میں کئی گنا اضافہ ہو چکا ہے ۔ چھاپہ خانے ہر حالت میں ملکی کاغذ خریدنے پر مجبور ہیں ۔ حالانکہ یہ غیر ملکی کاغذ سے کئی گنا مہنگا ہے ۔ حکومت نے دوسری صنعتوں کو تحفظ دیا ہوا ہے مگر یہ جو خاص طبقہ ہے اسے مراعات سے بالکل محروم کر دیا گیا ہے ۔ کیا یہ اہم ترین قومی صنعت نہیں ہے ؟ یا آپ یہ چاہتے ہیں کہ جو چند اخبارات اور صحافت کے ادارے اس ملک میں رہ گئے ہیں وہ بھی بالکل ختم ہو جائیں ؟

جناب والا ۔ میں ذاتی طور پر کسی بھی اخبار کے خلاف نہیں ہوں ۔ مجھے ملک کے ہر اخبار اور صحافی سے ہمدردی ہے ۔ مجھے ان پر فخر ہے ۔ انہوں نے اس ملک کے قیام کے لئے جو خدمات انجام دیں ۔ بڑے کٹھن اور

مشکل وقت میں انہوں نے جو کام انجام دیا ، وہ شاید کوئی اور انجام نہ دے سکے ۔ جیسے آپ کو معلوم ہے آج وہ لوگ جو پرانے صحافی تھے ۔ جن پر پاباۓ قوم کو فخر تھا ۔ وہ آج اس پیشے کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں ۔ اس کی وجہ کیا ہے ؟

مسٹر چئیرمین ۔ میجر صاحب اپنی تقریر کو ختم کرنے کی کوشش کریں ۔

میجر محمد اسلم جان ۔ جناب والا ۔ مجھے ۴۵ منٹ دئیے گئے تھے ابھی ۱۵ منٹ باقی ہیں ۔

جناب والا ۔ ان کی integrity پر شک و شبہ کیا جاتا ہے ۔ ہو سکتا ہے وہ ان کے Yesmen نہ ہوں ۔

جناب والا ۔ اب میں ایک اور مسئلہ پر آتا ہوں ۔ جناب حمزہ صاحب نے بھی ہماری توجہ اس پر مبذول کرائی تھی ۔ جناب صدر مملکت نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ہم لوگ اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کریں کہ جدید آلات سے کوآپریٹو فارمنگ یا امداد باھمی سے جو اجتماعی فارمنگ ہوتی ہے ۔ وہ ہمارے لئے کس حد تک فائدہ مند ہے ۔ جناب یہ نہایت ہی نیک ارادہ ہے جس کے لئے میں صدر مملکت کو اور جناب کرمانی صاحب کو جنہوں نے ان کے ان خیالات کو ہم تک پہنچانے کی کوشش کی ہے ، مبارک باد دیتا ہوں ۔ لیکن جناب والا ۔ مجھے خطرہ یہ ہے کہ یہ سکیم بھی جو نہایت ہی نیک ارادے کے تحت پیش کی گئی ہے اس کا حشر بھی

وہی نہ ہو جو اس سے پہلے اسلام آباد میں اس قسم کی ایک سکیم کا ہوا تھا۔ وہاں پر انہوں نے ایسی سکیم تیار کی تھی۔ جس میں میرا خیال ہے امداد باہمی کے افسران کو بھی بلایا گیا تھا۔ سکیم یہ تھی کہ جو رقبہ زیر کاشت لایا جائے اسے کوآپریٹو سسٹم پر چلایا جائے۔ مالکوں کا وہاں حصہ ہو اور جو زمیندار وہاں کام کریں، انہیں بھی اس کا معاوضہ دیا جائے۔ مگر اسے ٹیکنیکل امور میں الجھا دیا گیا ہے۔ اور وہ سکیم ترقی نہ کر سکی۔

جناب والا۔ میں اس سکیم کے حق میں ہوں۔ کیونکہ میرے علاقہ میں بہت ہی معمولی معمولی زمیندار ہیں۔ ہماری زیادہ سے زیادہ زمین چند کنال تک ہوتی ہے۔ وہاں مخدوم صاحب کی طرح بڑے بڑے زمیندار نہیں ہیں۔ جن کے سینکڑوں مربعے ہوں۔ وہاں ہماری ملکیت دو، چار، یا چند کنال تک ہوتی ہے۔ جو بعض اوقات وراثت کے حساب سے بٹ کر چند مرلے رہ جاتی ہے۔ ان پر وہ لوگ کام کرتے ہیں۔ بسا اوقات یہ لوگ نزدیک کسی مل میں چلے جاتے ہیں اور ان کی زمین بنجر یا رکڑ ہو جاتی ہے۔ یا ان لوگوں کے قبضہ میں چلی جاتی ہے جو موقعہ پر موجود ہوتے ہیں اور سخت قسم کے زمیندار ہیں۔ پھر سالہا سال تک مقدمے چلتے ہیں۔ اس لئے میرے نزدیک یہ نہایت ہی نیک ارادہ ہے۔ دنیا کے اور ممالک میں بھی تجربہ کیا گیا ہے اور وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر کام نہیں کیا جا سکتا۔ میرے ایک عزیز دوست نے صبح ایوان میں کہا تھا کہ اگر یہ زمین اجتماعی طور پر زیر کاشت لائی گئی تو بہت سے لوگ

بیکار ہو جائیں گے - ہمیں جاپان سے سبق حاصل کرنا چاہئیے - اور مشینی کاشت کے ساتھ کاٹیج انڈسٹری کو فروغ دینا چاہئیے ، تاکہ لوگ بے کار نہ بیٹھیں -

جناب والا - پاکستان بنیادی لحاظ سے ایک زرعی ملک ہے - اس کی ۸۰ فی صد آبادی دیہات میں رہتی ہے اور ان کا گذارہ بالواسطہ یا بلاواسطہ زراعت پر ہے - مگر ملک میں زرعی سہولتوں کی قلت ہے - مغربی پاکستان کے ان علاقوں میں جہاں نہری آب پاشی کی سہولتیں موجود ہیں - ساڑھے بارہ ایکڑ کے اوپر بھی کاشت ہو سکتی ہے - مگر جو بارانی علاقے ہیں - وہاں ایسا نہیں ہو سکتا - وہاں مشینی زراعت منعفت بخش نہیں ہو سکتی - پاکستان میں ساڑھے بارہ ایکڑ کے جو فارم ہیں - وہ صرف ۱۱ لاکھ ہیں - باقی سارے چھوٹے چھوٹے قطعات ہیں - اس طرح سے ۲۳ فی صد ایسے فارمز ہیں جو ساڑھے بارہ ایکڑ یا اس سے بھی کم رقبے کے ہیں - اور وہ تمام چھوٹے چھوٹے فارمز ہیں - میں حکومت سے صرف ایک اور بات عرض کروں گا کہ ۷۷ فی صد فارمز اقتصادی طور پر مغربی پاکستان میں غیر منعفت بخش ہیں - ان کی کاشت کے طریقے دقیانوسی ہیں - ان میں جو مویشی پل رہے ہیں - وہ اس زمین کے لئے بہت زیادہ ہیں - جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہماری فصل ضائع ہو رہی ہے - اس لئے ملکی خوراک کا مسئلہ شدید صورت اختیار کر گیا ہے -

جناب والا - میں جاپان کے متعلق کہے بغیر نہیں رہ سکتا - کیوں کہ ہمارے حالات جاپان اور دوسرے ممالک سے بہت ملتے جلتے

ہیں ۔ لیکن ہنگری نے اجتماعی فارمنگ کے لئے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد جو زمین ان کے پاس تھی ۔ وہ زمین ان زمینداروں میں تقسیم کر دی ۔ جن کے پاس زمین نہ تھی یا جن کے پاس بہت تھوڑی زمین تھی ۔ وہاں پر اجتماعی طور پر جو فارمنگ کرتے ہیں ان کی پیداوار ہر ایکڑ میں دوسرے ممالک سے اور پاکستان میں کئی گنا زیادہ ہے ۔ ان کا طریق کار یہ ہے کہ وہ اجتماعی کاشت کاری کو تین اقسام میں منقسم کئے ہوئے ہیں ۔ اگر پاکستان اس طریق کار کو اپنا لے تو ہمارا کام کسی حد تک درست ہو سکتا ہے ۔ پہلی قسم یہ ہے کہ کھیت میں ہل چلانا اور تخم ریزی اجتماعی طور پر کی جاتی ہے ۔ جڑی بوٹیوں کو نکالنے ۔ کھاد ڈالنے اور فصل کی کٹائی انفرادی طور پر کی جاتی ہے ۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہل جوتنا ۔ تخم ریزی کرنا اور غلہ کی کٹائی اجتماعی طور پر کرتے ہیں اور اس پر جو خرچ آتا ہے اس کو منہا کرنے کے بعد جو فصل آتی ہے ۔ اس کو برابر برابر تقسیم کر لیتے ہیں یا ان کی جتنی جتنی زمین ہوتی ہے اس کے مطابق حصہ بانٹ دیا جاتا ہے ۔ تیسرے روس میں جو طریق کار ہے وہ یہ ہے کہ زرعی آلات سے اجتماعی طور پر زمین کو کاشت کرتے ہیں ماسوائے دو اڑھائی ایکڑ کے جو انفرادی طور پر کاشت کرتے ہیں ۔

سید عنایت علی شاہ ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ۔ جب ہم تقریر شروع کرتے ہیں تو ہم لوگوں پر الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم لوگ اپنی تقریر کی ابتدا مبارک باد سے شروع کرتے ہیں ۔ میں آپ کی وساطت

ان سے پوچھنے کی جسارت کرتا ہوں کہ آج سے دو سال قبل ان کا بھی یہ حشر تھا ۔

مسٹر چیئرمین ۔ یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے ۔

رانا پھول محمد خان ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ۔ ہم نے مبارک باد کا سبق میجر اسلم جان صاحب سے سیکھا ہے ۔ اتفاق سے وہ ادھر نہیں رہے ۔ اب ہم پر طعنہ زنی کرتے ہیں ۔

مسٹر چیئرمین ۔ آپ تشریف رکھیں ۔ یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے ۔

حاجی گلاب خان شنواری (پشاور ایجنسی—۲) ۔ جناب سپیکر ۔ میں آپ کے توسط سے وزیر خزانہ صاحب کی خدمت میں اس امر پر مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے مزید کوئی ٹیکس لگائے بغیر ۱۹۶۸-۶۹ کے لئے فاضل بجٹ پیش کیا ہے ۔ آپ کو معلوم ہے کہ صوبہ مغربی پاکستان میں وسیع پیمانے پر ترقیاتی منصوبوں کو مکمل کیا جا رہا ہے تاکہ صوبہ میں ترقی کا دور دورہ ہو ۔ اس مقصد کے لئے وزیر خزانہ صاحب نے کافی رقوم مختص کی ہیں ۔ لیکن جہاں تک قبائلی علاقہ کا تعلق ہے ۔ ترقیاتی فنڈ میں سے بہت کم رقوم اس علاقے کی فلاح و بہبود کے لئے مختص کی گئی ہیں ۔

جناب والا ۔ آپ کو قبائلی علاقے کے لوگوں کی انگریز دشمنی کا بخوبی علم ہے لہذا برطانوی راج میں اس علاقے کی ترقی کے لئے کوئی بھی

کام نہیں کیا گیا ۔ ہم حکومت پاکستان و صوبہ مغربی پاکستان کے انتہائی شکر گزار ہیں کہ انگریز کے جانے کے بعد انہوں نے اس علاقے کی ترقی کی طرف توجہ دی ۔ یہ بات صحیح ہے کہ اس بجٹ میں اس علاقے کے لئے انتہائی قلیل رقم یعنی ۴ کروڑ ۲۱ لاکھ روپیہ مختص کیا گیا ہے ۔ ہونا تو یہ چاہئیے تھا کہ یہ علاقہ جو پورے پاکستان میں سب سے زیادہ پس ماندہ ہے اس کو صوبہ کے دوسرے ترقی یافتہ علاقوں کے برابر لانے کے لئے زیادہ سے زیادہ رقوم مختص کی جاتیں لہذا میں وزیر خزانہ صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ بجٹ میں اس علاقہ کے لئے زیادہ سے زیادہ رقوم دینے کا انتظام فرمائیں ۔

جناب والا ۔ قبائلی علاقہ بالخصوص خیبر ایجنسی کا یہ حال ہے کہ آبپاشی کے انتظامات نہ ہونے کی وجہ سے وہاں پر زمینوں کو زیر کاشت لانا ممکن نہیں ہے ۔ حکومت کو چاہئیے کہ خیبر ایجنسی میں چھوٹے چھوٹے بند تعمیر کرنے پر فوری توجہ دے ۔ زرعی ترقی کے لئے حکومت نے خیبر ایجنسی کے لئے صرف دو بلڈوزر دئیے ہیں ۔ لیکن یہ دونوں بلڈوزر بھی ناقص حالت میں ہیں یعنی وہ صحیح کام نہیں کر سکتے ہیں ۔ حکومت کو چاہئے کہ خیبر ایجنسی کے لئے مزید بل ڈوزر فراہم کرے تاکہ زرعی ترقی ممکن ہو سکے ۔ خیبر ایجنسی میں کاشت کی زمین بہت کم ہے اس لئے وہاں کے لوگوں کو مختلف بیراجوں میں زمین دی جائے ۔

جناب والا ۔ دوسری اہم بات جس کی طرف میں آپ کی توجہ دلانا

ضروری سمجھتا ہوں وہ اس علاقے میں صنعتوں کا قیام ہے - ڈبلیو پی آئی ڈی سی نے اب تک اس علاقہ کی طرف بالکل توجہ نہیں دی اس کو چاہئے کہ وہ اس علاقہ کا سروے کرائے اور ماہرین پر مشتمل ایک کمیٹی بنائے جو اس امر کا جائزہ لے کہ وہاں پر کس قسم کی صنعت کا قیام ممکن ہے - یہ تو آپ کو بھی معلوم ہے کہ وہاں پر مزدور بہ آسانی مل سکتے ہیں جو انتہائی جفا کش ہیں - اگر ان کو بہتر طریق پر تربیت دی جائے تو وہ اچھے کاریگر ثابت ہو سکتے ہیں - جناب والا - عام اندازہ کے مطابق قبائلی علاقہ معدنی دولت سے مالا مال ہے - اگر ان علاقوں میں معدنیات کے پوشیدہ ذخائر کا پتہ چلانے کے لئے سروے کیا جائے تو اس امر کی قوی امید ہے کہ اس علاقہ میں ایسی معدنیات کے ذخائر مل جائیں گے جس کی درآمد پر پاکستان کو لاکھوں روپے خرچ کرنے پڑتے ہیں لہذا حکومت کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ اس طرف توجہ دے -

جناب والا - مغربی پاکستان کے ہر علاقے میں تعلیمی اور طبی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں لیکن قبائلی علاقوں میں اگرچہ چند سکولز اور ڈسپنسریاں قائم ہیں لیکن ایک تو ان کی تعداد وہاں کی آبادی کے تناسب سے بہت ہی کم ہے دوسرا یہ کہ ابتدائی مراحل میں ہیں - سکولوں میں اساتذہ زیادہ تر غیر تربیت یافتہ ہیں اور بچوں کی تعلیم کی طرف بہت کم توجہ دیتے ہیں - جس کی وجہ سے تعلیم کا معیار انتہائی ناقص ہے - ڈسپنسریوں اور ہسپتالوں کے سلسلہ میں میں یہ عرض کروں گا کہ ان میں سے بیشتر ڈسپنسریوں اور ہسپتالوں میں نہ تو تربیت یافتہ عملہ ہے اور نہ ڈاکٹر تعینات ہیں اور نہ

ہی ان میں ضروری ساز و سامان موجود ہے ۔ اس سلسلہ میں میں ایک مثال دوں گا کہ لنڈی کوتل ہسپتال میں ایکسرے پلانٹ تو لگایا گیا ہے ۔ تحصیل باڑہ ڈوگر یکٹ کے مقام پر ایک ہسپتال ۱۳ لاکھ روپے سے تعمیر کرایا گیا ہے اور ۶۶-۱۹۶۵ء میں وہ بالکل مکمل ہو چکا ہے لیکن ابھی تک اس ہسپتال کو بجلی اور پانی اور ڈاکٹر نہیں دیئے گئے ہیں اور اس کا تمام سامان خراب ہوتا جا رہا ہے ۔ حکومت نے کوئی توجہ نہیں دی ۔ جو ایکسرے فلم وہاں فراہم کی گئی ہے وہ بہت پرانی ہے جس پر ایکسرے نہیں اتارا جا سکتا ہے ۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ قبائلی علاقوں میں جو تھوڑی بہت سہولت دی گئی ہے اس سے عوام کو پورا فائدہ پہنچ رہا ہے یا نہیں ۔

جناب والا ۔ آپ کو بخوبی علم ہے کہ بجلی زیادہ تر قبائلی علاقہ میں سے پیدا کی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود قبائلی علاقے کے بیشتر حصہ کو بجلی سے محروم رکھا گیا ہے اور جہاں بجلی فراہم کی گئی ہے وہاں بھی نہ ہونے کے برابر ہے ۔ یعنی انتظام بالکل ناقص ہے ۔ حکومت کو چاہئے کہ اس کی طرف توجہ دے اس کے علاوہ میں حکومت کی توجہ اس طرف مبذول کرواتا ہوں کہ سرکاری ملازمتوں میں قبائلی علاقے کے لوگوں کے لئے کوئی جائز نمائندگی نہیں ہے ۔ صوبہ کی ملازمتوں میں بالخصوص درجہ اول ۔ درجہ دوئم میں قبائلی علاقے کے لوگوں کو برائے نام نمائندگی حاصل ہے ۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ ان ملازمتوں میں قبائلی لوگوں کے لئے مناسب quota مقرر کریں اور اس پر سختی سے عمل درآمد کرائیں ۔

میں حکومت سے عرض کرتا ہوں کہ قبائلی علاقوں کی بہتری اور فلاح و بہبود کے لئے ایک با اختیار کمیشن مقرر کریں جو ان علاقوں کی ترقی کا وقتاً فوقتاً جائزہ لے اور اپنی تجاویز سے حکومت کو مطلع کرتا رہے۔

جناب والا۔ سب سے آخر میں آپ کی توجہ ایک اور اہم مسئلہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں وہ مسئلہ پینے کے پانی کا ہے۔ پانی انسان کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ ہم خیبر ایجنسی کو پینے کے پانی کا جو مسئلہ درپیش ہے اس کی طرف حکومت نے کوئی توجہ نہیں دی۔ ۶ ستمبر ۱۹۶۷ء سے ہمارے پینے کے پانی کے کنکشنز پر حکومت کے بعض افسران نے جو حملے کئے ہیں وہ ہمارے ساتھ سراسر ظلم ہے اور وہ کربلا کے واقعہ سے کچھ کم نہیں لوگ پانی کو ترس رہے ہیں۔ ہماری مسجدوں سکولوں ہسپتالوں سے کئی دفعہ وقتاً فوقتاً پانی کاٹ دیا گیا ہے۔ اس کے برعکس صورت یہ ہے کہ پانی کی فراہمی کے یہ انتظامات برطانوی راج میں کئے گئے تھے۔ اور یہ پانی ہماری خیبر ایجنسی کی ملکیت ہے ایک طرف تو حکومت کی پالیسی یہ ہے کہ عوام کو سہولت پہنچائی جائے اور دوسری طرف عوام کو تکلیفیں دیتے ہیں اور عوام اور حکومت کے درمیان رنجش پیدا کرتے ہیں۔ مجھے یہ بڑے دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حکومت نے ایسے افسران کے رویہ کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ میں گورنر صاحب اور وزیر قبائلی امور سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس اہم مسئلہ کا حل تلاش کریں اور ہماری خیبر ایجنسی کو ایسے افسران سے نجات دلائیں اور ساتھ ہی ساتھ ہمارے پانی کا مسئلہ صحیح اور درست کرائیں تاکہ آئندہ کے لئے ہمیں تکلیف نہ ہو۔

جناب والا ۔ ان چند الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔

مسٹر محمد ہاشم لاسی (لس بیلہ ۔ قلات) ۔ جناب والا ۔ سب سے پیشتر میں یہ عرض کروں گا کہ موجودہ دور میں عوام کی توقعات کے برعکس ہمارے محترم وزیر خزانہ نے آئندہ مالی سال کے میزانیہ میں کوئی نیا ٹیکس عوام پر عائد نہیں کیا اور اس کے باوجود انہوں نے ایک متوازن بجٹ پیش کرکے اپنی مالی صلاحیتوں کا جس طرح مظاہرہ کیا ہے میں اس کے لئے ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ میں آپ کی وساطت سے سیکرٹری محکمہ مالیات اور ان کے عملے کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ جنہوں نے شبانہ روز کی محنت سے اس بجٹ کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے ۔

جناب والا ۔ اس سے پیشتر کہ میں بجٹ میں مندرج اپنے علاقے کے متعلق چند نکات پر گفتگو کروں میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر مال کی توجہ ایک خاص مسئلہ کی جانب مبذول کراؤں گا جس سے میرا ضلع لس بیلہ اس وقت دو چار ہے ۔ میں بجٹ کی دوسری مدات کے مقابلے میں اس اہم مسئلے کو اس لئے زیادہ اہمیت دے رہا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری تقریر کا وقت ختم ہو جائے اور آپ مجھے تقریر ختم کرنے کے لئے حکم فرمائیں اور یہ مسئلہ بغیر بیان کئے ہی رہ جائے ۔ میں اس مسئلے کے متعلق جناب وزیر مال کو علیحدگی میں بھی عرض کر سکتا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے سے متعلق بعض امور پر غور کرنے کے لئے محترم وزیر خزانہ اور بابائے زراعت جناب وزیر زراعت کی بھی ضرورت پڑے گی ۔

وہ مسئلہ یہ ہے کہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اس سے پہلے ضلع لس بیلہ ایک ریاست تھی لیکن پاکستان کے معرض وجود میں آتے ہی اس ریاست نے فوری طور پر پاکستان کے ساتھ الحاق کر لیا ۔ اس الحاق سے پیشتر یا شاید آج سے چند سال قبل ضلع لس بیلہ میں اس کے ایک ریاست ہونے کی وجہ سے وہاں پر بندوبست اراضی کا کوئی ریکارڈ موجود نہ تھا ۔ اس خطہ زمین پر جو والیان ریاست حکومت کرتے تھے ان کو جام صاحب کہا جاتا تھا اور اس دور میں جام صاحب اور عوام میں کوئی فرق نہیں ہوا کرتا تھا ۔ اس لئے انہوں نے بندوبست اراضی کی جانب کوئی توجہ ہی نہیں دی تھی کہ وہاں کی اراضیات کا کوئی ریکارڈ رکھا جائے ۔ لیکن جام کمال خان کے دور میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ جب بھی کبھی کسی زمین کا سودا کیا جائے یا کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے ہاتھ اپنی زمین بیچنا چاہے تو وہ بارہ فیصد ٹیکس حکومت کو ادا کرے گا تاکہ سرکاری طور پر اس زمین کا انتقال ہو سکے ۔ اور اگر کوئی شخص حکومت سے کوئی نئی زمین حاصل کرنا چاہے تو آٹھ آنے فی کنال کے حساب سے وہ خرچ ادا کرے گا تاکہ اس کا ریکارڈ رکھا جا سکے اور اس وقت جس قدر اراضی کا ریکارڈ موجود ہے وہ اسی حساب سے رکھا گیا تھا ۔ اب ہزارہ اور لس بیلہ میں ایک ساتھ ہی بندوبست اراضی کا کام شروع کیا گیا ہے ۔ چونکہ حکومت ہر کام کو تعمیری نقطہ نظر سے دیکھتی ہے اس لئے انہوں نے محسوس کیا کہ لس بیلہ میں بھی بندوبست اراضی کیا جائے اور اراضیات کا ریکارڈ رکھا جائے ۔ لہذا جب ابتدا میں سیٹلمنٹ کے افسران لس بیلہ میں آئے تو انہوں نے بندوبست اراضی

کے سلسلے میں وہاں کے لوگوں کو تنگ کرنا شروع کیا کہ وہ یہ بتائیں کہ آیا ان کے پاس ان اراضیات کی کوئی سند موجود ہے ۔ لیکن جیسا کہ میں نے ابھی ابھی عرض کیا ہے وہاں پر ریاستی دور سے لیکر اس وقت تک کوئی بھی ریکارڈ موجود نہ تھا لہذا اس بہترین حکومت نے وہاں پر یہ مہربانی کی کہ جن علاقوں میں اس سے پیشتر اراضیات کا کوئی ریکارڈ موجود نہ تھا وہاں پر مقامی رسم و رواج اور ماحول کے مطابق بندوبست کیا جائے ۔ اور وہاں پر ایسا ہی کیا گیا ۔ میں اس کے لئے اس حکومت کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے وہاں پر ہر علاقے کے مسائل کو مقامی رسم و رواج کے مطابق طے کیا اور اس طرح اس مشکل مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی ۔ یہ اراضیات جو کہ ریکارڈ میں ظاہر کی گئی تھیں ۔ لیکن وقت بوقت مختلف طبائع کے افسران آ جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس وقت ایکسٹرا سیٹلمنٹ افسر نے یہ بندوبست اراضی کیا تھا لیکن اب دوسرے افسران ان اراضیات کو پھر سے revise کر رہے ہیں اور وہ ہم سے پوچھ رہے ہیں کہ آپ کا ریکارڈ کہاں ہے ۔ وہ ہم لوگوں کو ان cases میں مبتلا کرکے اپنے روبرو پیشیاں کراتے ہیں اور ان زمینوں کو سرکاری قرار دے کر ہم سے ان زمینوں کا قبضہ لے لیا جاتا ہے ۔ اس سلسلے میں میں جناب وزیر خزانہ اور جناب وزیر مال کی خدمت میں یہ گذارش کروں گا اور یہ کہوں گا کہ ہماری خوش قسمتی سمجھئے کہ جناب وزیر مال ان قبائلی علاقہ جات کے رسم و رواج کے متعلق ہم سے زیادہ واقفیت رکھتے ہیں اور لس بیلہ کی اراضیات کے ریکارڈ کے بارے میں بھی مجھ سے زیادہ جانتے ہیں ۔ اس لئے میں ان سے یہ گذارش کروں گا کہ وہ اس مسئلے کے متعلق فوری طور پر ہدایات جاری کر دیں کہ جہاں جہاں ریکارڈ موجود

نہ تھا وہاں پر اراضیات کا بندوبست مقامی رسم و رواج کے مطابق کیا جائے اور ان غریبوں کو ان سہولتوں سے محروم نہ کیا جائے ۔ اور مجھے توقع ہے ۔ کہ ہماری حکومت قطعی یہ نہیں چاہتی کہ ان غریب زمینداروں کی زمین لے کر کراچی کے سرمایہ داروں کے حوالے کی جائے ۔ اور میں یہ بھی پوچھنا چاہتا ہوں ۔ کہ اگر ان سے آپ یہ زمین لے کر سرکاری خزانہ قرار دیں گے اس کے بجائے کیوں نہ ان غریبوں کو موقع دیا جائے ۔ کہ ان غریبوں کے رسم و رواج کے مطابق جن زمینوں پر وہ قابض ہیں وہ آپ کو اس قسم کے ثبوت پیش کرنے کے لئے تیار ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد ان زمینوں کے مالک تھے ۔ تب آپ ان کی زمین کو ریکارڈ میں لائیں ۔ مجھے توقع ہے ۔ کہ اس سلسلے میں غور فرمایا جائے گا ۔ جناب والا ۔ میں چاہتا تھا کہ جناب وزیر خزانہ کی تقریر کے صفحہ ۹ پر جیسے انہوں ۔ فرمایا ہے کہ زرعی ترقی کے متعلق وہ اپنے خیالات کا اظہار کریں ۔ مجھے موقع نہیں ملے گا ۔ جناب والا ۔ اب بجٹ کے چند آئیٹم پر چند گذارشات پیش کرتا ہوں ، میں مجبور ہوں کہ وزیر خزانہ یا سیکرٹری خزانہ کو دوبارہ مبارکباد پیش کروں کہ انہوں نے بجٹ کے موقع پر ایک نئے documents ایجاد کئے ہیں ۔ جسے decade of development کہتے ہیں ۔ یہ میرے نزدیک بہترین documents ہے ۔ کیوں کہ ان کاہل اور سست رفتار محکموں کے پول کھولنے کے لئے ایک اچھا طریقہ رائج کیا گیا ہے ۔ جناب والا ۔ میں اس ضلع سے تعلق رکھتا ہوں ۔ جسے لس بیلہ کہتے ہیں ۔ اور کراچی ڈویژن سے تعلق رکھتا ہوں ۔ یہ decade of development جو کہ ۳۱ صفحات پر مشتمل ہے وہاں لس بیلہ کے لئے صرف گیارہ لائن میں ذکر کیا گیا ہے ۔

جناب والا ۔ مجھے شکایت ہے کہ ۳۱ صفحات میں صرف ہمارے ضلع کو گیارہ لائن تک محدود کیا گیا ہے ۔ اگر کراچی کی آبادی کو دیکھا جائے تو ہمارے حق میں صرف گیارہ لائن آتی ہیں ۔ بہر حال پھر بھی میں یہ گذارش کروں گا ۔ کہ صدر مملکت محمد ایوب خان کی قیادت اور گورنر مغربی پاکستان کے قول کے مطابق کہ ان پسماندہ ترین علاقوں کو زیادہ سے زیادہ ترقی دی جائے گی لسبیلہ گیارہ لائنوں کی بجائے ۲۲ لائنوں کا حقدار ہو سکتا تھا لیکن جناب والا۔ وہ بھی اس طریقہ سے پیش کیا گیا ہے کہ ضلع لسبیلہ نے دس سالہ ترقی کے دور میں کیا ترقی کی ہے ۔ ان کا ایک "Decade of Development Karachi Division" ہے ۔

جناب والا ۔ میں اس محکمہ کا نہایت شکر گذار ہوں کہ انہوں نے ۲۲ لاکھ کی رقم سے دو پراجیکٹ ایسے قائم کئے ہیں ۔ جن سے ان علاقوں کو پانی آسانی سے مہیا ہو سکتا ہے ۔ جناب والا ۔ شکریہ اس لئے ادا کرتا ہوں ۔ کہ ہم کو اگر تھوڑا بہت بھی دیں تو ہم احسان فراموش نہیں ہیں ۔ کہ آپ کا شکریہ ادا نہ کریں ۔ نمبر ۲ یہ دلاسا ہے ۔

> "In the Lasbela District, two, rural water supply schemes have been undertaken at a cost of about Rs. 2 lakhs Lasbela District being an under-developed region, the Government is paying special attention to the provision of education facilities to the residents of the area so that it is brought at par with the more developed areas of the Province in the shortest possible time. Besides opening a number of primary schools..... ..."

جناب والا ۔ یہ بھی دلاسا ہے ، دیکھئے جائیں ۔ کیا ترقی ہوئی ہے ۔

> "..... schemes are in hand for setting up Technical and Non-Technical schools in Lasbela District."

"Scheme is in hand"

ابھی تک اس دس سالہ دور میں یہ سکیم محکمہ تعلیم کے ہاتھ میں ہے کہ وہ ضلع لسبیلہ کو تعلیم کے میدان میں ترقی دیں گے ۔

"It is also proposed to upgrade the Middle Schools at Uthal and Lasbela to the high standard before the close of 1967-68."

جناب والا ۔ یہ پھر بہترین دلاسا ہے ۔ اس دس سالہ ترقی کے دور میں ضلع لسبیلہ میں دو سکولوں کو ہائی سکول بنایا جائیگا جب ۱۹۶۸ء کی میعاد ختم ہو گی یعنی دس سالہ ترقی کے دور میں محکمہ تعلیم کی ترقی کی وضاحت کر رہے ہیں ۔

"As regards health, a 12 bedded hospital has been constructed at Uthal at a total cost of Rs. 5.17 lakhs and the Civil Hospital Bela, has been upgraded to Rural Health Centre at a cost of Rs. 75 000."

جناب والا ۔ میں محکمہ ہیلتھ کا مشکور ہوں کہ انہوں نے ۵۷ ہزار روپے کی لاگت سے سول ہسپتال تعمیر کر کے ان غریب علاقوں کو موقع عنایت فرمایا ہے کہ ان کے درد کا بھی کچھ درمان ہو سکے ۔ لیکن جناب والا انہوں نے جو ہیلتھ سنٹر بنایا ہے ۔ اس سلسلے میں میں نے آج سے دو سال پہلے گذارش کی تھی ۔ کہ جناب والا لسبیلہ میں سول ہسپتال موجود ہے ۔ جس کی عمارت ٹوٹ پھوٹ چکی ہے ۔ وہ کھنڈرات کی صورت اختیار کر چکی ہے ۔ اس ہسپتال کو دوبارہ بنایا جائے کہ عوامی سہولت کے پیش نظر وہ سول ہسپتال بہترین ثابت ہو سکتا ہے ۔ لیکن جناب والا ۔ ان کی ٹیکنیکل رائے جو یا کچھ بھی ہے انہوں نے اس تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے رورل ہیلتھ سنٹر بنایا ہے۔ جو آج تک خالی پڑا ہوا ہے۔ جس پر ۵۷ ہزار روپیہ خرچ کیا گیا ہے ۔ جس میں کوئی کام نہیں ہو رہا ہے ۔ اور آج بھی

اگر آپ ضلع لسبیلہ جا کر ہسپتال کی ٹوٹی ہوئی دیواروں کو دیکھیں ۔ اور وہاں ان کا سٹاف جو بھی ہو خواہ ڈاکٹر ہو ۔ وہ بے کار بیٹھا ہوا ہے ۔ اور اس سول ہسپتال کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہا ہے ۔ اور ۷۵ ہزار روپے کی لاگت سے جو رورل ہیلتھ سنٹر بنایا ہے ۔ وہ بے کار ہے اور ضائع پڑا ہوا ہے ۔ میں ان سے گزارش کرونگا ۔ کہ ضلع لسبیلہ اگر آپ دیکھتے تو سب سے پیشتر آپ یہ کوشش کرتے کہ اس ۷۵ ہزار روپیہ کی بجائے سول ہسپتال کو بنایا جاتا ۔ تو وہاں کے لوگ اس سے زیادہ مستفید ہو سکتے تھے ۔

مسٹر چیئرمین ۔ لاسی صاحب اپنی تقریر ختم کرنے کی کوشش کریں ۔

مسٹر محمد ہاشم لاسی ۔ جناب والا ۔ مجھے بولنے کا موقع دیا جائے ۔ ابھی تو میں بہت کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔

مسٹر چیئرمین ۔ وقت مقرر ہے ۔ آپ اپنی تقریر کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔

مسٹر محمد ہاشم لاسی ۔ جناب والا ۔ میں عرض کر رہا تھا کہ decade of development کے دوران کراچی ڈویژن میں محکمہ تعلیم نے ضلع لسبیلہ کو کیا دیا ۔ محکمہ صحت نے کیا دیا ۔ اور دیگر محکمہ جات نے کیا دیا ؟ جناب والا ۔ میں ذرا اس سے آگے چلوں گا ۔ محکمہ اریگیشن کی یہ ۱۵ نمبر سکیم ہے :-

Winder Dhora Irrigation Scheme near Sommiani—

Cost of the Scheme 36.50 lakhs

Total expenditure

during the decade 1.97 lakhs

اور سامنے لکھا ہے "Completed" ۔

جناب والا ۔ محکموں کے لئے decade of development پیش کرنا نہایت ہی موزوں ہے اور میں آپ سے گزارش کروں گا ۔ کہ خدارا ہر سال اسے پیش کیا جائے ۔ تاکہ آئندہ ان کی گفتار اور رفتار میں ترقی ہو ۔ اور ہمیں معلوم ہو سکے ۔ اور ان کو یہ بھی علم ہو کہ ان ممبران کو جس وقت ہم کچھ بتائیں ۔ تو وہ خوشی محسوس کریں کہ اس برس ہم نے کیا کارہائے نمایاں سر انجام دیئے ہیں ۔ جناب والا ۔ یہ ۳۶ لاکھ ۵۰ ہزار کی سکیم اور ایک لاکھ ۹۷ ہزار میں یہ کہتے ہیں کہ مکمل ہو گئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جناب والا ۔ دوسری ایریگیشن کی سکیم نمبر ۱۷ ہے ۔ اس پر کیا خرچ آیا ہے یہ ۱۴ لاکھ ۵۳ ہزار کی سکیم تھی اور اس کی تکمیل پر کل ۸ لاکھ ۴۸ ہزار روپیہ خرچ ہوا ۔ جناب والا ۔ ان دونوں سکیموں کے متعلق میں ان سے زیادہ جانتا ہوں کہ تقریباً ایک لاکھ ۹۷ ہزار خرچہ بتایا گیا ہے ۔ میرے سوال کے جواب میں محکمہ اریگیشن کے وزیر نے فرمایا تھا کہ اس پر تقریباً ۸ لاکھ کے قریب خرچ آیا ہے ۔ ان دو سکیموں پر ۱۶ لاکھ روپیہ ضائع کئے گئے ہیں ۔ اگر آپ وہاں پر جا کر دیکھیں تو آپکو ایک لکیر تک بھی نظر نہیں آئیگی ۔ جناب والا ۔ میں اس حکومت کا مشکور ہوں کہ انہوں نے ضلع لسبیلہ میں اریگیشن کے میدان میں ترقی کی ہے

لیکن میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں ۔ کہ محکمہ اریگیشن اتنا نا اہل اور ناکارہ ثابت ہوا ہے ۔ کہ وہ اس ضلع میں کروڑہا روپے سے پانچ ایکڑ زمین بھی آباد نہیں کر سکے ہیں اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں اور آپ سے التجا کروں گا کہ محکمہ اریگیشن کی تحقیقات کروانے کے لئے ایک high level کمیٹی بنائی جائے جو کم از کم ضلع لسبیلہ میں جا کر دیکھے ۔ کہ قوم کے خزانے کا یہ کروڑہا روپیہ خرچ کرنے کے باوجود انہوں نے کیا developments کی ہیں ۔ اور وہاں پر کیا ترقی ہوئی ہے ۔ اس سلسلے میں زیادہ وضاحت کر دوں کہ اس وقت حال ہی میں ڈویژنل کونسل کراچی میں کمشنر کراچی نے مہربانی فرماتے ہوئے ان کی شکایات کے پیش نظر ایک کمیٹی مقرر کی ہے جو محکمہ اریگیشن کے حالات کا جائزہ ضلع لسبیلہ میں لے گی ۔

مسٹر چیئرمین ۔ لاسی صاحب ختم کرنے کی کوشش کریں کیونکہ آپ زائد وقت لے چکے ہیں ۔

مسٹر محمد ہاشم لاسی ۔ جناب والا ۔ میں آپ سے دوبارہ گزارش کروں گا اور آپ کو یاد دلاؤں گا کہ میں ہر سال گذارش کر کے ہر ممبر سے دس پندرہ منٹ زیادہ لیتا ہوں ۔ یہ چیز ریکارڈ پر موجود ہے ۔

جناب والا ۔ اس ترقی کے دور میں میں اس بات سے متفق ہوں کہ جو کچھ ہوا ہے ، بہت اچھا ہوا ہے ۔ اور انشاءاللہ اسی رفتار سے اگر ہماری حکومت چلتی رہی تو مجھے یقین ہے کہ کچھ نہ کچھ ترقی کے میدان میں ہمیں بھی دیا ہی جائے گا ۔ جناب والا ۔ اگلے برس دیہی ترقیاتی پروگرام

کے تحت دس کروڑ روپیہ رکھا گیا تھا ۔ اور اس سال دیہی ترقیاتی پروگرام کے لئے پندرہ کروڑ روپیہ کی رقم مختص کی گئی ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ اس زیادہ رقم سے ضلع لسبیلہ کے حصے میں بھی زیادہ رقم آئے گی ۔ اور میں ان الفاظ میں کہوں گا کہ صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے محکمہ بنیادی جمہوریت کو اس ملک میں رائج کر کے اس ملک کے عوام کے ساتھ ایک بہت بڑا انصاف کیا ہے اور میں یقین دلاتا ہوں کہ اگر محکمہ بنیادی جمہوریت کو صدر مملکت رائج نہ کرتے تو ان محکمہ جات کی کارکردگی کا اندازہ اس decade میں جس طرح پیش کیا گیا ہے ، یہ اس طرح نہ ہوتا ۔ اور میں فخر سے کہتا ہوں کہ آج پس‌ماندہ ترین علاقوں میں دیہی ترقیاتی پروگرام کے تحت آپ ہر میدان میں سکول دیکھیں گے ۔ بنجر پہاڑوں کے دامن میں ہسپتال دیکھیں گے جنکی ہم آج سے بیس برس بعد بھی توقع نہیں کر سکتے تھے ۔ (خوب ۔ خوب) جناب والا ۔ میں ان دوستوں سے قطعاً اتفاق نہیں کرتا جو یہ کہتے ہیں کہ اس ملک میں دس سالہ دور میں ترقی نہیں ہوئی ہے ۔ میں ان سے کہوں گا جناب والا ۔ کہ سڑک پر چلتے ہوئے وہ نظر اٹھا کر دیکھیں ۔ ان بڑے بڑے dams کو دیکھیں۔ اور ان بڑے بڑے سکولوں اور ہسپتالوں کو دیکھیں ۔ اگر یہ تمام چیزیں ان کو شہروں میں دھول اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز میں نظر نہیں آتی ہیں تو بلوچستان کے علاقوں میں نظر ڈالیں تو ان کو اندازہ ہو جائے گا کہ دس سالہ دور میں کسقدر ترقی ہوئی ہے (خوب ۔ خوب)

جناب والا ۔ اب میں زراعت کے متعلق کچھ عرض کروں گا ۔ زراعت کے میدان میں ۔ ۔ ۔ ۔

مسٹر چیئرمین ۔ ہاشم صاحب تین منٹ کے اندر ختم کریں ۔

مسٹر محمد ہاشم لاسی ۔ جناب پانچ منٹ ہی تو رہ گئے ہیں۔

مسٹر چیئرمین ۔ نہیں ۔ ابھی وقت ہے ۔ آپ تین منٹ میں ختم کرنے کی کوشش کریں ۔

مسٹر محمد ہاشم لاسی ۔ جناب والا ۔ میں اس کو بڑے وسیع طریقے سے کہنا چاہتا تھا لیکن اب مختصر الفاظ میں کہوں گا کہ زراعت کے میدان میں زراعت کے متعلق یا خوراک کے متعلق چند ہی سال پیشتر ہم جس بری طرح سے پھنسے تھے ۔ اس میں اگر میں یہ کہوں کہ قحط کے سے آثار پیدا ہو گئے تھے تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ لیکن ایک دو برس میں محکمہ زراعت نے اس میدان میں جس قدر ترقی کی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے ۔ دوست تو دوست دشمن کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ زرعت کے میدان میں ہم خود کفیل ہوتے ہوئے نظر آ رہے ہیں ۔ (خوب ۔ خوب) جناب والا ۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی گزارش کروں گا کہ اس مسئلہ میں ہمیں بے خبر نہیں ہونا چاہئے ۔ یہ مسئلہ کسی وقت بھی ایک خطرناک مسئلہ بن سکتا ہے اور ہمیں اس کے سلسلہ میں ہر وقت چوکنا رہنا چاہئے ۔ جناب والا ۔ اس سلسلہ میں قدرتی وسائل کی کمی ہو سکتی ہے ۔ بارشوں کی کمی ہو سکتی ہے اور دیگر حالات پیدا ہو سکتے ہیں کہ کسی وقت ہمیں اناج کے

مسئلہ کو حل کرنے کے لئے پھر کوشش کرنی پڑے ۔ میں ان الفاظ میں کہوں گا کہ ایک شخص کے اگر پانچ بیٹے ہوں جن میں سے تین کماتے ہوں اور دو ہمیشہ کاہل رہتے ہوں تو ایک اچھے باپ کا فرض یہ ہے کہ ان دو بیٹوں کے لئے اس قسم کی دکان تیار کرے ۔ اس قسم کا روزگار پیدا کرے کہ وہ بھی کارآمد ثابت ہو کر گھر میں کچھ نہ کچھ آمدنی دیتے رہیں ۔ اس سلسلہ میں یہ گزارش کروں گا کہ بلوچستان اور قلات اور لسبیلہ میں ایسے علاقہ جات اب بھی موجود ہیں جن کو آپ ہزاروں من گندم کا آٹا مختلف راستوں سے ہر مہینے پہنچاتے ہیں اور اگر ان کو ان اضلاع سے بھی نہ دیا جائے جو اضلاع گندم پیدا کرتے ہیں تو وہ بھوکے مر جائیں ۔ میں گزارش کروں گا کہ آپ اس مسئلہ کی طرف کیوں توجہ نہیں دیتے کہ بلوچستان کے وہ علاقے لسبیلہ ۔ مکران ۔ خاران اور قلات وغیرہ میں بھی اس قسم کی تجاویز رائج کی جائیں اور ان میں بھی زرعی ترقی کے طریقے استعمال کئے جائیں تاکہ اگر وہ زیادہ نہ پیدا کر سکیں تو کم از کم اس قابل تو ہوں کہ اپنا آٹا خود پیدا کر کے کھائیں اس سلسلہ میں میں مختصر گزارش کروں گا ۔ جناب والا ۔ اگرچہ ان علاقہ جات میں دریا نہیں ہیں ان علاقہ جات میں نہریں نہیں ہیں لیکن میں بخوبی جانتا ہوں کہ ان علاقہ‌جات میں زیر زمین پانی کے ذخائر موجود ہیں۔ اگر ہم اپنے وسائل کو اس طرف استعمال کریں تو زیرزمین پانی کے ان ذخائر کو سطح زمین پر لائیں‌تو وہاں بہت اچھے کھیت اور بہت اچھی گندم ہم پیدا کر سکتے ہیں ۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پانی کے ان

زیر زمین ذخائر کی طرف آج تک حکومت نے بہت کم توجہ دی ہے ۔ میں محترم وزیر خزانہ سے گزارش کروں گا کہ اگرچہ انہوں نے اس مالی سال میں اس کے لئے کوئی فنڈز نہیں رکھے ہیں لیکن مجھے توقع ہے کہ وہ دس پندرہ لاکھ روپے کی رقم کسی بھی مد سے نکال کر ان علاقہ جات کو دیں گے تاکہ وہاں boring-rigs اور boring کے دیگر آلات ان لوگوں کو مفت مہیا کئے جائیں اور ان لوگوں کو بتایا جا سکے کہ ان کے کھیت میں کتنے فٹ پر پانی زمین میں بہتا ہے ۔ اور وہ کوشش کریں اور اسے باہر نکالیں ۔ میں گذارش کروں گا کہ اگر حکومت نے ان کی یہ مدد کی کہ ان کے زیر زمین پانی کے ذخائر کو سطح زمین پر لایا گیا تو یقیناً اس زمین سے بھی جسے آپ کہتے ہیں کہ گندم پیدا نہیں کرتی ، دو برس کے بعد انشاءاللہ ہم آپکو گندم پیدا کر کے دیں گے ۔

جناب والا ۔ ان الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اپنے دوستوں کا بھی ۔ پاکستان پائندہ باد ۔

مسٹر چیئرمین ۔ نواب زادہ شیخ عمر ۔

نوابزادہ شیخ عمر (قلات ۔ مکران ۔ خاران) ۔ جناب والا ۔ ۔ ۔

رانا پھول محمد خان ۔ جناب والا ۔ یہ تو ہاؤس کا ٹائم بڑھا دیجئے دس پندرہ منٹ کے لئے یا پھر نواب زادہ صاحب کل تقریر شروع کریں۔

مسٹر چیئرمین ۔ ان کی تقریر کل جاری رہے گی ۔

رانا پھول محمد خان ۔ جناب والا ۔ ہاؤس کا ٹائم بڑھا دیا جائے۔ ہاؤس کی یہ رائے ہے کہ پندرہ منٹ کے لئے ٹائم بڑھا دیا جائے ۔ ہم نواب زادہ صاحب کی تقریر سننے کا شوق رکھتے ہیں ۔

Mr. Chairman : Time of the House is extended to 1.45 P.M.

نواب زادہ شیخ عمر (قلات ۔ مکران ۔ خاران) ۔ جناب والا ۔ میں آپ کے توسل سے جناب وزیر خزانہ کو ۱۹۶۸-۶۹ء کا بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ درحقیقت یہ بجٹ دو اہمیتوں کا حامل ہے ۔ ایک تو اس میں اس صوبہ میں کوئی نیا ٹیکس عائد نہیں کیا گیا ۔ دوسرے زرعی پیداوار پر خاص طور پر توجہ دی گئی ہے جو اس علاقہ کو خوراک کے معاملہ میں نہ صرف خود کفیل بنائے گی بلکہ ہم اس قابل ہو سکیں گے کہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد بیرونی ممالک کو اور دوسرے ضرورتمند ملکوں کو اپنی زرعی پیداوار بھیج سکیں ۔ (خوب ۔ خوب)

در حقیقت ایک ملک کی ترقی یا خوشحالی کا انحصار اور اقوام عالم میں اس کی سربلندی کا انحصار ملک کے سربراہ کی کوششوں اور ان کی کاوشوں پر ہوتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سہرا ہمارے صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے سر ہے ۔ (خوب ۔ خوب) ۔ جناب والا ۔ انہوں نے اپنی کوششوں سے نہ صرف اس ملک کے اندرونی علاقوں میں استحکام اور ترقی بخشی ہے بلکہ اقوام عالم میں بھی پاکستان کی سربلندی کے لئے وہ ہمیشہ کوشاں ہیں ۔ اور انہوں نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ اس دس سالہ دور میں انہوں نے کس حد تک اس ملک کو بیرونی ممالک میں وقار

اور عزت دی ہے ۔ ہمارے گورنر صاحب کی ہدایات پر جس طریقہ سے اس ملک میں ترقی ہو رہی ہے وہ قابل صد تحسین ہے ۔

جناب والا ۔ میں خاص طور پر ایک بات کی طرف اس ایوان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں ۔ کل ہمارے قائد حزب اختلاف خواجہ محمد صفدر نے بلوچستان کے متعلق ارشاد فرمایا تھا ۔ میرا اندازہ ہے کہ بلوچستان کے متعلق جو کچھ ان کو بتایا گیا ہے وہ تصویر کا ایک رخ تھا ۔ انہوں نے صرف ان کی ہمدردی کی خاطر کہا ہے تاکہ وہ اسمبلی میں ہمدردی حاصل کر سکیں ۔ اس طرح نقاب پوشوں نے ان سے باتیں کی ہیں ۔ یہ غلط ہے کہ بلوچستان ون یونٹ کا حامی نہیں میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ بلوچستان ون یونٹ کا حامی ہے ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ میں نے ون یونٹ کا ذکر نہیں کیا ۔

نواب زادہ شیخ عمر ۔ آپ نے کہا تھا کہ ان میں ملی وحدت کا جذبہ نہیں ۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ بلوچستان وہ خطہ ہے پاکستان بننے کے بعد سب سے پہلے بلوچستان نے پاکستان کا ساتھ دیا تھا ۔ ہم مسلمان ہیں اور ہم جذبہ ایمان سے سرشار ہیں ۔ ہم میں قومیت کا کوئی جذبہ نہیں ہم میں علاقائی تعصب نہیں ہم اس سے بالکل بے نیاز ہیں ۔ ہم ہر وقت ملک کی خدمت میں کوشاں ہیں ۔ ہم نے اسی زمانہ سے قائداعظم کے زرین اصولوں کو اپنایا ہے اور اسی جذبہ اور خلوص کے تحت ان پر رہتی دنیا تک قائم رہیں گے ۔ اب میں آپ کے توسط سے اپنے علاقائی مسائل کے بارے میں عرض کروں گا ۔ جناب والا ۔ مکران وہ ضلع ہے جہاں کے

عوام نے یونین کونسلوں نے اور تحصیل کونسل کے لیول پر اور ضلع اور ڈویژنل کونسل کے لیول پر چھ سال سے اس ایوان میں اور اس ایوان کے باہر صدر صاحب سے ایک انٹرمیڈیٹ کالج کھولنے کا مطالبہ کیا تھا لیکن وہ مطالبہ چھ سال سے آج تک پورا نہیں ہوا گذشتہ سال جب صدر صاحب مستونگ تشریف لائے تھے تو صدر صاحب نے سپاس نامہ کے جواب میں وعدہ فرمایا تھا کہ تربت میں ایک انٹرمیڈیٹ کالج کھولنے کے لئے احکامات جاری کریں گے اور انشاءاللہ کالج کھل جائے گا ۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے محکمہ تعلیم نے آج تک ہمارے اس مطالبہ پر غور نہیں کیا ۔ اور کوئی توجہ نہیں دی حالانکہ وہ غریب طلباء اپنے محدود وسائل سے سخت مشکلات میں تعلیم حاصل کرتے ہیں ۔ ان کے والدین پیٹ پر پتھر باندھ کر اپنے بچوں کو دور دراز علاقے کے کالجوں میں بھیجنے پر مجبور ہیں ۔ مجھے امید ہے کہ اس فوری اور اہم مسئلہ پر توجہ فرمائیں گے ۔ اور اس سال ہمیں انٹرمیڈیٹ کالج ضرور عنایت کریں گے ۔ جناب والا ۔ جیسا کہ میرے بھائی محمد ہاشم لاسی صاحب نے فرمایا ہے ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے لئے بھی ضروری ہے کہ حکومت کی توجہ اس امر کی طرف دلاؤں جیسا کہ decade of development میں دکھایا گیا ہے دوسرے پنجسالہ منصوبہ کے تحت مختلف طریقوں پر محکمہ اریگیشن نے ترقیاں کی ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں یہ صحیح نہیں ہے ۔ مثال کے طور پر میں عرض کروں گا کہ اس محکمہ نے جیسا کہ بتایا گیا ہے ان دس سالوں میں رخشان واٹر پنجگور میں ۲۹ لاکھ تین ہزار کی لاگت کی سکیم مکمل

کی گئی ہے حالانکہ وہ ناکام ہے ۔ اسی طرح کیل کور واٹر ہوشاپ سکیم پر ۹ لاکھ ۳۴ ہزار ۔ شیزانی کور سکیم پر ایک لاکھ ۷۹ ہزار ۔ گیش کور بوروا پر ایک لاکھ ۷۷ ہزار اور سروے دریا گشت پر ۴ لاکھ ۹۵ ہزار روپیہ خرچ کرنے کے اعداد و شمار بتائے ہیں اور ان کے متعلق لکھا ہے کہ کچھ کام مکمل ہو گیا ہے اور کچھ ابھی کر رہے ہیں ۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس علاقہ میں ابھی تک اس محکمہ نے باوجود اس کے کہ دس سال سے انہوں نے اس علاقہ میں اپنا محکمہ قائم کیا ہوا ہے اور وہ باقاعدہ کام کر رہا ہے میرا خیال ہے کہ کروڑہا روپیہ وہاں پر خرچ کئے گئے ہیں ۔ لیکن ان علاقوں میں ابھی تک ایک ایکڑ زمین بھی ان کی کوشش سے آباد نہیں ہوئی ۔ اس کے علاوہ آپ بہتر طور پر جانتے ہیں کہ ہمارے علاقہ میں آبادی کا زیادہ تر ماہی گیری پر دارومدار ہے ۔ محکمہ ماہی گیری نے اس decade of development میں ایک کروڑ ۲۴ لاکھ ۹۵ ہزار روپیہ ظاہر کیا ہے کہ خرچ ہوئے ہیں ۔ جیونی میں کوئی کیورنگ یارڈ نہیں گوادر اور پسنی میں جو کیورنگ یارڈ بنائے گئے تھے کوئی ماہی گیر ان کیورنگ یارڈ میں اپنی مچھلی لے جانے کو تیار نہیں ۔ اس لئے ان کو بہت نقصان ہوا ہے ۔ انہوں نے اس کے نیچے پانی کی فراہمی کے لئے جو ۵۰ ہزار روپیہ دکھایا ہے یہ خرچ بالکل نہیں ہوا اس پر ایک کروڑ ۲۴ لاکھ ۹۵ ہزار کا خرچ دکھایا گیا ہے وہ بھی درست نہیں ۔ اس علاقہ کے لئے آپ نے decade of development میں بتایا ہے کہ ۴ لاکھ اور ۷۰ ہزار واٹر سپلائی پسنی کے

لئے خرچ ہوئے اور ٹمپ میں ایک لاکھ ۲۳ ہزار ۔ پنجگور میں ایک لاکھ چالیس ہزار اور ہواران میں ایک لاکھ ۵۸ ہزار روپیہ خرچ کئے ۔ جناب والا ۔ پنجگور میں جو انہوں نے واٹر پائپ بچھایا ہے اس سے مین لائین اتنی دور ہے کہ غریب لوگ اس سے کنکشن نہیں لے سکتے اور ان کے لئے وہ بالکل ناکارہ ہے ۔ حال ہی میں جب کمشنر صاحب دورہ پر تشریف لے گئے تو ان دنوں میں ان کے ساتھ تھا ۔ انہوں نے جب وہاں جا کر اپنی چھڑی سے کریدا تو وہ تمام مکان گرنے لگا ۔ ان تمام اخراجات کے باوجود اگر وہاں پر ترقی کی رفتار کی یہ حالت ہے تو میں ضروری سمجھتا ہوں کہ میں عالیجناب گورنر صاحب سے استدعا کروں کہ وہ از راہ مہربانی ایک کمیٹی بنائیں ۔ میں یہ مکران کے لئے عرض کر رہا ہوں۔ اس سلسلہ میں خاران قلات اور دوسرے مقامات پر اس کمیٹی کے ذریعہ اس بات کی تحقیقات کریں کہ آیا یہ کام صحیح ہوئے ہیں اور ان پر جو مصرف بتایا گیا ہے وہ صحیح ہے یا کاغذی طور پر یہ تمام کارروائی ہوئی ہے ان تمام باتوں کے باوجود میرا اندازہ ہے کہ ڈویژنل لیول پر بھی ہمارے محکمہ جات کے جتنے سربراہ ہیں وہ اپنی کارکردگی کے متعلق کسی کے آگے جواب دہ بھی نہیں اور ان سے کچھ پوچھا نہیں جا سکتا کہ تم نے کیا کیا ہے ۔ یا کیا کر رہے ہو حالانکہ وہاں کمشنر صاحب انتظامیہ کے سر براہ ہیں ۔ لیکن وہ لوگ کبھی اس بات کے لئے تیار نہیں ہوتے کہ کمشنر کے سامنے جواب دہ ہوں ۔ ہم نے یہ کیا ہے اور آئندہ ہمارا یہ پروگرام ہے یا خرچ کرنے کی ہم میں صلاحیت ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ

اس کے لئے بھی ایک موزوں تدارک ہونا چاہئے ان تمام باتوں کے ساتھ اپنی تقریر ختم کرتا ہوں اور میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے گورنر صاحب از راہ مہربانی ان تمام معاملات کی طرف توجہ فرمائیں گے اور صحیح معنوں میں کمیٹی مقرر کی جائے گی ۔ میں محکمہ اریگیشن سے استدعا کرتا ہوں کہ گذشتہ سال انہوں نے ساڑھے تین لاکھ روپیہ خرچ کے لئے بتائے تھے لیکن میرا خیال ہے کہ اب تک وہ پیسے خرچ نہیں ہوئے ۔ مئی کے مہینے میں جب میں اس ایوان میں آیا تھا تو وہاں پر مجھے معلوم ہوا تھا کہ انہوں نے وہاں اپنی سکیمیں شروع کی ہیں ۔ اب وہ ۳۰ جون تک کیسے مکمل ہو سکتی ہیں ۔

ان گذارشات کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ حکومت اس سلسلہ میں مناسب قدم اٹھائیگی ۔

Mr. Chairman : The House now stands adjourned till 8.00 a.m. tomorrow.

The Assembly then adjourned (at 1.40 p.m.) till 8.00 a.m. on Friday, the 21st June, 1968.

SEVENTH SESSION OF THE SECOND PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

Friday, the 21st June, 1968

جمعتہ المبارک - ۲۴ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

The Assembly met at the Assembly Chamber, Lahore at 8-00 a.m. of the clock. Mr. Speaker, Chaudhri Muhammad Anwar, H.K., in the Chair.

Recitation from the Holy Qur'an by Qari Ali Hussain Siddiqi (Qari of the Assembly) and its translation.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ
لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ
وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝
فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۚ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ۝ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ
يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ
لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۚ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

(پ ۲۰ - س ۲۸ - ع ۱۱ - آیات ۷۹ تا ۸۲)

تو ایک روز قارون بڑی آرائش و ٹھاٹھ سے اپنی قوم کے سامنے نکلا جو لوگ دُنیا کی زندگی کے طالب تھے کہنے لگے کہ جیسا مال و متاع قارون کو ملا ہے۔ کاش ایسا ہی ہمیں بھی مل جائے تو بڑا ہی صاحب نصیب ہے۔ اور جن لوگوں کو علم عطا ہوا تھا وہ کہنے لگے تم پر افسوس ہے۔ ایمان والوں اور نیکوکاروں کیلئے جو ثواب اجر اللہ کا ہاں تیار ہے وہ کہیں بہتر ہے اور وہ تو صرف صابر و استقامت رکھنے والوں کو ہی ملے گا۔

پس ہم نے قارون کو اور اُسکے گھر والوں کو زمین میں دھنسا دیا تو اللہ کے سوا کوئی جماعت اُسکی مددگار نہ ہو سکی اور نہ ہی وہ بدلا لے سکا۔ اور وہ جو لوگ جو کل اُسکے رُتبے کی تمنا کرتے تھے صبح کو کہنے لگے ہائے شامت بدبختی۔ اللہ ہی تو اپنے بندوں میں جس کیلئے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے

THE WEST PAKISTAN GENERAL BUDGET FOR THE YEAR 1968-69

DISCUSSION ON THE GENERAL BUDGET AS A WHOLE (*contd.*)

Minister of Finance (Syed Ahmed Saeed Kirmani) : Sir I have to seek your indulgence with regard to one matter. I understand that a large number of Members desire to participate in the general discussion, and keeping in view the short time at our disposal, I fear that all of them will not be able to take part in the debate. As a remedy. Sir, I suggest for your approval, and through you for the approval of the House, in case it gets the support of the Leader of the Opposition, that for the remaining two days, there may be evening sittings of this House so that any Member, who wants to take part in the debate, gets an opportuntiy to give expression to his views regarding the budget proposals.

خواجه محمد صفدر ۔ جناب والا ۔ میں وزیر خزانہ کی تائید کرتا ہوں ۔

Mr. Speaker : So far, there are 22 Members who desire to speak today and the same number of Members have indicated their intention to speak on the 22nd. I think it would not be possible for us to accommodate all the Members in the morning sessions. Therefore, the suggestion made by the Finance Minister that we should have two sittings is in the interest of the House as well as the Members. As there is no objection from the Opposition, I think, that is the sense of the House. Therefore, we would be having two sittings from today onwards, The evening sitting would start at 5.30 P.M. and last up to 8.30 P.M.

The House will now resume discussion on the General Budget as a whole.

Mr. Mahmood Azam Farooqi please.

مسٹر محمود اعظم فاروقی (کراچی - ۸) ۔ جناب والا ۔ آج سے صدیوں پہلے جب دنیا جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی ۔ جب دنیا کے افق پر تہذیب کا سورج ابھی چمک نہیں

تھا ، جب اس کرہ ارض پر بسنے والے لاکھوں اور کروڑوں انسان سلطانی جمہور کے تصور سے واقف نہیں تھے ، وہ اس سے آشنا نہیں تھے ، اس وقت کوئی ایک شخص یا گروہ اشخاص یا ایک قبیلہ یا خاندان جس کے ہاتھ میں تلوار کی قوت ہو ، وہ بزور طاقت انسانوں کے سروں پر اپنی حاکمیت کا تخت بچھانے کا نظام قائم کرتا تھا اور پھر جہاں تک اس کی طاقت کی لہر جا سکے اور جہاں تک اس کا پاؤں بڑھ سکے ، وہ دنیا کے اتنے خطے پر بلا شرکت غیرے مالک کل اور مختار مطلق ہوتا تھا ۔ پھر دنیا کے افق پر اسلام کا سورج روشن ہوا اور اس نے انسانوں کو یہ تصور دیا کہ ملک خدا کا ہے ، حاکمیت کا حق صرف رب باری تعالیٰ کو ہے اور اس دنیا میں بسنے والے انسان اس کے نمائندہ اور اس کے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے صرف اتنا حق رکھتے ہیں کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی بنائی ہوئی حدود کے اندر رہ کر نظام دنیا کو چلانے اور سنبھالنے کے لئے اپنے میں سے بہتر لوگ اپنے نمائندوں کے طور پر منتخب کر کے حکومت کے اختیارات ان کو سونپیں ۔ جناب والا ۔ یہ تو وہ بنیاد تھی جس پر دنیا میں جمہوریت کی عمارت تعمیر ہوئی ۔ یہ وہ اصل بنیاد اسلام نے دی جس پر جمہوریت کی پوری عمارت آج تعمیر ہے ۔ اور اس وقت مغربی جمہوریت اور اسلامی جمہوریت میں اگر کوئی فرق ہے تو وہ صرف اتنا ہے کہ اسلامی جمہوریت میں اختیارات کا استعمال اللہ اور اللہ کے رسول کی بتائی ہوئی حدود کے اندر محصور ہے ۔ اور مغربی جمہوریت کے فکر میں انسانوں کے نمائندوں کو یعنی تمام بنی نوع انسان کو پورا اختیار ہے کہ وہ اپنے معاملات کو جس طرح چاہیں ، چلائیں ۔ اور اسی

لئے آج جمہوریت کا ایک متفقہ اصول ہے -

Government of the people, Government by the people and Government for the people.

یعنی جمہور کی حکمرانی جمہور کے نمائندوں کے ذریعہ سے اور جمہور کی فلاح و بہبود کے لئے - یہ ہے وہ اصول جس کو آج مشرق و مغرب میں - سرمایہدارانہ ممالک میں بھی اور اشتراکی ممالک میں بھی ، دنیا کے روشن براعظموں میں بھی اور دنیا کے تاریک حصوں میں بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ جمہوریت کام نام اگر لیا جاتا ہے تو صرف یہ تین اصول سامنے ہوتے ہیں کہ وہ حکومت اور وہ ملک جہاں پر جمہور کی حکومت قائم ہو اس میں جمہور کے نمائندوں کے ذریعہ سے اختیارات کا استعمال کیا جاتا ہو اور جمہور کی فلاح و بہبود کے لئے اختیارات کو استعمال کیا جاتا ہو اور وہی حکومت جمہوری حکومت سمجھی جائے گی - جناب والا - دنیا کے اس متفقہ جمہوری نظام حکومت کے بارے میں اس تصور کو سامنے رکھ کر اور اس پس منظر میں جب میں نے اس ایوان میں چند دن پہلے وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر سنی تو میں یہ سن کر حیران رہ گیا کہ آج ہمارے ملک کا ایک وزیرخزانہ جمہوریت کا ایک نیا اصول مرتب کرتا ہے - میں آپ کی اطلاع کے لئے اور اس ایوان کی اطلاع کے لئے آپ کے ذہن کو تازہ کر دوں کہ وزیر خزانہ نے جمہوریت کو کیا معنی پہنائے ہیں - آپ فرماتے ہیں :—

"Whatever theoretical definition of democracy may be espoused by professional ideologists, the real test of all democratic institutions lies in their ability to do greatest good to the greatest number."

اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہے کہ کسی متمدن حکومت کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ وہ حکومت کے خزانوں کو اور عوام کے دیئے ہوئے اختیارات کو عوام کی فلاح و بہبود کے لئے کسی ایک فرد کی فلاح و بہبود کے لئے نہیں ۔ کسی ایک خاندان کی فلاح و بہبود کے لئے نہیں بلکہ پورے ملک میں رہنے والے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کرے ۔ لیکن میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اصول جمہوریت کا ایک جزو ہے کل نہیں ہے اور جزو کا کل پر اطلاق نہیں ہو سکتا ۔ جمہوریت کا اصل روپ اور اس کی اصل جان وہ اختیارات ہیں ۔ ان اختیارات کا ارتکاز ہے ۔ power کا concentration ہے اور جب تک اس کسوٹی پر کوئی نظام حکومت پورا نہ اترے وہ خواہ اپنے ملک کے عوام کو سارے کے سارے خزانے بخش دے ، وہ جمہوری نظام کہلانے کا مستحق نہیں ہے ۔ دنیا کے کسی اصول کے مطابق عمرانیات کے ماہرین اور بحر سیاسیات کے غواصوں کی آپ کتابیں دیکھئے مطالعہ کیجئے ۔ دنیا کے نظام کا مطالعہ کیجئے ۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ دنیا کے نظام میں آج تک جمہوریت کا یہ اصول کہاں سے راہ پا گیا کہ صرف وہ نظام حکومت جو خزانوں کو صحیح طور پر صرف کرے وہ جمہوری نظام حکومت ہے ۔ جناب والا ۔ اگر یہ بات کوئی ایسا وزیر کہتا جو نوکر شاہی سے نکل کر وزارت کی کرسی پر بیٹھا ہو تو شاید مجھے اتنی حیرت نہ ہوتی ۔ کیونکہ نوکر شاہی سے نکلے ہوئے وزراء کو جمہوریت کا عوام کے تخیلات کا عوام کے مزاج و جذبات کا کوئی اندازہ ہی نہیں ہوتا ۔ وہ جانتے ہی نہیں کہ عوام کیا چیز ہیں اور جمہوریت کیا چیز ہے ۔ لیکن ایک ایسا وزیر جو کہ اپنے پیچھے سیاسی ماضی رکھنے کا بزعم خود دعویٰ رکھتا ہو جس کی

public life ہو جب اس کی زبان سے میں جمہوریت کی یہ تعریف سنتا ہوں کہ جمہوریت نام ہے اس بات کا کہ خزانوں کو صحیح طریقوں سے صرف کیا جائے تو میری حیرانی کی کوئی انتہا نہیں رہتی ۔ جناب والا ۔ اگر یہ اصول مان لیا جائے ۔ اگر صرف فصل اگانا ، اگر غذا پیدا کرنا ، اگر زمین کے سینے سے اجناس کی پیداوار کرنا جمہوریت ہے تو میں کہوں گا کہ شاید علاؤالدین خلجی سے بڑا جمہوری حکمران کوئی نہیں تھا۔ کیونکہ ہند و پاکستان کی تاریخ میں اگر سب سے زیادہ غلے کی فراوانی اور گیہوں کی ارزانی تھی تو وہ علاؤالدین خلجی کے زمانے میں تھی ۔ اگر سڑکیں بنانا جمہوریت کی نشانی ہے تو شاید شیر شاہ سوری سے بڑا جمہوری حکمران کوئی نہ تھا ۔ اگر زرعی نظام قائم کرنا جمہوریت کا کوئی تقاضا ہے تو اکبر سے بڑا جمہوری حاکم کوئی نہیں تھا ۔ جناب والا ۔ اگر ان اصولوں کو آپ مان لیں ۔ صرف خزانوں کو صرف کرنا ، انتظام مملکت کو سنبھالنا اگر صرف یہی جمہوری نظام کی تعریف ہو تو دنیا میں بہت سی بادشاہتیں ، بہت سے شخصی حکمران ، بہت سے despots بہت سے aristocrats یہ سارے کے سارے جمہوری حکمران کہلانے کے مستحق قرار پائیں گے ۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ وزیر خزانہ ان کو جمہوری حکمران نہیں کہیں گے ۔ وزیر خزانہ اکبر کو شیر شاہ سوری کو اور علاؤالدین خلجی کو حکمران نہیں کہیں گے اور اگر آپ ان کو جمہوری حکمران نہیں مانتے اور اگر آپ ان کی حکومتوں کو جمہوری حکومتیں نہیں مانتے تو پھر آپ کو یہ ماننا پڑے گا کہ جمہوریت کو پرکھنے کا پیمانہ اختیارات کا ارتکاز ہے ۔ اختیارات کے استعمال کا نمبر دوسرا ہے ۔ اختیارات کا استعمال اس کا ایک جزو ہے لیکن کل نہیں ہے ۔ جب تک کہ پورے کے پورے جمہوریت کے تینوں اجزاء کسی ملک میں

نافذ و برپا نہ ہوں کسی ملک کو جمہوری نہیں کہا جا سکتا اور اس بات کا پیمانہ یہ ہے کہ آپ یہ دیکھئے (اس کا جائزہ میں بعد میں لوں گا) کہ آپ نے ملک کے خزانوں کو استعمال کس طرح سے کیا ہے ۔ میں اس وقت صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کا یہ دعویٰ صحیح بھی ہو اگر یہ بات مان بھی لی جائے تھوڑی دیر کے لئے کہ ملک کے خزانوں کو ملک کی دولت کو آپ عوام کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کر رہے ہیں تو بھی صرف یہی طرز عمل جمہوریت کے لئے کافی نہیں ہے ۔ جمہوریت کو پرکھنے کے لئے یہ دیکھنے کے لئے کہ ملک میں جمہوری نظام قائم ہے یا نہیں ۔ کچھ دوسرے tests بھی ہیں کچھ دوسری کسوٹیاں بھی ہیں جن پر وہ پرکھا جائے گا ۔ آپ اپنے آپ کو اس کسوٹی پر پرکھنے سے گھبراتے ہیں ۔ آپ نے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے ان کی طرز فکر کو دوسری راہوں پر ڈالنے کی کوشش کی ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے نظام کے بارے میں اور اپنی حکومت کے بارے میں احساس کمتری میں مبتلا ہیں ۔ جناب والا ۔ جمہوری نظام کے سلسلہ میں دور کیوں جاؤں ۔ سب سے پہلے میں اس ایوان کے حقوق اور اختیارات کا جائزہ لینا چاہتا ہوں ۔ جیسا کہ وزیر خزانہ کو مجھ سے اتفاق ہو گا اور کسی کو مجھ سے اختلاف کرنے کی جرات نہیں ہو سکتی کہ جمہوریت صرف اس نظام کو کہتے ہیں جس میں عوام کی حکومت عوام کے نمائندوں کے ذریعہ سے ان پر قائم کی جائے ۔ میں اس کسوٹی پر پہلے اس ایوان کو پرکھنا چاہتا ہوں ۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ ایوان مغربی پاکستان کا سب سے بڑا نمائندہ ایوان ہے ۔ جس میں مغربی پاکستان کے نمائندے منتخب ہو کر آتے ہیں ۔ اس ایوان کے اختیارات کتنے ہیں ؟ اس کی آواز میں کتنا وزن ہے ؟ اس ایوان کا وقار کتنا ہے ؟ میں

س کا جائزہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں اور آپ محسوس کریں گے کہ صرف اتنی سی بات ہی اس حکومت کے جمہوری حکومت نہ کہلانے کے لئے بہت کافی ہے ۔ میں چند مثالیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں ۔

چند دن پہلے کی بات ہے بہت دن نہیں ہوئے کہ اس ایوان کی لابی میں ایک سی ۔ ایس ۔ پی افسر ایک معزز رکن کے ساتھ بدکلامی ہی نہیں کرتا بلکہ دست و پا اور دست و گریبان تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور وہ اس کو مارتا ہے ۔ ایوان میں شور برپا ہوتا ہے ۔ احتجاج کی آواز بلند ہوتی ہے لیکن اس واقعہ کو تقریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ ہو گیا ہے ۔ اس جمہوری نظام میں کیا کوئی جانتا ہے کہ اس افسر کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ؟ کسی کو معلوم نہیں ہے کہ وہ سی ۔ ایس ۔ پی افسر جو اس معزز ایوان کے ایک معزز رکن سے مغربی پاکستان کے عوام کے ایک منتخب نمائندے سے اور لاکھوں افراد کے نمائندے سے ایوان کی چار دیواری کے اندر اس کی premises کے اندر اس ایوان کی ایک دیوار بیچ لابی کے اندر بدکلامی کرتا ہے اور اس سے دست و گریبان ہوتا ہے اور اسے مارتا ہے (اس کی دنیا کی تاریخ میں کہیں مثال نہیں ملتی ۔) وہی افسر آج بھی اپنے پورے افسرانہ اختیار کے ساتھ ایک جگہ پر نہیں کسی دوسری جگہ پر متمکن ہے ۔ یہ ہے اس ایوان کا وقار اور یہ ہے اس کی آواز میں وزن ۔ اس ایوان نے متفقہ طور پر دو تین سالوں میں جو قرار دادیں پاس کیں ان پر حکومت نے کیا عمل کیا ہے ؟ جولائی ۱۹۶۵ء میں متفقہ طور پر ایک قرار داد پاس ہوئی کہ پورے مغربی پاکستان میں شراب پر کلی طور پر پابندی عائد کی جائے ۔ اس وقت کے وزیر خزانہ نے ہمیں یقین دلایا کہ اس قرار داد پر عمل درآمد کیا جائے گا ۔ چند دنوں کے بعد جب مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے 'پکا

تاریخ مقرر کر دی کہ فلاں تاریخ سے کراچی میں شراب بند کر دی جائے گی تاریخ میں التواء ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ آج بھی مغربی پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی میں شراب پر کوئی پابندی نہیں ۔ جن شہروں میں پابندی ہے یا مغربی پاکستان کے وہ شہر یا اضلاع جہاں نام نہاد پابندی عائد کی گئی ہے ان میں بھی شراب کا استعمال جس حد تک ہو رہا ہے وہ میں ابھی بتاؤں گا ۔ اس وقت میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس ایوان کی آواز میں کتنا وزن ہے ۔ اس ایوان کا کیا مقام ہے اور اس کی اہمیت کیا ہے ۔ اس کا وقار کتنا ہے ۔ اس ایوان میں ایک ریزولیوشن پاس کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جمہوریہ پاکستان کی یہ رائے ہے ۔ یہ رائے پورے مغربی پاکستان کے ۵ کروڑ انسانوں کی ہے اور اس قرار داد کو پورے مغربی پاکستان کے ۵ کروڑ انسانوں کی backing اور تائید حاصل ہے اور اس قرار داد کے ساتھ آپ کا طرز عمل یہ ہے کہ اس کو آپ نے cold storage میں رکھ چھوڑا ہے ۔ بیکاری کو دور کرنے کے لئے ایک کمیشن مقرر کی گئی تھی ۔ اس کے متعلق ابھی تک کوئی کارروائی نہیں کی گئی ۔ جناب والا ۔ ابھی بہت دنوں کی بات نہیں ۔ اس ایوان میں ایک قرار داد پاس ہوئی کہ اس صوبہ میں طبی سہولتوں کے اضافے کے لئے میڈیکل سکول قائم کئے جائیں ۔ اس کے جواب میں وزیر صحت نے بتایا کہ صدر صاحب نے اور دونوں صوبوں کے سربراہوں نے اس قرار داد کو قابل عمل نہیں سمجھا ۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ ملک عوام کا ہے یا چند افراد کا ہے ؟ میں پوچھتا ہوں کہ اس ملک میں حکمرانی کا حق ۵ کروڑ باشندوں کو ہے یا چند افراد کو ہے ؟ اگر صوبہ کے ۵ کروڑ افراد کے نمائندے یہ کہتے ہیں کہ میڈیکل سکول کھولنے چاہئیں تو وہ یونہی نہیں کہتے بلکہ اس کے پیچھے ایک طرز فکر

ہے ۔ اس کے پیچھے ایک تاریخ ہے ۔ اس کے پیچھے ان کا مشاہدہ اور تجربہ ہے ۔ کون نہیں جانتا کہ ہمارے صوبہ میں بلکہ پورے ملک میں مستند ڈاکٹروں کا فقدان ہے ۔ آپ کے علم میں یہ بات ہو گی کہ اس وقت پاکستان میں اوسطاً ۱۰۳۰۰ افراد کے لئے ایک ڈاکٹر ہے ۔ جبکہ دنیا کے متمدن ممالک میں ۳۰۰ سے ۵۰۰ تک افراد کے لئے ایک ڈاکٹر ہوتا ہے ۔ جس صوبہ میں ۱۰ ہزار انسانوں کے لئے ایک ڈاکٹر ہے ۔ اس صوبہ کے عوام یہ کہتے ہیں کہ یہاں میڈیکل سکول کھولے جائیں ۔ جہاں تھوڑی تربیت کے بعد پورا کورس نہ سہی تین سال کے کورس کے بعد کم از کم ایسے ڈاکٹر پیدا ہو جائیں جو دیہات میں اور دور افتادہ بستیوں میں جہاں پر لوگ طبی سہولتوں کے بغیر سسک سسک کر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے دیتے ہیں ۔ ان کو طبی سہولت حاصل ہو جائے اور آپ کہتے ہیں کہ یہ دنیا کے ڈاکٹری اصولوں کے خلاف ہے ۔ وزیر صحت نے بتایا کہ دنیا میں ڈاکٹروں کا ایک معیار قائم ہو گیا ہے اور وہ معیار یہ ہے کہ ڈاکٹر کو ایم بی بی ایس ہونا چاہئے ۔ میں پوچھتا ہوں کہ آپ نے دنیا کے ڈاکٹروں کا معیار تو دیکھا لیکن کیا آپ نے یہ بھی دیکھا کہ دنیا میں ڈاکٹروں کی پیداوار کی رفتار کیا ہے ؟ متمدن ممالک میں طبی سہولتوں کے دیئے جانے کا معیار کیا ہے ؟ کتنے لوگوں کے لئے ایک ڈاکٹر میسر ہوتا ہے ؟ کتنے لوگوں کی دیکھ بھال کے لئے ایک ڈاکٹر ہوتا ہے ؟ آپ کے ملک میں اس کے مقابلہ میں کیا معیار ہے ؟ آپ کا ملک اس معیار سے بہت پیچھے ہے ۔ ترقی یافتہ نہیں ترقی پذیر ہے ۔ ترقی کی راہوں پر چل رہا ہے لیکن ابھی منزل بہت دور ہے تو پھر اس بات کے ماننے میں کیا چیز مانع ہے کہ آپ یہاں میڈیکل سکول کھولیں تاکہ کم صلاحیت والے تین سال کی ڈگری حاصل کرکے

ملک کے دور دراز علاقوں میں جا کر افراد کو طبی سہولتوں سے آرام پہنچا سکیں ۔ جناب والا ۔ اگر ہم لوگ جو ملک کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے ہیں یہ بات کہتے ہیں تو اپنے مشاہدہ کی بناء پر کہتے ہیں ۔ اگر یہ سارے ارکان اس قرارداد کو پاس کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ صوبہ کی ایک ضرورت ہے ۔ معزز ارکان محسوس کرتے ہیں اور انہوں نے مشاہدہ اور تجربہ کی بناء پر ضرورت محسوس کی کہ طبی نظام میں یہ ترمیم کی جائے ۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کیسی عوام کی حکومت ہے ؟ یہ کیسی جمہور کی حکمرانی ہے کہ اس ایوان کے معزز ارکان متفقہ طور پر ایک قرارداد پاس کرتے ہیں اور ایک شخص کہیں بیٹھا ہوا کہہ دیتا ہے یا میڈیکل کونسل کا نمائندہ کہیں سے آپ کے کان میں یہ بات کہہ دیتا ہے کہ یہ اصول دنیا کے معیار سے کم تر ہے ۔ اس لئے ہم اسے اپنا نہیں سکتے ۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جس ملک میں عوامی نمائندہ کی وقعت اور اس کے وقار کا یہ مقام ہے وہ ملک ایک جمہوری ملک کہلانے کا مستحق نہیں ۔ چند دنوں کی بات ہے اس ایوان میں میں نے ایک تحریک استحقاق ایک وزیر کے خلاف پیش کی تھی ۔ میں نے اس میں بتایا تھا اور documents اور عدالتوں کے فیصلے کے ساتھ بتایا تھا کہ وزیر متعلقہ نے ایک سوال کا جواب دینے میں غلط بیانی سے کام لیا ہے ۔ جس وقت وہ تحریک پیش ہوئی تو وزیر متعلقہ کو اتنی اخلاق جرات نہ ہوئی کہ بیٹھ کر اس کی مخالفت کرتے اور کہتے کہ یہ غلط ہے ۔ یہ کسی فرد کا مسئلہ نہیں تھا یہ میری ذات کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ یہ پورے ایوان کے وقار کا مسئلہ تھا کہ ایک وزیر واقعات کے خلاف کہتا ہے اور غلط کہتا ہے ۔ عدالتی فیصلہ کے خلاف بات کہتا ہے اور جب اس کی غلط بیانی پر اس کو متوجہ کیا جاتا ہے.....

Minister for Finance: Should I take it that Mr. Farooqi is referring to the Cinema Affairs because he raised that point and there was a ruling by the Speaker.

مسٹر محمود اعظم فاروقی - نہیں وہ نہیں -

مسٹر سپیکر - یہ ایک اور تحریک ہے -

مسٹر محمود اعظم فاروقی - میں نے جو تحریک استحقاق پیش کی تھی وہ یہ تھی کہ ایک مسئلہ کے متعلق ایک سوال دریافت کیا گیا تھا اور وزیر مال نے اس کا غلط جواب دیا تھا - میں نے اس پر تحریک استحقاق پیش کی تھی - عدالت کا فیصلہ - اسٹیمپ پیپر پر مقدمہ کی نقل آپ کی خدمت میں پیش کی تھی اور جب اس پر گفتگو کا وقت آیا تو وزیر صاحب بجائے اس کے کہ اس کی تردید کرتے یا اس کی مخالفت کرتے اور اگر صحیح تھی تو اپنی غلطی کو مانتے - ایوان کے سامنے معافی مانگتے اور غلطی کا اعتراف کرتے - وہ ایوان میں نہ رہے وہ جانتے تھے کہ ایوان میں حزب اختلاف کے صرف پانچ آدمی موجود ہیں وہ تحریک کو press نہیں کر سکتے اور اس کو منظور نہیں کرا سکتے - اس لئے جواب دینے کی زحمت گوارا نہیں کی - جناب والا - میں نے یہاں پر ان مثالوں کو اس لئے پیش کیا ہے کہ آپ اندازہ کر سکیں کہ اس ملک کے نظام حکومت کی مشینری اور governmental set-up میں ایوان کے نمائندوں کے اختیارات کیا ہیں اور ان کا وقار کیا ہے - ان کی رائے میں کیا وزن ہے اور ان کی بات میں کتنی قوت ہے - آخر میں ایک بات عرض کروں گا - وہ یہ کہ ایوان کے اختیارات اس بجٹ کے سلسلہ میں کیا ہیں - میں ابھی اس پر گفتگو کرنے والا ہوں - اس بجٹ میں پورے صوبہ کی revenue receipts دو ارب اور چھ کروڑ ہے اور اس کے مقابلہ

میں ۲ ارب ۹ کروڑ کے ایسے اخراجات ہیں جن کو charged اخراجات کہا جاتا ہے ۔ اس میں ایک ارب ۵۱ کروڑ تو قرض کے سلسلے میں رکھا گیا ہے اور ۵۴ کروڑ سود کے سلسلے میں رکھا گیا ہے اور تین کروڑ دیگر مختلف اخراجات کے سلسلے میں ہے اور آپ نے کتنی رقم development پر اور کتنی رقم non-development پر خرچ کی ہے ۔ یہ نہیں معلوم لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس صوبے کی ۲ ارب ۹ کروڑ کی آمدنی ہے اور اس صوبے کے ترقیاتی اور غیر ترقیاتی اخراجات میں ۲ ارب ۹ کروڑ کے اخراجات ہیں جن کو charged expenditure کہتے ہیں ۔ اس حکومت کے قانون کے مطابق اور اس ملک کے موجودہ دستور کے مطابق اس ایوان کو اس میں کمی بیشی کرنے کا اختیار نہیں ہے ۔ جس صوبے کے نمائندگان کو صوبے کی پوری آمدنی سے اس کے اخراجات کے بارے میں کوئی بات کہنے کا اختیار نہ ہو ۔ ان میں کمی کرنے کا اختیار نہ ہو اس ملک کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ یہ جمہوری ملک ہے اور یہاں اختیارات ملک کے عوام کو حاصل ہیں تو میں یہ کہوں گا کہ یہ زنگی کا نام کافور رکھنا ہے ۔

جناب والا ۔ جہاں تک بجٹ کا تعلق ہے اگر میں یہ کہوں تو شاید غلط نہ عرض کروں گا کہ یہ بجٹ قرضوں کا بجٹ ہے اور حسب معمول یہ ویسا ہی بجٹ ہے جیسا بجٹ ہم دیکھتے رہے ہیں ۔ بالکل ایک routine قرضوں کا بجٹ ہے اور اس کا سارا انحصار قرضوں پر ہے ۔ آپ کا سارا اقتصادی اور معاشی نظام قرضوں کے گرد گھوم رہا ہے ۔ اس صوبے پر قرض کے سلسلے میں یا قرض کے سود کے سلسلے میں گذشتہ کئی موقعوں پر میں تفصیل سے عرض کر چکا ہوں کہ یہ قرض کس رفتار سے بڑھ رہا ہے اور اس سے ملک کے اقتصادی نظام پر برا اثر پڑتا

ہے اور جب میں نے اس سے پہلے سود کے سلسلے میں کہا تھا کہ یہ اسلام کے احکام کی آپ نافرمانی کر رہے ہیں تو وزیر خزانہ نے بڑے confidence کے ساتھ یہ فرمایا تھا کہ اگر آپ دنیا کی منڈی میں اور بین الاقوامی برادری میں اپنے ترقیاتی اخراجات کے لئے قرض لئے جانے پر مجبور ہیں ۔ (اور جس کی ضرورت کو حزب اختلاف کے ارکان بھی مانتے ہیں) تو دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جو آپ کو بلا سود قرضہ دے سکے ۔ اس لئے ہم قرض لیں گے ۔ باوجود اس کے کہ اسلام نے منع کیا ہے اور دستور میں بھی آپ کو discourage کرنے کی ضمانت موجود ہے ۔ لیکن اس کے باوجود معاشی اور اقتصادی نظام کے پیش نظر ہم سود دینے پر مجبور ہیں ۔ قطع نظر اس کے کہ اس میں صداقت ہے یا نہیں ۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ چلئے بیرونی قرضوں کا سود دینا آپ کے لئے ناگذیر ہے تو اندرون ملک آپ کے قرضوں کا جو نظام ہے آپ مختلف اداروں کو جو قرضہ دیتے ہیں مرکزی حکومت سے جو قرضے لیتے ہیں اور دوسرے مختار اور نیم مختار اداروں کو صوبائی حکومت جو قرضے دیتی ہے ان پر سود کا لین دین کیوں ہوتا ہے ؟ اس کے متعلق میں توقع کرتا ہوں کہ جناب وزیر خزانہ مجھے اس کا جواب دیں گے اور ایوان کی اطلاع کے لئے اس موضوع پر روشنی ڈالیں گے ۔

وزیر خزانہ (سید احمد سعید کرمانی) ۔ عید کے موقع پر آپ تو قوم کی کھال اتارتے ہیں ۔

مسٹر محمود اعظم فاروقی ۔ آپ تو پوری قوم کی کھال اتار رہے ہیں ۔ جناب والا ۔ موجودہ دستور میں سود کو ختم کرنے کی بھی ضمانت دی گئی ہے ۔

مسٹر حمزہ ۔ کھال تو بالکل ہی اتر چکی ہے اب تو قوم کی ہڈیاں رہ گئی ہیں ۔

مسٹر محمود اعظم فاروقی ۔ جناب والا ۔ دستور میں کہا گیا ہے کہ سود کے نظام کو ختم کیا جائے گا اور اسلام نے بھی اس کی ممانعت کی ہے اور وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ ہماری حکومت سعی کر رہی ہے کہ سودی نظام کو ختم کیا جائے ۔ تو میں پچھلے ۱۰ سال کے عرصہ کے متعلق جسے ترقی کا دور کہا جاتا ہے ۔ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس دوران میں آپ نے اندرون ملک سودی قرضوں کے نظام کو ختم کرنے کے لئے کیا سعی کی ہے ؟ مکانات کی تعمیر کے قرضے ۔ ملازمین کو موٹر کے قرضے اور چھوٹے چھوٹے ملازمین کو جو ۲ سو روپے کی سائیکل خریدنے کے لئے سود پر قرضے دیئے جاتے ہیں یا اسی طرح سے اور بہت سے سودی قرضے ہیں ۔ ان میں آپ نے سود کے نظام کو ختم کرنے کی کیا سعی کی ہے ؟ یہ دستور جس کا آپ نے حلف اٹھایا ہے اور آپ کے سربراہوں نے اس دستور کی پابندی کا حلف اٹھایا ہے ۔ اگر آپ اس حلف میں سچے ہیں اور اگر آپ نے دیانت داری سے حلف اٹھایا ہے اور آپ جس دین کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں ۔ اگر آپ اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ اس پر چلنا چاہئے اور اس پر چلنے سے افادیت ہے تو پچھلے ۱۰ سال میں آپ نے اندرون ملک سود کے نظام کو ختم کرنے کے لئے کیا جد و جہد کی ہے ؟ میں اس ایوان میں بلا خوف تردید اور بغیر کسی تذبذب کے یہ عرض کرنے کے لئے تیار ہوں ۔ کہ آپ نے اس کے متعلق انگلی بھی نہیں ہلائی ۔ بلکہ اس نظام کی جڑوں کو مضبوط کیا ہے اور اس نظام کو قوم کی رگوں میں پیوست کر دیا ہے ۔ اس کو ختم کرنے کے لئے اس کی جڑوں کو اکھاڑنے کے لئے اگر کوئی اور حکومت آئی تو اس کو ۱۰ گنا

جد و جہد کرنا پڑے گی ۔ جناب والا ۔ جہاں تک قرضوں کا مسئلہ ہے یہ بات بڑے زور و شور سے وزیر خزانہ نے بھی کہی ہے اور دوسرے سربراہوں نے بھی پبلک میں تقریروں کے درمیان کہی ہے کہ جب کسی سے قرضہ مانگا جاتا ہے تو قرضہ دینے والا پہلے یہ سوچتا ہے کہ جو قرضہ لیتا ہے آیا اس میں قرضہ ادا کرنے کی صلاحیت بھی ہے یا نہیں ۔ مطلب یہ ہوا کہ قرض لینے والے ملک میں re-payment یا قرض کی ادائیگی کی صلاحیت ہے یا نہیں ہے ۔ آپ نے ان قرضوں کا جو پاکستان کو ملتے رہے ہیں یہ جواز پیش کیا ہے اور اس کی دلیل میں World Bank اور امریکہ اور دوسرے ممالک کی آراء کو اس ایوان کے سامنے پیش کیا ہے کہ پاکستان کی اقتصادی اور معاشی ساکھ چونکہ بہت بلند ہو چکی ہے اور ہمارے بارے میں لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم قرض کو نہ صرف ادا کر سکتے ہیں بلکہ ہم قرض کو اچھی طرح خرچ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ۔ اس لئے یہی بنیاد ہے جس پر گذشتہ دس سال میں قرض کی اتنی بڑی رقم حاصل ہوئی ہے جو اس سے پہلے ۱۰ سالوں میں حاصل نہیں ہوئی تھی ۔ جناب والا ۔ بین الاقوامی قرضوں کی بنیاد یہ بالکل نہیں ہوتی کہ کسی ملک کی ساکھ کیا ہے اور وہ قرض لی ہوئی رقم کو اچھی طرح اپنے ملک میں خرچ کر سکتا ہے یا نہیں ۔ اگر یہ بنیاد ہوتی تو یہ بات وزیر خزانہ کو بھی معلوم ہے کہ پچھلے بیس سالوں میں امریکہ نے سب سے زیادہ قرضے جن ممالک کو دیئے ہیں ان میں ساؤتھ ویٹ نام ہے ۔ ساؤتھ کوریا ہے اور تھائی لینڈ ہے اور چیانگ کائی شیک کا فارموسا بھی ہے ۔

Minister of Finance (Mr. Ahmed Saeed Kirmani): On a point of order. What I mean to say is that the loans are taken by the Central Government and now he is, by implication, discussing the conduct of the Central Government. He should confine himself to those matters

which fall within the purview of the activities of the Provincial Government.

Mr. Speaker : So far as foreign loans are concerned I am in agreement with the Finance Minister that they are taken by the Central Government and not by the Provincial Government.

وزیر خزانہ ۔ جناب والا ۔ قرض کو سنٹرل گورنمنٹ negotiate کرتی ہے یہ قرضے ان کو ملتے ہیں ۔ یہ White Paper میں موجود ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔ فاروقی صاحب اگر آپ کو اس نہج پر بحث کرنے کی اجازت دی جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ سنٹرل گورنمنٹ سے اگر گرانٹ ملتی ہے تو اس وجہ سے سنٹرل گورنمنٹ کو یہاں discuss کیا جا سکتا ہے ۔

مسٹر محمود اعظم فاروقی ۔ جناب والا ۔ وزیر خزانہ نے فرمایا ہے اور وہ برابر کہتے رہے ہیں کہ ترقیاتی پروگراموں کے لئے ہم نے قرضے لئے اور وہ ہم کو اس لئے ملتے ہیں کہ ملک کی ساکھ بنی ہوئی ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔ جو قرضے صوبائی حکومت براہ راست باہر سے حاصل کرتی ہے یا جو قرضے سنٹرل گورنمنٹ سے صوبائی حکومت حاصل کرتی ہے وہ آپ discuss کر سکتے ہیں ۔

وزیر خزانہ ۔ جناب والا ۔ انہوں نے قرض کا مسئلہ چھیڑ دیا تو مجھے جواب دینا پڑا ۔ اگر یہ قرضوں کا ذکر نہ کرتے تو میں نہ بولتا ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ جناب والا White Paper کا چوتھائی حصہ یہ تفصیلات دینے کے لئے صرف کیا گیا ہے کہ کونسا قرضہ کس کس

ملک سے لیا گیا ہے ۔ اگرچہ وہ مرکزی حکومت کی معرفت لیا گیا ہو قرضوں کی فہرست دی گئی ہے اور تمام ملکوں کے نام دئیے گئے ہیں ۔

وزیر خزانہ ۔ جناب والا ۔ یہ ہمارا case نہیں ہے یہ کہا گیا ہے کہ جو قرضے حاصل کئے جاتے ہیں ان کا مصرف یہاں مناسب نہیں ہو رہا اس صوبہ میں مگر

That is understandable. To that extent they can condemn and talk and discuss.

اب وہ کس سے لئے جاتے ہیں اور ان پر کیا اثر ہوتا ہے اس چیز کو دیکھنا سنٹرل گورنمنٹ کا کام ہے ۔

That activity is entirely of the Central Government.

Mr. Speaker : Why is it in the White Paper ?

وزیر خزانہ ۔ White Paper میں اس بات کا ذکر ہے کہ ہمارے ذرائع کیا ہیں ۔

Mr. Speaker : In that case he is discussing the sources.

Minister of Finance : Source is the Central Government for foreign loans ; they negotiate.

مسٹر سپیکر ۔ آپ ذرائع کو زیر بحث لا رہے ہیں ۔

وزیر خزانہ ۔ اب اگر آپ یہ کہہ دیں کہ ہم سنٹرل گورنمنٹ کو discuss کر لیں تو پھر پراونشل اسمبلی نیشنل اسمبلی کے حقوق پر چھاپہ مارے گی ۔ جو میں سمجھتا ہوں کہ نامناسب ہو گا ۔ سوال یہ ہے کہ لائین کہاں کھینچی جائے ۔ ظاہر ہے کہ ہمیں اپنے آپ کو محدود رکھنا ہو گا صوبائی حکومت تک ۔ ان باتوں کو ہم زیر بحث نہیں لا سکتے جن کا تعلق مرکزی حکومت سے ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔ خواجہ صاحب کا پوائنٹ یہ تھا کہ آپ نے White Paper میں تمام ذرائع کا ذکر کیا ہے تو ان ذرائع کے دینے کی وجہ جواز کیا ہے ؟

وزیر خزانہ ۔ اگر یہی نظریہ ہے تو کیا ہم یہ بھی نہ بتائیں کہ قرضے ہم کن سے حاصل کرتے ہیں ؟ ہمارے اپنے کاغذات میں سنٹرل گورنمنٹ کا نام ہے ۔ تو جناب والا ۔ یہ تو ہاؤس کو بتانا پڑے گا کہ ہمارے ذرائع آمدنی کیا ہیں ؟

Mr. Speaker : That is through the Central Government and not the foreign countries directly.

وزیر خزانہ ۔ اس لئے اگر یہ کہیں کہ ان ذرائع سے جو روپیہ آ رہا ہے اس کا صحیح استعمال نہیں ہوا تو اس بناء پر تو یہ معاملہ زیر بحث آ سکتا ہے لیکن اس معاملہ کو زیر بحث لانا کہ فلاں فلاں ملک سے قرضہ لیا ہے یا لینا ہے تو اس کے لئے سنٹرل گورنمنٹ گفت و شنید کرتی ہے اور قرضہ جات حاصل کرنے کے بعد دونوں صوبوں کو ان کی ضروریات کے مطابق دیتی ہے ۔ اس لئے میں ادب سے عرض کروں گا کہ ہمیں ایسی کوئی بات یہاں نہیں کرنی چاہئے جس سے باہر کی دنیا کو تاثر ہو کہ ہم ایسی بات زیر بحث لا رہے ہیں جو ہمیں نہیں لانی چاہئے ۔ ہم نے دوسرے ممالک سے قرضے لئے ہیں ۔ صوبائی حکومت ان قرضوں کو بہت اچھے طریقے سے استعمال کرتی ہے اسی لئے مرکزی حکومت غیر ممالک سے قرضے لینے میں کامیاب ہوئی ہے ۔ لیکن ہم ان تمام قرضوں کو زیر بحث نہیں لا سکتے ۔ میں نے ان کی دلیل کو کھوکھلا ثابت کرنے کے لئے یہ بات آپ کے سامنے پیش کی ہے ۔

مسٹر محمود اعظم فاروقی - جناب والا - White Paper کے صفحہ ۱۵۱ پر یہ فرماتے ہیں :-

"The three main sources from which the Province obtains loan are—

(a) Central Government.

(b) Open market.

(c) Foreign lending agencies (Foreign loans are generally routed through the Central Government.)"

پھر صفحہ ۱۷ پر (ڈی) میں وہ یہ فرماتے ہیں - - -

مسٹر سپیکر - کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ پراونشنل گورنمنٹ براہ راست بیرونی ممالک سے بھی لیتی ہے ؟

مسٹر محمود اعظم فاروقی - صفحہ ۱۷ پر جائیں۔ اس میں ہے—

"Foreign Exchange Loans to the Government of West Pakistan."

اور اس میں تمام قرضہ جات کی فہرست دی ہوئی ہے :-

"Foreign Exchange Loans to the Government of West Pakistan—

1. IBRD-60-Pak for Railway.
2. IBRD-180-Pak for Railway.
3. IBRD-241-Pak for Railway.
4. IBRD-320-Pak for Railway.
5. IDA-57-Pak for Railway.
6. IDA-22-Pak for W.P.-WAPDA-SCARP (Khairpur)."

جناب والا - یہ بہت لمبی فہرست ہے - واپڈا - اے - ڈی - سی اور ڈبلیو - پی - آئی - ڈی - سی سے متعلق ہے - ذرائع کے نام بھی اس میں دیئے ہوئے ہیں -

مسٹر سپیکر کیا اس میں لکھا ہوا ہے کہ تمام قرضہ جات براہ راست لئے گئے ہیں ؟

Mr. Mahmood Azam Farooqi : "Foreign Exchange Loans to the Government of West Pakistan."

مسٹر سپیکر - اس کے متعلق کرمانی صاحب وضاحت فرمائیں گے -

Minister of Finance : Sir, I have already submitted that all these loans are routed through the Central Government, where foreign exchange is involved. The Provincial Government, of its own can't do anything. It has to be routed through the Central Government. This document is not a budget document within the meaning of the document mentioned in the Articles of the Constitution. It is just a helpful type of document.

Mr. Speaker : But it is from the Finance Department of the Government of West Pakistan.

Minister of Finance : So far as the Constitution is concerned, this does not contemplate issuing of such a dcoument. We have been issuing it in order to enable the Members to appreciate fully the proposals contained in the Budget. I will again submit that all these foreign loans are routed through the Central Government wherefrom we have to drawthe loan. That is the point which I have been placing before you. If you allow the Members to go on discussing the ac ivities of the Central Government.....

Khawaja Muhammad Safdar : We are not discussing the activities of the Central Government.

Minister of Finance : You are. You have taken us to Thailand, to Korea, flying over South Vietnam, and I don't know where you will take us.

Mr. Speaker : I think as soon as the Member uttered these names, the Minister raised a point of order, and the former has not discussed it So far the activities of the Central Government have not been discussed in this House.

فاروق صاحب آپ اپنے دلائل کو اسی حد تک رکھئے - اسی پر اکتفا کیجئے کہ جہاں تک بیرونی قرضہ جات کا تعلق ہے وہ سنٹرل گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے اور نیشنل اسمبلی میں ان قرضہ جات پر بحث ہوتی ہے اور جو قرضہ جات سنٹرل گورنمنٹ سے صوبائی حکومت کو ملتے ہیں یا جہاں تک ان کے اپنے دینے کا تعلق ہے - ان کو آپ زیر بحث لا سکتے ہیں یعنی آپ بیرونی قرضہ جات کو اسی محدود طریقے سے زیر بحث لا سکتے ہیں -

مسٹر محمود اعظم فاروقی - قرضہ جات کی ادائیگی کا بھی سوال ہے -

مسٹر سپیکر - سنٹرل گورنمنٹ سے جو بھی قرضے حاصل کئے جائیں - - -

خواجہ محمد صفدر - ہم براہ راست سنٹرل گورنمنٹ سے گفت و شنید کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے -

Mr. Speaker : But the Finance Minister categorically denies this.

خواجہ محمد صفدر - میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایسے ادارے یعنی جو خود مختار ہیں - مثال کے طور پر واپڈا - ڈبلیو-پی-آئی-ڈی-سی اور اے-ڈی-سی یہ براہ راست بیرونی قرضہ جات حاصل کرنے کے لئے negotiate کرتے ہیں -

Mr. Speaker : If that is the case then that would be relevant. Actually I don't know the position.

Minister of Finance : That is a statutory body. You know even recently the Lahore Corporation negotiated. We are for the time being concerned with the Provincial Government as such. Provincial Government is distinct from these autonomous bodies.

Now, Sir, I have to say that if, in their wisdom, there is any foreign loan, which the Provincial Government has directly negotiated over and above the Central Government, they are within their rights to discuss that loan. But if there is no such foreign loan, which the Provincial Government received from some foreign country without the intervention and assistance of the Central Government, that loan, I am afraid, cannot be discussed in the way in which they intend to discuss.

Mr. Speaker : And the Provincial Government has not directly negotiated or got any foreign loan directly.

Minister of Finance : Sir, in the case of loans where foreign exchange is involved, foreign exchange is a matter which falls exclusively within the jurisdiction of the Central Government. Therefore, Sir, all these loans are routed through the Central Government, so far as the Provincial Government is concerned. Regarding the other authorities, I am again inclined to say that even there, the loans, though negotiated sometimes directly, have to be routed ultimately through the Central Government, because foreign exchange component is involved.

Khawaja Muhammad Safdar : Sir, it is a very important matter.

میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو بڑی سوچ بچار کرنے کے بعد اپنا فیصلہ دینا چاہیئے ۔ میں ان کی توجہ متعلقہ الفاظ کی طرف دلاتا ہوں ۔

I have just borrowed this White Paper. I am sorry I haven't brought my papers with me.

جناب والا ۔ آپ یہ دیکھیں ۔ یہاں صفحہ ۱۵/۱۶ پر ان ذرائع کا ذکر ہے ۔ جو کچھ جناب وزیر خزانہ نے ارشاد فرمایا ہے کم از کم میں اس کا مطلب یہ سمجھا ہوں کہ صوبائی حکومت صوبائی ضرورتوں کے لئے اپنے تمام تر قرضہ جات مرکزی حکومت سے حاصل کرتی ہے یا مرکزی حکومت کے ذریعے حاصل کرتی ہے ۔ ''تمام تر'' کا لفظ میں استعمال کر

رہا ہوں ۔ میں "exclusively" کا لفظ یہاں استعمال کر رہا ہوں لیکن ان کے اپنے الفاظ یہاں یہ درج ہیں :۔

> "Foreign loans are generally routed through the Central Government."

Please note the word 'generally'.

Mr. Speaker : Which page ?

Khawaja Muhammad Safdar : At page 15 Sir, in the middle of 'Sources' part (c).

لیکن generally سے مراد exclusively نہیں ہوتا ۔ ڈکشنری میں میں نے نہیں دیکھا کہ generally سے مراد exclusively ہو ۔

Mr. Speaker : I have not been able to locate it.

Khawaja Muhammad Safdar : Page 15 of the White Paper, item No. 3 (c).

Mr. Speaker :

> "The three main sources from which the Province obtains loans are—
>
> (a) Central Government.
>
> (b) Open market.
>
> (c) Foreign lending agencies (Foreign loans are generally....."

Khawaja Muhammad Safdar : "...are generally..." these are the words which have been used.

'generally' یعنی 'بالعموم' سے یہ مراد ہے کہ ۱۰۰ میں سے ۸۰ روپے کے قرضے مرکزی حکومت کے ذریعے حاصل کئے جائیں گے اور ۲۰ یا ۱۰ یا ۱۵ یا ۵ روپے کے قرضے یہ براہ راست حاصل کریں گے ۔ آئین میں پروویژن یہ ہے ۔ میں فوری طور پر حوالہ نہیں دے سکتا کیونکہ میرے پاس کتاب نہیں ہے ۔ اگر ہوتی تو پیش کر دیتا ۔ بیرونی قرضہ جات لینے کا طریقہ یہ تھا کہ مرکزی حکومت کے ذریعہ سے یا

مرکزی حکومت کی اجازت سے یہ خود contact کریں ۔ ہر روز اخباروں میں تصویریں چھپتی ہیں کہ واپڈا کے چیئرمین یا اے ۔ ڈی ۔ سی یا ڈبلیو ۔ پی ۔ آئی ۔ ڈی ۔ سی کے نمائندے فلاں جگہ گئے اور انہوں نے قرضے کے لئے agreement کیا اور یہ تمام خود مختار ادارے مغربی پاکستان سے متعلق ہیں ۔ قرضے حاصل کرنے کے لئے مرکز سے اجازت لینی اور بات ہے لیکن یہ کہنا کہ صرف مرکزی حکومت کے ذریعہ قرضے لئے جاتے ہیں یہ اور بات ہے ۔

I very respectfully beg to differ with the Finance Minister.

اس میں 'generally' لکھا ہوا ہے ۔ اس سے exclusively مراد نہیں ہو سکتی ۔

مسٹر سپیکر ۔ کرمانی صاحب ۔ خواجہ صاحب generally پر جو زور دے رہے ہیں اس کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے ؟

Minister for Finance : Whatever meaning my learned friend wants to attach to this word, the factual position remains the same, that is, that the foreign loans which the Provincial Government avails on its developmental activities are always and invariably routed through the Central Government. Probably, he is trying to give the meaning as "ordinarily". We understand by that word that all such loans are routed through the Central Government and are not contracted by the Provincial Government directly. That is not possible.

Mr. Speaker : There are so many things which are routed through the Central Government but they can be discussed on the floor of this House.

Minister for Finance : Then it will be difficult for you to draw a line where they have to stop. It will be difficult because if this view is to be confirmed, then ultimately the danger would be that this House would, in that case, be discussing all those matters which ordinarily are to be discussed on the floor of the National Assembly. The outside reader will get the impression that there is identity of proceedings

between the two Houses but as you are well aware. this House has a different role to play.

Mr. Speaker : Rest assured we will not transgress our limits. We know that our limits are under the Constitution and the Rules of Procedure. I want to know whether there is anything included in the Budget of West Pakistan for the year 1968-69 in which any foreign loan has been mentioned and what are the sources of that loan ?

Minister for Finance : I am sorry I could not follow.

Mr. Speaker : Are any foreign loans included in the budget for the next year ?

Minister for Finance : Yes, Sir.

Mr. Speaker : So, they are included in that. Those would be routed, or those are routed, through the Central Government of course and not by private negotiations or from the direct negotiations of the Provincial Government but what kind of loans are these ? Are they only routed through the Central Government or Central Government negotiates for those loans and incurs the liability and then passess them on to the Provincial Government ?

Minister for Finance : It is the Central Government which negotiates those loans and they receive those loans.

Mr. Speaker : The entire liability is that of the Central Government ?

Minister for Finance : Yes, Sir. But later on they distribute these loans between the two Provinces in accordance with the developmental requirements of each Province. It is primarily and basically the Central Government.....

Mr. Speaker : And no loans stand in the name of the West Pakistan Government so far as the foreign countries are concerned.

Minister for Finance : Yes. Sir. They stand in the name of the Central Government and, of course, they are passed on..... .....

Mr. Speaker : Yes, that is not the headache of the foreign countries. The Central Government can keep those loans with themselves or distribute them between the Provinces.

Minister for Finance : If at all the foreign country has to recover the amount, and the interest thereon, it is the Central Government alone which is liable to them and not the Provincial Government as such.

Mr. Speaker : And there is no such loan included in our budget ?

Minister for Finance : Yes, Sir.

خواجہ محمد صفدر - میں آپ کو یقین دلاتا ہوں - آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلے اجلاس میں ہم نے لاہور امپروومنٹ ٹرسٹ کے متعلق ایک آرڈیننس پاس کیا تھا جس میں کئی لاکھ ڈالر کا foreign loan لاہور امپروومنٹ ٹرسٹ نے بات چیت کر کے حاصل کیا تھا اور اس ایوان میں ہمیں وہ معاہدہ پڑھ کر سنایا گیا تھا - یہاں تک کہ اس میں ایک شرط یہ تھی کہ جب تک یہ اس حد تک water rate مقرر نہیں کرینگے انہیں loan نہیں ملے گا - اس معاہدہ میں rate تک شامل تھے - consultants کی فیس شامل تھی اور ان کے نام دئیے ہوئے تھے - جب لاہور امپروومنٹ ٹرسٹ اور foreign agency کے درمیان (وہ کون سی ایجنسی تھی یہ مجھے اس وقت یاد نہیں) اس قسم کا معاہدہ ہو سکتا ہے تو پھر باقی کیا رہ جاتا ہے ؟ اور ہم سب جانتے ہیں کہ لاہور امپروومنٹ ٹرسٹ صوبائی حکومت کا ماتحت ادارہ ہے - اور اس معاہدہ پر لاہور امپروومنٹ ٹرسٹ کے اس وقت کے چیئرمین عنایت اللہ صاحب نے دستخط فرمائے تھے -

Minister for Finance : I think there is another point which may further resolve this difficulty. At page 17 of this book, in the beginning, it is mentioned—

> "Foreign exchange loans to the Government of West Pakistan."

In the end it says—

> "These loans do not include the following loans contracted direct by the Autonomous Bodies on the guarantee of the Central Government and which are to be serviced direct by them."

So, even these loans which we get from the Central Government have to be serviced by the Central Government.

خواجہ محمد صفدر - یہ بات تو میرے حق میں جاتی ہے -

Mr. Speaker : I think this argument goes against the Minister. In view of these observations I hold that Mr. Mahmood Azam Farooqi can discuss the foreign loans so far as the granting of these foreign loans to these bodies are concerned.

Minister for Finance : I am not going to object to the legality or the correctness of the ruling but there is one submission for your consideration. After all, it is our responsibility to see that we conduct the business of the House in accordance with the rules of procedure.

Mr. Speaker : Yes.

Minister for Finance : The words are these—

> "These loans do not include the following loans contracted by the Autonomous Bodies on the guarantee of the Central Government and which are to be serviced direct by them."

So, there are two types of loans. Firstly, those which are received by the Central Government directly and which they later on transfer to the respective Provinces and, secondly, other foreign loans which are contracted directly by the Autonomous Bodies.

Mr. Speaker : And they do not form part of the budget of the Province?

Minister for Finance : No, Sir.

Mr. Speaker : Not even included in it.

Minister for Finance : This is what I say. The loans which the Autonomous Bodies get do not go into the provincial fund and they do not constitute the provincial budget. Therefore, I respectfully submit

that this argument which I wanted to advance in support of my contention does not even remotely support the point of view of Khawaja Muhammad Safdar.

Mr. Speaker : But if we can discuss the activities of WAPDA, the activities of WPIDC, the activities of the ADC.....

Minister for Finance : Sir, that is a different matter. For the time being we are confronted with the limited question whether the foreign loans at the moment received by the Provincial Government, are initiated by the Central Government or directly by the Provincial Government.

Mr. Speaker : But at the time of general discussion on the General Budget, you can discuss everything concerning the Provincial Government.

Minister for Finance : Sir, with regard to this limited question, the reply was simple and that was that all foreign loans at the moment being utilised by the Provincial Government, are initiated by the Central Government and after negotiation, the Central Government transfer them to the respective Provincial Governments. So Sir, there is no such loans with the Provincial Government which the Provincial Government receive directly from the loan-giving agencies or countries.

Mr. Speaker : But these foreign exchange loans given to the Government of West Pakistan, mean that they have been taken directly by the Government of West Pakistan of course, through the guarantee of the Central Government.

Minister for Finance : Sir, these loans referred to at page 17—I am sorry Sir, I am drawing your attention again towards them—are from serial No. 1 to 22.....

Khawaja Muhammad Safdar: Not that, from 1 to 47.

Minister for Finance : Yes Sir; agreed. So Sir, these loans do not include the loans contracted directly by the autonomous bodies on the guarantee of Central Government and which are to be serviced direct by them. So the loans which are given to the Government of West Pakistan were not directly contracted by the West Pakistan Government but initiated and contracted by the Central Government.

Mr. Speaker : Those are the foreign loans given to the Government of West Pakistan of course, and routed through the Central Government.

Minister for Law (Mr. Allah Bachayo Ghulam Ali Akhund) : Sir, I will make a submission. Sir, all that is to be discussed is the loans raised by the Provincial Government. If any loans are raised by Government, they can be objected to.

Mr. Speaker : But these loans which appear in part 'D', at page 17, are foreign exchange loans to the Government of West Pakistan.

Khawaja Muhammad Safdar : Sir, at page 16 also, there is part 'C'; these 'C' & 'D' parts should be distinguished.

Minister for Law : May be, but the question is that there are different types of loans. The Central Government initiates negotiations for loans and then distributes them between the two Provinces. Now these loans do not become loans directly raised by the Provincial Government and as such there can be no discussion on those loans on the floor of the House because these are the loans which are contracted by the Central Government even though the money has been given into the custody of the Provincial Government. The question is whether the loans have been raised by the Provincial Government or not. If the answer is 'Yes', then, of course, the Members of this august House are entitled to bring them under discussion, criticise them and talk about them. If, on the other hand, the reply is 'No', irrespective of the fact that the loans although not raised by the Provincial Government, find place in the preliminary Estimates of Revenue, they cannot be discussed on the floor of this House. Similarly, if an autonomous body gets any loan on the assurance of the Central Government, that too, does not become a loan raised by the Provincial Government. The crux of the whole thing is this that the loan raised by the.....

Mr. Speaker : Then there should have been no distinction between 'B—Rupees Loan from Foreign Agencies received through the Central Government' and 'D—Foreign Exchange Loans to the Government of West Pakistan'. Why different heads ?

Minister for Finance : Sir, there are different categories because 'C' deals with Rupees Loan.

Mr. Speaker : And what about 'A' ? It is 'Loans from the Central Government' whereas 'C' is 'Rupee Loan from Foreign Agencies received through the Central Government.'

Minister for Finance : Sir, as I have submitted earlier, all these loans which we utilise whether foreign loan, rupee loans or foreign exchange loans, are initiated and contracted by the Central Government.

Minister for Law : And therefore, Sir, they do not become loans raised by the Provincial Government and are thus not subjected to discussion. They are not raised by the Provincial Government.

Mr. Mahmood Azam Farooqi : They are received by the Provincial Government.

Minister for Law : May be.

Mr Speaker : So far as the foreign loaning is concerned, the sources of the foreign loaning have been mentioned at page 15. There are three main sources from which the Province obtains loan ; they are –

(*a*) Central Government,

(*b*) Open Market and

(*c*) Foreign lending agencies.

From the heading, 'Loans from the Central Government', under (a) above, it is clear that these are the loans which are raised by the Provincial Government through the Central Government. In category B – Market Loans (as per details given in para 6), are the loans raised by the Provincial Government from within the country, and 'C' is Rupees Loan from Foreign Agencies received through the Central Government. I cannot distinguish between 'A' & 'C'. If the contention of the Minister for Finance is accepted then what is the difference between the two ? Had this been the intention that every loan raised by the Provincial Government is only routed through the Central Government, then there should have been one heading, i.e ; 'Loans from the Central Government'. Moreover, in part 'D', it has been mentioned "Foreign Exchange Loans to the Government of West Pakistan" ; that means that certain foreign exchange loans are granted to the West Pakistan Government, of course, they might be routed through the Central Government and in the remarks it has been mentioned

that these loans, the list of which has been given at page 17, do not include the loans contracted direct by the Autonomous Bodies on the guarantee of the Central Government and which are to be serviced direct by them. This means that the Autonomous Bodies operating in the Province, have direct foreign loans, and, of course, the guarntee is given by the Central Government. All these arguments lead to the conclusion that the Provincial Government does incur foreign loans, of course, through the Central Government if not directly. In that case, the loans stand in the name of the Government of West Pakistan. So the loans which stand in the name of the Government of West Pakistan or have been shown as such in the Budget, can be discussed on the floor of this House. Of course, the loans which have been received by the Central Government, they cannot be discussed on the floor of this House.

Minister of Finance : I would submit that it would be very difficult now not to discuss all these matters in connection with foreign loans which are to be discussed in the National Assembly.

Mr. Speaker : Let us see

مسٹر محمود اعظم فاروقی - آپ نے سپیکر کی کرسی کا وقار بلند کر دیا ہے -

Mr. Speaker : So far as the argument of the Finance Minister is concerned I do not agree with that argument. We know our limits and we would not be transgressing our limits. The Members should appreciate the difference which I have made in my ruling that foreign loans so far as the Central Government is concerned should not be discussed on the floor of this House. Only those loans should be discussed which have been included in the Budget and have been received by the Provincial Government, may be through the Central Government.

خواجہ محمد صفدر - ہم انشاءاللہ اس کا ضرور خیال رکھیں گے -

مسٹر محمود اعظم فاروقی - جناب والا - چونکہ اس موضوع پر کافی گفتگو ہو چکی ہے اس لئے میں اس پر صرف ایک

جملہ عرض کر کے آگے بڑھ جاؤنگا ۔ وہ یہ کہ وزیر خزانہ کا یہ بیان واقعات کے خلاف ہے کہ بیرونی ممالک سے زرمبادلہ کا قرض ہم حاصل کرتے ہیں وہ ہمیں اس لئے ملتا ہے اور ہم اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ ہم میں اس قرض کو ادا کرنے کی صلاحیت موجود ہے یا یہ کہ بین‌الاقوامی دنیا میں ہماری اتنی معاشی ساکھ بنی ہوئی ہے یا یہ کہ اس قرض کو خرچ کرنے کی ہم صلاحیت رکھتے ہیں ۔ ان کی ان باتوں کے جواب میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بین‌الاقوامی دنیا میں قرض دینے کی بنیاد یہ نہیں ہے جو کہ انہوں نے ہمیں بتائی ہے بلکہ جو ملک بھی کسی دوسرے ملک کو یا کسی دوسرے ملک کے کسی حصے کو کوئی قرض دیتا ہے تو اس قرض دینے میں قرض دینے والے ملک کا اپنا ذاتی مفاد اپنی خارجہ پالیسی اپنی اقتصادی پالیسی مضمر ہوتی ہے اور اس کے پیش نظر اپنے ملک کی اقتصادی بہبود ہوتی ہے اور وہ قرض دے کر دوسرے ملک کو صرف اپنا آلہ کار بناتا ہے ۔ میں اس سلسلے میں یہ مثال عرض کروں گا کہ تقسیم ملک سے پہلے ہندو اور مسلمان جب ایک ساتھ رہتے تھے تو ہندو بنیا مسلمان رئیس زادوں کو کافی رقوم قرض کے طور پر دیا کرتا تھا ۔ لیکن قرض دیتے وقت اس کے پیش نظر یہ نہیں ہوتا تھا کہ آیا وہ رئیس زادہ اس قرض کو واپس کر سکتا ہے یا نہیں بلکہ اس کے پیش نظر یہ ہوتا تھا کہ اس رئیس زادے کی جائیداد کتنی ہے کہ جو اس نے اپنے قرض کے بدلے میں حاصل کرنی ہے ۔ بنیا ان رئیس زادوں کو یہ کہہ کر

قرض دیا کرتا تھا کہ آپ کی بہت بڑی حکومت ہے اور بہت بڑی زمینداری ہے اور صاحب آپ کے خرچ کے کیا کہنے ہیں اور یہ کہ آپ تو بڑے لائق ہیں ۔ وہ ان کے morale کو boost کرتا تھا اور اس کے بعد ان کو اتنا زیادہ قرض دیتا تھا کہ جسے وہ رئیس زادے ادا ہی نہ کر سکیں اور نہ ہی بنئیے کی یہ نیت ہوتی تھی کہ وہ اس قرض کو ادا کریں ۔ بلکہ ان کی نیت یہ ہوتی تھی کہ اتنا قرض دیا جائے کہ اس رئیس زادے کی ریاست میں اس کا اثر و نفوذ مستقل طور پر قائم رہے اور اسے اس کے معاشی اثر و وسائل پر مستقلاً قابو حاصل ہو جائے ۔ تو ہندو بنئیے کا قرض دینے کا یہ اصول تھا اور یہی اصول آج بین الاقوامی دنیا میں بھی کار فرما ہے ۔ اور اگر یہ بات نہ ہو تو دنیا میں کتنے ہی ممالک ایسے ہیں کہ جن کی معاشی ساکھ ہم سے سینکڑوں درجے نیچی ہے اور وہ ممالک جنکی صلاحیت ہم سے کئی گنا فروتر ہے ۔ مثلاً ویتنام ۔ کوریا ۔ تھائی لینڈ اور اسی طرح کے دوسرے ممالک دنیا میں موجود ہیں کہ جن کو بین الاقوامی دنیا سے ایک پائی بھی قرض کے طور پر حاصل نہ ہوتی ۔ لیکن آپ کو معلوم ہے کہ وہ پاکستان کے مقابلہ میں بہت زیادہ قرض حاصل کر رہے ہیں ۔ اس لئے اگر یہ ایسا ہی ہے تو یہ میری اس بات کی تائید میں ایک پر زور دلیل ہے اور میرے پاس اس قسم کے بہت سے دلائل موجود ہیں اور بہت سی quotations بھی میں ساتھ لایا ہوں لیکن میں اس بات کو یہیں پر ختم کر کے آگے بڑھتا ہوں ۔

جناب والا ۔ میں یہ عرض کروں گا کہ آج ہمارے وزیر خزانہ اور ہماری موجودہ حکومت اس مغربی پاکستان میں اپنی ترقیات کا decade منا رہی ہے ۔ لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ دراصل یہ ان کی دس سالہ ترقی کا decade نہیں ہے بلکہ یہ ان کے دس سالہ ترقی کے کاموں کا decay ہے ۔ یہ مغربی پاکستان کا دور انحطاط ہے جو کہ آپ منا رہے ہیں ۔

وزیر بلدیات ۔ یہ آپ کا حسن ظن ہے ۔

مسٹر محمود اعظم فاروقی ۔ یہ آپ کا دور انحطاط ہے کہ جس سے ہم دو چار ہیں ۔ آپ نے اپنے کاغذات میں اپنے پچھلے دس سال کے کارنامے گنوائے ہیں ۔ میں آپ کو دکھانا چاہتا ہوں کہ آپ نے ان دس سالوں میں کیا کیا ہے ۔ آپ سب سے پہلے قرض ہی کو لیجئے ۔ ۱۹۶۰ء میں پورے مغربی پاکستان پر ایک سو تیس کروڑ روپے کا قرض تھا ۔ یعنی ۱۹۶۰ء میں یا مارشل لاء کے آنے کے دو سال بعد تمام مغربی پاکستان کا صوبہ ایک سو تیس کروڑ روپے کا مقروض تھا اور جون ۱۹۶۹ء میں یہ صوبہ آٹھ سو چار کروڑ روپے کا مقروض ہوگا ۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ ۔ ۔ ۔ ۔

مسٹر سپیکر ۔ فاروقی صاحب ۔ آپ یہ discuss نہیں کر سکتے ۔

مسٹر محمود اعظم فاروقی ۔ جناب والا ۔ یہ پورے صوبے کا قرضہ ہے ۔

وزیر خزانہ ۔ اب تو یہ راستہ کھل گیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔

مسٹر سپیکر - کرمانی صاحب آپ فکر نہ کریں - مجھے معلوم ہے کہ میں نے کیا رولنگ دی ہے - فاروقی صاحب آپ سارے ملک کے قرضے کو زیر بحث نہیں لا سکتے -

مسٹر محمود اعظم فاروقی - جناب والا - یہ سارے ملک کا قرضہ نہیں ہے بلکہ صرف اس صوبے کا قرضہ ہے -

وزیر خزانہ - اگر آپ مرکزی حکومت کے قرضوں کو بھی زیر بحث لانا چاہیں تو اب آپ بصد شوق انکو زیر بحث لائیں -

مسٹر محمود اعظم فاروقی - جناب والا - میں اپنی حدود سے اچھی طرح واقف ہوں - آپ ملاحظہ فرمائیں یہ صفحہ ۱۵ پر دیا گیا ہے - آپ کی صوبائی حکومت پر ۱۹۶۱ء میں ۱۳۹۴۹ کروڑ قرضہ تھا اور ۳۰ جون ۱۹۶۹ء میں یہ قرضہ ۸۰۳۴۷۸ کروڑ روپے ہو جائے گا -

خواجہ محمد صفدر - در اصل یہ رقم اتنی ہے کہ صوبے کو معلوم ہی نہیں ہوتی -

مسٹر سپیکر - یہ کس تاریخ کو آٹھ سو تین کروڑ ہو جائیگی -

مسٹر محمود اعظم فاروقی - یہ ۳۰ جون ۱۹۶۹ء کو ہوگی -

مسٹر سپیکر - میرا خیال ہے کہ یہ صوبائی حکومت کا قرضہ نہیں ہوگا -

مسٹر حمزہ - جناب سپیکر یہ رقم اسقدر زیادہ ہے کہ جس سے آپ کو غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے - بیرونی ممالک سے جو قرضے وصول ہوئے ہیں اور مرکزی حکومت سے جو قرضے انہوں نے لئے ہیں - در اصل یہ ان کا مجموعہ ہے -

Khawaja Muhammad Safdar : Provincial Public Debt.

مسٹر محمود اعظم فاروقی ۔ جناب والا ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ان دس سالوں میں اگر حکومت کا کوئی کارنامہ ہے تو یہی ہے اس ملک کی قرض کی ذمہ داری میں اس صوبے کا دیوالہ نکالنے اور اس صوبے کی اقتصادیات اور معاشیات کو قرض کے بھاری بوجھ کے زیر بار کرنے میں یہ آپ کی contribution اور آپ کا کارنامہ ہے کہ آپ نے اس صوبے کے قرض میں پہلے آٹھ سال کے عرصہ میں ۵۲۰ فیصد اضافہ کیا ہے ۔ آپ ذرا غور فرمائیں کہ قرض میں اس ۵۲۰ فیصد اضافہ کے ساتھ ملک کے دوسرے شعبوں میں ملک کی دوسری ضروریات زندگی میں اور دوسرے اقتصادی ۔ معاشرتی اور معاشی اخراجات میں آپ کا اضافہ کس تناسب سے ہے ۔

مسٹر عبدالقیوم ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ۔ فرض کیجئے کہ صوبے نے جرمنی سے امپروومنٹ ٹرسٹ کے لئے قرضہ لیا ۔ اب اگر صوبائی حکومت اس کو ادا نہ کر سکے تو پھر کیا ہوگا ؟ آپ کہہ رہے ہیں کہ اس حکومت نے صوبے کا دیوالہ نکال دیا ہے ۔ میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں ۔

مسٹر حمزہ ۔ جناب سپیکر ۔ آپ کی رولنگ تو یہ ہے ۔ کہ پارلیمنٹری سیکرٹری صاحب سوال نہیں پوچھ سکتے ۔

مسٹر سپیکر ۔ لیکن وہ کسی معزز رکن سے تو سوال پوچھ سکتے ہیں ۔

مسٹر محمود اعظم فاروقی ۔ میرا خیال ہے کہ وہ میری بات نہیں سن رہے تھے ۔ جناب والا ۔ جہانتک اس صوبے کی معاشیات اور اسکی

اقتصادی حالت کا تعلق ہے آپ نے اس میں ۵۲۰ فیصد تک قرض کے بوجھ کا اضافہ کیا ہے ۔ اسکے مقابلے میں تعلیم ۔ صحت ۔ دیہی ترقیاتی پروگرام رسل و رسائل کے ذرائع میں اضافہ ، عمارات کی تعمیر ، بہمرسانی آب ، یہ جسقدر بھی عوامی ضروریات کو پورا کرنے کے محکمے ہیں ان میں آپ کی کار کردگی کیا ہے ؟ ریلوے کو الگ کرتے ہوئے میں وزیر خزانہ کی تقریر کا حوالہ دیکر ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۸ء تک کے دس سال کے عرصہ میں ترقیاتی اور غیر ترقیاتی اخراجات عرض کئے دیتا ہوں کہ وہ ۱۲۵۷۰ کروڑ روپے تھے ۔ اور ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۷ء تک جسکو کہ وہ اپنی ترقیات کا decade کہتے ہیں اس میں ۶۳۶۶۸ کروڑ یعنی ۴۰۰ فیصد کا اضافہ ہوا ہے ۔ قرض میں ۵۲۰ فیصد کا اضافہ ہوا اور جو عوامی ضروریات کو پورا کرنے والے تمام محکمے تھے اور دوسرے جو محکمے تھے ان کے اخراجات میں ۴۰۰ فیصد کا اضافہ ہوا ہے ۔ آپ نے ملکی حالات کو کس مقام پر پہنچا دیا ہے ۔ مغربی پاکستان کے جن لوگوں کی آمدنی ۵۸-۱۹۵۷ء میں دو سو چورانوے روپے سالانہ تھی ان کی آمدنی آپ نے ۶۷-۱۹۶۶ء میں تین سو پچپن روپے سالانہ بڑھا دی یعنی ان کی آمدنی میں ۲۱ فیصد اضافہ ہوا ہے ۔ لیکن اسکے مقابلے میں اخراجات زندگی میں ۳۰ فیصد ، غذائی اجناس کی قیمتوں میں ۴۲ فیصد اور ملک کی صنعتی پیداوار اور mining industry کی مصنوعات میں ۱۳۱ فیصد اضافہ ہوا ۔ ۱۹۶۷ء تک زرعی پیداوار میں ۲۳ فیصد کا اضافہ ہوا اور اس کے مقابلہ میں آپ کے قرض میں ۵۲۰ فیصد اضافہ ہوا ۔ آپ اس کو ترقی کہتے ہیں ۔ کہ ملک کے عام لوگوں کی یہ حالت ہے کہ وہ گرانی اور اشیاء کی قیمتوں کی زیادتی کے بوجھ تلے دب رہے ہیں ۔ ان کی کمر ان کے بوجھ کو برداشت نہیں کر سکتی ۔ بے کاری ملک میں بڑھ رہی ہے ۔

بے روزگاری میں اضافہ ہو رہا ہے ۔ صنعت اس رفتار سے بڑھ رہی ہے جس رفتار سے قرض بڑھ رہا ہے ۔ زراعت اس رفتار سے بڑھ رہی ہے جس رفتار سے قرض بڑھ رہا ہے اور اس کے باوجود آپکا دعویٰ یہ ہے کہ ملک میں ترقی ہو رہی ہے اور اس کے لئے آپ مبارک باد کے مستحق ہیں ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کا سوچنے سمجھنے کا کونسا انداز ہے ۔ لیکن حکومتوں کی ذمہ داری صرف معاشی نہیں ہوتی ہے ۔ اس دس سال کے عرصے میں آپ کا ملک کے لوگوں کے حقوق و اختیارات کے ساتھ کیا طرز عمل رہا ہے ۔ میں آپ کی خدمت میں اس کو پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ سب سے پہلی بات یہ کہ جس حکومت کے آپ نمائندے ہیں ۔ اس حکومت کی پیدائش ناجائز ہے ۔ اس حکومت کی پیدائش اس لئے ناجائز ہے ، کہ یہ حکومت ایک دور میں .....

وزیر خزانہ ۔ آپ کی نگاہ میں ناجائز ہے ۔

مسٹر محمود اعظم فاروقی ۔ آپ کی اس حکومت کی پیدائش ناجائز ہے اس لئے کہ اس کی بنیاد لا قانونیت پر ہے ۔ جو حکومت کے ...

Mr. Speaker : Please discuss the Provincial Government.

مسٹر محمود اعظم فاروقی ۔ جناب والا ۔ یہ سب کچھ صوبائی گورنمنٹ کے اندر ہی ہو رہا ہے ۔ جس حکومت کے وزیر خزانہ نمائندے ہیں ۔ اس حکومت کی پیدائش ناجائز ہے ۔ اس لئے کہ اس کی بنیاد لاقانونیت پر ہے قانون کو ختم کر کے لاقانونیت پر اس کی بنیاد رکھی گئی ہے ۔

جناب والا ۔ ۱۹۵۸ء کے بعد سے اس صوبے کے ۵ کروڑ انسانوں کو بنیادی حقوق حاصل نہیں تھے ۔ دستور کے لحاظ سے

اور ملک کے قوانین کے لحاظ سے اس صوبہ کو آزادی اجتماع کا حق اور آزادی تحریر و تقریر کا حق (جو کہ انسان کا بنیادی حق ہے) حاصل ہونا چاہئے چار سال تک یہ صوبہ ان حقوق سے محروم رہا ۔ پھر ملک میں ایک عام بے چینی کے نتیجے میں ۔ ملک میں ایک عام مطالبے کے نتیجے میں ، حزب اختلاف کے لوگوں کی جد و جہد کے نتیجے میں ، آپ مارشل لاء کی حکومت کے تقریباً پانچ ، چھ سال کے بعد مجبور ہوئے کہ دستور میں بنیادی حقوق اس صوبے کے عوام کو دیں ۔ بنیادی حقوق تو آپ نے دئے ۔ لیکن پھر دو سال کے بعد ہنگامی حالات کے بہانے سے ناجائز فائدہ اٹھا کر آپ نے ان حقوق سے پھر اس صوبے کے عوام کو محروم کر دیا ۔ پچھلے تین سال سے صورت حال یہ ہے کہ اس صوبے میں رہنے والے پانچ کروڑ انسان اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہیں ۔ وہ اجتماع نہیں کر سکتے ، تقریر نہیں کر سکتے ، جلسے نہیں کر سکتے ۔ جناب والا ۔ اگر کسی حکومت کا کوئی کارنامہ کہلا سکتا ہے اور اگر کوئی حکومت اس پر فخر کر سکتی ہے کہ وہ اپنے عوام کو ان حقوق سے محروم کر دے جو کہ آج سے صدیوں پہلے متمدن حکومتیں اپنے عوام کو دیتی رہی ہیں ۔ تو اس حکومت کا عہد اور ترقی نہیں ۔ دور انحطاط کہلانے کا مستحق ہوگا اور اس حکومت کے اس دس سالہ عہد کو میں دور انحطاط کہنے میں حق بجانب ہوں گا ۔ اس مغربی پاکستان کے صوبے کی حالت یہ ہے کہ تمام بڑے بڑے شہروں میں کبھی ایک دن کے بعد کبھی دو دن کے بعد کبھی ایک ہفتہ کبھی دو

مہینہ کے بعد دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ ہوتا رہتا ہے ۔ کراچی شہر جسکا میں باشندہ ہوں ۔ جہاں کا میں رہنے والا ہوں اس کے متعلق ابھی وزیر داخلہ نے خواجہ محمد صفدر صاحب کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ پچھلے سال میں یعنی ۱۹۶۷ء میں ۳۶۵ دنوں میں سے ۳۵۵ دن کراچی میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ رہا میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر اس ملک کے سب سے بڑے شہر میں جو کہ ایک cosmopolitan town ہے ۔ پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہے ۔ اور اس شہر کی آبادی ۳۳ لاکھ ہے جو کہ پورے صوبے کی آبادی کا قریباً سات فیصد ہے ۔ اگر اس شہر کی آبادی پورے ۳۵۵ دن ایک سال میں اپنے بنیادی حقوق سے اسطرح محروم ہو جائے ۔ کہ وہ نہ اکٹھے مل کر بیٹھ سکیں نہ جلسے کر سکیں ۔ نہ وہ تقریر کر سکیں ۔ نہ وہ لوگوں کو اپنے افکار سے مطلع کر سکیں ۔ تو کیا اس ملک کو جمہوری ملک کہا جا سکتا ہے ؟ جناب والا ۔ میں کہتا ہوں کہ وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں ۔ کہ اگر یہی قانون ہے تو پھر میں کہتا ہوں کہ آپ دفعہ ۱۴۴ پہلے پورے صوبے پر لگا دیجئے اور جب کہیں سے دفعہ ۱۴۴ ہٹے تو آپ اس خبر کو گزٹ میں شائع کیجئے کہ آج فلاں شہر میں دفعہ ۱۴۴ نہیں ہے ۔ اس سے آپ کی سٹیشنری کا خرچہ بھی کم ہوگا ۔ ایڈمنسٹریشن کا خرچہ بھی کم ہوگا ۔ ایک آرڈیننس کے ذریعہ پورے صوبے میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیجئے ۔ اور پھر جب آپکا جی چاہے ۔ کہیں ایکدن کے لئے کہیں دو دن کے لئے مسلم لیگ کا جلسہ کرنے کے لئے دفعہ ۱۴۴ ہٹا لیجئے ۔ جناب والا ۔ اس دس سالہ دور میں آپ کے کارنامے یہ ہیں ۔ کہ آپ نے صوبے کے کسی شخص کو بھی نہیں چھوڑا ۔ اپنے دور جفا میں آپ نے افراد کے ساتھ کیا معاملہ

کیا؟ آپ نے اخبارات کے ساتھ کیا معاملہ کیا ؟ آپ نے اس صوبے کی سیاسی جماعتوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا ؟ آپ کو یاد ہوگا کہ چند سال پہلے ایک بہت بڑی سیاسی جماعت پر انہوں نے غیر قانونی طور پر پابندی لگا دی ۔ سپریم کورٹ نے بھی ان کے خلاف فیصلہ دیا اور بتایا کہ تمہارا حکم قانون کے خلاف ہے ۔ دستور کے خلاف ہے ۔ یہ ان کارناموں سے ایک ہے جو انہوں نے اس صوبے میں کئے ہیں ۔ اخبارات پر پابندیوں کا عالم یہ ہے کہ وہ آج اس بات پر آزاد نہیں ہیں کہ آپوزیشن کی وہ باتیں جو کہ حکومت کی طبع نازک پر گراں گذرتی ہوں ان کو آزادی سے چھاپ سکیں عوام کو اس بات کا اختیار نہیں ہے ۔ کہ چاند دیکھ لیں ۔ اور عوام اس بات پر مجبور ہیں کہ وہ عید منائیں ۔ تو آپ کے کہنے پر روزہ رکھیں تو آپ کے کہنے پر بات کریں تو آپ کی اجازت لے کر ۔ جناب ابھی چند دن پہلے کی بات ہے کہ اس شہر لاہور میں ایک پندرہ روزہ پرچہ "چٹان" کی آپ نے صرف اس جرم کی بنیاد پر تمام جائداد ضبط کر لی ہے ۔ پریس ضبط کر لیا ہے اور اس کی ساری ملکیت ضبط کر لی ہے کہ اس نے اپنے کسی پرچے میں کوئی ایسی بات لکھ دی تھی۔ جو شاید اس ملک کے رہنے والے X X X

*X X X

Mr. Speaker : Expunged from the proceedings of the Assembly. The Member should not make any sectarian remarks.

مسٹر محمود اعظم فاروقی ۔ جناب والا ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ایک طرف تو آپ کا یہ خیال ہے اور دوسری طرف کیا ہے ایک پرچہ میں آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں ۔ آپ دیکھیں ایک طرف تو "چٹان" کو

*Expunged as ordered by the Speaker.

کچھ لکھنے پر ضبط کرتے ہیں ۔ دوسری طرف ایک ماہانہ پرچہ "طیبہ" جو کراچی سے نکلتا ہے ۔ یہ اپنے پرچہ کے صفحہ ۱۳۹ پر لکھتا ہے:۔

"آتش فشاں پہاڑ کے پھٹ پڑنے سے جب بستیاں اجڑ گئیں ۔ حضرت لوط اپنی دونوں بیٹیوں کو لیکر ایک پہاڑ پر جا بسے اور ایک غار میں رہنے لگے ۔ ایک رات بڑی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں رہا ۔ جو ہمارے پاس آئے ۔ آؤ ہم باپ کو شراب پلائیں ۔

سنیئے یہ حضرت لوط کی بیٹیاں کہہ رہی ہیں اور اس سے ہم آغوش ہوں ۔ تاکہ اپنے باپ کی نسل باقی رکھیں ۔ چنانچہ اس رات انہوں نے اپنے باپ کو نشہ پلایا ۔ بڑی اندر گئیں اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی ۔ دوسرے روز انہوں نے پھر اپنے باپ کو نشہ پلایا ۔ چھوٹی اس کے پاس گئی اور دونوں حاملہ ہو گئیں ۔"

میں نے اس کو اس لئے پڑھا ہے کہ حضرت لوطؑ علیہ السلام مسلمانوں کے ایک پیغمبر ہیں ۔ ایک پیغمبر کے بارے میں ۔ ایک نبیؑ کے بارے میں جس کی نبوت میں مسلمانوں کے کسی فرقے کو ۔ کسی طبقے کو ۔ کسی شخص کو آج تک شبہ نہیں ہوا ۔ ایک نبیؑ کے بارے میں ایک پرچہ یہ لکھتا ہے اور وہ پرچہ اس پورے صوبے میں پھیل رہا

ہے اور وزیر داخلہ نے اس کے متعلق کوئی تحقیق نہیں کی اور کوئی کارروائی نہیں کی -

وزیر داخلہ - ہم نے کارروائی کی ہے -

مسٹر محمود اعظم فاروقی - کیا کیا ہے ؟ میرا سوال آنے کے بعد ؟

Minister of Home : I am going to call for that file but I think I have already taken action.

مسٹر محمود اعظم فاروقی - میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ایک نبی کے بارے میں ایک پرچے کی یہ جرات ہوتی ہے کہ اس ملک میں مسلمانوں کے ملک میں - جمہوریہ پاکستان میں ایک نبی کے بارے میں یہ لکھتا ہے اور پھر یہ پرچہ اس وقت ضبط ہوتا ہے جب کہ میں نوٹس میں لاتا ہوں - آپ یہ کہیں کہ ہمارے علم میں یہ بات نہیں آئی اور حکومت آپ کی ہے - آپ کے پاس تمام ذرائع و وسائل ہیں آپ - - -

وزیر داخلہ - آپ ہمیں پہلے بتاتے -

مسٹر محمود اعظم فاروقی - آپ کو معلوم ہونا چاہیئے - میں کیوں بتاؤں ؟ میں نے سوال دیا - اس کے بعد آپ نے اس کو ضبط کیا - سوال دینے سے پہلے آپ کیوں نہیں متوجہ ہوئے ؟ میں آپ کو صرف ایک واقعہ سناتا ہوں - حضرت عمر فاروق رض کے زمانے میں ایک بوڑھی عورت فاقے سے تھی - آپ کو معلوم ہوا - رات کو دورہ کرتے وقت آپ نے جب اس سے کہا کہ تم میرے پاس کیوں نہیں آئیں - اگر تم معذور تھیں - تو میں تمہارے لئے وظیفہ مقرر کر دیتا تو اس عورت نے کہا

کہ تم مسلمانوں کے خلیفہ ہو ۔ میں تمہارے پاس کیوں آؤں ؟ اگر تم یہ نہیں جان سکتے کہ تمہاری سلطنت میں کون بھوکا ہے ۔ اگر تم یہ نہیں جان سکتے کہ تمہاری پوری سلطنت میں ، تمہاری پوری خلافت میں کون رات کو خالی پیٹ سویا تو تم کو خلافت کرنے کا اور حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے ۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب کہ حکومت کی مشینری اتنی modern اور اتنی developed نہیں ہوا کرتی تھی ۔ موجودہ زمانے میں کسی وزیر داخلہ یا کسی وزیر اطلاعات کو یہ کہنے کا حق نہیں پہنچتا کہ ہمارے علم میں یہ بات نہیں آئی ۔ آپ کے علم میں یہ بات آنی چاہیئے ۔ آپ کو تنخواہ اسی بات کی ملتی ہے اور آپ کا پورا عملہ اسی بات کے لئے مہیا کیا گیا ہے کہ آپ معلوم کریں ۔ آپ دیکھیں کہ آپ کے ملک میں کیا ہو رہا ہے ۔ کسی کی دل شکنی ہو رہی ہے ، کسی کی دل آزاری ہو رہی ہے اور کس اقدام سے کس کو تکلیف پہنچ رہی ہے ۔ جناب والا ۔ یہ تو بنیادی حقوق کا معاملہ ہے ۔ میں اسی سلسلہ میں ، بنیادی حقوق کے سلسلہ میں ایک بات اور عرض کر دوں کراچی کی کہ ابھی چند دن پہلے یوم بیت المقدس کے موقع پر جب کہ پورے پاکستان میں نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ میں پورے عالم اسلام میں اسرائیل کے ۔ ۔ ۔

Minister for Finance : Through your courtesy may I know which Article of the Constitution he is discussing.

مسٹر محمود اعظم فاروقی ۔ میں دفعہ ۱۴۴ کا ذکر کر رہا ہوں ۔

جناب والا ۔ چار اور پانچ جون ۱۹۶۸ء کو جب کہ پورے عالم اسلام میں اسرائیل کے بیت المقدس پر قبضے اور مشرق وسطیٰ پر حملے کے

خلاف یوم احتجاج منایا جا رہا تھا تو کراچی کی مختلف جماعتوں نے یوم احتجاج منانے کے لئے پروگرام بنایا ۔ آپ کی اطلاع کے لئے عرض کر دوں کہ اس پروگرام میں وہاں کی مسلم لیگ بھی شامل تھی لیکن انتظامیہ نے دفعہ ۱۴۴ کے تحت ان کو اجازت نہیں دی ۔ وہ جلسہ جو حکومت کی پالیسی کے مطابق جو ملت اسلامیہ کی روح کے مطابق ۔ ۔ ۔

Minister for Home: This is wrong. This has been discussed on the floor of the House.

مسٹر محمود اعظم فاروقی ۔ وہ میٹنگ نہیں ہوئی (قطع کلامیاں) اجازت نہیں دی گئی ۔ اس کے بعد جب میں ابھی کراچی گیا تھا تو مجھے معلوم ہوا کہ جس جگہ پر میٹنگ ہونے والی تھی اس ڈر سے کہ کہیں میٹنگ ہو نہ جائے ، اجازت بھی نہیں دی اور وہاں اس پارک میں پانی بھی چھوڑ دیا اور اس پارک کی بجلی بھی کاٹ دی ۔ (قطع کلامیاں) جناب والا ۔ یہ تو ہے ان کے دس سالہ دور میں دس سالہ ترقی کے نہیں دس سالہ انحطاط کے دور میں وہ معاملہ جو انہوں نے ملک کے ساتھ کیا ۔ پھر ملک کے عوام کو دیا کیا انہوں نے ؟ جناب والا ۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے اس لئے میں اپنی گفتگو کو ۔ ۔ ۔

وزیر خزانہ ۔ قوم آپ کے پیچھے چلتی رہتی تو آج پاکستان نہ ہوتا ۔

Mr. Speaker: Please finish within five minutes.

مسٹر محمود اعظم فاروقی ۔ جناب والا ۔ میرا ایک گھنٹہ وقت انہوں نے لے لیا ہے ۔

Mr. Speaker: I have already given the Member that margin.

مسٹر محمود اعظم فاروقی - مجھے آپ بیس منٹ اور دے دیں -

جناب والا - چونکہ آپ نے وقت محدود کر دیا ہے اس لئے صوبہ کے لوگوں کی بنیادی ضروریات کے سلسلے میں میں صرف تین باتوں کی طرف آپ کو متوجہ کروں گا - ایک صحت کا مسئلہ ہے - اتفاق سے صحت کی وزیر خود کراچی کی وزیر ہیں اور وہ خاتون بھی ہیں اور عورتوں کے سلسلہ میں حکم یہ ہے کہ ان کے ساتھ نرمی سے معاملہ کرنا چاہئے - اس لئے میں ان سے صرف یہ عرض کروں گا کہ صحت کے سلسلہ میں کراچی جو اس صوبہ کا سب سے بڑا شہر ہے بلکہ پورے پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہے - اس میں ایک اخباری اطلاع کے مطابق ایک شخص tonsils کے آپریشن کے لئے دو مہینے پہلے فروری یا مارچ میں سول ہسپتال میں گیا تو اس کو ۱۹۷۰ء کی تاریخ دی گئی کہ تم اکتوبر ۱۹۷۰ء میں آنا تو تمہارے tonsils کا آپریشن کریں گے - اس خبر کی ابھی اخباروں میں تردید نہیں ہوئی - اس شخص کو شبہ ہوا وہ ایڈمنسٹریٹر کے پاس گیا کہ صاحب میں تو آج آپریشن کے لئے آیا ہوں اور آپ مجھ کو اکتوبر ۱۹۷۰ء کی تاریخ دے رہے ہیں تو یہ سن غلط تو نہیں ہے ؟ اکتوبر ۱۹۶۸ء تو نہیں ہے ؟ انہوں نے کہا جی نہیں - یہ بالکل نہیں ہے ہمارے پاس اکتوبر ۱۹۷۰ء سے پہلے آپ کو ہسپتال میں داخل کر کے tonsils کے آپریشن کے لئے کوئی bed خالی ہونے کی توقع نہیں ہے - ہمارے پاس اس کا کوئی انتظام نہیں ہے - یہ خبر اخبار میں چھپی ہے اور ابھی بیگم صاحبہ کی طرف سے اس کی تردید نہیں آئی - میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ - - -

مسٹر عبدالقیوم (پارلیمنٹری سیکرٹری)- یہ خبر تو بالکل بے بنیاد معلوم ہوتی ہے -

مسٹر سپیکر - معلوم ہوتی ہے یا ہے ؟ (قہقہہ)

مسٹر عبدالقیوم - بے بنیاد ہے ۔

وزیر صحت (بیگم زاہدہ خلیق الزمان) ۔ میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ tonsils کا آپریشن تو آج کل اتنا معمولی آپریشن ہے کہ مریض آپریشن کرا کے گھر چلا جاتا ہے ۔

مسٹر محمود اعظم فاروقی - یہی تو میں کہہ رہا ہوں ۔ میرا اعتراض یہی ہے ۔ یہ خبر ''جنگ'' اخبار میں چھپی ہے ۔ میں آپ کو اس کا تراشا دے دوں گا ۔ میرے پاس ہوٹل میں رکھا ہوا ہے ۔ میں بھول گیا لایا نہیں ہوں ۔ بہر حال آپ کے محکمہ کی طرف سے سول ہسپتال کراچی کی طرف سے آج تک اس کی تردید نہیں آئی ہے اور اگرچہ یہ بات بدیہی اتنی لغو معلوم ہوتی ہے کہ یہ آپ کو غلط معلوم ہو گی لیکن یہ واقعہ ہے اور اخبار میں چھپا ہے اور آپ نے تردید نہیں کی ۔

وزیر خزانہ ۔ آپ کان کے کچے ہیں ۔

مسٹر محمود اعظم فاروقی - جس صوبہ میں طبی سہولتوں کا عالم یہ ہو کہ کراچی جیسے شہر میں ایک شخص کو tonsils جیسے معمولی آپریشن کے لئے دو سال انتظار کرنا پڑے ۔ bed خالی ہونے کے لئے وہاں پر دور دراز علاقوں میں ، صوابی کے علاقہ میں ، ٹوبہ ٹیک سنگھ کے علاقہ میں کیا حالات ہوں گے ۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

جناب والا ۔ تعلیم کے سلسلہ میں صرف یہ عرض کروں گا کہ اس کا انہوں نے بجٹ میں بڑا طومار باندھا ہے اور اخباروں میں اور بیانات میں

کہ ہم تعلیم پر بڑا خرچ کر رہے ہیں ۔ صورت حال یہ ہے کہ ۱۹۶۸-۶۹ء میں بتیس کروڑ چھیانوے لاکھ کا بجٹ میں تخمینہ ہے ۔ ۱۹۶۷-۶۸ء میں تیس کروڑ سولہ لاکھ کا تخمینہ تھا اور یہ تقریباً سات فیصد کا اضافہ ہے ۔ ایک سال میں آپ تعلیم پر سات فیصد زیادہ خرچ کر رہے ہیں جبکہ جنرل ایڈمنسٹریشن میں اسی ایک سال میں گیارہ فیصد کا اضافہ ہوا ہے ۔ یعنی ۱۹۶۸-۶۹ء میں سات کروڑ اڑتیس لاکھ ہے اور ۱۹۶۷-۶۸ء میں چھ کروڑ پچاسی لاکھ تھا ۔ یہ گیارہ فیصد کا اضافہ ہے ۔ یعنی سول ایڈمنسٹریشن میں جو کہ محکمہ انتظامیہ کا ہے اگر اس کے خرچ میں گیارہ فیصد اضافہ کرتے ہیں تو دوسری طرف وہ محکمہ جس سے صوبہ کے کروڑوں بچے متعلق ہیں ۔ لاکھوں خاندان جس سے وابستہ ہیں حکومت کے جس شعبہ کی ترقی پر ملک کی ترقی کا انحصار ہے ۔ جو اس ملک کی بنیاد ہے اس کے اخراجات میں سات فیصد کا اضافہ ہے ۔ پھر جناب والا ۔ یہ رقم خرچ کس طرح سے کی جاتی ہے ؟

میں صرف کراچی کی مثال دیتا ہوں کیونکہ کراچی سے میں زیادہ واقفیت رکھتا ہوں ۔ جناب والا ۔ کراچی یونیورسٹی کو پنج سالہ منصوبے میں ترقیاتی خرچ کے لئے ایک کروڑ اناسی لاکھ روپیہ کی رقم خود انہوں نے مہیا کی تھی یعنی تیسرے پنج سالہ منصوبے میں کراچی یونیورسٹی کے بارے میں خود ان کے فیصلہ کے مطابق پانچ سال میں ایک کروڑ اناسی لاکھ روپیہ کی رقم خرچ ہونی چاہئے تھی ۔ اس کے مقابلہ میں منصوبہ کے تین سال یعنی ۱۹۶۵ء سے ۱۹۶۸ء تک ایک کروڑ سترہ لاکھ چالیس ہزار روپیہ انہوں نے اپنے بجٹ میں مہیا کرنا تھا ۔ اس منصوبہ کے لحاظ سے ایک کروڑ سترہ لاکھ روپیہ یونیورسٹی کو ملنا چاہئے تھا ۔ تو بجائے ایک کروڑ سترہ لاکھ دینے کے انہوں نے بجٹ میں ساٹھ لاکھ روپیہ

کا منصوبہ بنایا اور عملاً صرف چالیس لاکھ روپیہ دیا ۔ یعنی تین سال کے عرصے میں آپ کے اپنے منصوبہ کے مطابق جبکہ آپ کو یونیورسٹی کو ایک کروڑ سترہ لاکھ روپیہ دینا چاہئے تھا ، آپ نے صرف چالیس لاکھ یونیورسٹی کو دیا ۔ یہ تو تھا آپ کی اعلیٰ تعلیم کا حال ۔ ثانوی تعلیم کا عالم یہ ہے کہ اس وقت صوبہ کے تمام غیر سرکاری کالجوں میں آپ کے قرطاس ابیض کے مطابق ستائیس لاکھ اسی ہزار روپیہ دینا ہے Non-Government کالجوں کو aid کے طور پر ۔ یعنی aid کے طور پر اگلے سال میں ستائیس لاکھ اسی ہزار روپیہ دینا آپ کے پیش نظر ہے اور خود آپ کے اعداد و شمار کے مطابق جو آپ نے پیش کئے ہیں Non Government Colleges میں ستاسی ہزار تین سو اٹھاسی بچے زیر تعلیم ہیں ۔ تو گویا آپ نے یہ aid فی بچہ ڈھائی پونے تین روپے ماہانہ کے حساب سے دی ہے۔ اس کے مقابلہ میں آپ کے پانچ محبوب Cadet Colleges اور پبلک سکول پٹارو ، حسن ابدال وغیرہ ہیں جہاں صرف بڑے لوگوں کے بچے تعلیم پاتے ہیں ۔ صنعت کاروں اور سیکرٹریوں اور وزراء کے بچے زیر تعلیم ہیں ، ان پانچ اداروں کے لئے اسی عرصہ میں آپ نے ستائیس لاکھ چوالیس ہزار کی گرانٹ منظور کی ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان سکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے لئے تقریباً پانچ سو روپیہ فی بچہ سالانہ aid کی رقم ہے اور عام سکولز اور Colleges جہاں پر غریب اور اوسط درجہ کے بچے پڑھتے ہیں ۔ ان کو آپ نے ۳۲ روپیہ فی کس سالانہ کے حساب سے امداد دی ہے ۔ پھر ابتدائی تعلیم کے بارے میں آپ نے جو گرانٹ دی ہے ۔ وہ ایک روپیہ فی بچہ فی سال ہے ۔ آپ نے Non-Government Primary Schools کو ۲۳ لاکھ روپیہ دیا ہے ۔ یہ صرف پرائمری سکولوں کے متعلق عرض کر رہا ہوں ۔ یہ تعلیم ہر

شخص کو مہیا کرنا حکومت کا فرض ہے ۔ اور کسی مہذب حکومت کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ ملک کے ہر شخص کو کم از کم ابتدائی تعلیم مہیا کرے ۔ اس تعلیم کے بارے میں آپ کا طرز عمل یہ ہے کہ پورے مغربی پاکستان میں کراچی سے لیکر پشاور تک پھیلے ہوئے علاقہ میں Non-Government پرائمری سکولوں کے لئے ۲۳ لاکھ روپیہ کی رقم مختص کی ہے ۔ آپ کے بتائے ہوئے اعداد و شمار کے مطابق ۲۳ لاکھ بچے تعلیم پا رہے ہیں ۔ مطلب یہ ہوا ۔ کہ ایک روپیہ فی بچہ فی سال امداد دی ہے ۔ ملک میں تعلیم کی یہ حالت ہے کہ آپ ایک روپیہ کی گرانٹ دے رہے ہیں اور پھر دعویٰ یہ ہے کہ دس سال میں ہم نے اتنی ترقی کی ہے ۔ ترقی کا یہ حال ہے کہ ۱۹۶۵ء میں ایک سوال نمبر ۵۸۸۸ کے جواب میں وزیر تعلیم نے بتایا تھا کہ ۱۹۶۵-۶۶ء میں ۳۰,۶۱,۶۰۰ بچے پرائمری سکولوں میں تعلیم پا رہے تھے ۔ اور آپ کے قرطاس ابیض کے مطابق ۱۹۶۶-۶۷ء میں ۳۲,۶۹,۰۰۰ بچے زیر تعلیم تھے ۔ اس کے بعد ۱۹۶۷-۶۸ء میں ۳۲ لاکھ بچے زیر تعلیم تھے ۔ گویا اضافہ ہونے کی بجائے تقریباً ۷۰ ہزار بچے سکولوں میں کم ہو گئے کیا پیداوار کم ہو گئی ہے ؟ یا ملک میں ایسے بچے ہیں جو پڑھ نہیں رہے ۔ آخر کیا وجہ ہے ؟ در اصل یہ آپ کی بد انتظامی ہے ۔ نئے سکول نہیں بنائے ۔ بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر ضرورت کو پورا نہیں کیا ۔ اس میں آپ کی ناکارکردگی ۔ نا اہلی ۔ اور صلاحیتوں کا فقدان ہے ۔ جہاں ۱۹۶۷-۶۸ء میں بچوں کی تعداد میں دو فیصد اضافہ ہوا ہے .....

Mr. Speaker : Please resume your seat now.

مسٹر محمود اعظم فاروقی ۔ صرف ۵ منٹ اور دے دیں ۔

مسٹر سپیکر - آپ دو منٹ اور تقریر کر لیں ۔

مسٹر محمود اعظم فاروقی - جناب والا ۔ آخر میں ایک بات عرض کرتا ہوں ۔ یہاں تعلیم کے میدان میں صورت حال یہ ہے کہ پورے مغربی پاکستان کی کسی یونیورسٹی کے چانسلر نے کبھی یونیورسٹی کا منہ نہیں دیکھا ۔ میں وائس چانسلرز کی بات نہیں کرتا ۔ یہاں سات یونیورسٹیاں ہیں ۔ مشرقی پاکستان کی یونیورسٹی ہو ۔ یا مغربی پاکستان کی کوئی یونیورسٹی ۔ کسی یونیورسٹی کے چانسلر نے یونیورسٹی میں جا کر نہیں دیکھا ۔

Mr. Speaker : Please don't discuss East Pakistan's Universities.

مسٹر محمود اعظم فاروقی - اس کو کیسے پتہ چلے کہ ان کے مسائل کیا ہیں اور طلباء کی کیا مشکلات ہیں ۔

وزیر خزانہ - یہ سو فیصد غلط ہے ۔

The Chancellor has visited the Universities.

مسٹر محمود اعظم فاروقی - میں visit کی بات نہیں کرتا ۔

وزیر خزانہ - تو پھر آپ کیا کہتے ہیں ؟

مسٹر محمود اعظم فاروقی - سمجھنے کی کوشش کیجئے گا بات ختم کرنے سے پہلے میں کراچی کے مسائل کے متعلق کچھ عرض کروں گا ۔

مسٹر سپیکر - کراچی کے مسائل کے لئے ایک منٹ بہت کم ہے ۔

مسٹر محمود اعظم فاروقی - جناب والا - ۱۹۶۲ء میں کراچی میں تین لاکھ کی آبادی تھی ۔ اس وقت ۳۵ لاکھ کی آبادی ہے ۔ اگر

آبادی میں ۱۲ گنا اضافہ ہوا ہے - ۱۹۴۷ء میں کراچی میں ۱۴ ملین گیلن پانی دستیاب ہوتا تھا - ۱۹۶۸ء میں ۸۶ ملین گیلن میسر ہے - پانی مہیا کرنے کے جو اعداد و شمار دیئے گئے ہیں ان سے اندازہ کریں تو کراچی میں پانی کی فراہمی میں ۶ گنا اضافہ کیا گیا ہے جبکہ آبادی میں ۱۲ گنا اضافہ ہو گیا ہے - پانی انسان کی ابتدائی ضرورت ہے لیکن آپ پانی بھی مہیا نہیں کر سکتے - (اور آپ جانتے ہیں کہ پانی کے بغیر کوئی زندہ نہیں رہ سکتا) - اس کے باوجود آپ ترقی کا دعویٰ کرتے ہیں - گورنر صاحب نے فرمایا ہے اور یہاں وزیر صاحب نے بھی بتایا ہے کہ ۱۹۷۰ء تک حسب ضرورت پانی مہیا ہو جائے گا - پانی کے لئے ۱۹۷۰ء تک کیسے انتظار کیا جا سکتا ہے ؟ پانی کے بغیر کوئی زندہ نہیں رہ سکتا اور آپ کہتے ہیں کہ صبر کرو - تین سال کے بعد پانی مل جائے گا - وہ تو پیاس سے آج مر رہا ہے - اس کا حلق آج خشک ہے - آج اس کو زندہ رہنے کے لئے پانی کی ضرورت ہے اور آپ کہتے ہیں کہ تین سال تک صبر کرو - جب حکومت کا کارنامہ یہ ہو تو وہ کس طرح ترقی کا decade مناتی ہے اور خود کو مبارکباد کی مستحق سمجھتی ہے اور تحسین و آفرین کے پھول نچھاور کرانے کی توقع رکھ سکتی ہے ؟ میں بصد ادب عرض کروں گا کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو زہر ہلاہل کو قند نہیں کہہ سکتے -

سردار محمد اسحاق خان (قلات - چاگئی) - جناب والا - میں آپ کے توسط سے وزیر خزانہ کو بہتر اور متوازن بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں - نہ صرف وزیر خزانہ بلکہ ان کے سیکرٹری صاحب اور عملہ کو بھی مبارکباد کہتا ہوں -

جناب والا ۔ بجٹ میں مختلف قسم کی مدات کے تحت رقومات مخصوص کی گئی ہیں ۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان خاص طور پر ہمارا مغربی پاکستان الحمد اللہ ترقی کے راستے پر گامزن ہے ۔ حال ہی میں منگلا ڈیم مکمل ہوا جو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ پاکستان کی حکومت کا یہ خیال ہے یہ منشاء ہے کہ یہ ملک ترقی کرے ۔ اب تربیلا ڈیم کی بنیاد اور سینکڑوں دیگر ترقی یافتہ سکیمیں اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ ہم ترقی کے راستے پر چل رہے ہیں ۔ (قطع کلامیاں)

Mr. Speaker : No interruptions please.

سردار محمد اسحاق خان ۔ خوراک کے مسئلہ پر مغربی پاکستان کی حکومت نے جس تیزی کے ساتھ اور جس طریقہ سے قابو پا لیا ہے وہ اور باقی سب چیزیں اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ یہ ملک ترقی کے راستے پر چل رہا ہے ۔ اگر ہمارے دوستوں کو یہ نظر نہیں آتا تو یہ ہمارا قصور نہیں ہے ۔ یہ ان کی آنکھوں کا قصور ہے ۔ ان کی نیتوں کا قصور ہے ۔ الحمد اللہ ہم ایک سال کے عرصے میں قریباً قریباً اس منزل پر پہنچ گئے ہیں کہ ہمارا ملک خوراک کے معاملہ میں خود کفیل ہو گیا ہے ۔ حالانکہ یہ سکیم تین سال کی تھی ۔ ہم نے ایک سال کے عرصہ میں بہت کچھ حاصل کر لیا ہے ۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب ہم بہت سا زرمبادلہ بچا سکتے ہیں اور وہ روپیہ دوسری ترقیاتی سکیموں پر خرچ کر سکیں گے ۔

جناب والا ۔ جہاں تک اس صوبہ میں غنڈہ گردی کا تعلق ہے حکومت نے اس کے انسداد کے سلسلہ میں بہترین کارہائے نمایاں ادا کئے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ اب بھی ملک میں کئی ایسے لوگ ہوں جو حکومت کے پنجے میں نہ آئے ہوں ۔ میں کہتا ہوں کہ ان کو بھی اندر کر دینا چاہئے کیونکہ ان کے وجود سے پاکستان کو خطرہ ہے ۔

مسٹر حمزہ ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر ۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ اس حکومت نے غنڈہ گردی کے سلسلہ میں بہت کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں ۔ یہ انسداد کے سلسلہ میں ہیں یا غنڈہ گردی کے فروغ کے سلسلہ میں ہیں ؟

سردار محمد اسحاق خان ۔ انسداد کے سلسلہ میں میرا مطلب وہی ہے آپ لفظوں کی غلطی نہ لیں ۔

مسٹر سپیکر ۔ حمزہ صاحب سمجھتے ہیں کہ آپ کیا فرما رہے ہیں ۔

سردار محمد اسحاق خان ۔ فاروقی صاحب جو قرضہ کے متعلق ابھی اتنا چلا رہے تھے اس کے بارے میں عرض کروں گا کہ الحمد اللہ اگر ہمارے سکے کی قیمت devaluation کے بعد نہیں گری تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ہماری اقتصادی حالت مضبوط ہے ۔ یہ صرف ان کا اعتراض برائے اعتراض ہے اور کچھ نہیں ۔ فاروقی صاحب جمہوریت کے متعلق اتنی دیر تک بولتے رہے ۔ میں ان جمہوریت کا دعویٰ کرنے والوں کی اپنی جماعت کے سربراہ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جس وقت آپ ریٹائر ہو گئے تو کیا آپ نے اپنے جانشین کو الیکشن کے ذریعہ سے بٹھایا یا ان کو نامزد کر کے اپنی جماعت کا سربراہ مقرر کیا ۔ کیا جمہوریت اس کا نام ہے ؟ جمہوریت کا دعویٰ کرنے والوں کی اپنی یہ حالت ہے ۔ اگر وہ ہماری پیداوار کو ناجائز کہہ رہے ہیں تو ان کے اپنے سربراہ بھی تو کہتے ہیں کہ پاکستان احمقوں کی جنت ہے ۔ اگر ہم احمق ہیں تو یہ ہم جیسے احمقوں سے کیا مانگنے کے لئے آئے ہیں ؟ ان کو چاہئے کہ ان ہوشیاروں کے ساتھ جائیں اور انہی کے ساتھ زندگی بسر کریں ۔

جلسوں اور اجتماعات کے متعلق فاروق صاحب نے فرمایا ہے کہ ہر جگہ دفعہ ۱۴۴ لگی ہوئی ہے اور تقریر کی بھی آزادی نہیں ہے ۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ چند ماہ پیشتر کیا پی ۔ ڈی ۔ ایم نے راولپنڈی میں جلسہ نہیں کیا تھا ؟ اور اس جلسہ میں انہوں نے صدر مملکت اور باقی وزراء پر ناجائز حملے نہیں کئے تھے ۔ انہوں نے تنقید نہیں کی تھی ؟ اگر تحریر و تقریر کی آزادی نہ ہوتی تو یہ کیسے جلسے کر سکتے تھے ۔ اعتراض برائے اعتراض ان کے لئے مناسب نہیں ہے ۔

جناب والا ۔ خواجہ صاحب نے پرسوں اپنی تقریر میں فرمایا کہ گورنمنٹ صوبائی تعصب کو ہوا دے رہی ہے ۔ یہ سراسر غلط ہے ۔ صوبائی تعصب کو وہ لوگ ہوا دے رہے ہیں جو پی ۔ ڈی ۔ ایم کے کارکن ہیں اور ان کے گروہوں میں شامل ہیں ۔ کوئٹہ میں حال ہی میں جو واقعات پیش آئے ہیں وہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ ان ہی لوگوں نے اور ان کے بہی خواہوں نے جو ان کے ساتھ ہیں اور ان کے کہنے پر چل رہے ہیں صوبائی تعصب کو ہوا دی ہے ۔ اس کے علاوہ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مشرقی پاکستان میں صوبائی تعصب کو ہوا دینے والے اگرتلہ سازش کے مقدمہ میں مجرم ہیں اور یہ ان ہی کی جماعت کے ساتھ چل رہے ہیں ۔ خواجہ محمد صفدر صاحب نے سمگلنگ کے متعلق بھی فرمایا تھا ۔ مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ مارشل لاء سے پیشتر میرے ایک دوست سندھ پولیس رینجرز میں تعینات تھے ۔ انہوں نے بتایا کہ ایک رات جب کہ میں گشت میں نکلا تو میں نے اونٹوں کی ایک لمبی قطار سرحد کی طرف دیکھی ۔ میں نے جونیئر افسر کو تعینات کیا اور کہا کہ جا کر معلوم کرو کہ یہ قافلہ کدھر جا رہا ہے اور ان اونٹوں پر کیا ہے تو معلوم ہوا کہ اس پر گندم لدا ہوا ہے ۔ چنانچہ کسی طریقہ سے اس

قافلہ کو روکا گیا ۔ گندم اور وہ اونٹ لائے گئے اور ایک جگہ پر انکو رکھا ۔ کچھ دنوں کے بعد ان کو حکم ملتا ہے کہ اونٹ چھوڑ دو اور اس کے ساتھ ہی اس آفیسر کا وہاں سے تبادلہ بھی کر دیا گیا ۔ مارشل لاء سے پہلے سمگلنگ کا یہ حال تھا ۔ آج خواجہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ لاکھوں روپے کا اناج smuggle ہو رہا ہے جو کہ بالکل غلط ہے ۔ خواجہ صاحب نے فرمایا ہے کہ کوئٹہ میں سمگل کیا ہوا مال شہر میں بکتا ہے ۔ یہ سراسر غلط ہے ۔ وہاں چند کھوکھے ہیں جن میں میرے خیال میں مجموعی حیثیت سے چند ہزار سے زیادہ کا مال نہیں ہوگا اور وہ بھی سمگل کیا ہوا مال نہیں ہے ۔

اب جناب والا ۔ میں کوئٹہ کے مسائل کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں ۔ ہمارے ڈویژن سے بہت سے ایسے ڈاکٹر ہیں جنہوں نے وہاں میڈیکل کالج میں seat حاصل کی اور ایم-بی-بی-ایس کیا ۔ لیکن وہ اب کہیں اور ملازمت کر رہے ہیں ۔ محترمہ وزیر صحت صاحبہ سے میری استدعا ہے کہ جن ڈاکٹروں نے اس ڈویژن سے qualify کیا ہے مہربانی کر کے ان کی تعیناتی کوئٹہ ہی میں کی جائے ۔ کیونکہ وہاں ڈاکٹروں کی بہت کمی ہے ۔ دو سال پیشتر سیٹیلائٹ ٹاؤن کوئٹہ کے متعلق بھی میں نے عرض کیا تھا ۔ جس کے بعد ہمارے منسٹر جناب جونیجو صاحب وہاں خود گئے اور انہوں نے بچشم خود اس ایریا کو دیکھا اور اس میں جو تین ٹیوب ویل لگائے گئے تھے ان کو بھی دیکھا مگر اس کے متعلق ابھی تک کچھ نہیں ہوا ہے ۔ لوگوں کی رہائش کا مسئلہ بہت اہم ہے کیونکہ وہاں رہائش کے لئے جگہ بہت کم ہے ۔ میں جونیجو صاحب سے درخواست کروں گا کہ از راہ کرم اس چیز کی طرف خاص توجہ دیں اور اس سکیم کے کامیاب کرنے کے لئے جو افسران متعلقہ ہیں ان کو ہدایت کریں ۔

اس کے بعد میں وزیر صحت کی خدمت میں گذارش کروں گا کہ سنڈیمان ہسپتال دونوں ڈویژنوں میں سب سے بڑا ہسپتال ہے ۔ وہاں کچھ بستروں کی کمی ہے اور کچھ وارڈوں کی کمی ہے ۔ وزیر صاحبہ از راہ مہربانی اس کی طرف خاص توجہ دیں اس ہسپتال میں بہت زیادہ مریض آتے ہیں اور خصوصاً گرمیوں میں بستر نہ ملنے کی وجہ سے جگہ نہیں ملتی ۔ یہ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا لیکن ابھی تک اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی ۔ اب میں وزیر تعلیم کی خدمت میں ایک عرضداشت کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ آج سے چند سال پیشتر آپ کو یاد ہوگا ۔ میں نے عرض کیا تھا کہ کوئٹہ سے کوئی ۳۰۰ میل کے فاصلہ پر دلبندین ایک مقام ہے جہاں ایک سکول ہے ۔ اس زمانے میں آج کے ہمارے قائد یوان وزیر تعلیم تھے ۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کی طرف توجہ دیں گے اور اس سکول کے لئے عمارت بنوا دیں گے کیونکہ موجودہ سکول بہت خستہ عمارت میں ہے ۔ ابھی تک اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی ۔ جناب عالی ۔ میرے حلقہ نیابت میں کوئٹہ ڈویژن میں دلبندین سے پہلے ایک سٹیشن ہے وہاں سے ایران بارڈر تک آر۔سی۔ڈی روڈ بن رہی ہے ۔ اس روڈ کے بننے سے وہاں کے عوام کو کافی سہولتیں مہیا ہو سکتی ہیں ۔ روزگار کھل جائے گا اور وہاں کے لوگوں کو بہت کچھ کام بھی ملے گا ۔ مگر ایک تکلیف یہ ہے کہ وہاں کے جتنے رجسٹرڈ ٹھیکیدار ہیں وہ اتنے مالدار نہیں ہیں کہ open tender مقابلہ میں حصہ لے سکیں تو بعض جگہوں پر گورنمنٹ کے یہ احکامات موجود ہیں کہ قبائلی علاقوں کے جو ٹھیکیدار ہیں ان کو nomination پر کچھ نہ کچھ ٹھیکے

دئے جائیں تاکہ ان کی اقتصادی حالت بہتر ہو جائے تو میں جناب کے توسط سے جونیجو صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اگر ہو سکے تو اس چیز پر اور اس عرضداشت پر وہ غور فرمائیں ۔ وہاں کے لوگ بہت غریب ہیں اور جہاں وہ رہتے ہیں وہ سب ریگستانی علاقہ ہے ۔ بارش بہت کم ہوتی ہے اور دیگر آمدنی کے ذرائع محدود ہیں لہذا اگر ہو سکے تو اس چیز پر غور فرمائیں کہ وہاں کے مقامی سرداروں اور ان اشخاص کو جو گورنمنٹ کے رجسٹرڈ ٹھیکیدار ہیں ان کو open competition میں سے کچھ nomination پر ٹھیکے دے دئے جائیں تاکہ وہ اپنی گذر کر سکیں ۔ میں حکومت مغربی پاکستان کا شکر گزار ہوں کہ وہ پانی کے مسئلہ پر بھی توجہ دے رہی ہے ۔ میں نے اس سے پہلے اس کے متعلق عرض کیا تھا حال ہی میں جو ٹیوب ویل کوئٹہ شہر کے ارد گرد لگائے گئے ہیں ان سے کافی کامیابی ہوئی ہے ۔ منگلا ڈیم سکیم بھی چل رہی ہے ۔ میں امید کرتا ہوں کہ دو تین سال میں اس میں کامیابی ہو جائے گی ۔ میں حکومت کے ان افسران کا جو اس میں دلچسپی لے رہے ہیں شکر گزار ہوں اس لئے کہ کوئٹہ شہر کا سب سے اہم مسئلہ پینے کا پانی ہے ۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہم انشاء اللہ اس مسئلہ میں جلد سے جلد کامیاب ہو جائیں گے ۔ آخر میں میں آپ کا اور سب ہاؤس کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

بیگم ممتاز جمال (پی ڈبلیو - ۱۵۴ - زون - ۴) - جناب سپیکر اور معزز ایوان ۔ فن خطابت دو امور کا متقاضی ہے ۔ ایک ہوتا ہے جوش خطابت اور دوسرا ہوتا ہے ہوش خطابت ۔ جہاں تک ہوش خطابت کا تعلق ہے یہ شرعاً قانوناً ۔ روایتاً اور اخلاقاً مرد حضرات پر لاگو ہوتا ہے ۔

اور ان کے لئے یہ لازمی سمجھا گیا ہے لیکن جہاں تک جوش خطابت کا تعلق ہے اس کی اصولی طور پر خواتین حقدار ہیں ۔ خواتین آپ کی آبادی کا نصف ہیں وہ خواتین جو لاچار ہیں ۔ نادار ہیں ۔ بے بس ہیں ۔ مجبور ہیں اور معذور ہیں ۔

جناب والا ۔ چونکہ میں اس معزز ایوان کی اس چھوٹی سی U. M. O. یعنی یونائیٹڈ ممبر آرگینائزیشن کی ایک ادنیٰ سی رکن ہوں اسلئے ہوسکتا ہے .....

Mr. Speaker : Have you formed a separate body. Inside the House it is not permissible. Outside the House you may do anything.

بیگم ممتاز جمال ۔ جی ہاں ۔ تو اس لئے جناب والا ۔ میں آپ سے یہ عرض کر رہی تھی کہ ویسے اگر آپ ان کی طاقت کا اندازہ کریں تو ہر خاتون کی طاقت اس وقت ۳۰ مردوں کے برابر ہے ۔

وزیر بنیادی جمہوریت (میاں محمد یاسین خان وٹو) ۔ آپ نے ان کی طاقت کا بہت کم اندازہ لگایا ہے ۔

بیگم ممتاز جمال ۔ اس لئے جناب والا ۔ ہو سکتا ہے کہ میں وقت کی کمی کے باعث خواتین کی طرف سے گذارشات پیش کرتے ہوئے جذبات کی رو میں بہہ جاؤں یا میرے منہ سے ایسے الفاظ نکل جائیں جو آپ کے مزاج پر گراں گذریں ۔ لیکن ایک بات میں آپ سے ضرور کہوں گی کہ آپ لیڈر ہیں ۔ لیڈر کی عظمت راز اس میں پوشیدہ ہوتا ہے یا مضمر ہوتا ہے کہ وہ خواتین کی نکتہ چینی کو برداشت کرنیکی صلاحیت رکھتا ہو وہ اپنا توازن نہ کھو دے ۔ اور ان کے اظہار خیال کی آزادی کو نہ دبائے۔ بلکہ خواتین کو بولنے کا موقعہ دے ۔ کیونکہ جو لیڈر خواتین کی آزادی کو دباتا ہے وہ معاشرے کی چولیں ہلا دیتا ہے اور وہ قوم کو کمزور

کر دیتا ہے ۔

مسٹر حمزہ ۔ یہ حکومت تو بولنے کی آزادی کبھی نہیں دیگی ۔

بیگم ممتاز جمال ۔ مجھے ذرا اپنے موضوع سے ہٹنا پڑ گیا ۔ جناب جب ہم چھوٹے تھے تو اردو کے کورس میں ہم نے ایک مضمون پڑھا تھا ۔ " مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ " میں آپ سے گذارش کرتی ہوں کہ مجھے بچائیو جناب حمزہ کے غمزہ سے (قہقہہ) ۔ جناب والا ۔ میں عرض کر رہی تھی کہ قوم اس سے کمزور ہو جاتی ہے ۔ اس کا پس منظر آپ پر بھی عیاں ہے اور میں بھی اس پر نازاں ہوں ۔

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اور اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

ایک عورت ہو۔ کی حیثیت سے چونکہ مجھے معاشرتی زندگی اور شہری زندگی کا تجربہ ہے اس لئے میں گوشواروں کے اعداد و شمار کے چکر میں پڑ کر کوئی سکہ بند تقریر کرنا نہیں چاہتی ۔ میں صرف ان مسائل کا ذکر کروں گی جن پر اس وقت غور نہیں کیا جا رہا ۔ مغربی پاکستان کا بجٹ اس لحاظ سے نہایت اہمیت رکھتا ہے کہ اس سال ہم نے اپنے عظیم لیڈر اور محبوب رہنما صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی دلیرانہ اور دانشمندانہ اور مدبرانہ قیادت میں ترقی کے ۱۰ سال پورے کر لئے ہیں ۔ میں مانتی ہوں کہ قوم کی زندگی میں ۱۰ سال کا عرصہ کوئی وقعت نہیں رکھتا لیکن جس تیز رفتاری سے ۔ جس سبک رفتاری سے اور جس ثابت قدمی سے ترقی کی منزلیں طے کی گئی ہیں اس سے ہمارے حوصلے بڑھ گئے ہیں ۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ نئی کامرانی ہمارے قدم چومے گی اور عوام کی خوشحالی میں ترقی ہوگی اور ہم ایک فلاحی

مملکت کی منزل مقصود تک اپنے اندازے یا توقع سے پہلے ہی پہنچ جائیں گے ۔ جہاں تک خوراک کے معاملے کا تعلق ہے اس میں ہمارا ۱۹۷۰ء تک خود کفیل ہو جانا یا خوراک کی پیداوار کا منصوبے کی حد مقررہ سے سبقت لیجانا یہ بھی ایک نیک فال ہے اور حکومت کا یہ کارنامہ لائق تحسین ہے ۔ اس لئے میں وزیر خزانہ صاحب کو اس ترقیاتی حالات کے تقاضوں کے مطابق ڈھلے ہوئے اور خارج از ٹیکس بجٹ پر اپنی طرف سے اور اپنے طبقہ کی طرف سے دلی مبارکباد پیش کرتی ہوں ۔ کہتے ہیں کہ صوبے کے بجٹ کو پیش کرتے وقت یہ جائزہ لینا پڑتا ہے کہ اس میں خواتین کے مجموعی مفادات کا کس حد تک خیال رکھا گیا ہے ۔ ان کو مراعات دینے کے سوال کو مد نظر رکھا گیا ہے یا نہیں یا یہ کہ ان کے حقوق کو تحفظ دیا گیا ہے یا نہیں ۔ جناب والا ۔ وہ اس لئے کہ کسی بھی صوبے کے سیاسی اور معاشرتی استحکام کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ سب سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ آزادی کے ان پروانوں کو جنہوں نے آزادی کے چراغ اپنے خون سے جلائے تھے پناہ دینے کی ہر ممکن سعی کی گئی ہے یا نہیں ۔ جناب والا ۔ خواتین جب جاگتی ہیں تو ملک کی تقدیریں بدل جاتی ہیں اور ملک آزاد ہوتے ہیں ہماری خواتین ۱۹۴۰ء میں جاگیں ۔ اور ایک تخیل کو جنم دے گئیں ۔ ۱۹۴۷ء میں وہ پھر جاگیں اور اپنی شخصیت کے نشان چھوڑ گئیں کہ اتنے میں ستمبر ۱۹۶۵ء کا وہ معرکتہالارا ماہ آیا ۔ اور خواتین پھر جاگ اٹھیں ۔ ادب کے ٹھہرے ہوئے دریا میں سیلاب آیا ۔ فنکار نے گلے کا رس نچوڑا اور مصور نے قلم کی نوک توڑ ڈالی اور فن کو معراج پر پہنچایا ۔ تمام بین‌الاقوامی دماغ کے پیمانے جو ہماری فتح و شکست کے اندازے مادی طاقت سے لگاتے تھے ٹوٹ پھوٹ گئے ۔ ہندوستان کے بازو کٹ گئے اور خواتین سرخرو ہو

گئیں ۔ جناب والا ۔ تجربہ شاہد ہے کہ اس عظیم شخصیت نے آزادی کی ہر نئی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے ۔ ہر نئے باب میں اس سے اس کی کوئی نہ کوئی نعمت چھن گئی لیکن وہ آپ کو عزت کی مسند پر بٹھا گئی ۔ کاش آج موٹر نہ ہوتی تو میں گرد راہ کے ان ذروں سے پوچھتی جن میں آج بھی اس معصوم شخصیت کے خون کے قطرے تڑپ تڑپ کر پکار رہے ہیں کہ

مجھے ہے جاں سے پیاری وہ صبح جس کے لئے
بہا ہے میرے ستاروں کی انجمن کا لہو

جناب والا ۔ جس روز سے یہ اسمبلی معرض وجود میں آئی ہے ہم بار بار اپنی شکایات وزراء صاحبان کی خدمت میں پیش کرتے رہے ہیں ۔ جناب والا ۔ ہم نے سوچا کہ ان کے پاس جلال بھی ہے ۔ جمال بھی ہے ۔ جاہ بھی ہے ۔ منصب بھی ہے ۔ طاقت بھی ہے اور استطاعت بھی ہے ۔

چودھری محمد نواز ۔ جمال نہیں ہے باقی سب کچھ ہے ۔

(قہقہے)

بیگم ممتاز جمال ۔ جناب والا ۔ لیکن معاملہ بالکل برعکس نکلا ۔ ہماری گذارشات کے اوپر انہوں نے کس طرح غور کیا ۔ میرے پاس کوئی الفاظ بھی نہیں ہیں اور نہ ہی کوئی جامع فقرہ ہے کہ میں اس کی تصویر کھینچ سکوں ۔ میں ایک مثال پیش کرتی ہوں ۔ کسی گاؤں میں ایک دفعہ دو دیہاتیوں کے درمیان فساد ہو گیا تو وہ دونوں اپنے علاقے کے قاضی کے پاس گئے جو وہاں کا قانون دان تھا یا سربراہ تھا ۔ بہر حال وہ اس کے پاس پہنچے ۔ جناب والا ۔ بہتر رہے گا اگر میں اپنی علاقائی زبان میں ان کی گفتگو پیش کروں بشرطیکہ آپ اس کی اجازت دیں (پنجابی) قاضی، کہن لگا کیہ گل اے ؟ جناب گل ایہہ وے کہ میں بھٹی لاؤندا آں

قاضی کہن لگا ۔ تے ایدا کی قصور اے ؟ اوہ بولیا ایہہ بھٹی ڈھا دیندا اے ۔ ہن انصاف کرنا اے تساں ۔ قاضی صاحب سوچ وچ چلے گئے ۔ جس طرح ہم وزراء صاحبان کو وزیر موصوف وزیر ہر دلعزیز، وزیر لاجواب اور وزیر پر خلوص کہتے ہیں ۔ اسی طرح انہوں نے کہا سوہنی سرکار موتیاں والی سرکار کچھ دسو گے وی ۔ کہن لگا ہو گیا فیصلہ کہ کیہہ کرنا جانے ۔ تسیں بھٹی لائی جاؤ ۔ تے تسیں بھٹی ڈھائی جاؤ ۔ (قہقہہ)

جناب والا ۔ یہ ہے ہماری حالت زار ۔ کاش یہ ہمارے درد دل کو محسوس کر سکیں ۔ ویسے جناب والا ۔ ان کا تعلق بھی تو خواتین سے ہے ۔ ان کو تراشنے والی ان میں رنگ بھرنے والی ان میں روح پھونکنے والی ہی خواتین ہیں ۔ جناب والا ۔ میں قسم کھاتی ہوں اس خدائے ذوالجلال کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ۔ کہ اگر آپ اس معزز ایوان کے ہر معزز رکن کے دل کی نبضیں ٹٹولیں ۔ اور اگر ان کے دل کے جھروکوں میں جھانک کے دیکھیں ۔ تو اس میں آپ وہی درد محسوس کرینگے اس میں وہی تڑپ ہوگی ۔ جس کی کسک سے یہ سراپا خطاوار اور مجسم گناہ آج لب کشائی کی ہمت کر رہی ہے ۔ (تالیاں) جناب والا ۔ ان وزرائے کرام میں میرے قابل احترام نہیں بلکہ قابل صد احترام وزراء میں جمعہ وزیر صحت بیگم زاہدہ خلیق‌الزمان کے ایک بات نہایت قابل قدر ہے کہ اگر آپ نے اپنی گذارش یا مطالبہ اس کونے کے وزیر کے سامنے رکھا تو کان اس کونے کے وزیر کے کھڑے ہوگئے ۔ متوجہ وہ وزیر ہو گئے ۔ جناب والا ۔ یہ اچھا شگون ہے ۔ اور ان کے حسن سلوک کی غمازی کرتا ہے ۔ جناب والا ۔ دوسری بات ہم نے یہ دیکھی ہے ۔ کہ جب کوئی وزیر یہاں غیر موجود ہوا ۔ اور ہم نے اپنی گذارشات پیش

کرنے کی کوشش کی تو موجودہ وزیر نے اپنی چابکدستی کا یہ ثبوت دیا ۔ معلوم نہیں اس کے دل میں کون سا آلہ یا ٹیلی پرنٹر لگا ہوا ہوتا ہے ۔ کہ اس نے غیر موجود وزیر کو فوراً اطلاع دے دی ۔ انہیں فوراً رپورٹ پہنچائی اور معاملہ بتا دیا ۔ جناب والا ۔ میں یہ سمجھتی ہوں یہ سارا کریڈٹ جناب قائد ایوان کو جاتا ہے ۔ جن کی علمی فضیلت سیاسی بصیرت اور حکمت عملی نے جن کی میں قائل ہوں ۔ انہیں یکسر امتیازی مقام دے دیا ہے ۔

جناب والا ۔ آپ میرے گواہ رہیئے میں مسلسل تین سال سے ان وزراء کی خدمت میں عرض کر رہی ہوں ۔ اور آج پھر ان سے باری باری قدرے مخاطب ہوتی ہوں ۔ اگر آپ اجازت دیں تو یہ تمام وزراء نمبر میں دس ہیں ۔ (شور) میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ آپ اپنے اندر خواتین کی نکتہ چینی برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا کریں ۔ جناب والا ۔ میں نے جناب قائد ایوان کی معزز شخصیت کو نکال کر بات کی ہے ۔ مگر میں شروع یہاں سے کرونگی ۔ جہاں کہ قاضی صاحب تشریف رکھتے ہیں ۔ (قطع کلامیاں) جناب والا ۔ ایک تو ویسے ہی وقت کم ہے ۔ پھر قطع کلامیاں اتنی ہیں ۔ ایسا نہ ہو کہ آپ یہ وقت میری تقریر میں سے نکال لیں ۔ یہ تو آپ نہیں کریں گے نا جناب والا ۔

Mr. Speaker : There should not be a lengthy speech. The Member should be brief.

بیگم ممتاز جمال ۔ میں جناب قاضی صاحب کی خدمت میں ایک بات عرض کرونگی قاضی صاحب آپ وزیر داخلہ ہیں ۔ آپ ذرا عورت کی شخصیت کو پہچاننے کی کوشش کریں ۔ (قہقہہ اور قطع کلامیاں) ۔ یہ کام کی بات ہے ۔ مجھے اس کا علم ہے ۔ میں آپ سے بہتر جانتی ہوں کیونکہ

قاضی صاحب میرے پرانے دوست ہیں اور مجھے ان کا احترام ہے ۔ قاضی صاحب آپ اس عورت کو پہچانیئے جس کی جبلت میں خلوص ہے ۔ پاکستان کی اس عورت کو پہچانئے گا جس کی ذہنیت میں ایثار ہے ۔ پاکستان کی اس عورت کو پہچانئے جس کی فطرت میں قربانی ہے ۔ میں قاضی صاحب سے ایک بات عرض کرونگی ۔ آپ اس وقت کہاں ہوتے ہیں جب آپ کے سامنے نوجوان بیٹی کو اغواء کر لیا جاتا ہے ؟ آپ اس وقت کہاں ہوتے ہیں جب کم سن بچی پر مجرمانہ حملہ کرکے اسے قتل کر دیا جاتا ہے ؟ آپ اس وقت کہاں ہوتے ہیں جب ایک بیوہ کو زندہ جلا دیا جاتا ہے اور اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے اسے دریا کی موجوں کے بہاؤ پر چھوڑ دیا جاتا ہے ؟ آپ اس وقت کہاں ہوتے ہیں جب دوسری شادی کی اجازت نہ دینے پر عورت کو قتل کر دیا جاتا ہے ؟ اور آپ اس وقت کہاں ہوتے ہیں جب مطلقہ بیوی کو دوسری شادی کرنے پر قتل کرکے کنوئیں میں پھینک دیا جاتا ہے ؟ اور مدت کے بعد اس کی کھوپڑی ، اس کا وہ کاسہ سر اور دست کشکول بنتے ہیں ۔ اور آپ کے غیر ملکیوں کے لئے آثار قدیمہ کی زیبائش بنتے ہیں ۔ میں ان سے ایک عرض کرونگی اور میری عرض یہ ہے کہ آپ ان نوخیز کلیوں کی طرف توجہ دیں جن کی آمد سے بے گار کیمپوں کی رفتار تیز ہو رہی ہے ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ یہ تمام واقعات دیکھتے ہیں ۔ جب انسانیت دم توڑتی ہے ۔ جب ایک ماں کی متاع لٹتی ہے ۔ جب موت اور زندگی میں کشمکش ہوتی ہے ۔ جب زندگی ہتھیار ڈال دیتی ہے اور موت مسکراتی ہے آپ اس وقت کہاں ہوتے ہیں ۔ جناب والا ۔ میرا دل خون کے آنسو رویا جب وقفۂ سوالات کے دوران وزیر داخلہ سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک خاتون کو فرعون زمانہ انسپکٹر نے اغواء کر لیا ۔ اس کے لئے تک دو کی

گئی ۔ رپٹ لکھوائی گئی ۔ دونوں قلابے ملائے گئے تو میرے قابل احترام وزیر داخلہ نے نہایت صاف ۔ ستھری اور سادہ زبان میں یہ جواب دیدیا کہ اس انسپکٹر نے اس سے شادی کر لی ۔ یا keep بنا لیا ۔ بہر حال جناب والا ۔ میرا دل میرا دماغ میری روح سب اس وقت ماؤف ہوگئے ۔ میرے طبقہ کی آنکھ کا کاجل پھیلا ۔ اور پھیلتا ہی گیا ۔ میں بھی اس بدنصیب طبقہ کی بد نصیبی پر خون کے آنسو یوں روئی ۔

تصور میں وہ کچھ برہم سے تھے کچھ مہربان سے تھے
انہیں شائد سنائی جا رہی تھی داستان میری
سنا جب قصہ غم مجھ سے تو میری زبان کاٹی
ہمیشہ کے لئے تہ کرکے رکھ دی داستان میری

(تالیاں)

جناب والا ۔ کیا میں جناب قاضی صاحب سے یہ پوچھنے کی جسارت کر سکتی ہوں ۔ کہ آپ کا Law and Order کہاں ہے ؟ آپ کی sense of security کہاں ہے ؟ آپ کیوں تفتیش کے لئے طریقے نہیں نکالتے ؟ آپ آبادی کے تناسب سے مجسٹریٹوں کی تعداد میں اضافہ کیوں نہیں کرتے ؟ آپ درمیانہ طبقہ کے افسران کو ضروری مراعات کیوں نہیں دیتے ؟ جناب والا ۔ میں سمجھتی ہوں اگر آپ ان کو زندگی کی مراعات مثال کے طور پر مکانات دیں ٹرانسپورٹ دیں ٹیلیفون دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ مقدمات طوالت کی صورت اختیار کریں ۔ مگر میں اپنے قابل احترام وزیر کی خدمت میں ایک بات عرض کروں گی کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ انہیں جو ٹیلیفون دیئے جائیں وہ صحیح کام کرتے ہوں ۔ ایسا نہ ہو کہ افسران متعلقہ تھانہ میں ڈویژن مانگیں اور انہیں مل جائے اوڈین سینما ۔ کیونکہ آج کل اکثر یہی چلتا ہے

یعنی محکمہ ٹیلیفون کی کارگذاری نا گفتہ بہ ہے ۔ جناب والا ۔ ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ یہ جو آپ لاکھوں روپوں کا فارن ایکسچینج ان افسروں کو مزید ٹریننگ دینے پر خرچ کرتے ہیں تو پھر جب وہ واپس آتے ہیں تو وہ کیوں تفتیش کے لئے طریقے اختیار نہیں کرتے تاکہ انصاف کی راہ میں جو دقتیں پیش آتی ہیں وہ دور ہو سکیں اور عوام کے خون پسینے کی کمائی اس طرح ضائع نہ ہو ۔ جناب والا ۔ یہ لفظ میں نے اس لئے استعمال کیا ہے کیونکہ اس صوبہ میں آپ کے پاس کچھ ایسی خواتین بھی موجود ہیں جو professional women کہلاتی ہیں ۔ ان میں سے ایک ادنیٰ سی مزدوری پیشہ عورت یہ خاکسار بھی ہے ۔ اس لئے مجھے یہ احساس ہے کہ روٹی کمانے کے لئے کن مرحلوں سے اور کن کن نشیب و فراز سے گذرنا پڑتا ہے ۔

اب میں جناب وزیر قانون اخوند صاحب کی طرف آتی ہوں ۔

Mr. Speaker : Should each one of them wait for his turn ?

Begum Mumtaz Jamal : Yes Sir.

Mr. Speaker : Then it would be a very lengthy speech and the Member has to be brief.

Begum Mumtaz Jamal : Sir, I will try to be brief.

جناب والا ۔ اب میں جناب اخوند صاحب کی خدمت میں ایک عرض کروں گی ۔ اخوند صاحب آپ کو ہر بلا سے اللہ بچالیو ! (قہقہہ) آزادی کے پرستاروں کے لئے انصاف کی دیواریں نہ گرائیے ۔ کیوں کہ ان کے اصول اتنے ہی معصوم ہیں جتنا آپ کا چہرہ معصوم ہے ۔ (خوب ۔ خوب) خدارا اس ماں کے لئے جس کی اجڑی ہوئی حویلی میں آج بھی پاکستان کا نعرہ زندہ ہے ۔ تحفظ پیدا کیجئے ۔

جناب والا ۔ ملک اللہ یار صاحب اللہ کے دوست ھیں اس لئے اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھنے والا اس کے بندوں سے بھی دوستی رکھتا ھے ۔ مجھے علم ھے کہ وہ وزیر جیل ھیں ان کے متعلق میں ایک عرض کروں گی کہ وہ وزیر جیل بامشقت بننے کی کوشش کریں اور اس بیٹی کو تحفظ دیں جو آپ کے زندان خانے میں اس وقت پابند سلاسل پڑی ھوئی ھے ۔ تاکہ جب وہ اس زندان سے باھر نکلے تو ایک غیرت مند شہری کی طرح قوم کی عزت و ناموس کا سہارا بنے ۔

جناب والا ۔ خان غلام سرور خان صاحب سے مجھے یہی استدعا کرنا ھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر بہت بڑا احسان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نبی بنا کر اس دنیا میں بھیجا ۔ میں انہی سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا واسطہ دے کر کہتی ھوں کہ خدا کے لئے ان یتیم بچوں ، ان بیواؤں ان بے سہارا ماؤں کو سہارا دیجئے جس کے وہ مستحق ھیں ۔

جناب والا ۔ زر کی فراوانی اور مسٹر کرمانی ایک ھی جیسی مشابہت رکھتے ھیں ۔ (قہقہہ) یہ وزیر مالیات بھی ھیں اور وزیر اطلاعات بھی ۔ ان کو مال کی بھی خبر ھے اور ان کو حال کی بھی خبر ھے ۔ اس لئے ان کے حال کے زیر سایہ یہ کہوں گی کہ انہیں تمام خواتین کا علم ھے ۔ انہیں ان خواتین کا بھی علم ھے جن کے پاس روپوں کے بل دینے کی طاقت ھے اور انہیں ان خواتین کا بھی علم ھے جن کے پاس دل دینے کی دولت ھے ۔ اس لئے میں ان کی خدمت میں نہایت انکساری سے عرض کروں گی ۔ ۔ ۔ ۔

وزیر خزانہ ۔ مجھے آج ھی اطلاع ملی ھے ۔ (قہقہہ)

بیگم ممتاز جمال ۔ اس لئے آپ فرض شناسی کا جذبہ پیدا کیجئے ۔ ان عورتوں کو مالی اور ذہنی سکون دیجئے جس کی وہ مستحق ہیں ۔ یہ وہ عورتیں ہیں ۔ یہ وہ خواتین ہیں جو کان کے ہیرے ہیں اور ابھی تک نہیں تراشے گئے اور کانوں میں ہی پڑے ہیں ۔ یہ وہ خواتین ہیں جو جنگل کے پھول ہیں ۔ جن میں مہک بھی ہے ۔ جن میں خوشبو بھی ہے ۔ جن میں حسن بھی ہے اور جن میں نکھار بھی ہے ۔ لیکن جو جنگل میں ہی کھلتے ہیں اور وہیں مرجھا جاتے ہیں ۔

جناب والا ۔ اب میں اپنی وزیر صحت بیگم زاہدہ خلیق الزمان صاحبہ سے کچھ عرض کروں گی (قہقہہ) چونکہ وہ میری ہمجنس ہیں ۔ (قہقہہ) اسلئے مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ میں ان سے دو دو باتیں کر لوں ۔ جناب والا ۔ پاکستان کی سر زمین بھی ایک عجیب دلکش اور رنگین سر زمین ہے ۔ یہ لالہ و گل کھلاتی ہے ۔ انہیں الماس اور جواہر کی طرح تراشتی ہے ۔ ان کو اپنے رنگ میں ترتیب دیتی ہے اور پھر اپنی تہذیب سے ان کی سجاوٹ کرتی ہے ۔ پھر جب وہ گوہر مقصود بنتے ہیں ۔ جب وہ در بے بہا بنتے ہیں تو آپ کا معاشرہ ایک کالے ناگ کی طرح ان کو نگل جاتا ہے ۔ خدارا اس ظلم کو ختم کیا جائے اس brain-drain کو ختم کیجئے ۔ یہ آپ کی قوم کا ۔ یہ آپ کی ملت کا سرمایہ ہیں ۔ مجھے معلوم ہے کہ بیگم صاحبہ اس وقت کیا سوچ رہی ہیں ۔ شاید وہ یہ کہیں گی کہ فنڈز نہیں ہیں ۔ میں ان سے اتفاق کرتی ہوں لیکن کیا فنڈز کے علاوہ اور کوئی ایسی مراعات نہیں دی جا سکتی ہیں ؟ کیا ان کو مکانات نہیں دیئے جا سکتے ہیں ؟ کیا ان کو زمینیں الاٹ نہیں کی جا سکتی ہیں ؟ کیا ان کو خاص معینہ مدت تک ملازمت کرنے کے بعد بونس نہیں دیا جا سکتا ہے ؟ کیا ان کے بچوں کو

طبی اور فنی تعلیم مفت نہیں دی جا سکتی ہے ؟ یہ وہ واقعات ہیں جن پر بیگم صاحبہ بذات خود غور کر سکتی ہیں ۔

جناب والا ۔ ان کے پاس دوسرا شعبہ سوشل ویلفیئر کا ہے ۔ دنیا میں انقلاب آئے ہیں ۔ ایشیاء کے تمام ممالک میں انقلاب آئے ہیں ۔ اور ایشیاء کے تمام ممالک نے عورت کی حیثیت کو تسلیم کر لیا ہے ۔ میں چند ایک ممالک کی مثال دونگی مثلاً ٹرکی ۔ ایران ۔ سعودی عرب آپ ان کو بھی چھوڑئیے افغانستان کو لے لیجئے ۔ افغانستان جیسے ملک نے سیاسی اور سماجی طور پر عورت کی حیثیت کو قبول کر لیا ہے ۔ لیکن جہاں تک ہمارے ملک کی ۵۰ فیصدی آبادی کا تعلق ہے اس کو آپ نے مفلوج کر رکھا ہے ۔ کوئی ملک اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک آپ اس ملک کو ترقی کے ذرائع مہیا نہ کریں ۔ جناب والا ۔ اس میں زیادہ تر قصور آپ مردوں کا ہے اس لئے کہ یہ دوغلی باتیں کرتے ہیں ۔ ان کے پاس اپنے خاندان کی عورتوں کے لئے اصول علیحدہ ہوتے ہیں اور جب وہ ممبر پر کھڑے ہو کر وعظ کرتے ہیں تو ان کے اصول وہاں علیحدہ ہوتے ہیں ۔ میں مانتی ہوں اور بیگم صاحبہ کی خدمت میں عرض کرونگی کہ ہمیں کچھ حقوق ضرور ملے ہیں مثلاً Family Laws جن کے متعلق میری بہن نے کل فرمایا تھا ۔ اس کے علاوہ فیملی پلاننگ اور دوسرے حقوق ہیں ۔ اور ان کے لئے میں اپنے محسن نسواں صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی بے حد ممنون ہوں ۔ جنہوں نے ہماری افادیت ۔ ہماری شخصیت اور ہماری personality کو پرکھنے کے لئے یہ قوانین نافذ کئے ہیں ۔ مگر ابھی ہم نے اور بہت سے حقوق حاصل کرنے ہیں ۔ معاملہ صرف یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا ۔ جناب والا ۔ جہاں تک زراعتی سوسائٹی کا تعلق ہے اس میں آپ عورتوں کو قید کر سکتے ہیں ۔

ان کو روک بھی سکتے ھیں لیکن ایک ملک جو صنعت میں ترقی کر رھا ھے ۔ جو حرفت میں ترقی کر رھا ھے ۔ جو تعلیم کے میدان میں ترقی کر رھا ھے اس میں آپ عورت کو قید کر سکتے ھیں ؟ جناب والا ۔ اگر آپ مجھ سے صحیح بات پوچھیں اور اگر میں انصاف کی بات کروں تو اس میں ھماری عورتوں کا بھی تصور ھے ۔ میں محترمہ وزیر صاحبہ کی خدمت میں عرض کرونگی کہ چونکہ آپ ھماری نمائندہ ھیں اور ھم آپکے اور عوام کے دوران ایک link کی حیثیت رکھتی ھیں اس لئے میری یہ گذارش ھے کہ آپ اس معاشرہ میں اس وقت جو تعلیم یافتہ عورتیں ھیں ان کو ذھنی طور پر یہ تصور دلائیں کہ وہ اس معاشرہ میں اخلاقی قدروں کی بنیاد ڈالیں میں نے آج تک کہیں نہیں دیکھا کہ کوئی تعلیم یافتہ عورت باھر آئی ھو جس نے معاشرہ میں آ کر اخلاقی قدروں کی بنیاد رکھی ھو ۔ جناب والا ۔ جہیز کے مسئلہ کو لے لیجئے ۔ غریب نے اپنی پونجی فروخت کی اور امیر نے اس کے مقابلہ میں بڑھ چڑھ کر ٹھاٹھ بناٹی ۔ جناب والا ۔ جب کپڑے پہننے کا مسئلہ آیا غریب عورت نے مانگ کر کپڑا پہنا لیکن امیر عورت نے اپنی weakness for glamour دکھائی ۔ جب شادی کا مسئلہ آیا غریب عورت نے قرض لے کر بیٹی کی شادی کی لیکن امیر عورت کے ذرائع کے متعلق تو نہیں کہہ سکتی ھوں لیکن اس نے جہیز کے لئے decota جہاز بک کروایا ۔ اس معاشرہ میں اس وقت خواتین میں جو دوڑ چل رھی ھے وہ زر کی دوڑ ھے ۔ وہ مال کی دوڑ ھے ۔ وہ پیسے کی دوڑ ھے ۔ ھو بہو یہی لگتا ھے جیسے ھم علاقائی زبان میں کہتے ھیں ,,جے شریک دا منہ لال ھووے تے اپنا منہہ پٹ کے لال کر لئی دا نے'' اس لئے بیگم صاحبہ کی خدمت میں عرض کرونگی کہ اس ملک میں معاشرہ کی اس وبا کو روکنے کے لئے ھر ممکن کوشش کریں ۔

جناب والا ۔ مخدوم صاحب سے بھی ایک عرض ہے کہ واپڈا کی بحث کے دوران میرے معزز بھائیوں نے کافی سے زیادہ تفصیلات میں فرمایا ہے ۔ اس لئے گذارش ہے کہ وہ اپنے ذہن میں برق پیدا کریں ۔ کیونکہ اگر ان کے ذہن میں برق پیدا ہوتی ہے تو کوئی جواز نظر نہیں آتا کہ بجلی تار سے باہر نکل جائے ۔

جناب والا ۔ اب میں جونیجو صاحب کی طرف آتی ہوں ۔ جناب محمد علی خان جونیجو..... (قہقہہ)

مسٹر سپیکر ۔ بیگم صاحبہ آپ نے اس لئے ۱۱ وزیروں کو ۱۰ کر دیا ہے ؟

بیگم ممتاز جمال ۔ جناب والا ۔ گیارویں کے بارے میں بھی تذکرہ آجائیگا وہ اس وقت ہاؤس میں موجود نہیں ہیں ۔ جناب محمد خان جونیجو سے ایک عرض ہے اور وہ یہ کہ جس طرح "جونیجو" کے لفظ کے ہجے ہیں ہوبہو اسی طرح ہمارے شہر کی اندرونی سڑکوں کی حالت زار ہے ۔ (قہقہہ) جناب والا ۔ اگر کوئی دو جان عورت رکشا ۔ سکوٹر یا ٹانگے پر بیٹھ کر جاتی ہے اول تو اسکو جانے کی ہمت نہیں پڑتی ۔ لیکن بہرحال اگر جاتی بھی ہے تو دوسری بار کبھی جانے کی متوقع نہیں ہوتی ۔ ورنہ ماں اور بچہ دونوں کی زندگی کے چراغ گل ہو جاتے ہیں ۔ اب ان کے پاس ایک اور شعبہ آ گیا ہے یعنی محکمہ ریلوے جسکے وہ وزیر ہیں ۔ اس کے متعلق میں یہ عرض کروں گی کہ زنانہ ڈبوں میں جو ڈاکے پڑتے ہیں ۔ جو قتل ہوتے ہیں اور وہاں جو چراغ گل کئے جاتے ہیں آپ ان کو بھی دیکھیں ۔ آپ یہ ضرور کہیں گے کہ میں نے ابھی ابھی یہ عہدہ سنبھالا ہے اس لئے میں آپ سے عرض کروں گی اور درخواست کروں گی کہ آپ اسکے لئے بھی ابھی سے زیر غور والا معاملہ تیار کریں ۔

جناب والا ۔ خان محمد علی صاحب میرے وزیر تعلیم ہیں ۔ مجھے ان سے اتنی گذارشات کرنی ہیں کہ اسکا کوئی اندازہ نہیں کیونکہ میرے اندازہ کے مطابق اور میرے اصول کے مطابق زندگی کا دارو مدار ۔ ملکی ترقی اور اسکی بہبود قوم کی فلاح بلکہ ان تمام کاروبار کا دارومدار تعلیم پر ہے ۔ لیکن جناب والا ۔ میں وہ پھر کسی موقع پر کہہ دوں گی کیونکہ اس وقت میرے پاس وقت کی کمی ہے ۔ میں ان سے صرف ایک ہی عرض کروں گی کہ اس ملک میں تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ اپنی قومی زبان کو بھی ترقی دیجئے ۔ کیونکہ قومی زبان ہمارا اثاثہ ہے ۔ یہ ہماری میراث ہے ۔ یہ ہماری دولت ہے ۔ یہ ہماری ثقافت ہے ۔ اس وقت ہمارے ملک کے بچے جس دور سے گذر رہے ہیں اور جس طریقے سے انہوں نے انگریزی زبان کو اپنایا ہوا ہے اور اس زبان کو جس طرح انہوں نے اپنا طرۂ امتیاز سمجھا ہوا ہے اسے دیکھکر میرا سر ندامت سے جھک جاتا ہے ۔ جب ہم چھوٹے چھوٹے تھے تو ہم نے علامہ اقبال کی ایک نظم پڑھی تھی جس میں انہوں نے یہ کہا تھا کہ دور غلامی میں ایک فرنگی اپنے بیٹے کو کسی کی ثقافت کھینچنے کے لئے نصیحت کرتا ہے ۔ وہ اسے یوں مخاطب ہوتا ہے کہ اگر تم نے کسی کی ثقافت لینی ہو تو پہلے اسکی زبان کھینچو ۔ کہتا ہے ۔

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اسکی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر

ہم نے سمجھا تھا کہ ہم نے پاکستان لے لیا ہے اور یہ ملک آزاد ہو گیا ہے اور یہ شعر ہم پر لاگو نہیں ہو سکتا لیکن میں حلفاً یہ عرض کرتی ہوں کہ یہ آج بھی لاگو ہے ۔ اور اسکی یہ ایک مثال عرض کرتی

ہوں کہ جب ہم کسی سوسائٹی میں جاتے ہیں تو ہمارا طریقہ یہ ہے کہ جب ہم کسی سے ملتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ " مزاج شریف " اور جب ہم ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں تو کہتے ہیں " خدا حافظ " " فی امان اللہ " ۔ " بہ امان خدا " ۔ اور اپنی مقامی بولی میں " رب راکھا" "اللہ بیلی" کہتے ہیں ۔ لیکن جب یہ پود آئی ہے ۔ تو کیا کہتی ہے؟ آپ اس پود کی زبان بھی سنیئے ۔ ادھر سے آواز آتی ہے " ہائی " ادھر سے آواز آتی ہے " ہائی " اور بیچ میں " یپ " کی آواز بھی سنائی دے جاتی ہے ۔ (قہقہہ) جناب والا ۔ آپ عشاق زبان پیدا کریں ۔ جس ذہن کے ساتھ بچے سوچتے ہیں ۔ آپ ان کے لئے وہی زبان پیدا کریں ۔ آپ زبان کی لذت سے ان کو آشنا کرائیں ۔ آپ زبان کے زیر و بم سے ان کو متعارف کرائیں اور آپ ان کو یہ احساس کرائیں کہ یہ ان کی اپنی زبان ہے ۔ تاکہ وہ اسکے اتار چڑھاؤ اور اسکی لذت سے محظوظ ہوں ۔ اور اسکے لئے سردھنسیں ۔

جناب والا ۔ میاں محمد یاسین خان وٹو میرے بڑے کرمفرما ہیں آپ نے دیکھا ہوگا کہ جو بھی معزز رکن الٹھا ہے اس نے ہر بار ان کو ہردلعزیز وزیر سے خطاب کیا ہے اور میں بھی ان کو ہردلعزیز وزیر ہی کہتی ہوں ۔ ان کے پاس بی ۔ ڈی کا محکمہ ہے اور بی ۔ ڈی کے دو معنی ہو سکتے ہیں ۔ یعنی 'بیدل' یا ' بادل ' ۔ لیکن میں ان سے یہ عرض کروں گی کہ جہانتک اس ملک کی ماں کا تعلق ہے ۔ جہانتک اس ملک کی عورت کا تعلق ہے ۔ آپ اسکے لئے اصل دل بننے کی کوشش کریں ۔ اور ہماری گذارشات کو بغور سنیں ۔

آخر میں اب اپنے قائد ایوان کی باری آتی ہے ۔ اگر میں قائد ایوان سے کچھ عرض بھی کروں گی تو محبت کے اس عظیم رشتے کا واسطہ دیکر

کروں گی جو ان کے اور میرے درمیان قائم ہوتا ہے ۔ کہ اگر وہ بچہ کی " پیش " اڑا دیں اور اسکی جگہ "زیر" لگا دیں تو اسکے بعد وہ مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ جس کے ذریعے میں ان سے اپنی ہر جائز ضد منوا سکتی ہوں ۔ اس لئے میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گی کہ ہماری جنس کو روٹی دیجئے ۔ ہمیں پیٹ بھرنے کے لئے کھانا دیجئے ۔ کیونکہ اگر آپ کا معاشرہ صحت مند ہے ۔ اگر آپ کی عورت مطمئن ہے تو وہ... کہتے ہیں کہ " جس دے گھر دانے اس دے کملے وی سیانے " ۔ " پیٹ پیاں روٹیاں تے ساریاں گلاں موٹیاں " ۔

جناب والا ۔ زبان گوشت کا ایک لوتھڑا ہوتا ہے لیکن یہی زبان ایک تیز دھار والی تلوار کی سی طاقت رکھتی ہے ۔ ہمارے قائد ایوان کے پاس ایسی زبان ہے جسکے پاس بیان بھی ہے ۔ جس میں چاشنی ہے جس میں لذت ہے ۔ جس میں حسن ہے اور جس میں کشش بھی ہے ۔ اس لئے میں آپ کی وساطت سے (گو کہ وہ یہاں پر موجود نہیں ہیں) ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گی کہ وہ اپنی زبان کی اس چاشنی کو استعمال میں لاتے ہوئے اپنی پوری ٹیم سے یہ فرمائیں کہ خواتین کی جو خواہشات اور مطالبات ہیں اور ان کی جو گذارشات ہیں .....

چودھری محمد سرور خان ۔ جناب والا ۔ وزراء کی فہرست تو اب ختم ہو گئی ۔ اس لئے میں بیگم صاحبہ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ

بوئے گل نالہ دل دود چراغ محفل
جو تیری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

ذرا اس راز کے متعلق بھی وہ ارشاد فرما دیں ۔

بیگم ممتاز جمال ۔ جناب والا ۔ جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا ہے میں آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں یہی عرض کروں گی کہ وہ خواتین کے ان تمام الجھے ہوئے تاروں کو سلجھانے کی کوشش کریں ۔ ہماری دعائیں ان کے ساتھ ہیں ۔ ان الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہ آپ نے مجھے اپنی گذارشات پیش کرنے کے لئے وقت عطا فرمایا ۔ اپنی تقریر ختم کرتی ہوں ۔ (قطع کلامیاں) جناب والا ۔ قابل احترام جناب فاروقی صاحب نے آپ کے متعلق کچھ ارشاد فرمایا ہے تو میں ان کے استفسار پر صرف یہ عرض کروں گی کہ آپ کی ذات گرامی کے لئے میں کیسے گستاخی کر سکتی ہوں ۔ ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہ تو مائی باپ ہیں ۔

دیوان سید غلام عباس بخاری (ملتان-ے) ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

میں اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو اپنی مخلوق پر بے حد رحمان اور رحیم ہے ۔

جناب والا ۔ جناب فاروقی صاحب کی پر مغز اور مدلل تقریر پر سردار محمد اسحاق خان صاحب کی پر مغز اور مدلل اور لمبی تقریر اور جنابہ بیگم صاحبہ کی پر لطف اور چاشنی پیدا کرنے والی پر مغز اور مدلل تقاریر سن سن کر شاید آپ بھی تھک گئے ہوں گے اور وزراء بھی اب تھکن سی محسوس کر رہے ہوں گے اور معزز اراکین بھی ۔ لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ میرا اور ہر معزز رکن کا یہ فرض ہے کہ اب جبکہ بجٹ پر عام بحث شروع ہو چکی ہے تو ہم اپنے قومی اور علاقائی مسائل پر پورے خضوع و خشوع سے تنقید کریں اور جیسا کہ بیگم صاحبہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے وزراء صاحبان اس تنقید کو بڑی فراخدلی

سے سنیں اور ہماری تلخ و ترش باتوں کو برداشت کریں اور ممبران صاحبان کو جو تکالیف اور شکایات ہوں ان کو رفع کرنے کی کوشش کریں ۔

جناب والا ۔ میرے محترم دوست میجر محمد اسلم جان صاحب نے اراکین ایوان کے متعلق یہ فرمایا کہ یہ صاحبان تقریر کا آغاز تو مبارکباد سے کرتے ہیں لیکن آخر میں جا کر اتنی تنقید کرتے ہیں کہ جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اس صوبے میں کوئی ترقی نہیں ہو رہی ۔ کوئی کام نہیں ہو رہا یعنی آخری تان اس پر ٹوٹتی ہے ۔ میں وضاحت کے طور پر اپنے بھائی کی خدمت میں عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب ہم وزیر خزانہ یا سیکرٹری خزانہ یا ان کے عملہ کو مبارکباد دیتے ہیں یا اپنی گورنمنٹ کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو ہماری نگاہ میں یہ نہیں ہوتا کہ اس صوبے کی تمام تکالیف دور ہو گئی ہیں یا تمام ضروریات پوری ہو گئی ہیں بلکہ ہماری نگاہ میں یہ ہوتا ہے کہ ۱۹۴۷ء سے یعنی جب سے پاکستان بنا ہے اس وقت سے لے کر اب تک جو کچھ ہوتا آیا ہے اس کے مقابلہ میں اب ہم کس طرف جا رہے ہیں ۔ اس ساری چیز کا جائزہ لینے کے بعد ہمارے ذہن اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اپنی گورنمنٹ کو اس وزیر خزانہ کو اور اس بجٹ کو جو کہ متوازن ہے اور نئے ٹیکس سے آزاد ہے اور ترقی کی طرف ایک روشنی ہے مبارکباد پیش کریں ۔

جناب والا ۔ فاروقی صاحب نے قرضوں کے متعلق بہت تبصرہ کیا ہے اور انہوں نے ایک مثال دی ہے کہ پچھلے وقتوں میں بنیاء جب کسی رئیس زادے کو قرضہ دیتا تھا تو اس کی نیت یہ ہوتی تھی کہ آخر میں جا کر وہ اس رئیس زادے کی جائیداد قرق کرا لے اور اس پر قبضہ کر لے ۔ اس لئے وہ دل کھول کر قرضہ دیتا تھا ۔ فاروقی صاحب کا خیال یہ

ہے کہ ہمیں جو قرضہ دیا جا رہا ہے وہ بھی کچھ ایسی ہی اغراض کی بناء پر دیا جا رہا ہے کہ ہمارے اوپر قبضہ کیا جا سکے ۔ جناب والا ۔ مجھے فاروقی صاحب کا بہت احترام ہے وہ بہت اچھی باتیں بھی کہہ جاتے ہیں ۔ ان میں وزن بھی ہوتا ہے facts and figures بھی ہوتے ہیں مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملہ میں وہ حقائق سے ہٹ گئے ہیں ۔ یہ درست ہے کہ بنیاء اس لئے قرضہ دیتا ہے کہ وہ نوابوں کی جائیدادوں یا رئیس زادوں کی جائیدادوں پر قبضہ کر لے ۔ مگر اس موجودہ زمانے میں وہ قومیں اور وہ ملک جو قرض دیتے ہیں ان کا مقصد قرض لینے والے ملک کو فرق کرنا یا اس پر قبضہ کرنا نہیں ہوتا ۔ ان کا مقصد صرف سیاسی مداخلت ہوتی ہے ۔ وہ سیاسی طور پر اس پر چھا جانا چاہتے ہیں ۔ جناب والا ۔ اگر ہم قرضہ لے کر اتنے مفلوج ہو گئے ہوتے تو آج ہم امریکہ سے جس سے ہم نے سب سے زیادہ قرضہ لیا ہے ۔ اس کے دباؤ سے اور اس کی گرفت سے آزاد نہ ہو جاتے ۔ ہماری آج کی پالیسی سے صاف ظاہر ہے کہ ہم امریکہ کی منشاء کے خلاف چین اور روس کے زیادہ قریب ہو رہے ہیں ۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو قرضے کی وجہ سے اتنا مجبور نہیں پاتے اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ یہ قرضہ ہم آسانی سے اتار سکیں گے ۔ جناب والا ۔ قرضے کی ایک اور بھی اہمیت ہوتی ہے کہ قرضہ جب لیا جاتا ہے تو وہ کروڑوں کے حساب سے ہوتا ہے اور شروع شروع میں محسوس ہوتا ہے کہ اس کی مقدار بہت زیادہ بڑھ گئی ہے یا قرضہ بہت بڑھ گیا ہے ۔ لیکن national level پر جو پراجیکٹ بنتے ہیں جو نہریں کھودی جاتی ہیں اور جو بڑے بڑے ڈیم تیار ہوتے ہیں ۔ ان کے نتائج ۱۰ یا ۲۰ سال میں ظاہر ہوتے ہیں اور انہی کی وجہ سے وہ قرضے بھی اتر جاتے ہیں اور national income

بڑھ جاتی ہے اور فی کس آمدنی بھی بڑھ جاتی ہے اور بجٹ میں ہر سال کروڑوں کی آمدنی بڑھ جاتی ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ جب حزب اختلاف کے معزز اراکین قرضے کو مدنظر رکھیں تو یہ بھی دیکھیں کہ کتنے اعلیٰ پیمانہ پر ہمارے national projects تیار کئے گئے ہیں اور ان کے دور رس نتائج کیا ہوں گے ۔ جناب والا ۔ میں جناب کرمانی صاحب اور سیکرٹری وزارت مالیات تجمل حسین صاحب کو اور باقی عملہ کو دلی مبارکباد اس لئے پیش کرتا ہوں کہ یہ بہت ہی کم میں نے دیکھا ہے کہ بجٹ متوازن بھی پیش کریں اس میں ترقیات کا خیال بھی رکھا جائے اور نیا ٹیکس بھی نہ لگایا جائے ۔ جناب والا ۔ قوم کا راز میرے نقطہ نگاہ سے چار باتوں میں ہے ۔ بلند نصب العین ۔ اس نصب العین میں بڑوں کا یقین و عمل ۔ لیڈروں کا نصب العین عوام کا یقین اور لیڈروں کی ہدایات پر عمل اور قوم کی صحیح خطوط پر تعلیم و تربیت ۔ جناب والا ۔ ہمارا نصب العین اسلام ہے جس کا بنیادی مقصد خدا پرستی ، انصاف ، دیانتداری رحم ، جرات اور محنت ہے ۔ صدر محترم نے دو ایسے ادارے ہمیں میسر کر دئیے ہیں جو ہماری اسلامی خطوط پر راہبری کریں ۔ ایک اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ ہے اور دوسرا اسلامک ایڈوائزری کونسل ہے۔ جناب والا ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک قوم کے سامنے کوئی نصب العین نہ ہو گا اور اس نصب العین کی تشہیر نہیں کی جائے گی ۔ اس وقت تک قوم میں صحیح جذبۂ ترقی پیدا نہیں ہو سکتا ۔ ان دو اداروں کا فرض ہے کہ وہ اس بات کی تشہیر کریں کہ اسلام وہ مذہب ہے کہ جو سیاست ، اقتصادیات ، زراعت ، اخلاقی و روحانی ، نظام عدلیہ اور انتظامیہ سب میں ہماری راہبری کرتا ہے ۔ یہ ادارے اس کے متعلق پمفلٹ چھاپیں اور قوم میں تقسیم کریں ۔ خصوصاً نوجوانوں کے سکولوں اور کالجوں میں ایسے پمفلٹ پہنچنے چاہئیں ۔

جناب والا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ صدر محمد ایوب خان کی ولولہ انگیز قیادت میں ملک کے ہر شعبے نے ترقی کی ہے ۔ مگر پھر بھی چند باتیں ایسی ہیں کہ جن کی طرف میں سمجھتا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ کو توجہ کرنی چاہئے اور جن کی وجہ سے عوام کو بے حد تکالیف کا سامنا ہے ۔ ان میں سے میرے نزدیک پہلی چیز یہ ہے کہ لوگوں کو نہ صرف یہ کہ انصاف ملنا چاہئے ۔ بلکہ جلدی اور بلا تاخیر ملنا چاہئے اور بلا اجرت اور بلا قیمت ملنا چاہئے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ رشوت اور سرخ فیتے سے ہماری قوم کی ترقی کھوکھلی ہو کر رہ گئی ہے ۔ اس سلسلہ میں مؤثر اقدام کرنا چاہئے ۔ جناب والا ۔ غنڈے سمگلر چور بچوں کو اٹھانے والے اور خواتین پر ظلم کرنے والے اس قسم کے دوسرے معاشرے کے دشمنوں سے ملک کے عوام تنگ آ چکے ہیں ۔ اس کی طرف معزز رکن بیگم صاحبہ نے بھی ارشاد فرمایا ہے ۔ اس سلسلہ میں میں نے اس اسمبلی میں ایک بل پیش کیا ہے ۔ جس کے منظور اور نافذ ہونے پر میں سمجھتا ہوں کہ قوم کے یہ تمام دشمن جو کہ موجودہ عدالتی کارروائی سے بچ نکلتے ہیں ۔ اپنے کیفر کردار کو پہنچ سکیں گے ۔ اس بل کے بارے میں جناب نے حکم فرمایا ہے کہ مجھے گورنر صاحب سے منظوری لینی چاہئے ۔ اس کے لئے میں نے درخواست دے دی ہے اور مجھے توقع ہے کہ گورنر صاحب اس کی اجازت مرحمت فرما دیں گے ۔ اور اس ایوان کی سرپرستی میں اگر وہ بل پاس ہو گیا تو میں یقین دلاتا ہوں کہ تمام ایسے عناصر جنہوں نے قوم کی زندگی کو اجیرن کر رکھا ہے اور جن کی طرف بیگم صاحبہ نے بھی اشارہ کیا ہے ان سے یہ ملک پاک ہو جائے گا ۔

اب جناب والا ۔ میں ایگریکلچر کے متعلق اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ کہ زراعت ایک ایسا شعبہ ہے ۔ جس میں سے قوم کی ہر قسم کی ترقی کے سوتے پھوٹتے ہیں ۔ اور قوم میں زندگی پیدا ہوتی ہے ۔ میں کرمانی صاحب کا ممنون ہوں ۔ کہ انہوں نے بجٹ کا ۴۰ فیصد زراعت کے لئے براہ راست مخصوص کر کے ہمارے اوپر احسان کیا ہے ۔ مگر ایک چیز میں آپکی وساطت سے ایوان کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں ۔ اور خصوصاً اپنے قائد ایوان کے نوٹس میں جو کہ زراعت میں بے انتہا مہارت رکھتے ہیں اور اس میں دلچسپی لے رہے ہیں کہ اگر صنعت کار ۲۰ ہزار کا مال تیار کر کے زر مبادلہ کمائیں ۔ تو ان کو مناسب بونس واؤچر مل جاتا ہے لیکن اس کے بر عکس اگر ایک زمیندار ایک کاشتکار دس لاکھ کی جنس بھی ملک کو دے تو اس کو ایک پائی بونس واؤچر بھی نہیں ملتا ۔ میں یہ تجویز کرونگا کہ زمیندار کی جتنی پیداوار ہو مثلاً کپاس اور گندم یہ گورنمنٹ خود خرید کرے اور زمیندار جس قدر اپنی اجناس گورنمنٹ کو دے اس کے against اس ratio سے جس سے industrialist کو بونس واؤچر دیا جاتا ہے زمیندار کو بھی دیا جائے تاکہ اس بونس واؤچر کی بناء پر زمیندار خود باہر سے مشینری امپورٹ کر سکے اور ٹریکٹر اور دیگر implements اپنے ہی بونس واؤچر سے اپنی ضروریات کے مطابق امپورٹ کر سکے ۔

جناب والا ۔ اس وقت واپڈا کا زراعت میں اتنا دخل ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ نہروں کا بھی اتنا دخل نہیں رہا جتنا اب واپڈا کا ہو گیا ہے ۔ اس کے متعلق میں نے یہ عرض کرنا ہے کہ جب ایک کاشتکار بجلی کے نئے کنکشن کے لئے درخواست دیتا ہے تو اس کو دفتروں کے چکر کاٹتے کئی کئی مہینے لگ جاتے ہیں ۔ ایک نئے ٹیوب ویل کے کنکشن کے لئے

جو ایم۔سی۔جی کی revised فہرست بنتی ہے وہ ایک دفتری کارروائی ہے جس پر کئی کئی مہینے صرف کر دئے جاتے ہیں ۔ اور نیا کنکشن نہیں دیا جاتا ۔ میں یہ تجویز پیش کرونگا کہ ایم۔سی۔جی کی revised فہرست بنانے کے لئے زمیندار کا کنکشن نہ روکا جائے ۔ اس کو کنکشن دے دیا جائے اور یہ کارروائی واپڈا خود اپنے دفاتر میں کرتا رہے ۔

جناب والا ۔ گورنمنٹ کے ٹیوب ویل ایسی جگہوں پر قائم کئے جا رہے ہیں جہاں پہلے ہی لوگوں نے اپنے ٹیوب ویل لگا رکھے ہیں ۔ اور نہر کا پانی بھی کافی ہے ۔ اب یہ ہوگا کہ ایک طرف تو ان کو اپنے ٹیوب ویل رکھنے پڑینگے یا اگر وہ استعمال نہ بھی کریں گے تو بھی ایم ۔سی۔جی ادا کریں گے ۔ اس کے بر عکس سرکاری ٹیوب ویل کے لئے بھی دس بارہ روپے فی ایکڑ گورنمنٹ کو دینا پڑے گا ۔ میں یہ تجویز پیش کروں گا کہ جن علاقوں میں لوگ نہیں چاہتے کہ وہاں گورنمنٹ کے ٹیوب ویل قائم ہوں وہاں نہ کئے جائیں اور جہاں پانی کی کمی ہے اور لوگ چاہتے ہیں کہ قائم کئے جائیں وہاں نیا سروے کرکے قائم کئے جائیں ۔ جناب والا ۔ زراعت کے متعلق اور بہت سے پوائنٹ ہیں جو میں انشاء اللہ تعالیٰ جب زراعت پر بحث ہوگی تو اس وقت عرض کرونگا ۔

اب میں اپنے علاقائی مسائل کی طرف حکومت کی توجہ دلانا چاہتا ہوں ۔ جناب والا ۔ ملتان ڈویژن ستر لاکھ کی آبادی کی ڈویژن ہے اور بیس لاکھ آبادی ضلع ملتان کی ہے ۔ یہ علاقہ زرخیز بھی ہے اور زرعی بھی ۔ جناب کو یہ سن کر خوشی محسوس ہوگی کہ اس وقت ہم سابقہ ریکارڈ beat کر چکے ہیں یعنی ہمارا صوبہ زیادہ سے زیادہ گندم پیدا کر رہا ہے ۔ جس کا قریباً نصف ملتان ڈویژن صوبہ کو دے رہی ہے (خوب۔

خوب) جناب والا ۔ یہ زرعی علاقہ ہے اس کے لئے میں گورنمنٹ کو اپیل کرونگا کہ اس کے ہر ایک تحصیل ہیڈ کوارٹر پر اور ہر مناسب مقام پر ایسی ورکشاپیں قائم کی جائیں جن میں زرعی آلات مرمت ہوں یا بنائے جا سکیں ۔ زرعی spare parts بنائے جائیں یا مرمت ہو سکیں ۔ اس کے علاوہ اس ڈویژن میں گندم ۔ کپاس ۔ تیلی اجناس اور پھل بہتات سے ہوتے ہیں ۔ لہذا اس قسم کی فیکٹریاں ہمارے تحصیل ہیڈ کوارٹرز پر اور ضلع ہیڈ کوارٹرز پر قائم کرنے کی منظوری دی جائے جن کے ذریعہ ہم یہ پیداوار انڈسٹری کی صورت میں convert کر سکیں اور وہاں کے لوگوں کو روزگار میسر ہو ۔ جناب والا ۔ میرا تعلق دو تحصیلوں سے ہے یعنی شجاع آباد اور لودھراں سے ۔ یہ دونوں تحصیلیں ملتان جیسے ترقی یافتہ ضلع میں ہونے کے باوجود پسماندہ سمجھی جاتی ہیں ۔ میں یہ عرض کرونگا کہ ان دو تحصیلوں کے مسائل ہماری گورنمنٹ پسماندہ علاقوں کے مسائل کی طرح حل کرے ۔ جناب والا ۔ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ہمارے پاس جو سڑکیں ہیں وہ ڈیڑھ سو میل لمبی ہیں ۔ شجاع آباد سے جلال پور ۔ جلال پور سے لودھراں ۔ لودھراں سے کہروڑ ۔ کہروڑ سے دینا پور اور دینا پور سے بستی ملوک مگر ان میں سے اس وقت تک ہمیں صرف چالیس میل پختہ سڑک ملی ہے ۔ شجاع آباد سے جلال پور ستائیس میل سڑک سات آٹھ سال سے بن رہی ہے جو کہ اس وقت تک صرف اٹھارہ میل بنی ہے اور وہ بھی موجودہ ڈپٹی کمشنر کی کوششوں کی مرہون منت ہے ۔ میں جناب جونیجو صاحب کی خدمت میں عرض کرونگا کہ اس پسماندہ علاقے کی سڑکوں کے لئے زیادہ سے زیادہ فنڈز مخصوص فرمائیں اور ان کی طرف توجہ دیں ۔

جناب والا ۔ میرے علاقہ میں جتنے بڑے شہر ہیں ان میں سے کسی کے لئے بھی water works اور drainage کے لئے فنڈز مخصوص نہیں کئے گئے ۔ جلال پور میں water works کے لئے boring ہوا ۔ کارروائی شروع ہوئی مگر وہ دو سال سے بند کر دی گئی ہے ۔

جناب والا ۔ تعلیمی نقطہ نگاہ سے میرے علاقے کی سب سے بڑی demand ہائی سکولوں کے لئے ہے ۔ ہائی سکول غازی پور اور ہائی سکول قطب پور جن کے متعلق میں نے اور اس علاقے کے ایم۔این ۔ اے صاحب نے جناب نوابزادہ صاحب کی توجہ کئی بار دلائی ہے اور میں ابھی تک مایوس نہیں ہوا ۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ وہ علاقہ ہے کہ جو گنجان آباد ہے اور وہاں ایسے وسائل موجود ہیں کہ وہاں ہائی سکول کامیاب رہیں گے ۔ جناب والا ۔ میرے علاقہ کا ایک اور مسئلہ ایک انٹرمیڈیٹ کالج کی تشکیل ہے ۔ دونوں تحصیلوں میں ایک بھی انٹرمیڈیٹ کالج نہیں ہے ۔ اور غریب طلباء کے لئے میٹرک کے بعد تعلیم حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے ۔ میں نواب زادہ صاحب کی خدمت میں عرض کرونگا کہ وہاں کے عوام نے اور شجاع آباد کی ٹاؤن کمیٹی نے لکھ کر دے دیا ہے کہ وہ پورے سال کا خرچ بھی دینے کو تیار ہیں ۔ رقبے کا بندوبست بھی ہو گیا ہے اور ہمارے ایم ۔ این ۔ اے مخدوم زادہ حامد رضا نے بیس ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا ہے ۔ میں اپیل کرونگا کہ وہاں دو تحصیلوں کے لئے کم از کم ایک انٹرمیڈیٹ کالج عنایت کیا جائے ۔

Mr. Speaker : Please try to conclude now.

دیوان سید غلام عباس بخاری ۔ جناب والا ۔ کل جب میں اختتام اجلاس پر اسمبلی سے باہر نکلا تو ایک انسانی مسئلہ میرے سامنے آیا

جو میں اس ایوان میں پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں ۔ بیرون حدود کمیٹی ۵ میل کے اندر جتنے مزارعین موجود تھے ۔ ان کو حکومت بے دخل کر رہی ہے ۔ یہ انسانی مسئلہ ہے ۔ اور اس کے لئے میں جناب وزیر مال محترم غلام سرور خان صاحب کی خدمت میں پر زور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس امر کی طرف فوری توجہ مبذول فرمائیں اور اس معاملہ کو انسانی سطح پر حل کرنے کی کوشش کریں ۔ ان لوگوں کی ایک لمبی چوڑی عرضداشت ہے ۔ میں اس کے وہ حصے پڑھتا ہوں ۔ جو بہت ضروری ہیں ۔

مسٹر سپیکر ۔ آپ یہ عرضداشت وزیر مال کو دے دیں ۔ وہ اس پر غور کر لینگے ۔

دیوان سید غلام عباس بخاری ۔ ایک بات خاص طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ کسی اور کو یہ اراضی دینے کی بجائے ان لوگوں کو آسان اقساط پر دے دی جائے ۔ یا اگر حکومت اپنی کسی ایسی سکیموں کے لئے لینا چاہتی ہے جن کے لئے ان کی بے دخلی ضروری ہو ۔ تو پھر ان کو ان کا نعم البدل دیا جائے ۔ اس صورت میں اس اراضی کو چھوڑنے کو تیار ہیں ۔ میری گذارش ہے ۔ کہ اس مسئلہ کو انسانی سطح پر حل کیا جائے کیونکہ اس سے ہزاروں خاندان متاثر ہونگے ۔

خان عبدالستار خان مہمند (مردان ۔ ۲) ۔ جناب والا ۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ اور ان کے عملہ کو اس ترقی پذیر صوبہ میں ترقی پذیر بجٹ پیش کرنے پر مبارک دینے میں اس لئے خوشی محسوس کرتا ہوں کہ انہوں نے اس دفعہ ترقیاتی کاموں کے لئے زیادہ سے زیادہ

رقم رکھی ہے اور اس صوبہ کے عوام کی دیرینہ خواہش پورا کرنے کی کوشش کی ہے ۔ اس میں تعلیم Agriculture, Basic Democracies اور رفاہی کاموں کے لئے زیادہ سے زیادہ رقم رکھی گئی ہے اور یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ ارباب حکومت یہ چاہتے ہیں کہ اس صوبہ میں ہر جگہ خوش حالی کا دور دورہ ہو ۔ پس ماندہ علاقوں کے متعلق صدر ایوب خان کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے کوشش کی ہے کہ کسی طریقہ سے پسماندہ علاقوں کو جلد از جلد ترقی پذیر علاقے بنا دیا جائے اور ان کو جلد از جلد ترقی یافتہ علاقوں کے level پر لایا جائے ۔ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس پر کافی وقت لگے گا ۔ جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں یا جو علاقے پسماندہ ہیں یا جو علاقے قبائلی ہیں ان کو صوبہ کے دوسرے ترقی یافتہ علاقوں کے level پر لانے کے لئے کافی وقت لگے گا ۔ لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ اس کے لئے ترقی یافتہ اضلاع کی ترقی کو روک دیا جائے اور جو فنڈز ان اضلاع اور ان علاقوں کے لئے مخصوص کئے ہیں ۔ وہ تمام تر غیر ترقی یافتہ backward areas پر صرف کئے جائیں ۔ میں ان کی اس کوشش کے لئے ممنون ہوں کہ انہوں نے اس بجٹ کو متوازن کرنے کی کوشش کی ہے اور غیر ترقی یافتہ علاقوں کے لئے زیادہ سے زیادہ رقم دی ہے ۔ جناب محمد موسیٰ گورنر مغربی پاکستان نے غنڈوں کی سرکوبی کے لئے جو قانون نافذ کیا ہے ۔ میں اس کے لئے بھی ان کا ممنون ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اب انشاء اللہ اس صوبہ میں امن و امان قائم رہے گا اور عوام کی عزت حیا اور جان و مال محفوظ رہیں گے ۔ ساتھ ہی ساتھ میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اس قانون کو ایسے ہاتھوں میں دیا جائے جو اسے اچھے طریقہ سے چلا سکیں ۔ ایسا نہ ہو کہ اصل غنڈے بچ جائیں اور شریف لوگ اس کی زد میں آ جائیں ۔ اس کے بعد میں یہ عرض

کروں گا کہ پولیس کمیشن کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ پولیس افسران کی تعداد بڑھ گئی ہے ۔ مثلاً تقاوی پولیس سٹیشن میں سات اے ۔ ایس ۔ آئی ہیں اور ۵ پولیس کنسٹیبل ہیں ۔ یعنی جرنیل زیادہ ہیں اور سپاہی کم ۔ وہ اے ۔ ایس ۔ آئی بغل میں بستہ دبائے خالی ہاتھ بدمعاشوں کی سرگرمیوں کو دور کرنے کے لئے جاتے ہیں ۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ کیا بات ہے تو وہ کہتے ہیں کہ میاں سات A.S.I. ہیں اور باقی پولیس فورس صرف ۵ ہے ۔ اس لئے جناب گورنر صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے پولیس فورس کو بڑھائیں اور دیکھیں کہ پولیس کمیشن کے سامنے کون سے واقعات تھے اور ان کی سفارشات کن چیزوں پر مبنی تھی ۔ بہر حال موجودہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے ہم چاہتے ہیں کہ صوبہ میں مکمل طور پر امن و امان ہو اور اس کا ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ پولیس فورس کو بڑھا کر امن و امان کو بحال رکھا جائے ۔

جناب والا ۔ جہاں تک میں نے اندازہ کیا ہے تعلیم کے شعبہ میں بے انداز ترقی ہوئی ہے ۔ یہ بات عرض کرتے ہوئے مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ طلباء کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے ۔ اور ساتھ ساتھ سکولوں اور کالجوں کی تعداد بھی بڑھ گئی ہے ۔ ان کی تعداد حد سے زیادہ ہوتی جا رہی ہے ۔ لیکن میں وزیر تعلیم کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے اس تعلیمی نظام میں بنیادی تبدیلیوں کی ضرورت ہے ۔ اس وقت لاکھوں لوگ بے کار ہیں ۔ بے روزگار ہیں ۔ میں بلا جھجک یہ بات عرض کروں گا کہ Graduates کا کوئی فائدہ نہیں ۔ نہ وہ ہل چلانے کے قابل ہوتے ہیں نہ وہ محنت کرنے کے عادی ہوتے ہیں ۔ اس وطن میں dignity of labour نہیں ہے ۔ Graduates کو صرف قلم چلانے سے

کام ہوتا ۔ ہے کسی دستکاری ۔ کسی محنت یا مزدوری کے کام میں وہ لاج اور شرم محسوس کرتے ہیں ۔ اس لئے میں عرض کروں گا کہ Polytechnic سکولوں کے لئے جو گنجائش رکھی گئی ہے وہ کم ہے ۔ ان کے لئے زیادہ سے زیادہ گنجائش رکھنی چاہئے ۔ آرٹس کالجوں کی اتنی ضرورت نہیں ۔ سائنس کی تعلیم میٹرک تک لازمی قرار دے دیں ۔ اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ میٹرک کے بعد ہر طالب علم کے لئے اپنی مرضی کے مطابق ذریعہ معاش اختیار کرنا آسان ہوگا ۔ اس کے لئے میں چند ایک تجاویز اور معروضات پیش کروں گا ۔ ان اداروں اور ان institutions میں ہر آدمی specialized ہو ۔ اور مناسب طریقوں پر مختلف مضامین میں M. A. کی تعلیم دی جائے ۔ مثلاً گورنمنٹ کالج لاہور میں کیمسٹری ۔ فزکس اور سائیکالوجی میں ایم ۔ اے کی تعلیم دی جائے ۔ اس طرح مختلف subjects مختلف کالجوں میں پڑھائے جائیں ۔ اور پھر یونیورسٹی میں M. A. کی تعلیم حاصل کرکے specialized کیا جائے ۔ آپ کہیں گے کہ یہ مشکل ہوگا ۔ لائل پور کے طلباء M. A. کیمسٹری کے لئے کیسے بھیجے جائیں ۔ یہ مشکل نہیں میں چاہتا ہوں کہ پہلے grouping of intellect کیا جائے ۔ ایک ایک subject میں لڑکے اکٹھے ہوکر تعلیم حاصل کریں ۔ ساتھ ہی ساتھ کالجوں کے سٹاف میں کمی کی جائے ۔ اور طلباء کو ۱۰۰ روپیہ ماہوار تک کے وظائف دئے جائیں ۔ کیونکہ وہ اپنا گھر بار چھوڑ کر آئیں گے ۔ ہر کالج میں ایم ۔ اے ۔ کی کلاسز کے لئے specialists in various subjects on advanced lines ہونے چاہئیں ۔ جناب والا ۔ میں آپ کی وساطت سے عرض کروں گا ۔ کہ طلباء کے لئے سائنس پر زور دیا جائے ۔ موجودہ حالات میں جب دنیا ترقی کی طرف جا رہی ہے ۔ سائنس بہت زیادہ اور ضروری مضمون بن گیا ہے ۔ باقی مضامین

پڑھنے پر تو وقت ضائع ہو رہا ہے ۔ پیسہ ضائع ہو رہا ہے ۔ اور یہ جو آرٹس کالج اور سکول کھولے جا رہے ہیں ۔ یہ اتنا فائدہ نہیں دیں گے ۔ در اصل ہمارے ہاں education کو سروس کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے ۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ education for the sake of education ہونی چاہئے ۔ تاکہ وہ انسان کو صحیح انسان بنا دے ۔ education اس لئے حاصل نہ کی جائے کہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد آدمی کارک بن جائے اور قلم چلا کر روزی کمائے ۔ آرٹس کی study میں روپیہ ضائع ہوتا ہے ۔ اس لئے میری خواہش ہے ۔ کہ طلباء کو سائنس کی یا اعلیٰ فنی تعلیم دی جائے۔ تاکہ وہ ہمارے ملک میں مستقبل کے لئے فائدہ مند ہو سکیں۔ جناب والا ۔ میں ایک بار اور عرض کرتا ہوں ۔ وہ یہ ہے کہ محترم بیگم ممتاز جمال صاحبہ نے ایک نقطہ پیش کیا اور ان کا اشارہ بیگم زاہدہ خلیق الزمان صاحبہ کی طرف تھا کہ ہمارے یہاں کا جو بہترین talent ہے وہ باہر چلا جا رہا ہے لیکن میرا یہ اشارہ نہ صرف ان کی طرف ہے بلکہ میرا اشارہ وزیر تعلیم صاحب کی طرف بھی ہے اور وزیر قانون کی طرف بھی ہے اور وزیر مواصلات کی طرف بھی ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں اعلیٰ ذہن اور اعلیٰ صلاحیتیں رکھنے والے لوگ مناسب سہولتیں نہ ملنے کی وجہ سے باہر چلے جا رہے ہیں ۔ چاہے وہ ڈاکٹر ہوں چاہے وہ وکیل ہوں چاہے وہ قانون دان ہوں چاہے وہ پروفیسر ہوں اگر ان کو اعلیٰ سہولتیں دی جائیں تو وہ ملک سے باہر نہیں جائیں گے اس کے لئے میری ایک تجویز ہے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہر ایک یونیورسٹی میں ایک Intellectual Board ہونا چاہئے اور اس میں تمام ایسے لوگوں کا ریکارڈ ہونا چاہئے جو باہر جانے کا ارادہ رکھتے ہیں یا باہر سے آنے والے ہیں

یا آ چکے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ تمام کارخانہ داروں اور صنعتکاروں یا گورنمنٹ کے ان اداروں کو جن کو اس قسم کے لوگوں کی ضرورت ہو ۔ ان سے کہا جائے کہ جب آپ selection کریں تو ان ہی لوگوں میں سے کریں جو باہر سے اعلیٰ تعلیم لے کر یہاں آ گئے ہیں اور آپ ان ہی لوگوں کو priority دیں اور اس کے بعد بھی اگر آپ کی ضروریات پوری نہ ہوں تو آپ باہر سے آدمی لیں ۔ اس طرح سے بہترین صلاحیتوں کے وہ لوگ جو باہر چلے جاتے ہیں وہ باہر نہیں جائینگے اور ہمارا ملک ان سے مستفیض ہو سکے گا ۔ جناب والا ۔ ایک اور بات استادوں کے متعلق بھی ہے اور پروفیسروں کے متعلق بھی ہے ۔ یہ لوگ آئندہ قوم کے معمار ہیں اور ہماری آئندہ پود کی بنیادیں ان ہی کے ہاتھوں میں ہیں ۔ لہذا ان کو سوسائٹی میں مناسب status ملنا چاہئے ۔ لوگ بالعموم یہ کوشش کرتے ہیں کہ سی ۔ ایس ۔ پی بن جائیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ سی ۔ ایس ۔ پی بننے سے status ملتا ہے اور تنخواہ بھی ملتی ہے تو حضور والا میں آپ کے توسط سے جناب وزیر تعلیم کی خدمت میں یہ عرض کرونگا کہ وہ اساتذہ کو اور پروفیسروں کو جو اس معاشرہ کا ایک اہم حصہ ہیں وہی مقام دلوائیں جس کے وہ حق دار ہیں اور ان کو وہی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں تاکہ وہ یہ محسوس نہ کریں کہ ہم کو سوسائٹی میں وہ مقام نہیں دیا جاتا جس کے ہم حقدار ہیں ۔ جناب والا ۔ آپ اندازہ کیجئے کہ آج دنیا کی بیشتر قوموں میں مثلاً انگلینڈ میں اور روس میں علیحدہ علیحدہ شہر تعمیر کئے گئے ہیں اور ان کو وہاں ہر قسم کی سہولتیں میسر ہیں ۔ جناب والا ۔ ہمارے ملک میں بھی اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کے لوگ موجود ہیں لیکن افسوس ہے کہ آج یہاں کلاس I کو ساڑھے چار سو تنخواہ سے شروع کر کے اور ۲۵ روپے سالانہ ترقی دیکر اس کی انتہائی تنخواہ

۲۵۰۰ روپے پر ختم کر دی جاتی ہے ۔ حضور والا ۔ اگر ہم ہر شخص کی صلاحیتوں کو دیکھیں اور ان کے مطابق اسے سہولتیں مہیا کریں تو آج سے دس سال بعد ہمارے ملک میں یہ لوگ بہت کام آئینگے ۔ تو ہمیں چاہئے کہ ہم ان چیزوں کا اندازہ لگا کر ان لوگوں کو مناسب سہولتیں مہیا کریں اور ان کو اس چیز پر تیار کیا جائے کہ وہ اس ملک میں رہ کر اس ملک اور اس ملک کے بچوں کیخدمت کر سکیں ۔

جناب والا ۔ اساتذہ اور پروفیسروں کے selection کے جو rules ہیں وہ strict ہونا چاہئیں اسواسطے کہ جبتک یہ نہ دیکھا جائے کہ یہ شخص کیا کچھ کر سکے گا اور کیا نہ کر سکے گا اسکا selection ٹھیک نہیں ہو گا ۔ میں کہتا ہوں کہ جس شخص کے لئے جو مقام اسکے لئے دیا جائے ۔ اسکے بعد جناب والا پشاور میں جو یونیورسٹی ہے وہ residential یونیورسٹی ہے اسمیں ۶ ہزار سے زیادہ طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں ۔ اسمیں میڈیکل کالج بھی ہے ۔ اسمیں انڈسٹریل کالج بھی ہے ۔ ایگریکلچر کالج بھی ہے ۔ لاء کالج بھی ہے ۔ کامرس کالج بھی ہے ۔ کالج آف ایجوکیشن بھی ہے ۔ کالج آف ہوم اکنامکس بھی ہے اور ۶ ہزار سے زیادہ طلباء اس یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور اس یونیورسٹی کے لئے تقریباً ۶۰ لاکھ کی گرانٹ اس سال کے بجٹ میں رکھی گئی ہے معہ میڈیکل کالج کے ۔ جبکہ دوسری طرف پنجاب یونیورسٹی کو دو کروڑ کی رقم دی گئی ہے ۔ یہ میں حسد کی وجہ سے نہیں کہہ رہا میں بحیثیت پاکستانی کے چاہے وہ پنجاب کا رہنے والا ہو ۔ چاہے سرحد کا رہنے والا ہو چاہے سندھ کا رہنے والا ہو ۔ چاہے وہ مشرق پاکستان کا رہنے والا ہو سب کو ایک جیسا سمجھتا ہوں ۔ لیکن پشاور یونیورسٹی ایک نئی یونیورسٹی ہے اور اس یونیورسٹی نے بہت خدمات انجام دی ہیں ۔ اسکے

طلباء نے بہت خدمات انجام دی ھیں - ۱۹۶۵ء کی جنگ میں انکے نوجوان لڑکوں نے (یہ بات میں صاف کھلے لفظوں میں نہیں کہہ سکتا) بڑی خدمات انجام دی ھیں - تو اس یونیورسٹی کو زندہ رکھنے کیلئے میں جناب وزیر تعلیم کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ اسکے لئے فنڈز بڑھائے جائیں اور وہ خدمت جو انہوں نے کی ھے اس خدمت کو برقرار رکھا جائے -

جناب والا - اسکے بعد میں اب پرائیوٹ اداروں اور کالجوں کے بارے میں یہ عرض کروں گا کہ اس صوبے میں یہ بہت چل رھے ھیں لیکن مجھے افسوس ھے کہ اب انکو money making machines کے طور پر استعمال کیا جا رھا ھے - اسکے لئے ایک کمیشن مقرر کیا گیا تھا کہ انکے حالات کی وہ چھان بین کریگا مگر مجھے معلوم نہیں کہ اسکا کیا ھوا بہر حال نہ وھاں ایجوکیشن کا کوئی معیار رکھا جاتا ھے - نہ بچوں کی نگہداشت کیجاتی ھے اور انکے اخلاق کی بھی دیکھ بھال نہیں کیجاتی - تو اس سلسلے میں جناب والا کے توسط سے وزیر تعلیم کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ وہ تندھی سے اس کام کو کرتے ھوئے انکے حالات کی چھان بین کرائیں اور اگر وہ کالج اور سکول صحیح معیار پر نہ اتریں تو انکو بند کرنے کے احکامات فرما دئے جائیں -

جناب والا - مجھے خوشی ھے کہ زراعت کیلئے اس بجٹ میں جو رقم رکھی گئی ھے وہ اس ملک کی ترقی کیلئے yield per acre بڑھانا سب سے زیادہ ضروری ھے - اسکے لئے میرے کچھ دوستوں نے mechanisation of agriculture کی قدرے مخالفت کی ھے - میں عرض کروں کہ mechanisation of agriculture ایک ضروری چیز ھے جناب والا - ایگریکلچر میں law of diminishing result

ابھی دور ہے اسمیں جتنا جی، چاہے invest کرتے جائیے ۔ زمین خدا کا وہ خزانہ ہے کہ جس سے قوم کا منہ بھرتا ہی جائیگا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسکے لئے ضروری ہے کہ ٹریکٹر ہوں انکے spare parts مل سکیں اور موجود ہوں ۔ انکے لئے ورکشاپ available ہوں ۔ دوسری بات یہ ہے کہ availability of fertilizers بھی بہت ضروری ہے اسکے سلسلے میں کماحقہ کوشش کیجائے اور یہ کاشتکاروں کو مہیا کیجائے ۔ میری اس سلسلے میں ایک درخواست ہے اور وہ یہ ہے کہ مختلف علاقوں میں soil testing کی جائے اور مختلف crop کے علاقوں کو ان کی ضرورت کے مطابق mixed fertilizer مہیا کیا جائے کیونکہ ہمارے کاشتکار بیچارے غیر تعلیم یافتہ ہیں ان کو یہ نہیں معلوم superphosphate کے ساتھ urea نہیں mix کرنا چاہئے ۔ ان کی ضرورت کے مطابق سہولتیں دیتے ہوئے mixed fertilizer مہیا کیا جائے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ گورنمنٹ نے بڑی مہربانی کی ہے کہ اس سال میکسی پاک بیج مہیا کیا ہے ۔ میکسی پاک بیج hybrid بیج ہے ۔ hybridisation اس چیز کا continue کرنا چاہئیے اس واسطے یہی بیج جو ۶۰ - ۷۰ من فی ایکڑ yield دے رہا ہے وہ شاید دو سال یا تین سال کے بعد اسی زمین سے اسی کھاد کے ساتھ ۴۰ یا ۳۰ من نہ دے ۔ hybridisation اس کا ہونا چاہئے یا اس ملک میں یا باہر سے اس کا متبادل بیج منگوانا چاہئے ۔ اے ۔ ڈی ۔ سی نے مہربانی فرمائی ہے اور fertilizers مہیا کئے ہیں ۔ اے ۔ ڈی ۔ سی مہربانی فرما رہی ہے ۔ اس سال میکسی پاک خرید رہی ہے ۔ بڑی خوشی کی بات ہے ۔ اگلے سال انشاء اللہ اس سے زیادہ کاشت ہو جائے گی مگر اس سے اگلے سال کے لئے یہ میکسی پاک اتنی پیداوار نہیں دے گی جو اس نے اس سال دی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج زراعت کے میدان میں

سائنسی آلات کی بہت زیادہ ضرورت ہے ۔ mechanization کی سخت ضرورت ہے ۔ حضور والا ۔ گنے کے متعلق میری یہ درخواست ہے کہ پچھلے سال جب تمام گنا اگانے والے چیخ رہے تھے اس بات پر کہ انہیں گنے کی flat قیمت دی جائے اور recovery کی قیمت مقرر نہ کی جائے کیونکہ ہمارے گنا اگانے والے قیمت وصول کرنے کے لئے ہر وقت مل والوں سے جھگڑا کرتے ہیں ۔ اسی لئے میں نے اس وقت برملا کہا تھا کہ زمینداروں کے پاس تین لیبارٹریاں ہیں ۔ مل والے ان کی لیبارٹری کو نہیں مانتے اور ہم مل والوں کی نہیں مانتے ۔ مجھ سے پوچھا گیا کہ گنا اگانے والوں کے پاس لیبارٹریاں کہاں سے آئیں ۔ میں نے کہا کہ ہمارے پاس ایک لیبارٹری ہے جس میں ہم دیکھتے ہیں کہ گنا واقعی اچھا ہے ۔ دوسری لیبارٹری ہمارا منہہ ہے ۔ ہم گنا چوستے ہیں تو ہم بتا سکتے ہیں کہ اس میں اتنا گڑ ہے اتنا میٹھا ہے اور تیسری لیبارٹری ہماری گھانی ہے ۔ جس میں سے ہم گڑ نکالتے ہیں اور ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۰ من گنے سے اتنا گڑ نکلا ۔ مل والے کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے لیکن میں اس کے جواب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں سب سے پرانا گنے کا اگانے والا ہوں ۔ ۲۶ سال سے یہ کام کر رہا ہوں اور اس زمانے سے جس زمانے میں صرف ایک راہوالی شوگر مل تھی اور ایک فرنٹیئر شوگر مل تھی ۔ میں ان کی لیبارٹری کی اے ۔ بی ۔ سی کو بھی نہیں سمجھتا ہوں تو اس سلسلے میں میں نے ممبر شوگر کین کنٹرول بورڈ کی حیثیت سے جناب گورنر صاحب منسٹر فوڈ اور سیکرٹری فوڈ کی خدمت میں ایک طویل عرضداشت بھیجی ہے ۔ مجھے ابھی علم نہیں کہ اس کا کیا ہوا ۔ میرا منشاء کہنے کی یہ ہے کہ اس سال ویسٹ پاکستان میں ۲۰ شوگر فیکٹریوں کے ہوتے ہوئے گنا کیوں کم پیدا ہوا ۔ اس سال ہمارے پاس رقبہ بھی کافی تھا

اور رقبے کی اتنی فراوانی ہونے ہوئے گنا کیوں کم پیدا ہوا - چینی کی قیمتیں کیوں بڑھیں - ہم نے اس قدر زرمبادلہ خرچ کرکے چینی باہر سے امپورٹ کی - گورنمنٹ کا اس قدر زرمبادلہ صرف ہوا - آپ خود اندازہ فرمائیں کہ چینی کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے پیش نظر پریس اور پبلک میں کس قدر پریشانی اور بے چینی پھیلی ہوئی ہے - اس کی وجہ یہ ہے کہ گنا پیدا کرنیوالوں کو سیزن کے شروع سے لیکر آخیر تک ان کے گنے کی مقررہ قیمت نہیں دی گئی - ان کو کوئی گارنٹی بھی نہیں دی گئی - میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ ہم خود کفالت کی حد تک پہنچ چکے ہوئے ہیں اور خدا کے فضل سے ہمیں امید ہے کہ ہم جلد از جلد فاضل ہو جائیں گے اور غلہ ایکسپورٹ بھی کر سکیں گے - اس سال گورنمنٹ نے مہربانی کی ہے کہ گندم پیدا کرنے والوں سے گندم ۱۷ روپے فی من کے حساب سے خرید رہی ہے - میں سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ اچھی قیمت دے رہی ہے - ملک خدا بخش نے فرمایا کہ وہ ہر قسم کی گندم لے رہے ہیں - لیکن اگر یہ گارنٹی ہٹ جائے اور اگلے سال وہ ۱۸ روپے فی من پر گندم خریدیں تو یہ مناسب نہ ہوگا - آخر زمیندار کو بھی جینے کا حق ہے - اگر اس کو اپنی چیز کے مناسب دام نہیں ملیں گے تو وہ بیچارہ کیا کرے گا - ظاہر ہے کہ وہ کم کاشت کرے گا اور اگلے سال مزید کمی ہوجائیگی - جناب والا - میں آپ کی وساطت سے گورنر مغربی پاکستان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ حکم دیں کہ اس سال گنے کی مقررہ قیمت ہو - مغربی پاکستان میں ۲۰ شوگر فیکٹریاں ہیں ان میں سے ۱۸ شوگر فیکٹریوں کی یہ ڈیمانڈ ہے کہ گنے کی مقررہ قیمت ہو اور میں یہ عرض کروں گا کہ صرف دو صورتیں اس کے لئے ہیں کہ گنا پیدا کرنے والوں کو flat price دیجائے -

مسٹر سپیکر ۔ اب آپ اپنی تقریر ختم کیجئے ۔

خان عبدالستار خان مہمند ۔ صرف دو منٹ اور جناب والا ۔ حضور والا ۔ میں چاہتا ہوں کہ پشاور کے لئے SCARP کی قسم کی سکیمیں بنائی جائیں تو حکومت کی بڑی مہربانی ہوگی ۔ کیونکہ وہاں water-logging بھی ہے اور بعض علاقے ایسے ہیں جہاں پانی کی بہت سخت ضرورت بھی ہے ۔ آج سے ٦ سال قبل جناب صدر مملکت نے وعدہ فرمایا تھا کہ شوگر فیکٹریز وہاں لگائیں گے ۔ اگر لگ جائیں تو گنا اگانے والوں کو فائدہ ہوگا ۔

اس کے علاوہ جناب والا ۔ میں نے سڑکوں کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے ۔ مجھے خوشی ہے کہ جونیجو صاحب ریلوے کے وزیر بھی بنا دئے گئے ہیں ۔ میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ حادثات کی روک تھام کے لئے سڑکوں کو چوڑا کیا جائے انہوں نے یہ مہربانی کی ہے کہ ڈیڑھ کروڑ کا جو گورنمنٹ کا بقایا تھا اس میں سے سوا لاکھ روپیہ ہمارے ایریا کو دیا ہے تو اس کے لئے ہم شکر گذار ہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ یہ رقم اور بڑھا دی جائے تاکہ لوگوں کو اور بھی آسانی ہو ۔ ٹرانسپورٹ ہمارے ہاں ایک ضروری مسئلہ ہے ۔ اگر ہم ملوں تک گنا نہ پہنچا سکیں تو ہمارے لئے بہت مشکلات پیدا ہو جائیں گی ۔

ایک اور عرض یہ ہے کہ ہم سمجھتے تھے کہ منگلا ڈیم جب بن جائیگا تو ہماری بجلی کی کمی پوری ہو جائیگی اور ہمارے لئے بڑی آسانی ہو جائیگی ۔ مگر ۵۵ لاکھ روپیہ خرچ کرکے واپڈا والوں نے ایک الیکٹرک مشین لگایا تھا جو کم وولٹیج کی وجہ سے جل گیا اسی طرح اور بھی کئی الیکٹرک مشین کم وولٹیج کی وجہ سے جل گئے ۔ آخر جناب والا ۔ یہ تمام خرچ عوام کی جیبوں

سے جاتا ہے - میں چاہتا ہوں کہ واپڈا والے بجلی کے وولٹیج پر کنٹرول رکھیں اسکے علاوہ انہیں تاریں بھی اس طریقہ سے پھیلانی چاہئیں تاکہ آسانی سے بجلی مہیا کی جا سکے -

سید یوسف علی شاہ (پشاور - ۱) - جناب سپیکر - جناب سید احمد سعید کرمانی نے جو بجٹ اس ایوان میں پیش کیا ہے وہ مغربی پاکستان کی اقتصادی ترقی کا آئینہ دار ہے جس کی وجہ ایک اچھی منصوبہ بندی اور ہماری مستحکم مالی پوزیشن ہے - وزیر خزانہ صاحب نے بغیر کوئی ٹیکس لگائے ایک متوازن بجٹ ہمارے سامنے پیش کیا اور یہ ملک کے اس بازو کی ترقی کے سلسلے میں صوبہ کے نگران اعلیٰ کی کارکردگی کا ایک ثبوت ہے - بجٹ کی موجودہ ترتیب ان کی مالی سوجھ بوجھ کا بین ثبوت ہے - جناب والا - اس سال ہماری حکومت کا نمایاں کارنامہ مسئلہ خوراک کے سلسلے میں ہے اور یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے - خوراک کا مسئلہ گزشتہ کئی سالوں سے نہایت پیچیدہ ہوتا چلا جا رہا تھا لیکن گذشتہ سال ہمارے قائد اور محبوب راہنما فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے ایک پختہ عزم سے اعلان کیا کہ خوراک کے مسئلے میں مغربی پاکستان ہی نہیں بلکہ پورا ملک ہر حالت میں خود کفیل ہونا چاہئے جس کے نتیجہ میں ایک missionery zeal کے ساتھ اور پوری طاقت سے ہر طبقے کے لوگوں نے اس مہم کو چلایا اور خدا کے فضل و کرم سے اس مہم میں انہیں کامیابی نصیب ہوئی - اس کامیابی کی سب سے بڑی وجہ ہمارے محبوب صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی موثر و گراں قدر قیادت ہے اور انہی کی قیادت میں قوم نے شب و روز کام کیا اور اس کے ساتھ ہی یہ کامیابی جناب محمد موسیٰ گورنر مغربی پاکستان کی شب و روز محنتوں اور کاوشوں کا بھی نتیجہ ہے اور ساتھ ہی صوبائی

وزیر خوراک کی اعلیٰ صلاحیتوں اور محکمہ خوراک کے افسروں کی پیہم کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے تو میں اس کے لئے ان سب اور تمام کاشتکاروں کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں ۔ جناب والا ۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں ۔ ۱۹۵۸ء سے قبل خوراک کی پیداوار میں جو اضافہ ہوا تھا ۔ وہ دو فیصد سے بھی کم تھا لیکن گذشتہ سال سے یہ اضافہ ۱۰۸ فیصد کی شرح سے ہوا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور ہم یہ بات وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ہماری حکومت نے خوراک کی پیداوار کا جو target مقرر کیا تھا ۔ ہم انشاء اللہ وہاں تک پہنچ گئے ہیں ۔ بلکہ میں خیال کرتا ہوں کہ ہم فاضل غلہ دوسرے ممالک میں بھیج سکیں گے ۔ اس کامیابی کی دو نمایاں خصوصیات یہ ہیں کہ خوراک کے متعلق حکومت نے جو تخمینے مقرر کئے تھے ۔ ہماری تمام اجناس خوردنی اور جو غلہ ہم نے پیدا کیا ہے ان کی مقدار ان تخمینوں سے کہیں زیادہ ہے ۔ ہمارے اس بجٹ میں ایک دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ترقیاتی شعبوں میں ایک جامع منصوبہ تیار کرکے آئندہ سال کے لئے ہمارے سامنے اس ایوان میں پیش کیا گیا ہے جس پر ۵۷۰۲۳۸ کروڑ روپیہ صرف ہوگا اور اس سے پہلے اس صوبہ کی تاریخ میں اتنا بڑا منصوبہ کبھی پیش نہیں کیا گیا ۔ حکومت کا یہ اقدام قابل صد تحسین ہے ۔

جناب والا ۔ ہماری حکومت نے پچھلے دس سالوں میں تعلیم کے میدان میں جو نمایاں ترقی کی ہے ۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ۔ اس کے ثبوت میں میں چند اعداد و شمار آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔ ۱۹۵۸ء میں مغربی پاکستان میں پرائمری سکولوں کی تعداد ۱۷۵۱۴ تھی ۔

اور آج یہ تعداد دو گنا سے زیادہ ہو گئی ہے - یعنی ۳۹۴۱۸ ہے - ۱۹۵۸ء میں میں مڈل سکولوں کی تعداد صرف ۱۹۵۳ تھی اور آج یہ ۳۲۱۶ ہے - اسی طرح ۱۹۵۸ء میں ہائی سکول ۱۰۱۴ تھے - اور آج یہ ۱۸۳۸ سے بڑھ گئے - ۱۹۵۸ء میں Polytechnic سکول صرف دو تھے - اور آج ۱۹ ہیں - تعلیمی اداروں میں تعلیم پانے والے طلباء کی مجموعی تعداد ۱۹۵۸ء میں چوبیس ہزار تھی اور آج پچاس ہزار سے زائد ہونے والی ہے - لیکن جناب والا - اس کے ساتھ ہی ہمیں اس چیز کی شدت کے ساتھ ضرورت ہے کہ ہم اپنی تعلیم کے موجودہ نظام میں فوری تبدیلیاں کریں - ہمارے نظام تعلیم میں پچھلے چند برسوں میں کچھ تبدیلیاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن اس کے باوجود ابھی اس میں اصلاحات کا بہت زیادہ scope ہے - ہمیں چاہئے کہ ہم اسے اتنا اچھا بنائیں کہ یہ ایک آزاد قوم کی شان کے شایان ہو اور ہماری نئی پود کے افراد تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب ہماری سوسائٹی اور معاشرے اور زندگی کے دائرہ عمل میں داخل ہوں تو وہ ذمہ دار شہری ثابت ہوں اور اپنے قومی تقاضوں کو پوری طرح سمجھ سکیں - انہیں اپنے قومی تقاضوں کا پوری طرح احساس ہو - تعلیم کا جو موجودہ نظام ہے اس کی وجہ سے ہم ہر سال ہزاروں کی تعداد میں تھرڈ ڈویژن میٹریکولیٹ پیدا کر رہے ہیں - جو پاس ہو جانے کے بعد شب و روز سرگرداں رہتے ہیں - نہ انہیں کہیں ملازمت ملتی ہے اور نہ ہی ان کے لئے یہ ممکن ہوتا ہے کہ وہ کسی انجینئرنگ کالج یا میڈیکل کالج یا یونیورسٹی میں داخلہ لے سکیں - اس لئے میں اس طرف وزیر تعلیم کی خصوصی توجہ دلانا چاہتا ہوں - ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی تعلیم کو بامقصد بنائیں - میں ذاتی تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ ہمارا معیار تعلیم اس قدر ناقص ہے

کہ ہمارے تعلیم یافتہ میٹریکولیٹ انگلش کا ایک فقرہ بھی صحیح نہیں لکھ سکتے ۔ یہ ایسے حالات ہیں جن کی طرف حکومت کو فوری توجہ دینی چاہئے ۔ ساتھ ہی ہمیں اس چیز کی کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری تعلیم نظریہ' پاکستان کے مطابق ہو ۔ اور اس کے ذریعے نظریہ' پاکستان کو پوری طرح سے اجاگر کیا جائے ۔ بلکہ ہمارے بچے تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد صحیح معنوں میں مومن اور مسلمان ہوں ۔ اس میں شک نہیں کہ ہماری حکومت نے اس چیز کا بندوبست کیا ہے اور تمام سکولوں میں اسلامی تعلیم لازمی قرار دی گئی ہے ۔ لیکن وہ تعلیم جو دی جا رہی ہے وہ زیادہ موثر نہیں ۔ ہمیں اسلامی تعلیم کو موثر بنانا چاہئے ۔ تاکہ بچے جب تعلیم سے فارغ ہو کر نکلیں تو انہیں یہ پتہ ہو کہ ان کا تعلق کس قوم کس معاشرہ اور کس مذہب سے ہے ۔ آج آپ دیکھتے ہیں کہ ہمارے بچے اور ہمارے نوجوان کبھی اپنے سینوں پر ماؤزے تنگ کے badge لگاتے ہیں اور کبھی کسی دوسرے نظام کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انہیں اپنے آباؤاجداد کے کردار اور اپنے مذہب سے پوری واقفیت نہیں ۔ (تالیاں) اس لئے ضروری ہے کہ انہیں اسلام کی ایسی تعلیم دی جائے ۔ جس سے وہ سمجھیں کہ وہ اس قوم کے بچے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی معرفت وہ دین عطا فرمایا جو دنیا میں سب سے افضل اور سب سے جامع نظام حیات ہے ۔

جناب والا ۔ میں آپ کی معرفت جناب وزیر تعلیم سے ایک اور درخواست یہ کروں گا کہ وہ اس صوبہ میں عیسائی مشنری سکولوں کی طرف توجہ دیں ۔ ہماری گورنمنٹ ایسے اداروں کو کثیر رقوم گرانٹ کی صورت میں دیتی ہے ۔ لیکن وہ اس قدر خود مختار ہیں کہ ہماری

حکومت یا عوام کی ذرا سی مداخلت برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ۔ آپ جن مشنری اداروں کو روپیہ دیں ان کے لئے لازمی قرار دیں کہ ان کی جو governing body یا managing committee ہو اس میں کم از کم پچاس فیصد نمائندگی مسلمانوں کو دی جائے ۔

جناب عالی ۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں ٹیکنیکل ایجوکیشن کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہئے ۔ ہم نے دیکھا ہے کہ craftsmanship کے شعبہ میں ہم نے اتنی ترقی نہیں کی ۔ ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کے لئے کارک بننا بہتر ہے ۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اس پر زیادہ زور دیں اور جو بچے عام تعلیم میں زیادہ ترقی نہیں کر سکتے انہیں ٹیکنیکل ایجوکیشن دلائیں تاکہ وہ اپنے لئے ذریعہ معاش پیدا کر سکیں ۔

اس کے ساتھ ہی اس چیز کی ضرورت ہے کہ اساتذہ کو اور سہولتیں دی جائیں ۔ ان کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے اور ان کی ملازمت کو زیادہ دل کش بنایا جائے ۔ آج کل اکثر یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص جسے اورکوئی پیشہ نہیں ملتا وہ ادھر آ جاتا ہے ۔ حالانکہ ہماری قومی تعمیر نو میں تعلیم کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے ۔ اس لئے ضروری ہے کہ اساتذہ کے لئے زیادہ سے زیادہ incentive مہیا کیا جائے تاکہ قابل اور اچھے لوگ اس طرف آئیں اور ہماری قوم کے بچے ان سے مستفید ہو سکیں ۔

جناب والا ۔ ایک اور چیز جس کی طرف میں اشارہ کرنا چاہتا ہوں ۔ وہ ہمارے ملک میں رشوت خوری کا رجحان ہے ۔ اگرچہ مجھے احساس ہے کہ ہماری حکومت نے رشوت خوری روکنے کے لئے ایک جامع منصوبہ بنایا ہے اور عملی اقدام کئے ہیں ۔ صدر مملکت نے بھی اس سلسلہ میں

ایک خصوصی کمیٹی قائم کی ہے اور کہا ہے کہ اس مرض کو معاشرہ سے ختم کرنے کے لئے موثر اقدامات کئے جائیں ۔ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ محض قانون بنانے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا ۔ کیونکہ اس کی کئی وجوہات ہیں ۔ بہتر تو یہ ہو گا کہ حکومت اس مسئلہ کے لئے ایک کمیشن مقرر کرے جو اس کے تمام پہلوؤں کو دیکھ کر حکومت کو اپنی سفارشات پیش کرے ۔ اس رشوت کی وجہ سے ہماری قومی دولت بری طرح ضائع ہو رہی ہے ۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ اور بنیادی اداروں کو حکومت جو روپیہ دیتی ہے وہ خرچ ضرور ہوتا ہے مگر اس طرح سے کہ سڑکیں بنتی ہیں تو دوسرے دن ختم ہو جاتی ہیں ۔ اس سے بہتر یہ ہو گا کہ ہم اس روپیہ کا ۳۰ فیصد تنخواہ میں اضافہ کی صورت میں ان ملازمین کو دے دیں ۔ تاکہ پچاس فیصد کا مصرف تو صحیح ہو ۔ ہمیں اس چیز کی ضرورت ہے کہ ہم مسلمان افسروں میں یہ احساس پیدا کریں کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ان پر مذہب کی طرف سے سب سے زیادہ بڑا فرض یہ عائد ہوتا ہے کہ رزق حلال کھائیں اور حرام سے پرہیز کریں ۔ حرام ہر صورت میں حرام ہے ۔ رشوت حرام ہے اور حرام کی کمائی سے کبھی سکون حاصل نہیں کیا جا سکتا ۔ آنے والی نسلوں پر یہ بہت بڑا ظلم ہو گا کہ حرام کی کمائی سے ہم ان کی پرورش کریں اس بات کا ان میں احساس پیدا کرنا چاہئیے اور اسکے ساتھ ہی ساتھ ہمیں ایسے حالات پیدا کرنے چاہئیں کہ ہمارا معاشرہ رشوت خوری کو برائی سمجھے اور سوسائٹی کے ہر طبقہ میں اس کو condemn کیا جائے ۔ جو رشوت لیتے ہیں انہیں رشوت لینے کی جرات نہ ہو اور وہ ہمارے سامنے سینہ تان کر نہ چل سکیں ۔ (خوب ۔ خوب) ۔

جناب والا ۔ ہم نے اور آپ نے بھی اخبارات میں دیکھا ہوگا کہ اس قسم کی خبریں چھپتی رہتی ہیں کہ آج فلاں جگہ حادثہ ہوا اور کل فلاں جگہ ہوا ۔ ہم نے دیکھا ہے کہ پچھلے چند سالوں سے سڑکوں پر حادثات کی تعداد میں خطرناک حد تک اضافہ ہوا ہے ۔ میں استدعا کرتا ہوں کہ حکومت اس مسئلہ کی طرف فوری اور ضروری توجہ دے ۔ ان حادثات کی وجہ سے ہر روز ۔ ہر ماہ اور ہر سال بہت سی قیمتی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں اور وہ بیچارے بے قصور ہوتے ہیں ۔ انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے وقت پتہ نہیں ہوتا کہ وہ بجائے اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے اللہ کے پاس پہنچ جائیں گے ۔ میں استدعا کروں گا کہ اس مسئلہ پر مزید غور کیا جائے ۔ اس وقت ڈرائیوروں کو سزائیں دینے کا قانون اس قدر نرم ہے کہ اگر ایک آدمی کسی کار ۔ یا موٹر یا ٹرک کے نیچے آکر مر جاتا ہے تو اس صورت میں اسکو دو چار سال قید کر سکتے ہیں ۔ چاہئے تو یہ کہ جب کسی ڈرائیور کی غلطی ثابت ہو جائے تو اسکو سخت سے سخت سزا دی جائے تاکہ ان بڑھتے ہوئے حادثات کو ختم کیا جا سکے ۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ پھر عرض کروں گا کہ ہماری سڑکیں کافی عرصہ پہلے تعمیر کی گئی تھیں ۔ اس وقت سے ٹریفک میں جو اضافہ ہو چکا ہے اسکے پیش نظر اس امر کی ضرورت ہے کہ سڑکوں کی تعمیر کا منصوبہ بنایا جائے ۔ ہمیں خوشی ہے کہ حکومت نے سڑکوں کے سلسلہ میں اس سال ۱۸۴۳ کروڑ روپے کی رقم مختص کی ہے ۔ اس میں لاہور ۔ ملتان ۔ کراچی اور حیدرآباد کی شاہراہوں کو بڑھانے کے منصوبہ کے کام کو جاری رکھنے کا کچھ خیال رکھا گیا ہے ۔ لاہور ۔ شیخوپورہ اور شیخوپورہ ۔ سرگودھا ۔ لائلپور وغیرہ کے لئے بھی اس قسم کے منصوبہ جات بن چکے ہیں اور ان پر عمل درآمد ہو رہا ہے ۔ میں اسکے

متعلق یہ عرض کروں گا کہ اگر آپ حادثات کے اعداد و شمار کو دیکھیں تو آپ کو اس چیز کا اندازہ ہو سکے گا کہ حادثات پشاور ۔ لاہور سڑک پر زیادہ ہوتے ہیں ۔ یہ حکومت اس بجٹ میں جن منصوبوں کا ذکر کر رہی ہے ان میں اس عظیم شاہراہ کا ذکر نہیں ہے ۔ اس لئے میں استدعا کروں گا کہ پشاور ۔ راولپنڈی اور راولپنڈی ۔ لاہور کی جو قومی شاہراہ ہے اسکو وسیع کیا جائے اور اس منصوبہ کو دوسرے منصوبوں پر فوقیت دی جائے ۔

جناب عالی ۔ واپڈا نے ہماری قومی معیشت میں ایک نمایاں کردار سرانجام دیا ہے ۔ اس محکمہ نے ملک میں بڑے بڑے ڈیم بنائے ہیں بلکہ یہ محکمہ کئی ایسے عظیم منصوبوں پر عمل درآمد کر رہا ہے جن میں دنیا کا سب سے بڑا تربیلا ڈیم ہے لیکن اس محکمہ کی کارکردگی کو جس چیز نے eclipse کیا ہے وہ برق قوت کی تقسیم ہے اس لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ حکومت کو محکمہ واپڈا کو یہ ہدایت کرنی چاہئے کہ جہاں تک برق قوت کی تقسیم کا تعلق ہے وہ اسکو پرائیویٹ کمپنیوں کے حوالے کردے اور اس قسم کی مثالیں پاکستان میں موجود ہیں ۔ مثال کے طور پر ایبٹ آباد کی بجلی کی تقسیم کا کام ایک پرائیویٹ کمپنی کر رہی ہے ۔ اس لئے میں دوبارہ عرض کروں گا کہ بجلی کی تقسیم کا کام پرائیویٹ کمپنیوں کے حوالے کر دینا چاہئے ۔

جناب والا ۔ پیشتر اسکے کہ میں اپنے علاقائی مسائل کے متعلق کچھ عرض کروں میں ان باتوں کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں جو اس معزز ایوان میں حزب اختلاف کے فاضل ممبران نے فرمائی ہیں ۔ جہاں تک ان کے دوسرے اعتراضات کا تعلق ہے ان کے بارے میں وزراء صاحبان یا حکومت کے دوسرے ذمہ دار افراد اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے ۔

میں سابقہ صوبہ سرحد کے مرکزی شہر پشاور کا باشندہ ہوں اور پشاور کا شہری ہونے کی حیثیت سے میں چاہتا ہوں کہ ان باتوں سے متعلق آپکے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کروں ۔ جناب والا ۔ سب سے پہلے قائد حزب اختلاف نے جن کا میں بے حد احترام کرتا ہوں اپنی تقریر میں فرمایا کہ ملک میں ملی انتشار ہے ۔ مجھے امید نہ تھی کہ خواجہ محمد صفدر صاحب جیسی بلند شخصیت کے مالک اس قسم کی بات کریں گے جو میرے خیال میں کسی صورت میں بھی قومی مفاد کے لئے درست نہیں ہے ۔ اسکے بعد ملک محمد اختر صاحب اس سے بھی آگے بڑھے اور انہوں نے اپنی تقریر میں کل فرمایا کہ قبائلی سردار پختونستان کے ایجنٹ ہیں ۔ میں عرض کروں گا کہ اس ایوان کے کسی رکن کو اس چیز کے متعلق حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسروں کے متعلق یا بعض سرداروں کے متعلق یا لوگوں یا عوام کے جذبہ حب‌الوطنی کے متعلق کسی قسم کے ریمارکس پاس کرے ۔ میں سمجھتا ہوں ہم سب میں جذبہ حب‌الوطنی ہے ۔ ہم سب متحد ہیں ۔ ہم ایک قوم ہیں ۔ ہم میں کسی قسم کا انتشار نہیں ۔ ہم ایک رہنے کے لئے پیدا ہوئے انشاء اللہ سارے ہمیشہ ایک رہیں گے ۔ جو اس قسم کی باتیں کرتے ہیں وہ خود انتشار پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن وہ ایسی باتیں کرکے اس ملک یا اس صوبہ کی کوئی خدمت سرانجام نہیں دے رہے ۔ (خوب ۔ خوب) ۔ جناب والا ۔ میں سابقہ صوبہ سرحد کے متعلق یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ صوبہ سرحد وہ صوبہ ہے جس نے ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کے عزائم کو بری طرح سے ناکام بنایا ۔ ہمیں اس چیز کا احساس ہے کہ سابقہ صوبہ سرحد میں ۱۹۴۷ء میں کچھ ایسے لوگ تھے جو قیام پاکستان کے خلاف تھے اور جو نہیں چاہتے تھے کہ ہم دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر آزادی حاصل کریں وہ ہمیشہ

ہندوؤں کے غلام بننا چاہتے تھے لیکن ایسے لوگوں کی تعداد سابقہ صوبہ سرحد میں بہت کم تھی۔ ایسے لوگ سابقہ صوبہ پنجاب میں بھی تھے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اس صوبہ میں مٹھی بھر لوگ تھے۔ اگر ملک خضر حیات قوم سے غداری نہ کرتا تو سابقہ صوبہ پنجاب بری طرح تقسیم نہ ہوتا۔ جناب والا۔ اس طریقہ سے سابقہ صوبہ سندھ میں جی۔ ایم۔ سید تھا جس نے تحریک پاکستان سے غداری کی۔ بلوچستان میں عبدالصمد اچک زئی تھا جس نے قومی مفاد کو نقصان پہنچایا۔ لیکن بہر صورت یہ لوگ مٹھی بھر تھے۔ ان کی تعداد دو چار یا دس تھی۔ یہ لوگ انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ ساری قوم نے وفاداری کی ہے۔ اس لئے میری گذارش ہے کہ صوبہ میں یہ شکوک پیدا کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

جناب والا۔ اس سے بڑھ کر بلکہ سب سے زیادہ جس چیز پر ہمیں فخر ہے وہ یہ ہے کہ جہاں دوسرے صوبوں کی صرف اسمبلیوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ ہندوستان میں شامل ہوتے ہیں یا پاکستان میں۔ وہاں سابقہ صوبہ سرحد کے ہر شخص نے اپنی رائے دے کر اس چیز کا اعلان کیا کہ ہم پاکستان کا ایک جزو رہنا چاہتے ہیں اور قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل جب پنڈت جواہر لال نہرو پشاور تشریف لائے تو پشاور میں ان کی وہ بے عزتی کی گئی کہ سابقہ صوبہ سرحد میں ان کے لئے چند لمحے گذارنا مشکل ہو گیا۔ میں یہ کہوں گا کہ سابقہ صوبہ سرحد میں پنڈت جواہر لال نہرو کا جو استقبال ہوا وہ ان کے اپنے قول کے مطابق پاکستان کی تقسیم کا باعث بنا۔ وہاں آخر تک ان کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب "India Wins Freedom" میں اسکا خاص طور پر ذکر کیا ہے کہ میں بار بار کہتا رہا کہ صوبہ

سرحد کے لوگ آپ کے ساتھ نہیں ہیں ۔ آپ نے خود وہاں جا کر دیکھا ہے ۔ مجھے یقین تھا کہ سرحد کے لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہندو کانگریس کو خیر آباد کہہ چکے ہیں ۔ جناب والا ۔ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ جن لوگوں نے ۱۰ کروڑ مسلمانان ہند کی قسمت کا فیصلہ کیا ان میں صوبہ سرحد کا ایک شخص سردار عبدالرب نشتر بھی شامل تھا ۔ ہمیں اس بات کا احساس ہے کہ وہاں خان عبدالغفار خان جیسا غدار شخص بھی ہے ۔ اس شخص کو زندگی ہی میں حالات نے مجبور کر دیا ہے اور وہ افغانستان چلا گیا ہے ۔ اسے پتہ تھا کہ سابقہ صوبہ سرحد کے لوگ کبھی اسکا ساتھ نہیں دیں گے ۔ پاکستان کی تحریک میں ہمارے صوبہ کے لوگوں نے نمایاں کارنامے سر انجام دیئے ہیں اور وہ کارنامے کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں ۔ میرے فاضل وزیر تعلیم صاحب جو اس تحریک میں پیش پیش تھے وہ اس بات میں میری تائید فرمائیں گے کہ ہم نے اس تحریک میں پاکستان کے حصول کیلئے کس قدر قربانیاں دیں اور ہمیں یہ بھی احساس ہے کہ یہ ملک کتنی قربانیوں کے بعد حاصل ہوا ۔ مسلمانوں کے لئے جب بھی مشکل آئی ہم لوگ سب سے پہلے آگے بڑھے آپ نے دیکھا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد جب کشمیر پر حملہ ہوا تو سب سے پہلے سابق صوبہ سرحد کے لوگ ہی کشمیر گئے تھے اور آج اگر دنیا کے نقشے پر آزاد کشمیر قائم ہے تو اس میں ہماری سب سے بڑی contribution ہے ۔ میں آپ کی وساطت سے اس ایوان کو اور اس صوبے کے عوام کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ سابق صوبہ سرحد کے لوگ دوسرے علاقے کے لوگوں کو نہ صرف یہ کہ اپنا بھائی سمجھتے ہیں بلکہ انہیں اپنے جسم کا حصہ سمجھتے ہیں اور جو لوگ ان کے متعلق اس قسم کی باتیں کرتے ہیں وہ اس علاقے کے لوگوں کے دشمن ہیں ۔ ایسے لوگ

کبھی بھی اس ملک کے دوست نہیں کہلا سکتے جو اس قسم کا انتشار پھیلانا چاہتے ہیں ۔ اور ہمارے متعلق اس قسم کی باتیں کرتے ہیں ۔ آج ہمیں یہ فخر ہے کہ ہمارے علاقے سے جو لوگ نمائندے منتخب ہو کر آئے ہیں ان میں سے دو ایک کو چھوڑ کر باقی سب لوگ مسلم لیگی ہیں اور ان کا سارا سیاسی پس منظر بھی مسلم لیگی ہی ہے ۔ یہ وہی لوگ ہیں کہ جنہوں نے تحریک پاکستان کے موقعہ پر نمایاں خدمات انجام دی تھیں ۔ مجھے اس بات سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ لاہور شہر کا ایک نمائندہ اور (اسکی پارٹی بھی) قومی اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے اس بات کا اعلان کرتا ہے اور یہ عہد کرتا ہے کہ جب کبھی اس کی پارٹی برسر اقتدار آئے (اور خدا کبھی وہ وقت نہ لائے گا) تو وہ اس ون یونٹ کو توڑ دیں گے ۔ مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ اس شہر کے نمائندے اس قسم کی باتیں کرتے ہیں ۔ لیکن ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم میں سے ایک نمائندہ بھی ایسا منتخب ہو کر نہیں آیا جو کہ نام نہاد پختونستان کا حامی ہو ۔ کیونکہ پختونستان کا نعرہ مسلمانوں کا نعرہ نہیں ہے ۔ یہ نعرہ گاندھی اور ہندوؤں کا نعرہ تھا ۔ ہم اس کو disown کرتے ہیں ۔ ہم کبھی بھی اس نعرے کی حمایت میں نہیں تھے اور نہ کبھی آئندہ اس نعرے کی حمایت کر سکیں گے ۔ (نعرہ ہائے تحسین) ۔

جناب والا ۔ میں معذرت خواہ ہوں کہ میں نے کافی وقت لے لیا ہے لیکن میں اب تھوڑے سے وقت میں اپنے علاقائی مسائل کی طرف آپ کی توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں ۔ جناب والا ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ چھوٹے یونٹوں اور پسماندہ علاقے کے لوگوں کو بہت سے مسائل در پیش ہیں اور ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت ان کی طرف اپنی

پوری پوری توجہ مبذول کرے ۔ اس لئے میں استدعا کروں گا کہ چونکہ وحدت مغربی پاکستان کو قائم ہوئے دس بارہ سال کا عرصہ گذر چکا ہے اس لئے آج اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم گذشتہ دس بارہ سال کی کارکردگی کا جائزہ لیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھیں کہ ہمیں وحدت ملی اور وحدت مغربی پاکستان کے سلسلے میں کس قدر کامیابی ہوئی ہے اور اگر ہمیں اس سلسلے میں کوئی دشواریاں درپیش ہوں تو ہمیں ان کو رفع کرنے کے لئے شب و روز مل جل کر کام کرنے کی ضرورت ہو گی ۔ اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارے علاقے اور اسی طرح کے دوسرے پسماندہ علاقوں کو جو شکایات ہوں ان کے بارے میں ایک خاص کمیٹی مقرر کی جائے ۔ ممکن ہے سابق صوبہ پنجاب میں بھی کچھ علاقے ایسے ہوں جو پسماندہ ہوں تو ان پسماندہ علاقوں کے لئے بھی اسی قسم کا اقدام کیا جائے ۔ ہمارے آئین میں اس کے متعلق ایک واضح دفعہ ہے اور ہمارے صدر نے بھی اس بات کی ضمانت دی ہے کہ حکومت عوام کے ساتھ اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ ملک کے تمام علاقوں کے عوام کو یکساں طور پر ترقی کے مواقع فراہم کئے جائیں گے تو آئین کی اس obligation کے تحت ہم پر یہ لازم آتا ہے کہ ہم تمام پسماندہ علاقوں کے رہنے والوں کے معیار زندگی کو دوسرے ترقی یافتہ علاقوں کے برابر لے آئیں ۔

جناب والا ۔ ہمارے علاقے کے لوگوں کی اقتصادی حالت اچھی نہیں ہے جس وجہ سے وہاں پر بیروزگاری ہے ۔ میں آپ کی خدمت میں پشاور تحصیل کے متعلق یہ عرض کرونگا کہ ساری پشاور تحصیل میں صرف ایک ہی ٹیکسٹائل مل ہے اور اس کے علاوہ وہاں پر دیگر کوئی بھی انڈسٹری نہیں ہے ۔ ایک Industrial Estate چھوٹی صنعتوں کے لئے بنائی گئی ہے ۔

یہ Industrial Estates بھی تو ضرور ہیں اور ان کے دفاتر بھی وہاں پر موجود ہیں اور ان کے مینجر بھی مقرر ہو چکے ہیں لیکن وہاں پر کوئی بھی صنعت ابھی تک قائم نہیں ہو سکی ہے ۔ اس لئے میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ ہمارے علاقے میں اور بالخصوص پشاور میں زیادہ سے زیادہ صنعتوں کے قیام کی اجازت دی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جائے ۔ جو کہ وہاں پر صنعتیں قائم کرنا چاہتے ہیں ۔ آج وہاں پر صنعتوں کو قائم نہ کرنے کے جہاں اور بھی اسباب و علل ہو سکتے ہیں وہاں یہ بھی ایک وجہ ہو سکتی ہے کہ اب وہاں پر صنعتیں قائم کرنے کے سلسلے میں صنعت کاروں کے لئے کوئی incentive ہی نہیں رہا ہے ۔ اس کے متعلق میں صرف یہ عرض کروں گا کہ وحدت مغربی پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر سابق صوبہ سرحد میں بجلی بے حد سستی دستیاب ہو جاتی تھی ۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ صنعتکاروں نے نوشہرہ اور سابق صوبہ سرحد کے دیگر حصوں میں صنعتیں قائم کی ہیں ۔ لیکن وحدت مغربی پاکستان کے قیام کے بعد یہ ایک incentive بھی جاتا رہا ۔ کیونکہ اب بجلی کی شرح تمام جگہوں میں تقریباً ایک جیسی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اب صنعتکار وہاں اپنی صنعتیں قائم کرنا پسند نہیں کرتے ہیں ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ پشاور میں پہلے tax-holiday چھ سال کے لئے ہوا کرتی تھی ۔ لیکن اب اس مقصد کے لئے ہمیں کراچی ۔ لائلپور اور لاہور کے ساتھ at par کر دیا گیا ہے ۔ اس لئے اب اس بات کی ضرورت ہے کہ ہمیں اس علاقے کے لئے مخصوص tax-holiday دیا جائے تاکہ لوگ وہاں پر جا کر اپنا سرمایہ لگائیں ۔

جناب والا ۔ مزید برآں ایک اور امر جو کہ ہماری اقتصادی بدحالی کا باعث ہے وہ یہ ہے کہ بدقسمتی سے ہمارے تعلقات افغانستان سے کشیدہ

اور خراب رہے ہیں ۔ اس کی وجہ سے ہمارے علاقے کے وہ تاجر جو کہ صدہاً سال سے افغانستان کے ساتھ کاروبار کرتے آ رہے تھے ۔ آہستہ آہستہ ان کا کاروبار ان کے ہاتھوں سے جاتا رہا جس کی وجہ سے ان کو اقتصادی بد حالی کا شکار ہونا پڑا ۔ بعض لوگ ہمیں ایک اور بھی مثال دیتے ہیں جس کے متعلق میں اس وقت اس معزز ایوان میں کچھ تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہتا ہوں ۔ وہ یہ ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ لنڈی کوتل میں ہزاروں لاکھوں روپے کا کاروبار ہوتا ہے تو میں اس سلسلے میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ لنڈی کوتل کی مارکیٹ سے پشاور کے لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے خیبر ایجنسی کے قبائلی بھائیوں اور دوستوں کو اس سے ضرور فائدہ حاصل ہوتا ہے ۔ لیکن اس مارکیٹ کی وجہ سے پشاور کے ہزاروں کلاتھ مرچنٹ اور جنرل مرچنٹ اپنے روزگار سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور اس مارکیٹ کی وجہ سے پشاور کے لوگوں کی اقتصادی بد حالی میں اضافہ ہوا ہے ۔ اس لئے اس چیز کی ضرورت ہے کہ پشاور کے settled areas کے لوگوں کے لئے متبادل روزگار مہیا کرنے کے ذرائع پیدا کئے جائیں ۔

جناب والا ۔ اسکے بعد میں autonomous bodies کی کارکردگی کی طرف بھی اشارہ کرنا چاہتا ہوں ۔ ان میں سے ایک ڈبلیو ۔ پی ۔ آئی ۔ ڈی ۔ سی ۔ ہے اور دوسرا ادارہ اے ۔ ڈی ۔ سی ۔ ہے ۔ ڈبلیو ۔ پی ۔ آئی ۔ ڈی ۔ سی اب مغربی پاکستان کی تحویل میں ہے اور اس ادارے کی کارکردگی ہمارے علاقے میں نہ ہونے کے برابر ہے ۔ حالانکہ اس ادارے کا قیام اس مقصد کے پیش نظر کیا گیا تھا کہ جن علاقوں میں صنعتی پسماندگی ہوگی اور جن fields میں capital shy ہوگا وہاں پر یہ ادارہ خود سرمایہ کاری کرے گا ۔ جیسا کہ میرے دوست خان عبدالستار خان

نے فرمایا ہے آج سے بہت عرصہ قبل پشاور کے لئے شوگر مل منظور ہوئی تھی جو کہ پاکستان کے بڑے صنعتکار حبیب گروپ کو دی گئی تھی۔ اس کے لئے انہوں نے زمین بھی acquire کر لی تھی ۔ لیکن اب وہ بھی اس بات کے لئے تیار نہیں ہیں کہ وہاں پر شوگر مل لگائیں ۔ تو میں اس علاقے کی اقتصادی بد حالی اور اقتصادی مشکلات کے پیش نظر حکومت سے یہ استدعا کروں گا کہ وہ ڈبلیو ۔ پی ۔ آئی ۔ ڈی ۔ سی ۔ کو اس بات پر مجبور کرے کہ وہ اس منصوبے کو اپنے ہاتھ میں لیکر اس شوگر مل کا قیام عمل میں لائے ۔ اسی طرح یہ دوسرا ادارہ اے ۔ ڈی ۔ سی ۔ بھی ہے ۔ اس کے متعلق میں آپ کو یقین اور وثوق کے ساتھ عرض کر سکتا ہوں کہ ہمارے علاقے میں اے ۔ ڈی ۔ سی ۔ کے نام سے لوگ واقف ہی نہیں ہیں اور ان کو پتہ ہی نہیں ہے کہ اے ۔ ڈی ۔ سی ۔ نام کا بھی کوئی ادارہ پاکستان میں قائم ہوا ہے ۔ یعنی ہم نے کبھی سنا بھی نہیں کہ اے۔ ڈی ۔ سی ۔ کے چیئرمین وہاں گئے ہوں ۔ جس طرح اے ۔ ڈی ۔ سی ۔ کے بڑے بڑے منصوبے دوسری جگہوں میں ہیں ۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے علاقے میں بھی ایسے منصوبے بنائے جائیں اور ان پر عملدرآمد کیا جائے ۔

وزیر محنت ۔ بنوں میں تو بہت بڑا فارم ہے ۔

سید یوسف علی شاہ ۔ میں تو پشاور ڈویژن کے بارے میں عرض کر رہا ہوں ۔ اس سلسلے میں میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک سکیم گومل زام ڈیم کے نام سے بنی تھی اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر اس سکیم پر عملدرآمد ہو جاتا اور یہ ڈیم تعمیر ہو جاتا تو سابق صوبہ سرحد میں خوراک کا مسئلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حل ہو جاتا ۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں وسیع اراضی محض اس وجہ سے بنجر

پڑی ہوئی ہے کہ اس کے لئے پانی میسر نہیں ہے ۔ اس لئے میں استدعا کرتا ہوں کہ وہاں پر اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی جلد از جلد کوشش کی جائے ۔

Mr. Speaker : Please conclude your speech.

سید یوسف علی شاہ ۔ جناب والا ۔ تعلیم کے بارے میں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم تعلیمی میدان میں بھی بہت پیچھے ہیں ۔ مثال کے طور پر پشاور شہر اس سلسلے میں اپنی نوعیت کا پہلا شہر ہے کہ جہاں پر قیام پاکستان کے بعد ہائی سکولوں میں اضافہ ہونے کی بجائے ان کی تعداد میں کمی واقع ہوئی ہے ۔ ہم اس بات کے لئے ممنون ہیں کہ جناب وزیر تعلیم کی نوازشات سے ہمیں ایک ہائی سکول ملا ہے لیکن اسکے باوجود بھی اس چیز کی اشد ضرورت ہے کہ وہاں مزید ہائی سکول کھولے جائیں ۔ اسی طرح میں پرائمری سکولوں کے متعلق یہ عرض کروں گا کہ جناب وزیر تعلیم نے اگلے روز میرے ایک سوال کے جواب میں خود بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ پشاور کے پرائمری سکولوں کی عمارات ناقص اور خطرناک حالت میں ہیں اور میں نے بھی ان سے اسکے متعلق یہ گذارش کی تھی کہ پرائمری سکولوں کی عمارات کا اس جگہ پر یہ عالم ۔ مغربی پاکستان کے دوسرے علاقے صرف ایک education contribution دیتے ہیں لیکن ہم وہاں cess کی صورت میں لاکھوں روپیہ دیتے ہیں ۔ ہمیں آپ سے اور کسی امداد کی ضرورت نہیں ہے ہم صرف یہی چاہتے ہیں کہ آپ اگر ہم سے وصول کردہ رقم ہی ہماری پرائمری تعلیم پر خرچ کر دیں تو ہم اسکے لئے آپ کے ممنون احسان ہوں گے۔ آپ اس سلسلے میں بیشک ہمیں کچھ بھی نہ دیں ۔ لیکن کم از کم ہمارا روپیہ وہیں پر خرچ کیا جائے ۔ ہیلتھ کے متعلق میں عرض کروں گا کہ میرے پاس جو اعداد و شمار ہیں ان کے

مطابق پشاور میونسپل کمیٹی ہر سال محکمہ ہیلتھ کو چار لاکھ کی کثیر رقم دیتی ہے ۔ لیکن میرے ایک سوال کے جواب میں ہیلتھ منسٹر صاحبہ نے فرمایا کہ حکومت وہاں صرف تین ڈسپنسریوں کو maintain کر رہی ہے ۔ جن پر بڑی مشکل سے چالیس ہزار روپیہ خرچ ہوتا ہے ۔ یعنی ہم جو رقم دیتے ہیں ہم پر اس کا دسواں حصہ خرچ کیا جاتا ہے ۔ لہذا میں اس سلسلہ میں بھی آپ سے استدعا کروں گا کہ آپ اپنی طرف سے کچھ نہ دیجئے لیکن ہماری رقم کم از کم ہمارے علاقے میں خرچ کیجئے ۔ صنعتوں کے متعلق میں یہ عرض کرونگا ۔

Mr. Speaker : Please try to conclude.

سید یوسف علی شاہ ۔ جناب والا ۔ میں اپنی تقریر جلدی ختم کرنے کی کوشش کرونگا ۔

جناب حمزہ صاحب کے سوال ۱۰۹۶۳ کے جواب میں پارلیمنٹری سیکرٹری انڈسٹریز نے فرمایا ہے کہ ۱۹۶۳ء کے بعد سے اب تک سترہ ٹیکسٹائل ملز مغربی پاکستان میں قائم ہوئی ہیں ۔ اور آپ کو تعجب ہوگا کہ ان سترہ میں سے سابقہ صوبہ سرحد میں ایک بھی قائم نہیں ہوئی ۔ اسی طریقے پر شوگر ملز جہاں مغربی پاکستان میں ہر جگہ قائم ہوئی ہیں اس مدت میں وہاں کوئی دوسری شوگر مل قائم نہیں ہوئی ۔ پشاور کا قدیم شہر آج بری طرح سے water-logging کا شکار ہے ۔ اس چیز کی اشد ضرورت ہے کہ اس شہر کو بچانے کے لئے مناسب اور جلد از جلد کارروائی کی جائے ۔ اس سلسلے میں میں یہ عرض کرونگا ۔ کہ اب تک مغربی پاکستان میں SCARP بن چکے ہیں ۔ حال ہی میں بجٹ میں حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ بہاول پور کو نیا SCARP دیا جائیگا ۔ لیکن اس قسم کی کوئی سکیم سارے سابقہ صوبہ سرحد میں نہیں ہے اس لئے میں پوری شد و مد کے ساتھ مطالبہ کرتا ہوں کہ حکومت فوری طور پر وہاں ایک

SCARP بنائے اور اگر وہ SCARP بن گیا - تو پشاور اور مردان کے دونوں اضلاع کی water-logging کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کر سکیں گے - پشاور کے Master Plan کے سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ Master Plan کی جو سکیم ہے اس پر فوری توجہ دی جائے - اس وقت جونیجو صاحب میری طرف گھور گھور کر دیکھ رہے ہیں - میں ان سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سیٹلائٹ ٹاؤن کی جو سکیم ہے وہ معرض التواء میں پڑی ہوئی ہے اور مجھے بجٹ میں یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ سارے مغربی پاکستان کے لئے جو ۲۵ سکیمیں بنی ہیں - ان میں سے صرف ایک سیٹلائٹ ٹاؤن کی سکیم پشاور کے لئے ہے اور وہ بھی un-approved ہے - تو میں ان سے فوری توجہ کے لئے درخواست کرتا ہوں - آج صبح ہمارے فاضل ممبر جناب تاج محمد بنگش پشاور سے تشریف لائے ہیں - انہوں نے مجھے بتایا کہ وہاں شدید گرمی ہے - اور وہاں کے لوگ پانی کے ایک ایک قطرے کو ترس رہے ہیں - اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ۵۴ سکیمیں مغربی پاکستا میں واٹر سپلائی کی حکومت نے منظور کی ہیں - لیکن ان ۵۴ سکیموں میں سے سابق سرحد کو صرف ایک چھوٹی سی سکیم مانسہرہ کیلئے دی گئی ہے - پشاور کی واٹر سپلائی کی سکیم عرصہ سے معرض التواء میں پڑی ہوئی ہے - تو میں یہ استدعا کرونگا کہ ہم پر رحم کیجئے اور اس سکیم کو بھی منظور فرمائیے تاکہ پانی کی کمی کی شدت سے نجات حاصل ہو سکے -

آخر میں میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں - کہ میں بے حد ممنون ہوں جناب گورنر مغربی پاکستان کا کہ جنہوں نے آج سے کچھ روز قبل پشاور کا دورہ کیا اور ہمیں اس چیز کا موقع فراہم کیا کہ ہم اپنی مشکلات اور اپنے مسائل ان کی خدمت میں پیش کر سکیں - اور ہمیں اس چیز کی مزید خوشی ہوئی ہے کہ گورنر صاحب نے نہایت ہی ہمدردی سے ہمارے

مسائل کو سنا اور انہیں سمجھنے کی کوشش کی اور کل جب میں ان سے دوبارہ ملا تو مجھے اس چیز کی خوشی ہوئی کہ وہ ہمارے تمام مسائل سے پوری طرح سے آگاہ ہو چکے ہیں ۔ انہوں نے صوبہ سرحد کا کامیاب دورہ کیا ہے اور امید ہے کہ اس دورے کے بڑے دور رس نتائج نکلیں گے ۔ میں ان سے استدعا کرتا ہوں ۔ کہ انہوں نے دورے کے موقع پر ہم سے جو وعدے فرمائے تھے اور جن کا تذکرہ کل بھی انہوں نے فرمایا۔ ان کے وزراء اور ان کی حکومت ان وعدوں کو ایفاء کریں گے ۔ شکریہ ۔

اتالیق جعفر علی شاہ (پشاور ایجنسی ۔ ۶) ۔ جناب والا ۔ میزانیہ زیر بحث اس اہم خصوصیت کا حامل ہے کہ اس میں سب سے زیادہ رقم ترقیاتی کاموں کے لئے مخصوص کی گئی ہے ۔ اتنی رقم اس مقصد کے لئے پہلے کبھی خرچ نہیں کی گئی تھی ۔ اس میں کوئی نیا ٹیکس بھی نہیں لگایا گیا ہے ۔ میزانیہ فاضل بھی ہے اور یہ صوبے کے اقتصادی استحکام اور قومی تقاضوں کا آئینہ دار بھی ہے ۔ ہم اسے بجا طور پر ترقیاتی بجٹ کہہ سکتے ہیں ۔ پچھلے سال سب سے زیادہ رقم زراعت کے لئے مخصوص کی گئی تھی ۔ اس کے جو نتائج برآمد ہوئے ہیں ۔ وہ ہمارے سامنے ہیں ۔ صوبہ اب غذائی پیداوار میں تقریباً خود کفیل ہو چکا ہے اور یہ شان دار کامیابی صدر مملکت محمد ایوب خان کی شان دار اور بے مثال قیادت کی بدولت حاصل ہوئی ہے اور گورنر مغربی پاکستان کی مساعی جمیلہ اور توجہ کی وجہ سے ممکن ہوئی ہے ۔ نیز جناب وزیر زراعت کی انتھک کوششوں اور صوبے کے کاشت کاروں کی متفقہ محنت اور جان فشانی سے یہ کارنامہ انجام پا سکا ۔ اسی طرح سال رواں کا بجٹ ترقیاتی کاموں کی نشان دہی کرتا ہے ۔ امید ہے اس کام کے لئے بھی وہی جذبہ کار فرما ہو گا جو زراعت کے لئے تھا اور اس طرح صوبے

کے مختلف علاقوں کی ترقیاتی سطحوں میں جو ناہمواریاں ہیں ۔ وہ کسی نہ کسی حد تک دور ہو جائیں گی ۔ اور اسی امید پر میں اپنے علاقہ چترال کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ جناب والا ۔ چترال کا علاقہ صوبے کا سب سے زیادہ دور افتادہ حصہ ہے ۔ یہ نہ صرف ترقی کے میدان میں سب سے پیچھے ہے بلکہ ملک کے باقی علاقوں سے اکثر وقت منقطع رہتا ہے اور اگرچہ حکومت کی یہ پالیسی اور کوشش رہی ہے کہ پسماندہ علاقوں کو جلد ترقی دے کر ملک کے دوسرے حصوں کے برابر لایا جائے ۔ (میں جناب صدر محترم اور گورنر صاحب کا اس سلسلے میں شکرگذار ہوں) لیکن چترال کا علاقہ جو پسماندہ اور دور افتادہ ہے ۔ اس کی ترقی کی رفتار تسلی بخش نہیں ہے ۔ اگر یہ رفتار اسی طرح رہی تو یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکے گا ۔ جناب والا ۔ کسی پسماندہ علاقہ کی ترقی کا انحصار چند بنیادی امور پر ہوتا ہے ۔ مثلاً اس علاقہ کے آمد و رفت کے ذرائع نقل و حمل کی سہولتیں صنعتوں کا قیا اور وہاں کے قدرتی ذرائع سے استفادہ ضروریات زندگی کی پیداوار کو بڑھا کر ان میں خود کفیل ہونا ۔ جہاں تک آمدورفت کا تعلق ہے ۔ چترال سال میں سات ماہ ملک کے باقی حصوں سے منقطع رہتا ہے ۔ میں پہلے بھی کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں ۔ جب تک اس مسئلہ کو حل نہ کیا جائے چترال کی ترقی ناممکن ہے ۔ حکومت کو خود بھی اس امر کا احساس ہے ۔ چنانچہ لاواری پاس میں سے سرنگ بنانے کے لئے کئی سروے کئے جا چکے ہیں اور ان پر کثیر رقم بھی خرچ ہو چکی ہے ۔ لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ سرنگ بنانے کا اصل کام ہاتھ میں لے لیا جائے ۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ اس کام پر کافی رقم خرچ ہو گی اور وقت بھی لگے گا ۔ لیکن یہ خرچ چترال کے قدرتی وسائل یعنی معدنیات

وغیرہ کی برآمد سے اور حکومت وہاں جو ضروری اجناس وغیرہ بھیجتی ہے ان کے کرایہ میں کمی سے جلد پورا ہو جائے گا ۔ لیکن سب سے ضروری وجہ جواز یہ امر ہے کہ چترال اس صوبہ کا ایک حصہ بلکہ جزو لاینفک ہے اور اس کو اس طرح زیادہ دیر تک صوبہ سے منقطع نہیں رکھا جا سکتا ۔

اس کے علاوہ جناب والا ۔ چترال کی اندورنی سڑکوں کی حالت نا گفتہ بہ ہے ۔ درہ لاواری سے چترال تک گرمی کے چند مہینوں میں جیپ اور ہلکے ٹرک جا سکتے ہیں ۔ لیکن راستے میں جو پل آتے ہیں ۔ وہ بہت پرانے اور کمزور ہیں ۔ ان پر سے ٹرکوں کو خالی کرکے گذارنا پڑتا ہے ۔ میری درخواست ہے کہ پلوں کی حالت کو بہتر بنایا جائے ۔ ان کے علاوہ خاص چترال میں جو پل بنام چیو پل ہے، وہ شمالی اور جنوبی اضلاع کے درمیان ایک نہایت اہم ذریعہ آمدورفت ہے ۔ یہ پل چار سال سے شکستہ حالت میں ہے جس کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کو سخت تکلیف ہے ۔ علاوہ ازیں چترال سے مستوج کی طرف جو سڑک جاتی ہے وہ اتنی تنگ اور خطرناک ہے کہ صرف گرمی کے چند ماہ اس پر جیپ بمشکل گذر سکتی ہے ۔ چونکہ یہ سڑک دریا کے مشرقی کنارے کے ساتھ ساتھ بلند پہاڑوں میں سے ہو کر گذرتی ہے جو اکثر برف پوش رہتے ہیں ۔ اس لئے اس پر جیپ سنوغر سے آگے نہیں جا سکتی اگر یہی سڑک دریا کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ بنائی جائے اور مستوج کے مقابل ایک پل بنایا جائے تو جیپ نہ صرف سال بھر مستوج تک جا سکے گی بلکہ چترال اور گلگت کے درمیان جیپ روٹ کھلنا ممکن ہو جائے گا ۔ جس سے ان دو علاقوں کے درمیان تجارت سے لوگوں کو کافی فائدہ ہو گا ۔ علاوہ ازیں مستوج سے جو راستہ یارخون وادی میں سے ہوتا

ہوا بہروغیل پاس کو جاتا ہے ۔ وہ اور اس پر جو پل آتے ہیں ان کی حالت بھی خطرناک ہے ۔ اگر ان کی حالت بہتر بنائی جائے تو بہروغیل تک بآسانی آمدورفت ہو سکے گی ۔ بہروغیل ایک مشہور درہ ہے جہاں سے پامیر اور وسط ایشیاء کی طرف راستے جاتے ہیں ۔ وہاں تک راستہ تجارت اور دفاع دونوں لحاظ سے ضروری ہے ۔ گذشتہ چند سالوں سے حکومت نے چترال کے لوگوں کی سہولت کے لئے پشاور سے چترال تک ایک پی آئی اے ایئر سروس شروع کی ہے جس کی ہفتہ میں تین پروازیں مقرر ہیں لیکن بدقسمتی سے چترال کے ہوائی راستہ میں موسم اکثر خراب رہتا ہے اور بسا اوقات جہاز کئی کئی ہفتوں تک چترال نہیں جا سکتا ۔ علاوہ ازیں چترال کے غریب لوگ جہاز کا کرایہ بھی ادا نہیں کر سکتے ۔ اس لئے میری یہ گذارش ہے کہ گرمی کے مہینوں میں پشاور سے چترال تک G.T.S. باقاعدہ جیپ سروس چلائے ۔ اس سے عام مسافروں اور سیاحوں کو مزید سہولت ملے گی ۔

جناب والا ۔ جہاں تک تعلیمی حالت کا تعلق ہے ۔ اس وقت چترال میں جتنے سکول ہیں ، وہ ماسوا ایک دو کے ریاست چترال اپنے خرچ پر چلا رہی ہے ۔ لیکن ریاست اپنی محدود آمدن کی وجہ سے یہ خرچ برداشت نہیں کر سکتی ۔ قبائلی علاقہ کی دوسری ایجنسیوں میں تمام سکول حکومت اپنی تحویل میں لے کر چلاتی ہے لیکن چترال کے سکولوں کو سوائے ایک یا دو کے ابھی تک اپنی تحویل میں نہیں لیا ہے ۔ اس وجہ سے ریاست کی قلیل آمدن کا بیشتر حصہ ان سکولوں پر خرچ ہو جاتا ہے ۔ دوسری طرف تعلیم کا معیار بھی صوبہ کی دوسری درسگاہوں کے برابر نہیں ہو سکتا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہاں کے طلباء ملازمت اور مقابلہ کے امتحانات میں دوسرے طلباء کا مقابلہ نہیں کر

سکتے ۔ مزید برآں یہاں ابھی تک کالج نہیں کھولا گیا ہے اور چترال کے اکثر طلباء کالج کی تعلیم سے محروم رہتے ہیں ۔ میری گذارش یہ ہے کہ حکومت جلد از جلد چترال کے سکولوں کو اپنی تحویل میں لے لے ۔ چترال میں ایک انٹرمیڈیٹ سائنس کالج کھولنے کا حتی الامکان جلد بندوبست کرے اور ان طلباء کے لئے جو چترال سے باہر کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے جاتے ہیں وظائف کی تعداد میں مناسب اضافہ کرے ۔ علاوہ ازیں چترال کی مخصوص مشکلات اور پس ماندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے وہاں کے طلباء کے لئے حکومتی ملازمتوں میں خاص کوٹا مقرر فرمایا جائے اور میڈیکل اور انجنیرنگ کالجوں میں نشستیں مختص کی جائیں ۔ علاوہ ازیں چترال میں ایک ٹیکنیکل سکول بھی کھولا جائے ۔

جناب والا ۔ زرعی پیداوار کے متعلق یہ عرض کروں گا کہ چترال ایک پہاڑی علاقہ ہے ۔ وہاں ہموار اور قابل کاشت زمین صرف دریا کے کنارے اور ندیوں کے دھانے پر پائی جاتی ہے اور یہ زمین اتنی محدود ہے کہ مقامی ضروریات کے لئے کافی اناج نہیں اگا سکتی ۔ اس کا واحد حل یہ ہے کہ حکومت چترال کے کاشت کاروں کو اچھے قسم کے بیج اور کیمیائی کھاد ارزاں یعنی subsidised نرخ پر مہیا کرے اور جہاں کہیں ممکن العمل ہو آبپاشی کی چھوٹی سکیموں کے ذریعہ زمین زیر کاشت لائی جائے ۔ اس کے علاوہ چترال میں زمین کی کمی کے پیش نظر چترال کے لوگوں کو مختلف بیراجوں میں زمین دے کر آباد کیا جائے ۔

جناب والا ۔ بجلی کو اس زمانے کی ضروریات زندگی میں شمار کیا جاتا ہے ۔ یہ نہ صرف ترقی کی اولین نشانی ہے بلکہ صنعتوں کے قیام کا پیش خیمہ ہے ۔ لیکن چترال کے عوام ابھی تک بجلی کی نعمتوں سے محروم ہیں ۔ حکومت نے چترال سے بھی زیادہ دور اور دشوار گذار

علاقوں میں مثلاً گلگت ۔ سکردو وغیرہ میں بجلی گھر بنائے ھیں ۔ صرف چترال ھی ایک ایسا سرحدی علاقہ ھے جہاں ابھی تک بجلی نہیں پہنچی ھے ۔ چترال کے باشندے کئی سالوں سے بجلی کے لئے حکومت سے درخواست کر رھے ھیں ۔ مختلف یونین کونسلوں اور سٹیٹ کونسل جیسے اداروں کی طرف سے قرار دادیں بھی حکومت کو پیش کی جا چکی ھیں ۔ اب جب کہ واپڈا کی طرف سے چترال اور دروش میں پن بجلی گھر کے سروے مکمل ھو چکے ھیں ۔ میں درخواست کروں گا کہ حکومت جتنی جلدی ممکن ھو اس کام کے لئے رقم منظور فرمائے تاکہ بجلی گھر پر کام شروع ھو ۔ چترال میں بجلی کی مانگ بہت زیادہ ھے اور اس کام سے حکومت کو کوئی خسارہ ھونے کا احتمال بھی نہیں ۔

آخر میں ھمیں یہ سن کر از حد خوشی حاصل ھوئی ھے کہ حکومت سرحدی پس ماندہ علاقوں کی ترقی کے لئے ایک جامع سکیم بنا رھی ھے ۔ ھماری گذارش ھے کہ اس پلان کو بروئے کار لانے کے لئے بلا تاخیر قدم اٹھایا جائے اور اس پلان میں چترال جیسے پسماندہ علاقوں کی غیر معمولی مشکلات کو مدنظر رکھتے ھوئے ان کو اولین اھمیت دی جائے ۔

مسٹر عبدالخالق اللہ والا (کراچی ۔ ٦) ۔ جناب سپیکر ۔ میں آپ کی وساطت سے جناب احمد سعید کرمانی صاحب وزیر خزانہ کا شکریہ ادا کرتا ھوں کہ انھوں نے قوم کے حالات کو دیکھتے ھوئے کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا اور یقیناً یہ بجٹ ایک متوازن بجٹ ھے اور قومی تقاضوں کا آئینہ دار ھے لیکن یہ قومی تقاضوں کو پورا نہیں کرتا ۔ اس کی وجہ یہ نہیں ھے کہ جناب احمد سعید کرمانی نے کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا ۔ اس لئے کہ قوم اس کی متحمل نہیں ھو سکتی

تھی لیکن اتنا ضرور ہے کہ ملک میں ٹیکس کی جو موجودہ شرح ہے اسکی leakage اگر دور کر دیں اور پورے طور پر اگر ٹیکس وصول کریں تو ہم کافی رقوم صحت اور تعلیم جیسے کاموں کے لئے دے سکتے ہیں ۔ میں آج کراچی میونسپل کارپوریشن کا تھوڑا سا معاملہ پیش کرتا ہوں کہ ۱۹۶۷-۶۸ء میں octroi کا بجٹ تین کروڑ روپیہ تھا لیکن چند ممبروں کی کوشش سے آخر کے چار مہینے میں اس میں ایک کروڑ بیس لاکھ کا اضافہ ہو گیا ۔ نیا بجٹ ۱۹۶۸-۶۹ء کا ہم نے چھ کروڑ کا رکھا ہے۔ میں یہ گذارش کروں گا کہ اگر ہمارے منسٹر صاحب یا ان کا ڈیپارٹمنٹ کوشش کرے تو یقینی طور پر leakage کو یا ٹیکس کی چوری جو کی جاتی ہے ۔ اس کو بند کر کے زیادہ سے زیادہ رقم حاصل کی جا سکتی ہے اور یہی رقم ایسے محکمہ جات کو جو ضروری ہیں تقسیم کی جا سکتی ہے ۔

زراعت کے متعلق عرض کروں گا کہ ہمارے محبوب صدر جناب فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کا فرمان ہے کہ جہاں تک ہو سکے joint farming کی بنیاد پر یا cooperative basis پر کام کرنا چاہئے ۔ انہوں نے آج تک جتنی چیزیں بتائی ہیں ۔ وہ ملک و قوم کے لئے بہتر ثابت ہوئی ہیں ۔ آپ حیران ہوں گے کہ آج امریکہ میں سات فیصد کاشتکار اور زمیندار ہیں اور ہمارے ملک میں اسی فیصد کاشتکار اور زمیندار ہیں لیکن ہمارے جو ۸۰ فیصد کاشتکار یا زمیندار ہیں وہ خود اپنے ملک کو بھی پورے طور پر غذا مہیا نہیں کر سکتے اور بخلاف اس کے امریکہ کے ۷ فیصد کاشتکار صرف اپنے ہی ملک کو نہیں بلکہ دنیا کے اور ممالک کو بھی اناج مہیا کرتے ہیں ۔ اس کی بڑی وجہ موجودہ طریقہ mechanical farming کا ہے ۔ وقت پر ان کو اچھے بیج اور اچھی کھاد

مہیا کی جاتی ہے اور جہاں تک ہوتا ہے وہ jaint farming کے ساتھ ساتھ cooperative basis پر کام کرتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ صرف اپنے ہی ملک کو نہیں بلکہ دنیا کے قریباً ہر ملک کو وہ اناج فراہم کرتے ہیں ۔ ہمیں اپنے پریذیڈنٹ کی بات پر لبیک کہنا چاہئے اور ان کے بتائے ہوئے نئے طریقوں کو اختیار کرنا چاہئے اور mechanical farming کے اصول پر کام کرنا چاہئے ۔ ہم اس کے لئے اپنے گورنر جناب محمد موسیٰ ۔ جناب ملک خدا بخش بچہ اور ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ کے ممنون ہیں کہ انہوں نے ان حالات میں جب کہ پچھلے سال کے دوران ہمیں ایک ارب روپے کا اناج امپورٹ کرنا پڑا تھا ۔ ایک قلیل مدت میں ملک کو خود کفیل بنا دیا ہے اور انشاء اللہ آئندہ نئے طریقے اختیار کر کے اور اپنے کاشتکاروں اور زمینداروں کی cooperation سے ملک کی پیداوار میں بہت بڑی مقدار کا اضافہ کریں گے ۔ جسے ہم بعد میں ایکسپورٹ کر کے بہت بڑا foreign exchange بھی حاصل کر سکیں گے ۔

جناب والا ۔ جناب محمد موسیٰ صاحب اور قاضی فضل اللہ صاحب یقیناً قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے غنڈوں کے انسداد کے لئے ایک عملی اقدام اٹھایا ہے ۔ لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یقینی طور پر اب بھی کچھ غنڈے ایسے موجود ہیں جو وقتی طور پر اپنی جگہ سے ہٹ گئے ہیں اور دس یا پندرہ فیصد لوگ ایسے بھی ہیں جو اچھے بھی ہیں لیکن پولیس کی زیادتیوں کی وجہ سے غنڈہ ایکٹ کے تحت اندر گئے ہیں ۔ میں جناب قاضی فضل اللہ صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ اس کی انکوائری کریں اور جو لوگ حقیقت میں غنڈے ہیں اور باہر رہ گئے ہیں ان کی گرفتاری کریں اور جو بے گناہ ہیں ان کے متعلق تحقیقات کر کے انکو بری کریں ۔

جناب والا ۔ میں ہیلتھ منسٹر بیگم خلیق‌الزمان صاحبہ کا بے حد مشکور ہوں کیونکہ کراچی میں سول ہسپتال کی کارکردگی جب سے وہ وزیر بنی ہیں بے پناہ بڑھ گئی ہے لیکن ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اتنی بڑی آبادی کے لئے موجودہ ہسپتال تھوڑے ہیں ۔ مریضوں کو ان میں جگہ نہیں ملتی ۔ کراچی میں جناح ہسپتال کافی بڑا ہسپتال ہے لیکن وہ سنٹر کے چارج میں ہے ۔ اس کی حالت بڑی خراب ہے ۔ اس میں لوگ نہیں جا سکتے ۔ اس کی کارکردگی صحیح نہیں ۔ وہاں پر ڈاکٹر نہیں ہوتے ۔ اگر کبھی ہوتے بھی ہیں تو وہ پوری طرح توجہ نہیں دے سکتے ۔ اس لئے اگر ہو سکے تو یہ ہسپتال سنٹر سے لے کر اپنی تحویل میں لیا جائے اور پھر اس کی کار کردگی کو بہتر بنایا جائے ۔

اس کے بعد میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کروں گا کہ میں وزیر تعلیم جناب محمد علی صاحب کا مشکور ہوں کہ ان کے زمانہ وزارت میں سکولوں اور کالجوں کی تعداد کسی حد تک بڑھ گئی ہے ۔ اگر مالی وسائل اجازت نہیں دیتے کہ مزید کالج کھولے جائیں تو جس طرح انڈسٹریز کے لئے تین شفٹیں کر دی گئی ہیں کالجوں اور سکولوں میں دو شفٹ کر دئے جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ بچے تعلیم حاصل کر سکیں ۔ عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ اکثر لڑکے ٹیکنیکل ایجوکیشن کے خواہش مند ہوتے ہیں وہ ڈاکٹر یا انجینئر یا سائنسدان بننا چاہتے ہیں اور یہ بڑی مشکل بات ہے ۔ چونکہ اس صوبہ میں ابھی اتنی سہولتیں مہیا نہیں ہیں اس لئے دو شفٹوں میں تعلیم کا بندوبست کیا جائے ۔

اس کے علاوہ یہ عرض کروں گا کہ اپنے عرب بھائیوں سے قریب تر ہونے کے لئے ہمیں یہاں عربی زبان کو رواج دینا چاہئے کیونکہ اس سلسلہ میں اس وقت بالکل vaccum سا پیدا ہو گیا ہے ۔ وہ پاکستانیوں

کی بڑی عزت کرتے ہیں اور احترام کرتے ہیں۔ وہاں کاروباری اور ٹیکنیکل آدمیوں کی بے پناہ ضرورت ہے ان کے لئے بے شمار مواقع ہیں ۔ اس لئے عربی کی تعلیم کو کم از کم ابتدائی کلاسز تک لازمی قرار دے دیں تاکہ ہمارے لوگ اس زبان سے واقف ہوکر عرب بھائیوں کے زیادہ سے زیادہ نزدیک ہو جائیں ۔

جناب والا ۔ وزیر بلدیات میاں محمد یاسین خان وٹو صاحب کی خدمت میں گذارش کروں گا کہ کراچی شہر کو اس برے طریقہ سے expand کیا گیا ہے کہ اب وہ کنٹرول سے باہر ہو گیا ہے ۔ ہم اس کے لئے ایسا بھی کر سکتے تھے کہ شہر کے درمیانی حصہ میں جو بنگلے بنائے گئے ہیں ان کے لئے multi storeys کی اجازت دے سکتے تھے ۔ اس سے کراچی کو باہر کی طرف بڑھانے کی ضرورت نہ ہوتی اور پانی کے نکاس اور سپلائی میں زیادہ دقت نہ ہوتی ۔ میں درخواست کروں گا کہ بندر روڈ اور بندر روڈ ایکسٹینشن اور جمشید روڈ اور جمشید روڈ ایکسٹینشن پہلے شہر کا باہر کا حصہ تھے اب یہ شہر کے وسط میں ہیں ۔ اگر ان آبادیوں کے لئے چار منزلوں کی اجازت دے دیں اور nominal charges لے لیں تو اس میں بہت زیادہ لوگ آباد ہو سکتے ہیں ۔ اور شہر میں " پگڑیاں " لینے اور دینے کی رسم دور ہو سکتی ہے ۔ یہ سوسائٹیاں بناتے چلے جانا آسان ہے لیکن ان کے لئے سپلائی جاری رکھنا مشکل ہے ۔ اس لئے میں درخواست کروں گا کہ وہ اس معاملہ پر زیادہ سے زیادہ غور فرمائیں ۔

جناب والا ۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کراچی جیسے شہر کو آج چاول نہیں ملتا ۔ اڑھائی سے تین روپیہ سیر چاول کے دام ہیں اور وہ بھی پولیٹیکل طریقہ سے مہیا کیا جاتا ہے ۔ میں بچہ صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اگر وہ اسے بارڈر

ٹاؤن سمجھتے ھیں اور official way میں کھلا نہیں کرنا چاھتے تو کم از کم راشن میں allow کر دیں ۔ حیدرآباد میں ڈیڑھ روپیہ سیر چاول ملتا ھے لیکن کراچی میں تین روپیہ سیر مل رھا ھے ۔ اس سے امتیازی سلوک کا اندازہ ھوتا ھے ۔

جناب غلام سرور سے درخواست ھے کہ کلیمز کے مسائل جو ۲۰ برس سے الجھے ھوئے ھیں اگر وہ چاھیں تو ختم ھو سکتے ھیں لیکن اس میں خود ان کا محکمہ حائل ھے کیونکہ ان کو اپنی سروس کا خیال ھے ۔ وہ پندرہ سال سے عارضی سرکاری ملازم ھیں ۔ اگر ان کو مستقل سروس کا یقین دلا دیا جائے تو میں یقین سے کہتا ھوں کہ یہ محکمہ فوراً ھی ان مسائل کو ختم کر دے گا ۔ ھمیشہ کے لئے لفظ " مہاجر " ختم ھو جائیگا ۔

اس کے بعد یہ عرض کروں گا کہ یہ discrimination یہ امتیاز اور domicile system ختم کر دینا چاھئے ۔ جب پاکستان بنا تھا تو قائد اعظم کا فرمان تھا کہ یہاں نہ کوئی بلوچی ھوگا نہ سندھی ھوگا نہ پنجابی ھوگا نہ ھندوستانی ھوگا بلکہ صرف پاکستانی ھوگا ۔ اگر کوئی domicile ھو تو صرف پاکستانی ھونا چاھئے ۔ یہ کوئٹہ یا کراچی وغیرہ کا domicile ختم کر دینا چاھئے اگر نہیں کریں گے تو قوم کے لئے تباھی کا باعث ھوگا ۔

مسٹر سپیکر ۔ میاں محمد شفیع ۔

میاں محمد شفیع (لاھور ۔ ۴) ۔ جناب والا ۔ آپ کا بہت بہت شکریہ ۔ لیکن آپ نے مجھے آخر میں وقت دیا ھے اگر ھاؤس کے وقت کو extend نہ کیا گیا تو میں اپنی تقریر شام کی نشست میں جاری نہ رکھ سکوں گا کیونکہ شام کو میں نہیں آ سکوں گا ۔

Mr. Speaker: The time of the House is extended till Mian Muhammad Shafi finishes his speech.

میاں محمد شفیع - جناب سپیکر - اس سال کا بجٹ جو اس وقت ہمارے سامنے ہے اس کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عوامی خواہشات کے مطابق ہے - اسے صوبہ کے ہر امیر و غریب نے سراہا ہے کیونکہ اس میں کسی قسم کے نئے ٹیکس نہیں لگائے گئے اور چھوٹے طبقہ کو ٹیکس کی رعایت دی گئی ہے - اور ہر شہر میں ملازمین کے لئے اور دیگر لوگوں کے لئے کوارٹر تعمیر کرنے کی بھی تجویز ہے - اس کے علاوہ دیہی علاقوں میں ترقیاتی سکیموں کے لئے روپیہ رکھا گیا ہے - اس بجٹ میں تمام صوبہ کی ترقیاتی سکیموں کے لئے بے شمار روپیہ وزیر خزانہ نے رکھا ہے اس لئے اس بجٹ کی رو سے شہریوں اور دیہاتیوں کو برابرکا شریک کیا گیا ہے - اس لحاظ سے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ محترم صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے وعدوں کا آئینہ دار ہے -

جناب والا - جہاں ہماری حکومت کی زیر نگرانی انڈسٹریز نے بے شمار ترقی کی ہے - اس سے بھی بڑھ کر ہم نے زراعت اور کاشتکاری میں ترقی کی ہے - ہمارا ملک خوراک کے مسئلہ میں دو سال پہلے خود کفیل ہو گیا ہے - اس کا تمام تر سہرا مغربی پاکستان کے گورنر صاحب کے سر ہے - جن کی سعئی جمیلہ سے یہ ترقی ہوئی ہے -

مسٹر محمد ہاشم لاسی - پوائنٹ آف آرڈر - جناب والا - سننے میں آیا ہے کہ لابی میں بیٹھ کر چائے وغیرہ پینے کی اجازت نہیں - ملک اختر صاحب لابی میں بیٹھ کر چائے پی رہے ہیں - میں جاننا چاہتا ہوں کہ لابی میں چائے پینے کی اجازت ہے ؟

Mr. Speaker: That is prohibited, and I thank you very much

for bringing it to my notice. It is not desirable that the lobby should be used for taking tea. If somebody wants to take tea, he should better go to the Tea Room.

Yes please.

میاں محمد شفیع ۔ جناب والا ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ خوراک کے مسئلہ میں خود کفیل ہونے کا سہرا گورنر مغربی پاکستان کے سر ہے جن کی شب و روز سعی اور محنت سے خوراک کا مسئلہ پایہ' تکمیل تک پہنچا ہے ۔ یہ وزیر خوراک کا ایک بڑا کارنامہ ہے اور اس کی بنیاد پر اگر ان کو باباۓ خوراک کہا جائے تو بہتر ہو گا ۔

جناب والا ۔ وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر میں یہ فرمایا تھا کہ ہاؤس کی طرف سے مسئلہ خوراک کے متعلق تجاویز پیش کی جائیں ۔ میں اس سلسلہ میں یہ عرض کروں گا کہ کاشت کاروں اور زمینداروں کے بے انداز ولولے اور جوش و خروش نے حکومت کے اس پروگرام کو پورا کیا ہے ۔ انہوں ۔ یہ ثابت کر دیا ہے کہ اپنی محنت اور مشقت سے اور حکومت کی طرف سے مہیا کردہ سہولتوں کے ساتھ ہم ملک کے اندر بے شمار خوراک پیدا کر سکتے ہیں ۔ اب اس صورت حال کو مستحکم کرنا اور بحال رکھنا حکومت کا کام ہے ۔ حکومت نے ان کو ایک نعرہ دیا تھا ۔ ''دب کے واہ تے رج کے کھا بیلیا ۔'' اب یہ حکومت کا کام ہے کہ 'دب کے واہنے' کے بعد 'رج کے کھانے' کی سہولتیں مہیا کرے ۔ تاکہ وہ رج کے کھائیں اور اپنے slogan کے مطابق پوری طرح محنت اور مشقت سے کام لے کر مسئلہ خوراک کو حل کرنے کی کوشش کریں ۔ اگر آئندہ ہماری حکومت کی طرف سے کاشتکاروں کو مکمل طور پر سہولتیں نہ دی گئیں اور ان کو مکمل طور پر مشینی کھاد مہیا نہ کی گئی اور ان کو اپنی محنت کا پورا پھل نہ ملا تو انسانی فطرت ہے کہ جب انسان اپنی محنت کے بعد اس

کا پورا صلہ نہیں پاتا تو وہ لامحالہ اس کام کو چھوڑ کر دوسرے کام کی طرف متوجہ ہوتا ہے ۔ اس لئے میں حکومت سے استدعا کروں گا کہ بہت جلد کوئی سکیم اپنے وسائل کے مطابق تیار کرے جس سے ہمارے کاشتکار اور زمیندار جس لائن پر چل نکلے ہیں وہ اس لائن پر چلتے جائیں اور خوراک جیسا نازک مسئلہ جس کو ہم حل کرنے کے لئے کوشاں ہیں ۔ وہ جلد سے جلد حل ہو جائے اور اس کام کے کرنے کے لئے کاشتکار یا زمیندار کسی قسم کی کمزوری کا اظہار نہ کریں ۔ ہمارے ملک سے خوراک کا مسئلہ اس طرح حل ہو جائے کہ ہم اپنی ضروریات کے علاوہ فالتو اناج دوسرے ملکوں کو بھیج کر زر مبادلہ بھی کما سکیں ۔ اور اس سے اپنے ملک کو ترقی دیں ۔

جناب والا ۔ ہمارے گورنر مغربی پاکستان نے غنڈہ گردی کی سرکوبی کے لئے جو اقدامات اس صوبے میں کئے ہیں اور غنڈوں کی جو سرکوبی کی ہے اس سے اس ملک کے اندر خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے اور میں گورنر صاحب کو اس کے لئے مبارکباد دیتا ہوں اور اس کے ساتھ ہی یہ التجا بھی کرتا ہوں کہ بڑے بڑے غنڈے تو پکڑے جا رہے ہیں لیکن نئے غنڈوں کی نگرانی کی بھی ضرورت ہے تاکہ یہ نیا عنصر غنڈہ گردی کی طرف مائل نہ ہو اور اس کا مکمل طور پر قلع قمع کر دیا جائے اور ملک میں شریف لوگ اور عوام اطمینان سے اپنی زندگی بسر کر سکیں ۔

جناب والا ۔ ہمارے صوبے کے اندر بہت انڈسٹریز ہیں اور انہوں نے حکومت کی زیر نگرانی بہت ترقی کی ہے لیکن خشت سازی کی جو انڈسٹری ہے جس کو گھریلو انڈسٹری کہا جاتا ہے اس کو حکومت نے بالکل نظر انداز کیا ہے ۔ اس انڈسٹری کا ۹۰ فیصد ملک کی تعمیر و ترقی کے کام آ رہا ہے کیونکہ خشت سازی ایک ایسی انڈسٹری ہے جو ملک کی

تعمیر و ترقی سے وابستہ ہے ۔ جس طرح سٹیل انڈسٹری ۔ سیمنٹ انڈسٹری coal انڈسٹری کو حکومت نے بے شمار مراعات دی ہیں اور مراعات دے کر establish کرایا ہے ۔ اسی طرح خشت سازی کی جو انڈسٹری ہے اس کو حکومت نے کوئی مراعات نہیں دیں اور اس کی طرف حکومت نے کوئی توجہ نہیں دی اور اس کام کے کرنے والوں کو کسی قسم کی سہولتیں نہیں ملیں بلکہ اس مرتبہ یہ ہوا ہے کہ اس انڈسٹری میں جو ملکی کوئلہ صرف ہوتا ہے اس پر ریل کا کرایہ ۳۰ فیصد زیادہ کر دیا گیا ہے اور اس سے عوام کو ایک اور مشکل میں ڈال دیا گیا ہے ۔ پہلے ہی عوام مکانات بنوانے میں مشکل محسوس کرتے تھے لیکن اب ان کی مشکلات میں اور اضافہ کر دیا گیا ہے اور اینٹیں اور دوسرا سامان عمارت زیادہ مہنگا ہو جانے کی وجہ سے ان کے لئے اپنا مکان بنانا جس میں کہ وہ اپنا سر چھپا سکیں مشکل ہو گیا ہے ۔ میں وزیر خزانہ سے التجا کرتا ہوں کہ وہ اس معاملہ میں زیادہ توجہ دیں اور اس انڈسٹری کے چلانے والوں کو سہولتیں مہیا کریں تاکہ یہ انڈسٹری بھی ملک میں پھل پھول سکے ۔

جناب والا ۔ ہمارے لاہور کی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے میوہسپتال جیسے ایک اور بڑے ہسپتال کی ضرورت ہے اور اسے لاہور میں تعمیر ہونا چاہئیے ۔ جناب والا ۔ میوہسپتال کی عمارت پہلے ہی خستہ ہو چکی ہے ۔ جس کی حکومت آہستہ آہستہ مرمت کر رہی ہے لیکن میو ہسپتال جو ہے وہ ہمارے لاہور کی گنجان آبادی کے اندر ہے اور اس میں توسیع کی گنجائش نہیں ہے اور وہ لاہور کی اتنی بڑی آبادی کا بوجھ اٹھا نہیں سکتا اس لئے میں عرض کروں گا کہ لاہور ریس کلب کو اپنی موجودہ جگہ سے ہٹا کر ملتان روڈ پر بنا دیا جائے اور اس کی جگہ پر ایک شاندار میو ہسپتال کی شکل میں قائم کیا جائے جس سے لاہور کے گرد و نواح کے

علاقہ جات مستفیض ہو سکیں ۔

جناب والا ۔ اس بجٹ میں لاہور میں ایک نیو ٹاؤن شپ سکیم کے لئے ۷۵ لاکھ روپے رکھے گئے ہیں ۔ یہ قابل ستائش اقدام ہے اس کے ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ہمارے لاہور کے امپروومنٹ ٹرسٹ کی زیر نگرانی جو سکیم تیار ہوئی ہے اس کے لئے ایک خاص رقم بڑھا دی جائے جس سے وہ سکیم تیار ہو اور عوام کو گھر بنانے میں مفید ثابت ہو سکے ۔ اس سکیم کے اندر کافی حصہ چھوٹے لوگوں کے لئے مخصوص کیا جائے اور اس حصہ میں صحافیوں کے لئے کالونی بنانے کا جو وعدہ ہے وہ پورا کیا جائے ۔ اس کے لئے رقم مخصوص کی جائے تاکہ ان کے مکانات تعمیر ہو سکیں ۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس سکیم کے اندر جو پلاٹ لوگوں کو دئے جائیں وہ قرعہ اندازی سے دئے جائیں ۔ نیلامی کو ختم کر دیا جائے اور غریب لوگوں کو آسان قسطوں پر پلاٹ دئے جائیں ۔

جناب والا ۔ میرا اس ہاؤس میں ایک بہت پرانا مطالبہ ہے جس کو میں دہراتا رہتا ہوں وہ یہ ہے کہ کارپوریشن کی گریٹر لاہور واٹر سپلائی سکیم کے تحت تمام کاروبار لاہور کارپوریشن کا امپروومنٹ ٹرسٹ کرے گا اور اس کی کارکردگی کے لئے اہل لاہور سے نیا ٹیکس وصول کیا جائے گا ۔ تو ایسی حالت میں میونسپل کمیٹی کی دفعہ ۸۱ (۳) کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی ۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر بلدیات سے گذارش کروں گا کہ دفعہ ۸۱ (۳) کو جلد سے جلد ختم کر دیا جائے تاکہ لاہور کے گرد و نواح کی آبادی میں اور ان کی بستیوں کے گلی کوچوں میں نالیاں اور سڑکیں وغیرہ کے بنانے میں آسانیاں ہو جائیں ۔

جناب والا ۔ جونیجو صاحب کی محنت سے بے شمار پل تعمیر ہوئے ہیں

اور حال ہی میں ایک اور پل لاہور کے نزدیک تعمیر کیا گیا ہے ۔ میں اس کی تعمیر پر خوشی کا اظہار کرتا ہوں لیکن چند دنوں سے جب سے یہ ٹول ٹیکس کا اعلان ہوا ہے ۔ لاہور کے اندر کچھ چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں اور نفرت کا اظہار کیا جا رہا ہے ۔ اس سے میں نے تو یہ محسوس کیا ہے کہ لاہور کے لوگوں کو بے شمار تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑے گا ۔ لوگ ٹیکس دینے سے نہیں گھبراتے مگر وہ ٹیکس کے اس نظام کے خلاف ہیں ۔ آج صبح ہی مجھ سے دو تین وفد ملے اور سبزی منڈی کے زمینداروں اور کاشتکاروں کا وفد بھی ملا جنہوں نے یہ فرمایا کہ ہماری زمینیں پل کے پار ہیں اور ہمیں اپنی پیداوار یا اپنا مال روزانہ ٹرکوں ریڑھوں اور گڈوں کے ذریعہ لاہور میں لانا پڑتا ہے ۔ اور اسی پل سے ہماری گذرگاہ ہے ۔ دن میں ہمیں تین تین چار چار مرتبہ اس سے گذرنا پڑتا ہے اور ہمیں اپنے ٹرکوں کو دریائے راوی کے پار لے جا کر رات سے سامان وہاں سے بھر کر لاہور میں لانا پڑتا ہے ۔ تو جب ہم فی ٹرک اس کا ٹیکس دیں گے تو ظاہر ہے کہ لوگوں کو سامان مہنگا ملے گا اور اس کے باعث بلڈنگ میٹریل بھی مہنگا ہو جائے گا اور اس اضافہ کی وجہ سے لوگوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا ۔ تو جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے لوگوں میں اس قسم کی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں ۔ لہذا میں وزیر مواصلات سے درخواست کروں گا کہ وہ اس پر غور فرمائیں اور کوئی ایسا طریقہ نکالیں کہ جس سے لوگوں کو پریشان نہ ہونا پڑے اور ان کے راستے میں آسانیاں پیدا ہوں ۔

جناب والا ۔ اپنی جانب سے اگر میں اپنے وزیر تعلیم جناب نوابزادہ محمد علی خان کا شکریہ ادا نہ کروں تو میں اپنے فرض کی بجا آوری میں کوتاہی کروں گا کیونکہ انہوں نے اپنے جذبہ اور اپنی بیشمار محنتوں سے

تعلیم کے شعبہ کو ترقی دی ہے ۔ جناب والا ۔ میں آخر میں اپنے ہر دلعزیز صدر مملکت فیلڈ مارشل جناب محمد ایوب خان کا شکر گذار ہوں جنہوں نے ملک کی ترقی کے لئے اس قدر کوشش فرمائی ہے اور ملک میں اصلاحات نافذ کی ہیں جن کی بدولت ملک ترقی کی طرف گامزن ہے اور ملک مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جا رہا ہے ۔ خدا ان کی عمر دراز کرے ۔ ساتھ ہی میں جناب وزیر خزانہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس سال انہوں نے ہمیں فلاحی بجٹ دیا ہے آج سے پہلے کبھی ایسا بجٹ ہمارے سامنے نہیں آیا تھا ۔ اس لئے میں ان کو اپنی طرفسے مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ ان کے سیکرٹری اور دیگر عملہ جنہوں نے اس بجٹ کو تیار کیا ان کو بھی مبارکباد دیتا ہوں ۔ اس کے بعد جناب والا ۔ اگر میں آپ کا بھی شکریہ ادا نہ کروں تو فرض کی ادائیگی میں کوتاہی ہوگی ۔

Malik Muhammad Akhtar : Sir, I rise on a point of order. It has been stated in the House that I was entertaining somebody in the Lobby. For your information, Sir, I want to tell you that it was Mian Miraj Din and not me.

Mr. Speaker : Whosoever he may be, but taking tea in the Lobby is strictly prohibited.

Malik Muhammad Akhtar : I never take tea there, Sir.

مجھے ملک صاحب نے پرسوں چائے دی تھی ۔

ملک معراج خالد ۔ ملک صاحب نے غلط کہا ہے ۔

Mr. Speaker : Order please. Please take your seat.

جن فاضل ممبران نے آج تقاریر کرنی ہیں وہ آج شام کے اجلاس میں ضرور تشریف لائیں کیونکہ کل کی جو لسٹ مقررین کی ہے وہ کم از کم ۲۵ کی ہے ۔ اس کے علاوہ فاضل لیڈر آف دی ہاؤس بھی تقریر کرنا

چاہتے ہیں اور شام کو فنانس منسٹر صاحب بحث کو ختم کریں گے اور اس کے علاوہ فاضل وزیر تعلیم بھی تقریر کرنا چاہتے ہیں اس لئے میرا خیال ہے کہ یہ ممکن نہ ہوگا کہ وہ صاحبان جنہوں نے آج تقریر کرنی ہے وہ کل کر لیں ۔ ان کو چاہئے کہ وہ آج بعد دوپہر کے سیشن میں ضرور تشریف لائیں ۔ اب ایوان کی کارروائی آج ساڑھے پانچ بجے تک ملتوی کی جاتی ہے ۔

The Assembly then adjourned (at 12-40 p.m.) till 5-30 p.m. the same evening.

EVENING SITTING

The Assembly met at 5.30 p. m. Mr. Speaker in the Chair.

THE WEST PAKISTAN GENERAL BUDGET FOR THE YEAR 1968-69

DISCUSSION ON THE GENERAL BUDGET AS A WHOLE (*contd*).

ملک محمد اسلم خان (کیمبلپور - ۱) - جناب والا - میں یہ التماس کروں گا کہ جب تک وزیر خزانہ تشریف نہیں لاتے .....

مسٹر سپیکر - قاضی صاحب موجود ہیں -

ملک محمد اسلم خان - میرا خیال ہے اگر پانچ سات منٹ کے لئے ان کا انتظار کر لیا جائے .....

Mr. Speaker: The Member should continue his speech. The Parliamentary Secretary should be present at least.

ملک محمد اسلم خان - جناب والا - مجھے اجازت دیں کہ میں وزیر خزانہ جناب احمد سعید کرمانی اور فنانس سیکرٹری تجمل حسین صاحب اور ان کے دیگر رفقائے کار کا شکریہ ادا کروں کہ انہوں نے جو دستاویزات میزانیہ اس سال اس ایوان میں پیش کی ہیں وہ پہلے سے بدرجہا بہتر ہیں - ان کو ایک نظر دیکھنے سے بجٹ کے تمام پہلو نمایاں ہو جاتے ہیں - اور مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ ایسی اچھی دستاویزات بغیر دن رات کی کوشش کے تیار نہیں کی جا سکتیں - جناب والا - مجھے آپ اجازت دیں کہ میں ایک مصرعہ پڑھوں -

تو سامنے آ کہ میں سجدہ کروں تجھے

خیال تو یہ تھا کہ وزیر خزانہ تشریف رکھتے تو میں ان کے بارے میں اور اچھے بجٹ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار زیادہ شوق اور گرم جوشی سے کرتا - لیکن افسوس ہے کہ وہ تشریف نہیں لا سکے -

جناب والا ۔ گذشتہ دس سالوں میں جو ترقی ہمارے عزیز وطن میں ہوئی ہے....

Mr. Speaker : I think Parliamentary Secretary, Sardar Muhammad Ashraf Khan, is there to take notes.

ملک محمد اسلم خان ۔ جناب والا ۔ یہ پارلیمنٹری سیکرٹری فنانس تو نہیں ہیں ۔

Parliamentary Secretary, (Railway) (Sardar Muhammad Ashraf Khan): It was made clear that being a Parliamentary Secretary I can take notes and specially when I am deputed by the Finance Minister to take notes in his absence and to convey to him those notes, I think, there is no bar in doing so.

ملک محمد اسلم خان ۔ ویسے میں نے آپ کے حکم کی تعمیل تو اس وقت ہی شروع کر دی تھی جس وقت پارلیمنٹری سیکرٹری ریلوے بھی تشریف نہیں رکھتے تھے ۔ لیکن آپ نے خود بھی معزز ارکان کو اور وزراء صاحبان کو remined کرایا ہے کہ ان کی موجودگی ضروری ہوتی ہے ۔ بہر حال میں جاری رکھتا ہوں ۔

جناب والا ۔ میں گذشتہ دس سال کی ترقی کے بارے میں عرض کر رہا تھا کہ یہ ترقی جو ہمارے وطن میں ہوئی ہے ۔ وہ ہر ایک پر عیاں ہے ۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ملک کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں پر اس ترقی کو نمایاں طور پر محسوس نہ کیا جاتا ہو۔ میں گذشتہ دس سالوں کی ترقی پر جناب صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کو مبارکباد پیش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں ۔ یہ ترقی ان کی دانشمندانہ اور پر خلوص قیادت کی وجہ سے ہے۔ ملک کی ڈگمگاتی ہوئی کشتی کو انہوں نے اب ایک ایسے دھارے پر رواں کر دیا ہے جو اس کو ہر لمحہ ترقی کی ان منازل

کی طرف لے جا رہا ہے جن کے لئے اس برصغیر کے مسلمانوں نے نہایت اور بے انتہا قربانیاں دی تھیں اور جن کے لئے ہمارے محبوب قائد اعظم نے خواب دیکھا تھا ۔ میں صدر مملکت کو اس بات پر بھی مبارکباد دیتا ہوں کہ ان کو ایک ایسا سپاہی رفیق کار میسر آ گیا ہے ۔ (میری مراد گورنر مغربی پاکستان جنرل محمد موسیٰ سے ہے) جن کی شب و روز محنت کی وجہ سے حالات دن بدن بہتر ہوتے جا رہے ہیں ۔

جناب والا ۔ نئے مواصلاتی نظام اور نئے ذرائع آمد و رفت کی وجہ سے دنیا کی مسافت سمٹتی جا رہی ہے اور دنیا چھوٹی ہوتی جا رہی ہے ۔ اور اس وجہ سے ایک ملک کے اقتصادی رد و بدل کا اثر دوسرے ملک کی اقتصادیات پر ہونا نہایت لازمی ہو گیا ہے ۔ ۱۹۶۸ء میں جب پاؤنڈ سٹرلنگ کی قیمت میں تخفیف کی گئی تو اس کا اثر نہ صرف غیر ترقی یافتہ ممالک کے سکوں پر ہوا بلکہ بعض ترقی یافتہ ممالک کے سکوں کی قیمت میں بھی کمی ہو گئی ۔ اور ایسے حالات میں پاک کرنسی میں تخفیف نہ کرنے سے ہمیں اس بات کا ثبوت ملا ہے کہ گذشتہ دس سالوں میں اس ملک نے ایسا اقتصادی معیار حاصل کر لیا ہے اور ایک ایسا ترقیاتی معیار حاصل کر لیا ہے کہ جس کی وجہ سے اس کی کرنسی بیرونی ممالک کے عالمی زر مبادلہ میں رد و بدل کے مقابلہ کی قوت رکھتی ہے ۔ اور اس وجہ سے میں یہاں پر خوشی کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ خواجہ صاحب نے اپنی تقریر میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ اگرچہ اس سال کے بجٹ کی ان رقومات میں جو اخراجات کی مد میں ہیں اضافہ ہوا ہے ۔ لیکن ان کے خیال میں اس ملک نے وہ ترقی نہیں کی ۔ جتنی کہ اس خرچ کے اضافہ سے اسے کرنی چاہئے تھی ۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کافی اعداد و شمار پیش کئے ہیں جن کی بنیاد پر وہ اپنے دلائل

کو ثابت کرنا چاہتے تھے ۔ بلکہ آخر میں انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ بجٹ میں رقومات کا اضافہ کوئی بڑی بات نہیں ۔ اگر اس سے بھی گراں قدر رقومات ہوتیں ۔ تو کسی طریقہ سے خرچ ہو جاتیں ۔ خواہ ان کو نالے میں ہی پھینکنا پڑتا ۔ ان کی بات بڑے مزے کی تھی ۔ لیکن وہ شاید یہ بات بھول گئے کہ جہاں حکومت نے اپنے خرچ میں اضافہ کیا ہے وہاں اپنی آمدنی میں بھی اضافہ کیا ہے ۔ حکومت کے بجٹ اور ایک individual کے یا کسی تجارتی ادارہ کے بجٹ میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے ۔ ایک individual یا تجارتی ادارہ اپنا خرچ اپنی آمدنی کے مطابق کرتا ہے ۔ لیکن ایک حکومت اپنی آمدنی کو اپنے خرچ کے مطابق رکھتی ہے ۔

جناب والا ۔ اب میں سال رواں کے بجٹ کی طرف آتا ہوں ۔ اس کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ترقیاتی پروگرام ہے ۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ اور اس کے بعد دنیا میں اقتصادی بدحالی کی وجہ سے ترقیاتی پروگرام کچھ کم ہو گئے تھے اور جو set-back اس جنگ یا دنیا کی اقتصادی حالت کی وجہ سے اقتصادیات اور معاشیات پر پڑا ہے ۔ اس کے باوجود ترقیاتی پروگراموں پر جو خرچ ہوا ہے وہ ۱۹۶۴-۶۵ء سے زیادہ ہوا ہے ۔ اگر میں یہ کہوں کہ اس میں گراں قدر اضافہ ہوا ہے تو یہ غلط نہیں ہو گا ۔ اس قلیل عرصہ میں صوبہ کو مشکلات اور بحران سے نکال کر خوش حالی کے نقطہ عروج پر لانے کے لئے میں وزیر خزانہ کو مبارکباد دئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ لیکن اس کے ساتھ میں ان کی خدمت میں یہ بھی عرض کروں گا کہ جہاں تک میں نے اس بجٹ کو دیکھا ہے ۔ اس کے پچھلے دو تین سال میں ترقیاتی پروگرام کے اخراجات کے revised estimates میں رقومات کم کر دی گئی ہیں ۔ میں امید رکھتا ہوں کہ

اس سال بجٹ revised estimate میں کسی صورت میں کمی نہیں ہونے دی جائے گی ۔

جناب والا ۔ میں بھی ان تین تجاویز کی روشنی میں بجٹ پر بحث کرنا چاہتا ہوں جو گورنر مغربی پاکستان نے وزیر خزانہ کو دی تھیں ۔ پہلی تجویز جو گورنر صاحب نے وزیر خزانہ کرمانی صاحب کو دی تھی۔ یہ تھی کہ "ہمیں اپنی توجہ آبادی کی اکثریت کی طرف مبذول کرنی چاہئے اور یہ آبادی دیہات میں رہتی ہے ۔" دیہی پروگرام میں اس دفعہ ۱۵ کروڑ کی رقم رکھی گئی ہے ۔ یہ رقم گذشتہ سال سے ۱۰ کروڑ روپیہ زیادہ ہے ۔ اور اس سے پہلے سال سے ۱۰۰ فیصد زیادہ ہے ۔ اس حکومت کی یہ خاص بات ہے کہ اس نے دیہی علاقوں میں رہنے والے عوام کی طرف خاص توجہ دی ہے ۔ اور اس حکومت کا یہ ایک نمایاں کارنامہ ہے ۔ اس کے ساتھ حکومت نے ایک نیا نظام بنیادی جمہوریتوں کی صورت میں دنیا کو دیا ہے ۔ جناب والا ۔ آپ میرے ساتھ اتفاق فرمائیں گے کہ یہ مسلمہ امر ہے کہ اس وقت تک کوئی ترقیاتی پروگرام اچھے طریقہ سے یا احسن طریقہ سے پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس علاقہ کے لوگوں کی رائے اور خواہشات کو مدنظر نہ رکھا جائے ۔ اس سے پہلے ملک کے ترقیاتی پروگرام اور عوام کے جذبات اور عوام کی خواہشات کا کبھی خیال نہیں رکھا گیا تھا ۔ اور یہ ترقیاتی پروگرام

ٹھونس دئے گئے تھے جس کی وجہ سے وہ اثر نہ ہوا جو اس وقت کی حکومتیں چاہتی تھیں ۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ وزیر خزانہ نے گورنر صاحب کی پہلی تجویز پر پورے طور پر عمل کیا ہے ۔ اور میں ان کو مبارک باد دیتا ہوں ۔ دوسری تجویز گورنر مغربی پاکستان کی یہ تھی ۔ کہ "اس بات کا خاص خیال رکھا جائے ۔ کہ عوام کو خوراک اور دیگر اشیاء مناسب قیمتوں پر دستیاب ہو سکیں ۔"

جناب والا ۔ یہاں پر میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ خوراک کے سلسلہ میں خود کفیل ہونے پر میں صدر مملکت اور جناب گورنر صاحب کی خدمت میں مبارک باد پیش کروں ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سال ہماری وہ سکیم یعنی غلہ کی پیداوار کو زیادہ کرنے کی سکیم کافی حد تک پوری ہو چکی ہے ۔ اور اس میں جہاں خداوند کریم کی مہربانیاں ہمارے شامل حال رہی ہیں ۔ وہاں ہمیں یہ بھی اعتراف کرنا پڑے گا کہ اس ملک کے کاشت کاروں اور زمینداروں نے بھی دیانتداری سے کوشش کی ہے ۔ جناب والا ۔ یہاں پر میں وزیر زراعت ملک خدا بخش صاحب (جن کو اگر بابائے زراعت کہا جائے تو زیادہ غلط نہ ہو گا) کا بھی شکریہ ادا کروں گا ۔ اور میں یہ ماننے کو تیار ہوں ۔ کہ اگر کسی مشکل کام کو دیانتداری سے اور خلوص سے کریں تو وہ پورا ہو سکتا ہے ۔ جناب والا ۔ اب میں حکومت کی توجہ اس امر کی طرف دلاؤں گا کہ

حکومت جس قیمت پر گندم زمینداروں سے خریدے گی وہ ۱۷ روپے فی من ہے - اور جس قیمت پر حکومت گندم ہر وقت بیچنے کے لئے تیار ہے وہ ۱۸ روپے کچھ آنے ہے - میں اس سلسلہ میں حکومت کو دعوت فکر دیتا ہوں کہ وہ اس بات پر غور کرے کہ آیا یہ قیمت جو ہم نے گندم کے لئے رکھی ہے وہ صحیح ہے اور مناسب ہے ؟ کیا یہ قیمت رکھنے سے ہمارے کاشتکار بھائیوں اور زمینداروں کی حق تلفی تو نہیں ہوتی جنہوں نے ہمارے ساتھ مل کر بھوک کے خلاف جدوجہد کی ہے ؟

مسٹر سپیکر - ملک صاحب ۱۸ روپے یا ۱۷ روپے ؟

خواجہ محمد صفدر - گندم کی قیمت خرید ۱۷ روپے کچھ آنے ہے اور قیمت فروخت ۱۸ روپے کچھ آنے ہے - گورنمنٹ جس قیمت پر گندم لے گی وہ ۱۷ روپے ہے اور جس قیمت پر ہر وقت بیچنے کیلئے تیار ہے وہ ۱۸ روپے کچھ آنے ہے -

ملک محمد اسلم خان - جناب والا - مارکیٹ میں ۱۷ یا ۱۸ روپے جو قیمت رکھی گئی ہے آیا یہ ایسی قیمت ہے کہ جسے دیکھ کر ہمارے زمیندار اور کاشتکار بھائی آئندہ سال بھی یہ کوشش کریں گے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اگائیں ؟ جناب والا - پیشتر اسکے کہ حکومت اس سلسلے میں کچھ جواب دے میں یہ عرض کروں گا کہ وہ آج سے ۱۰ سال پہلے کی دوسری اشیائے ضرورت کی قیمتوں کا موازنہ بھی گندم کی قیمتوں سے کرے -

جناب والا ۔ میں نے کل ہی آفیشل گزٹ سے یہ قیمتیں لوٹ کی ہیں کپڑا کھردرا ایک روپے دس پیسے فی گز تھا ۱۹۶۸ء میں دو روپے سے لیکر دو روپے پچاس پیسے تک ہے ۔ تقریباً اسمیں ۱۰۰ فیصد اضافہ ہوا ہے ۔ مٹی کا تیل دو آنے کی بوتل تھا ۔ اب پانچ آنے فی بوتل ہے ۔اسمیں ۱۳۰ فیصد اضافہ ہوا ہے ۔ دیسی صابن چار آنے فی ٹکیہ تھا ۔ اب آٹھ آنے فی ٹکیہ ہے ۔ یہاں پر بھی ۱۰۰ فیصد اضافہ ہوا ہے ۔ میں ان چیزوں کی قیمتوں کا حوالہ دے رہا ہوں جو اتنی ہی ضروری ہیں جتنی کہ کھانے کیلئے گندم اور آٹا ۔ چینی جو اسوقت پچپن روپے فی من تھی آج ۱۱۵ روپے فی من ہے ۔ گوشت بکرے کا دو روپے بارہ آنے آج چار روپے پچاس پیسے ہے ۔ گندم اسوقت گیارہ یا بارہ روپے فی من تھی اور آج سترہ روپے اور اٹھارہ روپے فی من ہے ۔ یعنی گندم میں پچاس فیصد اضافہ ہوا اور اس طرح دوسری اشیائے ضروری میں بھی پچاس فیصد اضافہ ہوا ہے ۔ میں نے یہ جو قیمتیں بتائی ہیں وہ موٹر یا سامان تعیش اور کریم پاؤڈر کی نہیں ہیں ۔ بلکہ ان چیزوں کی ہیں جنکی زمینداروں کو ہر روز ضرورت پڑتی ہے اور ان میں ۱۳۰ فیصد کا اضافہ ہوا ہے بلکہ اس سے زیادہ ہوا ہے گندم میں اضافہ .....

وزیر محنت (ملک اللہ یار خان) ۔ جناب والا ۔ شاید فاضل دوست کو یہ معلوم نہیں کہ کیمبل پور میں جہاں سے یہ تشریف لائے ہیں اس وقت گندم بارہ روپے فی من ہے ۔

ملک محمد اسلم خان - اسکا مطلب یہ ہے کہ آپ میرے argument کو سمجھے نہیں ہیں اور اگر سمجھے ہیں تو اسکو support کر رہے ہیں کہ حکومت کو چاہئے کہ وہ گندم کی قیمت زیادہ مقرر کرے - میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ گندم کی قیمت کو گرنے نہ دیں - اب اگر آپ روس اور امریکہ کو اس معاملہ میں لے آئیں گے تو میں اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ عالمی گندم کی قیمت بارہ یا تیرہ روپے من ہے - اگر ہم ہمسایہ ملکوں کو مد نظر رکھیں اور ان علاقوں میں گندم کی قیمت کو مد نظر رکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہندوستان میں ساٹھ روپے من گندم کی قیمت ہے کابل میں پچاس روپے ہے اور قریباً یہی قیمتیں ایران اور آس پاس کے علاقوں میں ہیں - تو میں یہ عرض کروں گا .....

پارلیمنٹری سیکرٹری (سردار محمد اشرف خان) - میں اس بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ اس معزز ایوان میں بھی اور پریس میں بھی حکومت کیطرفسے یہ اعلانات ہو چکے ہیں کہ حکومت ہر جگہ اور ہر منڈی سے سترہ روپے من کے حساب سے گندم خریدنے کے لئے تیار ہے تو میرے فاضل دوست کا یہ کہنا کہ وہاں گندم بارہ روپے فی من بک رہی ہے یہ زیادتی ہے -

خواجہ محمد صفدر - یہ منسٹر صاحب نے فرمایا ہے - یہ ان سے پوچھئے -

مسٹر سپیکر ۔ ملک محمد اسلم صاحب کا argument یہ ہے کہ یہ قیمت کم ہے ۔ اور قیمت کو گرنے نہ دیا جائے اسے ایک لیول پر establish کرنا چاہئے ۔

پارلیمنٹری سیکرٹری ۔ یہی مقصد حکومت کا ہے اور اس بات کی کوشش کی جا رہی ہے کہ گندم کے نرخوں کو مستحکم کیا جائے ۔ اور گندم کے نرخ منڈیوں میں سترہ روپے سے کم نہ ہوں ۔

مسٹر سپیکر ۔ انکی دلیل یہ ہے کہ باوجود آپ کے مقرر کئے ہوئے نرخوں کے یہ قیمت گر رہی ہے ۔

ملک محمد اسلم خان ۔ میں سردار صاحب کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ میرا مقصد یہ ہے کہ حکومت procurement کی prices کو بڑھائے اگر حکومت procurement کی prices نہیں بڑھاتی تو گندم کی قیمت کو کم کر دے اور ضروریات زندگی کی دوسری چیزوں میں بھی کمی کر دے کیونکہ زمیندار جب منڈی میں گندم بیچتا ہے تو پھر دوسری چیزیں خریدتا ہے ۔ اگر ایسا نہ کیا جائیگا تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ زمیندار گندم کم قیمت پر بیچے گا اور اسکو دوسری اشیائے ضرورت زیادہ قیمت پر دستیاب ہونگی ۔

جناب والا ۔ وقت تھوڑا ہے اس لئے اب میں ترقی کے پروگراموں کی طرف آتا ہوں ۔ میری عرض ہے کہ ترقی کے پروگراموں میں

صوبے کے کسی حصہ کو نظر انداز نہ کیا جائے ۔ جناب والا ۔ مجھے خوشی ہے کہ کرمانی صاحب نے جہاں تک اور علاقوں کا تعلق ہے وہاں تو اس چیز کو زیر غور رکھا ہے لیکن میں آپ کی توجہ راولپنڈی کی ڈولپمنٹ کیطرف دلاتا ہوں ۔ یہ راولپنڈی سے متعلق ایک میگزین ہے اسمیں ۳۱ تصویریں ہیں کہ کہاں کہاں نئی نئی تعمیرات ہوئی ہیں راولپنڈی ڈویژن میں چار اضلاع ہیں اور انمیں سے ایک ضلع کیمبل پور بھی ہے یہاں پر ایک تصویر ہے جو کیمبل پور کے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر کی ہے جسکے بارے میں میں نے وزیر صحت کے پارلیمنٹری سیکرٹری سے پوچھا تھا کہ یہاں جو ہسپتال ہے وہ کب بنا تھا ۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا تھا کہ یہ ہسپتال ۵ جولائی ۱۹۵۶ء کو بنا تھا اور اسی وقت اسکو occupy کیا گیا تھا تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بارہ سال پرانی عمارت کی تصویر کیوں اس میگزین میں دی گئی ہے ۔ اگر کسی عمارت کی تصویر دینا ہی تھی تو وہاں کسی نئی عمارت کی تصویر دیتے ۔ ایسی پرانی عمارت کی تصویر دینے کی ضرورت نہیں تھی ۔

پارلیمنٹری سیکرٹری (مسٹر عبدالقیوم) ۔ جناب والا ۔ وہاں اس ہسپتال میں کوئی improvement تو ہوئی ہوگی ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ ہمیشہ شک میں ہی بات کیجئے گا ۔

ارے بھائی یقین کے ساتھ کہنا چاہئے۔

ملک محمد اسلم خان ۔ جناب والا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ کیمبل پور بھی ان اضلاع میں سے ایک ہے جو غیر ترقی یافتہ ہیں اور جب گورنر مغربی پاکستان نے گذشتہ سال یہ حکم دیا تھا کہ غیر ترقی یافتہ علاقوں میں زیادہ ترقیات کی جائیں تو خیال تھا کہ شائد کیمبل پور ضلع کی قسمت بھی جاگ اٹھے گی ۔ اب یا تو جناب والا ۔ وزیر خزانہ یہ کہہ دیں کہ وہ ضلع ترقی یافتہ ہے تو پھر مجھے ان پر کوئی گلہ نہیں ہو گا لیکن اس بات کا جواب دینے سے پہلے وہ اس بات کو مد نظر رکھیں کہ کیمبل پور میں کوئی نہر نہیں ہے ۔ وہاں بارش ہوتی ہے ۔ وہاں پر تمام ضلع میں صرف ایک ڈگری کالج ہے جو ۱۹۲۴ء میں بنا تھا اور اس کے بعد اس کو بڑھانے کی کوئی تجویز نہیں کی گئی ۔ وہاں پر ایک ہی گرلز کالج ہے جو دو سال پہلے بنایا گیا تھا ۔ کالج تو قائم کر دیا گیا لیکن اس کی عمارت نہیں بنی اور نہ ہی اس سال اس کے بنانے کا کوئی انتظام کیا گیا ہے ۔ سارے ضلع میں سوائے ایک Woolen Textile Mills کے اور کوئی انڈسٹری نہیں ہے یہ مل آج سے سترہ یا اٹھارہ سال پہلے قائم کی گئی تھی ۔ ملک اللہ یار صاحب مجھ سے اتفاق فرمائیں گے کہ اب بھی بہت سے گاؤں ایسے ہیں جہاں سے پانی کافی فاصلے پر ہے

اور ان دیہات کی عورتوں کو کئی کئی میل دور جا کر پینے کا پانی اٹھا کر لانا پڑتا ہے ۔ میں ممنون ہوں کہ وہاں دو چار سال سے ٹیوب ویل لگانے کی سکیم تیار کی گئی ۔ میرا خیال ہے کہ ۴۰ ٹیوب ویل وہاں کے لئے منظور کئے گئے تھے اور واپڈا نے وہاں پر بورنگ وغیرہ بھی کی لیکن ابھی تک کوئی ٹیوب ویل پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچا ۔ انڈسٹری کے لئے اس سال وہاں پر ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے رکھے گئے ہیں ۔ جناب والا ۔ صوبے کی انڈسٹری پر اسی کروڑ اکتیس لاکھ روپے خرچ ہو رہے ہیں اور ہمارے ضلع کے لئے محض ایک لاکھ ساٹھ ہزار مختص کیا گیا ہے جس سے تلہ گنگ کے مقام پر لونگیوں کا کارخانہ بنانا مقصود ہے ۔ میں ایک امر کی طرف آپ کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ علاقہ چھجہ میں جو کہ ایک زرخیز علاقہ ہے اب سیم ہو رہی ہے اور جب تربیلا ڈیم بن جائے گا تو پانی کی سطح اور بھی بڑھ جائے گی لیکن اگر ہمارے علاقے میں زیادہ ٹیوب ویلوں کی گنجائش رکھی گئی تو اس سے وہ علاقہ جو سیم اور تھور کی نذر ہو رہا ہے وہ بچ جائے گا ۔

مسٹر محمد اورنگ زیب خان اعوان (ہزارہ ۔ ۴) ۔ جناب سپیکر ۔ آج اور کل بجٹ پر بہت سی اچھی اور مدلل تقاریر ہو چکی ہیں

ان تقاریر کے بعد صرف یہ کہنا باقی رہ جاتا ہے کہ باوجود نامساعد حالات کے ایسا متوازن بجٹ بنانا کافی مشکل کام تھا ۔ اس لئے جناب وزیر خزانہ اور تمام عملہ جنہوں نے اس بجٹ کے بنانے میں محنت اور جانفشانی سے کام لیا وہ مبارک کے مستحق ہیں اور میں انہیں مبارک باد دیتا ہوں ۔ ہر شعبے کے لئے کافی رقوم مختص کی گئی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے لازماً اچھے نتائج برآمد ہوں گے ۔ دیہاتی ترقی کے پروگرام کے لئے پانچ کروڑ سے بڑھا کر دس کروڑ روپیہ کرنا اور پھر اگلے سال کے لئے دس کروڑ سے پندرہ کروڑ کرنا یہ ضرور کافی ترقی کا باعث ہو گا ۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب صدر مملکت دل سے چاہتے ہیں کہ دیہاتوں کے عوام ترقی کے میدان میں آگے بڑھ سکیں ۔ جناب والا ۔ انقلاب سے قبل دیہی سطح کی آبادی کے لئے اس تیزی سے کبھی نہیں سوچا گیا تھا اور اس دور میں دیہی آبادی کافی الجھنوں اور مشکلات سے دو چار رہی ۔ وہ ایسا دور تھا جس میں دیہاتی عوام کو انگریز آلہ کار بنایا کرتے تھے اور ان کی فلاح و بہبود کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا تھا ۔ اس کے بعد حصول اقتدار کی جنگ میں وزارتیں بنتی اور ٹوٹتی رہیں ۔ ملکی معیشت بری طرح متاثر ہوئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہماری خارجہ پالیسی بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی ۔ اخراجات اس حد تک تجاوز کر گئے کہ بیرونی ممالک ہمارے ملک میں اپنا سرمایہ لگانا درست نہ

سمجھتے تھے اور وہ سرمایہ لگانے سے گریز کرتے تھے لیکن فیلڈ مارشل جناب محمد ایوب خان کی قیادت سے ہمیں نہ صرف استحکام ملا بلکہ بیرونی ممالک نے ہمارے ملک میں اپنا سرمایہ لگانے میں دلچسپی لی اور وہ اس میں دلچسپی لے رہے ہیں جس کے نتیجہ کے طور پر ہماری انڈسٹری میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے ۔ زرعی مہم کی بدولت زراعت کے میدان میں اور خوراک کے معاملہ میں ہم نہ صرف خودکفیل ہوں گے بلکہ غلہ برآمد بھی کر سکیں گے ۔ عوام کا معیار زندگی یقینی طور پر بلند ہوگا ۔ دیہی علاقوں کی طرف زیادہ توجہ دینے سے اور بھی ترقی ہو گی اور اس طرف زیادہ توجہ دینا اس امر کی دلیل ہے کہ ہماری حکومت پسماندہ اور غیر ترقی یافتہ علاقوں میں گہری دلچسپی رکھتی ہے ۔ اس پالیسی سے شہری اور دیہاتی زندگی میں جو تفاوت ہے اس تفاوت کے مٹنے کے امکانات روشن ہو گئے ہیں ۔

جناب والا ۔ جس علاقے کی نمائندگی کا مجھے شرف حاصل ہے وہ مانسہرہ ہے جو کم ترقی یافتہ تحصیل ہے ۔ اس علاقے میں وادیٔ کاغان بھی ہے اگر اس علاقے کو پسماندہ علاقہ قرار دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ زیادہ مناسب ہو گا ۔ اس علاقے کو پسماندہ قرار دینے کے لئے قرار داد پیش کی گئی لیکن وہ قرعہ اندازی میں نہ آ سکی ۔ ایک کم ترقی یافتہ تحصیل میں جس کی آبادی ساڑھے تین لاکھ ہو وہاں صرف

ایک انٹرمیڈیٹ کالج کا ہونا اس ترقی کے دور میں زیب نہیں دیتا ۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کو ڈگری کالج کا درجہ دیا جائے ۱۹۵۹ء سے اس کالج کی عمارت کو جو دراصل ایک پرائمری سکول کی عمارت ہے مرمت کی ضرورت ہے ۔ اس کے لئے ایک لاکھ کی منظوری ہوئی ہے اور اب میں چاہتا ہوں کہ اس انٹرمیڈیٹ کالج کو ڈگری کالج کا درجہ دیا جائے ۔ میں جناب وزیر تعلیم سے جو کہ اس وقت موجود نہیں ہیں گذارش کروں گا کہ وہ ہماری تعلیمی مشکلات کا باقاعدہ نوٹس لیں کیونکہ ہم اس چیز کے زیادہ مستحق ہیں، اور ہمارے مسائل نہایت ہی اہم ہیں ۔ مانسہرہ میں صرف ایک گرلز ہائی سکول ہے اس کو انٹرمیڈیٹ کالج کا درجہ دینا نہایت مناسب ہو گا ۔ سٹاف کی ضرورت ہے ۔ ہر کلاس میں چار چار سیکشن ہیں ۔ مزید داخلے بند ہیں ۔ تو ان حالات میں لڑکیوں کے لئے ایک علیحدہ ہائی سکول کا مطالبہ ایک مناسب اور جائز مطالبہ ہے ۔ اس کے علاوہ کاغان میں طالبات کے لئے ایک مڈل سکول کی ضرورت ہے ۔ اس کی آبادی پچاس ہزار سے زائد ہے ۔ بالا کوٹ میں بھی اگرچہ وہاں تھانہ موجود ہے لیکن گرلز مڈل سکول نہیں ہے ۔ اس کے علاوہ موضع پیران(داتر شیشہ یونین کونسل) ، موضع جگن (ست بنی یونین کونسل) ، موضع کیری (جبوڑی یونین کونسل) اور شوہال کے لئے مڈل سکول ہونے نہایت ہی ضروری ہیں ۔ شوہال کے عوام نے اپنی مدد آپ کے تحت عمارت بھی

تعمیر کی ہے ۔ اب صرف سکول کے اجراء کی ضرورت ہے ۔ شمکیاری ، بھیڑ کنڈ ، اترشیہ ، جرید اور جبوڑی میں طویل عرصہ سے مڈل سکول قائم ہیں ۔ ان کو ہائی سکول کا درجہ دینا چاہئے ۔ کئی مقامات پر پرائمری سکولوں کی ضرورت ہے ۔ میری گذارش ہے کہ کاغان اور بوگڑ منگ ویلی میں زیادہ سکول مہیا کئے جائیں ۔

اب میں وزیر صحت کی توجہ طبی سہولتوں کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں ۔ ہمیں پوری طبی سہولتیں مہیا نہیں ہیں ۔ تحصیل مانسہرہ میں ڈسپنسریز ، ہیلتھ سنٹرز اور سب ہیلتھ سنٹرز کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے ۔ مانسہرہ ٹاؤن کے سول ہسپتال میں فیملی وارڈ بنائے جائیں اور اسے پوری طرح equip کیا جائے ۔

اب میں وزیر آبپاشی کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تحصیل مانسہرہ میں دریا کنہار سے اگر نہر نکالی جائے تو اس سے کافی رقبہ سیراب ہو سکے گا اور زرعی پیداوار میں اضافہ ہو گا ۔ اور وہاں کے زمیندار خود کفیل ہو جائیں گے ۔ ایک نہر اپر سدن میں از ڈربال تا ڈھوڈیال وغیرہ تعمیر کی گئی ہے ۔ یہ نہر چھوٹی ہے ۔ اسے وسیع کیا جائے اور کم از کم ۵ میل تک پہنچایا جائے تاکہ کافی رقبہ سیراب ہو سکے ۔

جناب والا ۔ اب میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر بلدیات کی توجہ

مسائل آب کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں ۔ بالا کوٹ اور ڈھوڈیال میں پینے کے پانی کی تکلیف انتہائی طور پر محسوس کی جا رہی ہے ۔ وہاں واٹر سپلائی کی سکیم کو عملی جامہ پہنایا جائے ۔

اب میں وزیر مواصلات کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔جیسا کہ میں نے خود محسوس کیا ہے وہ نہایت ہی معاملہ فہم ہیں ۔ جب انہیں عوام کی تکلیفوں کا احساس دلایا جاتا ہے تو وہ فوراً ذاتی طور پر دلچسپی لے کر انہیں رفع کر دیتے ہیں ۔ اس امید سے میں ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ڈاڈر تا سچہ روڈ کچی سڑک ہے ۔ وہاں بہت زیادہ ٹریفک ہوتا ہے ۔ مگر برسات میں یہ ٹریفک معطل ہو جاتا ہے اسے پختہ کیا جائے ۔ یہ صرف ۵ میل کے قریب ہے ۔ خاکی سے بھی ایک کچی سڑک نکلتی ہے جو اندازاً ۴ میل لمبی ہوگی ۔ ان ہر دو سڑکوں کو پختہ کرنا نہایت ہی اہم ہے کیونکہ یہاں برسات میں ٹریفک معطل ہو جاتا ہے ۔

جناب والا ۔ اب میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔ میں آپ کا اور ایوان کا بڑا شکر گذار ہوں کہ میری باتوں کو بڑے غور سے سنا گیا ۔

ڈاکٹر سلطان احمد چیمہ (سیالکوٹ۔۲) ۔ جناب والا ۔ دس سالہ ترقی کا جشن اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارا صوبہ بہت تیزی سے ترقی کر رہا ہے ۔ یہ ترقی فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی صحیح قیادت کا نتیجہ ہے اور ہم سب اس پر فخر کرتے ہیں ۔ موجودہ بجٹ کے ترقیاتی پروگرام سے یہ ظاہر ہے کہ حکومت صوبہ میں جلد از جلد ترقی کا تہیہ کر چکی ہے ۔ ملک خوراک کے معاملہ میں خود کفیل ہو رہا ہے ۔ حالانکہ منصوبے کے مطابق خوراک میں خود کفیل ہونے کی مدت ۱۹۷۰ء تک تھی ۔ اس معاملہ میں میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے اپنے وزیر خوراک و زراعت کی قابلیت اور محنت کی وجہ سے یہ ترقی کی ہے ۔ اور اس سلسلہ میں میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کی خدمت میں مبارکباد پیش کی جائے ۔ میں وزیر خزانہ کی خدمت میں بھی ایسا اچھا اور متوازن بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ اور اس بجٹ کی تائید کرتا ہوں ۔ (تالیاں) مگر ساتھ ہی ساتھ میں نے یہ شکایت بھی کرنی ہے کہ ہمارے ضلع سیالکوٹ کی ڈویلپمنٹ کو بالکل نظر انداز کیا گیا ہے ۔ مجھے اس بات کا خیال ہے کہ ہمارے صوبہ نے ترقی کی ہے مگر ایک خاص علاقہ کو نظر انداز کر دینا یہ بھی انصاف نہیں ۔ اس ایوان میں ضلع سیالکوٹ سے منتخب شدہ ممبران چار

ہیں - جن میں سے تین ممبران تو مسلم لیگ میں شامل ہیں اور ایک آپوزیشن کے لیڈر ہیں - یہ ہمارے ضلع کی خوش قسمتی یا بد قسمتی ہے کہ ان پر اپنے ضلع کے علاوہ باقی تمام صوبہ کے مسائل کی بھی ذمہ داری ہے - مجھے اس بات کا خدشہ ہے کہ اگر ہمارے ضلع کو بالکل نظر انداز کیا گیا تو آئندہ انتخابات میں مسلم لیگ کے امیدواروں کو دقت پیش آئے گی - اس لئے کہ ہمارے ضلع کے عوام جو ہیں وہ زیرک ، معاملہ فہم اور حساس ہیں - وہ دیکھتے ہیں کہ بجٹ میں ہمارے ضلع کو نظر انداز کیا گیا ہے اس لئے میری یہ درخواست ہے کہ ہمارے ضلع کو نظر انداز نہ کیا جائے -

خواجہ محمد صفدر - میری مخالفت کی وجہ سے آپ کو کچھ نہیں مل رہا -

ڈاکٹر سلطان احمد چیمہ - قیام پاکستان سے پہلے سیالکوٹ ترقی اور آبادی کے لحاظ سے صوبہ بھر میں چوتھے نمبر پر تھا لیکن جہاں دوسرے شہروں کی آبادی کئی گنا زیادہ ہوگئی ہے وہاں شہر سیالکوٹ کی آبادی پہلے سے کم ہو رہی ہے - اس کی وجہ یہ ہے کہ سیالکوٹ کی ترقی بالکل بند ہو چکی ہے - سرحدی علاقہ ہونے کی وجہ سے حکومت

اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتی ۔ وہاں کوئی بڑی صنعت نہیں لگائی گئی ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وہاں کے عوام اقتصادی بدحالی کا شکار ہیں اور وہاں بے روزگاری بڑھ رہی ہے اور لوگ اس ضلع کو چھوڑ کو دوسری جگہوں پر آباد ہو رہے ہیں ۔ دوسرے ضلعوں میں جا رہے ہیں ۔

جناب والا ۔ سیالکوٹ کے لئے صرف ایک شوگر مل منظور ہوئی تھی مگر وہ بھی چھین لی گئی ہے ۔ بہانہ یہ ہے کہ یہ ضلع سرحدی ضلع ہے ۔ یہ شوگر مل منڈی بہاؤالدین میں لے گئے ہیں ۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ضلع گجرات سرحدی ضلع نہیں ہے ؟ کیا منڈی بہاؤالدین تحصیل ڈسکہ کی نسبت سرحد سے زیادہ نزدیک نہیں ہے ؟ ڈسکہ منڈی بہاؤالدین کی نسبت کچھ دور ہی ہے ۔ میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ ہمارے ضلع کی زبوں حالی کو دیکھتے ہوئے ڈسکہ میں ایک شوگر مل منظور کی جائے ۔

جناب والا ۔ ضلع سیالکوٹ تعلیم کے معاملہ میں سب سے آگے شمار کیا جاتا تھا ۔ اب اگرچہ ہمارے صوبہ نے تعلیم کے معاملہ میں بہت ترقی کی ہے مگر سیالکوٹ میں ترقی نہیں ہوئی ۔ بلکہ یہ ضلع اس

معاملہ میں پیچھے جا رہا ہے ۔ سیالکوٹ کے ضلع میں گورنمنٹ صرف ایک ہی انٹرمیڈیٹ کالج چلا رہی ہے جو شکر گڑھ کے مقام پر ہے ۔ باقی تمام تعلیمی ادارے پرائیویٹ لوگ چلا رہے ہیں ۔ ڈسکہ میں ایک کالج انجمن نے جاری کیا تھا مگر وہ اسے نہ چلا سکی ۔ پھر اسے ڈسٹرکٹ کونسل نے اپنی تحویل میں لے لیا اور وہ بھی مالی مشکلات کی وجہ سے نہیں چلا سکی ۔ اس نے اسے میونسپل کمیٹی ڈسکہ کو سونپ دیا ہے ۔ مگر وہ بھی اسے چلانے کے قابل نہیں ہے ۔ میری درخواست ہے کہ گورنمنٹ اس کالج کو اپنی تحویل میں لے لے ۔ اور اس میں سائنس کلاسیں جاری کی جائیں ۔ نیز اسے ڈگری کالج بنا دیا جائے ۔

جناب والا ۔ ضلع سیالکوٹ سے تین نہریں مرالہ ۔ بی ۔ آر ۔ بی ۔ اور اپر چناب گذرتی ہیں ۔ یہ اس ضلع کی زمین کو پانی نہیں دیتیں بلکہ صوبہ کے دوسرے اضلاع کو سیراب کرتی ہیں ۔ ہمارے ضلع میں یہ صرف سیم چھوڑ جاتی ہیں ۔

ضلع سیالکوٹ میں نندی پور کے مقام پر ایک بجلی گھر بنایا گیا ہے جس سے سارا صوبہ استفادہ کرتا ہے ۔ مگر اس کی وجہ سے چونکہ پانی کی سطح اونچی کرنی پڑتی ہے اس لئے تمام علاقہ سیم سے بھر گیا ہے ۔

میرا مطالبہ ہے کہ ضلع سیالکوٹ کو سیم سے بچانے کے لئے کوئی ضروری کارروائی کی جائے اور اس کے لئے بجٹ میں پروویژن رکھی جائے ۔

جناب والا ۔ تحصیل سیالکوٹ کے آدھے حصے اور تحصیل پسرور کے تقریباً سالم حصے میں زیر زمین پانی بہت ہے لیکن بہت نیچا ہے ۔ زمین بہت زرخیز ہے اگر اس زمین کو پانی مل جائے تو اس علاقہ میں گندم کی بہت فصل ہو سکتی ہے ۔ حکومت کو چاہئے کہ صوبہ کو خوراک کے معاملہ میں خود کفیل بنانے کے لئے اس علاقہ میں پانی مہیا کرے ۔ اور صرف ٹیوب ویلز ہی اس کا حل ہیں لیکن وہاں عام لوگوں کی تھوڑی تھوڑی زمینیں ہیں وہ خود ٹیوب ویلز نہیں لگا سکتے ہیں ۔ اگر حکومت خود ٹیوب ویلز نصب کر کے ان کو رعائتی نرخوں پر پانی دے تو اس علاقہ میں ملک کے لئے کافی گندم پیدا ہو سکتی ہے ۔

جناب والا ۔ ضلع سیالکوٹ میں نالہ ڈیک برسات کے موسم میں بہت تباہی مچاتا ہے ۔ ایک اندازہ کے مطابق اس نے ۳۸ ہزار ایکڑ زمین تباہ و برباد کر دی ہے ۔ اس زمین کو ٹھیک کرنے کے لئے اور اس نالہ کو قابو میں رکھنے کے لئے حکومت نے ابھی تک کوئی کارروائی نہیں کی ۔ میں نے اپنے ضلع کے ترقیاتی پروگرام کو دیکھنے کے لئے

Decade of Development for Lahore Division کا مطالعہ کیا ہے ۔
اس کے صفحہ ۶ آئٹم نمبر ۶۲ پر درج ہے کہ ڈیک بسنتر چینل
پر ۸ لاکھ ۴۰ ہزار روپیہ خرچ ہوا ہے ۔ یہ منصوبہ تکمیل ہو چکا ہے ۔
جناب والا ۔ دریافت کرنے پر مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ ڈیک بسنتر چینل
وہاں موجود ہی نہیں ہے ۔ یعنی یہ سرے سے موجود ہی نہیں ہے ۔
اس سال Annual Development Programme کے صفحہ ۱۴ آئٹم نمبر ۱۱۵
پر یہ درج ہے کہ اس سال بھی ایک لاکھ روپیہ اس چینل کے لئے
منظور کیا ہے ۔ اس کے علاوہ ہمارے ضلع میں کسی قسم کی ڈویلپمنٹ
کے لئے ایک پائی بھی درج نہیں ہے ۔ یہاں صرف ایک ہی آئٹم ہے اور
یہ وہ آئٹم ہے جو سرے سے موجود ہی نہیں ہے ۔ میں وزیر زراعت یا
جو بھی اس کے متعلقہ وزیر ہیں ان سے درخواست کروں گا ۔ ۔ ۔

مسٹر محمد ہاشم لاسی ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ۔ میرے
محترم دوست نے فرمایا ہے کہ یہ سکیم جو ریکارڈ پر لائی گئی ہے اور
جس پر اتنے لاکھ روپیہ کا خرچ ظاہر کیا گیا ہے اور جس کے لئے اس
نئے سال کے بجٹ میں بھی ایک لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے ۔
اس سکیم کا وجود ہی نہیں ہے ۔ میں اس سلسلہ میں آپ کی وساطت سے

جناب وزیر خزانہ صاحب سے گذارش کروں گا کہ اگر یہ سکیم واقعی موجود نہیں ہے جس پر پہلے بھی لاکھوں روپیہ خرچ ہو چکا ہے اور آئندہ سال کے بجٹ میں بھی ایک لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے تو کیا چند دنوں کے بعد وزیر خزانہ اس ہاؤس کو اس امر سے آگاہ کر سکیں گے کہ یہ سکیم واقعی موجود ہے یا نہیں ہے ؟

مسٹر سپیکر ۔ آپ کا یہ خیال ہے کہ یہ سکیم بھی لس بیلا کو ٹرانسفر کر دی جائے ؟

ڈاکٹر سلطان احمد چیمہ ۔ یہ سب خیالی پلاؤ ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔ نہ وزیر آبپاشی موجود ہیں نہ ان کے پارلیمنٹری سیکرٹری موجود ہیں ۔ جو اس کی وضاحت کر سکیں ۔

ملک محمد اسلم خان ۔ جناب والا ۔ سردار محمد اشرف صاحب اس کے متعلق فرما سکتے ہیں ؟

مسٹر سپیکر ۔ سردار صاحب تو صرف نوٹ لے سکتے ہیں ۔

پارلیمنٹری سیکرٹری (سردار محمد اشرف خان) ۔ جناب والا ۔ میں ان کی تسلی کے لئے اور آپ کی تسلی کے لئے یہ بتا دوں کہ ۔ ۔ ۔ ۔

Minister for Finance : Sir, it has been noted and suitable reply will be given at the appropriate time.

ڈاکٹر سلطان احمد چیمہ ۔ جناب والا ۔ اس صوبہ میں چاول کی پیداوار گوجرانوالہ شیخوپورہ اور ضلع سیالکوٹ کی تحصیل ڈسکہ میں بہت زیادہ ہے ۔ اس سے حکومت کافی زر مبادلہ کماتی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ علاقہ جو چاول پیدا کرتا ہے اس کا یہ حق ہے کہ اس کی ڈویلپمنٹ پر کچھ نہ کچھ ضرور خرچ کیا جائے ۔ اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس ہاؤس میں ایک رویزلیوشن پیش کیا تھا کہ جامکے وزیر آباد سڑک کو پختہ کیا جائے ۔ وزیر مواصلات صاحب نے مجھ سے فرمایا تھا کہ آپ اس ریزولیوشن کو واپس لے لیں ۔ اب میں ان کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ ہمارے ضلع پر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کر رہے ہیں حالانکہ ہمارے علاقے سے کافی زر مبادلہ کما رہے ہیں ۔ ضلع گوجرانوالہ اور سیالکوٹ کے اس پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے ان دو اضلاع کی اس سڑک کو آپ پختہ کروا دیں ۔ یہ آپ کی نوازش ہو گی ۔ (خوب ۔ خوب)

جناب والا ۔ گوجرانوالہ کو ڈسکہ ۔ پسرور ۔ سیالکوٹ سے بذریعہ ریل

ملانے کا منصوبہ کافی دیر سے بن چکا ہے ۔ اس کا سروے بھی ہو چکا ہے مگر اسکو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ابھی تک کوئی کارروائی نہیں کی گئی ہے ۔ لاہور سے کراچی سیدھا ہوائی جہاز جاتا ہے اور براستہ لائل پور کوئٹہ بھی جاتا ہے ۔ اسی طریقہ سے سیالکوٹ ۔ لاہور اور راولپنڈی کا ہوائی راستہ قریب پڑتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مسٹر سپیکر ۔ چیمہ صاحب صوبائی حکومت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ آپ ریل اور سڑک کی بات کریں ۔ ہم ہوائی جہاز پر نہیں چڑھتے ۔

ڈاکٹر سلطان احمد چیمہ ۔ جناب والا ۔ وہاں سوئی گیس پہنچائی جائے ۔ اس سے ضلع سیالکوٹ کی اقتصادی حالت بہتر ہو سکتی ہے ۔ ایک اور بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ضلع سیالکوٹ کے عوام نے اپنی بہادری ۔ شجاعت ۔ دلیری ۔ ہمت اور ولولہ کا جو ثبوت جنگ کے دوران دیا ہے ۔ وہ سب پر عیاں ہے ۔ لیکن یہ عوام مالی حالات میں کمزور ہیں اور بے روزگار ہیں ۔ حکومت کو چاہئے کہ ضلع سیالکوٹ کے نوجوانوں کی بھرتی فوج میں زیادہ سے زیادہ کی جائے ۔

جناب والا ۔ اب میں سارے صوبہ کے ایک مشترک مسئلہ کے متعلق عرض کرتا ہوں ۔ صوبہ کے تمام دیہاتی شفاخانوں میں کوئی طبی سہولت نہیں ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ حکومت نے میڈیکل سکولز بند کر دیئے ہیں ۔ قیام پاکستان سے پہلے آپ کو یاد ہو گا ۔ دیہاتی شفاخانوں یا ڈسپنسریوں میں ڈاکٹر موجود ہوا کرتے تھے ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت میڈیکل سکولز بند نہ تھے ۔ حکومت نے میڈیکل سکولز بند کرکے عوام کو طبی سہولتوں سے محروم کر دیا ہے ۔ میں نے اس کے متعلق پچھلے سال بھی ایک پمفلٹ تمام ممبر صاحبان کی خدمت میں ارسال کیا تھا اور اس ہاؤس نے میڈیکل سکولز کے اجراء کے لئے ایک ریزولیوشن بھی پاس کیا ہے مگر حکومت ابھی تک اس پر کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی ہے ۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جب تک میڈیکل سکولز نہ کھولے جائیں گے ۔ تب تک یہ مسئلہ حل نہ ہو گا ۔ دیہاتوں میں ڈاکٹر نہ ہونے کی وجہ سے quackery کو فروغ حاصل ہو رہا ہے ۔ دیہی شفاخانوں کی یہ حالت ہے کہ ہمارے ضلع میں تقریباً چالیس شفاخانے ہیں لیکن ان میں کوئی ڈاکٹر نہیں ہیں اور اگر ایک دیہی شفاخانے میں سو مریض بھی روزانہ آتے ہوں تو اس حساب سے بھی ان کو دوائیوں کی خرید کے لئے جو فنڈز دئیے جاتے ہیں ۔ وہ پانچ سو روپے

سالانہ ہیں جن میں بہتر مریضوں کے لئے ایک روپے کی دوائی خریدی جا سکتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہاں ان کو دوائیوں کی بجائے رنگدار پانی دیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہاں پر quacks کی تعداد زیادہ ہے ۔

اس کے علاوہ ہمارے صوبے میں چیچک اور ہیضہ جیسی بیماریاں عام طور پر پھوٹ پڑتی ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محکمہ صحت کے پاس ان کے انسداد کے لئے فنڈز نہیں ہوتے کہ وہ ان شفاخانوں کو ان بیماریوں کی روک تھام کے لئے رقوم مہیا کریں ۔ دیگر ترقی یافتہ ممالک میں محکمہ صحت کے اخراجات کا بوجھ عوام پر ڈالا جاتا ہے ۔ اور اس کا بوجھ حکومت پر نہیں پڑتا ۔ یورپ کے جو ممالک ترقی یافتہ اور امیر ہیں وہاں پر بھی وہ لوگ جو کچھ نہ کچھ کماتے ہیں ۔ ان سے ہیلتھ انشورنس سکیم کے تحت چندہ لیا جاتا ہے یا ہیلتھ ٹیکس وصول کیا جاتا ہے ۔ خود برطانیہ میں بھی ہیلتھ انشورنس سکیم کا رواج ہے جس کے لئے عوام سے چندہ لیا جاتا ہے ۔ یعنی صحت کے متعلق جو بھی اخراجات ہوتے ہیں ۔ ان کا بوجھ حکومت پر نہیں پڑتا بلکہ اس کا بوجھ عوام پر ڈالا جاتا ہے تو اگر یہاں پر بھی محکمہ صحت کوئی ایسی تجویز پیش کرے تو اس سے اس کی آمدنی میں بھی اضافہ ہو سکتا ہے

اور عوام کو بھی طبی سہولتیں مہیا ہو سکتی ہیں اور چونکہ ہماری حکومت نے اپنے دوسرے ترقیاتی کاموں پر بھی خرچ کرنا ہوتا ہے ۔ اس لئے یہ سب کچھ تبھی ممکن ہو سکتا ہے جبکہ عوام پر اس کا بوجھ ڈالا جائے ۔ ورنہ تو یہاں پر سب معزز اراکین اپنے علاقے کے متعلق کوئی نہ کوئی مطالبہ پیش کرتے رہتے ہیں ۔ جس کو پورا کرنے کے لئے حکومت کو رقوم کی ضرورت ہوتی ہے ۔

اس کے علاوہ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ راوی کے نئے پل پر حال ہی میں جو ٹول ٹیکس لگایا گیا ہے ۔ اس کی وجہ سے لاہور کی جو مقامی بسیں اور ٹیکسیاں اس پل پر سے گذریں گی اور مزدوروں یا کارخانوں میں کام کرنے والوں کو لاہور شہر میں یا لاہور شہر سے باہر لاتی لے جاتی رہیں گے تو اگر ان پر بھی یہ ٹیکس عائد کیا گیا تو اس کی وجہ سے ان میں سفر کرنے والے مزدوروں پر بوجھ پڑے گا ۔ اس لئے میں یہ تجویز کروں گا کہ وہ بسیں اور ٹیکسیاں جو کہ لاہور شہر میں مقامی طور پر چل رہی ہیں ان کو اس ٹول ٹیکس سے مستثنیٰ کر دیا جائے ۔

جناب والا ۔ ہر یونین کونسل میں سوسائٹیاں کام کر رہی ہیں ۔ اگر

یہ اپنے پاس ٹریکٹر خرید کر رکھ لیں تو اس سے یہ فائدہ ہو گا کہ جن لوگوں کے پاس ٹریکٹر نہیں ہیں ان کو وہ رعائیتی شرح پر کرائے پر دے سکیں گی جس سے زرعی پیداوار میں مزید اضافہ ہو گا ۔ بعض اضلاع میں ٹیوب ویل پر بھی ٹیکس لگایا گیا ہے ۔ میری گذارش ہے کہ یہ ٹیکس بھی معاف کر دیا جائے ۔

سید عبدالخالق (پشاور ایجنسی ۔ ۴) ۔ جناب والا ۔ میں وزیر خزانہ کو ایک فاضل بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ کیونکہ اس میں انہوں نے کوئی نیا ٹیکس عوام پر عائد نہیں کیا ۔

جناب والا ۔ پیشتر اسکے کہ میں اپنے علاقے کے متعلق چند معروضات اس ایوان میں پیش کروں میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ میں صوبائی گورنر صاحب کا بھی شکریہ ادا کروں کہ انہوں نے غنڈوں کا قلع قمع کرنے کے لئے سخت کارروائی کرنے کا اعلان فرمایا ہے جسے ملک کے کونے کونے میں سراہا گیا ہے ۔ لیکن اب عوام کو بھی چاہئے کہ وہ اس سلسلے میں نہایت ایمانداری کے ساتھ حکومت کا ہاتھ بٹائیں تاکہ ملک اس قسم کے سماج دشمن عناصر سے نجات حاصل کر سکے اور ملک کے شرفاء عزت اور امن کی زندگی بسر کر سکیں ۔

جناب والا ۔ محکمہ ریلوے کے متعلق اس ایوان میں دھواں دھار تقاریر ہوئی ہیں ۔ میں بھی دو ایک باتیں اس محکمے کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ اول تو یہ کہ محکمہ ریلوے نے کرایوں کی شرح میں جو اضافہ کیا ہے اس کا تمام تر بوجھ غریب عوام پر ہی پڑے گا ۔ چاہئے تو یہ تھا کہ محکمہ ریلوے کرایوں کی شرح میں اضافہ کرنے کی بجائے اپنے اخراجات میں کمی کرتا تاکہ عوام اس کاروباری ادارے کو ایک فلاحی ادارہ بھی کہہ سکتے ۔ دوسرے یہ کہ محکمہ ریلوے قبائلی علاقے کے لوگوں کو ملازمت کے سلسلے میں ان کو ان کا پورا حق نہیں دے رہا ہے ۔ لہذا میں جناب وزیر ریلوے سے پر زور الفاظ میں یہ التجا کروں گا کہ ہمیں ریلوے کی ملازمتوں میں پورا پورا حق دیا جائے ۔

اب میں اس ایوان کی خدمت میں اپنے علاقے کے متعلق بالخصوص چند ایک گذارشات پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ اس سلسلے میں میں اپنے علاقے کی سڑکوں کے متعلق یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان کی حالت ناگفتہ بہ ہے اور معمولی سی بارش ہو جانے کے بعد بھی وہاں پر آمد و رفت کئی کئی روز تک معطل ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے زمیندار اور کاشتکار منڈیوں تک اپنا خام مال لے جانے میں کافی دشواریاں محسوس کرتے ہیں اور اس طرح

انہیں کافی نقصان پہنچ جاتا ہے ۔ لہذا میں معروض ہوں کہ ان سڑکوں کو عوامی ضرورت کے پیش نظر جلد از جلد پختہ کیا جائے ۔ اسکے علاوہ میرے علاقے میں کوئی بڑی صنعت نہ ہونے کی وجہ سے اور عوام کو کاشتکاری کے علاوہ کوئی اور متبادل روزگار مہیا نہ ہونے کی وجہ سے وہاں کے لوگ روز بروز بڑھتی ہوئی بیروزگاری کا شکار ہو رہے ہیں ۔ جناب صدر مملکت نے بھی اعلان کیا ہوا ہے کہ زیادہ سے زیادہ بڑی صنعتیں لگائی جائیں ۔ لہذا میں حکومت سے یہ درخواست کروں گا کہ جناب صدر کے فرمودات کے پیش نظر میرے علاقے میں بھی کوئی نہ کوئی چھوٹی بڑی صنعت جلد از جلد قائم کی جائے تاکہ ہم لوگوں کو بیروزگاری سے چھٹکارا مل سکے ۔ علاوہ ازیں ہمارے علاقے میں لاکھوں ایکڑ زمین بنجر پڑی ہوئی ہے لہذا " زیادہ غلہ اگاؤ " سکیم کے تحت وہاں کے لئے ٹریکٹروں اور ہل ڈوزروں کا انتظام کیا جائے اور اس بنجر اراضی کو قابل کاشت بنا کر غلے کی پیداوار میں اضافہ کرنے کی جانب ایک اور قدم اٹھایا جائے ۔ مزید برآں چونکہ میرے علاقے میں کوئی ٹیکنیکل سکول نہیں ہے اس لئے لوگ وہاں پر متبادل روزگار مہیا نہ ہونے کی وجہ سے دوسروں کے دست نگر رہتے ہیں ۔ ان کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کی غرض سے انتہائی ضروری ہے کہ میرے علاقے میں ٹیکنیکل سکول قائم کیا جائے ۔

جناب والا ۔ میرے علاقے کے ایک گاؤں " تھانہ " میں لڑکیوں کا جو ھائی سکول اس وقت وھاں کی زنانہ تعلیم کی ضروریات کو پورا کر رھا ھے اور جس میں کافی لڑکیاں زیر تعلیم ھیں اسکو انٹرمیڈیٹ کالج کا درجہ دیا جائے اور اسکے ساتھ ساتھ وھاں پر ایک ھوسٹل بھی تعمیر کیا جائے ۔ یہ اس لئے بھی ضروری ھے کہ جو لڑکیاں وھاں پر تعلیم حاصل کرنے کے لئے دور دراز علاقوں سے آتی ھیں وہ آج کل سکول ھی کے ایک کمرے میں رہ رھی ھیں جوکہ ایک ھائی سکول کے لئے نا مناسب بات ھے ۔ اس لئے میں استدعا کروں گا کہ وھاں پر جلد از جلد ایک ھوسٹل تعمیر کیا جائے ۔ جناب والا ۔ ھمارے علاقہ موضع کوٹ میں لڑکوں کے مڈل سکول کو ھائی سکول کا درجہ دیا جائے ۔ کیونکہ اس رقبہ میں تقریباً بیس اور تیس میل کے فاصلے پر کوئی ھائی سکول نہیں ھے ۔ جناب والا ۔ ھمارے علاقہ کے لئے جو ماسٹر پلان بنایا گیا ھے ۔ اس کیلئے زیادہ سے زیادہ رقم دی جائے ۔ تاکہ اس سکیم کو عملی جامہ پہنایا جا سکے ۔ آخر میں جناب والا گنے کے متعلق عرض کرتا ھوں کہ گنے کی جو قیمت مقرر ھو چکی ھے یہ بہت کم ھے ۔ چینی کی قیمت آجکل بازار میں تقریباً تین روپے یا چار روپے فی سیر ھے لیکن اس کے مقابلہ میں گنے کی قیمت اڑھائی روپے ھے میں چاھتا ھوں کہ گنے کی قیمت کم از کم تین روپے مقرر کی جائے ۔

ان معروضات کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔

Mr. Mazhar Hussain Ghaloo (Dadu-I) : Mr. Speaker, Sir, one side of the budget under consideration is that I have found every Member of this House stating a lot of grievances and then coming to the conclusion that nothing had been done in this Budget. The second side is that everybody is congratulating the Finance Minister on the Budget being a very good Budget as if everything had been done. As said by everyone of us, I shall have to say the same thing that nothing has been given to me in this Budget and still it is a good Budget. I would only say that it is a good budget from this point of view that it does not impose any taxes this year. Whatever the other good points of the Budget or the bad points of the Budget, I don't want to indulge in this, but because it is a tax-free Budget, it does give relief to so many people, to the common man, to the business class, zamindars and so many other classes of the people.

From my point of view I will speak about the difficulties confronting my people in my own region. I find that from 1965 upto 1968, there has not been much change in the allocations made to our region ; I mean the former province of Sind. Some increase has been made from year to year, from 1965 to 1968, but that is not a substantial increase. To me, the difficulty of the people is with regard to development and advancement to the extent to which we need and to which we deserve. We saw a picture of this

Budget printed in the White Paper issued during this Session, to the effect that the percentage given to our region is comparatively much less than the one given to other regions. I will draw the attention of the Finance Minister to page 77 of the White Paper and point out that the amount given to the region of Sind—I mean in terms of percentage—is only 43 percent while the other regions have been given much more. I am not unhappy with what is given to other regions because they are all my brothers ; I have got sympathy, love and affection for the people living in other regions, and I want and mean sincerely that they should also progress and develop as much as possible, but that does not mean that my interests should be undermined and that my development should be retarded, and not increased. Our region is already a backward region ; everything is lacking there. If we take a view from all sides, we have got very little and the progress and development made is so scanty and little that our people are still burdened under economic distress and difficulties. Therefore, justice demands that those regions, which are less developed, which have got less progress, and the people of those regions as are still under economic distress and are under-developed, should be given more money so that they should develop and come to the standard which have been achieved by other regions. This is a great set back and we have been clamouring against it from 1965. My first Budget speech in 1965, my second Budget speech and my third Budget speech, they all have emphasized this point that the under-developed regions should be given more to bring them at par with

the developed regions. Sir, the spirit of this combination of the various regions into one Unit is this that those regions, which are under-developed, must be developed, even by drawing money from the more developed regions, who have got more money, and given to the under-developed regions so that the people of those regions, the under-developed regions, also come to achieve that standard of living as prevails in other regions. That is the spirit of combination of these various regions into One Unit. But I find a departure from that spirit, and I would request the Finance Minister that this difference should be covered in future, and this should be the cardinal point in the Budget that the difficulties of these under-developed regions must be assessed and allocations must be made in view of the difficulties with which they are confronted.

The second point, Sir, is that in the budgetary allocations, one amount is shown under the head 'Provincial Schemes'. Now that is a very huge amount. It makes nearly 50 percent of the entire Budget of West Pakistan. Last year also, there was clamouring, Sir, not from our region but from various smaller regions, that an account for this amount should be given in the White Paper. How it is spent, we don't know. Where it is spent, we don't know. Either the allocation of this amount under the head 'Provincial Schemes' should be made region-wise or its break-up should be given in the White Paper so that all regions should know how much is to be spent in their regions, because that is the highest amount under one head of 'Provincial Schemes'. We don't know

how it is spent. We have got reasons to say that it has been spent in one region. I don't want to name that particular region but I have got reasons to say that the entire amount is being spent in one region, and I don't think anybody can challenge this statement because there is no break-up of that expenditure in the White Paper. This is a great grievance. We want that some amount should be given from that head of 'Provincial Schemes' to the various regions, or it should be made clear how it is spent. That is a second grievance of my region about the Budget Sir.

So far as other difficulties are concerned, because of the less amount sanctioned for our regions, I find that we have got many problems there. We have got no industries there absolutely. Very few sugar factories in some districts, and they are given in those parts where there are advanced districts. For example, in my own district of Dadu, and in my adjacent district of Larkana, from where Kazi Fazlullah, the Home Minister, hails, we have got no sugar factory. Both these districts are sugarcane growing districts, and there is a very great need of a factory being installed there.

Now the position of the crops is that we are more or less rice growing districts, both Dadu and Larkana, and there is stem-borer, which destroys the crop and I don't think we have been getting more than half of the produce for the last four-five years. The people are under great difficulties. The cultivator, the zamindar, is facing great difficulties economically. The rate of assessment is very high and is very difficult for both the cultivator and the zamindar to

save anything for himself and make both ends meet. We have been clamouring. One sugar factory for Larkana District was given to one Manghi Brothers about three or four years back but that has not been installed so far. If we have got more funds, I think, the conditions of such divisions which are backward could be improved. We are labouring under the economic difficulties and, therefore, our condition should be economically improved.

So far as health is concerned, I find that even in the White Paper we have got one college and a big hospital at Hyderabad. The amount allotted to the Liaquat Medical College and hospital, combined together, according to the figures given in the White Paper at page 66, is only rupees seven lakhs. Now, imagine how is it possible for a college and such a big hospital, the only centre of relief for the people of the whole region, to pull on with this meagre sum. That hospital at Jamshoro is the only hospital where all the amenities for health are given, but for that hospital only rupees seven lakhs have been allocated. If we compare this with the allocations made to other hospitals, only the Mayo Hospital of Lahore has been given rupees twenty-nine lakhs while the combined hospital and college, correct and contradict me if I am wrong, have been given only rupees seven lakhs, similar is the case with other colleges. I think the least amount has been given to Liaquat Medical College and hospital. Now, this is the state of affairs that there are only rupees seven lakhs at the disposal of the college and the hospital both. Is it possible to continue with the amenities for the purposes of maintenance of health? I am sure it is not possible at all.

In the mofassil, in my own district, I know personally that medicines are not available in the local hospital. This hospital was converted into a Class I hospital three or four years back and still it is getting the grant meant for a second class hospital. There are no medicines. Tahsil hospitals get only rupees five hundred for the purpose of medicines throughout the year and it is not sufficient even for one month's quota. This is the position. Not that I am talking of my own district only but these are the conditions prevailing throughout the whole region. No care is being taken for the maintenance of the health of the people and the main difficulty is lack of funds. We are not getting sufficient funds to meet these difficulties.

On the education side, I know that the number of colleges is increasing but the grant given to these colleges is the same which was being given in 1964-65. Even if the number is increasing the grant remains the same. I don't think there has been any increase in the grant now. These colleges are labouring under financial difficulties. I wanted some aid for my own college at Dadu from the Director of Education, Hyderabad, and he told me this difficulty of his own that they were getting the same grant which was being given to them in 1963-64. The number of colleges has increased but we have decreased the grant comparatively. Instead of giving more grant to the new colleges we are decreasing the grant. Now, this is the position of education in that region. The college at Dadu has got no science laboratory. It has been raised to the B.Sc. class but it has no science laboratory. A very huge building has been constructed as a hostel but it has got no furniture, no chairs,

no cots, no peons and no electric arrangements have been made. The contingent fund is to the extent of rupees two thousand only and that is hardly sufficient to meet other expenses. This is the state of affairs. In the whole region there is girls no college.

So far as services are concerned I have painfully to state that people from our region are not recruited even for ordinary posts I quote an instance ; recently some Election Officers have been appointed for the purpose of conducting elections and not a single person from my own region has been selected for that post. Everybody who comes, comes from other regions. We have got no persons selected from our own region. They don't know our language. I have got a very funny thing to tell you, Sir. The Election Officers which we took from other regions can't even name the villages while conducting delimitation work. One village was named "Dubi" and the Election Officer was not able to prounce it. He was making it "Doodi" and not 'Dubi'.

زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم

That is the state of affairs. I would quote another instance. Even the Forest Guards are not recruited from our own region. Thirty-four posts of Forest Guards are lying vacant in my own district-thirty-four posts-and the difficulty is that they want persons of the 5'-7" height. Now, very unfortunately, we do leave men of that hospital ordinarily. We are less than 5-7" in height. The same difficulty existed in the Police Force also but, subsequently, it was removed and the requisite height was fixed at 5'-5". So, thirty four posts are lying vacant in my own district and no solution

is being found out for them. I would request the Forest Minister to look into this difficulty of ours. Even the Graduates are prepared to come for the posts of Forest Guards. So, these are our difficulties in the sphere of services.

So far as our district is concerned, I would put forward few problems of that district. We have certain schemes in our own district because our district has got difficulty in respect of irrigation water and most of the area is barren. So, I have to place certain difficulties before the Government and draw the attention of the Irrigation Minister to the fact that one scheme of Danister Canal in our district would bring about at least 10,000 acres under cultivation if only that scheme is implemented. The scheme would cost the Government, so far as I know according to the estimates that have been prepared, about rupees 17 or 18 lakhs.

Mr. Speaker : Please try to conclude.

Mr. Mazhar Hussain Ghaloo : Alright Sir. This scheme is a very feasible one which would bring about 10 to 12 thousand acres of land under cultivation and that scheme is not being implemented and due to one technical reason or the other it is being thrown out. Such a scheme, which will cost the Government only 17 or 18 lakhs of rupees, will bring about 10 to 15 thousand acres of land under cultivation and provide food for thousands of people. I would request the Irrigation Minister to pay special attention to this scheme. Then there are small dam schemes in our district. These small dam schemes, which will not cost Government much money, will provide sufficient water and would be most useful to our district.

Mr. Speaker : For the attention of the Minister for Irrigation.

Mr. Mazhar Hussain Ghaloo : Thank you very much, Sir.

چودھری عید محمد (لاہور - ۳) - جناب سپیکر - میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے چند گذارشات پیش کرنے کے لئے وقت دیا ہے -

ہمارے محبوب صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان اور گورنر جناب محمد موسیٰ کی رہنمائی میں جناب وزیر خزانہ نے جو فاضل اور ترقیاتی بجٹ پیش کیا ہے اس کے لئے میں انہیں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں - ترقیاتی امور پر کثیر رقم خرچ کرنے کے باوجود بجٹ کو surplus بنانا بلاشبہ جناب وزیر خزانہ کا بہت بڑا کارنامہ ہے - جناب والا - اس بجٹ میں پسماندہ علاقوں کی ترقی اور وہاں کے عوام کی فلاح پر خاص توجہ دی گئی ہے - لہذا یہ میزانیہ صدر مملکت کے اس عہد کا آئینہ دار ہے جو انہوں نے انتخاب کے دوران عوام سے کیا تھا - محترم سپیکر - موجودہ حکومت عوام کی پسماندگی دور کر کے ان کے معیار زندگی کو بلند کرنے کی جو کوشش کر رہی ہے اس کی تعریف الفاظ میں ممکن نہیں - اس مقصد کے حصول کے لئے حکومت نے مختلف شعبہ ہائے حیات میں ایک

خاص مدت کے لئے اپنے مقاصد کا تعین کیا تھا جن کو حاصل کرنے میں اسے شاندار کامیابی حاصل ہوئی ہے ۔

جناب سپیکر ۔ حکومت کی کوششوں اور قومی پریس کے تعاون سے ہمارے عوام تعلیم کی اہمیت اور افادیت کے قائل ہو گئے ہیں لیکن جہاں طلباء کے دلوں میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے لگن پیدا ہوئی ہے ۔ وہاں اس شوق میں طالبات بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی امنگوں اور آرزؤں میں ان سے پیچھے نہیں ۔ ایک ترقی پذیر ملک میں خواتین کے لئے اعلیٰ تعلیم بہت ضروری ہے ۔ مخلوط تعلیم ہماری مذہبی اور سماجی اقدار کے منافی ہے ۔ بیس لاکھ کی آبادی کے اس شہر میں شرم و حیاء کی بہت سی دیویاں محض اس بناء پر اعلیٰ تعلیم سے محروم رہ جاتی ہیں کہ شہر میں ایک بھی ایسا تعلیمی ادارہ نہیں جہاں وہ اپنی مذہبی اور سماجی اقدار کے مطابق علیحدہ طور پر اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکیں ۔ اس خلاء کو پر کرنے کے لئے خواتین کی یونیورسٹی کا قیام بے حد ضروری ہے ۔ پنجاب یونیورسٹی کی پرانی عمارت عنقریب خالی ہونے والی ہے ۔ اگر اس عمارت میں خواتین کی یونیورسٹی قائم کر دی جائے تو بہت سی طالبات کی حصول علم کی لگن کو پورا کرکے ایک

بہت بڑی قومی ضرورت پوری کی جا سکتی ہے ۔ محترم سپیکر ۔ تعلیم کے تین پہلو ہوتے ہیں فنی پہلو ۔ سماجی پہلو اور روحانی پہلو ۔ فنی تعلیم کی بدولت ملک کو انجینئر ۔ کاریگر ۔ تربیت یافتہ استاد اور دوسرے ماہرین میسر آتے ہیں ۔ سماجی تعلیم سیاست سے واقفیت دلاتی ہے اور سماجی تقاضے پورے کرنے کے لئے افراد کی تربیت کرتی ہے ۔ فنی اور صنعتی تعلیم یافتہ لوگ قومی سرمایہ تو ضرور ہیں لیکن محض فنی یا صنعتی تعلیم ایک مفید اور کارآمد شہری بننے کے لئےکافی نہیں ۔ بلکہ سماجی اور اخلاقی شعور کے لئے یہ لوگ روحانی تعلیم کے محتاج ہیں ۔ سچ تو یہ ہے کہ روحانی تربیت کے بغیر انسان مکمل ہی نہیں ہوتا ۔ پرانے زمانے میں تعلیم مسجد سے شروع ہوتی تھی ۔ اور اس زمانے کے طلباء کی خاطر خواہ روحانی تربیت ہو جایا کرتی تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت کے لوگ زیادہ ذمہ دار اور اچھے شہری ہوا کرتے تھے ۔ انگریزوں کی غلامی نے ہمیں اور بہت سی اچھی چیزوں کے علاوہ اس شاندار نظام تعلیم سے بھی محروم کر دیا ۔ اگر چہ حکومت نے اس میدان میں کس قدر توجہ دی ہے لیکن صورت حال کو بہتر بنانے کے لئے مزید توجہ اور محنت کی ضرورت ہے ۔ امید ہے کہ حکومت اس مسئلے کے حل کے لئے فوری اور مناسب اقدام کرے گی ۔

جناب والا ۔ قوم کی ترقی کی رفتار کا انحصار دوسری چیزوں کے علاوہ بڑی حد تک عوام کی صحت پر ہوتا ہے ۔ قوم کے افراد جس قدر مضبوط اور توانا ہوں گے اسی قدر ملک تیزی سے ترقی کرے گا ۔ اچھی صحت کے لئے کھیلوں سے زیادہ مفید کوئی چیز نہیں ۔ کھیل نہ صرف افراد کو صحت مند اور توانا بناتے ہیں بلکہ نئے نئے تجربات بہم پہنچا کر انسانی زندگی کے بہت سے پہلوؤں سے روشناس کراتے ہیں ۔ کھیل صرف طلباء ہی کے لئے ضروری نہیں بلکہ تمام نوجوانوں کے لئے ضروری ہیں اگرچہ طلباء کے لئے تعلیمی اداروں میں کھیلوں کا انتظام کیا گیا ہے لیکن یہ انتظامات طلباء کی ضروریات کے لئے ناکافی ہیں ۔ سب سے بڑا مسئلہ نوے فیصد تعلیمی اداروں کے لئے کھیل کے میدانوں کی عدم دستیابی ہے کھیل کے میدانوں کی کمی نہ صرف عظیم قومی مقاصد کی حصول کی راہ میں رکاوٹ ہے بلکہ فنڈز کے ضیاع کا باعث بھی ہے ۔ یہ مسئلہ حکومت کی فوری توجہ کا مستحق ہے ۔ مجموعی طور پر عوام کا معیار صحت بلند رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ یونین کونسل کی سطح پر کھیلوں کا انتظام کیا جائے ۔

جناب سپیکر ۔ جناب وزیر آبکاری نے چند سوالات کے جواب میں جو اعداد و شمار فراہم کئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ شراب

پرمٹ کی مقرر کردہ حدود سے بہت زیادہ مقدار میں فروخت ہوتی ہے ۔ قانون اور ضابطے کی اس توہین کی واحد وجہ محکمہ آبکاری کے اہل کاروں کی بدعنوانی اور فرائض سے مجرمانہ کوتاہی ہے ۔ اگر اس کا محاسبہ نہ کیا گیا تو قوم کے حق میں اس کے نتائج بہت خطرناک ہو سکتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ اس محکمہ کی کارکردگی کو بہتر بنا کر شراب فروخت کرنے والوں کو قانون کے احترام پر مجبور کیا جائے ۔

جناب والا ۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ سینماؤں کی تعمیر کی اجازت کے لئے حکومت کی کوئی یکساں پالیسی نہیں ہے ۔ بلکہ بعض اوقات تو ان اصولوں کو بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے جو حکومت کے اپنے وضع کردہ ہیں ۔ سینما کی تعمیر کے لئے مسجد، سکول اور ہسپتال سے فاصلے کی پابندی کو کئی مرتبہ نظر انداز کیا گیا ہے ۔ حکومت کو اس سلسلہ میں یکساں پالیسی اختیار کرنا چاہئے ۔

جناب والا ۔ انقلابی حکومت کے کارناموں کی تاریخ لکھتے وقت دو کارناموں کا خاص طور پر ذکر کیا جائے گا ۔ جن کو آپوزیشن بھی کارنامے تسلیم کرتی ہے ۔ ایک کارنامہ زرعی اصلاحات کا نفاذ اور دوسرا محکمہ اوقاف کا قیام ہے ۔ یہ زرعی اصلاحات کا ہی نتیجہ ہے کہ ہم لاتعداد

مسائل کے باوجود اتنے قلیل عرصہ میں خوراک میں خود کفیل ہو رہے ہیں ۔ حالات سازگار رہے تو انشاءاللہ ہم اگلے چند سالوں میں غلہ برآمد کرنے لگیں گے ۔ خوراک میں خود کفالت اور پیداوار میں اس ناقابل یقین حد تک اضافے میں ہمارے محبوب صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان اور گورنر جناب محمد موسیٰ کی رہنمائی کے مطابق محترم قائد ایوان و وزیر زراعت جناب ملک خدا بخش صاحب کی کوششیں لائق تحسین ہیں ۔ یہ عظیم اعزاز حاصل کرنے پر میں انہیں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ محترم سپیکر ۔ محکمہ اوقاف کے قیام سے پہلے نذرانوں کے طور پر پیش کیا جانے والا روپیہ تقریباً ضائع ہو جاتا تھا ۔ اب یہ روپیہ حکومت کے پاس آ جاتا ہے۔ اس رقم کو تعمیری کاموں میں صرف کر کے اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے ۔ شرعی قوانین کی رو سے جو رقم جس مزار سے حاصل کی جائے اس پر خرچ کی جانی چاہئے۔ حضرت داتا گنج بخش صاحب کے مزار سے حکومت کو ایک کثیر رقم حاصل ہوتی ہے ۔ اگر اس رقم سے مزار کے ساتھ اسلامی یونیورسٹی قائم کر دی جائے تو یہ حضرت داتا گنج بخش صاحب کی خدمات کا شاندار ترین اعتراف ہوگا ۔ امید ہے کہ حکومت ان تجاویز پر مناسب توجہ دے گی ۔

جناب والا ۔ لاہور انتہائی ترقی یافتہ شہر ہے اس کی آبادی میں

بے پناہ اضافہ کی وجہ سے شہر کے اردگرد مختلف بستیاں آباد کی گئی ہیں لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ جتنا یہ شہر ترقی یافتہ ہے اتنی ہی اس کی نواحی بستیاں پسماندہ ہیں ۔ بہت سی بستیوں میں پینے کا پانی تک میسر نہیں آتا ۔ پانی کے نکاس کا انتظام تو تقریباً تمام بستیوں میں ناقص ہے ان میں سے بعض کو تو انسانوں کی بستیاں تسلیم کرنے سے ہی ذہن انکار کر دیتا ہے ۔ لاہور کی نواحی بستیوں کی ترقی اور پینے کے پانی اور صفائی کے انتظامات پر خاص توجہ کی جانی چاہئے تا کہ وہاں کے لوگ بھی ایک صحت مند ماحول میں اچھی طرح زندگی بسر کر سکیں جناب والا ۔ میں ایک مرتبہ پھر جناب وزیر خزانہ اور جناب سیکرٹری وزارت خزانہ کو یہ فاضل بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ شکریہ ۔

مسٹر سپیکر ۔ اب ایوان کی کارروائی بیس منٹ کے لئے نماز مغرب کے لئے ملتوی کی جاتی ہے ۔

(اس کے بعد ایوان کی کارروائی بیس منٹ کے لئے ملتوی ہو گئی)

اسمبلی کا اجلاس زیر صدارت مسٹر سپیکر سات بج کر تیس منٹ پر شروع ہوا ۔

مسٹر سپیکر ۔ چودھری انور عزیز ۔

چودھری انور عزیز (سیالکوٹ۔۳) ۔ جناب والا۔ بجٹ پر تمام بحث کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم سال میں ایک دفعہ بیٹھ کر یہ دیکھ لیں کہ ہم کہاں سے آ رہے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں اور کس رفتار سے جا رہے ہیں ۔ اور جو راہ ہم نے اپنے لئے تعین کی ہے کیا وہ درست ہے ؟ ہم پاکستان کے گذشتہ بیس سالوں کو بڑی آسانی سے دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ۔ ایک وہ حصہ ہے جس میں بہت سے اشخاص کو حکومت کرنے کا موقع ملا ۔ اور ایک وہ حصہ ہے جس میں عنان حکومت صدر ایوب خان نے سنبھالی ۔ پہلے دس سال کے متعلق میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی بھی آدمی جو حقائق سے واقف ہے ۔ جو تاریخ کو سمجھتا ہے ۔ جس نے وہ دور دیکھا ہے وہ کبھی یہ خواہش نہیں کرے گا کہ وہ دور دوبارہ لوٹ کر آئے ۔ میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ اس وقت کے لیڈر برے تھے ۔ ایماندار تھے یا غلط کار تھے ۔ اقرباء نواز تھے یا نہیں تھے ۔ میں یہ بات اس لئے نہیں کہنا چاہتا کیونکہ تینوں کا حال صرف

اللہ تعالیٰ جانتا ہے ۔ لیکن یہ بات مسلمہ ہے کہ ان تمام لیڈروں کو پورا پورا موقع ملا تھا کہ حکومت ایسے طریقے سے چلاتے جس سے قوم میں احساس بیداری پیدا ہوتا ۔ مگر وہ اس میں ناکام رہے ۔ یہ لوگ اس وقت چلے ہوئے کارتوس اور آزمودہ ہیں اور سوائے بیزاری کے وہ عوام میں اور کوئی جذبہ نہیں ابھار سکتے ۔ وہ اپنی سپیشل برانڈ کی لیلئی جمہوریت کو غازہ اور سرخی سے سجا کر لوگوں کے سامنے لاتے ہیں ۔ مگر عوام جانتے ہیں کہ ان لوگوں کو پورا موقع دیا گیا تھا لیکن انہوں نے قوم کو بری طرح فیل کیا تھا ۔

اس کے بعد جناب والا پچھلے دس سال سے ۔ جب سے صدر ایوب خاں نے حکومت سنبھالی ہے ۔ انہوں نے حکومت اور قوم کو ایک نئی ڈگر اور راستہ پر چلایا ہے ۔ اس پچھلے دس سالہ دور میں انہوں نے سیاسی ، مجلسی اور معاشی میدانوں میں قوم کو ایک خاص طریقے سے چلایا ہے اور اس دور میں ملک نے بہت زیادہ ترقی کی ہے ۔ سب سے پہلے جناب والا ۔ میں سیاست کی بات کرتا ہوں ۔ حضور کو یاد ہو گا کہ ۱۹۵۸ء میں جب مارشل لاء لگا تھا تو لوگوں کا خیال تھا کہ اب کبھی جمہوریت واپس نہیں آئے گی ۔ لیکن ہمیں ایک دستور دیا گیا اور

وہ دستور ہمارے مزاج کے مطابق تھا ۔ اس کے تحت ۱۹۶۰ء میں جمہوری طریق سے انتخابات ہوئے ۔ پھر ۱۹۶۲ء میں دوسرے انتخابات ہوئے ۔ اس کے بعد پرانے لیڈروں نے ڈھنڈورا پیٹنا شروع کیا کہ اب کبھی انتخابات نہیں ہوں گے ۔ مگر آپ کو معلوم ہے کہ ۱۹۶۵ء میں پھر الیکشن ہوئے اور ہم کو معلوم ہے کہ ۱۹۷۰ء میں پھر الیکشن ہوں گے ۔ میرے نزدیک یہ صدر ایوب صاحب کی بہت بڑی contribution ہے کہ اب ہر آدمی کو پتہ ہے کہ ہر ۵ سال کے بعد انتخابات ہوں گے ۔ اب سیاسی فیصلے کوئی مداری کا کرتب نہیں رہے کہ ابھی ایک ہے ابھی چار ہیں اور ابھی غائب ۔ اب سیاسی فیصلے باقاعدہ ہوتے ہیں اور ان پر عمل درآمد ہوتا ہے ۔ ہر آدمی کو پتہ ہے کہ یہ کس طرح کئے جاتے ہیں اور اس کے لئے کیا ترکیب ہے ۔ اس ملک میں خاص استحکام پیدا ہو چکا ہے ۔ ہر چیز کے متعلق ہر شخص کو سوچ بچار کرنے کا موقع مہیا ہے ۔

اس کے بعد سب سے بڑی تبدیلی جو صدر ایوب خان لائے ہیں وہ بنیادی جمہوریت کی ہے ۔ پہلی دفعہ تمام ملک میں ۔ گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ الیکشن ہوئے اور ان میں سیاسی لیڈر اور امیدوار ممبر لوگوں کے پاس گئے ۔ پہلی دھاندلی ختم ہوئی جب رعب سے کہا جاتا تھا کہ

فلاں کو ووٹ ڈالو ۔ نئی پود میں نیا احساس ذمہ داری پیدا ہوا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب سے بڑی contribution ہے جو کسی قوم کے لئے کوئی لیڈر کر سکتا تھا ۔ صدر ایوب خان نے اس ملک کے ہر شخص کو اپنے حقوق کا احساس دلایا اور انہیں اپنے حقوق کو بروئے کار لانے کے لئے خاص موقع بھی مہیا کیا ۔ اس دور میں گھریلو حالات سے لے کر جائداد کی تقسیم تک لوکل سیلف گورنمنٹ کے ذریعہ اپنی مشکلات کو خود حل کرنے کے لئے حکومت نے نئی راہیں وضع کی ہیں ۔ اگرچہ اپوزیشن کے آزمودہ لیڈر جنہیں میں چلے ہوئے کارتوس کہتا ہوں کئی باتیں کرتے ہیں مگر دل سے وہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ پاکستان نے پچھلے دس سال کے دوران ہر محاذ پر ایسی ترقی کی ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا ۔

جناب والا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑی سند جو میں اس سلسلہ میں پیش کر سکتا ہوں وہ لندن کے رسالہ 'Economist' کی ہے جس نے سات آٹھ صفحے پر مشتمل پاکستان کے متعلق ایک اداریہ لکھا ہوا ہے اور اس میں پاکستان کے ہر شعبہ کے متعلق پورا پورا جائزہ لیا ہے اس کا آخری-

فیصلہ یہ ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں پاکستان سب سے زیادہ تیزی سے ترقی کر رہا ہے اور یہاں پر تمام وہ باتیں institutions کی شکل اختیار کر گئی ہیں جو اچھے طریق سے اور تیزی کے ساتھ ترقی کرنے کے لئے ضروری ہوتی ہیں ۔ آپ جانتے ہیں کہ 'Economist' رسالہ پاکستان کی حمایت کرنے والا رسالہ نہیں ہے ۔ یہ اس کا پاکستان کے متعلق پہلا اداریہ تھا جب میں نے یہ اداریہ 'Economist' رسالہ میں پڑھا تو اس میں مجھے یہ الفاظ نظر آئے :۔

On the whole we must give a chit to Pakistan."

جب انگریز یہ کہتا ہے کہ میں آپ کو "good chit" دیتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بہت خوش ہے ۔

اس کے بعد آج صبح قرضوں کے معاملات کے اوپر بڑی بحث ہوئی ۔ جب ہم قرضوں کا ذکر کرتے ہیں تو ہم کو وہ بنیا یاد آ جاتا ہے جو مسلمان زمینداروں کو شادی کے موقع پر ، غمی کے موقع پر یا عیاشی کے کرنے کے لئے پیسے بہم پہنچاتا تھا اور اس کی جائیداد پر نگاہ رکھتا تھا ۔ جو لوگ قرضہ کے اوپر تنقید کرتے ہیں وہ بڑی غلطی کرتے ہیں ۔ آجکل

کے جو قرضے ہیں وہ ایک سیدھی سی بات سوچ کر لئے جاتے ہیں کہ کیا میں قرض کا سود بھی ادا کر سکتا ہوں ۔ اور اس قرض سے نفع بھی حاصل کر سکتا ہوں ؟ کیا ادھار واپس کرنے کے بعد بھی بہت کچھ بچ رہے گا ؟ اس قرض کو بری بات نہیں سمجھا جاتا ۔ جس آدمی کو خوش خوش قرض مل جائے اسے اور کیا چاہئے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی ساکھ بین الاقوامی مارکیٹ میں ایسی اچھی ہے کہ ہمارا ملک واحد ملک ہے جس کو قرض لینے کے سلسلہ میں سیاسی قسم کی انٹرنیشنل تکالیف یا کوئی اور تکالیف نہیں ہوتی ہیں ۔ تمام دنیا کے بینک جانتے ہیں کہ جو قرض وہ پاکستان کو دے رہے ہیں وہ ایک اچھی اسامی کو دے رہے ہیں ۔

جناب والا ۔ جو بھی نئی راہ پر چلا ہے اس کے سامنے بہت سی مشکلات پیش آئی ہیں ۔ عام آدمی کے سامنے بھی ضروری طور پر مشکلات پیش آتی ہیں ۔ صدر ایوب نے بھی ایک نئی راہ نکالی ہے ۔ نئی راہ پر چلنے والوں کو ہمیشہ یار لوگ کہتے رہتے ہیں کہ اس سے تو فلاں زمانہ اچھا ہے لیکن اگر آپ غور کریں تو خود پیغمبر بھی اس نکتہ چینی سے محفوظ نہیں رہے ۔ میں سیاسیات کے بہت بڑے مہاتما لنکن کی بات کرتا ہوں ۔ اگر آپ اس کی سوانح حیات پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ

اس کے زمانے میں جو اداریے اس پر لکھے گئے ۔ جو طعنے اس کو دئے گئے ۔ جو گالیاں اس کے حصے میں آئیں ان کو پڑھ کر دکھ ہوتا ہے کہ اتنے دردمند دل کے ۔ اتنے اعلیٰ دماغ کے ۔ اتنے عظیم انسان کے ساتھ لوگ ایسا سلوک کیوں کرتے رہے ہیں ۔ تاریخ کے اعتبار سے ہمارے صدر پاکستان خان محمد ایوب صاحب ان کے بالکل قریب ہیں اس لئے کہ جب انسان پہاڑوں کے اندر رہ رہا ہو اس کو پتہ نہیں چلتا کہ کونسی چوٹی زیادہ اونچی ہے اور کونسی چوٹی نیچی ہے ۔ لیکن جب وہ دور سے نگاہ ڈالے تو اس وقت صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ کونسی چوٹی کتنی اونچی ہے اور کونسی چوٹی کتنی نیچی ہے ۔ زندگی کا ڈھب ہی ایسا ہے ۔ جب عظیم شخصیت کی عظمت کا صحیح اندازہ اس کے جانے کے بعد لگتا ہے تو اس کے احسانات بعد میں یاد آتے ہیں ۔ جب بڑے بڑے درخت کھڑے ہوں تو وہ صحیح طور پر ناپے نہیں جا سکتے ہیں ۔ صرف اس بات سے صدر ایوب کی عظمت اور ان contribution کا اندازہ کیجئے کہ جب ان کی طبیعت ذرا علیل تھی تو وہ آدمی جو صبح و شام ان پر نکتہ چینی کرنے میں لگے رہتے تھے خود انہوں نے بھی محسوس کیا اور وہ فکر مند ہوگئے کہ اگر اب اس شخص کی بیماری طول پکڑ گئی تو قوم کے ساتھ کتنی

بڑی زیادتی ہونے کا امکان ہے ۔ ان تمام باتوں کے باوجود ۔ گورنمنٹ کی عظیم contribution کے باوجود یہ کبھی نہیں کہا جا سکتا کہ یہ حرف آخر کہہ چکے ہیں اور چیزوں میں اب مزید خوب سے خوب تر ہونے کی گنجائش نہیں رہی ۔ جناب والا ۔ اگر انسان یہ سوچنا شروع کر دے کہ اس نے حد کو چھو لیا ہے ۔ تو وہ عبث سوچتا ہے کیونکہ انسان کی ترقی کی کوئی منزل نہیں ہے اور وہ چیزوں کو بہتر بنانے کے لئے ہر روز کوئی نہ کوئی نئی راہیں نکالتا رہتا ہے ۔ اور درحقیقت اسی طرح انسان نے ترقی کی ہے ۔

جناب والا ۔ اس پس منظر کے ساتھ اب میں بجٹ کی طرف آتا ہوں۔ جناب والا ۔ یہ بجٹ سید احمد سعید کرمانی صاحب کا بجٹ ہے ۔ سید احمد سعید کرمانی صاحب ذاتی طور پر میرے دوست بھی ہیں اور وہ میرے وزیر بھی ہیں ۔ ان کو مبارکباد نہ دینا بڑی ناانصافی ہو گی ۔ اس کے بعد تجمل صاحب جو ان کے سیکرٹری ہیں وہ بھی راتوں کو دیر تک ضرب تقسیم کرتے رہے ہیں تاکہ کسی طرح بجٹ کا پلہ برابر ہو جائے ۔ (قہقہہ) آمدن اور خرچ کا پلہ برابر کرنے کے لئے دیر

تک انہوں نے ضرب تقسیم کی ہے ۔ میں تجمل صاحب کا پرانا مداح ہوں ۔ کالج سے لے کر آج تک جہاں کہیں وہ گئے انہوں نے اپنے پیچھے کہکشاں ہی کہکشاں چھوڑے ہیں ۔ اب انہوں نے پورے مغربی پاکستان کی ہانڈی کڑچھی سنبھال لی ہے اور بجٹ کو وہ مختلف محکموں میں تقسیم کرتے ہیں ۔ اس کے بعد ایک اور صاحب ہیں جن کا ذکر کرنا بھی میں ضروری سمجھتا ہوں ۔ میں ان کو ملنے کے لئے تین چار دفعہ گیا اور وہ ہمارے غم میں اس قدر پریشان تھے کہ وہ میرے درد کو نہ جان سکے ۔ وہ ہمارے ایڈیشنل چیف سیکرٹری برائے ڈویلپمنٹ مسٹر بی ۔ اے قریشی ہیں.....

وزیر خزانہ ۔ وہ اب مکمل چیف سیکرٹری ہیں ۔

چودھری انور عزیز ۔ بہرحال یہ بجٹ سید احمد سعید کرمانی صاحب کا ہے ۔ یہ تجمل صاحب کا بجٹ ہے ۔ یہ ہمارے تمام سیکرٹریوں کا بجٹ ہے اور اسی لئے ان کو مبارکباد دی جاتی ہے ۔ یہ بجٹ میرا بجٹ نہیں ہے ۔ کوئی شخص ایسا نہیں ہے اس ہاؤس میں کوئی ممبر ایسا نہیں

ہے ۔ اس گیلری میں یا تمام پاکستان میں کوئی شہری ایسا نہیں ہے جو مجھے بھی مبارکباد دے کر کہے کہ انور صاحب آپ کو مبارک ہو ۔ آپ نے بہت اچھا بجٹ بنایا ہے ۔ ہمارے حکم سے ٹیکس لگتے ہیں ۔ ہمارے اختیار سے خرچ ہوتا ہے ۔ ہم ہی اس کی اجازت دیتے ہیں کہ اس کو کیسے خرچ کیا جائے لیکن اس کے باوجود آپ جانتے ہیں کہ ہم کو اس میں اتنا ہی اختیار ہے اور اس میں وہی حالت ہے جو ٹریفک کے ایک سپاہی کی ہوتی ہے کہ اس کے دائیں بائیں کاریں ہوتی ہیں لیکن اس کو ان میں بیٹھنے کا موقع نہیں ملتا ۔

جناب والا ۔ میرے علاقہ میں ایک دعوت تھی جب میں وہاں گیا تو لوگوں نے اس علاقے کی جو ضروریات تھیں اس کے متعلق مجھ سے بحث کرنی شروع کر دی ۔ جب سڑکوں کا ذکر چل پڑا تو میں نے پہلے کچھ دیر بحث کی بعد میں میں ہار گیا اور میں نے کہا کہ میں اس سلسلہ میں آپ کی کوئی امداد نہیں کر سکتا کیونکہ ہمارے اختیار میں کوئی بات نہیں ہے ۔ ان میں سے ایک بڈھا کہنے لگا کہ جو کچھ ہمارے پاس تھا وہ تو ہم نے تم کو دے دیا ۔ اب کوئی ہم مزید چیز ہم سے لینی ہے تو

وہ بھی ہم سے لے لو لیکن وہاں جا کر چیزیں حاصل کرنا تمہارا کام ہے میں اس کے سامنے لاجواب ہو گیا ۔ جناب والا ۔ اس پس منظر کے ساتھ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اسمبلی کے ذمے کیا کام ہے ۔ جہاں تک میرا خیال ہے اسمبلی کے ذمہ تین یا چار کام ہوتے ہیں نمبر ایک یہ قانون بناتی ہے اور جہاں تک قانون بنانے کا تعلق ہے آپ کو معلوم ہے کہ اس سیشن میں ہمارے سامنے کوئی ایک بل بھی پیش نہیں کیا گیا بلکہ تمام بل ہنگامی قوانین کی شکل میں آئے ہیں ۔ جس وقت ہنگامی قانون بنتا ہے اس وقت ہم سے نہیں پوچھا جاتا کہ یہ ہنگامی قانون درست بن رہا ہے یا غلط بن رہا ہے ۔ ہمارے پاس جو تجربہ ہے ۔ ہمارے پاس جو علم ہے ۔ ہمارے پاس جو معلومات ہیں ان کو بروئے کار نہیں لایا جاتا ۔ ہنگامی قانون بن کر ہمارے سامنے آ جاتا ہے ۔ جناب والا ۔ آپ جانتے ہیں کہ جب عمارت ایک دفعہ مکمل ہو جائے تو اس کے بعد یہ پوچھنا کہ اس عمارت میں کوئی تبدیلی کرنا چاہتے ہیں یہ ایک سعی لا حاصل ہے ۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے ۔ کیا کسی معمار سے ہم یہ کہیں کہ اس عمارت کے بنانے میں آپ نے بڑا کمال کیا ہے لیکن یہ کھڑکی ایک انچ

بڑھا دیں تو اس کے لئے بھی کئی اینٹیں توڑنی پڑیں گی ۔ اسی طرح قانون جب ایک دفعہ مکمل ہو جائے تو اس کے ایک دوسرے سیکشن میں رابطہ پیدا ہو جاتا ہے اگر اس کے ایک سیکشن کو ذرا بھی تبدیل کر دیں تو وہ قانون مکمل نہیں رہ سکتا ۔ پچھلے تین سال سے جب سے میں اسمبلی میں ہوں میں نے دیکھا ہے کہ قانون بنانے میں ہم نے کوئی بنیادی contribution نہیں کی ہے ۔ قانون انتظامیہ کی طرف سے اپنی ضروریات کے مطابق بنتا ہے اور وہ خود ہی اس کے متعلق سوچتے ہیں بلکہ وہ انتظار میں رہتے ہیں کہ کب اسمبلی prorogue ہو تاکہ اس کو ہنگامی قانون کی شکل دی جا سکے ۔

جناب والا ۔ اسکے بعد میں بجٹ کے متعلق یہ عرض کروں گا کہ صدارتی طرز حکومت کے متعلق ہم نے کتابوں میں جو کچھ پڑھا ہے اس کے مطابق بجٹ پیش ہونے سے تقریباً چھ ماہ قبل ہر کمیٹی کے پاس محکموں کے مطالبات آ جاتے ہیں کہ ہمیں اتنی رقم کی ضرورت ہے ۔ اس کے بعد متعلقہ کمیٹی کے پاس ایگزیکٹو کا محکمہ آ کر اس مطالبہ زر کے متعلق اپنے دلائل پیش کرتا ہے کہ اسے اسقدر رقم کی کیوں ضرورت ہے ۔ اس

کے بعد مقننہ کے اراکین یہ غور کرتے ہیں کہ آیا وہ اسقدر رقم اس محکمے کو دے سکتے ہیں یا نہیں ۔ اس طرح دو فائدے ہوتے ہیں ۔ ایک تو یہ کہ روپے پیسے کا صحیح حساب کتاب قومی نمائندوں کے سامنے نظر آ جاتا ہے اور اسکے علاوہ جو دوسرا فائدہ ہے وہ یہ ہے کہ متعلقہ کمیٹی کے اراکین کے تجربے اور انکے عوامی ضروریات سے واقفیت رکھنے کی بناء پر منصوبہ بندی اس طرح کی جاتی ہے کہ ان رقوم کو صحیح مقامات پر ہی خرچ کیا جاتا ہے ۔ لیکن جس صورت میں زیر بحث میزانیہ اس وقت ہمارے سامنے پیش کیا گیا ہے کیا آپ اس میں ایک دو روپے کی کمی بیشی بھی کر سکتے ہیں ۔ کیونکہ اگر اس وقت بجٹ میں بیان کردہ کاموں پر خرچ کے سلسلے میں اگر تھوڑا بہت رد و بدل بھی کر دیا جائے تو اس کا اثر تمام بجٹ پر پڑے گا ۔ جناب والا ۔ کرمانی صاحب نے اپنی تقریر میں یہ فرمایا تھا کہ اس ایوان کے معزز اراکین بجٹ پر بحث کرتے وقت اپنی جانب سے کچھ تجاویز بھی پیش کریں ۔ یہ ان کی بڑی مہربانی ہے ۔ لیکن آپ خیال فرمائیں کہ آیا ہم اس وقت کوئی ایسی تجویز پیش کر سکتے ہیں کہ جو زیر بحث بجٹ میں اگلے سال کے

لئے موثر ثابت ہو سکے ؟ جیسا کہ میں نے ابھی ابھی عرض کیا ہے ہم تو اسکے متعلق کوئی بات ہی نہیں کر سکتے ۔ کیونکہ ہر سکیم کے متعلق پائی پائی کا حساب اس بجٹ میں دیا ہوا ہے ۔ اور اگر ہم کسی نئی سکیم کے متعلق کوئی تجویز بھی پیش کر دیں تو وہ بہر حال اگلے بجٹ میں ہی شامل کی جا سکے گی ۔

جناب والا ۔ ہمارے ذمے جو تیسرا فرض عائد کیا گیا ہے وہ انتظامیہ کے اعمال کی جانچ پڑتال ہے جسے انگریزی میں watch dog کا کام کہتے ہیں بالفاظ دیگر چوکیداری کا کام بھی ہمارے ذمہ ہے ۔ یعنی ہم نے یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ انتظامیہ اپنے فرائض سے صحیح طور پر عہدہ برآ ہو رہی ہے یا نہیں ۔ تو اس سلسلے میں جہاںتک ہمارے اختیارات کا تعلق ہے اس کا علم ہمیں بھی ہے اور ہماری قوم کو بھی ہے اور اب تو تمام اقوام کو یہ احساس ہو چلا ہے کہ ایم ۔ پی ۔ اے صاحبان کے پاس نہ قوت ہے اور نہ عقل ۔ حالانکہ قانونی طور پر ان کے پاس قوت بھی ہے اور ان کے پاس ایک اچھا خاصا brain bank بھی یہاں پر بیٹھا ہوا ہے ۔ کیونکہ ہم اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ یہاں پر

جو صاحب بھی آتے ہیں اگر ان کی کوئی تعلیم نہ بھی ہو اور انکے پاس کوئی ڈگری بھی نہ ہو تب بھی ان کے پاس یہ ایک صلاحیت ضرور ہوتی ہے کہ وہ عوام کو اپنے پیچھے لگا سکتے ہیں اور ان تک اپنی بات پہنچا سکتے ہیں اور یہ بذات خود اتنی بڑی صفت ہے کہ جسکی وجہ سے آپ کسی ممبر کو یہ کہہ ہی نہیں سکتے کہ اس کے پاس عقل ہے ہی نہیں ۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ کہیں کام ہی نہیں آتی ۔ ہمارے ساتھ تو دوزخ کا سا سلوک کیا جا رہا ہے ۔ کیونکہ سنا ہے کہ دوزخ میں سب سے بڑی مصیبت یہ نہیں ہوگی کہ وہاں پر آگ ہوگی اور یہ کہ وہاں آپ کو بڑی تکلیفیں دی جائینگی ۔ بلکہ جو سب سے بڑی تکلیف وہاں پر لوگوں کو ہوگی وہ یہ ہوگی کہ وہاں مکمل بیکاری ہوگی اور آپ کے پاس کرنے کے لئے کوئی کام ہی نہیں ہوگا ۔ اسی طرح اس ایوان کے اراکین کے پاس بھی کوئی کام نہیں ہے اور وہ مکمل طور پر بیکار ہیں ۔ وہ سال میں ایک مرتبہ یہاں پر تشریف لے آتے ہیں ۔ بجٹ پر تقریر کرکے اپنا اپنا رونا رو کر چلے جاتے ہیں ۔ جب اگلا بجٹ سیشن آتا ہے تو وہ پھر اسی طرح یہاں آکر تقریریں کرکے چلے جاتے ہیں ۔ اور بس ۔ اگر کسی ممبر

نے اپنے ذاتی اثر و رسوخ سے کوئی کام کروا لیا ہو تو یہ علیحدہ بات ہے۔ ورنہ کیا کوئی معزز رکن مجھے یہ بتلا سکتا ہے کہ اس نے کسی بجٹ سیشن میں کوئی خاص تجویز پیش کی تھی جسکو کسی اگلے بجٹ میں شامل کر لیا گیا ہو ؟ کم از کم مجھے تو یہاں پر تین سال ہو گئے ہیں کہ میں اپنی تقاریر میں مختلف تجاویز پیش کر رہا ہوں لیکن کسی ایک تجویز کو بھی بجٹ میں شامل نہیں کیا گیا ۔ بلکہ بجٹ میں شامل کرنا تو در کنار میرا ضلع جس نے گذشتہ جنگ میں brunt of war اپنے اوپر لیا ہوا تھا اسکے لئے اس زیر بحث بجٹ میں ایک پیسہ بھی نہیں رکھا گیا ۔ اسکے لئے کسی بھی سکیم کے سلسلے میں ایک پیسہ بھی نہیں رکھا گیا ۔ تو اس لحاظ سے انتظامیہ کے اعمال کی جانچ پڑتال کرنا تو بس ایسا ہی ہے کہ جیسے آپ میرے ملازم سے کہیں کہ تم اپنے ایم ۔ پی اے ۔ کے اعمال کی جانچ پڑتال کرو ۔ وہ بیچارہ میرے اعمال کی کیا جانچ پڑتال کرے گا ۔ ہم خود ہی ان کے چھوٹے چھوٹے احکامات پر عمل کرنے کے لئے صبح و شام ادھر ادھر بھاگتے پھرتے ہیں ۔ لیکن جب ہم انتظامیہ کے کسی رکن کے پاس جاکر اسے یہ کہتے ہیں کہ فلاں تحصیلدار کو فلاں جگہ سے تبدیل کرنا چاہئے تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں ہمارا

کوئی ذاتی فائدہ مضمر ہے ۔ حالانکہ ذاتی کام کروانے والے تو انتظامیہ کے لوگ اور اسکے سربراہ ہی ہوتے ہیں اور جو اسکے important آدمی ہوتے ہیں وہ خود کرواتے ہیں ۔ ہم ایم ۔ پی ۔ اے ۔ صاحبان تو جب بھی کسی کے پاس جاتے ہیں تو ملکی یا قومی کام کی غرض سے جاتے ہیں ۔ میں دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کبھی کسی سے اپنا ذاتی کام نہیں کروایا ۔ البتہ میں ان کے پاس لوگوں کے کام کے سلسلے میں حاضر ہوتا رہتا ہوں اور ان کے کام کرواتا ہوں ۔ لیکن اسکے مقابلے میں یہ افسران اپنے ذاتی کام صرف ٹیلیفون کے ذریعہ بڑے آرام سے کروا لیتے ہیں ۔ لیکن اسکی ذمہ داری اور اس کا الزام ہمارے سر پر تھوپ دیا جاتا ہے کہ ہم انتظامیہ سے ہمیشہ ہی غلط کاری کروانے کی ایک مشین بن گئے ہیں ۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہوتی ۔

جناب والا ۔ اسکے علاوہ اس اسمبلی کے ذمے چوتھا کام یہ تھا کہ یہاں سے مستقبل کے لیڈر پیدا ہوتے رہیں ۔ لیکن جناب والا ۔ کوئی شخص چاہے کسی کام میں کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو اور اسکے ذہن میں چاہے کتنی ہی theories کیوں نہ ہوں وہ اس وقت تک اپنی صلاحیتوں کو اجاگر نہیں کر سکتا جب تک کہ کوئی کام اسکے ذمے نہ ڈالا جائے ۔

جب ان کو کسی میٹنگ میں کوئی کام ہی نہیں کرنا ہے ۔ جب ان کو بجٹ نہیں بنانا ہے ۔ جب کسی خاص طریقے سے انتظامیہ کو انہوں نے روکنا ہی نہیں ہے تو ان کو کس طرح پتہ چلے گا کہ ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں اور انہوں نے ان سے کس طرح عہدہ برآ ہونا ہے ۔ جب آپ کسی کو کوئی ذمہ داری نہیں سونپیں گے آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اچھا ہے یا برا ۔ جب آپ کے خانساماں کو آپ کے باورچی خانے میں جانے کی اجازت ہی نہیں ہے تو پھر آپ کیسے یہ توقع کر سکتے ہیں کہ وہ ایک اچھا خانساماں ثابت ہو ۔

جناب والا ۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ان چار فرائض سے مجھے دور رکھ کر مجھ سے قوم کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتی ۔ جناب کرمانی صاحب کا چونکہ یہ حکم ہے کہ ہم اپنی تقاریر کے دوران کچھ تجاویز بھی پیش کریں تو اس لئے میں یہ عرض کرونگا کہ اس بجٹ کے سلسلے میں مجھے ان سے ایک بنیادی اختلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ جہاں آپ نے ٹیکس لگانا ہوتا ہے یا نہیں لگانا ہوتا ہے وہاں آپ اپنی ان دستاویزات کو اسی لئے مخفی رکھتے ہیں کہ اس طرح مارکیٹ پر آپ کے فیصلوں کا اثر نہ پڑے ۔ لیکن میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں زراعت

کے محکمے کو کیا تکلیف لا حق ہوتی ہے اگر وہ زرعی کمیٹی کے سامنے اپنا بجٹ پیش کر دے اور کہے ہمیں اسقدر رقم کی ضرورت ہے یا اسقدر روپیہ ہم نے پچھلے سالوں میں خرچ کیا ہے اور اسقدر رقم ہم آئندہ سال میں خرچ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ یعنی ان کو چاہئے کہ مجلس قائمہ برائے زراعت کو coopt کرکے اپنا بجٹ اس کے سامنے پیش کرے ۔

جناب والا ۔ جو ترقیاتی پروگرام بنائے جاتے ہیں یا اسی طرح میزانیے کی جب تشکیل کی جاتی ہے تو اسکے متعلق ایک تاثر یہ قائم کیا گیا ہے کہ یہ ایک بڑی sacrosanct چیز ہے ۔ لیکن آخر اسکو بھی انسان ہی تشکیل دیتے ہیں ۔اور آپ نے دیکھا ہوگا کہ ترقیاتی منصوبہ بندی میں بھی کئی مرتبہ بڑی بڑی بنیادی تبدیلیاں کی جاتی ہیں ۔ جب بھی ایسی منصوبہ بندی کرنے والوں نے یہ محسوس کیا ہے کہ وہ غلط ڈگر پر چل پڑے ہیں تو ان کو اس قسم کی تبدیلیاں کرنی ہی پڑتی ہیں لیکن جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں جگہ پل تعمیر کرنے کی بجائے فلاں سڑک تعمیر کی جائے تو وہ ہم سے لمبی چوڑی بحث چھیڑ دیتے ہیں اور ہمیں کہا جاتا

ہے کہ یہ بڑی غلط بات کہی گئی ہے ۔ تو اگر آپ ہمیں کچھ عرصہ پہلے اپنا بجٹ دکھا دیا کریں اور مختلف محکمے اپنا اپنا بجٹ مقننہ کے سامنے لے آئیں اور ہمیں بتائیں کہ وہ اپنا پیسہ کس طرح خرچ کرنا چاہتے ہیں تو اس وقت ہم بھی اپنی کچھ contribution کر سکتے ہیں اور پھر مختلف علاقوں کی ضروریات کے مطابق ہم ان کی آنکھ کے تل کو دور کر سکتے ہیں اور انہیں دکھا سکتے ہیں کہ ہماری کیا ضروریات ہیں ۔

جناب والا ۔ میرا ایک دوست XEN لگا ہوا ہے ۔ انہوں نے ایک لکیر کھینچی تھی اور اسکی وجہ سے میرے علاقے میں بھی بجلی پہنچ گئی ۔ مجھے اس بات کا علم ہے کہ اگر وہ XEN وہاں نہ ہوتا تو میرے علاقے میں کبھی بھی بجلی نہیں جا سکتی تھی چاہے میں واپڈا والوں کے پاس بیس چکر لگا کر بھی ان کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتا کہ وہاں پر بجلی کی ضرورت ہے ۔

جناب والا ۔ ترقیاتی منصوبہ بندی کے سلسلے میں اپنی علاقائی

ضروریات اور مطالبات کا جس قدر علم ہمیں ہو سکتا ہے اتنا انتظامیہ کے کسی فرد کو نہیں ہو سکتا کہ کس مقام پر کس چیز کی ضرورت ہے اور کس جگہ پر یہ خرچ کر کے ہم قومی ترقی کے سلسلے میں بہتر کام کر سکتے ہیں ۔ چلئے آپ ہماری باتیں ہی سن لیا کیجئے ۔ لیکن وہ بھی اس وقت سنا کریں جب کہ آپ کا بجٹ بن رہا ہو ۔ جبکہ اخراجات کا حساب کتاب لگ رہا ہو ۔ لیکن جب جزدان میں بند ہو کر بجٹ ہمارے سامنے مکمل شکل میں نہیں ہوتا ہے تو پھر آپ ہی بتائیے کہ ہم اس میں کیا تجاویز پیش کر سکتے ہیں ۔ اس طرح تو ہم اپنی بہترین نیت اور عقل کے باوجود بھی قومی ترقی کے سلسلے میں اپنی جانب سے کوئی contribution نہیں کر سکتے ۔ یہ ہمارے ساتھ زیادتی ہے ۔ اگر مختلف محکمہ جات متعلقہ مجالس قائمہ کے پاس جا کر گفتگو کریں اور ان سے پوچھ لیں کہ آپ کا اس قدر پیسہ تھا جو کہ ہم نے گذشتہ سال خرچ کیا ہے اور اب اس قدر پیسہ ہے اور ہم اسے اس طریقے سے خرچ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس طرح سے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم بھی ملکی ترقی کے سلسلے میں اپنی طرف سے بہترین contribution کر

سکیں گے ۔

Mr. Speaker : Now, conclude your speech, please.

چودھری انور عزیز ۔ جناب والا ۔ میرا سر دامن بھی ابھی ترنہ ہوا تھا ۔

بہرحال اب میں ایک ہلکی سی سیاسی بات بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جس طرح فوج کا ایک morale ہوتا ہے ۔ اسی طرح سے سیاسی پارٹی کا بھی ایک morale ہوتا ہے تو جس وقت بھی ہمیں یہ احساس دلایا جائے کہ آپ کی کسی کام میں بھی ضرورت نہیں ہے تو اس وقت ہمیں ناکامی اور نامرادی کا ایک احساس ہوتا ہے کہ جو ہم سے آہستہ آہستہ ہمارے حلقہ نیابت تک جا پہنچتا ہے ۔ لیکن اگر ہمیں کوئی ذمہ داری سونپی جائے گی تو ہم بھی یہ کہہ سکیں گے کہ ہاں ہماری ذمہ داری بھی کچھ ہے اور ہم کہہ سکیں گے کہ ہم سے بھی کچھ کام لیا جا رہا ہے ۔ لیکن فی الحال نہ تو ہم اپنا morale ہی اونچے رکھ سکتے ہیں اور نہ اپنے علاقوں میں اپنے دوستوں کا morale ہی اونچا رکھ

سکتے ہیں ۔

اس کے بعد جناب والا ایک بڑی اہم بات میں عرض کروں گا ۔ اپنے علاقے کے متعلق تو میں پچھلے تین سال سے گذارشات کرکے تھک گیا ہوں مگر ان کا کوئی اثر نہیں ہوا لہذا اب میں ایک جنرل بات کرتا ہوں جس میں میرے سارے بھائی شامل ہیں ۔ وہ یہ ہے کہ ہماری اسمبلی کو دو بڑی چیزوں کی زبردست ضرورت ہے ۔ ایک M.P.As.Hostel کے لئے ۵۴ لاکھ روپے منظور ہوا تھا۔ اس میں سے اس سال کے لئے صرف تین لاکھ کی provision رکھی گئی ہے ۔ اگر اسی حساب سے یہ کام چلتا رہا تو ۲۰ سال کے بعد (اللہ کرے اس وقت بھی آپ اسی کرسی پر ہوں) یہ ہوسٹل مکمل ہو سکے گا ۔

مسٹر سپیکر ۔ میرا خیال ہے کہ شاید آپ بھی اس وقت نہ ہوں گے اور میں بھی نہ ہوں گا ۔

چودھری انور عزیز۔ جناب والا۔ ہم اپنے علاقے کی جو ضروریات بتاتے ہیں ان کو پورا نہیں کیا جاتا ۔ بلکہ ہمارا تو پورا بندوبست کیا جا رہا ہے

کہ ہم اگلی دفعہ یہاں نہ آئیں لیکن آپ ماشاء اللہ ضرور آئیں گے ۔ کیونکہ آپ کے علاقے کے لوگ زیادہ سمجھ دار ہیں ۔ وہ جانتے ہیں کہ ہمارے علاقے کا نمائندہ سپیکر بن جائے گا ۔ آپ تو ضرور elect ہوں گے۔ جناب والا۔ یہ آپ کا کام ہے ہمارا خیال رکھنا۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہوسٹل سے متعلق انتظامیہ کی تمام approvals وغیرہ ہو چکی ہیں اور اس کے لئے ۵۴ لاکھ روپے کی منظوری ہو چکی ہے ۔ لیکن اس سال کے لئے صرف تین لاکھ روپیہ ہم کو دیا گیا ہے ۔ اس کے مقابلے میں ہمارے سیکرٹری صاحبان ہیں ۔ ان کی housing کے سلسلہ میں اس سال ۶ لاکھ روپیہ دیا گیا ہے ۔ میں نے ایک دفعہ ایک کتاب پڑھی جس میں لکھا تھا کہ اگر کسی قوم کے متعلق اندازہ لگانا ہو کہ اس میں کونسا طبقہ طاقتور ہے تو یہ اندازہ لگانے کے لئے بجٹ کو دیکھ لیجئے ۔ جس طبقہ کے اوپر زیادہ پیسہ خرچ ہو رہا ہو گا وہی طبقہ زیادہ طاقتور ہو گا ۔ جناب والا ۔ ان کے اوپر ۶ لاکھ روپیہ خرچ ہو رہا ہے ۔ میرے خیال میں شاید دس یا گیارہ سیکرٹری ہوتے ہیں اور ڈیڑھ سو کے قریب M.P.As. پر صرف ۹۳ لاکھ روپیہ خرچ ہو رہا ہے ۔ اگر آپ پوری طرح

ضرب تقسیم کریں جس کے تجمل صاحب ماہر ہیں تو پتہ چلے گا کہ ہماری importance (۵۰۰۰) اعشاریہ کچھ زیرو نکلتی ہے ۔ دوسرے جناب والا ۔ ایک اور گذارش یہ ہے کہ ایگزیکٹو کے لوگوں کے پاس مثلاً سیکرٹری صاحبان کے پاس اور منسٹر صاحبان کے پاس ایک پورا سٹاف ہوتا ہے ۔ اس سٹاف کی مدد سے وہ قانون بناتے ہیں ۔ انفارمیشن حاصل کرتے ہیں اور بڑے well equipped رہتے ہیں ۔ اس کے مقابلے میں جب ہم کوئی اعتراض اٹھاتے ہیں تو ہمارے پاس کوئی assistance نہیں ہوتی اور یقیناً محکمہ والے ہم کو اپنے سٹاف میں سے assistance دینے سے بالکل انکاری ہیں ۔ اس سلسلے میں میں عرض کروں گا کہ دنیا کے بعض حصوں مین اسمبلیوں کے پاس اپنا ایک علیحدہ سیکرٹریٹ ہوتا ہے جس میں ہر محکمہ کے لئے ایک سپیشلسٹ ہوتا ہے ۔ اس طرح ہمارے پاس ایک Economist ہونا چاہئے جو ہم کو یہ بتا سکے کہ فنانس کا محکمہ درست چل رہا ہے یا نہیں اور بجٹ میں کیا بنیادی نقائص ہیں ۔ اسی طرح ہمارے پاس ایک ہیلتھ کا ایڈوائزر ہونا چاہئیے ۔ اسی طرح قانون کا وکیل ہونا چاہئے ۔ اسی طرح ہمارے پاس ایک انجینئر ہونا چاہئے ۔ جو

ہم کو بتائے کہ واپڈا نے کیا گل کھلائے ہیں تو ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے میں یہ درخواست کروں گا کہ اسمبلی کو اس دفعہ جو پیسے دیئے گئے ہیں وہ بہت کم ہیں اور ان پیسوں سے وہ اپنی بنیادی ضروریات اور functions کو پورا کرنے میں ناکام رہے گی ۔ اس کے علاوہ ہم نے پچھلے سیشن میں دو ریزولیشن پیش کئے تھے جو کہ منظور کر لئے گئے تھے ۔ ایک ایجوکیشن کے متعلق تھا کہ ممبران اسمبلی کی ایک کمیٹی بنا دی جائے جن میں ہم یہ دیکھیں کہ ایجوکیشن کیسے چل رہی ہے ۔ جناب والا ۔ اس ملک میں experts کی بڑی طاقت ہے جو آدمی ایک آدھ سال باہر رہ آتا ہے ۔ یہاں پر آ کر بہت بڑا expert بن جاتا ہے ۔ expert کی definition خود انہی ملکوں میں بڑی اچھی کی گئی ہے اور وہ یہ کہ expert وہ آدمی ہے جو اپنی لاعلمی کو صحیح طریقے سے چھپا سکے ۔ جو جناب والا ۔ ایجوکیشن میں ۔ ہیلتھ میں اور دوسرے شعبوں میں experts ہوتے ہیں لیکن وہ جہاں بھی آئے ان کے آنے سے زیادہ فتور ہی مچا ہے اگر ہم M.P.As. کو ایک موقع دے دیا جائے تو ہم بھی دیکھ لیں کہ طرز تعلیم صحیح چل رہا ہے یا نہیں اور کیا ہم قوم کی

اس ضرورت کو جو آج سے ۲۰ یا ۲۵ سال بعد ہو گی پورا کر سکیں گے یا نہیں ۔ میرے خیال میں اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے ۔ ہم نے ایک ریزولیشن اس ہاؤس میں پیش کیا تھا کہ اس کمیٹی کی تشکیل کی جائے اور اس کی meetings شروع ہوں تاکہ ہم بھی اپنی contribution اس سلسلے میں کر سکیں ۔

خان مکرم خان (پشاور ۔ ۳) ۔ جناب والا ۔ میں اس متوازن بجٹ کے پیش کرنے پر جناب وزیر خزانہ اور ان کے عملے کو مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ جناب والا ۔ اس ہاؤس میں اتنی باتیں ہوئی ہیں اور اتنی تقاریر ہوئی ہیں کہ میرے کہنے کے لئے اب کچھ نہیں رہا ۔ لیکن میں کوشش کروں گا کہ میں حسب توفیق اپنے خیالات کا اظہار کرونگا ۔

جناب عالی ۔ اس ملک کو بنانے اور اس کو قائم رکھنے کے سلسلہ میں جو عزائم کئے گئے تھے اور جو عزائم بروئے کار لائے گئے تھے ۔ ان سے یہ مطلب نہیں تھا کہ ہم بجٹوں کے ہیر پھیر میں آ کر اور ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ پر فوقیت دے کر اس ملک

کی خدمت کریں گے ۔ میرے خیال میں پاکستان بنانے کا مطلب یہ تھا ۔ کہ ہم ایک ملک کو بنا کر اس کے عوام کی اور یہاں کی آبادی کی ایک فلاحی مملکت بنانے کے لئے امداد کر سکیں۔ ہم سوائے پاکستان کے دوسرے "ستان" کو نہیں مانتے۔ ۱۹۴۰ء میں اس مقام لاہور پر ایک ریزولیشن پاس ہوا ۔ جس میں قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ اور اس زمانے کے کارکن بھی موجود تھے ۔ ریزولیوشن یہ تھا کہ ہم پاکستان حاصل کریں گے ۔ اس کی جدوجہد کے لئے انسانوں کی ضرورت تھی۔ وہ انسان صرف اس پاکستان کے خطے کے نہیں بلکہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں میں سے تھے اور انہوں نے اس کے لئے قربانیاں دیں ۔ یہ ملک حاصل کرنا اتنا آسان کام نہیں تھا اور درحقیقت ہم نے وہ قربانیاں نہیں دیں جو اس ملک کے لئے دینی چاہئے تھیں جن لوگوں نے قربانیاں دیں۔ وہ اب بھی بھارت کے پنجے میں ہیں لیکن انہوں نے اپنے بہن بھائیوں کی قربانیاں دیں اور اس پاکستان کو حاصل کیا اور اب ہم مزے سے بیٹھے ہیں اور باتیں کرتے ہیں کوئی کہتا ہے پاکستان ٹھیک ہے ۔ کوئی کہتا ہے ٹھیک نہیں ہے اس میں شک نہیں کہ دشمنان پاکستان

جو عزائم پہلے رکھتے تھے وہی عزائم اب بھی ان کے ہیں پہلے بھی ہم نے ان کا سامنا کیا ہے ۔ اور اب بھی کریں گے کبھی کہتے ہیں کہ ون یونٹ بنا لیں کبھی کہتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے یونٹ بڑے بڑے یونٹوں پر بوجھ ہیں کبھی کہتے ہیں کہ بڑے یونٹ چھوٹے یونٹوں کو ھضم کرتے ہیں میں حیران ہوں کونسا فرشتہ ہوگا کونسا قانون ہوگا جو اس ملک کو چلائے گا ۔ (تالیاں) ۱۹۵۸ء تک اس ملک میں جو حالات گذرے ہم سب کو معلوم ہیں ایک شخص ایک دن وزیر تھا تو دوسرے دن غائب تھا اس کو پتہ بھی نہیں تھا کہ اس کا بوریا بستر کہاں ہے خواجہ صاحب میرے رفیق کار رہے ہیں اور انہیں معلوم ہے بعض اوقات ریل گاڑی پر راستے میں پتہ لگتا تھا کہ ہمارے وزیر صاحب غائب ہیں وہ چلے گئے ہیں اور اب وزیر نہیں رہے اور یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ ہم اب کس کے پاس جائیں گے ۔

جناب والا ۔ میرے فاضل دوست فاروقی صاحب نے فرمایا ہے کہ اس ملک میں جمہوریت نہیں ہے میں حیران ہوں کہ جمہوریت کس چیز کا نام ہے یہ جمہوریت نہیں ہے کہ یہ سب اصحاب یہاں بیٹھے

ھیں ؟ یہ کیسے آئے ھیں ؟ میرے بھائی جو حزب اختلاف میں ھیں میں ان سے پوچھتا ھوں کہ وہ کیسے آئے ھیں ؟ کس جمہوریت کے ذریعے سے یہاں تشریف رکھتے ھیں ؟ آخر کیا جمہوریت یہ نہیں ھے کہ ایک ایک ھزار عوام نے بی ۔ ڈی کے ممبران کو منتخب کیا اور پھر ان منتخب ممبران نے اسمبلی کے ممبران کو اور صدر مملکت کو منتخب کیا ؟ کیا یہ جمہوریت نہیں ھے بہ نسبت اس جمہوریت کے کہ ووٹ ایک بکس میں جاتے تھے اور نکلتے تھے دوسرے بکس میں سے ؟ یہ جمہوریت بھی ھم نے دیکھی ھے کہ "جھرلو" کے ذریعے ووٹ حاصل کئے جاتے تھے ۔ اور یوں بھی ھوتا تھا کہ جو امیدوار ھوتا تھا اس کو راتوں رات چھپا کے الک کے پل کے نیچے اس کی شب گذار دیتے تھے اور صبح اس وقت اس کو لاتے تھے جب اس کی نامزدگی کے کاغذات خارج ھو جاتے تھے ۔ یہ بھی جمہوریت تھی ۔ کیا یہ جمہوریت نہیں ھے اور میں چیلنج کرتا ھوں کسی شخص کو کہ وہ بتائے کہ پریذیڈنٹ ایوب کے صدارتی انتخاب کے وقت کسی افسر نے مداخلت کی ؟ مجھے خاص طور پر معلوم ھے (کیونکہ میں اس کا ورکر تھا) کہ آفیشلز نے ھماری امداد قطعاً نہیں کی تھی ۔

قدرت نے اس کی امداد کی اور قدرت کی امداد پر وہ آیا ہے کیونکہ اس ملک کا شیرازہ بکھرنے والا تھا اور یہ ملک خراب ہو رہا تھا ۔ قدرت کو منظور نہیں تھا کہ ایسا ہو ۔ یہ پاکستان اس نے (خدا نے) بنایا ہے ۔ وہی اس کا محافظ ہے اور اس نے ایسے افراد کو مقرر کرنا تھا جو اس پاکستان کو چلائیں (خوب ۔ خوب)

جناب عالی ۔ ترقی کا دور میں حیران ہوں کیا ہوتا ہے ۔ آپ اٹک سے کراچی تک جائیں اور راستے میں دیکھیں ۔ لاہور سے پشاور تک جائیں اور راستے میں دیکھیں کہ کیا ترقی ہوئی ہے یہ اینٹوں کی دیواریں جو کھڑی ہیں یہ خواہ مخواہ ایسے دیواریں ہی ہیں یا ان کے اندر کچھ کام بھی ہو رہا ہے ۔ باقی اگر میں کہوں کہ شبقدر میں فیکٹری نہیں ہے تو خاص شبقدر تو پاکستان نہیں ہے ۔ میں پاکستان کے مجموعی نقشے پر بحث کرونگا کہ پاکستان کے مجموعی نقشے پر کیا تبدیلی ہوئی ہے ۔ (خوب ۔ خوب) انگریزوں کے زمانے میں مجھے یاد ہے کہ کیا ترقی ہوئی تھی ۔ اور اس کے بعد کیا ہوئی تھی اور اب کیا ہوئی ہے ۔ دراصل

ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے گھر کے نزدیک ہسپتال ہو ۔ ہمارے گھر کے نزدیک ایک ڈسپنسری ہو ۔ ہمارے گھر کے نزدیک تھانہ ہو ۔ اور سڑک ہو ۔ لیکن ہم یہ نہیں دیکھتے کہ ہمارے وسائل کیا ہیں ۔ جب قرضہ لیتے ہیں اور قرضہ بھی ایسا کہ ادا کرتے ہیں تو اس پر بھی اعتراض ہے ۔ جب ہم نہیں لیتے تو کہتے ہیں کہ کام نہیں ہوتا ۔ میں حیران ہوں کہ کیا کرے کوئی ؟ کیا کوئی فرشتے آسمان سے آئیں گے ؟ میں یقین دلاتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔

مجھے ذرا پانی کی ضرورت ہے ۔ میرا حلق خشک ہو گیا ہے ۔ (قطع کلامیاں) حمزہ صاحب پیتے ہیں تو مجھے بھی پینے دیں ۔ میرا گلا خراب ہو گیا ہے ۔

جناب عالی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مسٹر سپیکر ۔ ویسے میں ایوان کی اطلاع کے لئے یہ کہہ دوں کہ یہ جو رسم چل پڑی ہے کہ ایوان میں تقریروں کے دوران پانی پیا جاتا ہے تو اس کی صرف لمبی تقریر کے لئے جیسے کہ فنانس منسٹر کرتے ہیں ۔

اس کے لئے اجازت دی جاتی ہے ۔ کیونکہ اس طرح پانی پی پی کر تقریریں کرتے رہنا یہ کوئی اچھا طریقہ نہیں ہے ۔

خان مکرم خان ۔ جناب میرا گلا خراب ہو گیا ہے ۔

جناب عالی ۔ ترقی کا دور شروع ہے ۔ اور ترقی ایسی ہوتی ہے جس طرح کہ ہو رہی ہے ۔ اب رہا حزب اختلاف کا معاملہ یا باقی جماعتوں کے متحدہ محاذ کا معاملہ ۔ تو وہ یہ چاہتے ہیں کہ اس ملک میں افراتفری ہو ۔ اس ملک میں گڑ بڑ ہو اور یہاں کوئی نظام نہ ہو ۔ اور ان کا جو دل چاہے وہ کریں ۔ لیکن یہاں کے عوام یہ نہیں چاہتے ۔ یہ عوام اب سمجھ چکے ہیں کہ اس ملک کی ترقی کے لئے اس حکومت نے جو کام کیا ہے وہ دوسری حکومتوں نے نہ کبھی کیا تھا اور نہ انشاءاللہ کر سکیں گی ہمارے وزراء صاحبان ہمارے ساتھ ایسے ملتے ہیں جیسے بھائی ملتے ہیں ۔ میں نے کبھی یہ محسوس نہیں کیا کہ یہ وزیر ہیں ۔ ہم بھائیوں کی طرح ان سے ملتے ہیں ۔ اپنے واقعات ان کے سامنے بیان کرتے ہیں ۔ اپنے مطالبات ان کو بتاتے ہیں ۔ حتیٰ کہ ہمارے محبوب گورنر صاحب پچھلے دنوں جب پشاور تشریف لائے تو انہوں نے عوام کے مطالبات خود

دیکھے اور سنے - اور عوام سے خطاب کیا - بلکہ یہاں تک کہ مجھے اجازت دی کہ حزب احتلاف کو بھی بلا لو تاکہ وہ مجھ پر سوال کریں اور میں ان کا جواب دوں - یہ بڑی فراخدلی ہے جناب -

عالی جاہ - قرضہ کے متعلق میں فاروقی صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ہماری حکومت خدا نخواستہ اتنی بے بس ہو گئی کہ بیرونی قرضے ادا نہ کر سکی تو ہم پاکستانی مل کر اپنے ملک کی بقا کیلئے خود قرضے ادا کریں گے - انشاء اللہ - ہم میں یہ توفیق ہے اور پاکستان میں بھی اور پاکستانی عوام میں بھی ہے - گذشتہ جنگ میں آپ نے دیکھا کہ پاکستان کے عوام نے کس ایمانداری سے مقابلہ کیا اور ہمیں یہ بھی سوچنا چاہئے کہ آئندہ اگر کوئی ایسی مصیبت آئی تو اسکا مقابلہ کیسے کرنا چاہئے -

جناب عالی - پٹھانوں پر یہ الزام تھا - ہم پر یہ الزام تھا کہ ہم پختونستان کے حامی ہیں - اور مجھے یہ شک ہوگیا تھا کہ میں ہندو ہوں یا مسلمان ہوں کیونکہ اسلام ہی مسلمان اور ہندو کے درمیان ایک فرق ہے -

میں نے ریفرنڈم لڑا ہے اور میں نے یہ ثابت کر دیا کہ میں مسلمان ہوں ۔ یہ الزام ایک آدمی کی وجہ سے تھا کہ جس نے ہندو کے ہاتھ میں آکر تمام پٹھانوں میں منافرت پھیلا دی ور ایسے واقعات پیدا کر دیئے کہ ہم پختونستان لیں گے ۔ میں بحیثیت پٹھان اور پٹھانوں کی طرف سے آپکو یقین دلاتا ہوں کہ ہم پاکستانی ہیں اور پاکستان کے وفادار ہیں اور ہم کسی قوم کو نہیں مانتے (خوب ۔ خوب) لیکن اسکے ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ اگر ہم میں غدار ہیں اور (پہلے زمانے میں بھی غدار گذرے ہیں) تو دوسرے صوبوں میں بھی غدار ہین ۔ اکیلے ہم میں نہیں ہیں ۔ اوروں میں بھی ہیں ۔ یہ علیحدہ علیحدہ رنگوں میں آتے ہیں اور علیحدہ علیحدہ روپوں میں اپنا کام کرتے ہین ۔ لیکن ہم میں جو غدار تھے ہم نے ان کی سرکوبی کی اور اب ہم پاکستان کا حصہ ہیں اور انشاء اللہ ہم پاکستان کا حصہ رہیں گے ۔

جناب عالی ۔ ون یونٹ کا میں ابتداء سے حامی ہوں ۔ میں پٹھان ہوں لیکن میری طبیعت میں یہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ سب مسلمان

بھائی ھیں ۔ اور ایک اللہ اور ایک رسول کے بندے ھیں ۔ مجھے پنجابی ۔ بلوچی ۔ پٹھان اور سندھی میں کوئی فرق نظر نہیں آتا ۔ اور نہ بنگالی میں ۔ بحیثیت ایک پاکستانی کے ابتداء سے میرا یہ عقیدہ رہا ھے ۔ میں نے سنٹرل اسمبلی کا ایک الیکشن بھی اس بات پر ھارا ھے کہ ان کی شرط یہ تھی کہ جو ون یونٹ کا حامی ھو اسکو ووٹ مت دو ۔ مجھ کو ایک خدائی خدمت گار نے یا پتہ نہیں کون تھا اس نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ بتاؤ کہ ون یونٹ کے متعلق تمہارا کیا خیال ھے ؟ میرے دوسرے بھائی نے جو مسلم لیگی بھائی تھا ۔ رفیق تھا کیونکہ ٹکٹ اس وقت نہیں ملے تھے ۔ اس نے صاف صاف کہدیا کہ میں توڑوں گا ۔ لیکن جب مجھ سے پوچھا گیا تو میں نے کہا کہ بھائی آپ بتائیے کہ ون یونٹ کیسا ھے ؟ اچھا ھے یا برا ھے ؟ تو اس نے کہا کہ بھائی تم بتاؤ کہ ون یونٹ توڑو گے یا نہیں ؟ میں نے کہا کہ نہیں ۔ اس نے کہا کیوں ؟ میں نے کہا کہ تین آدمی تھے ۔ ایک تھا شاعر ۔ ایک تھا حکیم اور ایک تھا میرے جیسا بے علم ۔ گل لالہ یا لالہ کا پھول کوئی شخص لایا ۔ کہ جس

کا سینہ پر داغ ہوتا ہے ۔ حکیم سے پوچھا گیا کہ " گل لالہ در سینہ داغ چون دارد ؟ " اس نے جواب دیا " طبع نازک فساد خون دارد " ۔ اس نے اپنی طبیعت کے مطابق جواب دیا ۔ شاعر سے جب پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا " غم جاناں در درون دارد " ۔ جب مجھ جیسے بے علم سے پوچھا گیا تو اس نے اپنی بے علمی کی وجہ سے جواب دیا " چوب سبز درون کون دارد " ۔ اس وجہ سے اس کے سینے میں داغ ہے ۔ جناب عالی ۔ میں نے کہا ہے کہ زمیندار کی حیثیت سے پوچھتے ہو تو پنجاب سے غلہ آئے گا اور میرا گڑ اور مرچ وہاں جائیگی ۔ اور اگر official level پر مجھ سے پوچھتے ہیں تو ہمارا ڈپٹی کمشنر موجود ہے ۔ وہ بتائے کہ ون یونٹ اچھا ہے یا برا ۔ حقیقت یہ ہے کہ ون یونٹ کی خرابی کی ذمہ داری صرف ان لوگوں پر ہے جو عام لوگوں کو متاثر کرتے ہیں ۔ مثلاً پشاور کا ایک آدمی ہے ۔ اور غریب ہے ۔ آپ اسکو کراچی تبدیل کر دیتے ہیں ۔ اسکی تنخواہ اتنی ہی رہتی ہے ۔ وہ گذارہ نہیں کر سکتا تو وہ کہتا ہے کہ ون یونٹ خراب ہے ۔ پھر کیا ہوتا ہے ؟

بار لوگ اور اکساتے ہیں ۔ میں اس کے لئے request کروں گا جناب عالی کہ خدا کے لئے وزراء صاحبان اور افسران اس طرف ضرور توجہ دیں ۔ تاکہ دشمنوں کو موقع نہ ملے ۔ کہ وہ اس بات پر کسی کو آنے دیں کہ ون یونٹ خراب ہے ۔ اور یہ جو اتحادالمسلمین ہوا ہے وہ ناکارہ ہوگیا ہے ۔

جناب عالی ۔ میں ایوان کے وقت کو ضائع نہیں کروں گا ۔ میرے دل میں تو بہت سی باتیں ہیں ۔ اور میں نے تقریر بھی نہیں کی کیونکہ گلا خراب ہے ۔ میں یہ آپ کو بتاؤں گا کہ دشمن ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے ۔ وہ لوگ ایسٹ پاکستان میں جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ویسٹ پاکستان نے ہمیں کھا لیا ہے ۔ ویسٹ میں آتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ صدر ایوب نے سب کچھ ایسٹ کو دے دیا ہے ۔ مجھے حیرانی ہے کہ ایسٹ اور ویسٹ کو جدا کرکے ان کو کیا فائدہ پہنچے گا ۔ اسی طرح ون یونٹ کو توڑ کر ان کو کیا فائدہ پہنچے گا ۔ میں نے اس کے متعلق سوچا ہے اور میں کوئی بے وقوف نہیں ہوں میں پوچھتا ہوں کہ اگر آپ سابق سرحد کو اپنے سے جدا کریں گے تو یہ جو ۵۰ لاکھ قبائلی ہیں

جن کی کوئی آمدنی نہیں ہے ان کا بوجھ کن پر پڑے گا ؟ کیا ہم میں مالی استطاعت ہے ؟ ہم پنجاب کے شکر گذار ہیں کہ اس نے اپنے بڑے حصہ کو ہمارے چھوٹے حصہ کے ساتھ شامل کیا ہے لیکن ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں ہمارا حق دو ۔ اور یہ بھی اپیل کر سکتے ہیں کہ ہم آپ کے چھوٹے بھائی ہیں ۔ آپ فراخدلی سے کام لیں گے تو ہم بھی ایسا کریں گے ۔ بحیثیت مسلمان اگر ہم ملک کی خاطر مریں گے تو مر جائیں لیکن آپ کبھی یہ نہ سوچیں گے کہ ہم بھوکے مر گئے ۔ ہم آپ سے اپیل کرتے ہیں کہ بڑے بھائی کو چاہئے کہ چھوٹے بھائی سے اچھا سلوک کرے ۔ ملازمتوں میں تجارت میں اور ہر شعبہ میں اچھا سلوک ہو ۔

مسٹر سپیکر ۔ نواب زادہ چودھری اصغر علی ۔

خان مکرم خان ۔ جناب والا ۔ اب میں نے اپنے مطالبات پیش کرنے ہیں ۔

مسٹر سپیکر ۔ آپ اپنی نشست پر بیٹھ گئے تھے ۔

خان مکرم خان - میں صرف پانی پینے کے لئے بیٹھا تھا - کیونکہ میرا گلا خشک ہو رہا ہے -

مسٹر سپیکر - ویسے اگر ایک دفعہ آپ اپنی نشست پر بیٹھ جائیں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ دوبارہ آپ کو اجازت نہیں دی جائے گی -

خان مکرم خان - میں ذرا پانی پینے کے لئے بیٹھا تھا -

جناب عالی - میرا حلقہ نمبر ۳ بہت ہی پسماندہ ہے وہاں پر سیم اور تھور کی وجہ سے تباہی مچی ہوئی ہے - میں نے سنا ہے کہ بیرونی ماہرین نے سفارش کی ہے کہ یو (U) کی شکل کے جو areas ہوتے ہیں جیسا کہ پشاور میں ہیں ان کی نکاسی نہیں ہوتی - اور زرخیز ہوتے ہیں لیکن اس کا علاج ضروری ہے -

مسٹر سپیکر - ویسے خان صاحب بجٹ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے ؟

خان مکرم خان - بہت اچھا بجٹ ہے اور بہترین بجٹ ہے - اس

سارے بجٹ کی تعریف بھی کی ہے ۔ بحیثیت پاکستان میں اس بجٹ کو اچھا سمجھتا ہوں ۔

ایک معزز ممبر ۔ کیا آپ نے مبارکباد دی ہے ۔

خان مکرم خان ۔ میں نے تو پہلے عرض کر دیا ہے ۔ میں نے تو مبارکباد بھی نہیں دی ہے ۔ (قہقہہ)

ایک معزز ممبر ۔ دراصل آپ بھول گئے تھے ۔

خان مکرم خان ۔ غالباً آپ کو بھول گیا ہوگا کہ میں نے مبارکباد نہیں دی ۔

جناب عالی ۔ میں یہ عرض کرونگا کہ پشاور اور مردان کا علاقہ سیم اور تھور سے متاثر ہو رہا ہے اور اگر یہ علاقہ وارسک کی نہروں کی وجہ سے متاثر ہوا ہے۔ تو میں وزیر خزانہ اور وزیر آبپاشی سے عرض کرونگا کہ اس کے متعلق ضرور غور فرمائیں ۔ ہماری سڑکیں بالکل خراب ہیں جونیجو صاحب ہم پر مہربانی فرماتے ہیں ۔ انہوں نے شنکر گڑھ گل آباد سڑک کی منظوری دے کر عوام کے ایک قدیم مطالبہ کو پورا کیا ہے ۔ میں

ان کا مشکور ہوں لیکن میں یہ عرض کرونگا کہ یہ جو sugarcane cess ہے اس کی اتنی زیادہ رقم نہیں ہے اور اسے ہمارے حصہ میں سے مجرا نہ کریں بلکہ ہم کو بجٹ میں سے رقم ملنی چاہئے اور ہمیں مجبور نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ cess تو ہم voluntary طور پر دیتے ہیں اور یہ چھوٹی چھوٹی سڑکوں کے لئے ہے بڑے کاموں کے لئے نہیں -

خان ملنگ خان - وہ تو فی سبیل اللہ دیا ہے -

خان مکرم خان- جناب عالی- زراعت میں ترقی ہوئی ہے- ہم وزیر زراعت کے مشکور ہیں - اور صدر ایوب اور ان کی حکومت کے مشکور ہیں کہ انہوں نے ہمیں اچھا بیج دیا ہے اور خوشحالی کی منزل تک پہنچایا ہے - جناب عالی - ہمیں بھی یہ فخر حاصل ہے کہ اگر بھارت میں ایک خاتون وزیر اعظم ہے تو ہمارے صوبہ مغربی پاکستان میں بھی ایک خاتون وزیر ہے - - ہمیں اس بات پر فخر ہے - میں وزیر صحت سے عرض کروں گا کہ چھوٹی چھوٹی ڈسپنسریاں تو ضرور بنائی گئی ہیں لیکن ان چھوٹی چھوٹی ڈسپنسریوں کا اگر آپ تصور کریں تو آپ دیکھیں گے

کہ ایک ڈسپنسری میں ایک کمپونڈر ہوتا ہے ۔ ٹنکچر آئیوڈین کی ایک بوتل ۔ مکسچر کی دو بوتلیں ہوتی ہیں اور بس ۔ یہ اس کا نقشہ ہے ۔ اگر چار پانچ ڈسپنسریاں جمع کر کے ۲۵ یا ۳۰ ہزار کی آبادی پر ہم دس beds کا ہسپتال بنائیں تو اس میں عوام کی تکالیف کے لئے دوائیں میسر ہوں گی ۔ تربیت یافتہ ڈاکٹر میسر ہوگا ۔ اور یہ زیادہ بہتر ہوگا بہ نسبت اس کے کہ چار پانچ جگہ ڈسپنسریاں تو ہوں لیکن ان میں دوائیاں وغیرہ نہ ہوں ۔

مسٹر سپیکر ۔ اب آپ تشریف رکھیں ۔

خان مکرم خان ۔ جناب عالی ۔ صرف ایک منٹ کی اجازت دیں ۔

ایک معزز ممبر ۔ آپ خوشامد کیوں کرتے ہیں ۔

خان مکرم خان ۔ میں کسی کی خوشامد نہیں کرتا میں حقیقت بیان کرتا ہوں ۔ میں کسی کی خوشامد نہیں کرتا ۔ میں صرف پاکستان کی خوشامد کرتا ہوں اور اس کی خوشحالی کی دعا کرتا ہوں جناب عالی ۔ دریاؤں میں گرمی کے موسم میں پانی زیادہ ہوتا ہے ۔ طغیانی ہوتی ہے ۔

بربادی ہوتی ہے ۔ یہ انگریزوں کے زمانہ کی جو نہریں ہیں وہ تنگ ہیں ۔ ان کو کشادہ کیا جائے تو گرمی میں زمینداروں کو تکلیف نہ ہو اور وہ طغیانی سے بھی بچ جائینگے ۔ اس کے بعد سرحدی تنازعات کا ذکر کرونگا ۔ قبائلی ہمارے بھائی ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہماری زمین پر بے جا قبضہ کر لیں ۔ اس کا تصفیہ بہت لازمی ہے اور بہت ضروری ہے ۔ کیونکہ اس سے خطرناک نتائج پیدا ہو سکتے ہیں ۔ جناب عالی ۔ پشاور کے علاقہ میں چاول کی کمی ہے ۔ وہاں ۱۲۰ روپیہ من چاول بکتا ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے لئے بھی کوٹا مقرر کریں ۔ تاکہ وہاں کے عوام بھی چاول کھا سکیں ۔

مسٹر سپیکر ۔ اب آپ تشریف رکھیں ۔

نوابزادہ چودھری اصغر علی (گجرات ۔ ۱) ۔ جناب سپیکر ۔ میں حضور والا کا بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے ایک پسماندہ ضلع کے ایم ۔ پی ۔ اے کو وقت عطا کر کے مہربانی فرمائی ہے ۔

Mr. Speaker : The time is extended by half an hour.

نوابزادہ چودھری اصغر علی ۔ حضور والا ۔ مجھے یہ گذارش

کرنا ہے کہ باقی ضلع کے حضرات کے مقابلہ میں گجرات کے نمائندہ کو اتنا وقت تو مل جانا چاہئے جتنا دوسرے اضلاع کو ملتا ہے ۔ کیونکہ وہاں سے آئے ہوئے میرے بھائی میرے ساتھ پورا تعاون کرتے ہیں اور میری تقریر سے پہلے آپ سے کوئی وقت نہیں لیتے ۔

مسٹر سپیکر - میرے ضلع کا بھی یہی حال ہے ۔

نوابزادہ چودھری اصغر علی- جناب عالی- میں نے یہ عرض کرنا ہے کہ ہم یہاں ایک سال کے بعد اکٹھے ہوتے ہیں ۔ اگر یہاں صرف ایک مقررہ وقت کے اندر کچھ پوائنٹ ہی عرض کرنے ہیں تو ٹھیک ہے لیکن اگر ہم نے اپنے علاقوں کے متعلق تمام اطلاعات تمام ضروریات اور تمام مطالبات پیش کرنے ہیں تو اس میں تو کچھ وقت لگیگا ۔

مسٹر سپیکر - چودھری صاحب آپ تقریر شروع کریں ۔

نوابزادہ چودھری اصغر علی - ہو سکتا ہے یہ باتیں آئندہ کسی وقت کام آ جائیں ۔ اس لئے یا تو انگریز کے مقرر کردہ بجٹ کے دنوں میں اضافہ کر لیا جائے یا پہلے اور پچھلے پہر ساری رات بجٹ پر بحث کر

لی جائے کیونکہ ہم یہاں ٹھنڈے کمرہ میں بیٹھنے کے لئے نہیں آئے۔ کچھ نہ کچھ کہنے کے لئے آئے ہیں ۔ جن باتوں کا ہمیں پتہ نہیں وہ ہمیں معلوم ہو جائے اور جو باتیں ہمارے عمال حکومت تک نہیں پہنچ سکتیں وہ ہم ان کی خدمت میں عرض کریں ۔

حضور عالی ۔ مجھے یہ سوال کرنا ہے کہ گورنمنٹ کا جو لفظ ہے وہ کس چیز سے منسوب ہوتا ہے ؟

مسٹر سپیکر ۔ آپ تقریر فرمائیے چودھری صاحب ۔

نوابزادہ چودھری اصغر علی ۔ جناب میں دیانتداری سے عرض کر رہا ہوں کہ ہم جس سے بات کریں تو ہم ان کو گورنمنٹ سمجھتے ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ ایسا کام گورنمنٹ نہیں کرتی اور اگر افسران سے بات کریں تو وہ کہتے ہیں کہ گورنمنٹ ایسا نہیں کرتی تو ہمیں یہ معلوم ہو کہ آخر گورنمنٹ کون ہے ۔ اگر ہمیں پتہ چل جائے کہ فلاں گورنمنٹ ہے تو ہم اس سے بات کریں (قہقہہ) ۔ حضور عالی ۔ میں یہ سوال ایمانداری سے کر رہا ہوں ۔ کوئی ٹیڑھا سوال کرنے کے لئے یہ

نہیں پوچھ رہا ہوں ۔ بہرحال مجھے بجٹ کا شکریہ ادا کرنے سے پہلے اپنے صدر مملکت اور اپنے گورنر صاحب کا شکریہ ادا کرنا ہے اور صدر مملکت کی صحت اور درازی عمر کے لئے دعا کرنا ہے ۔ ابھی گورنمنٹ کا شکریہ ادا نہیں کروں گا ۔ گورنمنٹ کا نمبر بعد میں آئے گا ۔ ابھی میں گورنمنٹ کے کارپردازان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کیونکہ یہ بڑی مشقت اور تندھی سے اپنا کام کرتے رہے ہیں ۔ (قطع کلامیاں) ۔ مجھے چاپلوسی کی عادت نہیں ہے ۔ حضور عالی ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

هل جزا الحسان الی الحسان

ہم خوشامد کو کمینہ پن سمجھتے ہیں ۔ جناب میں کرمانی صاحب اور ان کے عملہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کیونکہ بجٹ کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ ایک ترقیاتی بجٹ ہے ۔ اس کی تفصیل میں میں نہیں جاؤں گا ۔ بہرحال اتنا عرض کروں گا ۔ کہ میں ۱۹۴۲ء سے اسمبلی سے منسلک رہا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہماری حکومت کو یہ بجٹ مبارک کرے ۔ لیکن صرف اتنا عرض کروں گا کہ اس مد سے اس سال کتنا روپیہ خرچ

ہو گا کیونکہ آج کل جو بجٹ بنتے ہیں ان میں کاغذ پر زیادہ خرچ ہوتا ہے اور عملی طور پر خرچ کا بجٹ نہیں بنایا جاتا ۔ اس لئے یہ عرض کرتا ہوں کہ تمام محکموں کے وزیر صاحبان اس طرف خیال رکھیں اور میری رائے یہ ہے کہ بجٹ بنائے کم جاتے ہیں اور دکھائے زیادہ جاتے ہیں ۔

اس کے بعد مجھے یہ کہنا ہے کہ ایک بہت بڑا طبقہ جو دیہاتیوں کا ہے کاشتکاروں کا ہے جس کی ترقی بہتری اور بہبود کے لئے پریذیڈنٹ صاحب اور گورنر صاحب نے اس بجٹ میں بہت گنجائش رکھی ہے ۔ اس طبقے کی بدحالی اسی طرح کی ہے ۔

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

کیونکہ نہ تو ہمارے لباس میں فرق پڑا اور نہ ہماری بود و باش میں فرق پڑا اور ہماری تعریف کی جاتی ہے کہ ہم دنیا کے کاموں میں جان تک قربان کرنے کے لئے تیار ہیں خواہ وہ فوجی ہو خواہ وہ مزدور خواہ وہ چاول کا کاشتکار ہو ہمارا نقشہ دیکھنے کے قابل ہوتا ہے ۔ لیکن

باوجود ان سب باتوں کے ایک چیز میری سمجھ میں نہیں آتی کہ کاشتکار سے یہ تو کہا جاتا ہے کہ وہ مزدور اناج پیدا کرے ۔ لیکن جب وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کو اس کی محنت کا پھل پورا نہیں ملے گا تو اس کا ذوق و شوق کم ہو جاتا ہے اس کے متعلق علامہ اقبال نے بھی کہا تھا

جس کھیت سے دھقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

جناب والا ۔ وہ ۳۶ روپے فی من گندم کا بیج ڈال دیتا ہے اور ہم زمیندار ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ اگر مہنگا بیج استعمال کیا جائے تو اس سے فائدہ ہو جاتا ہے اور جو چیز مہنگے داموں پر ملتی ہے لہذا ۳۶ روپے فی من بیج کے دام دیکر کاشتکار اور زمیندار ۱۷ روپے من منڈی میں گیہوں دیتا ہے تو اس طرح یہ خسارہ کا سودا کب تک چلتا رہے گا اس میں کھاد بھی ہے ٹیوب ویل کا خرچ بھی ہے اور باقی اخراجات بھی ہیں ۔ جناب والا ۔ کینال پر ٹیوب ویل لگائے جا رہے ہیں ۔ اور کل رانا پھول محمد صاحب کی تقریر سے پتہ چلا کہ گورنمنٹ ایک ایکڑ پر ٹیوب ویل کا

مالیہ لیتی ہے ۔ مخدوم صاحب اس وقت تشریف نہیں رکھتے ہیں ورنہ میں عرض کرتا کہ کیا ٹیوب ویل اور نہر کے پانی کے اکٹھا ہونے سے اس فصل کو دگنا پانی دیا جاتا ہے یا نہر سے ایک دفعہ جتنا پانی دیا جاتا ہے اتنا ہی پانی دیا جاتا ہے ۔ وہ تو از خود آمدنی دوگنی ہو جائے گی ۔ جس وقت ٹیوب ویل اور نہر کا پانی اکٹھا ہو گا ۔ یعنی دوگنی آبپاشی کی وجہ سے ۔ تو وہ تو ٹھیک ہے لیکن ایک ایکڑ کا فلسفہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ حضور دوگنا آبیانہ چارج کرنے پر کیوں مجبور ہوئے ہیں ۔ یہ تو میرے خیال میں کسی حساب سے بھی ٹھیک نہیں ہے ۔ پندرہ دنوں میں پانی آتا ہے اور نہر کا پانی ملا کر ایک ہفتے میں اس فصل کو دینا پڑتا ہے لیکن اگر ۱۵ دنوں کے بعد آئے گا ۔ فصل ایک ایکڑ ہو گی اور بیج ۳۶ روپے من لے کر ڈالیں گے اور کنٹرول ۱۰ روپیہ ہو گا تو یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو سمجھنے کی ضرورت ہے ۔ اس پر کچھ غور کرنا چاہئے کیونکہ یہ کاشتکاری تو اسی صورت میں ہو سکے گی جس وقت ایک مزدور کو اس کی محنت کا پھل ملے گا ۔

کپاس کا بھاؤ ۲۹ روپے من تھا ۔ جب گندم کا بڑھا تو کپاس کا بھی ساتھ ھی ساتھ بڑھ گیا ۔ اب کپاس کا بھاؤ کم ھو گیا لیکن کپڑے کا بھاؤ کم نہیں ھوا ۔ میں دریافت کرتا ھوں کیا کپڑا بھی آٹے کا بنایا جاتا ھے ؟ کپڑے کی قیمت بھی چڑھ گئی ۔ مجھے امید ھے حکومت اس طرف ضرور توجہ فرمائے گی کیونکہ یہ ملک کے ان داتا ھیں اور یہ توجہ فرمائیں گے تب ھی یہ کام چلے گا ۔ ورنہ جتنی محنت اس سال کی گئی ھے اگر ان غریب مزدوروں اور کاشتکاروں کو ان کی اس محنت کا پورا معاوضہ نہ ملا تو یہ کام میرے خیال میں نہیں ھو سکے گا ۔

دوسری گذارش یہ ھے کہ ملازمتوں کے سلسلے میں پوزیشن یہ ھے کہ آپ ھم سے ایک کام کرا لیں یا تو غلہ پیدا کرا لیں یا پھر ھمیں ملازمتوں میں جگہہ دیں ۔ ھم دھوپ میں کھڑے ھو کر چاول پیدا کریں اور زرمبادلہ حکومت کمائے ؟ ھماری مونجی کا کنٹرول ۲۸ روپیہ ھے لیکن پشاور میں چاول ۱۲۰ روپیہ فی من ھے ۔ ھم کیسے زندہ رہ سکتے ھیں جبکہ ھم تو ۲۸ روپیہ کی مونجی دیں اور ۱۲۰ پر بیچنے والا

بیچ لے تو اس طرف حکومت کو توجہ کرنی چاہئے یا پھر وہ کاشتکاروں کو آزاد چھوڑ دے کہ جو ہمیں کپڑا دے گا ۔ لوہا اور سیمنٹ دے گا باقی سب سامان دے گا اس کو ہم غلہ دیں گے ۔ لیکن افسوس کہ ہمیں کوئی نہیں پوچھتا کہ تمہاری بیوی اور تمہارے بال بچے کیسے ہیں ۔ تمہیں کتنے فی صد منافع ملتا ہے ۔ کوئی ہمیں نہیں پوچھتا کہ تمہیں گندم۔کپاس کس بھاؤ پڑے گی ۔ غریب مزدور تپتی دھوپ میں بیٹھ کر آپ کے لئے لمبی لمبی سڑکیں، تار کول کی بنا کر دیتے ہیں ۔ وہ تارکول سڑکوں پر ڈالتے ہیں ۔ coolers کی ٹھنڈک میں بیٹھنے والوں کا جی ٹی روڈ پر کوئی کام نہیں ۔ لیکن ہمارا کیا قصور ہے یا تو ہمیں اجازت دیں کہ ہم جس طرح چاہیں اپنی اجناس کی قیمت اپنی محنت کے مطابق مقرر کر لیں ۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم نہایت ہی وفادار ہیں ۔ مصیبت پڑنے پر اپنا جان و مال پیش کر دیتے ہیں ۔ ہم سرمایہ دار نہیں ہیں ۔ ہمارے پاس کسی مصیبت کے وقت بھاگ جانے کے لئے ٹرانسپورٹ نہیں ہے ۔ ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں ۔ ہمارا اکاؤنٹ بھی دوسرے ممالک میں نہیں ہے ۔ ہماری زندگی اور موت صرف اس پاکستان کی بقاء سے تعلق رکھتی ہے اور ہم جب تک رہینگے اسی پاکستان کی بقاء کے لئے رہینگے ۔

تو حضور والا ۔ ہماری طرف توجہ کرنی چاہئے ۔ یہ طبقہ اپنا ایک اصول رکھتا ہے ۔ اس کا ایک کیریکٹر ہے ۔ وہ اپنی روایات رکھتا ہے ۔ اسکی حفاظت کرنا حکومت کا عین اور اولین فرض ہے ۔ ہمارے لئے یہ درست نہیں ہے کہ ہم کسی طور پر کوئی agitation کریں ۔ بہتر یہی ہے کہ غریب مزدوروں کے حقوق کی آپ نگہداشت کریں ۔ مزدوروں کو ان کے حقوق دیں ۔ آپ کے پاس قانون ہے جس کے ذریعے ان کے حقوق کی حفاظت ہو سکتی ہے ۔ تو حضور والا۔ ان چیزوں کی اصلاح ہونی چاہئے ۔ جب بڑے بڑے افسران اور وزرائے کرام دیہاتیوں کے متعلق بات کرتے ہیں تو یوں سمجھا جائے جیسے بعض ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو بیمار ہوتے ہیں ۔ اگر ان کا کیس بورڈ کے سامنے پیش کیا جائے تو کیا حرج ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طریقہ سے اس بیمار یا مریض کی بیماری کا تجزیہ ہو سکیگا اور پھر وہ صحت یاب ہو کر پوری تن دہی سے کام کر سکیگا ۔ میں نے اپنی تقریر میں ملازموں کا بھی ذکر کیا ہے ۔ میں دیکھتا ہوں کہ ان میں ایک طرح کا مقابلہ ہے لیکن ہمارا اس میں کیا قصور ہے ۔ تعلیم کا بھی میں نے ذکر کیا ہے ہماری ۸۵ فیصد آبادی دھوپ میں کھیتی باڑی کرتی ہے ان کے حقوق کا پورا خیال رکھنا چاہئے ۔ کہا جاتا ہے کہ ہماری ترقی کے لئے بہت کچھ ہو رہا ہے لیکن حضور

والا ۔ تا تریاق از عراق آوردہ شود ۔ مار گزیدہ مردہ شود والا معاملہ ہے ۔ میں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو چور بازاری اور سمگلنگ میں لگے ہوئے ہیں ۔ وہ قوم دشمن عناصر ہیں ۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جتنا زیادہ سے زیادہ روپیہ کمالیں ان کے لئے بہتر ہے ۔ وہ ہم کاشتکاروں کو ایک مزدور کی حیثیت سے زیادہ دیکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو اس لئے میں عرض کرتا ہوں کہ حکومت ہماری طرف توجہ کرے اور ہمیں بھی اس ترقی یافتہ برادری کے ساتھ ملا دے کیونکہ ہم ان کے بڑے اچھے بھائی ہیں ۔ ان میں تو اتنی بھی طاقت نہیں کہ ایک بابو یا ایک پروفیسر کا سٹیشن سے بستر اٹھا کر لے جائیں ۔ لیکن جو طبقہ پاکستان کی حفاظت کے لئے اس کی سالمیت کے لئے کام کرتا ہے اور جو تناسب کے لحاظ سے ۸۵ فیصد ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کی طرف ضرور توجہ کرنی چاہئے ۔ چاول کے متعلق حضور جیسا میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کوئی طریقہ ایسا کرنا چاہئے کہ پشاور والے جو ۱۲۰ روپے من چاول کھانے والے ہیں ان کا ہم سے تعلق ہو جائے پیدا کرنے والوں اور کھانے والوں کا براہ راست تعلق پیدا ہو تو دونوں کو فائدہ ہوگا ۔ اس کے بعد ۱۲۰ روپے من لینے والے کو چاول ۶۰۔۵۰ روپے من مل جائیگا اور ہمیں بھی اس کی اتنی قیمت مل جائیگی ۔ لاہور میں چاول ۸۰ روپے یا ۱۰۰ روپے من

بکتا ہے ۔

اس کے بعد حضور والا ۔ میں نے اپنی گورنمنٹ سے اور ممبران سے اور منسٹر صاحبان سے یہ عرض کرنا ہے کہ اگرچہ اس دور میں اس وقت ہمارا ملک بے حد ترقی کر رہا ہے مگر ایک طبقہ بلا شبہ ایسا ہے جو تخریب کے درپے ہے ۔ جہاں تک ہماری آپوزیشن کا تعلق ہے ان میں کئی اچھے صاحبان ہیں اور اگر چہ اب وہ پبلک میں حکومت کی مخالفت نہیں کر سکتے لیکن مجھے ایک ڈر ہے کہ اب کچھ لوگ مخالفت پردہ میں کریں گے ۔ ایسے خانصاحبوں اور ابوسفیانوں سے حضور ضرور پرہیز کریں ۔ ان کی شناخت آپ کا کام ہے ۔ جو fifth column ہوا کرتے ہیں وہ کہیں باہر سے نہیں آتے ۔ وہ کارکنوں کے اندر ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ اس قسم کی تخریبی باتیں اور تخریبی کارروائی کرتے ہیں ۔ کیونکہ پارٹیشن کے موقع پر بھی جب ہندو مسلمانوں کی افراتفری پڑی تو میں نے ایسی چیزیں دیکھی تھیں ۔ ایک دفعہ کانگرس کا جلسہ تھا تو وہاں کچھ جھگڑا ہو گیا ۔ ہندوؤں کو خیال ہوا کہ شاید یہ مسلمان ہمیں ماریں ۔ وہاں جلسہ میں اندھیرا ہو گیا ۔ اور وہ لوگ پنڈال سے باہر نکلنے لگے تو حضور وہ ہندو کہتے تھے "لا الہ الا اللہ" ۔ میں وہیں تھا ۔ میں نے اپنے کانوں سے انہیں کلمہ پڑھتے سنا ۔ ان کا خیال تھا کہ

کلمہ پڑھنے سے وہ بچ جائیں گے ۔ اصل میں تو حضور وہ پڑھتے نہیں تھے وہ دھوکہ دیتے تھے ۔ تو اس کی طرف ضرور توجہ کرنی چاہئے ۔

مسٹر سپیکر ۔ آپ اپنی تقریر ختم کرنے کی کوشش فرمائیں ۔

نوابزادہ چودھری اصغر علی ۔ تقریر تو حضور ابھی میں کر ہی نہیں سکا ۔

مسٹر سپیکر ۔ چودھری صاحب آپ نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ گورنمنٹ کیا ہے ؟ کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ تقریر کیا ہے ؟ (قہقہہ)

نوابزادہ چودھری اصغر علی ۔ حضور یہ صوبہ کاشتکاروں کا ہے اور میں نے اس طبقہ کے لئے عرض کیا ہے کہ ان کی تعمیر اور ترقی کے لئے کچھ کرنا چاہئے ۔

مسٹر سپیکر ۔ یہی تقریر تھی ۔

نوابزادہ چودھری اصغر علی ۔ حضور ڈاکٹر صاحب جب سیالکوٹ کا ذکر فرما رہے تھے کہ وہاں فلاں چیز نہیں ہے ۔ اور فلاں نہیں ہے تو مجھے یہ شک پڑ گیا تھا کہ وہ شاید گجرات کی بات کر رہے ہیں کیونکہ ۱۹۶۵ء میں سیالکوٹ پر بھی حملہ ہوا تھا ۔ اور گجرات پر بھی

بھاری ہوئی تھی ۔ تو میرے خیال میں کہیں جناب یہ بات تو نہیں ہے کہ یہ دونوں اضلاع بارڈر کے ہیں ۔ انکا اعتبار کوئی نہیں کہ کب یہاں جھگڑا پڑ جائے ۔ کب یہ آباد ہوں ۔ کتنے عرصے کے بعد پھر کوئی اس قسم کے واقعات پیدا ہو جائیں ۔ اس لئے گجرات اور سیالکوٹ دونوں کا کوئی کام نہیں کرنا چاہئے۔ جس وقت کشمیر کا پکا فیصلہ ہو جائے گا تب شاید کرنے کا ارادہ ہو ۔ (تالیاں) .

حضور والا ۔ مقامی مسائل کے متعلق یہ عرض کروں گا کہ گجرات سے شمال کی طرف جہاں بارڈر سے اس دفعہ چھمب جوڑیاں پر حملہ ہوا تھا وہاں تک پکی سڑک ہونی چاہئے ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان تھا کہ اس موسم میں کوئی بارش نہ ہوئی ورنہ ہم کوئی ٹینک یا کوئی چیز وہاں نہیں پہنچا سکتے تھے ۔

مسٹر سپیکر ۔ اب آپ تشریف رکھیئے ۔

Yes, Sardar Muhammad Ashraf.

The time of the House is extended till Sardar Muhammad Ashraf finishes his speech.

سردار محمد اشرف خان (پارلیمنٹری سیکرٹری) ۔ جناب سپیکر ۔ آئندہ مالی سال کا میزانیہ پچھلے دس سال کے ترقیاتی پروگرام کا مظہر ہے

اور آئندہ آنے والے سالوں میں اقتصادی خوشحالی کا آئینہ دار ہے ۔ اس معزز ایوان میں دونوں اطراف سے جو تقاریر ہوئی ہیں ان سے صاف طور پر عیاں ہے کہ موجودہ حکومت نے اپنے دس سالہ دور حکومت میں سابقہ حکومتوں کے دس سال کے عرصہ کے مقابلہ میں کئی گنا ۔ اور بقول قائد حزب اختلاف ۴۰۰ گنا سے بھی زیادہ رقومات ترقیاتی پروگراموں پر خرچ کی ہیں ۔ اس سے ہر محب وطن پاکستانی ایک ہی نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہے کہ وہ عہد جو صدر مملکت نے ۱۹۵۸ء میں عنان حکومت سنبھالتے وقت عوام سے کیا تھا کہ وہ قوم کو اقتصادی خوشحالی سے ہمکنار کریں گے اور اقتصادی بد حالی کا قلع قمع کریں گے وہ اب زندہ حقیقت بن گیا ہے ۔

جناب والا ۔ پیشتر اس کے کہ میں حقائق و دلائل سے اس بات کو ثابت کروں میں ایک مسئلہ کے اوپر آپ کی توجہ مبذول کرانا لازمی سمجھتا ہوں ۔ قائد حزب اختلاف نے اپنی تقریر کو شروع کرتے وقت یہ فرمایا تھا کہ وہ اپنی تقریر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کریں گے ۔ انہوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ اقتصادی مسائل اور سیاسی مسائل دو مختلف چیزیں ہیں ۔ جناب والا ۔ آپ اس سے متفق ہونگے کہ سیاسی استحکام کے بغیر اقتصادی خوشحالی یا ترقی نا ممکن

ہے اور اقتصادی بد حالی میں سیاسی استحکام نا ممکن ہوتا ہے ۔ قائد حزب اختلاف اس چیز سے تو انکار نہیں کر سکے کہ موجودہ دور حکومت میں ترقیاتی پروگراموں پر کئی گنا زیادہ اخراجات کئے گئے ہیں لیکن انہوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ بعض شعبوں میں گو اخراجات زیادہ ہوئے لیکن وہ نتائج برآمد نہ ہوئے جو ان کی نسبت سے ہونا چاہئیں تھے ۔ اس سلسلہ میں انہوں نے محکمہ تعلیم کی طرف خاص طور سے توجہ دلانے کی کوشش کی ہے ۔ انہوں نے فرمایا کہ اس مد میں اخراجات ۴۰۰ فیصد زیادہ ہوئے ہیں لیکن کالجوں اور سکولوں کی تعداد اس تناسب سے نہیں بڑھی ۔ اس مسئلہ پر فاضل وزیر تعلیم پوری طرح روشنی ڈالیں گے لیکن میں جناب خواجہ صاحب کی ایک بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جہاں اجتماعی ترقی ہو رہی ہو وہاں زندگی کے ہر شعبہ پر ایک تناسب کے لحاظ سے توجہ دینی پڑتی ہے ۔ یہ بات نا ممکن ہوتی ہے کہ ایک شعبہ بہت زیادہ ترقی کر جائے اور دوسرے شعبہ کو نظر انداز کر دیا جائے ۔ لہذا حکومت نے صنعتی ۔ تجارتی اور دوسرے ضروری شعبوں کے ساتھ ساتھ تعلیم کے شعبوں میں ایسی تبدیلیاں پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جو وقت کی ضروریات کے ساتھ پوری اتر سکیں ۔ اس سلسلہ میں جناب خواجہ صاحب کی توجہ ان اصلاحات کی وجہ سے نمایاں تبدیلیوں کی طرف

دلانا چاہتا ہوں جو حکومت نے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ چلنے اور حالات پر قابو پانے کے سلسلہ میں کی ہیں ۔ خواجہ صاحب ان تمام باتوں کو فراموش کر گئے ہیں کہ ہم صنعتی اور advanced زرعی دور میں پولی ٹیکنک اور Superior سائنس کالجرز جیسے دو ٹیکنیکل اداروں کے اوپر جو روپیہ خرچ کر رہے ہیں وہ کسی طور پر بھی کم نہیں ہے ۔ اگر خواجہ صاحب آرٹس کالجز ۔ پرائمری اور مڈل سکولوں کی تعداد میں الجھنے کی بجائے ان رقومات اور ان اعداد و شمار میں جاتے جو حکومت سائنس اور ٹیکنیکل ایجوکیشن پر خرچ کر رہی ہے تو شائد خواجہ صاحب کو یہ دلیل دینے کی ضرورت نہ پڑتی ۔

جناب والا ۔ میں تمام شعبہ جات میں سے جن کا ذکر اکثر جوابی تقاریر میں ہوگا ان کی توجہ صرف محکمہ صنعت کی طرف دلانا چاہتا ہوں ۔ جناب خواجہ محمد صفدر صاحب نے بالخصوص اس دور کے متعلق جس کا ذکر انہوں نے اپنی تقریر میں کیا تھا بہت سے دلائل پیش کرنے کی کوشش کی تھی کہ اس وقت کی حکومت کے سامنے زیادہ مسائل تھے ۔ ان کے سامنے زیادہ دقتیں تھیں اور وہ اس لئے ترقیاتی کاموں کی طرف زیادہ

توجہ نہ دے سکے ۔ جناب والا ۔ یہ میں تسلیم کرنے کو تیار ہوں کہ قیام پاکستان سے چند سال بعد تک ایسے حالات تھے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جا سکتا کہ ان حکومتوں کو ۱۱ سال ضائع کرنے کی اجازت دی جا سکے اور وہ ملک کی اقتصادی خوشحالی کی طرف اپنی توجہ مبذول نہ کر سکیں ۔ ان حکومتوں نے ۱۹۴۷ء کے بعد صنعت کی ترقی کی طرف سب سے پہلے قدم ۱۹۵۴ء میں اٹھایا یعنی قیام پاکستان کے ۷ سال بعد پہلا پنجسالہ منصوبہ تیار کرنے کی کوشش کی جس کی ابتداء ۱۹۵۵ء میں ہونی تھی اور ۱۹۶۰ء میں اسکی تکمیل ہونی تھی لیکن یہ بات انتہائی افسوسناک ہے بلکہ میں کہوں گا انتہائی شرمناک ہے کہ وہ منصوبہ جسکی تشکیل ۱۹۵۴ء میں کی گئی اور ۱۹۵۵ء میں جسکی ابتداء ہونی تھی اس پر عملدرآمد نہ ہو سکا ۔ میں نہیں کہتا کہ حکومت نے کن وجوہات کی بناء پر اسکی ابتداء نہ کی ۔ اگر قائد حزب اختلاف یہاں موجود ہوتے تو وہ خود اسکے متعلق بتاتے کہ کن وجوہات کی بناء پر صنعتی منصوبہ بندی یعنی پہلا پنجسالہ منصوبہ جس کی تکمیل ۱۹۵۵ء میں ہو چکی تھی اسکی منظوری ۱۹۵۷ء کے آخر تک کیوں نہ دی جا سکی ۔

جناب والا ۔ اگر میں یہ کہوں کہ پہلے ۱۱ سالہ دور میں صنعت کے شعبہ میں پہلی حکومتوں نے پوری توجہ نہیں دی تو یہ بے جا نہ ہوگا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ میں یہ بات کہنے میں بھی حق بجانب ہوں گا کہ ۱۹۵۸ء کے بعد موجودہ حکومت نے اس شعبہ کے اوپر اپنی مکمل توجہ دینی شروع کر دی اور پہلے پنجسالہ منصوبہ میں ۵۰ء ملین روپیہ پبلک سیکٹر میں اور ۱۱ سو ملین روپیہ پرائیویٹ سیکٹر میں خرچ کیا گیا ۔ میں اس کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلی حکومتوں کی کارکردگی کی وجہ سے زر مبادلہ کے حصول کے لئے بہت سی دشواریاں پیش آئیں ۔ اس کی بدولت ۱۹۵۸ء کے شروع میں یعنی موجودہ حکومت کے آنے کے فوراً بعد جو رکاوٹیں پیش آئیں وہ بھی کثیرالتعداد تھیں لیکن اسکے باوجود ۱۹۵۹ء میں یعنی ایک سال بعد ہماری جو صنعتی پروڈکشن تھی اس میں ۸۰ فیصد اضافہ ہوا اس کے بعد ۱۹۵۹ء میں حکومت نے ایسے قدم اٹھانے شروع کئے جن سے نجی شعبوں میں ایک اچھا خاصا incentive ملا اور حکومت نے ایک نئی سکیم کا اجراء کیا جس کو بونس سکیم کہتے ہیں ۔ بہت سی انڈسٹریز جن میں کاٹن ۔ جیوٹ ۔ پیپر سیمنٹ ۔ فرٹیلائزرز ۔ شوگر اور سگرٹ کی انڈسٹریز بھی ہیں ۔ اس incentive کی وجہ سے ان کی production capacity ۱۹۶۰ء میں آخری حد تک پہنچ گئی اور انہی

ایام میں پی ۔ آئی ۔ ڈی ۔ سی نے اپنا پورا role ادا کیا ۔ وہ صنعتیں جن میں لوگ نجی سرمایہ لگانے سے گریز کر رہے تھے وہ اس شعبہ کے سامنے آنے شروع ہوئے اور ایسی صنعتوں کا قیام بھی شروع کر دیا گیا اور ان میں اچھی خاصی کامیابی ۱۹۶۰ء تک ہوئی ۔ ۱۹۶۰ء میں جب دوسرے پنجسالہ منصوبہ کو مرتب کیا گیا تو اس وقت دو اصولوں کو مد نظر رکھا گیا ۔ ایک یہ کہ ہمیں ایسی صنعتوں کا قیام عمل میں لانا چاہئے جن کی بنیاد ہماری زراعت پر ہو ۔ اگر میں یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ حکومت کی جو موجودہ agro-industrial policy ہے یعنی زراعت اور صنعت میں توازن قائم کرنے کی پالیسی جو ہے اسکی ابتداء دوسرے پنجسالہ منصوبہ میں جو ہماری موجودہ حکومت کا مقرر کردہ تھا اس میں کی گئی تھی ۔ دوسری پالیسی کا مقصد یہ تھا کہ ہم ایسی صنعتوں کا قیام عمل میں لائیں جن میں ہماری consumer goods کی امپورٹ کم ہو اور capital میں investment زیادہ ہو ۔ اس سلسلہ میں ان انڈسٹریز پر زور دیا گیا جن کا تعلق زراعت کے شعبہ سے تھا اور اس میں دوسرے پنجسالہ منصوبہ میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے ۔ یہاں تک کہ فلور ملز کی

جو willing capacity تھی اسکو پہلے سے ۴ لاکھ ٹن زیادہ کر دیا گیا ہے اور اس طریقے سے چاول کی husking capacity ۵ لاکھ ٹن زیادہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ اسی طریقے سے vegetable ghee اور edible oil کو ترجیح دی گئی ہے اور اس میں نمایاں کامیابی حاصل کی گئی ہے ۔ اسی طریقے سے ٹیکسٹائل ملز کی manufactures کی طرف خاص توجہ دی ہے ۔ ان کو مزید ماڈرن بنانے کیلئے ۷ ہزار ایڈیشنل پاور لومز لگائے گئے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ ایکسپورٹ کی جا سکے ۔ ان میں ایسی چیزیں کی گئیں کہ ان کی efficiency کو بڑھانے کیلئے atmospheric condition at factory کے کنٹرول کا اہتمام کیا گیا ہے ۔ اسی طریقے سے مائنز ۔ سیمنٹ اور سرامیکس کی طرف خاص توجہ دی گئی ہے اور اس شعبہ پر ۲۷۵ ملین روپیہ خرچ کیا گیا ۔ جناب والا ۔ اسکے علاوہ پچھتر ملین روپے انڈسٹریل ایسٹیٹ کے قیام پر بھی خرچ کئے گئے۔ تیسرے منصوبے کی تشکیل کے وقت جہاں agro-industrial economy کو ملحوظ خاطر رکھنا تھا وہاں حکومت نے بنیادی صنعتوں کی طرف بھی توجہ دینی شروع کی ۔ میں ان بنیادی صنعتوں کا ذکر بعد میں کروں گا

جن کی طرف حکومت نے توجہ دی ہے ۔ حکومت نے پہلے منصوبے کے دو سالوں میں تین سو پچاس ملین روپے ' دوسرے منصوبے میں چار ہزار پچاس ملین روپے اور تیسرے منصوبے میں چودہ ہزار ایک سو نوے ملین روپے خرچ کرنے تھے ۔ اس سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ صنعتی ترقی میں تمام تر کامیابی موجودہ حکومت کی کوششوں کی وجہ سے ہے ۔ میں ایک اور چیز کی طرف آپ کی توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دوسرے پنجسالہ منصوبے کے اختتام پر ہماری production capacity کیا تھی اور تیسرے پنجسالہ منصوبے میں ہمارا target کیا ہے ۔ دوسرے پنجسالہ منصوبے کی تکمیل کے وقت شکر کے معاملے میں ہماری production capacity تین سو بارہ ہزار ٹن تھی اور ۱۹۷۰ء تک کا ہمارا target چھ سو چالیس ہزار ٹن ہے ۔ اسی طرح vegetable گھی کے سلسلے میں ہماری production capacity ۱۹۶۴-۶۵ء میں نوے ہزار ٹن تھی جبکہ اب ہمارا target ایک سو چالیس ہزار ٹن ہے ۔ اسکے بعد ٹیکسٹائل ملز میں in mill pounds cotton yarn کی جو production capacity ہے وہ پانچسو بیس ملین پاؤنڈ تھی اور ۱۹۷۰ء میں ہمارا target سات سو بیس

ملین پاؤنڈ ہے ۔ اسی طرح سے میں یہاں پر سیمنٹ کا ذکر کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ۱۹۶۴-۶۵ء میں ہماری سیمنٹ کی پیداوار بیس لاکھ ٹن کے قریب تھی اور اب ہمارا target ساٹھ لاکھ ٹن ہے ۔ میں وضاحت کے ساتھ تمام مدات کے متعلق عرض کر دیتا لیکن وقت کی کمی کے پیش نظر میں اسے پھر کسی موقع کے لئے ملتوی کر دیتا ہوں ۔ پھر بھی میں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں ۔

Sir, if you desire I can continue tomorrow.

Mr. Speaker : Please try to finish. There are so many members who want to speak.

پارلیمنٹری سیکرٹری ۔ اسکے علاوہ دیگر اہم تفصیلات بھی ہیں کہ جن سے یہ بات صاف طور پر عیاں ہو جاتی ہے کہ تقریباً تمام شعبوں میں بے پناہ ترقی ہو رہی ہے ۔ ان تمام کوششوں کی وجہ سے ہماری consumer goods کی درآمد کی فیصد شرح جو ۱۹۵۱ء میں چھیالیس فیصد تھی اب ۱۹۶۴-۶۵ء میں گھٹ کر صرف بائیس فیصد رہ گئی ہے ۔ جہاںتک capital goods کے اضافے کا تعلق ہے وہ ۱۹۵۱ء میں بیس فیصد تھی اور ۱۹۶۴-۶۵ء میں بڑھ کر سینتالیس فیصد ہو گئی ہے ۔

اسکے بعد میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ڈبلیو - پی - آئی - ڈی - سی کے متعلق بھی جناب کی خدمت میں کچھ عرض کر دوں - اس شعبے نے اب تک اڑتالیس پراجیکٹ مکمل کئے ہیں جن میں سے انیس کو مکمل طور پر چلانے کے بعد نجی شعبوں میں منتقل کر دیا گیا ہے - تیسرے پنجسالہ منصوبے کے دوران اس شعبے نے پانچ نئے پراجیکٹ مکمل کئے ہیں اور سات موجودہ سال میں پایۂ تکمیل تک پہنچ جائیں گے -

جناب والا - آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے اپنی تقریر کی ابتدا میں ذکر کیا تھا کہ حکومت اس وقت agro-industrial economy کے علاوہ consumer goods میں خود کفیل ہونے کے لئے تیسرے پنجسالہ منصوبے میں اس بنیادی صنعت کی طرف بھی توجہ مرکوز کر رہی ہے - اسکے علاوہ میں چند ایک اور منصوبوں کا بھی اجمالاً ذکر کرنا چاہتا ہوں جوکہ ڈبلیو - پی - آئی - ڈی - سی - کے زیر غور ہیں اور جن میں سے اکثر منصوبوں پر advanced stage پر کام ہو رہا ہے - جناب والا - heavy engineering میں پاکستان مشین ٹول فیکٹری لانڈھی میں ڈبلیو - پی - آئی - ڈی - سی کے زیر اہتمام کام کر رہی ہے اور یہ اس وقت بہت ہی

advanced stage پر ہے اور توقع کی جاتی ہے کہ آئندہ سال میں یہ کام دینا شروع کر دیگی ۔ اس پر کل لاگت ۱۱۶۵۲۰ ملین روپے ہے اور اسکی سالانہ turn-over تقریباً ۴۵ ملین روپے single shift پر اور double shift میں نوے لاکھ روپے ہوگی ۔

Horizental, vertical, universal, machine tools, gear boxes, deferentials.

اور اس قسم کی جو پیچیدہ مشینیں ہونگی وہ اس میں بنائی جائینگی ۔ اس لانڈھی والی مشین ٹول فیکٹری کے ساتھ ساتھ میں یہ ذکر بھی کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ فیکٹری فرانس ۔ اٹلی اور سوئٹزرلینڈ کی امداد سے قائم کی جا رہی ہے ۔ ٹیکسلا میں جو Heavy Mechanical Complex زیر تکمیل ہے اسے چین کے قرضے سے تعمیر کیا جا رہا ہے اور اسکی کل لاگت ۱۵۱۴۳۰ ملین روپے ہے ۔ اس میں سیمنٹ اور شوگر ملز کے پلانٹ factory type boilers and road material crusher اور اسی قسم کی بڑی بڑی مشینیں بنائی جائینگی ۔ اس پر تیزی کے ساتھ کام ہو رہا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ آئندہ سال کے آخر تک یہ بھی پایہ تکمیل تک پہنچ جائیگی ۔ اسکے علاوہ heavy foundry کا قیام بھی عمل میں لایا جا

رہا ہے جسکی کل لاگت ۱۴۳ ملین روپے ہوگی ۔ اسکے علاوہ ایک Heavy Electrical Complex کا قیام روسی قرضے سے کیا جا رہا ہے جس میں بجلی سے متعلق تمام ضروریات کی چیزیں بنائی جائینگی جن میں واپڈا کے لئے voltage transformers وغیرہ بھی بنائے جائینگے ۔ اسکے علاوہ ڈبلیو ۔ پی ۔ آئی ۔ ڈی ۔ سی ۔ کے زیر غور جو سب سے بڑا پراجیکٹ ہے اور جس پر بڑی تیزی کے ساتھ کام بھی ہو رہا ہے وہ کالا باغ میں فولاد کے کارخانے کا قیام ہے جس پر کل لاگت ۱۵۴۲ ملین روپے آئیگی اور جسے مختلف وسائل سے finance کیا جا رہا ہے ۔ میں یہاں پر سمال انڈسٹریز کارپوریشن کا ذکر تفصیل کے ساتھ تو نہیں کروں گا لیکن اتنا ضرور عرض کروں گا کہ محکمہ صنعت کے ایک شعبے کی حیثیت سے اس کارپوریشن نے بھی ملک کی نمایاں خدمات کی ہیں ۔ اس وقت نو انڈسٹریل ایسٹیٹ قائم کئے جا چکے ہیں جن پر ۸۵ لاکھ روپے کا زر مبادلہ مختلف صورتوں میں خرچ ہوا ہے ۔ اسکے علاوہ ۶۴۵ ملین ڈالر کا خاص خرچ گوجرانوالہ اور سیالکوٹ کی انڈسٹریل Estates پر کیا گیا ہے اور مجھے افسوس ہے کہ اسکے باوجود بھی میرے فاضل دوست کہتے ہیں کہ سیالکوٹ کو

نظر انداز کیا گیا ہے ۔ حالانکہ سیالکوٹ کے لوگ اسکے لئے حکومت کے ممنون ہیں ۔ کیونکہ سیالکوٹ کو صنعتی لحاظ سے بہت زیادہ ترقی یافتہ شمار کیا جاتا ہے ۔

جناب والا ۔ میرے فاضل دوست جناب فاروق صاحب نے بیرونی قرضوں کا ذکر بھی چھیڑا ہے ۔ میں ان کے جواب کے طور پر یہ عرض کروں گا کہ اسقدر تھوڑے عرصہ میں خوراک کے معاملہ میں خود کفیل ہونے کے لئے آپ کو مشینوں کی ضرورت ہے ۔ جیسا کہ جناب والا ۔ میں نے مختلف stages پر ذکر کیا ہے حکومت نے پہلے consumer goods میں خود کفیل ہونے کی کوشش کی ۔ اس کے بعد industrial economy کو adopt کرنے کی کوشش کی ۔ ان تمام stages کے بعد heavy industry کے قیام کے اوپر حکومت نے توجہ دی ۔ تو ان چند سالوں یعنی دس سالوں میں یہ تمام پروگرام جو میں نے آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے ۔ یہ ۱۹۷۰ء تک پایہ تکمیل تک پہنچ جائے گا ۔ اور اس کے بعد پاکستان نہ صرف consumer goods

دوسرے ملکوں کو export کریگابلکہ پاکستان Heavy Electrical Complex میں تیار شدہ electrical مشینری بھی ایکسپورٹ کرنے کے قابل ہو جائیگا۔ تو جناب والا ۔ بنیادی مسئلہ تو یہ ہے کہ آپ چند سالوں میں اس قدر ترقی کرنا چاہتے ہیں کہ اقوام عالم کے ساتھ قدم بہ قدم چل سکیں ۔ اور آپ کے لئے روز مرہ کا جو طرز فکر ہے ۔ کہ آپ زر مبادلہ کی بچت کریں ۔ اور اس مسئلے کا حل نہایت ہی لازمی ہے ۔ دوسرا جناب والا ۔ میرے نزدیک یہ پہلو اور حکومت کی یہ کارکردگی نہایت ہی اہم ہے کہ اگر آپ ان قرضہ جات کو حاصل نہ کرتے تو آپ پاکستان میں اس قدر جلد صنعتی انقلاب نہ لاتے ۔ اور رفتہ رفتہ ساٹھ سالوں میں ، سو سالوں میں جب کہ دنیا آپ سے کہیں آگے بڑھ چکی ہوتی ۔ تو آپ اس مقام پر پہنچتے ۔ اور آپ جب یہ مقام حاصل کرتے تو دنیا آپ سے کئی گنا آگے بڑھ چکی ہوتی ۔ تو جناب والا ۔ میرا دوسرا point عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جناب فاروقی صاحب نے اس بات پر پھر زور دینے کی کوشش کی تھی ۔ کہ یہ قرضہ جات ساکھ کی وجہ سے نہیں ملتے۔ پاکستان دست نگر ہے ۔ جناب والا ۔ میں نے یہ وضاحت سے عرض کر دیا ہے کہ

دنیا کے تمام ممالک سوئٹزر لینڈ سے امریکہ تک ۔ چائنہ اور روس ۔ اٹلی اور فرانس دنیا کے تمام ممالک خود keen ہیں اور پاکستان کی ساکھ کو تسلیم کرتے ہیں ۔ وہ یہ جانتے ہیں ۔ کہ ان کا قرضہ محفوظ ہے ۔ دنیا کے تمام لوگ پاکستان کو بخوشی قرضہ دینے کے لئے تیار ہیں۔ پاکستان کی صنعتی ترقی میں اس کا ہاتھ بٹانے کو تیار ہیں ۔ تو جناب والا یہ صرف پاکستان کی ساکھ اور پاکستان کا سیاسی استحکام ہے اور صدر مملکت کے وہ کامیاب غیر ممالک کے دورے ہیں جنکا نتیجہ آج آپ کے سامنے ہے ۔

جناب والا ۔ اس کے علاوہ ایک دو باتیں ہیں جن کی طرف میں تھوڑے سے وقت میں آپ کی توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں ۔ میرے ایک فاضل دوست نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ زرعی اور تعلیمی شعبوں میں ترقی ہونے سے پہلے بے کاری بڑھ گئی ہے ۔ جناب والا ۔ میں ان سے متفق نہیں ہو سکتا ۔ موجودہ دور میں آپ کو mechanization کی طرف آنا پڑے گا اور اس کی economy آپ کو حاصل کرنی پڑیگی ۔ یہ بات

موجودہ دور میں ہماری بساط سے باہر ہے ۔ progressive economy حاصل کرنے کے لئے یہ تمام لوازمات ضروری ہیں ۔ لیکن اگر آپ کہیں کہ ان باتوں سے یہ خدشہ کہ un-employment بڑھے گی تو اس سے میں متفق نہیں ہو سکتا ۔ بلکہ میری نگاہ میں unemployment progressive economy avenues اور کھول دیتی ہے ۔ لہذا میرے نزدیک ان کا یہ خدشہ بے بنیاد ہے کہ ہمیں labour problems ہونگی اور ہمیں اور مسائل در پیش ہونگے۔ میں ان سے متفق نہیں ہو سکتا ۔ اس بڑھتی ہوئی progressive economy میں جہاں کہ production ہوتی ہے وہاں پیسے کی افراط ہوتی ہے ۔ وہاں اور بہت سی چیزیں اس کے ساتھ چل پڑتی ہیں وہاں labour کی مشکلات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔

اس کے بعد جناب والا۔ میرے ایک دو دوستوں نے چند نکات محکمہ صنعت کے متعلق اٹھائے ہیں ۔ میرے فاضل دوست رانا پھول محمد خان نے پتوکی کے مقام پر شوگر مل کے قیام کا ذکر کیا تھا ۔ میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ حکومت اس مسئلہ پر پہلے ہی سے توجہ دے رہی ہے ۔ اور اس حد تک کہ سروے بھی ہو چکی ہے ۔ اور یہ بھی پتہ چل چکا ہے

کہ اس علاقے میں ۲۱ ہزار ایکڑ رقبہ موجود ہے ۔ جس میں گنے کی کاشت ہوتی ہے ۔ تو اگر کوئی sound پارٹی اس سلسلے میں حکومت کے پاس آئی اور اگر زر مبادلہ کی فراہمی ہو سکی تو حکومت اس مسئلے پر پوری ہمدردی کے ساتھ غور کرے گی ۔ جناب جدون خان صاحب نے صوابی area کے geological survey کے متعلق ذکر فرمایا تھا ۔ تو اس سلسلے میں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ geological survey کا محکمہ حکومت پاکستان سے تعلق رکھتا ہے ۔ اور ان کے شعبہ صنعت اور قدرتی وسائل کا ایک حصہ ہے ۔ ان سے پتہ چلایا گیا تو معلوم ہوا کہ ابھی تک جدون ایریا کا سروے نہیں کیا گیا ۔ لیکن محکمہ متعلقہ عنقریب ہی اس علاقے کا سروے کرنے والا ہے ۔ جو کہ ایک وسیع پروگرام کا حصہ ہے ۔ تو اس سلسلے میں میں ان کی اطلاع کے لئے یہ عرض کرتا ہوں کہ محکمہ geological survey کی اطلاع کے مطابق بہت جلد ان کے علاقہ میں سروے مکمل ہونے والا ہے ۔ تو جناب والا ۔ میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ اپنی جو معروضات آپ کے سامنے پیش کی ہیں ۔ ان سے یہ صاف عیاں ہوتا ہے کہ صدر ایوب اور ان کی حکومت نے قوم کو بیدار کیا ہے

اور نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام کو اتحاد ، ترقی اور اخوت کے مقدس جذبات سے روشناس کرایا ہے ۔

Mr. Speaker : The House is now adjourned for tomorrow to meet at 8·00 a. m.

The Assembly then adjourned (at 9-30 p.m.) till 8-00 a.m. on Saturday, the 22nd June, 1968.

SEVENTH SESSION OF THE SECOND PROVINCIAL ASSEMBLY WEST PAKISTAN

Saturday, the 22nd June, 1968

شنبہ - ۲۵ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

The Assembly met at the Assembly Chamber, Lahore at 8-00 a.m. the clock. Mr. Speaker, Chaudhri Muhammad Anwar, H.K., in the Chair.

Recitation from the Holy Qur'an by Qari Ali Hussain Siddiqi (Q of the Assembly) and its translation.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ
وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ
مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ
اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى
مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا
اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝

(پ ۲۰- س ۲۹- ع ۱۲- آیات ۸۳ تا ۸۶)

وہ جو آخرت کا گھر ہے۔ ہم نے اُسے اُن لوگوں کیلئے تیار کر رکھا ہے۔ جو ملک میں ظلم و فساد کا ارادہ نہیں رکھتے۔ اور (بہتر) انجام تو پرہیزگاروں کا ہے۔ جو شخص اچھائی لے کر آئیگا اس کیلئے اس سے بہتر صلہ موجود ہے۔ اور جو برائی لائیگا تو جن لوگوں نے بُرے کام کئے اُنکو بدلہ بھی اس طرح ملے گا۔ جسطرح کے وہ کام کرتے تھے۔ اے پیغمبر! جس اللہ نے قرآن کے احکام کو فرض کیا ہے وہ تمہیں بازگشت کی جگہ لوٹائے گا۔ کہدو کہ میرا پروردگار اس شخص کو بھی خوب جانتا ہے۔ جو ہدایت لے کر آیا اور اُس کو بھی جو صریح گمراہی کو بھی خوب جانتا ہے اور تمہیں اُمید نہ تھی کہ تم پر کتاب نازل کی جائے گی۔ مگر تمہارے پروردگار کی مہربانی سے نازل ہوئی تو تم کافروں کے ہرگز مددگار نہ ہونا۔

وما علینا الا البلاغ

THE WEST PAKISTAN GENERAL BUDGET FOR THE YEAR 1968-69

DISCUSSION ON THE GENERAL BUDGET AS A WHOLE (*contd*)

Mr. Speaker : The House will now resume discussion on the General Budget as a whole. Mr. Hamza please.

مسٹر حمزہ (لائیلپور - ٦) - جناب سپیکر - صوبائی میزانیے کی ایک خوبی سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے اور وہ خوبی یہ ہے کہ اس میزانیہ نے بہت سے بے زبانوں کو کم از کم اس ایوان میں زبان تو بخشی - یہ ایک پر خطر راہ ہے - مجھے یہ علم ہے کہ بعض معزز اراکین جو کہ سرکاری نشستوں پر بیٹھے ہیں نے ریلوے کے بجٹ کے دوران حق گوئی سے کام لیا - ان کی شکایت جناب لاٹ صاحب کے روبرو کی گئی - جناب سپیکر - جہاں بجٹ کی یہ خوبی تھی وہاں اس ادارے کی بے عزتی کی یا کم مائگی کی اس سے واضح مثال اور کیا دی جاسکتی ہے - جناب وزیر مالیات نے بجٹ کی تقریر میں یہ الفاظ استعمال کئے کہ اصلاحات اور تعمیر نو کے دورترقیات کے شان دار کارناموں نے ہماری گذشتہ ۱۰ سال کی تاریخ کو مزین کر رکھا ہے - یہ میزانیہ انہیں کارناموں کا نقطہ عروج ہے - میں یہ نہیں سمجھتا - اگر یہ نقطہ عروج ہے تو نقطہ زوال کونسا ہوگا - دنیا نے آج تک نقطہ عروج نہیں پایا اور کسی کو علم نہیں ہے کہ نقطہ عروج کب آئیگا- میرے خیال میں نقطہ عروج کی آمد قیامت کو دعوت دے گی - یہ جو نقطہ عروج کا ذکر ہے یہ بے مثال ہونے کے احساس کے غلبہ کی نشانی ہے - جہاں تک مادی ترقی کا تعلق ہے کیا یہ حقیقت نہیں - میں یہ اعداد و شمار اکنامک سروے آف پاکستان سے پیش کر رہا ہوں - کہ ٦٥-١٩٦٤ء میں فی کس آمدنی ٣٦٥ روپے سالانہ تھی - اور اس میں ١٩٦٣ء کے مقابلہ میں ٢٠٨ فیصد اضافہ ہوا - روزمرہ کے استعمال کی اشیاء کی قیمت میں اضافہ ١١٣٫٨٥ تھا جو ١٩٦٠ء کے مقابلہ میں تھا - لیکن جہاں ٦٨-١٩٦٧ء میں

فی کس آمدنی ۳۹۷ روپے تھی روز مرہ کے استعمال کی اشیاء کا price index ۱۲۵٫۲۷ تھا اور ۱۹۶۴ء سے لے کر ۶۸-۱۹۶۷ء تک فی کس آمدنی میں ۱۲ فیصد اضافہ ہوا اور روز مرہ کی استعمال کی چیزوں کی قیمتوں میں بھی ۱۲ فیصد کا ہی اضافہ ہوا۔ اگر دولت کی بڑھتی ہوئی غیر مساویانہ تقسیم کو مد نظر رکھا جائے تو ہم یہ وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ آبادی کا معیار زندگی بلند نہیں ہوا ۔ بلکہ نیچے جارہا ہے ۔ سال روان کے بجٹ میں ۱۹۳ کروڑ ۶۵ لاکھ ۶ ہزار کی گنجائش رکھی گئی تھی ۔ لیکن آئندہ سال کے لئے ۲۰۶ کروڑ ۸۵ لاکھ ۹۶ہزار روپے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ یہ رقم امسال یا سال روان کے مقابلے میں ۱۳ کروڑ ۲۰ ہزار روپیہ زائد ہے ۔ لیکن اس میں ۵۹ کروڑ ۱۶ لاکھ روپے کی مرکزی حکومت کی جانب سے دی ہوئی وہ رقوم شامل ہیں جو کہ مغربی پاکستان کے حصہ میں آئیں ۔ اور یہ رقم درآمدی ٹیکس ، مرکزی ایکسائز ڈیوٹی، سیلز ٹیکس اور کارپوریشن ٹیکس کے ذریعہ سے مرکزی حکومت کو حاصل ہوئی تھیں ۔ ان ٹیکسوں کے بارے میں کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا کہ یہ تمام کے تمام بالواسطہ ٹیکس ہیں جو عوام پر بدترین بوجھ ہیں ۔ ان مدات سے حاصل شدہ آمدنی اس غریب ملک کے کروڑوں غریب انسانوں سے ٹیکس کی صورت میں وصول کرنا آج کی مہذب دنیا میں ایک بدترین گناہ ہے ۔ اس کے علاوہ آئندہ سال کے بجٹ میں ۱۵ کروڑ ۶۶ لاکھ روپے کی رقم مرکزی اور بیرونی امدادی رقومات کی شکل میں حاصل ہوگی ۔ اگر ان تمام رقومات میں سود کی آمدنی شامل کر لی جائے جو کہ صوبائی حکومت کو مختلف محکموں سے وصول ہو گی تو یہ تمام رقوم ۱۰۵ کروڑ ۶۲ لاکھ بن جاتی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ۲ ارب ۶ کروڑ کی آمدنی میں ایک ارب ۵۱ کروڑ ۸۲ لاکھ روپے کی ایسی رقومات آئندہ سال کے بجٹ میں شامل ہیں جن کا صوبائی حکومت سے بلاواسطہ کوئی تعلق نہیں ۔ اگر ان رقومات کو آئندہ سال

کے بجٹ سے نکال دیا جائے تو ایک ارب روپیہ بقایا رہ جاتا ہے - اور ایک ارب اگر صوبائی حکومت کا بجٹ ہو - آپ کو یاد ہوگا کہ ریلوے کا جو میزانیہ حال ہی میں آئندہ سال کے لئے پیش کیا گیا اس کی عام آمدنی اور ترقیاتی بجٹ کی رقومات کو شامل کر لیا جائے تو وہ ایک ارب کے برابر ہے - جناب سپیکر - جہاں تک ترقیاتی بجٹ کا تعلق ہے وہ ایک عظیم دھوکا ہے - وزیر مالیات کو ہم مالیاتی شعبدہ باز کہہ سکتے ہیں - اگر انہیں یہ لقب دیا جائے تو میرے خیال میں یہ ان کے اقتصادی ماہر ہونے کی ایک نشانی ہوگی اور وہ اس کے مستحق ہیں - سال رواں کے ترقیاتی بجٹ میں ۱۸۱ کروڑ ۸۲ لاکھ روپے کی گنجائش رکھی گئی ہے - لیکن اس میں سے ۱۳۰ کروڑ ۳۶ لاکھ روپیہ خرچ کیا گیا - یعنی سال رواں میں یا جبکہ دس سالہ ترقی کے دور کے راگ الاپنے والوں نے اتنی بڑی رقم کی گنجائش رکھی تھی - لیکن اس کے مقابلے میں ۵۰ کروڑ روپیہ کم خرچ کیا گیا جو کہ کل رقومات کا یا مخصوص کردہ رقومات کا ایک تہائی ہے- جناب سپیکر- آئندہ سال ۱۸۲ کروڑ ۸۰ لاکھ روپیہ کی ترقیاتی بجٹ میں گنجائش رکھی گئی ہے - لیکن جناب وزیر مالیات کے وعدوں پر کب تک کوئی جی سکتا ہے - پچھلے سال بھی آپ نے تقریباً اتنی رقم رکھی تھی- جب ایک سال گذر گیا تو ہمیں پتہ چلا کہ آپ نے ۵۰ کروڑ روپیہ کم خرچ کیا ہے - ۱۸۲ کروڑ ۸۰ لاکھ میں وہ رقومات شامل ہیں جو کہ قرضہ کی صورت میں مرکز اور دوسرے ممالک سے وصول ہوتی رہی ہیں - جناب وزیر مالیات کو یہ احساس ہوگا کہ ۱۹۶۰-۶۱ء میں صوبائی حکومت کے ذمہ ۱۳۰ کروڑ روپیہ کا قرضہ تھا - جو ۱۹۶۸-۶۹ء میں ۸۰۴ کروڑ ہو جائے گا یعنی ۱۹۶۰ء کے مقابلہ میں ۵۲۰ فیصد زائد ہے - اور ان رقومات میں جوں جوں وقت گذرتا جارہا ہے بیرونی قرضے کا تناسب یا بیرونی قرضے کی رقومات کا تناسب دن بدن بڑھ رہا ہے - میں آپ کے سامنے اکنامک سروے آف پاکستان سے

حاصل کردہ اعدادوشمار پیش کرتا ہوں۔ بجٹ مختتمہ جون ۱۹۶۷ء میں counter part fund کی صورت میں ۵۷ کروڑ ۹۷ لاکھ روپے کی رقم بیرونی قرضہ کی صورت میں ہمیں موصول ہوئی ۔ بجٹ مختتمہ جون ۱۹۶۸ء میں ۷۴ کروڑ ۹ لاکھ روپے کی اور بجٹ مختتمہ جون ۱۹۶۹ء میں یہ رقم ۸۲ کروڑ ۷۴ لاکھ روپیہ ہو گئی۔ اور یہ counter part fund امریکی حکومت کی وہ رقومات ہیں جو امریکہ سے درآمد شدہ گندم کی فروخت کی صورت میں حاصل ہوئیں ۔ امریکی حکومت ان رقومات میں سے وقتاً فوقتاً صوبائی حکومت کو دیتی رہی ہے ۔ جہاں تک بیرونی قرضہ کا تعلق ہے ۔ جون ۱۹۶۷ء کے میزانیہ میں ۱۱۷ کروڑ ۸۲ لاکھ روپے کی گنجائش رکھی گئی ۔ جون ۱۹۶۸ء میں ۱۵۴ کروڑ ۸۴ لاکھ روپے کی اور جون ۱۹۶۹ء میں یعنی اس ترقیاتی بجٹ میں ۱۸۲ کروڑ ۸ لاکھ روپے کی بیرونی قرضہ جات کی رقم شامل ہے ۔ جناب سپیکر ۔ ترقیاتی پروگرام کی رقومات واضح زندہ مثالیں ہیں کہ یا تو یہ رقمیں سال کے دوران خرچ نہیں کی جاتیں یا اگر خرچ بھی کی جاتی ہیں تو ہماری انتظامیہ ترقیاتی بجٹ کی رقومات کو مال حرام سمجھ کر خرچ کرتی ہے ۔ جناب سپیکر ۔ میں نے اپنے سوال نمبر ۱۱۲۲۱ کے ذریعہ جو کہ اس ایوان میں اسی سیشن کے دوران پیش ہوا یہ دریافت کیا تھا کہ آپ نے ضلع ہزارہ ۔ کیمبل پور اور راولپنڈی میں کون کون سے بند تعمیر کئے ۔ مجھے یہ بتایا گیا کہ کل بارہ منصوبوں پر عملدرآمد کیا گیا ہے جن پر پچاسی لاکھ روپیہ خرچ ہوا ان میں سریوٹ بند پر تین لاکھ پینسٹھ ہزار روپیہ صرف ہوا اور اس سے جو رقبہ زیرآب آیا وہ صرف چوراسی ایکڑ تھا ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ۳۴۵ , ۴ روپے فی ایکڑ پانی بہم پہنچانے کے لئے خرچ کئے گئے ۔ سپیالہ بند پر تین لاکھ چوبیس ہزار روپیہ خرچ کیا گیا اور اس سے ستاون ایکڑ رقبہ آبپاش کیا جارہا ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پانی کی بہم رسانی پر فی ایکڑ پانچ ہزار روپیہ خرچ کیا گیا ۔

خواجہ محمد صفدر - خدا معلوم وہ ستاون ایکڑ زمین کس خوش قسمت کی ہے !

مسٹر حمزہ - یعنی ۵,۶۸۳ روپے فی ایکڑ خرچ آیا - گراب بند پر تیرہ لاکھ چالیس ہزار روپیہ خرچ آیا اور اس سے ایک سو چونسٹھ ایکڑ زمین زیرآب آئی یعنی فی ایکڑ ۸,۹۰۱ روپیہ خرچ آیا - کھل بند پر انیس لاکھ چونسٹھ ہزار روپیہ خرچ کیا گیا اور تین سو تہتر ایکڑ زمین زیر آب آئی یعنی ۵,۲۶۵ روپیہ فی ایکڑ خرچ کیا گیا - جناب والا - جب میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ بارہ بند تعمیر کر کے آپ نے کتنا رقبہ سیراب کیا ہے تو تین بندوں کے بارے میں ہمیں یہ بتایا گیا کہ ان کے اعداد و شمار ہمارے پاس موجود نہیں- اور تمام کے تمام بندوں کے بارے میں (یہ بند جو تعمیر کئے گئے) مجھے اس ایوان میں یہ بتایا گیا کہ محکمہ کو یہ علم نہیں ہے کہ ان سے کتنی آمدنی صوبائی حکومت کو حاصل ہو رہی ہے - جناب سپیکر - مجھے چھوٹے بند تعمیر کرنے کی اہمیت کا احساس ہے لیکن صوبائی حکومت جہاں اتنی بڑی رقومات خرچ کرتی ہے وہاں اسکو کوئی منصوبہ بناتے وقت جو رقوم خرچ ہوتی ہیں اس سے جو آمدنی حاصل ہوگی یا جو فائدے حاصل ہوں گے ان تمام امور کو مد نظر رکھنا چاہئے - لیکن ان امور کو قطعاً مد نظر نہیں رکھا جاتا - میں وزیر مالیات کی اطلاع کے لئے عرض کروں کہ گدوبیراج جسکا بدنام سیاست دانوں نے منصوبہ تیار کیا تھا اور اس بدنام حکومت کے دور میں (وہ بھی بدنام تھے مگر یہ ان سے بھی زیادہ بدنام ہیں) یہ پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا اس پر اڑتالیس کروڑ سات لاکھ روپیہ خرچ ہوا تھا اور اس سے پچیس لاکھ ایکڑ رقبہ سیراب ہوا- اور فی ایکڑ زمین سیراب کرنے پر صرف ایک سو بانوے روپے خرچ آئے - میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر آپ کا روپیہ خرچ کرنے کا یہی طرز

عمل ہے یا یہی طریقہ ہے اور آپ نے اس طریقہ سے رقومات کو فضول خرچ کرنا ہے تو پھر محض مغربی پاکستان کی تمام آمدنی ھی نہیں بلکہ تمام دنیا کی دولت بھی آپ کے حوالے کر دی جائے تو اس سے آپ کا ملک یا صوبہ ترقی نہیں کر سکے گا ۔ آپ کی کوئی خوبی ہے تو وہ یہ ہے کہ اگر تمام دنیا کی دولت آپ کو دے دی جائے آپ کا معدہ اس قدر مضبوط ہے کہ آپ اسے بھی ھضم کرجائیں گے ۔ لیکن جہاں تک قوم کی ترقی کا تعلق ہے اس کے ھونے کا جب تک کہ آپ برسراقتدار ہیں سوال ھی پیدا نہیں ھوتا ۔

جناب سپیکر ۔ پچھلے کچھ دنوں سے مشترکہ کاشت کی تجاویز حکومت کی جانب سے پیش کی جاتی رھی ہیں ۔ یہ مشترکہ کاشت کے جو منصوبے یا دعوے یا دلیلیں ہیں یہ یقیناً بڑی خوبصورت اور قابل عمل ہیں لیکن میں اس حکومت سے پوچھتا ھوں کہ مشترکہ کاشت کے منصوبے کے بارے میں کم از کم آپ نے کیوں سوچا ؟ وہ حکومت جو کہ اجتماعی مفاد کی بجائے محض انفرادی مفاد کو سامنے رکھتی ھو اور جس کی پالیسیوں نے اس ملک اور اس صوبہ میں گھٹیا قسم کی انفرادیت کو جنم دیا ھو اس کے ھوتے ھوئے یہ توقع کیسے کی جاسکتی ہے کہ لوگ مشترکہ کاشت کے منصوبوں پر عمل کریں گے اور کامیابی سے عمل کر سکیں گے ؟

جناب والا ۔ اس ایوان میں جناب وزیر مالیات کے علاوہ جناب وزیر زراعت کو بھی خراج تحسین پیش کیا گیا ۔ میں اس ایوان کے معزز ارکان سے پوچھتا ھوں کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے آپکو خراج عقیدت اور مبارک باد پیش کرنے کا یہ موقع مہیا کیا ہے کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ پچھلے سال بھی اس ملک میں لاکھوں ٹن کھاد درآمد کی گئی ؟ دوسرے ممالک سے بیج بھی درآمد کیا گیا لیکن وہ بیج لوگوں کو بروقت مہیا نہ کیا گیا ۔ اس سال میکسی پاک کا جو بیج . . . . . جناب سپیکر ۔ جو کچھ بھی اس ملک میں آجاتا ہے وہ پاک ھو جاتا ہے ۔ شراب آجاتی ہے تو وہ بھی پاک

بن جاتی ہے ۔ میکسیکو کا بیج آجاتا ہے تو اس کے ساتھ بھی پاک کی دم لگا دی جاتی ہے ۔ تحقیقات انہوں نے کی ۔ ایجادات ان کی ہیں ۔ بیج آپ منگاتے ہیں ۔ اور آپ کی اہلیت کی یہ حالت ہے کہ بیشتر علاقوں میں بیج اس وقت مہیا کیا گیا جب لوگ فصلیں کاشت کرچکے تھے (قطع کلامیاں) جناب سپیکر۔ اسکے ساتھ ساتھ اگر یہ کہتے ہیں کہ حکومت کی محنت و مشقت کی وجہ سے اتنی زیادہ فصل پیدا ہوئی ہے میں ان سے پوچھتا ہوں کہ پچھلے سال اتنی ہی مقدار میں کھاد مہیا کی گئی تھی تو محض بیالیس لاکھ ٹن گندم کیوں پیدا ہوئی ؟ جناب سپیکر ۔ کون شخص ہے جو اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ اس صوبہ کے مجموعی زیر کاشت رقبے کا آدھے سے زیادہ حصہ بارانی ہے اور اس سال اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بارشیں بروقت اور کافی مقدار میں ہوتی رہیں ۔ اللہ کے فضل سے بروقت اور کافی مقدار میں بارشیں ہوئیں جو بھی دانہ بویا گیا وہ اچھی فصل کی صورت میں نمودار ہوا ۔ اب اگر جناب وزیر زراعت یا یہ حکومت یہ کہتی ہے کہ ان کی محنت و مشقت سے یہ نتائج برآمد ہو ئے ہیں تو میں پوچھتا ہوں کہ آج سے ایک سال پہلے انکی محنت و مشقت کہاں تھی ۔ جناب سپیکر ۔ محض یہی نہیں میں نے جناب وزیر زراعت کے روبرو چار دن پہلے ایک درخواست پیش کی تھی جو کہ میرے حلقہ نیابت سے مجھے موصول ہوئی تھی ۔ اس حکومت کی نااہلی اور اسکی زیادتیوں کی اس سے بڑی اور زندہ مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہمارے علاقہ میں آج بھی میکسی کا بیج ممبران کو یا نمبرداروں کو دیا جا رہا ہے کہ وہ کاشتکاروں کے پاس جبراً پینتیس روپے من فروخت کریں ۔ چونکہ وہ بیج بچ گیا ہے اس لئے لوگوں کو خریدنا ہوگا ۔ ایک جانب حکومت کی پالیسی اور حکومت کی منصوبہ بندی کی یہ کیفیت ہے کہ لوگ اپنی گندم پندرہ روپے من پر فروخت کرنے پر مجبور ہیں

اور دوسری طرف حکومت اپنی نااہلیت کے گناہ کو دوسروں کے ذمہ ڈال رہی ہے - اور ان کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اس گندم کو اس وقت جبکہ ان کو اسکی قطعاً ضرورت نہیں پینتیس روپے من خرید کریں -

جناب سپیکر - حکومت کی جانب سے جب کوئی اجتماعی کام کرنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے یا پروگرام بنایا جاتا ہے..... ذاتی طور پر میں اجتماعیت کے حق میں ہوں - میں پبلک سیکٹر کو وسیع کرنے کے حق میں ہوں - حکومت نے سٹیٹ ٹریڈنگ کارپوریشن کو چینی درآمد کرنے کا کام سپرد کیا - چینی کی کمی دسمبر سے محسوس کی جانے لگی تھی - عام آدمی ہی نہیں بلکہ حکومت خود اعتراف کرتی تھی کہ اس سال چینی ہماری ضروریات سے کم پیدا ہوگی - میں حکومت سے پوچھتا ہوں کہ یہ سٹیٹ ٹریڈنگ کارپوریشن پچھلے چھ ماہ کیا کرتی رہی ؟ آج کیفیت یہ ہے کہ جب حکومت نے چینی کو بونس واؤچر پر پرائیویٹ افراد کے ذریعہ درآمد کرنے کا فیصلہ کیا تب کہیں جا کے چینی کی قیمت تھوڑی سی نیچے آئی -

جناب سپیکر - اس ایوان میں بونس واؤچر سکیم کی تعریف کی گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم نے سکے کی قیمت کم نہیں کی اور جناب وزیر مالیات نے بھی میزانیہ کی تقریر میں اس کا ذکر کیا تھا۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ یہ بونس واؤچر سکیم کیا ہے ؟بونس واؤچر سکیم جو کہ میرے اندازے کے مطابق ۱۹۶۰ء سے اس صوبہ میں یا اس ملک میں نافذ ہے یہ بالواسطہ سکے کی قیمت کو کم کرنا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ سرکاری شرح کے مطابق ۱۱۰۴ روپیہ ایک پاؤنڈ سٹرلنگ کے برابر ہے لیکن جو چیزیں ہم بونس واؤچر پر درآمد کرتے ہیں ایک پاؤنڈ سٹرلنگ پاکستانی اکیس روپیہ کے برابر ہے -

جناب سپیکر ۔ ایک طرف آپ کی controlled development ہے ۔ اور دوسری طرف controlled democracy ہے ۔ controlled development سے آپ تمام ملک کے صارفین کو لوٹتے ہیں اور controlled democracy سے آپ نے تمام صوبہ کی آبادی بلکہ تمام ملک کو غلام بنایا ہوا ہے ۔ آپ منہ سے کچھ کہتے ہیں اور آپ کا عمل کچھ اور ہوتا ہے ۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ صدر مملکت کی کامیاب پالیسیوں سے اس ملک میں دودھ کی نہریں چلتی ہیں اور ترقی کے ترانے گائے جا رہے ہیں ۔ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ ۶۱-۱۹۶۰ء میں آپ کل برآمدات کا ۳٫۶ فیصد سود کی صورت میں غیر ممالک کو دیتے تھے ۔ اور ۶۸-۱۹۶۷ء میں کل برآمدات کا ۱۳ فیصد دوسرے ممالک کو سود کی شکل میں دیا جا رہا ہے ۔ حکومت کے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ ۸۰۰ کروڑ ۵۶ لاکھ ۷۰ ہزار کی درآمدات کے لئے قرضوں پر ۱۰۳ کروڑ روپیہ بطور سود ادا کیا ہے ۔ ملک کی خوشحالی کا اندازہ درآمدات اور برآمدات سے لگایا جا سکتا ہے ۔ ۶۰-۱۹۵۹ء میں ۱۸۳ کروڑ ۲۰ لاکھ روپیہ کی برآمدات ہوئیں ۔ اس کے مقابلہ میں ۲۴۶ کروڑ ۱۰ لاکھ کی چیزیں درآمد کی گئیں۔ ۶۸-۱۹۶۷ء میں جولائی سے مارچ تک ۲۳۱ کروڑ ۳۷ لاکھ کی برآمدات ہوئیں ۔ اور ۳۵۱ کروڑ ۷۵ لاکھ روپیہ کی درآمدات کی گئیں۔ اس حساب سے ۶۸-۱۹۶۷ء میں ۳۰۰ کروڑ روپیہ کی برآمدات کے مقابلہ میں ۴۷۰ کروڑ کی درآمدات ہوئیں ۔ ۶۱-۱۹۶۰ء کی برآمدات کے مقابلہ میں پچھلے سال ۲٫۵ فیصد کا اضافہ ہوا ۔ لیکن درآمدات میں ۲۹٫۵ فیصد اضافہ ہوا۔ ۶۶-۱۹۶۵ء میں برآمدات میں ۶٫۷ فیصد اضافہ ہوا ۔ اور درآمدات ۲۳ فیصد زائد تھیں ۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارا ملک کس حد تک خوشحال ہے ۔ اور ہمارے ملک کی اقتصادی ساکھ کیا ہے ۔

جناب سپیکر - یہاں پر یہ بھی کہا جاتا رہا ہے کہ پچھلے سالوں میں صنعت کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے - میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ کی حکومت نے صنعت کو کس دن اہمیت دی تھی - محض صارفین کو عام استعمال کی چیزوں کو پیدا کرنے یا production کے لئے مختلف کارخانے لگائے جا رہے ہیں - ان سے مالکان نے ایک سال میں دو سو سے تین سو فیصد تک منافع حاصل کیا ہے - اور وہ صارفین کو لوٹتے رہے ہیں - جہاں تک کسی صنعت کے لگانے کا تعلق ہے - آج یہ کیفیت ہے کہ ہمارے ملک میں کلیدی صنعت موجود نہیں - آپ یہ فرماتے ہیں کہ آپ پچھلے سالوں میں صنعت کو زیادہ اہمیت دیتے رہے ہیں لیکن آج تک ۲۰ ارب کے مقروض ہونے کے باوجود آپ فولاد کا ایک کارخانہ بھی نہیں لگا سکے - اگر آج ایسا کارخانہ لگانے کا فیصلہ کیا ہے تو public sector اور private sector کو ملا کر لگانے کا فیصلہ کیا ہے - خدا معلوم وہ پایۂ تکمیل کو کب پہنچے گا - آپ غیر ممالک سے کروڑ ھا روپیہ کی اشیاء درآمد کرتے ہیں - جن کے بغیر ہم گذارہ کر سکتے ہیں - یہاں رے آن کے کارخانے نصب کئے گئے ہیں - میں حیران ہوں کہ آپ رے آن کیوں درآمد کرتے ہیں - جبکہ فاضل مقدار میں ہمارے ہاں کپاس پیدا ہوتی ہے - یہاں دستی کھڈیوں اور power looms والے بے روز گاری کا شکار ہیں - میں معزز ارکان سے گلہ کرتا ہوں کہ وہ کھاتے پیتے لوگ ہیں - اور بیشتر اصحاب مصنوعی دھاگے کے کپڑے پہنتے ہیں - اور ہمارے ہاں کھڈیوں پر کام کرنے والے بیروزگاری کا شکار ہیں - حکومت اور حکومتی طبقہ بیروزگار اور غریب لوگوں کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتا - وہ انتہائی مصیبت کا شکار ہو رہے ہیں لیکن حکومت نے کبھی انکو روز گار مہیا کرنے کے متعلق نہیں سوچا - دکھلاوے کے لئے مصنوعی کپڑے کے سوٹ پہننا

انکا طرۂ امتیاز ہے - اس کے علاوہ میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ حکومت اس وقت ۱۰۰ کروڑ روپیہ سالانہ کی steel اور steel products ملک میں درآمد کر رہی ہے - میں ان معزز ارکان سے انتہائی اختلاف رکھتا ہوں جنہوں نے حکومتی بنچوں پر بیٹھکر بیروزگاری کا رونا رویا ہے - جو لوگ ہمارے حکمرانوں کے حاشیہ نشین ہیں - ایک طرف تو اس نظام حکومت کی حمایت کرتے ہیں - اور دوسری جانب یہ کہتے ہیں کہ بیروزگاری بڑھ گئی ہے - میں کہتا ہوں کہ یہ بیروزگاری اس نظام کی پیداوار ہے - یہ اس کا لازمی پھل ہے - ایک طرف تو اس نظام کی حمایت کرتے ہیں دوسری جانب بیروزگاری کا گلہ ہے - یہ عجیب قسم کا تضاد ہے - بہتر یہ تھا کہ وہ اس تضاد کو رفع کرتے - ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ مشینی کاشت سے بیروزگاری پھیلے گی - اگر یہ صحیح ہے تو ٹریکٹروں کی درآمد پر جو زرمبادلہ صرف ہو رہا ہے - اس نام نہاد صنعتی ترقی کے باوجود اس قسم کی مشینری ملک کے اندر کیوں تیار نہیں کر سکتے - تیار کرنا تو درکنار یہاں ان کی مرمت کا انتظام بھی موجود نہیں - وہ حکومت جو اس ملک کے بیروزگار لوگوں کے اعداد و شمار اکٹھے کرنے کے لئے تیار نہیں - وہ عوام کی تکالیف کا کیسے اندازہ لگا سکتی ہے - ہم جانتے ہیں کہ یہ اعداد و شمار دیدہ و دانستہ اکٹھے نہیں کئے جا رہے - کیونکہ انکو معلوم ہے کہ بیروزگاری میں خوفناک حد تک اضافہ ہو چکا ہے - میں حیران ہوں کہ ایک جانب وعدے کئے جاتے ہیں - اور دوسری جانب یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بیروزگاروں کے خیر خواہ ہیں - بہتر تھا کہ ہمارے دوست حکومت کو مشورہ دینا پسند کرتے اور یہ بتاتے کہ ان کو دوسرے طریقہ سے روزگار مہیا کیا جا سکتا ہے - مثلاً ان کو سرکاری زمینیں دے کر یا نئی صنعتیں اور نئے کارخانے لگا کر یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے- سرکاری زمینوں کی

تقسیم کی یہ کیفیت ہے - جیسا کہ خواجہ صاحب کے ایک غیر نشان زدہ سوال کے جواب میں بتایا گیا تھا کہ ۶۱-۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۷ء تک جو ایک لاکھ چار ہزار پانچ سو بائیس ایکڑ زمین صوبائی حکومت کے ملازمین کو دی گئی تھی - ان میں ۹۹ روپیہ ماہوار تک تنخواہ پانے والوں کو ۱۳۵۶ ایکڑ -/۱۰۰ سے -/۵۰۰ تک کو ۶۳۷۳ ایکڑ -/۵۰۰ روپیہ سے /۹۹۹ روپیہ تک کو ۶۲۳۶ ایکڑ اور -/۱۰۰۰ سے /۱۵۰۰ تک ماہوار تنخواہ پانیوالے سرکاری ملازمین کو ۵۸۸۶ ایکڑ زمین دی گئی - ۱۵۰۰ سے ۱۹۹۹ تک تنخواہ پانے والوں کو ۴۲۷۰ ایکڑ زمین دی گئی اور دو ہزار سے زیادہ تنخواہ پانے والوں کو ۱۳ ہزار ۶۹۲ ایکڑ زمین دی گئی - اس کا مطلب یہ ہے کہ ۲ ہزار سے زیادہ تنخواہ پانے والوں کو ۹۹ تنخواہ پانے والوں کے مقابلہ میں ۱۰ گنا زیادہ زمین دی گئی - اگر اس حکومت کو یہ احساس ہے کہ ملک میں بیشتر افراد بیروزگار ہیں یا نیم بیروزگار ہیں - تو حکومت کبھی بھی ان افسران کو زمین نہ دیتی - اور اس کے ساتھ ساتھ میں اس ایوان میں یہ بتاتا ہوں اور بتانا پسند کرتا ہوں حالانکہ انکو یہ علم ہے بلکہ میں عوام کو بتاتا ہوں اور حکومتی بینچوں پر بیٹھنے والوں کو یہ بتاتا ہوں کہ عام طور پر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ صدر ایوب نے زرعی اصلاحات کیں اور زرعی اصلاحات سے ۲۲ لاکھ ایکڑ زمین حاصل ہوئی - جس میں سے ۸ لاکھ ۶۵ ہزار ایکڑ آج تک تقسیم نہیں کی گئی اور مزارعین کو صرف ۵ لاکھ ایکڑ زمین دی گئی - مجھے ۵—۶ دن پہلے ایک سوال کے جواب میں اس ایوان میں بتایا گیا تھا کہ اس ۵ لاکھ ایکڑ زمین میں سے بھی ۹۳,۳۱۳ ایکڑ زمین واپس لے لی گئی - اس کا مطلب یہ ہے کہ کل زمین جو زراعتی اصلاحات سے حاصل کی گئی اس میں سے ۱۸ فیصد مزارعین کو دی گئی -

جناب سپیکر - آپ حکومت کی کسی بھی پالیسی کو اٹھا کر دیکھ لیجئے عوام کی بھلائی ان کا مقصود نہیں ہے - بیروزگاری کو ختم کرنے کے لئے انہوں نے سوچا بھی نہیں - یہ حکومت بیروزگاری پیدا کرنے والی مشین ہے بلکہ بہت تیزی سے بڑے پیمانے پر یہ حکومت بیروزگاری کو جنم دے رہی ہے - اگر یہ حکومت خاندانی منصوبہ بندی کو اہمیت دے سکتی ہے تو بیروزگاری ختم کرنے کا فکر کیوں نہیں کرتی - میں یہ کہتا ہوں کہ یہ ہماری حکومت نہیں ہے - یہ ہمارے بھائی ضرور ہیں لیکن انکا طرز عمل ایسٹ انڈیا کمپنی والا ہے - ایسٹ انڈیا کمپنی نے بھی ہندوستانیوں کو اس حد تک محکوم نہیں کیا تھا اور اس حد تک غلام نہیں بنایا تھا اور جسمانی اور دماغی طور پر ایسا غلام نہیں بنایا تھا جیسا کہ انہوں نے بنا دیا ہے - میں اس سے آگے چل کر بیروزگاری پیدا کرنے کی پالیسی کے بارے میں مزید یہ عرض کرونگا کہ کھڈیوں والے بیروزگار ہیں سوت کی قیمت کی یہ حالت ہے کہ ۱۹۶۶ء میں ۲۰ نمبر کا سنگل سوت کا پڑا جو ۱۰ پونڈ کا ہوتا ہے .....

مسٹر سپیکر — حمزہ صاحب اس کے متعلق یہ فرمایئے کہ صوبائی حکومت کیا اقدام اٹھا سکتی ہے -

مسٹر حمزہ — جناب سپیکر - عرض یہ ہے .....

خواجہ محمد صفدر — وہ مرکزی حکومت کو کہے کہ جس طرح کارخانہ دار اسی سوت کو اپنے کارخانوں میں استعمال کرتے وقت ایکسائز ڈیوٹی ادا کرنے کے پابند نہیں ہیں اسی طرح کھڈیوں والوں سے بھی ایکسائز ڈیوٹی نہ لی جائے اور جہاں تک اس سوت کا تعلق ہے صوبائی حکومت مرکزی حکومت کو مجبور کر سکتی ہے کہ سوت کی ایکسپورٹ کو بند کر دے اور اس طرح مقامی ضروریات پوری کی جائیں -

They are responsible for acts of commission and omission, both.

مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا -

مسٹر سپیکر — اگر آپ کا یہ استدلال قبول کر لیا جائے تو foreign affairs کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت کو یہ مشورہ دے کہ فلاں فلاں حالات ملک کے حق میں ہیں اور فلاں فلاں حالات ملک کے حق میں نہیں ہیں اور اس کے منافی ہیں -

خواجہ محمد صفدر — یہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ stress کرنے کی بات ہے اس وقت بیروزگاری مسلمہ طور پر ہمارے یہاں ہے اس کا حل کیا ہے - بعض ایسے حل ہیں جو گورنمنٹ کے اختیارات میں ہیں بعض ایسے حل ہیں جو مرکزی حکومت کے اختیار میں ہیں - لیکن چونکہ گورنر صاحب یہاں جناب صدر کے نمائندے ہیں تو وہ ان کو مشورے دے سکتے ہیں کہ ہمارے صوبے میں اس وجہ سے بیروزگاری میں اضافہ ہوا لہذا یہ یہ کام کئے جائیں -

مسٹر سپیکر — آپ اس کے متعلق بھی روشنی ڈالیں گے کہ آیا کوئی اس بناء پر یہاں subject discuss ہو سکتا ہے -

خواجہ محمد صفدر — میری ذاتی رائے یہ ہے کہ کوئی ایسا subject نہیں ہے جو علیحدہ علیحدہ کیا جا سکے - یہ جمہوریت کے دور میں ہو سکتا ہے کہ provincial autonomy علیحدہ چیز ہے - آپ اپنے آئین کو دیکھئے کوئی ایسی شے نہیں ہے - ہم اس بات کے دعویدار ہیں کہ provincial autonomy یہاں موجود ہی نہیں ہے یہاں صرف فرد واحد کی حکومت ہے اور اس کے دو ایجنٹ مشرقی اور مغربی پاکستان میں بحیثیت گورنر کے کام کر رہے ہیں -

Mr. Speaker : But we are governed by our own Rules of Procedure.

Khawaja Muhammad Safdar : By the Assembly ?

Mr. Speaker : Yes.

خواجہ محمد صفدر — بالکل ٹھیک ہے ۔

مسٹر حمزہ — جناب سپیکر ۔ میں بیروزگاری کا ذکر کر رہا تھا اور میں جناب وزیر مالیات سے کہونگا کہ اگر آپ کی حکومت بیروزگاری کے مسئلہ میں کچھ نہیں کر سکتی تو میں وزیر محنت سے جو کابینہ کے رکن ہیں اور اس ایوان میں بیٹھتے ہیں عرض کرونگا اور اپنی اس حکومت سے بھی التجا کرونگا کہ ان لوگوں کو غربت و افلاس کی زندگی گذارنے پر مجبور کرنے کے بجائے آپ مرکزی حکومت سے یہ سفارش کریں کہ یہ چونکہ بیروزگار ہیں اس لئے ان کو گولی مار دو ۔ اس طرح ان کو ایک بار مار دینے سے ان پر احسان ہو گا ۔ جناب والا ۔ پہلے اس ایوان میں ہم کو یہ بتایا جاتا رہا ہے اور جناب وزیر مالیات ہمیں یہ بتاتے رہے ہیں کہ ہم نے اپنے سکے کی قیمت کو کم نہیں کیا ۔ اور بونس واؤچر سے کام چلتا رہا ۔ میں ان کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے ملک میں کاشتکار جو کپاس پیدا کرتا ہے اس کی قیمتیں اس حد تک نہیں بڑھیں لیکن سوت کی قیمتوں کا یہ حال ہے کہ ۱۹۶۶ء میں ۲۰ نمبر کے سنگل سوت کا ایک پڑا ۲۰ روپے کا تھا۔ ۱۹۶۷ء میں وہ ۲۸ روپے کا ہو گیا اور ۱۹۶۸ء میں وہ ۳۰ روپے کا ہو گیا ۔ اس طرح ۳۰ نمبر کا پڑا ۱۹۶۶ء میں ۲۶ روپے کا تھا اس کی قیمت ۱۹۶۷ء میں ۳۹ روپے ہو گئی اور ۱۹۶۸ء میں ۴۱ روپے ۲ آنے ہو گئی اور ۴۰ نمبر کا جو سوت ہے اس کی قیمت ۱۹۶۶ء میں ۳۲ روپے تھی ۔ ۱۹۶۷ء میں ۴۹ روپے اور ۱۹۶۸ء میں ۵۸ روپے ہے ۔ جب انگلینڈ میں کرنسی پونڈ اور سٹرلنگ کی devaluation ہوئی تو آپ کی حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ جو لوگ اب سوت برآمد کریں گے ان کو ۲۰ فیصد بونس

واؤچر کی شکل میں زرمبادلہ زیادہ دیا جائے گا اس کا مطلب ہے آپ نے بھی ملکی کرنسی کی قیمت بالواسطہ کم کر دی ۔ جناب سپیکر ۔ جناب کرمانی صاحب نے اس ایوان میں ہمیں یہ خوشخبری بھی سنائی کہ جب سوت کی قیمتیں ۱۹۶۶ء کے مقابلہ میں ڈیوڑھی ہو چکی ہیں لیکن کورس کپڑا یعنی موٹے کپڑے کی قیمتیں گر رہی ہیں ۔ خدا معلوم جناب وزیر صاحب مغربی پاکستان کے متعلق فرما رہے تھے یا جنت کے بارے میں ہمیں یہ خوشخبری سنا رہے تھے ۔

وزیر بنیادی جمہوریت — جنت میں تو موٹا کپڑا ہی نہیں ہو گا ۔

مسٹر حمزہ — ہماری حکومت کا عمل یہ ہے کہ یہ کبھی بھی کارخانہ داروں کو کنٹرول نہیں کر سکتی لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ابھی دو دن پہلے جناب خواجہ صفدر صاحب نے جب وہ اس ایوان میں تقریر فرما رہے تھے حکومت کی غلط پالیسیوں کی نشاندھی کرتے ہوئے رشوت کے طور پر ٹیکسٹائل مل لائسنس اور روٹ پرمٹ دینے کا ذکر کیا تو جناب وزیر مالیات نے کہا کہ ہم ارتکاز دولت کو دور کر رہے ہیں ۔ مجھے انتہائی دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جس قوم کے حکمرانوں سے احساس زیاں جاتا رہا ہو اس قوم کے افراد کی اس سے زیادہ بد قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے ۔ کرمانی صاحب تو پرانے سیاستدان ہیں ۔ ان سے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب مارشل لاء نافذ ہوا اور ایبڈو کے تحت بعض افراد پر مقدمات چلائے گئے تو کیا ان پر یہ الزام نہ تھا کہ انہوں نے بعض لوگوں کو روٹ پرمٹ کی رشوت دی تھی ۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ وہ لوگ جو کہ اس ملک میں رشوت ستانی ختم کرنے یا اس کا قلع قمع کا دعویٰ کرتے ہیں وہ خود رشوت ستانی کو جنم دیتے ہیں اور اس قسم کی رشوت جس کی مثال ریپبلیکن دور میں بھی

سننے یا دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کیا آپ روٹ پرمٹ دیتے وقت حقدار کو روٹ پرمٹ دیتے ہیں۔ اگر آپ اس ایوان کے نمائندگان کو روٹ پرمٹ یا لائسنس دیں گے تو آپ اس طرح ایوان کو عوام کی نظروں میں ذلیل و خوار کریں گے ۔ در اصل تمام مصائب و مسائل اور برائیوں کا سرچشمہ بذات خود حکومت ہے اور وہ حکومت جس کے ذمہ دار وزرا کے دل میں برائی کا احساس تک موجود نہیں ہے ۔ جناب خواجہ صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ ملی وحدت کو خطرہ ہے تو بعض معزز ارکان نے اسکو ناپسند کیا ۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر بعض علاقوں میں وحدت مغربی پاکستان کے خلاف نفرت ہے تو اسکی وجہ ان مسائل کو حل کرنے میں جو کہ ان علاقوں میں شدت سے ابھر کر سامنے آئے ہیں اس حکومت کی ناکامیابی ہے ۔ آج جہاں بھی اس حکومت کا نام لیا جاتا ہے تو اس کے نام کے ساتھ رشوت و بدانتظامی آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے ۔ جناب سپیکر ۔ آج آپ سابق صوبہ سندھ میں تشریف لے جائیں یا سرحد میں یا بلوچستان میں تو آپ دیکھیں گے کہ حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے رشوت ستانی اتنی عام ہو چکی ہے کہ جب کسی شخص کا جائز کام بھی نہیں ہوتا تو وہ اپنے دل میں سوچتا ہے کہ وہ کیا کرے ۔ آخر کار اسے رشوت دینی ہی پڑتی ہے ۔ آپ سندھ میں چلے جائیں بڑے بڑے فارم جو افسروں کے وہاں موجود ہیں انکو حکومت کے وسائل سے ہی ترقی دی جاتی ہے ۔ سندھی تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اپنی لوٹ کھسوٹ کے لئے یہاں پر آئے ہیں ۔ ان غریبوں کو جن کو زمینیں سالہا سال سے دی ہوئی تھیں ان سے چھین لی گئیں اور انہیں بڑے بڑے افسروں کو دینا پسند کیا اور یہ وہ لوگ ہیں جو حکومت کے ذہن پر سوار ہیں ۔ نوکر شاہی کے معزز افراد جن کے بارے میں نیشنل اسمبلی میں اگر کوئی سچی بات کہہ دی جائے تو انکو نوٹس دے دیتے ہیں

کہ تمہیں پارٹی سے کیوں نہ علیحدہ کر دیا جائے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ اس وقت وحدت مغربی پاکستان کے خلاف ان علاقوں میں اعتراضات موجود نہیں ہیں تو آپ کی یہ ذہنیت کبوتر کی ہے۔ آپ کو چاہئے کہ آپ مسائل حل کرنے کی کوشش کریں اور اگر آپ مسائل کو حل کرنے کی بجائے ان کو دن بدن پیچیدہ بناتے چلے جائیں یا اور مسائل پیدا کرتے جائیں اور انکار کرتے چلے جائیں کہ یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے تو یہ پالیسی حکومت کے لئے بھی مفید نہ ہو گی۔ ہمیں اس چیز کو دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔ آپ کی خیریت ہو یا نہ ہو لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیز قوم کے لئے انتہائی خطرناک ہے۔ خان عبدالصمد خان اچک زئی جب رہائی کے بعد کوئٹہ تشریف لے گئے تو لوگوں نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ اتنا بڑا ہجوم میرا خیال ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ ان لوگوں کا ہجوم جو ان کو خوش آمدید کہنے کے لئے آئے صرف اس وقت دیکھا گیا تھا جب قائد اعظم رح وہاں پہلی بار تشریف لے گئے تھے۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ لوگ اچک زئی کو انتہائی پسند کرتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور یہ محض اس وجہ سے کہ وہ آپ سے تنگ آ چکے ہیں۔ ایک طرف تو آپ ان کو قوم دشمن کہتے ہیں اور دوسری جانب آپ ان کے حمایتی پیدا کرتے ہیں۔

Minister for Finance : Do you know that he raises slogans like 'Pakistan Murdabad'.

مسٹر حمزہ — یہ آپ ہی کی مہربانی ہے۔ وہ لوگ تو پاکستان کے لئے اپنی جانیں دینے کے لئے تیار ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے اپنے طرز عمل سے پاکستان اور وحدت پاکستان کو بد نام کیا ہے۔

Minister for Finance : I am sorry you don't know the history. Achakzai was never with Pakistan.

مسٹر حمزہ ۔ برادرم میں یہ نہیں عرض کرتا ۔

Mr. Speaker : Mr. Hamza, please address the Chair.

مسٹر حمزہ ۔ یہ سب شیطانی حکومت کی بد عنوانی کی وجہ سے ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس صوبہ میں بد ترین قسم کی سیاسی گھٹن موجود ہے اور یہ سیاسی گھٹن ہمیشہ ایسی چیزیں پیدا کیا کرتی ہے ۔ وہ قوم جو اپنی منزل مقصود کو بھول جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گھٹیا قسم کے خیالات کو اپناتی ہے ۔ اس میں گھٹیا قسم کے تاثرات جنم لیتے ہیں ۔ میں حکومت کو یاد دلاتا ہوں ان سے التجا کرتا ہوں خوشامدانہ عرض کرتا ہوں کہ ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کیجئے بجائے اس کے کہ آپ ان کے وجود سے انکار کریں ۔ جہاں تک صوبے میں پھیلی ہوئی رشوت ستانی کا تعلق ہے میرے نزدیک محکمہ جو اس کے انسداد کے لئے مقرر ہے وہ اس کا انسداد نہیں کر سکتا اور اس حکومت نے محکمہ رشوت ستانی کے افسران کو بے تحاشا اختیارات دے رکھے ہیں محض بے تحاشا اختیارات ہی نہیں دے رکھے بلکہ ان سے کوئی پوچھ گچھ بھی نہیں کی جاتی اور نہ کی جاسکتی ہے ۔ جب آپ بلا سوچے سمجھے اتنے وسیع اختیارات دیتے چلے جائیں گے تو مخلوق خدا ان سے زیادہ پریشان ہوگی ۔ پھر ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ہم غنڈہ گردی کے خلاف مہم چلا رہے ہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اسی حکومت نے اہتمام کر کے یوم اقبال کا دن یونیورسٹی ہال میں منایا اور اسی یونیورسٹی ہال میں غنڈہ گردی کر دی گئی ۔ وہاں جو شخص تقریر کرتا ہے اس کو ڈیفینس آف پاکستان رولز کے تحت گرفتار کرتے ہیں اس کا پریس ضبط کرتے ہیں ۔ کیا اسی طریقہ سے حکومت غنڈہ گردی کو روکتی ہے ۔

Mr. Speaker : The matter is sub-judice and the Member should not make remarks about that incident.

مسٹر حمزہ :- کیا آپ سمجھ نہیں رہے ؟

مسٹر سپیکر :- آپ کا کیا خیال ہے کہ میں سمجھ نہیں رہا ۔

مسٹر حمزہ :- میں نے انکا نام نہیں لیا ۔

Mr. Speaker : What does the Member know about that ; what does he feel about that ? I am not following ?

وزیر مال :- ذرا ان کو پانی پلائیے ۔ برف ذرا زیادہ ہو ۔ (قہقہہ)

مسٹر حمزہ :- میں سمجھتا ہوں کہ حکومت انتظامیہ کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرتی ہے ۔ اس کو خود قانون شکنی پر آمادہ کرتی ہے اور روز بروز نئے مسائل پیدا کرتی چلی جاتی ہے ۔ وہ افسران کو رشوت ستانی کے خلاف لیکچر دیتی ہے اور دیتی رہتی ہے جو بالکل بےمعنی اور بے سود ہیں ۔ آپ کو چاہئے کہ آپ اس قسم کی حرکتوں سے باز آئیں ۔ ایسے اقدامات کو چھوڑ دیں ۔ اس قسم کی پالیسیوں کو خیر باد کہہ دیں اس کے بعد ہی آپ ان نیک مقاصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں ۔ لیکن اگر آپ کا طرز عمل یہی رہا تو یاد رکھئے ناکامی آپکا استقبال کرنے کے لئے ہمیشہ وہاں موجود رہے گی ۔ کل سردار اسحاق خان صاحب نے ایوان میں بتایا کہ کوئٹہ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہاں کھلے بندوں سمگلنگ ہوتی ہے یہ بالکل غلط ہے ۔ وہ بہت ہی قابل اعتماد شخصیت ہیں ۔ ان کے ارشاد کے بعد کم از کم اس ایوان میں یہ کبھی نہیں کہا جانا چاہئے کہ کوئٹہ میں کھلے بندوں سمگل شدہ مال فروخت ہوتا ہے لیکن میں آنکی خدمت میں عرض کرتا ہوں ۔

"خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے"

جناب سپیکر :- حقیقت یہ ہے کہ جتنی دیر یہ لوگ برسراقتدار رہتے ہیں یا برسراقتدار لوگوں کے ساتھ ملے رہتے ہیں اس وقت تک یہ ملک کے مسائل

سے بے خبر ہوتے ہیں ۔ آپ نے دو تین دن پہلے جناب فضل القادر چودھری سابق سپیکر نیشنل اسمبلی کا وہ بیان جو انہوں نے اسمبلی میں دیا پڑھا ہو گا ۔ انہوں نے صدر ایوب سے درخواست کی ہے کہ اگر آپ مجھے پسند نہیں کرتے تو مجھے گولی مار دیں لیکن مجھے ذلیل نہ کریں ۔ جناب سپیکر ۔ یہ وہ شخص ہے جو اسی حکومت کے وزیر تھے ۔ بعد میں سپیکر رہے اور قائم مقام صدر بھی رہے ۔

Mr. Speaker : 'Is that the conduct of the Provincial Government ?

مسٹر حمزہ ۔ وہ پنڈی میں بیان دے رہے تھے ۔ آپ کو کیا پتہ کہ وہ اپنی ذلت کیوں محسوس کرتے تھے ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ صورت حال مرکزی یا مغربی پاکستان کی حکومت کے لئے کوئی نیک شگون نہیں۔ جناب سپیکر۔ جناب فضل القادر چودھری صاحب یہ کہتے ہیں کہ خدارا مجھے ذلیل نہ کریں ۔ خدا ہی جانتا ہو گا کہ راولپنڈی میں ان کے ساتھ کیسا سلوک ہوتا ہو گا اور جو سلوک ان کے ساتھ کیا جاتا ہے مغربی پاکستان کی صوبائی حکومت کے ذریعہ کیا جاتا ہو گا ۔ میں یہ جانتا ہوں کہ اس طرف بیٹھنے والے میرے دوستوں کی کون کون سی مجبوریاں ہیں ۔ یقین کیجئیے کہ جب وہ اس ایوان میں حکومت کی تعریف کرتے ہیں تو میں ہمیشہ مسکرا دیتا ہوں ۔ اگر یہ حکومت کی تعریف یا خوشامد نہ کریں تو اور کیا کر سکتے ہیں ۔ لیکن جس دن اس کرسی سے ان کو علیحدہ کر دیا جاتا ہے ۔ تو یہ بھی وہی کلمات استعمال کرتے ہیں جو جناب فضل القادر چودھری یا بھٹو صاحب استعمال کرتے ہیں ۔ جناب سپیکر ۔ ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ ملی وحدت کو کوئی خطرہ نہیں ۔ مگر کیا یہ حقیقت نہیں کہ آپ کی مرکزی اسمبلی کے ایک رکن کے خلاف جو کم از کم سات آٹھ لاکھ افراد کے نمائندہ ہیں ۔ بغاوت کا مقدمہ بنا کر

انہیں جرگہ کے ذریعہ چودہ سال کی سزا دلائی گئی ہے۔ ایک طرف آپ یہ کہتے ہیں کہ اس ملک میں غدار نہیں۔ لیکن جو لوگ آپ سے اختلاف کرتے ہیں آپ ان کو غدار بناتے ہیں اور اس کے لئے آپ نے خصوصی اختیارات حاصل کئے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر۔ جہاں تک پریس کی آزادی کا سوال ہے وہ لوگ جو ان حکمرانوں کے ہوتے ہوئے پریس کی آزادی یا خیالات کے اظہار کی آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ میں انکی مخالفت کرتا ہوں۔ آپ خود اندازہ لگائیں یہ حکومت جو اندر سے ڈھول کی طرح خالی اور کھوکھلی ہے۔ اگر یہ پریس کو آزاد چھوڑ دے اور اخبارات صحیح معنوں میں تنقید کرنے والے اور رہنمائی کرنے والے ہوں تو اس کے بعد یہ حکومت کہاں رہے گی۔ کیا یہ کبھی ایسے مواقع بہم پہنچا سکتی ہے؟

وزیر مال۔ چودہ سال کی سزا کے بارہ میں آپ نے کس کے متعلق کہا ہے۔

مسٹر حمزہ۔ مسٹر غوث بخش بزنجو جو حکمرانوں کو کھٹکتے ہیں۔

وزیر مال۔ کیا آپ کو یہ علم ہے کہ وہ شخص اپنے علاقے کی آزادی پاکستان کے باہر مانگتا ہے۔ اس نے مجھ سے خود یہ بات کہی ہے۔ کیونکہ آپ کو ان باتوں کا علم نہیں اس لئے آپ ان کی حمایت کرتے ہیں۔

وزیر بلدیات۔ انہیں علم تو ہے۔ مگر یہ تجاہل عارفانہ فرماتے ہیں۔

مسٹر حمزہ۔ آپ نے ہمیں یہ بتایا تھا کہ درہ آدم خیل میں چھ قتل ہوئے ان میں سے چار آدمی پشاور سے آئے ہوئے تھے وہ مفرور تھے۔

حالانکہ ان میں ایک جناب اسلم خٹک کا ذاتی ملازم تھا ۔ آپ یہاں ایسی باتیں بتاتے ہیں جن کا سچائی سے دور کا واسطہ نہیں ہوتا ۔ میں نے بھی میر غوث بخش کی باتیں سنی ہیں ۔ آپ کے متعلق میری رائے آپ کے درہ آدم خیل والے بیان کے پیش نظر اچھی نہیں ہے ۔

جہاں تک پریس کی آزادی کا تعلق ہے ۔ جو لوگ اس کا مطالبہ کرتے ہیں وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں ۔ جناب خواجہ محمد صفدر صاحب میرے بزرگ ہیں ۔ مگر میں ان سے اکثر اختلاف کر لیا کرتا ہوں ۔ آپ کو پتہ ہے کہ میں کسی دربار کا درباری نہیں ہوں ۔ یہ جو درباری لوگ ہوتے ہیں ۔ یہ حکمران یا بادشاہ کے بد ترین دشمن ہوتے ہیں ۔ " نوائے وقت ،، کو اشتہارات نہ دے کر حکومت بالواسطہ آزادی اخبارات کو نقصان پہنچانے کی بد ترین کوشش کر رہی ہے ۔ ایک جانب حکومت ایک اخبار کو اسکا جائز حق دینے کے لئے تیار نہیں ۔ دوسری جانب ہمارے لائل پور کے اخبارات کے مالکان کو روٹ پرمٹ دے دئیے ہیں ۔ اندازہ لگائیے ۔ ایک کو اسکا جائز حق دینے کے لئے تیار نہیں ۔ اور دوسروں کو کھلم کھلا سیاسی رشوت دیتے ہیں ۔ اور جناب وزیر صاحب جانتے ہیں کہ جب یہ وہاں جاتے ہیں تو وہ اخبار نویس ان کے آگے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں ۔ میں اس لفظ کو پسند نہیں کرتا ۔ مگر مجبور ہوں ۔ وہ بالکل X X X X X X X * انکے آگے پیچھے بھاگتے ہیں ۔

Mr. Speaker : That is unparliamentary and expunged from the proceedings of the Assembly.

مسٹر حمزہ ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ انہوں نے قوم کے کس حصے کو داغدار نہیں کیا ۔ پہلے وہ کلمہ حق کہتے تھے ۔ مگر اب اس

*Expunged as ordered by Mr. Speaker.

حکومت نے جو دین کی اخلاقی قدریں بلند کرنے کی تبلیغ کرتی ہے انہیں روٹ پرسٹ پیش کئے - ان کا کارنامہ ملاحظہ کریں - میرے نزدیک ضمیر فروشی کرنا یا کسی کا ضمیر خریدنا بد ترین قسم کے جرائم ہیں - آپ نے بعض لوگوں کا ضمیر خریدنے اور قوم کا ذہن غلام بنانے کا گھناؤنا جرم کیا ہے - اور یہ وہ خطرناک جرم ہے جو آئندہ نسلوں کو تباہ کرنے کا موجب ہو سکتا ہے - جناب سپیکر - آج حالت یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اخلاقی انحطاط آ چکا ہے - ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ ہم نے ۱۹۶۵ء میں ہندوستان کے حملہ کا منہ توڑ جواب دیا تھا - یقیناً دیا تھا - آپ یقین کیجیئے جنگ میں اسلحہ اہمیت رکھتا ہے لیکن اتنی بھی اہمیت نہیں رکھتا - قوم اپنے کریکٹر اور کردار سے جنگ لڑتی ہے - اگر قوم کے کردار کو دن بدن کھوکھلا کر دیا جائے تو پھر ہتھیار اسکے کام نہیں آ سکتے - قوم کی اخلاقی قدریں دن بدن گر رہی ہیں - میں آپ سے پوچھتا ہوں آپ بچوں سے کیوں گلہ کرتے ہیں کہ وہ امتحانات میں پرچے نقل کرتے ہیں - یا پرچے وقت سے پہلے آؤٹ ہو جاتے ہیں جب خود حکمرانوں کا یہ طرز عمل ہے کہ وہ رشوت اور بے انصافی کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں- حکومت بے انصافی پیدا کرنے کی بہت بڑی مشینری بنی ہوئی ہے - جس غریب سے رشوت نہ ملے اس کو اسکا حق نہیں دیا جاتا - یہ صورت حال ہمارے لئے ہندوستان سے زیادہ خطرناک ہے - میں آپ کو احساس دلانا چاہتا ہوں کہ آپ چند دنوں کے اقتدار کی خاطر قوم کی ریڑھ کی ہڈی کو نہ توڑیں -

میں آخر میں اپنے بعض دوستوں سے ایک مودبانہ گذارش کرنا چاہتا ہوں - میں نے پچھلے دو تین روز میں ایوان کے ہر دو جانب سے حکومت کی تنقید سنی ہے - آپ یقین کیجئیے مجھے کسی شخص سے عداوت یا

دشمنی نہیں۔ میرا یہ ایمان ہے کہ جس کے پاس جتنے بھی زیادہ اختیارات ہیں وہ اسی قدر زیادہ دنیا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے ۔ یہ ان لوگوں کی انتہائی گھٹیا قسم کی منافقت ہے جو ایک طرف حکومت کی پالیسیوں پر سخت تنقید کرتے ہیں اور آخر میں جناب صدر مملکت اور گورنر صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں ۔ میں اپنے دوستوں سے گذارش کروں گا خواہ وہ ادھر بیٹھتے ہیں یا ادھر ، کہ جب آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ایک شخص کو تمام کے تمام اختیارات حاصل ہیں اور اس کی غلط پالیسیوں سے ایسے نتائج بر آمد ہو رہے ہیں تو پھر آپ کیوں اس کو مبارکباد پیش کرتے ہیں یا اس کی خوشامد کرتے ہیں اور یہ وہ لوگ کرتے ہیں جو اس معزز ایوان کے رکن ہیں اور جو پانچ چھ لاکھ آبادی کے اپنے آپ کو بزعم خویش نمائندہ سمجھتے ہیں ۔

میجر میر بادشاہ خان محسود (ڈیرہ اسمعیل خان ایجنسی-۲) (پشتو)۔ صاحب صدر ۔ وزیر خزانہ صاحب نے جو میزانیہ سال ۶۹-۱۹۶۸ء کی بابت اس ایوان کے سامنے پیش کیا ہے ۔ اس بجٹ میں میرے ڈویژن اور خاصکر وزیرستان کی پسماندگی کو دور کرنے کے لئے کوئی خاطر خواہ فنڈ مہیا نہیں کیا گیا ۔ جس سے کہ یہ پسماندہ علاقہ غربت افلاس اور بیروزگاری سے نجات حاصل کر سکے ۔

صاحب صدر ۔ میں آپ کے توسط سے جناب وزیر مواصلات سے یہ عرض کرتا ہوں کہ میرے علاقہ کی تمام سڑکیں انگریزی دور کی ہیں اور اسوقت ان کی حالت ناگفتہ بہ ہے ۔ ان کی خرابی کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان پر باقاعدہ خرچ نہیں کیا جاتا اور اگر آئندہ بھی یہی حالت رہی تو آپ یقین رکھیں کہ دو تین سال کے اندر اندر یہ تمام سڑکیں بالکل

نا کارہ ہو جائیں گی ۔ اس لئے میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ آپ سڑکوں کی مرمت کا کام بر وقت کرائیں اس کے علاوہ سام کو ٹکئی روڈ کے بارہ میں ہر سال آپ وعدہ فردا پر ٹرخا دیتے ہیں آپ کے ان ٹرخا دینے والے وعدوں کی وجہ سے اس علاقہ کے عوام کو بہت تکلیف ہے ۔ ذرا مہربانی فرما کر ان غریب عوام کی تکلیف کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سڑک کی طرف فوری توجہ کریں ۔ جناب صدر ۔ ڈیرہ اسمعیل خان بھی پاکستان کا ایک ضلع ہے اور اس علاقہ کی ترقی بھی آپ کے ذمہ ہے ۔ پھر ہمارے ساتھ یہ سوتیلی ماں کا سلوک کیوں ہو رہا ہے ۔ اب میں وزیر مال خان غلام سرور خان کی خدمت میں آپ کے توسط سے یہ عرض کرتا ہوں کہ ڈیرہ اسمعیل خان میں بنجر اراضی کے لئے مناسب اقدام کریں تاکہ ان اراضیات کو جلد از جلد قابل کاشت بنایا جا سکے ۔ آپ کو علم ہے کہ وہاں پر بنجر اراضیات کے ایسے مالکان بھی ہیں جن کی زمین ۵۰/۵۰ ہزار کنال ہے مگر نان شبینہ کے محتاج ہیں ۔ ان کی کل کائنات ایک گدھا ہے وہ صبح سویرے اپنی بنجر اراضیات سے لکڑیاں کاٹتے ہیں اور شہر میں آ کر ان کو فروخت کر کے اپنا پیٹ پالتے ہیں ۔ اگر ان زمینوں کو زیر کاشت لایا جاوے اور مناسب منصوبے بنائے جائیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہاں سے اتنی گندم پیدا ہو گی کہ آپ خود کفیل ہو جائیں گے بلکہ بیرون ملک بھی اناج بھیج سکیں گے ۔ مگر نا معلوم کیوں آپ نے ہمارے اس چھوٹے سے ڈویژن کو جس میں صرف دو اضلاع بنوں اور ڈیرہ اسمعیل خان کے علاوہ دو ایجنسیاں نارتھ وزیرستان اور ساؤتھ وزیرستان ہیں نا انصافی کا سلوک روا رکھا ہے ۔ آپ کو چاہیئے کہ اس علاقہ کی طرف فوری توجہ دیں ۔ اس کے نتائج اچھے نکلیں گے اور عوام میں خوشحالی ہو گی ۔ آپ جانتے ہیں کہ وزیرستان کے عوام بہت غریب ہیں ان کے پاس ایسے

وسائل نہیں ہیں کہ وہ فارغ البالی سے زندگی گذار سکیں - جو ان کی زمینیں ہیں وہ بنجر ہیں - کارخانے نہیں ہیں - ہم کوئی چور نہیں ہیں - ہم بھی محب الوطن پاکستانی ہیں - پھر کیا وجہ ہے کہ ہماری بہبود کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی جاتی - اس کے علاوہ وزیر قبائلی امور کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ ہماری بھرتی اب رینجرز میں کیوں نہیں کی جاتی - کیا ہم پاکستانی نہیں ہیں - کیا ہم دشمن سے لڑنے کی ہمت نہیں رکھتے یا ہم میں کوئی کمی ہے - جب ہمارا کوئی آدمی رینجرز سے ریٹائر ہو جاتا ہے تو اس کی جگہ پر رینجرز میں اس ایجنسی کا آدمی نہیں لیا جاتا آخر اس کی کیا وجہ ہے ہمارا حق ہمیں دلایا جائے - اور ہمارے نوجوانوں کو رینجرز میں بھرتی کیا جاوے تاکہ وہ ملک اور قوم کی خدمت کر سکیں - اس کے علاوہ ہمارے اس دور دراز علاقہ میں جب کبھی افسران دورہ پر جاتے ہیں وہ ڈاک بنگلہ میں جاتے ہیں اور واپس آ جاتے ہیں - ان کو چاہیئے کہ پیدل بھی اگر ان کو میلوں چلنا پڑے تو وہ علاقوں میں جائیں اس بارے میں خان غلام سرور خان وزیر سے مطمئن ہوں کہ وہ ہر جگہ چاہے انہیں پیدل چلنا پڑے پہنچتے ہیں - اور ہمارے عوام کی گذارشات موقع پر سنتے ہیں - اس کے علاوہ یہ عرض کروں گا کہ گمل زام سکیم حکومت نے منظور کی تھی شروع میں اس پر ۱/۲ ۴ کروڑ روپیہ واپڈا نے خرچ کیا مگر آپ موقع پر کام کی پیمائش کریں تو وہ صرف ۵۰ لاکھ کا ہو گا - آپ کو چاہیئے کہ اس کا ٹھیکہ کسی بیرونی فرم کو دیں یا کسی پاکستانی معروف کمپنی کو دیں - ہمیں واپڈا سے بچائیں - چونکہ میرا وقت ختم ہو رہا ہے میں اپنی آخری گذارش دریا خان اور ڈیرہ اسمعیل خان کے پل کے بارہ میں عرض کروں گا کہ یہ پل اس ڈویژن کی خوشحالی کا ضامن ہو گا کیونکہ گرمیوں کے موسم میں جب دریائے سندھ میں پانی آ جاتا ہے تو ڈیرہ اسمعیل خان تمام صوبہ سے

کٹ جاتا ہے۔ اور اگر کسی نے ڈیرہ اسمعیل خان جانا ہوتا ہے تو اسے ۲۰۰ میل کا چکر لگا کر جانا پڑتا ہے۔ اگر یہ پل جلد از جلد بنایا جاوے تو عوام کی سہولت کے ساتھ ساتھ فوجی نقطہ نگاہ سے بھی بہت مفید ثابت ہو گا۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

حاجی سعداللہ خان دور درپہ خیل (ڈیرہ اسماعیل خان ایجنسی - ۱) (پشتو) - جناب والا - میں اپنے علاقائی مسائل عرض کرنے سے پیشتر جناب وزیر خزانہ کو ایک فاضل بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں کیونکہ انہوں نے کوئی نیا ٹیکس عائد کئے بغیر ملکی ترقی کی رفتار کو تیز سے تیز تر کرنے کا اہتمام زیر بحث میزانیہ میں کیا ہے اور ان کے اس اقدام کو ایوان کے ہر معزز رکن نے سراہا ہے۔

جناب والا - میں نے اس سے قبل بھی کئی مرتبہ اس معزز ایوان میں دریائے ٹوچی کے کنارے آباد دیہاتوں کی تکالیف کا ذکر کیا ہے اور میں آج پھر انہی گذارشات کا اعادہ کرتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ دریائے ٹوچی کے کنارے پر آباد دیہاتوں کے سلسلے میں ایک سروے کیا گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک ان کے اس سروے کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہو سکا۔ البتہ جب ہمارے وزیر برائے ترقیات قبائلی علاقہ جات جن دنوں شمالی وزیرستان میں پولیٹیکل ایجنٹ تھے تو ان کی کوششوں سے وہاں پر کچھ نہ کچھ کام کیا گیا تھا جس کے نتیجے میں وہاں کے باشندوں کو تھوڑا بہت آرام نصیب ہوا تھا۔ میں اس معزز ایوان کی اطلاع کے لئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دریائے ٹوچی کے کنارے آباد دیہاتوں کی اراضی پر ہی ہماری خوراک کا تمام تر دارو مدار ہے۔ اگر وہاں کی لاکھ ڈیڑھ لاکھ آبادی کو خوراک کے معاملے میں خود کفیل کرنا مقصود ہو اور حکومت واقعی یہ

چاہتی ہو کہ وہاں کے غریب عوام خوراک کے معاملے میں کسی دوسرے علاقے کے دست نگر نہ ہوں تو جیسا کہ ہمیں بتایا گیا تھا کہ دریائے ٹوچی پر چھوٹے بند باندھنے کا سروے کیا جا چکا ہے اور جس پر تقریباً تیس لاکھ روپے خرچ ہوتا ہے تو اگر اس سکیم کو عملی جامہ پہنایا جائے تو اس سے نہ صرف یہ کہ وہاں کے عوام کو خوراک کے معاملے میں دوسروں کی محتاجی سے نجات حاصل ہو جائیگی بلکہ اس سے یہ فائدہ بھی ہو گا کہ جو علاقے خوراک کے سلسلے میں ہماری کفالت کرتے ہیں وہ بھی اپنا غلہ کسی دوسری جگہ منتقل کر کے دوسرے علاقوں کی غذائی امداد کے قابل ہو جائینگے۔

اس کے علاوہ میں یہ گذارش کروں گا کہ میں نے ہمیشہ سپین مالہ کے پل کے متعلق حکومت کو عرض کی ہے کہ وہ اس پل کی تعمیر ضروری طور پر اس لئے بھی کریں کہ بوقت ضرورت ہماری فوجیں اس کو استعمال کر سکیں گی۔ ورنہ موجودہ صورت میں تو یہ حالت ہے کہ اگر بارش ہو جائے تو یہ راستہ مہینوں بند پڑا رہتا ہے جس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ وہاں کے عوام کو ہی تکلیف ہوتی ہے بلکہ وہاں پر مقیم فوجوں کو بھی بر وقت راشن وغیرہ پہنچانے میں کافی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے متعلق بھی کافی عرصہ ہوا کہ سروے ہو چکا ہے لیکن اس سروے کا ابھی تک کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو سکا۔ اس لئے مہربانی فرما کر اس طرف فوری توجہ دی جائے۔

جناب والا۔ اس کے بعد میں ایک اور اہم معاملے کی طرف آپکی توجہ دلاتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ چونکہ میری ایجنسی کے لوگ بیحد غریب ہیں اور اس وجہ سے ان کے لئے ضروریات زندگی کے حصول میں کافی

دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ ہمیں حکومت نے یہ یقین دلایا ہے کہ وہ ہمیں ملازمتوں میں باقاعدہ کوٹہ دیں گے ۔ لیکن درحقیقت جب کبھی بھی ہم نے سرکاری ملازمتیں حاصل کرنے کی کوشش کی تو ہمیں یہ کہا گیا کہ آپ لوگ ملیشیا اور بارڈر پولیس میں ہی ملازمت کر سکتے ہیں اور آپ زیادہ تر اسی کے قابل ہیں ۔ تو میں حکومت کی خدمت میں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ اب تو ہمارے بچے بھی تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو رہے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ان غریب لوگوں کو جنہوں نے اپنا پیٹ کاٹ کر بچوں کو تعلیم دلائی ہے اور اپنی ہر ضرورت کو پس پشت ڈال کر تعلیم کے حصول کو ہی اپنا مقصد حیات بنایا آپ انہیں فضائی فوج اور دوسری سرکاری ملازمتوں میں ان کا حق نہیں دیتے ہیں ۔ آپ اپنے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کریں اور ہمیں ہمارا حق دینے کی طرف فوری توجہ دیں ۔

جناب والا ۔ میران شاہ میں حکومت نے مہربانی کر کے ایک کالج کا اجراء کیا ہے جس میں چالیس چالیس میل کی دوری سے طلباء جا کر تعلیم حاصل کرتے ہیں ۔ حکومت نے اس علاقے کی اقتصادی بدحالی کے پیش نظر کچھ وظائف بھی دے رکھے ہیں لیکن جوں جوں دن گذرتے ہیں توں توں مذکورہ کالج میں زیر تعلیم طلباء کی تعداد بڑھتی جاتی ہے ۔ لیکن اس کے باوجود نہ تو وظائف کی تعداد میں کوئی اضافہ کیا گیا ہے اور نہ ہی وظائف کی رقوم ہی بڑھائی گئی ہیں ۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت سے ایسے غریب طلباء جو کہ اپنی تعلیم جاری رکھنے کے متمنی ہوتے ہیں وہ تعلیم کے اخراجات کے متحمل نہ ہو سکنے کی وجہ سے اپنی تعلیم کو قطع کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں ۔ اس لئے میں حکومت سے یہ استدعا کروں گا کہ میران شاہ کالج میں

زیر تعلیم طلباء کے لئے وظائف میں اضافہ کر کے ان غریب طلباء کی امداد کی جائے۔

جناب والا۔ ہماری حکومت ہر ممکن کوشش کر رہی ہے کہ قبائلی علاقہ جات کو ترقی دی جائے اور اس کے ثبوت میں میں اس ٹیکسٹائل مل کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو میجر میر بادشاہ خان کے نام سے ڈیرہ اسماعیل خان میں اس وقت چل رہی ہے۔ لیکن آپ یہ بھی اندازہ فرمائیں کہ انیس ایجنسیوں کے لئے صرف ایک ٹیکسٹائل مل کا وجود تمام قبائلی علاقوں کی اقتصادی بد حالی کو رفع کرنے کا ضامن نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس جانب بھی توجہ دینا ضروری ہے۔ لیکن میں یہاں پر یہ ذکر کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ کارپردازان حکومت نے مذکورہ ٹیکسٹائل مل پر اکتیس لاکھ روپے ٹیکس لگا کر دیدہ دانستہ قبائلی علاقے کے لوگوں کی حوصلہ شکنی کی ہے تا کہ وہ مل وغیرہ لگانے سے احتراز کریں۔ میری اس دلیل کو مزید تقویت اس امر سے بھی ملتی ہے کہ لاہور کے قرب و جوار میں جو ٹیکسٹائل ملیں قائم کی گئی ہیں ان کا سالانہ ٹیکس بیس لاکھ روپے سے زیادہ نہیں ہے جبکہ جیسا میں نے عرض کیا ہے کہ ڈیرہ اسماعیل خان میں قائم شدہ ٹیکسٹائل مل پر حکومت نے اکتیس لاکھ روپے ٹیکس تشخیص کیا ہے اور ٹیکس میں اس گیارہ لاکھ روپے کا اضافہ چھ لاکھ روپے سالانہ کے اس فالتو خرچ کے علاوہ ہے جو کہ مذکورہ مل اپنی ضروریات کا مال لانے لے جانے پر خرچ کرتی ہے تو اس طرح سے یہ ایک قسم کا دھرا ٹیکس ہے جو کہ ہم سے وصول کیا جاتا ہے جسکا جواز میری دانست میں سوائے اس کے اور کچھ بھی نہیں ہو سکتا کہ ہم آئندہ کبھی کسی مل کے متعلق سوچ بھی نہ سکیں۔ اس لئے میں یہ گذارش کرونگا کہ حکومت کو اس جانب بھی توجہ دینی چاہئیے۔

جناب والا ۔ علاوہ ازیں ہم نے بار بار یہ مطالبہ کیا ہے کہ جس طرح Settled Areas کے لوگوں کو سرکاری زمینیں تقسیم کی جاتی ہیں اسی طرح ہم قبائلیوں کو بھی ان اراضیات میں حصہ دیا جائے۔ آخر ہم بھی اسی ملک کے باشندے ہیں اور ہمیں بھی دوسرے لوگوں کی طرح حق پہنچتا ہے کہ ہم اس ملک میں مہیا سہولتوں سے دوسرے علاقے کے لوگوں کی طرح مستفید ہو سکیں ۔ میں حکومت سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اس طرف بھی اپنی توجہ مبذول کرے ۔

جناب والا ۔ اس ایوان میں بھی اور اس ایوان کے باہر بھی ہماری حکومت بڑے فخریہ انداز میں کہہ رہی ہے کہ ہم خوراک کے معاملے میں خود کفیل ہو گئے ہیں ۔ تو جہاں تک اس ملک کے Settled Areas کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم اس سلسلے میں خود کفالت کی حد تک پہنچ چکے ہیں لیکن اس قدر وافر غلے کی پیداوار سے ہم قبائلی لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکا ۔ ہمارے لئے تو گندم کا نرخ اب بھی وہی ہے جو کہ گندم کی موجودہ وافر فصل سے پہلے ہوا کرتا تھا ۔ ہم تو اب بھی ایک من گندم یا ایک بوری گندم حاصل کرنے کے لئے چالیس پچاس میل کا سفر طے کر کے پولیٹیکل ایجنٹ سے پرمٹ لینے کے لئے جاتے ہیں اور ایک دوسرے کی منت سماجت کر کے اپنی ضروریات کو جیسے تیسے پورا کرتے ہیں ۔ اس پر بھی ہم پر سمگلنگ کا الزام دھرا جاتا ہے ۔ اب آپ ہی بتائیں کہ کوئی کتنی سمگلنگ گدھوں کے ذریعے کر سکتا ہے ۔ وہاں پر تو مواصلات اور آمد و رفت کے وسائل تقریباً مفقود ہیں اور ہم اپنی ضروریات کے لئے غلہ وغیرہ خرید کر گدھوں پر لادتے ہیں ۔ لیکن اگر آپ اس کو بھی سمگلنگ کہیں تو یہ آپ کی مرضی ہے ۔ حالانکہ سمگلنگ تو آپ کے ان بڑے بڑے شہروں میں ہوتی ہے جہاں پر

کہ سیروں اور منوں کے حساب سے سونا پکڑا جاتا ہے ۔ لیکن اگر آپ ایک من غلہ جو کہ ایک گدھے کی پیٹھ پر لادا گیا ہوتا ہے وہ بھی پکڑ لیں تو آپ کہہ دیتے ہیں کہ یہ سمگلنگ ہے ۔ لوگ ہمیں چوری کا الزام دیتے ہیں تو اب آپ ہی بتائیے کہ چور وہ لوگ ہیں جو دولت کمانے کی غرض سے سونے کی سمگلنگ کرتے ہیں یا چور ہم ہیں جو اپنے بچوں کا پیٹ بھرنے کے لئے بیس تیس سیر گندم لے کر جاتے ہیں ۔ اور پولیٹیکل ایجنٹوں کی منت سماجت کرتے ہیں ۔ میں یہ گذارش کروں گا کہ جس طرح صوبے کے دوسرے حصوں میں گندم کی بار برداری اور اس کے لانے لیجانے پر کوئی پابندی نہیں ہے اسی طرح ہم پر عائد کردہ پابندی کو بھی دور کیا جائے ۔ تا کہ ہم بھی بآسانی آپ کی اس فاضل اور وافر فصل سے استفادہ کر سکیں ۔ آخر ہم نے بھی پاکستان کی ہمیشہ ہی خدمت کی ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی کرتے رہیں گے ۔ ہم نے بھی پاکستان کے دفاع اور سالمیت کی خاطر ضرورت پڑنے پر جنگیں لڑیں ہیں ۔ ہم بھی پاکستان کے اتنے ہی وفادار ہیں جتنے کہ آپ لوگ ہیں اس لئے اگر ہمیں اپنی بقا کے لئے کسی چیز کی ضرورت ہو اور آپ وہ چیز ہمیں آسانی سے مہیا کر سکتے ہوں تو یہ آپ کا بھی فرض ہے کہ آپ ہماری امداد کریں ۔

آخر میں میں یہ گذارش کروں گا کہ شمالی وزیرستان ایجنسی کے لئے میڈیکل کالج میں داخلہ لینے والوں کے لئے آٹھ نشستیں مخصوص کی گئی تھیں ۔ لیکن انہیں گھٹا کر اب چار کر دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ موضع وریانہ کو بھی یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اس کوٹہ میں سے اپنے لئے نشستیں حاصل کر سکے ۔ حالانکہ موضع وریانہ شمالی وزیرستان ایجنسی میں شامل ہی نہیں ہے ۔ اس لئے مہربانی فرما کر ایک تو ان نشستوں کی

تعداد بڑھا کر حسب سابق آٹھ کر دی جائے اور اس کے علاوہ ان نشستوں کو صرف شمالی وزیرستان ایجنسی کے لئے ھی مخصوص کیا جائے تا کہ جو غریب طلباء اس امید پر گونا گوں تکالیف برداشت کر کے اپنی تعلیم مکمل کرتے ہیں کہ ان کو میڈیکل کالجوں میں ان نشستوں میں سے کوئی نشست دی جائے گی ان کو ان کا حق مل سکے ۔

ان الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ھوں کہ آپ نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کے لئے وقت مرحمت فرمایا ۔

چودھری محمد نواز (ساھیوال ۔ ۲) ۔ جناب سپیکر ۔ کسی حکومت کے بجٹ کے حسن و قبح کو پرکھنے کا مسلمہ اصول یہ ہے کہ آیا وہ بجٹ عوامی ضروریات اور قومی امنگوں کا آئینہ دار ہے یا نہیں ۔ اگر ایک بجٹ محض رسمی اعداد و شمار کا مجموعہ ھو تو اسے بجٹ تو کہا جا سکتا ہے مگر وہ بجٹ عوامی امنگوں ، عوامی سہولتوں اور ملک و قوم کے ترقی کا مظہر نہیں کہلایا جا سکتا ہے ۔ اس اصول کو پیش نظر رکھتے ھوئے جب میں نے اس بجٹ کو دیکھا تو میں نے یہ محسوس کیا کہ بجٹ نہ صرف یہ کہ قومی امنگوں کا آئینہ دار ہے بلکہ اس میں قومی سہولتوں اور ملک و قوم کے ترقی کا جذبہ کارفرما ہے ۔ یہ جذبہ ھمارے جواں سال ، جواں ھمت اور با تدبیر وزیر خزانہ کی عوام دوستی اور ھمدردی کی مرھون منت ہے ۔ میں اس پر انہیں اپنی طرف سے اور اپنے حلقہ نیابت کے عوام کی طرف سے خراج تحسین پیش کرتا ھوں ۔

حضور والا ۔ پچھلے دس سال کے دوران ھمارے ملک اور ھمارے صوبے نے نمایاں ترقی کی ہے جسکو بیرونی دنیا بھی تسلیم کرتی ہے ۔ یہ ترقی ھمارے ملک کی اچھی قیادت ، اچھی لیڈر شپ اور رھنمائی کا نتیجہ ہے ۔

حضور والا - جب کبھی بھی ملک و قوم کو مشکل حالات سے دو چار ہونا پڑا ہے تو ہمارے قائد فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے اپنی قوم کی صحیح خطوط پر رہنمائی فرمائی۔ تاریخ کے طالب علم یہ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ جب کبھی نا مساعد حوصلہ شکن، روح فرسا اور مایوس کن حالات نے قوم کے حوصلے پست کئے تو ہمارے قائد نے اپنے کوہ شکن عزم اور خدا داد صلاحیتوں کے زور پر قوم کے سینوں کو تمنا اور آرزو ، تڑپ اور اخلاص، وفا، جذب و ہمت اور جد و جہد کے جواہروں سے لبریز کر دیا - اور ہمارے سامنے صحراؤں کی وسعتیں سمٹ کر رہ گئیں - اور ہمالیہ اور کوہ قاف کی چوٹیاں باہم متصل ہو گئیں - اسباب و وسائل کی قلت بے معنی ہو کر رہ گئی - حضور والا - جب بھی ہم نے جد و جہد کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تو ہمارے سامنے باطل کی طاقتیں دب کر رہ گئیں - حضور والا - ہمارے ملک کی اقتصادی حالت اس معیار پر پہنچ چکی ہے کہ زر مبادلہ کا رد و بدل بھی اسے متاثر نہیں کر سکتا - اس کے بر عکس ہم اپنے ہمسایہ ملک کو دیکھیں - اس کو جو حالات درپیش تھے - اس کے پیش نظر ان کو اپنے سکے کی قیمت میں کمی کرنی پڑی - ہماری حکومت کی اقتصادی حالت اتنی اچھی ہے کہ ہم نے اپنی کرنسی کی قیمت کم کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی - یہ ہمارے لئے اور ہماری حکومت کے لئے باعث فخر بات ہے - حضور والا- وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر کا صفحہ چار اگر ملاحظہ ہو تو وہاں پر مختلف محکموں کی کار کردگی کا انہوں نے ذکر کیا ہے - اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہم نے ہر محکمہ میں ایک نمایاں مقام حاصل کیا ہے - زراعت ، تعلیم اور دیہی ترقیاتی پروگرام اور ان میں ہم نے ایک گنا ، ۱۰ گنا ، ۴ گنا بلکہ ایک میں تو ہم نے ۱۰۰ فیصد اضافہ کے لحاظ سے ترقی کی ہے - اسی طرح محکمہ سرکاری عمارات

خانہ سازی ، دیہی ، شہری آب رسانی کے تمام محکموں میں ہم نے نمایاں کار کردگی کا مظاہرہ کیا ہے ۔

حضور والا ۔ زراعت کے متعلق اس ایوان میں بہت کچھ کہا جا چکا ہے ۔ میں اس پر زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا ۔ میں صرف قائد ایوان کی خدمت میں ایک گذارش کرونگا کہ زمیندار کو اس وقت اپنی کاشت کو بڑھانے کیلئے مختلف محکموں میں ہر روز چکر کاٹنے پڑتے ہیں اور اگر ان محکموں میں coordination ہو تو میرا خیال ہے کہ زمیندار کو اتنی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے ۔ وہ محکمہ مثلاً زراعت ہے، خوراک ہے ، واپڈا ہے ، محکمہ انہار ہے اور زرعی بنک ہے ان تمام محکموں میں زمیندار کو ایک ہی کام کے لئے بار بار جانا پڑتا ہے اور اگر ان محکموں کا آپس میں کوئی ایسا ادارہ تو میں نہیں کہوں گا ۔ بلکہ اگر ایک افسر مقرر کر دیا جائے ۔ جو زمیندار کی سہولتوں کو دیکھتے ہوئے اس کے کام کو دیکھتے ہوئے دوسرے محکموں سے کوئی تعاون کرے ۔ اور اس کا کام جو ہے اس کے ذریعہ سے ہو جائے ۔ تو میرا خیال ہے اس سے زمیندار کو کافی فائدہ پہنچے گا ۔ اور حکومت کو بھی اس میں کافی سہولت ہوگی ۔ اس سے پیشتر حکومت نے اسی طرح کا ایک تجربہ کیا جو کہ بڑا اچھا کامیاب رہا ۔ مثال کے طور پر محکمہ نہر ، محکمہ روڈز اور محکمہ ریلوے ان کی زمین لائن کے ساتھ ساتھ فالتو پڑی ہوئی ہے ۔ اور اس میں ہر محکمہ پہلے خود درخت لگانے کا ذمہ‌دار تھا ۔ لیکن وہ تجربہ کامیاب نہ ہوا اور اس کے بعد یہ تمام زمین محکمہ جنگلات کو دی گئی ۔ اور اس نے اس پر جنگلات اگانے میں نمایاں ترقی کی ہے ۔ اور اچھے نتائج اس سے حاصل ہوئے ہیں ۔ حضور والا ۔ ایک اور مسئلہ جو اس وقت زمیندار کو در پیش ہے وہ میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔

دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ زرعی زمین کا فیکٹریوں کی تعمیر کے لئے استعمال دن بدن بڑھ رہا ہے۔ کیا ہی بہتر ہوتا کہ اگر حکومت ان فیکٹریوں کے لئے بنجر اور غیر آباد زمینیں مخصوص کر دے۔ اس کے دو فائدے ہونگے ایک تو یہ ہے کہ کل کو جو ہمیں خوراک کی کمی کا مسئلہ ہے۔ اس کے دوبارہ پیش آنے کا کوئی خدشہ نہیں ہوگا۔ دوسرا یہ ہے کہ یہ فیکٹریاں اس طرح سے مختلف علاقوں میں تقسیم ہو جائیں گی۔ اور ان سے دوسرے علاقوں کو روزگار مہیا ہو سکے گا۔ حضور والا۔ دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ یہ کارخانہ دار جو سرمایہ دار لوگ ہیں۔ ان میں زمین کو حاصل کرنے کا رجحان بڑھ گیا ہے۔ میں مثال کے طور پر آپ کو جڑانوالہ کے ایک کارخانہ دار کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ کہ اس کے پاس پہلے جو زمین ہے۔ اس میں وہ آدھے میں سبزی کاشت کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس نے گورنمنٹ کو درخواست دی ہے کہ مجھے ۲۸ ایکڑ زمین جو دوسرے زمیندار کی ہے اور اس کے ساتھ ہی ملحقہ ہے۔ یہ acquire کرکے دے دی جائے۔ تو اس کا مقصد صرف یہ ہوگا کہ کارخانے کے لئے اسے زمین کی ضرورت نہیں ہے لیکن وہ صرف اس کو اپنی کاشت کے لئے اپنی دوسری زراعت کے لئے استعمال کرے گا۔ تو یہ بڑی زیادتی ہے۔ کہ ایک غریب زمیندار کی جو زمین ہے اس کو کم قیمت پر لے کر ان کارخانہ داروں کو جو کہ پہلے ہی کافی سرمایہ کے مالک ہیں۔ دے دی جائے۔ تو یہ کوئی عقل مندی کی بات نہیں ہے۔ حضور والا۔ اس ایوان میں ہمارے دائیں جانب بیٹھنے والوں نے lawlessness کے متعلق فرمایا ہے۔ حضور والا۔ یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جو بھی ملک ترقی کی منازل طے کرتا ہے۔ اور ان کی جو آبادی ہے۔ وہ بڑھ رہی ہو۔ وہاں معاشرے میں برائی کے پیدا ہونے کا امکان ضرور ہوتا ہے۔ لیکن حکومت

ان چیزوں سے بھی غافل نہیں ہوتی ہے ۔ اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ ہماری حکومت نے اس وقت اس غنڈہ گردی کو ختم کرنے کی جو مہم شروع کی ہے ۔ اس کے نتائج نہ صرف شہروں میں بلکہ دیہات میں بھی اچھے ثابت ہوئے ہیں ۔ اور اس کا سہرا صرف موجودہ حکومت اور ہمارے گورنر صاحب کے سر ہے ۔ افسوس کا مقام ہے کہ آج تک کوئی عوامی تنظیم اس کام کو سر انجام دینے کے لئے سامنے نہیں آئی ۔ پرانی حکومتیں ہمیشہ یہ دعویٰ کرتی آئیں ۔ لیکن آج تک جتنا بھی وقت ۱۹۵۸ء تک وہ حکمران رہے انہوں نے اس معاملہ میں کوئی بھی کار کردگی کا مظاہرہ نہ کیا ۔ اب وہ سٹیج آچکی ہے کہ یہ برائی انشاء اللہ ختم ہو جائے گی ۔ حضور والا ۔ خواجہ صاحب نے اپنی تقریر میں رشوت کے متعلق نشان دھی کی تھی ۔ اور اس سلسلے میں انہوں نے تجویز پیش کی کہ حکمرانوں کو چاہئے کہ وہ اپنی مثال پیش کریں ۔ کیا وہ بھول گئے ہیں کہ اس وقت جو صوبہ کے نگران اعلیٰ ہیں اور جو ایک چھوٹے سے عہدے سے ترقی کرکے اس اعلیٰ منصب پر فائز ہوئے ہیں یہ ان کی دیانت ، ذہانت فراست اور ایمانداری کا ھی نتیجہ ہے کہ انہوں نے یہ مقام حاصل کیا ۔ حضور والا ۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ مثالیں تو موجود ہیں ۔ لیکن ان پر عمل پیرا ہونے والوں کا فقدان ہے ۔ حزب اختلاف والوں کو اپنی تنقید کے جوش میں یہ مثالیں سامنے ہوتے ہوئے بھی نظر نہیں آتیں ۔ اگلے روز حمزہ صاحب نے فرمایا کہ اس قوم میں ضمیر فروش اور بے ضمیر لوگ پیدا ہو گئے ہیں ۔ میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ نعمتیں ان ھی کی دی ہوئی نہیں ہیں ؟ جس وقت پاکستان بنا تھا اس وقت یہ ہندو کی جائداد تھی جس نے قوم کے کردار کو اس گہرائی میں اور اتنا نیچے گرا دیا کہ آج تک اس کا اثر ضائع نہیں ہوا ۔ کیونکہ اس وقت سے

قوم میں روپیہ حاصل کرنے کی دوڑ شروع ہے - لیکن اس حکومت نے جب سے اس صوبے کی یا اس ملک کی عنان سنبھالی ہے اس نے اس دور کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے - لیکن اس کے اثرات آہستہ آہستہ ختم ہو رہے ہیں اور ہونگے -

حضور والا - معیار زندگی کے متعلق بھی حزب اختلاف کا اعتراض بالکل بغرض اعتراض ہے - آج اگر آپنے معیار زندگی دیکھنا ہے تو آپ کو دیہات میں جاکر دیکھنا چاہئے - جہاں پر اس ملک کے ۸۰ فیصد افراد آباد ہیں - وہاں آپ لہلہاتے ہوئے کھیتوں کے کنارے ٹرانسسٹر بھی پائیں گے - وہاں دیہات میں کمیونٹی ہال ، سڑکیں ، سکول ، ہسپتال اور شفاخانے بھی آپ کو ملیں گے - جن دور دراز علاقوں میں آپ کے دور حکومت میں جانا مشکل تھا وہاں آج آپ کو لہلہاتے کھیت - بجلی کے قمقمے اور ٹیوب ویل چلتے ملیں گے - میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ ساری چیزیں معیار زندگی بلند ہونے کا ثبوت نہیں ہیں ؟ کیا یہ سابقہ حکومتوں کی حکمت عملی کا نتیجہ ہے یا موجودہ حکومت کی حکمت عملی کا کارنامہ ہے ؟ ملک کی بیشتر آبادی جمہوری طرز حکومت کو نہیں جانتی - انہیں سستی روٹی اور سستا کپڑا چاہئے - آپ ساری دنیا کو دیکھ لیں آپ کو کہیں بھی ضروریات زندگی اتنی ارزاں نہیں ملیں گی جتنی پاکستان میں ہیں -

Major Muhammad Aslam Jan : Question !

چودھری محمد نواز - یہ موجودہ حکومت ہی کا حصہ ہے کہ آپ ملک کی ترقیات پر بحث کرتے ہیں اور ہر روز یہ کہتے ہیں کہ خرچ کے مقابلہ میں ترقی کم ہوئی ہے - یہ سوچ اور یہ فکر اب پیدا ہوئی ہے جبکہ ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہے - کیا اس سے پہلے کبھی کسی نے یہ سوچا

تھا ؟ اس کا جواب آپ نفی میں پائیں گے ۔ آج تنقید کرنے والوں کو تکلیف اس امر کی ہے کہ اس حکومت نے ان لوگوں کو جو دیہات میں بستے ہیں ان کو اس آبادی کے برابر لانے کا تہیہ کر لیا ہے جو شہروں میں بستی ہے ورنہ ان کا طرز عمل تو یہ تھا کہ ان کو آپس کے جھگڑوں ھی سے فرصت نہیں ملتی تھی اور ان ھی لوگوں کے متعلق قائد اعظم علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا ۔ حضور والا ۔ یہ صفحہ ۸۱ پر ہے :-

> "It is always easy to criticize. It is always easy to go on fault-finding but people forget the things that are being done or going to be done for them and generally they take those forgranted without even realizing what trials, tribulations, difficulties and dangers Government had to face."

وہ فرماتے ہیں :-

> "Therefore, at least say some good for all good that is done and then complain and criticize."

آگے چل کر وہ فرماتے ہیں :-

> "But I advise you strongly to have patience and to support the men who are at the helm of your Government. Sympathise with them. Try and understand their troubles and their difficulties just as they try to understand your complaints, grievances and sufferings."

حضور والا ۔ میں ان دوستوں سے یہ عرض کر رہا تھا کہ ان کو تنقید برائے تنقید نہیں کرنی چاہئے کم از کم وہ کام جو موجودہ حکومت نے کئے ہیں اور جو قابل تعریف ہیں ان کو ضرور سراھنا چاھئے ۔

حضور والا ۔ اس بجٹ میں کچھ اجتماعی زراعت کے متعلق بھی کہا گیا ہے ۔ میں اجتماعی زراعت کی خواہ وہ کوآپریٹو فارمنگ کی شکل میں ھو یا کسی دوسری صورت میں ھو میں ھر حالت میں مخالفت کرتا ھوں ۔ اور اس کے لئے میں آپ کی خدمت میں دس دلائل پیش کروں گا ۔

Mr. Speaker : But be quick please.

چودھری محمد نواز - نمبر ۱ - مشترکہ کاروبار میں انفرادی دلچسپی ختم ہو جائے گی اور اب تو وہ ملک بھی جو آج سے پہلے اس اصول کے حامل تھے انہوں نے بھی اس اصول کو تسلیم کرلیا ہے کہ جب تک کسی کام میں انفرادی دلچسپی نہ ہوگی اس وقت اس میں کماحقہ کامیابی ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے -

نمبر ۲ - اجتماعی زراعت خواہ وہ کسی بھی رنگ میں ہو اسپر سرکاری کنٹرول ضرور ہوگا جس سے اس کی افادیت ختم ہو جائے گی -

نمبر ۳ - بڑے بڑے فارموں کی وجہ سے intensive cultivation ختم ہو جائے گی -

نمبر ۴ - اس کے لئے بڑے سرمایہ کی ضرورت پیش آئے گی -

نمبر ۵ - کوئی نہ کوئی بڑا ادارہ (جیسا کہ واپڈا ہے یا اے - ڈی - سی ہے) بنانا پڑے گا - اور ہمیں پہلے ہی ان autonomous bodies کے متعلق بڑا تلخ تجربہ ہے -

نمبر ۶ - لوگوں میں یعنی دیہاتی آبادی میں شکوک و شبہات کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے وہ شاید یہ سمجھیں گے کہ حکومت ہم سے ہماری زمین چھیننے کا ارادہ رکھتی ہے -

نمبر ۷ - دیہاتی آبادی میں بیروزگاری کے بڑھ جانے کا احتمال ہے -

نمبر ۸ - دیہاتی آبادی مجبور ہوگی کہ وہ شہروں کی طرف منتقل ہو اور شہروں کی آبادی پر دباؤ پڑے گا - جس سے رہائش کے اور دوسرے مسائل پیدا ہو جائیں گے - اس طرح سے حکومت کے لئے ایک اور اہم مسئلہ پیدا ہو جائے گا -

نمبر ۹ - اس سے پیشتر حکومت کے کوآپریٹو فارمنگ کے ادارے اور گورنمنٹ کے فارم گورنمنٹ کی زیر نگرانی کام کر رہے ہیں لیکن دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ ان فارموں کی کار کردگی ایسی نہیں ہے کہ ان کو سراہا جائے اور ان کے تجربے کی بناء پر اس اصول کو اپنانے کی کوشش کی جائے -

نمبر ۱۰ - آخری پوائنٹ یہ ہے کہ اس کی working بالکل نا ممکن ہو جائے گی -

حضور والا - میں حیران ہوں کہ حکومت نے اس کوآپریٹو فارمنگ یا اجتماعی زراعت کے لئے ان لائنوں پر سوچا ہی کیوں ہے ؟

یہ اصول جو زیر تجویز منصوبہ میں ہے یہ ان ممالک نے اپنایا ہے یا ان ممالک میں کامیاب ہو سکتا ہے جہاں manpower کی کمی ہے - یہاں پر manpower کی کمی قطعاً نہیں ہے - یہ لوگ جو چھوٹے چھوٹے کاشت کار یا زمیندار ہیں انہوں نے خوراک کی کمی کو پورا کرنے کے بعد یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ کسی بھی advanced ملک سے کسی طرح پیچھے نہیں ہیں - بشرطیکہ کاشت کو بڑھانے کے لئے سہولتیں اور ضروریات مہیا کی جائیں - مثلاً کھاد، بیج اور وافر پانی اور بجلی وغیرہ ان تمام چیزوں کا انتظام کر دیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ کسی بھی ملک سے جو اس اصول کو اپناتا ہے کسی حالت میں پیچھے رہے -

دوسرے اگر منصوبہ کو عملی جامہ پہنانا ہے تو یہ بہتر ہوگا کہ زمین اسی طرح رہے اور وہاں کاشت کے لئے گاؤں میں یونین کونسل کے level پر ایک یونٹ بنا دیا جائے - اس میں ہر طرح کی مشینری موجود ہو - لوگ وہاں سے کرایہ پر مشینری لے کر اپنی زمین کو کاشت کر سکیں - اس طرح ہیڈ کوارٹر پر کاشت کی باقی ضروریات بھی store ہونی چاہئیں -

Mr. Speaker : The Member may please try to conclude his speech.

چودھری محمد نواز - اگر حکومت کی یہ پالیسی نہیں کہ گندم کو export کیا جائے اور ہمارا export کرنے کا ارادہ نہیں تو ایک سال میں ہم اپنے ملک کی ضروریات پورا کرنے میں کامیاب ہوں گے - تو پھر اس سکیم پر سوچنے کی کیا ضرورت تھی -

حضور والا - اب میں کچھ تعلیم اور صحت کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں - وہ یہ ہے کہ یہ چیز دیکھنے میں آئی ہے کہ بجٹ میں کچھ provision ہوتی ہے بعض posts خالی ہوتی ہیں اس کی allocation کی جاتی ہے - لیکن پبلک سروس کمیشن ان posts کو پر کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتی - اس وقت محکمہ صحت اور تعلیم میں کتنی خالی اسامیاں پڑی ہیں - جو روپیہ allocate کیا جاتا ہے وہ سال کے آخر میں surrender ہو جاتا ہے - جس کی وجہ سے کالجوں میں لکچراروں اور ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کی کمی ہے - حکومت کو چاہئے کہ سابقہ پالیسی کے مطابق ad hoc basis پر کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرے یا پبلک سروس کمیشن کے عملہ کو بڑھایا جائے تاکہ یہ تکلیف جلدی رفع ہو جائے -

Mr. Speaker : The Member may please take his seat now.

چودھری محمد نواز - میں صرف ۵ منٹ میں ختم کر دوں گا -

مسٹر سپیکر - آپ دو منٹ اور تقریر کر لیں -

چودھری محمد نواز - جناب والا - ہمارے دائیں طرف بیٹھنے والے بے روزگاری کا گلہ کرتے ہیں اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری آبادی بڑی سرعت سے بڑھ رہی ہے - دیکھیں کہ ہمارے ملک میں ۱۵ سال سے کم عمر کے بچوں کی اوسط ۵۰٫۵ فیصد ہے جب کہ دوسرے ملکوں میں ۲۵ فیصد ہے - ہمیں چاہئے اس آبادی کو روکیں جو محکمہ

Family Planning ہے اس کو احسن طریقہ سے چلانا چاہئے ۔ یہ محکمہ نیا نہیں سابقہ حکومت کا پیدا کیا ہوا ہے ۔ لیکن یہ ہر روز اس پر اعتراض کرتے ہیں ۔ حضور والا ۔ ملک فیروز خان نون نے اپنی کتاب 'From Memory' کے صفحہ ۲۴۲ پر لکھا ہے :-

> "During my time as Chief Minister, I sanctioned a small amount of money for family planning. It was the first time that Government fund was spent on this movement, and I was prepared to face the criticism. In this respect, I must give credit to my wife, who has been doing the pioneering work. Today family planning has become a Government policy and I only hope that it will succeed ; otherwise our progress will be seriously retarded."

حضور والا ۔ میں یہ عرض کروں گا کہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ٹھنڈے دل سے غور کریں ۔

آخر میں میں وزیر تعلیم کی خدمت میں عرض کروں گا کہ انہوں نے ۱۹۶۵ء میں جب یہ اسمبلی معرض وجود میں آئی تھی تو چیچا وطنی میں گورنمنٹ کالج کھولنے کا وعدہ کیا تھا ۔

وزیر تعلیم (مسٹر محمد علی خان) ۔ اس وقت میرے پاس ہیلتھ کا محکمہ تھا ۔

چودھری محمد نواز ۔ اس کی سروے ہو چکی ہے لیکن وہ معاملہ دو سال سے التواء میں پڑا ہے ۔ وہاں کے لوگ ۴ لاکھ روپیہ دیتے ہیں اور وہ بلڈنگ بنا کر دینے کو تیار ہیں ۔ لیکن موجودہ حکومت لوگوں کی حوصلہ افزائی کرنے سے قاصر ہے ۔

ان معروضات کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔

میاں معراج الدین (لاہور ۔ ۱) ۔ جناب والا ۔ میں آپ کا نہایت ہی شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دے کر یہ موقع دیا ہے کہ میں اپنی گذارشات پیش کر سکوں ۔

مسٹر سپیکر - میاں صاحب میرے شکریہ کی ضرورت نہیں - آپ تقریر فرمائیں کیونکہ وقت بہت کم ہے -

میاں معراج الدین - جناب والا - پیشتر اس کے میں نئے سال کے بجٹ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کروں میں جناب محمد موسیٰ گورنر مغربی پاکستان کی خدمت میں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی ذاتی توجہ سے یہ موزوں بجٹ تیار کرنے کے لئے مناسب ہدایات جاری کرکے صوبہ کے لئے ایک اچھا اور کارآمد بجٹ تیار کرایا ہے - اس کے علاوہ میں جناب تجمل حسین صاحب فنانس سیکرٹری کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتا ہوں جنہوں نے اپنی محنت شاقہ اور ذاتی قابلیت کی بناء پر صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان اور گورنر مغربی پاکستان کی ہدایات کی روشنی میں ایک مثالی بجٹ تیار کیا ہے -

ملک محمد اختر - پوائنٹ آف آرڈر - جناب سپیکر - یہ غیر جمہوری باتیں ہیں کہ انہوں نے گورنر صاحب کی تعریف کی ہے اور سیکرٹری فنانس ڈیپارٹمنٹ کی تعریف کی ہے لیکن وزیر صاحب کو چھوڑ گئے ہیں -

میاں معراج الدین - کیا ان کو یہ الہام ہو گیا ہے - ان کو کیا پتہ ہے کہ اس کے بعد میں کیا کہنے والا ہوں -

جناب والا - اس کے بعد میں جناب وزیر خزانہ کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس بجٹ کو بڑے اچھے انداز میں پیش کیا ہے -

Mr. Speaker : Does Malik Akhtar still press his point of order ?

میاں معراج الدین - جناب سپیکر - صوبہ کی معاشیات جن کا براہ راست تعلق غذائی پیداوار کے مسئلہ سے ہے- کے لئے یہ بات حوصلہ افزا

ہے کہ اس سال حکومت نے بجٹ میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا ہے اور جناب والا گورنر مغربی پاکستان نے ذاتی توجہ اور جناب وزیر خوراک ملک خدا بخش نے اپنی بے پناہ محنت اور ذاتی تجربہ کی بناء پر غذائی صورت حال پر قابو پا لیا ہے اور امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ۱۹۷۰ء تک اپنے پروگرام کے مطابق ہم غذائی صورت حال میں خود کفیل ہو جائیں گئے - غذائی پیداوار کے لئے کثیر رقم مختص کرکے بے حد سہولتوں کا انتظام کیا گیا ہے -

جناب سپیکر - دیہی ترقیاتی پروگرام پر خاص طور پر توجہ دی گئی ہے - ۱۵ کروڑ کی رقم اس بات کی آئینہ دار ہے کہ جہاں گورنر مغربی پاکستان ترقیاتی پروگرام پر خاص طور پر توجہ دینا چاہتے ہیں - اسی طرح ملک میں پس ماندہ اور ترقی یافتہ طبقہ میں سابقہ حکومت کے پیدا کردہ فرق کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے - یہ بات قابل ذکر ہے کہ ترقیاتی پروگرام کے لئے عوام کو براہ راست شامل کر لیا ہے اور اپنی مدد آپ کے جذبہ کے تحت پورا کرنے کی کوشش بھی صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب کے منشور کا اہم پہلو ہے -

جناب سپیکر - بجٹ میں ایک اور بات جو قابل ستائش ہے وہ یہ ہے کہ صحت عامہ کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے - صوبے میں جگہ جگہ نئے ہسپتال اور ڈسپنسریوں کا اجراء اور دیگر ہسپتالوں میں توسیع کیلئے خصوصی رقم مختص کی گئی ہے - جہاں تک لاہور کا تعلق ہے لاہور میوہسپتال کی توسیع اور جدید آلات کیلئے ۴۵ لاکھ کی رقم مختص کیگئی ہے جسکی مثال سابقہ بجٹوں میں نہیں ملتی - اس کا سہرا براہ راست گورنر موسیٰ کے سر پر ہے کیونکہ انہوں نے بنفس نفیس میو ہسپتال کا معائنہ بر وقت کیا اور لوگوں کی شکایات کا اندازہ کرتے ہوئے موقع پر ہی اس ہسپتال کی

توسیع اور جدید آلات کی تنصیب کے احکامات جاری فرمادیئے اس کے لئے میں آپکے توسط سے لاہور کے عوام کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ انہوں نے گنگا رام ہسپتال اور فاطمہ جناح میڈیکل کالج کیلئے صرف ۶ لاکھ کی رقم مختص کی ہے جو نہایت ھی قلیل ہے ۔ اس سلسلے میں میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سر گنگا رام نے ایک ٹرسٹ بنایا تھا جسکی آمدنی سے گنگا رام ھسپتال چلتا تھا۔ پہلے شروع میں evacuee ٹرسٹ نے گنگا رام ہسپتال کو کوئی پیسہ نہیں دیا لیکن بعد میں وہ تقریباً ۲۰ ہزار روپے سالانہ اس ٹرسٹ میں سے گنگا رام ہسپتال اور فاطمہ جناح میڈیکل کالج کو دیتے رہے اور اس دفعہ evacuee ٹرسٹ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آئندہ ایک لاکھ کی رقم دینگے ۔ جب گنگا رام ہسپتال بنا تھا تو اس کے لئے ایک ٹرسٹ قائم کیا گیا تھا ۔ اس وقف کے ساتھ وہ جائیداد ہے جو مال روڈ پر فضل دین اینڈ سنز کی پوری لائن ہے اور اسکے پیچھے flats ہیں ۔ جو لوگ اس میں کرایہ پر ہیں یہ اس کا آج بھی وہی کرایہ دے رہے ہیں جو پاکستان بننے سے پہلے دے رہے تھے اگر اسکی طرف evacuee ٹرسٹ خیال کرے تو اسکی آمدنی بڑھ سکتی ہے اور اگر وہ اس کا انتظام نہیں کر سکتے تو گنگا رام اور فاطمہ جناح میڈیکل کالج کے ذمہ اس کا انتظام کر دیا جائے گا ۔ اس طرح اسکی آسانی سے آمدنی ہو جائیگی ۔

اسکے علاوہ میں سنہ ۱۹۶۲ سے اپنے حلقہ نیابت کیلئے بھی وزیر صحت کی خدمت میں عرض کرتا رہا ہوں کہ سارے لاہور میں میو ہسپتال کے علاوہ کوئی ھسپتال نہیں ہے ۔ اگر باغبانپورہ یا شاہدرہ میں ایک ہسپتال بنا دیا جائے تو نہ صرف وھاں کے لوگ اس سے مستفیض ہونگے بلکہ میو ہسپتال میں مریضوں کا جو pressure ہے وہ کم ہو جائے گا ۔ اسکے بعد میں ایجوکیشن پالیسی کے متعلق بھی کچھ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ انہوں

نے تعلیمی منصوبے کے لئے ۳۳ کروڑ کی ایک رقم مخصوص کی ہے اور اس میں نئے سکول ، کالج اور دیگر کالجز اور سکولوں میں توسیع کا پروگرام بھی رکھا ہے ۔ جناب والا ۔ میں آپکی وساطت سے خان صاحب کو جو انہوں نے پچھلی مرتبہ وعدہ کیا تھا یاد دلانا چاہتا ہوں ۔ انکی خدمت میں میں نے عرض کیا تھا کہ باغبانپورہ میں ایک انٹرمیڈیٹ کالج لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے کھولا جا چکا ہے اور ایک سال ہوا کہ وہ گورنمنٹ کی اپنی بلڈنگ میں منتقل ہو چکا ہے اگر انکو ڈگری کالج بنا دیا جائے تو وہاں کے جو بچے ہیں خاص طور پر جو لڑکیاں ہیں ان کو خاصی سہولت ہو جائے گی ۔ جس وقت وہ ایف۔اے کر لیتے ہیں تو ان کو لاہور کے مختلف کالجوں کی طرف آنا پڑتا ہے خصوصاً ایسی صورت میں لڑکیوں کو بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ اس کے بعد میں یہ بھی عرض کروں گا کہ باغبانپورہ میں صرف ایک گورنمنٹ ہائی سکول ہے اس کے لئے ایک پلاٹ خرید لیا ہے اگر اس پر بلڈنگ بنا دی جائے تو وہ پلاٹ کارآمد ہو سکے گا اور وہاں کے لوگ بھی استفادہ حاصل کر سکیں گے ۔ جناب والا ۔ سکول اور کالجوں میں صوبائی حکومت نے دینی تعلیم کو لازمی قرار دیا ہے اس طرح کالجوں میں ملٹری کورس لازمی قرار دیا جائے ۔ جناب والا ۔ سڑکوں کی تعمیر کے سلسلے میں ہم نے خاصی حد تک ترقی کی ہے ۔ دریائے راوی کے پل پر جو ٹیکس لگایا گیا ہے وہ مناسب ہے لیکن اگر اس ٹیکس کو بغور دیکھا جائے تو جو Baby ٹیکسیز ہیں یا رکشا اور سکوٹر ہیں ان پر نظر ثانی کرنا چاہیئے اس لئے کہ وہ ٹیکسی کے ڈرائیور ہمیشہ اس ٹیکس کی رقم کو مسافروں سے وصول کریں گے اس لئے میں عرض کروں گا کہ اس پر نظر ثانی کیجائے اور اس میں کچھ کمی کر دی جائے ۔ ٹیکس کا وصول کرنا تو لازمی ہے اگر ایسے ٹیکس وصول کریں

گے تو کچھ ایسے دوسرے پل بھی بنائیں گے ۔ جناب والا ۔ ایک اور پل لاہور نارنگ کوٹ آدیان کے نام سے ہے جو دو برس سے ٹوٹا ہوا ہے اس کے متعلق میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ یہ عارضی طور پر بنایا جاتا ہے ۔ اگر یہ پل اسی طرح بنایا جائے جیسے کہ دوسرے پل بنائے جاتے ہیں تو بارشوں کے موسم میں اس سے لوگوں کو فائدہ ہو گا ۔

جناب والا ۔ جسطرح ہمارے یہاں غنڈوں کا قلع قمع کیا گیا ہے اسی طرح میں عرض کروں گا کہ شراب نوشی پر بھی غور کرنا چاہیئے ۔ پچھلی دفعہ مجھے یاد ہے کہ حمزہ صاحب کے سوال پر وزیر خزانہ نے کہا تھا کہ ہم مزید شراب نوشی کے لائسنس نہیں دے رہے ہیں تو پھر کسی نئے ہوٹل میں یا کسی ایسی ہی جگہ جو شراب کے لائیسنس دئے جاتے ہیں ان پر پابندی ہونا چاہیئے ۔ خاص طور پر جو ہوٹلوں میں بار کھلے ہیں وہاں کوئی پرمٹ نہیں ہوتا ہے ۔ ہر ایک بار میں جسکی مرضی میں آتا ہے وہ وہاں جا کر شراب پی لیتا ہے ۔ اور حضور والا ۔ ڈاکٹروں سے پرمٹ حاصل کر لینا یا ان سے نسخہ تجویز کرا لینا آجکل نہایت ہی آسان ہے ۔ میں یہ عرض کروں گا جو لوگ پیتے ہیں کیا ان سب کی ڈاکٹر ہی سفارش کرتے ہیں ؟

جناب والا ۔ اس وقت ہمارے یاسین وٹو صاحب یہاں تشریف نہیں رکھتے ہیں ۔ میں آخر میں ان سے ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس سڑک پر بادامی باغ کا بس سٹینڈ ہے اس سڑک کی حالت نا گفتہ بہ ہے ۔ میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اگر وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اس طرف سے گذریں تو مجھے یقین ہے کہ انکی کار کا shock absorber ٹوٹ جائے گا ۔ جناب والا ۔ امپروومنٹ ٹرسٹ لاہور بادامی باغ بس سٹینڈ سے

ڈیڑھ روپیہ فی پرسٹ وصول کرتا ہے اور اس طرح امپروومنٹ ٹرسٹ کے پاس خاصا پیسہ موجود ہے تو میں اس چیز کو سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اب تک اسکی طرف کیوں توجہ نہیں دی گئی حالانکہ کمشنر لاہور نے بھی اس کے متعلق ایک دو ریمائنڈر دئے ہیں ۔ میں امید کرتا ہوں کہ میاں صاحب اس کی طرف ضرور توجہ کریں گے ۔ آخر میں میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

Major Malik Muhammad Ali (Sargodha-III) : Mr. Speaker, Sir, I congratulate the Finance Minister for presenting us with a balanced and progressive Budget. I believe this is no minor achievement in view of the international monetory conditions particularly when the Pound Sterling has recently been devalued and other international currencies were also showing signs of nervousness. In spite of that we have got a Budget, with no taxes, a progressive Budget which is well-balanced.

Sir, I believe that in a democratic country like Pakistan the presentation of the Budget is an occasion for stock-taking. This is an occasion at which people look for new taxes. We have not. They also look how best the tax-payer's money is being used and for this, in the present session, we have had a large number of facts and figures quoted to prove that it was well done. More than that I think it is an occasion at which one is able to assess the trends and tendencies which the Government, through successive Budgets, is trying to create and by guiding the populace is trying to achieve certain objects. I shall make an attempt to try and follow some of these tendencies which by now are quite noticeable. Perforce it is a process of continuity spread over a number of Budgets and yet, I think, one thing which stands out most is the planned manner and the devoted attitude in which the Government is trying to bring about mass awakening. It is a bold, imaginative and yet thoroughly calculated method and the mass awakening in my opinion has been far-reaching and is quite comprehensive. For this the usual media-transistor, Radio, press and means of communications are being taken. But what is more important is, I think, a bold number of progressive and development programmes which have been taken in hand, the execution of which has shown to the people that new factors have come to take a place in this country and the people, therefore, are affected by these works - much more than even by the usual media of Radio and transistor. In this

connection I may refer to the constructional programme, land reclamation programme the barrages and dams and more than that the Public Benevolent Programmes like the Rural Works and Development Programmes. These Works in their detail have had much more effect on the public. Programmes like self-sufficiency in food, the targets given to various agricultural products and the way they have been achieved, new systems like the B.D. system have been set afoot. A thoroughly permeating tendency which touches the heart and mind of the man in rural areas otherwise quite inaccessible. This, I think, is a bold step which the Government has taken, as it lays the whole lot of force which extends to the field of politics and I think this system, by itself, will give a basic political unit—the man in the rural area, it will give us an economic unit. Again the same chap, he is the basis for our politics, religion, economy, agriculture, industry. Take it as you like. But it is the awakening of man which shall have the greatest effect than any other measure. Let us look at a distant areas say the merged area of Hazara, a Bannuite, a Mekrani or a farmer in the Thal area. They have all taken advantage and made use of things like fertiliser never heard of before. They are all interested in understanding the system and trying their luck by becoming a B.D. Member. They wish to save a little and buy some land when the next auction comes under the Land Reforms. They like to talk in terms of having a road or bridge constructed. They all clamour and help in shouting to have a dispensary in their neighbourhood and if it is not granted to them they complain and say that their rights have not been given to them. I can, without any fear of contradiction, say plainly that a certain amount of awakening has come and it is the result of the planned programme of this regime. I, therefore, do not see how people can say that the Budgets have accomplished nothing similar to those planned by monarchs like Akbar and Sher Shah. I think this also vindicates that there is no political paralysis as has been vindicated by some gentlemen and certainly I would say that that is one way of saying :

"زنگی کا نام کافور"

We have a Radio Programme, Sir and in that they praise our fighting forces and their achievements in the last emergency. They praise our farmer and what he has been able to accomplish. They give us the lesson of national unity and national integrity. They tell us the programmes and targets laid out for the Province and how they are to be achieved and what sources are available in accomplishing these. In the process they go out of the way and touch the man's heart. This is a challenge to the mettle of people—challenging them in accomplishing

the national objectives, to strive hard to progress, to improve and to achieve better results for a better life and a more useful life. This, I think, is the aim of a Government which really means the general welfare of the largest number of people.

Another significant tendency which, I think, the present regime has set in force is that they have taken the general masses into their confidence. The regime has set forth Governmental machinery to tell the people what are the problems—Provincial problems and National problems—and how best they can be solved. Let us take a novel way of doing this *i. e.* through the B D. system. The B. D. system tackles a Herculean task but in a very simple way. The problem of building schools, roads, bridges, tackling litigation, illiteracy, disease by itself is a huge task. But when it is tackled in its locale and the task is divided in detail and tackled by the local resources at the place where the problem lies, then it becomes simple, easy of accomplishment, and that is where I think lies the genius of basic democracies system I should say this is an innovation of this regime, which could be conceived only by a set of people, who have the welfare of the public in their mind. The public so far seems to back them up and is willing to do their bit in detail, and I see no signs of national integration. If anything, a cohesive, well formed, compact unit gradually is emerging. It will take time before it really is an effective force. I am sure when it is effective, it is going to have far-reaching consequences and some of them may not be the ones that the regime itself had catered for. The fact, however, is that the mind and heart of a person in the far distant rural area is being touched; he is being awakened to his needs, to his rightful demands, and gradually he is coming up. The B. D. system significantly again is meant to break through local inertia that was latent and patent with our masses dominated by foreign rule for generations. That is being tackled and a will to work, a will to improve and a will to get out of the limiting factors and the hardships of their environments is being generated. And that I think is another salient feature of this new system, which, by now, even in international field is being appreciated that perhaps it is the only solution for the so-called developing nations to adopt, to improve the lot of the mass of people in the shortest of time with the limited resources at a Government disposal. Therefore, I would say without any fear of contradiction that the present regime has given a new turn to life, new zest, a new vigour and this is a fact you cannot deny.

This system of the basic democracies is quite a commodious system. It has ample room for work for all types of reformers or workers, who wish to work in political field, economic field, religious field and rural development. They have got a scope to work amongst their brethren, their own lot, for whom they have the greatest feeling, whose interest is dearest to them. They can all get together and work within the framework of the basic democracies. In course of time, I am sure that this system will gain momentum and create further forces, which will give us a much larger, widely based political constituency. The political power thereafter shall not vest in the hands of the beaucrats or the inheritors of the old feudal system or the new industrialists. I think it shall all become a forum, a broad based thing, in which the mass of the people will be effective. It will take time. The system has its short-comings too it has a lot of loopholes. But one should not go by that. Basically it is a soundly conceived idea, and if worked well, it will turn out to be as good as intented. It will reward you with the results. I don't think any Government, which fears political awakening, mass awakening, could take up a system like this. Take up an issue like food self-sufficiency within a limited period. This by itself will show us the accomplishments of this Government. No separate Ministry was created or an agency was developed to promote a gigantic task of this nature. No special funds have been doled out, but here was an idea, a target, an objective given to people, methods and know-how thrown across the wireless, a few new innovations like the seeds and fertilizers made available here and there, and, lo and behold, the people made a collective effort, they brought about a stupendous result which has been acclaimed all over the world that Pakistan has accomplished in a span of one year that could not be done in Mexico in five years. Will you still say that the present regime do not have the backing of the people? Is this your 'Milli Inteshar'?

Mr. Speaker : Will the Member please try to conclude now?

Major Malik Muhammad Ali : Alright; with your permission, Sir, at this stage I take up a few items of my constituency. I had buring the last Session interceded in favour of opening a College in Noshera in Soan Valley, District Sargodha. We have a high school for the last 25 years but there is no local college. The people of that region basically depend on service, and now-a-days for service you require certain basic qualifications so that they are able to compete. That is our best recruiting area for the fighting forces, the police, and I would strongly commend to the

Minister of Education that we do need a college even if you don't have enough of those funds. I would like to point out here, Sir, that a lot of funds otherwise are being spent on peace and order.

We might as well spend on education and it will bring about long term peace. There is also need for Mohar Lift Scheme which served adjoining areas and if water level is raised sufficiently to irrigate fields we will save expenses of virgin lands and that would also help us in Grow More Food campaign. This will also help the people to have subsistence otherwise for barani areas, it is a difficult problem.

Another aspect was the mineral development. This I think is a subject which should attract the attention of the authorities. As an area of potential development, lot of work is possible and considerable improvement can be made provided there is a planned approach towards it. Lot of work can be done on it but unforunately we have got a few odd chaps over there who are not upto the mark in the places they are. I am referring to a Deputy Director who is Manager of a Research Laboratory in Lahore. This gentleman looks after the only institution which can give us some analysis as to what is dug out in the mines. He can't even differentiate between 'clay' and 'lime'. What he told me to be lime on my inquiry, was actually a good quality of clay as I approached another laboratory and asked them. The point is that the mineral development set up so far, needs due attention and care and planning, so that people would also have good scope in developing this field of activities.

I thank you Sir for giving me this opportunity to enable me to express my views before this House.

صاحبزادی محمودہ بیگم (پی ڈبلیو ۱۵۳-زون ۳) - صدر عالی مقام زیر بحث میزانیہ جس وقت پیش کیا گیا تو لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ پر خوف موجود تھا کہ گذشتہ سال جیسے حالات و واقعات دنیا میں رونما ہوتے رہے ہیں اس کے تحت شائد اس دفعہ کوئی بہت بڑی ٹیکسیشن کی جائے گی لیکن مقام خوشی ہے اور مقام مسرت ہے کہ جو زیر بحث میزانیہ پیش کیا گیا ہے اس میں عوام کی بہبود اور عوام کے مفادات کا خیال رکھا گیا ہے اور اس میں کوئی نئی ٹیکسیشن نہیں کی گئی

ہے - وزیر خزانہ صاحب نے اس معاملہ میں جو محنت کی ہے اور مالیات کے لائق سیکرٹری نے بھی جو محنت کی ہے وہ قابل مبارک باد ہیں -

جناب والا - کسی ملک کے میزانیہ کا یا کسی ملک کی ترقی کا جائزہ لیتے وقت یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس ملک کی سیاسی اور معاشی حالت کا تجزیہ کیا جائے - یہ خوشی کا مقام ہے کہ اس میزانیہ میں گذشتہ ۱۰ سال کی ترقی کا جائزہ بہت لیاقت سے لیا گیا ہے - جب میں نے خواجہ محمد صفدر صاحب کی عالمانہ تقریر سنی تو میں اس بات پر سوچنے لگی کہ خواجہ صاحب نے اس میزانیہ کا تجزیہ حزب اختلاف کے لیڈر کی حیثیت سے بہت اچھا کیا ہے - خواجہ صاحب نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ پہلے ۱۰ سال کے عرصہ میں اور اس ۱۰ سال کے عرصہ میں ملک میں اس درجہ سیاسی استحکام اور اس درجہ ترقی ہوئی ہے - خواجہ صاحب نے ایوان کو یہ یاد دلایا ہے کہ پہلے ۱۰ سال کے عرصہ میں ملک میں سیاسی استحکام نہ ہونےکی وجہ سے ترقی نہیں ہوئی - رات کو خواجہ صاحب کی جب میں تقریر پڑھ رہی تھی . . .

خواجہ محمد صفدر - میں نے یہ کب کہا ہے جو میں نے کہا وہ مجھے بتائیں لیکن جو میں نے نہیں کہا ہے وہ کم از کم نہ کہیں -

وزیر خوراک و زراعت - آپ کو یاد نہیں رہا - آپ نے کہا تھا - (قہقہہ)

صاحبزادی محمودہ بیگم - جب میں رات کو خواجہ صاحب کی تقریر پڑھ رہی تھی تو اس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ سیاستدانوں میں کام کرنے کا ارادہ اور عزم تھا لیکن موقع میسر نہیں تھا - یہی تو ہم بھی کہتے ہیں کہ ان میں بھی بہت سے دیانتدار تھے - وہ بہت زیادہ کام کرنا چاہتے تھے لیکن اقتدار کی جنگ کے دباؤ میں آگئے - ان میں رسہ کشی شروع ہو گئی - کرسیوں کی تبدیلی کی وجہ سے یہ چیز مہلک صورت

اختیار کر گئی ۔ خواجہ صاحب بڑے parliamentarian ہیں اور منجھے ہوئے سیاستدان ہیں ۔ ان کو یاد ہوگا کہ اس وقت حالت یہ ہو گئی تھی کہ مشرقی پاکستان میں Floor of the House پر ڈپٹی سپیکر کو مار دیا گیا . . .

مسٹر حمزہ ۔ آپ گواہ تھیں ۔

صاحبزادی محمودہ بیگم ۔ جناب خواجہ صاحب کو یاد ہوگا کہ اس ایوان میں ایک ایک ووٹ کی کیا قیمت ہوتی تھی ۔ خواجہ صاحب کو یاد ہوگا کہ روٹ پرمٹ جس کی نسبت جناب حمزہ صاحب فرماتے رہتے ہیں یہ اس وقت کی وبا ہے ۔ اس وقت کے سیاستدانوں نے یہ وبا پھیلائی ۔ آج کے ممبر صوبائی اسمبلی کو جب میں دیکھتی ہوں خدا کی قسم ان کی حالت پر رحم آجاتا ہے (ہیئر-ہیئر) ۔ اس لئے اس وقت کے ممبر صوبائی اسمبلی کی حالت بہت اچھی ۔ ان کی حالت بہت بلند تھی وہ جو کہتے تھے وہ ہوتا تھا ۔ اس لئے وہ نظام حکومت ہی ایسا آ گیا تھا اس میں اقتدار کی رسہ کشی کی وجہ سے ممبر صوبائی اسمبلی کی حالت یہ تھی کہ وہ جو چاہتے تھے سیاسی دباؤ کے ماتحت کرواتے تھے ۔ ان کیلئے یہ خوشی کی بات ضرور ہے ۔ لیکن میں رات کو سوچ رہی تھی کہ وہ شائد اب نہیں ہو سکے گا خدا کرے نہ ہو ۔ اس وقت ہمیں حقوق زیادہ ملتے تھے اگر حد سے زیادہ چیز بھی مل جائے تو وہ بھی تکلیف دہ ہوتی ہے ۔ اس وقت برسراقتدار پارٹی کے ساتھ آٹھ خواتین تھیں ۔ جن میں چار ڈپٹی منسٹرز تھیں ۔ کیا یہ سیاسی رشوت نہیں تھی ۔ اس وقت لاتعداد لوگ پارلیمنٹری سیکرٹریز تھے ۔ ڈپٹی منسٹرز تھے ۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اس وقت پرائیویٹ پارلیمنٹری سیکرٹریز بھی تھے ۔ خدا جانے ان کا کام کیا ہوتا تھا ۔ اس وقت سیاسی رشوت کے طور پر عوام کا روپیہ taxpayer کا روپیہ استعمال کیا جاتا تھا . . .

چودھری محمد سرور خان - اس وقت بیگم ممتاز جمال بھی ڈپٹی منسٹر تھیں -

صاحبزادی محمودہ بیگم - جناب والا - موجودہ ۱۰ سالہ دور ترقی اس درجہ باعث فخر ہے کہ جناب فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی زیر قیادت اس ملک نے بے حد ترقی کی ہے - وہ قابل مبارک باد ہیں - وہ قابل تحسین ہیں (ہیئر-ہیئر) - کیونکہ کسی ملک کی ترقی کیلئے ، کسی ملک کی بقاء کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہاں سیاسی استحکام ہو - حزب اختلاف کے لیڈر نہایت ہی دیانتدار ہیں وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ جب صدر صاحب ذرا بیمار ہوئے تو آپ یقین مانیں لوگ ہر وقت ان کی صحت و سلامتی کے لئے دعا گو تھے اور ہمارے ساتھ حزب اختلاف کے سبھی لوگ ان کی صحت اور سلامتی کیلئے دعا گو تھے اس لئے وہ سمجھتے تھے کہ اس ملک میں سیاسی استحکام بے حد ضروری ہے - ان کی زندگی ملک و قوم کے لئے بے حد ضروری ہے -

جناب والا - اس سال کا میزانیہ بہت اچھا اور مفاد عامہ کا میزانیہ ہے - اس میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا - کئی ایک شعبے ہیں مثال کے طور پر تعلیم کا شعبہ ہے - صحت کا شعبہ ہے - سوشل ویلفیئر کا شعبہ ہے ان میں بہت ترقی ہوئی ہے - جہاں تک زراعت کا تعلق ہے اس کی نسبت ہاؤس میں بہت کچھ کہا گیا ہے - لیکن میں سمجھتی ہوں کہ یہ میری بددیانتی ہوگی کہ اگر زراعت کے معاملہ میں جناب گورنر صاحب اور جناب وزیر زراعت صاحب کو مبارک باد پیش نہ کروں - انہوں نے جو حیرت انگیز نمایاں کامیابی اس سال بھر کے عرصہ میں زراعت کے میدان میں حاصل کی ہے اس کی وجہ سے نہ صرف اس ملک میں بلکہ دنیا کے دوسرے ممالک میں ہمارا سر فخر سے بلند ہو گیا ہے -

جناب والا ۔ میں جناب وزیر زراعت صاحب کی خدمت میں چند ضروری چیزیں عرض کرناچاھتی ھوں اور وہ یہ ہیں کہ زراعت کا مسئلہ تو اب تقریباً حل ھو گیا ہے لیکن چند ضروری چیزیں ایسی ہیں کہ جن پر توجہ دینے کی ضرورت ہے ۔ یہ ملک ایک غریب ملک ہے اور اس ملک میں اشیاء کی قیمتوں میں توازن رکھنا انتہائی ضروری ہے ۔ cattle wealth کی طرف اتنی توجہ نہیں دی گئی ہے کہ جتنی توجہ کی ضرورت ہے ۔ پولٹری فارم کی طرف بھی اتنی توجہ نہیں دی گئی ہے ۔ میں گورنر صاحب کی خدمت میں اور وزیر زراعت کی خدمت میں یہ عرض کروں گی کہ جب اس غریب ملک میں ننھے بچوں اور ماؤں کو گوشت انڈہ اور مرغی وغیرہ میسر نہ ھو تو ان کی صحت کیسے قائم رہ سکتی ہے اس لئے میں یہ عرض کروں گی کہ دودھ انڈہ مرغی وغیرہ کی فراھمی کے لئے حکومت بڑے پیمانے پر پولٹری فارم اور cattle farm قائم کرے اور ھر ضلع اور ھر ڈویژن میں اس کا انتظام کیا جائے کہ جانوروں کی نشوونما صحیح طریقے پر ھو اور مرغیاں پورے طور پر پالی جائیں تاکہ لوگوں کو انڈے وغیرہ مہیا ھو سکیں ۔ آپ یقین کیجئے کہ میرے پاس بہت سے لوگ آتے ہیں جن میں ایسی ایسی خواتین بھی شامل ہیں کہ جنھوں نے تین تین مہینے سے گوشت نہیں کھایا ھوتا تو میں یہ عرض کروں گی کہ لوگوں کی صحت کے لئے ملک کی سالمیت اور اسکی آئندہ بقا کے لئے جس طرح زراعت پر توجہ دی گئی ہے اسی طرح توجہ حکومت کو cattle wealth اور پولٹری فارم کی جانب بھی دینی چاھئیے ۔

جناب والا ۔ گذشتہ چار سال سے میرا یہ مطالبہ رھا ہے کہ زنانہ میڈیکل کالج کا قیام کیا جائے ۔ میں نے اس سلسلے میں گذشتہ سال یہ بھی عرض کیا تھا کہ میں یہ میڈیکل کالج لاھور میں نہیں مانگتی بلکہ کسی بھی دوسرے چھوٹے ریجن میں زنانہ میڈیکل کالج قائم کیا جائے لیکن ھمیں

میڈیکل کالج ضرور دیا جائے۔ اسکی اشد ضرورت ہے اور گذشتہ بیس سال کے عرصہ میں ہم نے ایک زنانہ کالج بھی نیا نہیں بنایا۔ مجھے امید ہے کہ محترمہ وزیر صحت صاحبہ جو کہ اپنے کام کی طرف کافی توجہ دیتی ہیں اور جن کو خواتین کے مسائل سے خاص دلچسپی ہے وہ پوری کوشش کریں گی کہ مستقبل میں ایک زنانہ کالج کا قیام لازمی طور پر کر دیا جائے۔

جناب والا ۔ اسکے علاوہ میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ جب یہاں پر مرد اراکین اپنے اپنے علاقے کے مسائل بیان کرتے ہیں تو ہم یہ سوچنے لگتی ہیں کہ ہمارا علاقہ تو سارا پاکستان ہے ہمارا علاقہ تو مغربی پاکستان ہے ۔ اور اگر ہم یہاں پر اپنی خواتین کی تکالیف اور ان کی ضروریات کا ذکر کریں تو اسکے لئے بہت زیادہ وقت درکار ہو گا اسی لئے میں چند ضروری امور کے متعلق ہی عرض کرنا چاہتی ہوں اور وہ یہ ہیں کہ خواتین کے لئے پولی ٹیکنیک سکول ہر ڈویژن میں ضرور کھولنے چاہئیں ۔ پولی ٹیکنیک سکول کے قیام کے سلسلے میں بہت کوشش کی جارہی ہے لیکن اس سلسلے میں خواتین کا نام کبھی بھی نہیں آیا اور وہ صرف مردوں کے لئے بنائے جارہے ہیں اور آئندہ بھی بنائے جائینگے ۔ حالانکہ میں ہمیشہ کہتی رہتی ہوں کہ ہم لوگ ملک کی پچاس فیصد آبادی ہیں اور جس وقت میزانیہ کو تشکیل کیا جاتا ہے تو وزیر خزانہ اور ان کے لائق سیکرٹری اس بات کا خیال رکھیں کہ وہ خواتین کے حقوق کا اتنا ہی خیال رکھیں جسکے کہ وہ حقدار ہیں اور سکولوں اور کالجوں میں اور ہر شعبے میں ان کا مناسب خیال رکھنا چاہئے ۔کیونکہ کسی بھی ملک میں کہ جہاں پر خواتین آبادی کا نصف حصہ ہوں ان کو ان کے حق سے محروم کرنا زیادتی ہو گی ۔ بہاولپور ڈویژن کے ساتھ ہمیشہ کچھ نہ کچھ ناانصافی ہوتی رہی ہے ۔ اس مرتبہ وزیر خزانہ نے کوشش

کی ہے کہ اس ڈویژن کو بھی کچھ نہ کچھ دیا جائے۔لیکن پھر بھی بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے ہم محروم ہیں ۔ مثال کے طور پر بہاولپور ڈویژن میں ایک زنانہ کالج ہے میں وزیر تعلیم سے یہ عرض کروں گی کہ رحیم یار خان کے لئے بھی ایک زنانہ کالج کا اہتمام کیا جائے ۔

جناب والا ۔ آپ کی وساطت سے میں جناب وزیر محنت کی خدمت میں عرض کرنا چاہتی ہوں کہ گذشتہ چھ برس سے عوام کا مطالبہ ہے کہ salesmen کے اوقات کار کا تعین کیا جائے ۔ ابھی حال ہی میں بہت سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور میں بھی ان لوگوں کے ساتھ ہی تھی تو انہوں نے ان کو وضاحت کے ساتھ کہا تھا کہ سیلز مین کے اوقات کار کا تعین بہت ضروری ہے ۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ چونکہ فی الحال تو اسمبلی کے اجلاس ہو رہے ہیں اس لئے ان کے پاس وقت ہی نہیں ہو گا کہ وہ اب اسکے متعلق کوئی بل لیکر آئیں کیونکہ میں آرڈیننس کے ذریعے قانون سازی کے حق میں نہیں ہوں ۔ تو جب وہ یہاں سے فارغ ہو جائیں تو وہ اپنی پہلی فرصت میں سیلز مین کے اوقات کار کے تعین کے سلسلے میں چاہے آرڈیننس ہی جاری کردیں تو بھی کوئی حرج نہیں ہوگا ۔ کیونکہ موجودہ صورت میں خود سیلز مین کو اور پھر ان کے بیوی بچوں کو بڑی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ کیونکہ وہ صبح اٹھ کر پانچ بجے دکان پر جابیٹھتے ہیں اور رات کے دس بجے گھر لوٹتے ہیں آخر وہ بھی اس ملک کے شہری ہیں اور ان کو بھی یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی بیوی بچوں کو دیکھیں اور معاشی سیاسی اور سماجی سر گرمیوں میں کچھ نہ کچھ حصہ لیں ۔ اس لئے میں پھر یہ کہوں گی کہ ان لوگوں کے اوقات کار کا تعین کرنا نہایت ضروری ہے ۔

جناب والا ۔ پچھلے دنوں پریذیڈنٹ صاحب نے فرمایا تھا کہ

خواتین کو سادگی اور کفایت شعاری کی تلقین کیجائے ۔ میں آپ کے توسل سے اور اس ایوان کے ذریعے پریذیڈنٹ صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاھتی ھوں کہ ھم پورے زورشور سے جد و جہد کر رھی ہیں کہ ملک کی معیشت کے بارے میں خواتین کو پورے طور پر سمجھایا اور سکھایا جائے کہ وہ سادگی اور کفایت شعاری کو اپنا شعار بنائیں اور ملکی استحکام کی غرض سے مردوں کے دوش بدوش کام کرنے کے علاوہ وہ یہ بھی کوشش کریں کہ آئندہ نسلوں کی پرورش اور تربیت اچھے طریقے سے کی جائے تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں بہادروں جانثاروں اور جذبۂ قومی سے بھر پور اور سرشار جوانوں کی ھو ۔

جناب والا ۔ ھسپتالوں کے متعلق میں یہ عرض کرنا چاھتی ھوں کہ زنانہ ھسپتالوں میں خواتین کو داخلہ لینے میں بڑی تکلیف ھوتی ہے ۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ زنانہ ھسپتالوں کی کمی ہے ۔ میں نے گذشتہ سال بھی وزیر صحت صاحبہ کی خدمت میں عرض کیا تھا اور اب پھر عرض کرتی ھوں کہ لیڈی ولنگٹن قسم کے ھسپتال ھر ضلع میں کھولنے چاھئیں اور اگر یہ ممکن نہ ھو تو پھر ھر ڈویژن میں تو اس قسم کا ایک ھسپتال لازمی طور پر ھونا چاھیئے جہاں پر خواتین کی امراض کا علاج ھو سکے ۔ موجودہ صورتحال یہ ہے کہ اب اگر کوئی عورت بہاولپور یا رحیم یارخان یا حیدرآباد میں بھی بیمار ھوتی ہے تو اسے بھی لاھور کے لیڈی ولنگٹن ھسپتال میں لایا جاتا ہے۔ اس لئے خواتین کے امراض کے علاج کے لئے ھر ضلع اور ھر ڈویژن میں اس قسم کا ھسپتال کھولنا بیحد ضروری ہے ۔

جناب والا ۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ لاھور میں کافی زنانہ کالج موجود ہیں لیکن لاھور کی بڑھتی ھوئی آبادی کے پیش نظر اور بالخصوص اب جبکہ لوگ دیہات سے بھی آ کر یہاں پر آباد ھو رہے ہیں ۔ میں سمجھتی

ہوں کہ آبادی میں اس قدر اضافے کے پیش نظر لاہور میں زنانہ کالجوں کی تعداد نا کافی ہے اور میں نے گذشتہ سال بھی یہ عرض کیا تھا کہ لاہور میں کم از کم مزید دو زنانہ کالج کھولنے ضروری ہیں جس میں سے ایک کالج ہمیں ماڈل ٹاؤن میں اور دوسرا کالج سمن آباد میں ملنا چاہئیے ۔ میں نے جناب وزیر تعلیم کی خدمت میں گذشتہ برس بھی عرض کیا تھا کہ تعلیم اور صحت ایسی چیزیں ہیں کہ جس کے لئے ہر فرد کو سہولتیں مہیا ہونی چاہیئں ۔ کیونکہ جس ملک میں تعلیم کا فقدان ہو وہاں پر ترقی کی منازل طے کرنا دشوار ہو جاتا ہے ۔ یہ بات اپنی جگہ پر درست ہے کہ ہماری حکومت اپنے پورے وسائل استعمال کر رہی ہے لیکن پھر بھی جہاں کہیں خواتین کا مسئلہ آتا ہے وہاں پر وہ تھوڑا سا تساہل ضرور برت جاتے ہیں ۔ اس لئے میری التجا ہے کہ روپے کی تقسیم کرتے وقت جب بھی کوئی نیا سکول ، کالج یا ہسپتال بنانے کی تجویز ہو تو اس وقت خواتین کے حقوق کا بھی اتنا ہی خیال رکھنا چاہیئے جتنا کہ مردوں کے حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے ۔

جناب والا ۔ موجودہ میزانیہ کے متعلق جب عوام سے گفتگو کی گئی تو یہی معلوم ہوا کہ یہ میزانیہ ملک کے روشن مستقبل اور آئندہ آمیدوں کا ضامن ہے ۔ اس لئے کہ نئے ٹیکس نہیں لگائے گئے اور یہ بہت بڑی بات ہے ۔ لیکن اس کے علاوہ بھی ہم نے ترقی کی جو منازل گذشتہ سال کے دوران طے کی ہیں وہ بھی قابل مبارکباد ہیں ۔

جناب والا ۔ میں آخر میں جناب گورنر صاحب کی خدمت میں عرض کروں گی کہ غنڈہ گردی کے خلاف مہم چلا کر انہوں نے جو بہت بڑا اقدام کیا ہے وہ اس کے لئے مبارکباد کے مستحق ہیں ۔ اس لئے کہ ملک کے اندر نظم و نسق کو برقرار رکھنا بیحد ضروری ہوتا ہے جس کے لئے

انہوں نے بیحد اہم قدم اٹھایا ہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ میں آپکی وساطت سے جناب گورنر صاحب کی خدمت میں یہ بھی عرض کروں گی کہ غنڈہ گردی کے خلاف مہم چلانے کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ خواتین کے اغواء کا مسئلہ جس کی طرف میری بہن بیگم ممتاز جمال صاحبہ نے بھی توجہ دلائی تھی کی طرف بھی خاص توجہ دیں ۔

(اس مرحلہ پر مسٹر سنیئر ڈپٹی سپیکر ۔ سید یوسف علی شاہ کرسئی صدارت پر متمکن ہوئے)

مخدوم الملک محمد شمس الدین گیلانی (بہاول پور ۔۳) :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب والا ۔ میں ایک شعر عرض کرتا ہوں :۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
گردش آفتاب را چہ گناہ

چودھری محمد سرور خان ۔ اس کا ترجمہ سنائیں ۔

مخدوم الملک محمد شمس الدین گیلانی ۔ اگر چمگادڑ دن کو نہیں دیکھ سکتا تو یہ سورج کا قصور نہیں ۔

جناب والا ۔ میں اس سال کے میزانیہ پر اپنے وزیر خزانہ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس دفعہ ٹیکس نہ لگا کر اور بہت اہم معاملات جو اس دفعہ ہمارے ملک میں گذرے ہیں ان تمام کو مد نظر رکھتے ہوئے بھی ٹیکس نہ لگا کر بہت بڑا کارنامہ سر انجام دیا ہے ۔ مجھے آٹھ سال کا تجربہ ہے کہ جب نیا میزانیہ آتا تھا تو کوئی نہ کوئی ٹیکس لگنے سے شہر میں کچھ مہنگائی ہو جاتی تھی ۔ کبھی کسی چیز کی کبھی کسی چیز کی ۔ لیکن اس دفعہ اللہ کے فضل سے کوئی مہنگائی نہیں ہوئی

اور کوئی نئی چیز پیدا نہیں ہوئی - خاص طور پر اس دفعہ ہماری زراعت نے جو ترقی کی ہے - اور خوراک کے معاملے میں ہم خود کفیل ہوئے ہیں یہ بھی مبارک باد کی مستحق بات ہے اور پھر ہمارے آپوزیشن والے کہتے ہیں کہ کوئی ترقی نہیں ہوئی - میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ انکی سمجھ کے مطابق ترقی کا جو لفظ ہے اس کا مفہوم کیا ہے - ہم نے وہ وقت بھی دیکھے تھے کہ خواجہ ناظم الدین کے وقت میں ہم نے یہاں لاہور شہر میں خواجہ ناظم الدین کے آگے ایک بہت بڑے شاعر نے عرض داشت پیش کی تھی —

بن گیا ہے خطہ فردوس گھر زنبور کا
کچھ تدارک کیجئے رستے ہوئے ناسور کا

عالی جاہ - وہ وقت بھی ان کا وقت تھا - اور ہمارے وقت میں جو کچھ ترقی ہوئی ہے یہ اظہر من الشمس ہے - اور اس ترقی کے بعد یہ کہنا کہ کچھ نہیں ہوا بہت افسوس کی بات ہے - بہاول پور کے لئے اگرچہ ۴ کروڑ کئی لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے - میں ان کا ممنون ہوں کہ انہوں نے پہلے کی نسبت بہت کچھ رکھا ہے لیکن ابھی بہت کچھ باقی ہے کیونکہ بہاول پور ایک پسماندہ علاقہ ہے اور وہاں پر بہت کام باقی ہیں - سید حسین حیدر کمشنر صاحب کے وقت میں ایک نئی سکیم بنی تھی کہ بہاول پور میں چار اضلاع ہونے چاہئیں - لیکن یہ کام ابھی نقشے کی صورت میں تھا کہ ان کو ترقی مل گئی اور وہ یہاں تشریف لے آئے - اور یہ کام وہیں کا وہیں رہ گیا - جناب والا - جہاں تک پانی اور بجلی کا تعلق ہے اللہ کے فضل سے اس دفعہ پانی بہت اچھا رہا ہے جو فصلوں کیلئے بہتر ثابت ہوا ہے - ہماری بہت سی کمی پوری ہو چکی ہے - بجلی میں بہت تھوڑا سا نقص ہے لیکن پہلے کی نسبت بہت اچھا کام ہو گیا ہے - جیسے اب

ہم قابل تحسین سمجھتے ہیں اور مزید برآں بہاول پور میں ہمارے کئی ایسے علاقے ہیں جن کیلئے فوری طور پر بجلی کی ضرورت ہے - کوٹلہ موسیٰ خان اور حیدر پور دارن تک بجلی آ چکی ہے - اب اگر یہاں سے آگے طاہر والی مبارک پور گھڑی فیکٹری نوشہرہ وغیرہ تک پہنچ جائے تو اس کا یہ فائدہ ہو گا کہ زراعت مزید بہتر ہو جائیگی - گو ہم بہت زیادہ زراعت میں خود کفیل ہو چکے ہیں - اس سے بھی زیادہ ہو جائینگے - عالی جاہ - زیر تعمیر نئے پل - نئے بند وغیرہ بنانے میں ہم نے جو ترقی کی ہے یہ بھی قابل مبارکباد ہے - میں فیلڈ مارشل محمد ایوب خان اورگورنر صاحب کو مبارک باد دیتا ہوں جنہوں نے یہ کام کیا ہے - اور خاص طور پر رن کچھ کا معاملہ جو کہ مدت تک کھٹائی میں پڑا ہوا تھا اس کو آج ہماری حکومت نے طے کر کے ایک بہت مبارک اور بڑی اہم فتح حاصل کی ہے کیونکہ ہندوستان جیسے ہٹ دھرم ملک سے کوئی چیز لینا معمولی سی بات نہیں تھی - جناب والا - ہمارا بہاول پور کا علاقہ ہے جہاں کا میں نمائندہ ہوں اس میں احمد پور شرقیہ ایک بہت پسماندہ علاقہ ہے - وہاں کوئی انڈسٹری وغیرہ نہیں ہے - اور اس کے قریب سے ایک گاڑی گذرتی ہے - آج سے ۵ سال پہلے ریلوے کا سروے ہوا تھا اور ڈیرہ نواب صاحب سے اوچ پیڈ پنجند تک کا سروے ہو چکا تھا - پھر پتہ نہیں کہ اس کے بعد یہ معاملہ کھٹائی میں کیوں پڑ گیا ہے اور آج تک اس کا پتہ نہیں لگا کہ کن وجوہات کی بناء پر وہ کام نہیں ہو سکا - اگر وہ کام کیا جائے تو اس میں پیسے بھی کم لگتے ہیں اور ان کی تیز رفتار گاڑیاں یہاں پر چل رہی ہیں - اور اس کے آنے جانے میں سہولت ہو گی - پرانی لائنیں ہمارے کام آ سکتی ہیں اور ہمارا کام بن سکتا ہے - جناب والا - اوچ شریف میں کھجوروں کی بہت بہتات ہے - یہاں کھجوروں کا کارخانہ بھی لگ سکتا ہے - اور

اس سے ہمیں بہت فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اور عوام بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور وہ ملازم ہو سکتے ہیں اور غربت دور ہو سکتی ہے - نیز عالی جاہ ہم یہاں آٹھ سال سے دیکھ رہے ہیں کہ مختلف چیزوں کا مختلف لوگ اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہے ہیں - میں ان کو مبارکباد دیتا ہوں اور خوشی کا اظہار کرتا ہوں کہ ہمارے ہر وزیر نے ایماندارانہ طریق پر اپنی وسعت کے مطابق ترقی کی منزل میں پوری کوشش اور جان فشانی سے کام کیا ہے - باقی یہ جو غلطی کا ذکر ہے غلطی ہر انسان میں ہوتی ہے - فرشتہ کوئی نہیں ہے -

میں جناب کا بھی بہت ممنون ہوں کہ جناب نے اپنے وقت میں جس طرح کنٹرول اور جس قابلیت سے یہ کام چلایا ہے یہ اپنی مثال آپ ہیں ، کیونکہ ۸ سال سے میں بہت سے سپیکر صاحبان کو دیکھ چکا ہوں - بہت سے سپیکر صاحبان سے واسطہ پڑا ہے - میں جناب کا مشکور ہوں کہ مجھے اتنا زیادہ وقت دیا ہے اور ہماری دلی خواہش ہے کہ زیر تعمیر منصوبہ جات کی تکمیل کے لئے صدر محترم کو مزید ۵ سال کے لئے صدارت کا عہدہ قبول کرنا چاہیئے (قطع کلامیاں)

میں اپوزیشن کے ارکان کا بھی ممنون ہوں اور آپ کو بھی خراج تحسین ادا کرتا ہوں - اگر آپ اعتراض برائے اعتراض کریں تو ہم سننے کیلئے تیار ہیں - اگر آپ تجویز پیش کریں تو ہم قبول کرنے کے لئے تیار ہیں - اور ہمیں خوشی ہو گی کہ آپ اعتراض ایسے کریں یا ایسے مشورے دیں جس سے قوم اور ملک کا بھلا ہو - شکریہ -

رائے منصب علی خان کھرل (شیخوپورہ -۳) - جناب والا - وزیر خزانہ نے ۶۸-۱۹۶۷ء کا جو میزانیہ اس معزز ایوان میں پیش کیا ہے - وہ کئی ایک پہلوؤں کے لحاظ سے قابل ستائش ہے - سب سے پہلی بات یہ

ہے ۔ کہ عوام پر کوئی نیا ٹیکس عائد نہیں کیا گیا ہے ۔ اور دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ دیہی ترقی اور زراعت پر خاص طور پر توجہ دی گئی ہے ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بجلی اور پانی کے وسائل کو بہتر بنانے کے لئے اور ان کو ترقی دینے کے لئے بھاری رقوم رکھی گئی ہیں ۔ زراعت کے میدان میں مزید آگے بڑھنے کیلئے یہ اقدام نہایت ضروری تھا اور میں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں ۔ جناب والا ۔ حکومت کی پالیسیوں . .

(قطع کلامیاں)

Minister for Agriculture (Malik Khuda Bakhsh) : Sir, I request you to ask Chaudhri Sarwar Khan not to interrupt Mr. Kharal because this spoils his sequence and he cannot speak.

چودھری محمد سرور خان ۔ جناب والا ۔ میری کیفیت یہ ہے کہ :

سوزم گرت نہ بینم میرم چوں رخ نمائی

میں نہ چھوڑ سکتا ہوں نہ روک سکتا ہوں ۔

Mr. Senior Deputy Speaker : No interruptions please.

رائے منصب علی خان کھرل ۔ جناب والا ۔ حکومت کی پالیسیوں اور اسکی کارکردگی پر بات کرتے وقت اور اسکا جائزہ لیتے وقت حزب اختلاف کی طرف سے دو باتوں پر خاص طور پر زور دیا جاتا ہے ۔ پہلی بات یہ کہ قوم کا سارا درد انہی کے سینے میں سمٹ آیا ہے اور وہی قوم کے سچے خیر خواہ اور بہی خواہ ہیں ۔ اور دوسرے لوگ اور موجودہ حکومت کے سربراہ اور ان کے ساتھی اس جذبہ سے یکسر محروم ہیں ۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ جمہوریت کاملہ کا ذکر کرتے ہیں ۔ جناب والا ۔ میں نے انکی جمہوریت کاملہ کی تصویر دل نشین دیکھی ہے جس کے فراق میں وہ دن رات آہ و زاری کرتے ہیں ۔ مگر اس میں بھی ان کے خون تمنا کا رنگ

زیادہ ہے اور قوم کے درد کا رنگ بہت ہی کم ہے بلکہ حاشیے کے طور پر نظر آتا ہے (خوب ۔ خوب) ۔

جناب والا ۔ اسی پر اکتفا نہیں بلکہ اس ایوان میں سرکاری بینچوں پر بیٹھنے والے معزز ارکان پر پھبتیاں کسی جاتی ہیں ۔ ان پر الزامات لگائے جاتے ہیں ۔ ان پر اعتراضات کئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ہم لوگ بے بس ہیں ۔ بے زبان ہیں ۔ مجبور ہیں ۔ ۔ ۔

چودھری محمد سرور خان ۔ ''جھولی چک،، ہیں ۔ (قہقہہ)

رائے منصب علی خان کھرل ۔ ہمیں مصلحتوں نے جکڑ رکھا ہے اور ہم کسی جبر یا کسی مجبوری کی وجہ سے یہاں بیٹھے ہیں ۔ (قطع کلامیاں) جناب والا ۔ میں یہ عرض کروں کہ مجھے بات کرنے کا موقع دیا جائے ۔

مسٹر سینئر ڈپٹی سپیکر ۔ آپ بات کرتے جائیے ۔

ملک محمد اختر ۔ یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زبان میری ۔

رائے منصب علی خان کھرل ۔ وہ صرف آپ کی وجہ سے ۔

جناب والا ۔ میں اس ایوان ذی وقار میں آج واشگاف الفاظ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ زندگی دینے والا اور زندگی لینے والا صرف خدا ہے ۔ اور سجدہ بھی اسی کو جائز ہے اور ڈر اور خوف بھی اسی کا ہونا چاہیئے۔ اسلئے میں یہ عرض کروں گا کہ ہم یہاں کسی جبر یا کسی خوف کیوجہ سے نہیں بیٹھے بلکہ اسلئے بیٹھے ہیں کہ ہم جن لوگوں کے ساتھ ہیں انہوں نے ملک اور قوم کی خدمت کی ہے ۔ انہوں نے پاکستان کے وقار کو بلند کیا ہے (خوب۔خوب) اور صدر ایوب نے پاکستان کو سیاسی اور معاشی استحکام بخشا ہے اور قائد اعظم رح نے اگر حصول پاکستان کیلئے اپنی صحت کی بازی لگا دی تھی تو صدر ایوب نے بھی تعمیر پاکستان کیلئے اپنی صحت کی

بازی لگا دی (خوب ۔ خوب) ۔ جناب والا ۔ گورنر محمد موسیٰ نے سنہ ۱۹۶۵ کی جنگ میں فوجوں کی قیادت کی تھی وہ جنگ ہماری بقاء اور ہماری عزت اور آزادی کی جنگ تھی ۔ ہم اس میں سرخرو ہو کر نکلے ۔ ہمنے دشمن کے عزائم کو خاک میں ملا دیا اور اسکو منہ توڑ جواب دیا ۔

جو رکے تو کوہ گران تھے ہم جو چلے تو جاں سے گذر گئے
رہ یار ہم نے قدم قدم تجھے یاد گار بنا دیا

جناب والا ۔ اس کے بعد جب زرعی ترقی کے محاذ پر جنگ کرنے کا موقع آیا تو گورنر محمد موسیٰ ایک فرض شناس سپاہی کی طرح آگے بڑھے اور اس محاذ پر بھی انہوں نے فتح حاصل کی اور ہمیں اپنی منزل کے قریب لے آئے ۔ آج جناب والا ۔ ہم اپنا سر فخر سے بلند کر سکتے ہیں اور ہم وہ کاسۂ گدائی توڑ سکتے ہیں اور توڑ کر پھینک سکتے ہیں جس کو لے کر ہم در بدر کی بھیک مانگا کرتے تھے ۔ اور باہر سے گندم منگوایا کرتے تھے ۔ یہ سب کامیابی اور کامرانی اس استحکام اور اس کوشش اور اس محنت اور اس عزم اور اس حوصلہ کی وجہ سے ہے جو کہ موجودہ قیادت کو نصیب ہے (خوب ۔ خوب) ۔ جناب والا ۔ ان حالات کی بناء پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ ملکی سالمیت اور قومی مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ ان لوگوں کا ساتھ دیا جائے اور ان کے ساتھ تعاون کیا جائے ۔ نہ یہ کہ ان کا مذاق اڑایا جائے اور ان پر پھبتیاں کسی جائیں ۔

جناب والا ۔ دوسری بات جس پر حزب مخالف کا زور بیان صرف ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ملک میں کوئی تعمیر اور ترقی نہیں ہوئی ۔ اور تعمیر و ترقی کا کہیں نام و نشان تک نہیں ۔ اور یہ کہ عوام کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا ۔ جناب والا ۔ میں یہاں وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر کا حوالہ دوں گا ۔ انہوں نے فرمایا تھا :۔

''یہ وہ حضرات ہیں جن کی نگاہوں میں ہمیشہ حسرت و یاس

دکھائی دیتی ہے اور جن کے دلوں کی دھڑکن کو ہمیشہ
کسی نہ کسی وہم کا بوجھ دبائے رکھتا ہے،،

وزیر خزانہ کے ان الفاظ میں میں یہ اضافہ کروں گا کہ یہ لوگ ماضی کی شب تار کے درماندہ مسافر ہیں ۔ ان کے سامنے نہ کوئی منزل ہے نہ مقصد ہے اور وہ اپنی حسرتوں کے مزار پر بیٹھے گریہ وزاری میں مصروف ہیں ۔ یہ ان کا سب سے بڑا کارنامہ ہے اور یہ ان کا سب سے بڑا کام ہے (خوب ۔ خوب) ۔ اور ان کا دوسرا کام اور کار نامہ یہ ہے کہ جو لوگ ملک کے لئے کام کرتے ہیں اور جو لوگ ملک کی بہتری کے لئے دن رات کوشاں ہیں ان کی راہ میں روڑے اٹکائے جائیں ۔ اور ان پر آوازے کسے جائیں اور ان کا مذاق اڑایا جائے ۔ جناب والا ۔ ان کا یہ ارشاد ہے کہ ملک میں کوئی ترقی نہیں ہوئی ۔ اور حکومت اپنے کارناموں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتی ہے ۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ صوبہ بھر میں عوام کی سہولت کے لئے جو سڑکیں تعمیر کی گئی ہیں ان کا ہر سنگ میل اس ترقی کا نشان ہے ۔ اور جو بڑے بڑے بند اور پل تعمیر کئے گئے ہیں ان کی ہر اینٹ اور ان کا ہر پتھر ان کے ہر سوال کا جواب ہے (خوب ۔ خوب) اور شہروں ہی میں نہیں دیہات میں بھی بجلی پہنچائی گئی ہے اور اس کی روشنی کی ہر کرن ان کی کوتاہ بینی بلکہ ان کے اندھے پن پر خندہ زن ہے (خوب خوب) ۔ جناب والا ۔ اس کے علاوہ یونیورسٹیوں اور کالجوں کا جال ۔ ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کا مہیا کرنا ۔ چھوٹی اور بڑی صنعتوں کا فروغ اور اسی طرح زندگی کے تمام دوسرے شعبے جن میں ترقی ہوئی ہے یہ ثابت کرتے ہیں کہ اس ملک میں صحیح معنوں میں ترقی ہوئی ہے ۔ یہ محض الفاظ نہیں بلکہ ہم نے عمل سے یہ ثابت کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ جناب والا ہماری فی کس آمدنی اور

فی ایکڑ پیداوار میں بھی اضافہ ہوا ہے جس کے نتیجے کے طور پر ہماری قومی آمدنی میں اضافہ ہوگا اور ہم اس قابل ہو سکیں گے کہ وہ تمام قرضہ جات ادا کر سکیں جو کہ بیرونی ممالک سے ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل کے لئے حاصل کئے تھے اور جن کے خوف سے یہاں ہمیشہ شور برپا کیا جاتا ہے۔

جناب والا۔ خوراک کی کمی کا مسئلہ ایک سنگین مسئلہ تھا۔ صدر پاکستان نے اس مسئلہ کے متعلق سوچا اور انہوں نے ایک فیصلہ کیا۔ وہ فیصلہ یہ تھا کہ اس ملک کو خوراک کے بارے میں خود کفیل ہونا چاہئے۔ ان کی اس خواہش کی تکمیل کے لئے صوبہ کے سربراہ اعلیٰ نے اپنی نگرانی میں اس مہم کا آغاز کیا اور جناب والا۔ وزیر خوراک کی کوششوں اور کاشتکاروں کی ہمت سے جلد ہی یہ مسئلہ حل ہو گیا اور ہم اپنی منزل کے قریب پہنچ گئے (خوب۔ خوب)۔ جناب والا۔ آپ نے ریڈیو پر وزیر زراعت و خوراک ملک خدا بخش کی درد بھری آواز سنی ہوگی۔ اس آواز نے کاشتکاروں کو جگا دیا (خوب۔ خوب)۔ آج کاشتکار، ہمارا کسان، ہل چلانے والا بیدار ہوچکا ہے۔ اس نے اپنی منزل پہچان لی ہے۔ اس نے اپنے آپ کو پہچان لیا ہے۔ اسے پتہ ہے کہ اس نے کیا کرنا ہے اور اسے کیا کرنا چاہئے۔

جناب والا۔ یہ اسی محنت اور کوشش کا نتیجہ ہے کہ ہم نے اتنے تھوڑے عرصہ میں وہ منزل حاصل کی ہے یا اس منزل کے قریب پہنچ گئے ہیں جسے خود کفالت کی منزل کہا جا سکتا ہے۔

(قطع کلا میاں)

ایک اور اہم مسئلہ جس کی طرف میں اشارہ کرنا چاہتا ہوں اور حکومت کی توجہ اور ہر محب الوطن پاکستانی کی توجہ اس کی طرف

دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ پاکستان کو قائم ہوئے ۲۰ سال گذر گئے ہیں اور ہم مختلف مراحل سے گذر کر یہاں تک پہنچے ہیں - ۱۹۶۵ء میں ہم نے اپنی بقاء کے لئے جنگ لڑی ہے - بڑی مشکل سے ہم اس میں کامیاب ہوئے ہیں اور کئی سخت مراحل سے گذر کر آج اس مقام پر پہنچے ہیں اور اب پاکستان کے قیام کے ۲۰ سال کے بعد مختلف لوگوں کی طرف سے مختلف علاقوں میں علاقائی تعصب پھیلایا جا رہا ہے - میں ہر محب وطن سے اپیل کرتا ہوں کہ ان فتنوں کو دبا دیا جائے اور تمام تفرقات کا قلع قمع کیا جائے - یہ اس ملک اور اس قوم کے لئے خطرناک ہیں - یہ ایک آگ کو ہوا دے رہے ہیں - اس کو جلد از جلد بجھا دینا چاہئے - اس جگہ پر میں آپ کو یاد دلاؤں گا کہ قائد اعظم محمد علی جناح بانی پاکستان نے ۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ میں فرمایا تھا :-

> میں چاہتا ہوں کہ آپ بنگالی پنجابی سندھی بلوچی اور پٹھان کی اصطلاحوں میں بات نہ کریں - میں جانتا ہوں کہ یہ اپنی اپنی جگہ پر وحدتیں ہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا آپ وہ سبق بھول گئے جو تیرہ سو سال پہلے آپ کو سکھایا گیا تھا آپ خواہ کچھ بھی ہوں اور کہیں بھی ہوں - آپ اول اور آخر مسلمان ہیں -

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا - اگر کسی کو اس بات کا یقین نہ ہو تو یادگار پاکستان پر یہ الفاظ جا کر پڑھ لے - اس لئے میں گذارش کروں گا اور حکومت کی توجہ اس امر کی طرف دلاؤں گا اور آپ سب کی توجہ اس طرف مبذول کراؤں گا کہ پاکستان بننے کے بعد آج اتنا عرصہ گذر گیا ہے - آپ کو

معلوم ہے یہ ملک ہم نے قربانیاں دے کر حاصل کیا تھا ۔ اور ساحل مراد تک پہنچنے کے لئے قوم آگ اور خون کا سمندر عبور کر کے آئی قوم کی بیٹیوں نے اپنی عصمتیں لٹائی تھیں اور قوم کے فرزندوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا تھا ۔ آج اس وطن عزیز پاکستان کو اس کی سالمیت کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتا کوئی نہیں دیکھ سکتا ۔ میں اس کے خلاف احتجاج کرتا ہوں اور گذارش کرتا ہوں کہ ان تفرقات کو ختم کرنا چاہئے ۔ ہم نے جن مقاصد کے لئے پاکستان کو حاصل کیا تھا ان کو فراموش کر دیا ہے ۔

مسٹر حمزہ ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔ میرے بھائی نے فرمایا ہے کہ پاکستان کی بیٹیوں اور بہنوں نے عصمتیں لٹائی تھیں ۔ یہ بالکل غلط ہے ۔ (قطع کلامیاں)

وزیر محنت (ملک اللہ یار خان) ۔ رائے منصب علی خان کا مطلب یہ ہے کہ عصمتیں لٹی ہیں ۔

رائے منصب علی خان کھرل ۔ یہ بات بالکل صحیح ہے ۔ میرا مفہوم یہی تھا ۔ میرا مطلب یہی تھا کہ ان کی عصمتیں لوٹی گئی ہیں ۔ اور ان پر ظلم ہوا ہے جبر ہوا ہے ۔ ہم نے پاکستان نے شمار قربانیوں کے بعد حاصل کیا ہے ۔ ہمیں چاہئے کہ ہم ملک کے وقار کو بلند کریں ۔ ملک کو مضبوط بنائیں ۔ اس کا مستقبل شاندار ہے ۔ لیکن بعض علاقوں میں بعض لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں اور اس انداز سے سوچتے ہیں کہ کوئی پنجابی ہے سندھی ہے بلوچی ہے ۔ یہ ملک کے لئے خطرناک ہے ۔ میں اس کے خلاف آواز بلند کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب والا ۔ میں یہ عرض کروں گا کہ میں پنجابی ہوں پنجاب کا رہنے والا ہوں ۔ اس دھرتی کا بیٹا ہوں ۔ مجھے اس سر زمین سے محبت ہے

پنجابی زبان میں نے سب سے پہلے اس دنیا میں بولنا سیکھی - مجھے اس سے محبت ہے لیکن جب پاکستان کی سالمیت اور اس کے استحکام کا سوال پیدا ہوگا تو میں ان تمام باتوں کو قربان کرنے کو تیار ہوں -

میں اول اور آخر پاکستانی بننا چاہتا ہوں - میں اپیل کرتا ہوں کہ ہم سب کو اس انداز سے سوچنا ہے ہمارے اس علاقہ کی تہذیب اور زبان بڑی پیاری ہے اور ہم اس کو فروغ دینا چاہتے ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ ان سب کو ملک کی سالمیت پر قربان کیا جائے -

اس کے بعد میں اپنے علاقہ کے چند مسائل کے بارے میں ذکر کروں گا -

مسٹر سیٹر ڈپٹی سپیکر - وقت کی قلت کو پیش نظر رکھیں -

والئے منصب علی خان کھرل - بالکل پیش نظر ہے -

میں چند ایک مسائل کی طرف حکومت کی توجہ دلانا چاہتا ہوں - مخدوم صاحب بیٹھے ہوئے نہیں ہیں اور قائد ایوان میری باتوں کو سن رہے ہیں - وہی ان پر غور فرمائیں -

جناب والا - اس وقت زمینداروں کو ایک تکلیف اور دقت ہے جو No Objection Certificate حاصل کرنے کے لئے پیش آتی ہے - محکمہ کی طرف سے ٹیوب ویل حاصل کرنے کے لئے ایک یہ شرط عائد کی جاتی ہے اور No Objection Certificate حاصل کرنے کے لئے اسے چکر کاٹنے پڑتے ہیں اور کئی دن اور مہینے ضائع ہو جاتے ہیں - وقت اور پیسہ ضائع ہوتا ہے اور زمینداروں کو بڑی تکالیف ہوتی ہیں - میرے پاس کئی لوگ آئے میں نے ان کے ساتھ جاکر کوشش کی لیکن میری کوشش کے باوجود کئی دن اور مہینے صرف ہو جاتے ہیں - اگر آپ خوراک کی کمی کو دور کرنا چاہتے ہیں پیداوار کو بڑھانا چاہتے ہیں یا کاشت کار کی حوصلہ

افزائی کرنا چاہتے ہیں اگر ان کی مشکلات کا احساس ہے تو ان کو دور کیا جائے ۔ دوسری بات ننکانہ صاحب کے متعلق ہے میں نے اپنی تقریر میں حکومت کی توجہ اس امر کی طرف دلائی ہے ۔

رانا پھول محمد خان ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ کا بھی خیال رکھیں ۔

رائے منصب علی خان کھرل ۔ مسٹر ٹوبہ ٹیک سنگھ خود بیٹھے ہیں ۔

جناب والا ۔ ننکانہ صاحب ایک چھوٹا سا قصبہ ہے بظاہر اس کی کوئی اہمیت نہیں لیکن یہ سکھوں کا مقدس مقام ہے ۔ پاکستان سے اور دوسرے ممالک سے اپنے مذہبی عقیدت کے اظہار کے لئے لوگ آتے ہیں ۔ لیکن جس وقت اس کی خستہ حالت دیکھتے ہیں ۔ جب خستہ مکانات دیکھتے ہیں تو ان کو حیرت ہوتی ہے کہ پاکستان نے یہ ترقی کی ہے ۔ وہاں کسی نہ کسی صنعت کا قیام ہونا نہایت ضروری ہے ۔ وہاں پر لوگوں کا مطالبہ ہے اور یہ ہمارا حق ہے کہ وہاں پر کوئی صنعت ضرور قائم کی جائے ۔ میں قائد ایوان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اس مسئلہ کی طرف توجہ فرمائیں ۔

جناب والا ۔ ایک اور مسئلہ لوگوں کی پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے ۔ وہ محکمہ اوقاف کا مسئلہ ہے ۔ وہاں ۷۵۰ مربع زمین گوردوارہ صاحب سے وابستہ ہے ۔ Evacuee Trust Board اس کا انتظام کر رہا ہے ۔ وہاں بے شمار خاندان اور ہزاروں افراد رہتے ہیں ۔ کوئی ۳۵ یا ۳۶ گاؤں ہیں جہاں کی ساری آبادی کا دارومدار اسی زمین پر ہے ۔ لیکن اس کے لئے کوئی واضح پالیسی نہیں ۔ ان لوگوں کا مطالبہ ہے کہ یہ زمین ان کو لمبے عرصہ کے لئے مقررہ رقم پر دے دی جائے ۔ وہ حکومت کو رقم دینے

کو تیار ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کو وہاں settle کرنے کے لئے مکمل اور واضح پالیسی بنائی جائے۔

رانا پھول محمد خان ۔ میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ معزز ممبر کس وزیر کے متعلق فرما رہے ہیں۔

رائے منصب علی خان کھرل ۔ میں نے عرض کیا ہے کہ یہ محکمہ اوقاف کے متعلق ہے اور ان کے انچارج خان غلام سرور خان صاحب ہیں ۔ بہر حال وہ سن رہے ہیں ۔ میں ان کی توجہ دلاؤں گا کہ بہت سے لوگوں کا مسئلہ ہے ان کے پاس کوئی زمین نہیں کوئی ذریعہ معاش نہیں وہ چاہتے ہیں کہ ان کو آسان قسطوں پر زمین دی جائے ۔

جناب والا ۔ ان الفاظ کے ساتھ اپنی معروضات ختم کرتا ہوں اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

بیگم ممتاز صفدر (پی ڈبلیو ۱۰۰ ۔ زون ۵) ۔ جناب سپیکر ۔ بجٹ پر تقاریر کا سلسلہ نہ معلوم کس قدر اثر رکھے ۔ لیکن یہ موقع ہے جب کہ صوبہ کی اقتصادیات اور بجٹ زیر بحث کی مناسبت پر بحث کی جائے ۔ مجھے اس سال کا میزانیہ دیکھ کر اور ساتھ ھی یہ جان کر کہ گذشتہ دس سال میں مختلف شعبوں میں پہلے سے کہیں زیادہ ترقی ہوئی بہت خوشی ہے ۔ زرعی پیداوار میں نمایاں اضافہ، صنعتی میدان میں بنیادی اور بڑی صنعتوں کے قیام کی طرف موثر قدم تعلیم اور صحت کے شعبوں میں قابل تعریف ترقی اور اسی طرح دوسرے اہم شعبوں میں ترقی کے لئے مدارج کا حصول سب کچھ اسبات کے آئینہ دار ہیں کہ ہمارا ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہے ۔ میں صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کو مبارک باد دیتی ہوں کہ انکی موثر قیادت پچھلے دس سال میں اس راہ میں نہایت کامیابی سے کار فرما رہی ۔

ساتھ ہی مجھے یہ کہتے ہوئے فخر حاصل ہوتا ہے کہ ترقی کے منازل طے کرنے میں پاکستان کے ہر شہری نے نمایاں کام انجام دیا - جس کے لئے وہ بھی مبارک باد کے مستحق ہیں - مجھے اسبات کا شدید احساس ہے کہ میں ایک ایسے علاقہ کی نمائندہ ہوں جو اس ساری کارروائی میں باقی علاقوں سے نہ صرف پیچھے رہا بلکہ بعض شعبوں میں صرف دوسرے علاقوں کو آگے بڑھتا دیکھ کر اس پر خوشی کرنے پر قناعت کی - جب میزانیہ پیش ہوتا ہے تو امید بھی کی جاتی ہے کہ اس دفعہ ضرور اس تفاوت کو دور کیا جائیگا اور میزانیہ پیش کرتے ہوئے دعویٰ بھی کیا جاتا ہے کہ پسماندہ علاقوں کو ترجیح دیجائیگی - مگر دراصل ایسا نہیں ہوتا - مجھے آج یہ بات افسوس کے ساتھ کہنا پڑتی ہے کہ زیر بحث میزانیہ میں آج بھی پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لئے کچھ نہیں کیا گیا - پشاور ڈیرہ ڈویژن کی نمائندگی کا مجھے فخر حاصل ہے - ان دونوں جگہ سڑکوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے - بعض جگہ تو سڑکوں کا نام و نشان نظر نہیں آتا - اس میزانیہ کے صوبائی بجٹ میں نہات قلیل حصہ ہمارے علاقہ کی سڑکوں کے لئے رکھا گیا ہے - بلکہ گنے کے کاشت کاروں کے دئے ہوئے چندوں سے بنی ہوئی سڑکوں کو بھی میزانیہ میں شامل کر کے دکھایا گیا ہے - میزانیہ بنانے والوں نے یقیناً ایسا کر کے ہمارے ساتھ سراسر زیادتی کی ہے - ہمارے علاقہ کا مرکزی تعلیمی ادارہ پشاور یونیورسٹی ہے یہ وہی یونیورسٹی ہے جو قائد اعظم رح مرحوم کی نظر میں مرکزی ایشیاء کا تعلیمی مرکز بن کر رہنا تھی- لیکن قائد اعظم کے ورثاء ابھی تک اسے صرف پشاور اور ڈیرہ ڈویژن کا مکمل تعلیمی مرکز بنانے سے بھی قاصر رہے ہیں - حکومت کے ظاہری مقاصد کے ماتحت تو اس ادارے کو پنجاب اور کراچی کے مقابلہ میں ترجیح ملنی چاہئے تھی

لیکن اس سال کا میزانیہ ترجیحی سلوک کی وجہ سے اتنی قلیل رقم دینا مناسب سمجھتا ہے ۔ ملاحظہ فرمائیے ۔ آئندہ سال کے بجٹ میں ہماری یونیورسٹی کو ۷۴ لاکھ روپیہ دیا گیا ۔ اس رقم میں میڈیکل کالج، زراعتی کالج، انجینئرنگ کالج، لاکالج ، کامرس کالج اور دوسرے کئی تعلیمی ادارے شامل ہیں ۔ پنجاب یونیورسٹی کو ۵۳ لاکھ کے علاوہ انجینئرنگ کالج کو ۴۵ لاکھ اور علیحدہ پنجاب یونیورسٹی کے تین میڈیکل کالجوں کو ساڑھے ۴۴ لاکھ روپے کی رقم علیحدہ دی گئی ہے ۔ اس وقت ہماری یونیورسٹی کے تمام توسیعی منصوبے بند پڑے ہیں بلکہ ادارہ اپنے روزمرہ کا خرچ بھی مشکل سے پورا کرتا ہے ۔ نہ معلوم اس اہم ادارے کے راستہ میں کیوں رکاوٹ کھڑی کی جاتی ہے ۔ پشاور ہمارے علاقہ کا مرکزی شہر ہے ۔ ہمیں بجا طور پر اس شہر کی تاریخی حیثیت پر فخر ہے ۔ اس شہر کی خاک میں سینکڑوں شہدأ کاخون ملا ہوا ہے ۔ جنہوں نے جنگ آزادی میں اپنی جانیں دیں اور آپ کے اور ہمارے لئے یہ ممکن بنایا کہ ہم بڑے میزانیے تیار کریں اور اس شہر کا خیال کئے بغیر ان میزانیوں کو ملک کی ترقی پر خرچ کریں ۔ آج یہ تاریخی اہمیت کا شہر یہ شہدائے قصہ خوانی کے پاک خون سے رنگا ہوا شہر زمین میں دھنستا جارہا ہے ۔ ہر سال اس شہر کے نمائندے اس ہاؤس کو ماضی کے شہر کی یاد دلاتے ہیں مگر حکومت کے میزانیہ میں اس شہر کو بچانے کا کہیں ذکر ہی نہیں فرماتے ۔ کیا پشاور اور گردونواح میں قیمتی زرعی زمینوں کو سیم سے بچانا حکومت کا فرض نہیں ۔ میں حکومت سے استدعا کرونگی کہ اس سلسلہ میں فوری موثر کارروائی فرماکر ہماری اس تکلیف کو دور کریں ۔ پشاور شہر کے اندر ایک ہسپتال بھی ہے جو شاید شہر کے ڈوبنے سے کئی سال پہلے خاک میں مل جائے کیونکہ اس کی عمارت کی مرمت سے میزانیہ قاصر ہے

شاید اس ہسپتال کو توجہ اس لئے نہیں دیجاتی کہ اس کا نام لیڈی ریڈنگ ہے - مگر پھر سوچتی ہوں کہ یہ تو کوئی قومی ہیرو نہ تھا اور نہ ہی لیڈی ولنگڈن کوئی ہماری تحریک کی سرگرم رکن تھی پھر یہ تفاوت کیوں ہے - ہماری آنریبل وزیر صحت کو میں یقین دلاتی ہوں کہ اگر نظر کرم فرما کر ہمارے حال پر رحم فرمائیں تو پشاور کے شہری اپنی مہمان نوازی کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے لیڈی ریڈنگ کی بجائے بیگم خلیق‌الزمان کی یاد کو دلوں کے قریب رکھیں گے - میں یہ ضرور کہوں گی کہ اس وقت اس ہسپتال کی حالت عام ضلعی ہسپتالوں سے گئی گذری ہے - صاحب صدر - میں پانچ سال سے ہر میزانیہ پر اس یتیم ہسپتال کے لئے بھیک مانگتی ہوں - جناب آپ غور فرمائیں - پشاور زنانہ ہسپتال ۸۰ بستروں کا ہے یہ ہسپتال پورے علاقہ کی ضرورت پوری کرتا ہے جسے صرف ایک لاکھ روپیہ contingency میں مل رہا ہے - کیا یہ زیادتی نہیں ہے ؟ لیڈی ریڈنگ جو اس علاقہ کا واحد بڑا ہسپتال ہے اسے آپ ۶۴۰ بستروں پر ساڑھے ۹ لاکھ روپیہ دے رہے ہیں - لیڈی ریڈنگ کو چار روپے فی بستر اور میو کو ۸ روپے فی بستر دیا جاتا ہے اور لیاقت میڈیکل ہسپتال کو ساڑھے ۱۸ لاکھ مل رہا ہے وہاں پر ۷۷۰ بستر ہیں - یہ فرق کیا ہمارے ساتھ زیادتی نہیں ہے - میں التجا کرتی ہوں کہ اس تفاوت کو دور کیجئے اور ہماری اس مشکل کا حل تلاش کیجئے - اب میں وزیر تعلیم کی خدمت میں عرض کرونگی کہ موجودہ زنانہ نظام تعلیم سے میں قطعاً مطمئن نہیں ہوں - اگر لڑکیوں کا معیار تعلیم لڑکوں کے برابر ہے اور وہ وہی ڈگریاں حاصل کر رہی ہیں جو لڑکے حاصل کر رہے ہیں تو بتائیے کہ ان کے لئے کیا مقام ہے ؟ ملازمتوں میں انہیں وہ مراعات حاصل نہیں - لڑکیوں کے لئے چند محدود ملازمتیں ہیں میں حکومت سے

التجا کرونگی کہ یا تو لڑکیوں کے لئے ملازمتوں کے دروازے کھولیے اور انہیں بھی ہر ملازمت میں مقابلہ میں بیٹھنے کی اجازت دیجائے تاکہ انہیں بھی ہر شعبہ میں اپنی قابلیت سے ملک و قوم کی خدمت کا موقع ملے یا پھر ایک کمیشن مقرر فرمائیں تاکہ وہ جائزہ لے کہ تعلیم نسواں کا کیا طریقہ رائج ہونا چاہئے ۔ کمیشن کی ممبر خواتین ہوں اور ایسا نظام تعلیم مرتب کیا جائے جو ہماری قومی امنگوں اور مذہب کے زرین اصولوں کے مطابق ہو ۔ میں حکومت کی ممنون ہوں کہ بڑے بڑے بلدیاتی اداروں میں خواتین کو نمائندگی دی گئی لیکن چھوٹے شہروں کی میونسپل کمیٹیوں میں عورتوں کو موجودہ قانون کے تحت نمائندگی نہیں دیگئی اس لئے استدعا کرتی ہوں کہ کم از کم تمام درجہ اول کی میونسپل کمیٹیوں کے لئے لازم قرار دیا جائے کہ ایک خاتون اس ادارے کی ممبر ضرور ہو ۔

میں صوبائی حکومت سے درخواست کرتی ہوں کہ مرکزی وزارت دفاع سے استدعا کی جائے کہ خواتین کو کنٹونمنٹ بورڈ میں مناسب نمائندگی دیجائے ۔ چھوٹے شہروں میں جو میونسپل کمیٹیاں ہیں ان میں عورتوں کو موجودہ قانون میں نمائندگی نہیں دی گئی ۔ اس لئے میں استدعا کرتی ہوں کہ کم از کم تمام درجہ اول کی میونسپل کمیٹیوں کے لئے لازم قرار دیدیا جائے کہ ایک خاتون اس ادارے کی ضرور ممبر ہو ۔ میں صوبائی حکومت سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ مرکزی گورنمنٹ سے استدعا کرے کہ کنٹونمنٹ بورڈ میں عورتوں کو نمائندگی دیجائے ۔ اس کے علاوہ میں جناب وزیر محنت سے بھی درخواست کرونگی کہ مینٹل ہسپتال میں ہمارے ہاں عورتیں اور مرد اکٹھے رکھے ہوئے ہیں اور میری استدعا ہے کہ خواتین کو علیحدہ رکھنے کا انتظام کیا جائے ۔

وزیر محنت ۔ میں محترمہ خاتون ممبر کی خدمت میں عرض کرونگا کہ یہ چیز محکمہ صحت سے تعلق رکھتی ہے ۔

بیگم ممتاز صفدر - میں وزیر صحت سے عرض کرونگی کہ عورتوں کے لئے علیحدہ انتظام کیا جائے اور انکی خوراک اور دیگر دیکھ بھال کی طرف توجہ کی جائے۔

وزیر محنت - میں نے وزیر صحت کی خدمت میں عرض کیا ہے اور ان کی توجہ اس ضمن میں دلائی ہے۔

مسٹر سنیئر ڈپٹی سپیکر - چونکہ وہ جیلخانے کے اندر ہے اس لئے غلط فہمی ہوتی ہے۔

بیگم ممتاز صفدر - اس کو باہر بنا دیا جائے۔ آخر میں جناب گورنر صاحب اور جناب وزیر زراعت کو مبارکباد دیتی ہوں کہ ان کی انتظامیہ نے زرعی اعتبار سے ہمارے علاقے کو خود کفیل بنا دیا ہے اور میں گورنر صاحب سے استدعا کرتی ہوں کہ پسماندہ علاقوں کا حل وہ جوش اور ولولے کے ساتھ تلاش کریں اور مجھے یقین ہے کہ ہمارے مسائل پر مکمل توجہ دینے سے ہماری یہ مشکلات حل ہو جائیں گی۔ آخر میں میں وزیر خزانہ اور ان کی انتظامیہ کو ان کے بہترین بجٹ پر مبارکباد دیتی ہوں۔

چودھری عبدالغنی (بہاولنگر - ۳) - جناب سپیکر - سب سے پہلے مجھے چاہئے تھا کہ میں اپنے وزیر خزانہ صاحب اور ان کے رفقائے کار اور انتظامیہ کو مبارکباد پیش کرتا لیکن جناب حمزہ نے سرکاری بینچوں پر الزام لگایا ہے کہ وہ بار بار صدر مملکت اور گورنر صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں۔ میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ مارشل لاء سے پہلے ملک کے کیا حالات تھے اور اس کے بعد کیا ہیں۔ جناب والا۔ آپ کو معلوم ہے کہ صدر پاکستان نے جس ہمت اور حوصلے سے تمام شعبوں میں جس قدر ترقی کا انقلاب برپا کیا ہے اور ملک اور حکومت کو استحکام

بخشا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ۔ خواہ خارجہ پالیسی ہو ، خواہ اس کا تعلق صحت سے ہو، خواہ صنعت سے ہو خواہ بڑے بڑے پراجیکٹس سے ہو جو پانی کی فراہمی کے لئے مہیا کئے گئے ہیں وہ قابل قدر ہیں ۔ زرعی اصلاحات بڑے پیمانے پر کی گئی ہیں اور وہ ایسی اصلاحات ہیں جو آج تک کسی غریب کسان کو مہیا نہیں ہوئی تھیں ۔ جناب والا ۔ یہ سب انکی انقلابی حکومت کا نتیجہ ہے ۔ جناب والا ۔ مارشل لاء سے پہلے جس بدبختی کے عالم میں ہمارا ملک تھا وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے ۔ ہم نے اس عظیم ملک کو ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں قربانیوں سے حاصل کیا ۔ اور مارشل لاء سے پہلے جو بھی حکمران تھے وہ اپنی کرسیوں کے حصول میں مبتلا تھے ۔ اور ملک کی بہبودی کی انہیں کچھ پرواہ نہ تھی ۔ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد حکومت کی باگ ڈور اس مرد مومن کے حوالے ہوئی اور یہ ہماری کامیاب خارجہ پالیسی ہی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور یہ سب ہماری کامیاب خارجہ پالیسی کا نتیجہ ہے ۔ جناب والا ۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ ہمارے گورنر جناب محمد موسیٰ نے اپنی کوششوں کے ذریعے سے ہر شعبے میں اس قدر ترقی کرائی ہے اور نئے نئے بیج یعنی میکسی پاک کی کاشت کرا کر ہمارے لئے فاضل گندم پیدا کرائی ہے تو ہم اس کے لئے ان کے بھی بہت مشکور ہیں اور میں جناب وزیر خزانہ اور ان کے رفقائے کار کی خدمت میں اس بجٹ کے پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ جناب والا ۔ یہ بجٹ جو پیش کیا گیا ہے اس کے کئی پہلو ہیں ۔ اس بجٹ میں اگلے سال کے لئے کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا ۔ شعبہ زراعت میں بھی بہت سے ترقیاتی منصوبے رکھے گئے ہیں اور دیہی تعمیراتی پروگرام کے لئے ۱۰ کروڑ کی بجائے ۱۵ کروڑ کی رقم مختص کی گئی ہے ۔ اب میں جناب والا

جس جگہ سے منتخب ہو کر آیا ہوں میں اس کے متعلق یعنی اپنے علاقے سے متعلق جو کہ پسماندہ ہے چند معروضات پیش کروں گا ۔ جناب وزیر تعلیم از راہ کرم میرے اس علاقے کی تکالیف کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے انصاف فرمائیں ۔ میرے علاقے کی آبادی ۵ / ۶ لاکھ ہے لیکن اس علاقے میں صرف ایک کالج ہے ۔ وہاں کی آبادی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے اور ہارون آباد میں صرف ایک انٹرمیڈیٹ کالج ہے جو پبلک اور میونسپل کمیٹی کی مدد سے چل رہا ہے ۔ چار لاکھ سے زائد کی زمین اس کی ہے اور چار لاکھ کی عمارت ہم نے خود اپنی گرہ سے بنائی ہے ۔ براہ مہربانی اس کالج کی امداد فرمائی جائے ۔ اس کالج کے نتائج بھی اچھے ہیں ۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کالج کو ڈگری کالج کا درجہ دیا جائے ۔ اس کے علاوہ ہارون آباد میں جو گورنمنٹ ہائی سکول ہے اس کو انٹرمیڈیٹ کالج کا درجہ دیا جائے ۔ اس میں مدت سے کوئی ہیڈ ماسٹر نہیں ہے ۔ آپ اندازہ لگائیں کہ جس سکول میں کوئی ہیڈ ماسٹر تعینات نہ ہو تو اس سکول کے طلباء کا کیا حشر ہوتا ہو گا ۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں وزیر تعلیم کی خدمت میں کہ ہمارے ان مسائل کی طرف خاص توجہ دی جائے اور ہمارے بچوں کے لئے میڈیکل اور انجینئرنگ کالجوں میں سیٹیں مخصوص کی جائیں کیونکہ اس سے پہلے یعنی ون یونٹ بننے سے پہلے ہمیں یہ یقین دلایا گیا تھا کہ پسماندہ علاقوں کی حفاظت کی جائے گی لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے ۔ ہمارے لئے کوئی رقم مخصوص نہیں کی گئی ۔ جناب وزیر تعلیم نہایت شریف خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ۔ براہ مہربانی کچھ رقم سپیشل طور پر مخصوص فرمائیں اور ہمارے کالج کو ڈگری کالج بنائیں اور اپنی تحویل میں لیں ۔ یہاں پر اس وقت وزیر صحت موجود نہیں ہیں لیکن میں وزیر آبپاشی کی توجہ دلاتا ہوں کہ

بہاولنگر کی تحصیل بالکل سیم اور تھور کی زد میں آچکی ہے کئی دیہات اس کا شکار ہو چکے ہیں لیکن اس بیماری کی روک تھام کے لئے کوئی رقم نہیں دی گئی حالانکہ سنا گیا ہے کہ بڑے بڑے پراجیکٹس بنے ہیں۔ کیا ہمارے پسماندہ علاقے کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ اپنی جائز تکالیف پیش کر سکے اور اس علاقے میں جو سیم اور تھور کی بیماری پھیل چکی ہے اس کو دور کرنے کے لئے کوئی مناسب سکیم تیار کی جاتی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ضروری ہے کہ اس چیز کو ختم کرنے کے لئے فنڈز میں کچھ گنجائش رکھی جائے ۔ میں قائد ایوان کی خدمت میں التماس کروں گا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے ملک کو خوراک کے معاملے میں خود کفیل بنانے میں نمایاں خدمت سرانجام دی ہے لیکن ہم نے بار بار ان کی خدمت میں یہ چیز پیش کی کہ گندم کی خریداری میں ہمارے زمیندار جو گندم فروخت کرتے ہیں اس کی رقم کی ادائیگی میں بہت دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور سرمایہ دار اس تاک میں ہوتے ہیں کہ جب نرخ گریں تو ہم گندم حاصل کریں ۔ ہماری درخواست ہے کہ جلد از جلد ہماری روپے کی ادائیگی کا انتظام کیا جائے اور گندم کے جو پیدا کرنےوالے ہیں ہماری درخواست ہے کہ وہ اصل اور مناسب قیمت اپنے مال کی حاصل کر سکیں ۔ اس کے علاوہ جناب والا ۔ ترقیاتی بنکوں سے زمینداروں کو قرضہ لینے میں تکلیفیں پیش آتی ہیں ۔ وہ قرضہ حاصل کرنے کی کوشش میں مر مر اور مٹ مٹ جاتے ہیں تاکہ کوئی ٹریکٹر وغیرہ خرید سکیں ۔ اس کے لئے کوئی آسان طریقہ اختیار کیا جائے تاکہ زمیندار قرضہ سے ٹریکٹر خرید کر خوراک زیادہ اگانے کی مہم کو پورا کریں ۔ اس کے علاوہ جناب پچھلے دنوں ٹریکٹر کی آجرت ساڑھے بارہ روپے فی گھنٹہ تھی ۔ جو اب پچیس روپے فی گھنٹہ کر دی گئی ہے ۔ غریب زمیندار کیسے

اتنی بڑی رقم دے سکتے ہیں - اسے پچیس روپے کی بجائے ساڑھے بارہ روپے کیا جائے -

اب جناب وزیر صحت تو اس وقت ایوان میں موجود نہیں ہیں - میں ان کی توجہ اپنے علاقہ کے ہسپتالوں کی طرف دلانا چاہتا ہوں - جن میں دوائی تک نہیں ہے - ان میں چھوٹی چھوٹی دوائیاں ٹنکچر اور کونین بھی نہیں ہیں - جناب والا - مجھے خود ایک واقعہ پیش آ گیا - اور میں ہسپتال میں گیا - وہاں ان کے پاس دوائیاں نہیں تھیں - میں نے ان سے پوچھا تو مجھے کہا گیا کہ ہمارے پاس کوئی فنڈ نہیں - جناب والا- آپ کو معلوم ہے کہ دنیا میں انسان کا انحصار صحت پر ہے - اگر گورنمنٹ نے صحت کے لئے فنڈ کی گنجائش نہ رکھی تو ملک کیسے چلے گا - برائے کرم کسی خاص فنڈ سے ادویات کا انتظام کریں - ہارون آباد جو تحصیل ہیڈ کوارٹر ہے وہاں کے ہسپتال کا یہ حال ہے تو دیہات کے ہسپتالوں کا کیا حال ہو گا - وزیر صحت تو یہاں موجود نہیں ہیں - میں قائد ایوان کی خدمت میں عرض کرونگا کہ وہ اپنی توجہ اس پر مبذول فرمائیں اور اس ضمن میں کوئی خصوصی قدم اٹھائیں -

جناب والا - اب میں جناب وزیر مواصلات کی خدمت میں کچھ گذارشات پیش کرتا ہوں - وہ قابل مبارکباد ہیں کیونکہ ان کے پاس ریلوے کا portfolio بھی آ گیا ہے - اس کے بعد میری یہ استدعا ہے کہ اس بجٹ میں ایک انچ سڑک کے لئے بھی ہمیں کوئی رقم نہیں دی گئی - پچھلے بجٹ میں ہارون آباد کے لئے جو رقم رکھی گئی تھی ، اس سے صرف پندرہ میل سڑک تیار ہوئی ہے - جس علاقہ میں نہ ریلوے ہو نہ کوئی سڑک ہو - وہ لوگ کیا کریں - جناب والا- ہارون آباد سے کھچی والا تک چند ماہ میں سڑک تیار ہو سکتی ہے لیکن وہ فورٹ عباس

سے مروڑ تک جانی چاہئیے ۔ دو دفعہ ٹینڈر طلب کئے گئے ہیں لیکن دونوں دفعہ نا معلوم وجوہات کی بناء پر انہیں منسوخ کردیا گیا ہے ۔ حالانکہ تیس جون تک اس کو مکمل ہو جانا چاہئیے تھا ۔

جناب والا ۔ میری ایک اور عرض یہ ہے کہ ہمارے بہاولپور رینج کے پیس اے ۔ ایس ۔ آئی ہیں جو بڑی قلیل تنخواہ پاتے ہیں ۔ ان کو وہاں سے تبدیل کیا گیا ہے جس سے ان کی سینیارٹی پر بڑا اثر پڑا ہے ۔ انہیں واپس بھیج دیا جائے تاکہ وہ اپنے بچوں کی حفاظت کر سکیں ۔

اس کے علاوہ جناب والا ۱۹۶۵ء کی جنگ میں پاکستانی عوام او خصوصاً بارڈر کے علاقوں نے جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ۔ ان کے لئے اسلحہ کے لائسنس آسان طریقہ سے جاری کئے جائیں ۔ وہ اپنی گرہ سے اسلحہ خریدیں گے ۔ علاوہ ازیں سکولوں میں فوجی تعلیم کا نفاذ لازمی کیا جائے ۔ ان معروضات کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔

Captain Akhtar Ayub Khan (Hazara-III) : Mr. Speaker, Sir, I congratulate the Finance Minister on a balanced Budget. It is wrong to say that this Budget does not give a hope or a sign for progress for the Province for the future. Lot of new schools, colleges, roads, dispensaries and industries are going to be set up. Naturally this is a good omen and a good hope for the coming years. The biggest thing which the Province has really done is that the farmers have made a break-through in agriculture. Tremendous effort has been put in by our peasants and the Government which has directed the farmers and the peasants to a better course and to a course whereby they can make West Pakistan free from imports. This is something which has been phenomenal and a miracle has taken place and this is most important for Pakistan. You can take this break-through just like we warded off the Indian aggression. Our country was made to believe that we cannot defend ourselves. The people of Pakistan rose to the occasion and stopped Indian aggression and we were a free country and we were a sovereign country standing on our own feet.

Sir, the second problem was to feed ourselves. But if we have warded off Indian imperialism and if we cannot feed ourselves, if we cannot fulfil

our requirements as far as food goes we may again go under somebody. This was the realisation of the Government and the people that this is as important as taking on a war with another country. With hard effort and with toil we have produced sufficient and in the coming years we would be able not only to support ourselves but export food thereby once more bringing the pivot of independence and something to stand on our feet. For this the Agriculture Department and the peasants of our country do need congratulation. There are bound to be points of differences. The Budget is a good Budget but how it is distributed is another matter. I come from a part of a country which is called backward. But our people are not backward. They have not the means for progress. We produce first-class peasants, first-class workers and very good soldiers. They have got to be given the means to catch up with the modern world and to catch up with progress because when they see other parts of the country progressing at a tremendous rate they, too, have an anxiety to do something and to expect some hope out of their fellow people in West Pakistan. What we need is this. Hazara district's population—one-third of it— cannot live in the district itself. That means that if there were sufficient industries and if there was sufficient land in Hazara district these people would not have to loiter about in Karachi or Lahore and would not have dug canals all over West Pakistan and worked as labourers. What is proposed is this? —that industries should be set up in Hazara district based on co-operatives. Why co-operatives? Tarbela Dam is coming up. More people are going to be affected. It is said that they are going to get a tremendous amount of compensation? What are our people going to do with this compensation. Are they going to just sit idle and eat it up and once more become paupers and go down begging all over West Pakistan and come back. No. They should be given an outlet. We don't want capitialist to come over to Hazara district, set up there and monopolise the industries. It should be the PIDC which should have major shares and the people should be forced to put in shares so that there is general distribution, prosperity and hope to the people who are going to be affected by the Tarbela Dam. One-third of the people are out of the district and with Tarbela Dam many more are going to be affected. So, a hope must be given to them whereby they stay in their area and they commit their money on a co-operative basis in which everybody benefits. Since our people are labouring people and are toiling people they need education. Wherever you go in West Pakistan you see them working. These days it is the age of machines. It is an age of science and until you give them education you cannot expect them to do something better or something which is really good for them and the nation. You cannot create more land in Hazara but you can give these people better education. Therefore, more money should be devoted so that our common folk get better education and when they come

down and get jobs, they get better jobs, because this is going to be their main source of earning and income and they can send some money back to their parents and to their relatives and so that they can have a better hope. But if they do not get good education they will just pick up their pick and shovel or become just chowkidars. That is no hope for a people. Therefore, more stress should be laid on education in that part of the world. Sir, I would say that the basic democracies have brought about a tremendous regeneration and a tremendous effort amongst the people in rural areas. There may be people, who disagree with this system. Nobody agrees to everything, but it is a system, which has been evolved by our own people. At least, the British imperialists did not give us this system. At least it is not an imperialist imposed system on our country. Therefore, this system, too, has given a hope. More money should be given to the rural areas and let the people themselves build their own country and their own rural areas. The officials should not interfere because it is the people whom we must learn from. It is the people who have got the greatest energy; it is the people who are the motivating force in the making of history. Therefore, we must trust them, we must allow them to flourish and we must finance them to keep up their progress and prosperity, and build their country.

Towards the end, Mr. Speaker Sir, I once more congratulate the Finance Minister and we hope that you would give us a little more for our development, not in the form of charity; we don't want charity; we just want our right.

Thank you.

مسٹر نثار محمد خان (پشاور - ۵) - مسٹر سپیکر - میں یہ افسوس کرتا ہوں کہ میں سیکرٹری فنانس کو اس بجٹ کے پیش کرنے پر مبارکباد نہیں دے سکتا - البتہ وزیر مالیات صاحب کو اس غیر متوازن بجٹ کو پڑھنے پر ان کی جرات کی داد دیتا ہوں - وزیر خزانہ صاحب نے اپنے میزانیہ کی تقریر میں ۱۹۵۸ء سے پہلے کے میزانیے سے مقابلہ کیا ہے - اس تقریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر محکمہ کے اخراجات بڑھ گئے ہیں - ہم یہ مان لیں گے کہ اسی دوران ملک میں سیاسی استحکام آیا ہے - خارجہ پالیسی شائد بہتر رہی ہے - اسی دوران ہندوستان کے ساتھ ہم نے جنگ بھی لڑی اور اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ پوری قوم حکومت کے ساتھ ہے - لوگ خواہ وہ کسی پارٹی سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے حکومت کے ساتھ

تعاون کیا ۔ لیکن اعداد و شمار دیتے وقت وزیر خزانہ صاحب نے صدر ایوب کی قیادت میں ملک نے جو ترقی کی ہے اس کو موضوع بنایا ہے اور یہ نہیں دیکھا کہ اخراجات کے اضافہ کی وجہ سے حالات بہتر ہوئے ہیں یا اس کی نسبت اور خراب ہوتے گئے ہیں ۔ جناب والا ۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ صوبائی حکومت صدر ایوب کی آڑ لیکر ، اسکی قابلیت کی آڑ لیکر کب تک ان کوتاہیوں پر پردہ ڈالے گی ۔ اگر اخراجات بڑھ جائیں اور اسکے نتائج بہت اچھے ہوں تو اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہو گا لیکن میزانیہ کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختلف محکموں میں صرف عمال کی زیادتی کی وجہ سے اخراجات بڑھ رہے ہیں ۔

جناب والا ۔ آپ زراعت کو لے لیں ۔ زراعت میں ۷ فیصد اخراجات بڑھ گئے ہیں ۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ پیداوار بھی اسی نسبت سے بڑھی ہے ۔ میں اپنے وزیر زراعت صاحب کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جب ۶۷-۱۹۶۶ء میں وہ پشاور تشریف لائے تھے وہاں مل مالکان اور زمینداروں کے درمیان گنے کی قیمت میں انہوں نے کچھ فیصلہ کرانا چاہا تھا اور ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ سابقہ صوبہ سرحد میں گنا بہت زیادہ کاشت کرنے لگے ہیں اس کو کم کرنا چاہئے ۔ اگر گنا زیادہ تھا تو آج میں پوچھ سکتا ہوں کہ آج پھر چینی میں کمی کیوں ہے ۔ چینی کی قیمتوں میں برابر اضافہ کیوں ہو رہا ہے ۔ جناب والا ۔ اسی طرح تمباکو کو لے لیں ۔ حال ہی میں ایک تمباکو بورڈ بنایا گیا ہے ۔ تو میرے خیال میں اسی تمباکو بورڈ کا سہارا لیتے ہوئے تمباکو کی کمپنیوں نے کئی دوسرے غلط راستے زمینداروں کیلئے اختیار کر لئے ۔ اسی طرح تعلیم میں اس دوران تین گنا اخراجات میں اضافہ ہوا ہے ۔ لیکن میرے خیال میں اس کی نسبت سے تعلیمی معیار گر گیا ہے ۔ سب عوام کا جس میں ہر پارٹی کے اراکین شامل ہیں ایک

بہت پرانا مطالبہ ہے کہ ہمارے کالج کو ڈگری کالج بنا دیا جائے اور اس ضمن میں ابھی گورنر صاحب چارسدہ تشریف لائے۔ اخبارات نے اس موقع کو ایک نادر موقع قرار دیا تھا۔ اس وقت ہر پارٹی نے اس کو ڈگری کالج بنانے کے لئے مطالبہ کیا لیکن مجھے افسوس ہے کہ اس میزانیہ میں اس کے لئے کوئی رقم مختص نہیں کی گئی۔

جناب والا۔ ریلوے پر کافی بحث ہوئی ہے لیکن چونکہ ریلوے کے متعلق بھی بتایا گیا ہے اس کے اخراجات میں چار گنا اضافہ ہوا ہے۔ لیکن اس دوران کوئی نئی لائن نہیں بچھائی گئی نہ کوئی سٹیشن بنایا گیا ہے اور نہ کوئی اور مزید ایسی سہولتیں بہم پہنچائی گئی ہیں جسکو ہم سراہیں۔ البتہ کرایوں میں اضافہ ہوتا رہا ہے۔ مواصلات میں تین گنا اضافہ ہوا ہے۔ لیکن سڑکوں کی حالت دس گنا خراب ہو گئی ہے۔ آب رسانی میں ۱۸ گنا اضافہ ہوا ہے لیکن میرے خیال میں پانی کی قلت بھی ۱۸ گنا بڑھ گئی ہے۔ جناب والا۔ ۴۵ اربن سکیموں میں سے پشاور کیلئے ایک سکیم ہے میرے خیال میں صدر ایوب کا یہ منشاء نہیں تھا نہ ان کا یہ تصور تھا۔ بلکہ ان کا جو تصور تھا وہ یہ تھا کہ حالات تیزی سے اچھے ہوتے جائیں گے یا ہو جائیں گے لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ صدر ایوب کی پالیسی ایک ہے جبکہ افسران کی پالیسی کچھ اور ہے۔ یہ بد دیانتی اور نا اہلی ہے۔ عوام روز بروز بد دل ہوتے جا رہے ہیں۔ اشیائے خوردنی کی قیمتیں بڑھتی جا رہی ہیں۔ افسران کا رویہ حاکمانہ ہوتا جا رہا ہے اور اسی وجہ سے عوام کی بیکسی ایک مثال بن گئی ہے اور جب ان امور کی جانب ہم انکی توجہ دلاتے ہیں تو ہمیں غدار کہا جاتا ہے۔ جو لوگ سمجھ کی بات کرنے والے ہوتے ہیں ان کو تخریب پسند کہا جاتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ صدر مملکت ان چیزوں سے آگاہ نہیں ہیں اور وزراء صاحبان جن کا کہ یہ

فرض ہے کہ ان کو ان امور سے آگاہ کریں وہ صرف اس بات پر ہی خوش ہیں کہ وہ انکی مقبولیت میں شریک ہوں ۔ یہ تھا ایک خاکہ پہلے میزانیے کا ۔ اور زیر بحث یعنی آئندہ سال کے میزانیے کے متعلق اس لحاظ سے بات کرنا کہ آیا انکی کارکردگی بہتر ہو جائیگی یا نہیں میرے خیال میں اس بات کا اظہار کرنا قبل از وقت ہے ۔

جناب والا ۔ میری یہ عرض ہے کہ ڈپٹی کمشنروں کو مکمل طور پر کین کمشنر کے اختیارات تفویض کئے جائیں کیونکہ میرے خیال میں اس طرح گنے کے مسائل کا کچھ حل نکل سکتا ہے اور اسی طرح تمباکو کے سلسلے میں بھی ڈپٹی کمشنروں کو ہی اختیارات منتقل کئے جائیں اور ڈپٹی کمشنر کی وساطت سے یا اسکے ساتھ مل بیٹھکر تمباکو بورڈ اپنا کوئی فیصلہ صادر کیا کرے اور ان کو اپنے حالات سے آگاہ کرے ۔

جناب والا ۔ پچھلے سال میکسی پاک کا بیج جبراً لوگوں میں تقسیم کیا گیا ۔ جبراً اس لئے نہیں کہ وہ بیج اچھا نہیں تھا یا لوگ اسے پسند نہیں کرتے تھے بلکہ اس لحاظ سے کہ یہ بیج کاشتکاروں کو بر وقت مہیا نہیں کیا گیا اور جب انہیں بیج دیا گیا تو اس کے لئے جس قدر کھاد کی ضرورت تھی وہ مہیا نہیں کی گئی ۔

جناب والا ۔ یونیورسٹی کے متعلق بیگم ممتاز صفدر صاحبہ نے ابھی ابھی جو کچھ فرمایا ہے میں اس کی مکمل تائید کرتا ہوں ۔

جناب والا ۔ جب جناب گورنر صاحب پشاور تشریف لائے تو ہم نے ان سے مطالبہ کیا تھا کہ دریائے جیندی پر ایک نیا پل تعمیر کیا جائے کیونکہ وہ ایک بہت ہی پرانا پل ہے اور آجکل کی ٹریفک کے لئے غیر موزوں ہے جس کی وجہ سے اس پر ٹریفک میں ہمیشہ ہی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے ۔ گورنر صاحب کے علاوہ بھی تقریباً چھ وزراء صاحبان وقتاً فوقتاً

چار سدہ تشریف لاتے رہے ہیں اور ان کی توجہ بھی اس پل کی جانب دلائی گئی تھی لیکن مجھے افسوس ہے کہ اس بجٹ میں اس پل کے لئے کوئی رقم مختص نہیں کی گئی ۔

جناب والا ۔ میں محترمہ وزیر صحت کا بہت مشکور ہوں کہ انہوں نے چارسدہ ہسپتال کی توسیع کے لئے اس میزانیہ میں سکیم رکھی ہے لیکن جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ چارسدہ ایک بہت بڑی تحصیل ہے اور اس لئے وہاں کی آبادی کے لحاظ سے صرف اس ہسپتال کی توسیع کرنا ناکافی ہے ۔ اس کے علاوہ ابھی ابھی بیگم ممتاز صفدر صاحبہ نے فرمایا ہے کہ میو ہسپتال لاہور کو حکومت آٹھ روپے فی بستر کے حساب سے گرانٹ دیتی ہے جبکہ لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور کو صرف ساڑھے تین روپے فی بستر کے حساب سے گرانٹ دی جاتی ہے ۔ میں تو اس فرق کی وجہ نہیں سمجھ سکا امید ہے کہ اس پر ضرور وزیر صحت صاحبہ روشنی ڈالیں گی ۔

جناب والا ۔ میں صدر مملکت کے اس اقدام کی تعریف کرتا ہوں کہ انہوں نے خان آف قلات کو اپنا مشیر مقرر کیا ہے ۔ اسی طرح میری یہ تجویز ہے کہ اسی طرح دیگر علاقوں کے لئے بھی مشیر مقرر کئے جائیں لیکن وہ پنشن یافتہ ریٹائرڈ سرکاری ملازم یا برخاست شدہ سرکاری ملازم نہ ہوں ۔ اس کے علاوہ میں یہ عرض کروں گا کہ ممبران اسمبلی کے ہوسٹل کے لئے ساٹھ لاکھ روپے کی سکیم منظور ہوئی ہے جس کے لئے زیر بحث میزانیہ میں صرف تین لاکھ روپے رکھے گئے ہیں ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس ہوسٹل کو مکمل کرنے کی یہی رفتار رہی تو یہ بیس سال میں تعمیر ہو سکے گا حالانکہ سیکرٹریوں کے کوارٹروں کے لئے چھ لاکھ روپیہ اس میزانیہ میں رکھا گیا ہے ۔ یہ میں اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں کہ ہم ہمیشہ ہی اسمبلی کے رکن رہیں گے لیکن یہ میں اس غرض سے عرض کر رہا ہوں

کہ یہ ممبران اسمبلی کی توہین کے مترادف ہے - اس سلسلے میں میں آپ کی وساطت سے مرکزی حکومت کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ پہلے تو انہوں نے قومی اسمبلی کے اراکین کی رہائش کے لئے ایک ہوسٹل تعمیر کیا اور اب انہوں نے مکمل طور پر ایئر کنڈیشنڈ دوسرا ہوسٹل بنا لیا ہے -

ان الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی تقریر ختم کرتا ہوں -

Malik Mir Hazar Khan (Karachi-III) : Sir, I would like to congratulate the Finance Minister for presenting such a well-prepared Budget. I would also like to congratulate the Government through the Agriculture Minister for having made such a great progress in making the country near to self-sufficiency in food. I am sure that with this speed we shall, not only have food for overselves but be in a position to export it. I cannot help saying that our Government headed by Field Marshal Muhammad Ayub Khan, with his lieutenants like our hard-working Governor Muhammad Musa, his Ministers and officials are doing a wonderful job in making this country a better place to live in. We have a Government which may not be appreciated now but one day is going to be praised and remembered by our coming generations. Sir, I have genuine respect for some of the people in the Opposition as they are doing their job with sincerity and hard- work and they have the country's interest at heart, but the others are only interested in themselves and such people must be exposed to the public.

Sir, I would also like very much to stress that autonomous bodies like WAPDA, WPIDC, MPO, etc. especially K.D.A. be split up as they have become inefficient and expensive to run. They should be made into smaller bodies so that their working can be effectively checked.

Sir, as has been stated by some M.N.As. and my colleagues in this Assembly, there are certain very rich people already owning factories and banks and these people should now be discouraged, and instead, zamindars and people from backward areas should be encouraged so that they can put up industries in their areas so that all can benefit. Making a special mention, Sir, I am sorry to say that Quetta and Kalat Division has not received a fair share in Industry. I would request the Government to set up industries in this part of the country. Smaller dams and metalled roads are also badly needed in those backward areas of the Division.

Sir, I am sorry to say that my constituency in Karachi is in the same slum as it was prior to 1947. Buta village is a unique place. I think, it is the only place in Pakistan where water is sold like other merchandize. Promises have been made to overcome this problem. But nothing has happened to help relieve thousands of dock workers from this misery.

Lyari, the oldest part of Karachi with a population of four lakhs of people is in the same condition as it was before the creation of Pakistan. Proprietory rights were promised by responsible persons but nothing has happened so far. Very few other things have been added to this very old part of Karachi. Instead of beautifying Karachi, money should be spent on this needy part of Karachi. Pathans living in and around Karachi are more insecure than anybody else living in the country. They do not own lands they live on and they are shifted from one place to another without notice. Asking for other basic necessities like schools, hospitals and roads would be very foolish. I hope the Government will provide them a place to live in peace.

Lastly, Sir, I would like to say that Karachi is no doubt the biggest and the richest city of Pakistan but Sir it is a city which has unique problems. The Minister of Health, Begum Zahida Khaliquzzaman has done her best to solve this great city's problems but she, too, has found difficulties. It is prayed that Karachi's problems be dealt with sympathetically and settled satisfactorily.

Thank you Sir.

خان زادہ تاج محمد خان بنگش (کوہاٹ - ۱) جناب والا - موجودہ میزانیہ پر بہت کچھ کہا جاچکا ہے - میں اسے متوازن بجٹ کہنے میں حق بجانب ہونگا - کیونکہ اس میں نہ تو کوئی ٹیکس لگایا گیا ہے اور نہ ہی پرانے ٹیکسوں کی تجدید یا اضافہ کیا گیا ہے - لہذایہ عوامی بجٹ ہے - اور عوام کے تقاضوں پر پورا اترتاہے -

جناب والا - موجودہ وقت نہایت خوشحال ہے - آپ کے پاس گذشتہ دس سالوں کی کارکردگی تفصیل سے پڑی ہے - آپ نے دیکھا ہوگا - ان دس سالوں میں کتنے اہم کام ، منصوبے اور کارخانے تعمیر کئے گئے ہیں - آپ اسی چیز کا مقابلہ ۱۹۴۷ء سے لیکر ۱۹۵۸ء تک سے کریں تو آپ خود کہیں گے

کہ ملک مکمل طور پر ترقی کی راہ پر گامزن ہے ۔ اور وہ دن دور نہیں جب پاکستان بھی دوسری ترقی یافتہ اقوام کے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑا ہونے کے قابل ہو جائیگا ۔

میں اپنے ضلع کوہاٹ کی مثال دیتا ہوں ۔ جہاں پر ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۸ء تک کچھ بھی نہیں کیا گیا ۔ لیکن پچھلے دس سالوں میں دو کار خانے لگ چکے ہیں ۔ سیمنٹ کا کارخانہ بھی لگنے والا ہے ۔ ہاں دو کارخانے جو کہ Flour Mill اور کپڑے کے ہیں ایسے حضرات کو دیئے گئے ہیں جو پرسٹ بیچنے کے درپے ہیں ۔ ہاں ۔ وہاں کیڈٹ کالج کھل چکا ہے ۔ جناب گورنر صاحب محمد موسیٰ نے حال ہی میں ۱۸ لاکھ روپے دینے کا وعدہ بھی کیا ہے ۔

بہر حال میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بہت کچھ ہو چکا ہے اور بہت کچھ ہونے والا ہے ۔ اگر ترقی کی ایسی رفتار رہی تو بہت جلد پاکستان کی کایا پلٹ جائیگی ۔ تھوڑی بہت خامیاں رہ بھی جاتی ہیں مگر ان کو اتنی زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیئے ۔ آخر انسان ہی ان کاموں کو کرتا ہے ۔ اگر کچھ غلطی ہو بھی جائے تو آخر ٹھیک بھی ہو سکتی ہے ۔ نکتہ چینی برائے نکتہ چینی نہیں ہونی چاہیئے ۔ میں جناب صدر پاکستان اور گورنر محمد موسیٰ کی اعلی صلاحیتوں ، قیادت اور کار کردگی کو سراہتا ہوں کیونکہ انہوں نے بڑے تھوڑے وقت میں ملک کو ترقی کی راہ پر لگا دیا ہے ۔

اب میں اپنے حلقہ نیابت کے متعلق چند معروضات عرض کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ متعلقہ وزراء اور حکام ان پر ضرور غور کرینگے ۔

(۱) ہمارے ہاں کوہاٹ اور پشاور کے درمیان ایک پانچ میل پہاڑ

کا ٹکڑا ہے ۔ اس میں اکثر حادثات ہوتے رہتے ہیں ۔ لہذا میری استدعا ہے کہ اگر اس پہاڑ میں سرنگ یعنی tunnel بنادی جائے ۔ ایک تو مسافت کم ہو جائیگی اور دوسرے حادثات بند ہو جائیں گے ۔

(۲) ہمارے ضلع کو ایک سیمنٹ کا کارخانہ دیا گیا تھا ۔ مگر اب نامعلوم وجوہات کی وجہ سے اس کارخانہ کو التواء میں ڈال دیا گیا ہے ۔ برائے مہربانی کوہاٹ کی پسماندگی کو دیکھتے ہوئے اس کارخانے کو جلد از جلد تعمیر کرانے کے آرڈر دیں ۔

(۳) کوہاٹ شہر میں پینے کے پانی کی سخت قلت ہے ۔ حکومت نے چار سال پہلے کوہاٹ میونسپلٹی کو گرانٹ ان ایڈ دینے کا فیصلہ کیا تھا ۔ مگر نا معلوم وجوہات کی بناء پر اسے روک لیا گیا ہے ۔ برائے مہربانی اس واٹر سپلائی منصوبہ کو کوہاٹ میونسپلٹی جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچائے ۔ بلکہ موجودہ بجٹ میں سے فنڈ allot کئے جائیں ۔ اس کے علاوہ ہڑی ، گمسٹ ، احمدی بانڈہ ، چورکی ، استرذی ، شکردرہ میں بھی پینے کے پانی کا انتظام کیا جائے ۔ کوہاٹ شہر کی بڑھتی ہوئی آبادی کو مد نظر رکھتے ہوئے یہاں سیٹلائٹ ٹاؤن کا بنانا بھی ضروری ہے ۔ زمین کافی ہے مگر funds دیئے جاویں ۔

جناب والا ۔ موضع ہڑی ، شکردرہ ، شادی خیل ، کمسٹ ، استرذی ، بورکہ اور شادی پور میں ابھی تک بجلی نہیں آئی جس کی وجہ سے ایک وسیع علاقہ آبپاشی سے محروم ہے ۔ بلکہ میں یہ ضرور کہوں گا کہ ایسے جدید زمانے میں بجلی کا نہ ہونا اس علاقہ اور ملک کی بدقسمتی ہے ۔جب کہ دوسرے مقامات پر یہ سب سہولتیں موجود ہیں ۔ لہذا جتنی جلدی ہوسکے ان علاقوں کو بجلی مہیا کی جاوے ۔ M.C.G جیسے سر چارج کو بھی ہٹایا جائے کیونکہ اکثر کاشت کار اسے برداشت نہیں کرسکتے ۔

جناب والا ۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میزانیہ میں ہر ایک ضلع کو تین سو ٹیوب ویل مہیا کئے جاتے۔ جنہیں وہ اپنی اپنی تحصیلوں میں لگاتے ۔ حکومت کو کم از کم اتنا تو پتہ لگ جاتا ہے کہ کون سی جگہ کتنے ٹیوب ویلوں کے لئے موثر ہو سکتی ہے ۔ لہذا میری استدعا ہے کہ موضع احمدی بانڈہ، ہڑی ، شکردرہ ، لاچی ، مندرہ ، بل ٹنگ ، استرذی ، گمسٹ اور بورکہ میں ٹیوب ویل نصب کئے جائیں ۔ کیونکہ یہاں پر وسیع علاقہ خشک اور بدحال پڑا ہے ۔ اس سے زیادہ اگاؤ مہم بہت کامیاب ہو سکتی ہے ۔

جناب والا ۔ ہماری بڑی شاہراہیں تو بڑی اچھی maintained ہیں لیکن چھوٹی سڑکوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے ۔ مثلاً ڈھوڈہ سے کوہاٹ ۔ احمدی بانڈہ سے ہڑی ۔ گمسٹ سے چورکی ۔ لاچی سے شکردرہ کو پختہ کیا جاوے ۔ بارش کے دنوں میں یہ موضع جات ڈسٹرکٹ سے بالکل کٹ جاتے ہیں ۔ اور علاقے کے لوگوں کو سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ لہذا ان سڑکوں کو جلد از جلد پختہ کیا جاوے ۔ اور شکردرہ پر سڑک کو جلد از جلد تعمیر کیا جاوے ۔ پنڈی اور کوہاٹ کی سڑک جو ۱۱۰ میل ہے ۔ اس کی حالت سخت ناگفتہ بہ ہے اور جگہ جگہ سے کٹی ہوئی ہے اس کو وسیع اور پختہ کیا جاوے ۔ کیونکہ یہ سڑک بنوں ۔ ڈیرہ کوہاٹ ۔ پارا چنار کو ملانے کا واحد ذریعہ ہے ۔

جناب والا ۔ موضع شکردرہ ۔ تحصیل کوہاٹ میں ہسپتال تو ہیں لیکن ڈاکٹر نہیں ہیں ۔ ہڑی ، لاچی ، شادی پور میں بھی یہی حالت ہے ۔ برائے مہربانی اگر ڈاکٹروں کی کمی کی وجہ سے ایسا نہیں ہو سکتا تو کم از کم کوالیفائیڈ کمپونڈر ہی دے دیئے جائیں ۔

کوھاٹ کا سول سرجن اپنے ساٹھ سال پورے کر چکا ھے مگر اسے مزید extension دی جارھی ھے ۔اس کے بارے میں ھم سیکرٹری ھیلتھ کو کہہ چکے ھیں ۔

کوھاٹ شہرمیں صرف ایک ھی گرلز ھائی سکول ھے ۔ جو نہایت تنگ و تاریک ھے ۔ اور اس میں وہ پرانے کمرے ھیں جو تقسیم سے پہلے کے تھے ۔ وھاں ایک کمرہ بھی بڑھتی ھوئی آبادی کو مدنظر رکھتے ھوئے نہیں بنایا گیا ھے ۔ لہذا اسے وسعت دی جائے ۔ بلکہ اسے وسیع کر کے گرلز انٹر کالج بنایا جاوے اگر کالج برائے خواتین نہیں ھو سکتا تو اس گرلز کالج کو جو دفاع والوں نے کھولا ھے مضبوط کیا جاوے ۔ تاکہ وہ لوگ لیبارٹری یا ھوسٹل تو بنا سکیں ۔ اس کالج کے اخراجات اتنے زیادہ ھیں جو برداشت سے باھر ھیں ۔ کوھاٹ کے ڈگری کالج میں پڑھانے والے سٹاف کی سخت کمی ھے ۔ برائے مہربانی اسے سٹاف مہیا کیا جاوے ۔ اور جدید لیبارٹری ۔ سٹاف کے لئے رھائشی مکان تیار کئے جائیں ۔ کیونکہ کوھاٹ کالج کوھاٹ سے تقریباً تین میل ھے ۔ اور سارے سٹاف کو بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ھے ۔ کوھاٹ شہر کے سکولوں یا کالجوں کے لئے کوئی کھیل کا میدان نہیں ھے ۔ برائے مہربانی یہاں سٹیڈیم یا کھیل کے میدان بنائے جائیں ۔ ان معروضات کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ھوں ۔

صاحبزادہ نور حسن (بہاولپور ۔ م) ۔ جناب والا ۔ سب سے پہلے میں آپ کا شکر گذار ھوں کہ آپ نے مجھے تقریر کرنے کا موقع بخشا ہے ۔ جناب والا ۔ میں اپنے معزز اور قابل صداحترام وزیر خزانہ جو کہ اس وقت ایوان میں نہیں ھیں کو غائبانہ مبارک باد پیش کرتا ھوں ۔ کیونکہ انہوں نے جو ھمارے صوبے کیلئے نیا بجٹ پیش کیا ھے ۔ وہ نہ صرف

متوازن ہے بلکہ اس میں عوام الناس پر کوئی مزید ٹیکس نہیں لگایا گیا اس طرح سے انہیں ٹیکس کے زیربار ہونے سے بچایا گیا ہے۔

جناب والا۔ اس کے ساتھ ساتھ جہاں تک میں نے دیکھا ہے ہمارے منصوبوں کی ترقی کی رفتار کو نہ صرف قائم رکھا گیا ہے بلکہ اس میں معتدبہ اضافہ کیا گیا ہے۔ اور یہی بات اس امر کا بین ثبوت ہے کہ ہماری حکومت ہمارے اس وطن عزیز کی ترقی کے لئے اور اس کے استحکام کے لئے کس قدر کوشاں ہے۔

(اس مرحلہ پر مسٹر سپیکر کرسئی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب والا۔ جہاں ہم اپنے دس سالہ تعمیری کارناموں اور مختلف ترقیاتی منصوبوں کے مختلف مراحل کی تکمیل کا جائزہ لیتے ہیں اور اس پر نازاں ہوتے ہیں وہاں مجھے جناب وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر کے ایک چھوٹے سے لفظ سے مودبانہ اختلاف ہے انہوں نے میزانیہ کی تقریر میں ابتداء ہی میں فرمایا کہ یہ میزانیہ ان دس سالہ اصلاحات، تعمیر نو اور ان کارناموں کا نقطہ عروج ہے۔

جناب مجھے اس لفظ سے تھوڑا سا اختلاف ہے اسے ہم ترقی کی منزل کہہ سکتے ہیں۔ نقطہ عروج نہیں کہہ سکتے کیونکہ میرے نزدیک زندہ آزاد اور محرک قوموں کے لئے کوئی منزل آخری منزل نہیں۔ ہمارا موجودہ اقتصادی استحکام ہمارے لئے سکون بخش ضرور ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمارے درخشاں مستقبل کا انحصار مسلسل جدوجہد انتھک کوشش اور پیہم تگ ودو پر ہے۔ جناب والا قوموں کی ترقی کا راز اسی میں پنہاں ہے اور وہی قومیں تیزی سے ارتقاء کی منازل طے کر سکتی ہیں جن کے افراد جذبہ قومیت سے سرشار ہو کر رواں دواں رہیں اور اپنے لئے اپنی قوم کے لئے اور اپنے ملک کے لئے دنیا میں مقام

پیدا کرنے کی کوشش کریں جس طرح کہ علامہ اقبال نے ارشاد فرمایا ہے۔

خون رگ معمار سے ہے قوم کی تعمیر
بے سعی پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا

جناب والا ۔ تاریخ عالم اس بات کی شاہد ہے کہ دنیا میں صرف انہی قوموں کا مقام اقوام عالم میں ہمیشہ بلند رہا ہے جنہوں نے اپنی قوت بازو پر بھروسہ کیا اور جنہوں نے طاؤس ورباب پر شمشیر وسنان کو ترجیح دی ۔ میں ڈرتا ہوں کہیں میرا روئے سخن بدل نہ جائے کیونکہ میں نے میزانیہ پر بھی تقریر کرنی ہے ۔ میرا مقصد کہنے کا یہ ہے کہ جہاں ہم اپنی گذشتہ ترقی سے خوش ہیں وہاں ہمیں اس بات کا عزم صمیم بھی کرنا چاہئے، مکمل ارادہ کرنا چاہئے کہ ہمارے سامنے ابھی جو منازل ہیں ہم ان کو بھی ہمت اور جانفشانی سے طے کریں گے ۔ جناب والا ۔ خدائے ذوالجلال کا لاکھ احسان ہے کہ میرے خیال کے مطابق ہماری قوم میں احساس قومیت زندہ ہے اور پچھلی ابتلا و آزمائش کی چند گھڑیوں میں مختلف مراحل پر ہماری قوم نے یہ ثابت کر دکھایا ہے اور اس کے جانبازوں نے ہمیشہ پامردی سے ایسے حالات کا مقابلہ کیا ہے ۔

جناب والا ۔ اب میں جناب کی توجہ صوبہ کے اکثریتی طبقے کے چند مسائل پر مبذول کرنا چاہتا ہوں ۔ یہ وہ طبقہ ہے جسے زراعت کاروں کا طبقہ کہا جاتا ہے اور ملک کی پچاسی فیصد یا اسی فیصد آبادی پر مشتمل ہے ۔ یہ وہ طبقہ ہے جس کی کدوکاوش پر جس کی محنت پر ہمارے ملک کی خوشحالی کا انحصار ہے ۔ یہ وہ طبقہ ہے جس نے اپنی محنت سے ہماری قوم کو اور ہمارے ملک کو غذائی بحران سے نکال باہر کیا ۔ جناب والا ۔ زرعی میدان میں ان دس سالوں سے جو آزادی کے ابتدائی زمانہ کے دس سال تھے ۔ ان میں زراعت پر کوئی خاص توجہ

نہیں دی گئی تھی ۔ اس کے بعد زرعی اصلاحات کے نفاذ کے بعد کے چند سالوں میں بھی اتنی توجہ نہ دی گئی جتنی پچھلے چند برس سے ہماری غذائی بحران کی وجہ سے دی گئی ۔ جب ہمیں اس ضرورت کا احساس ہوا تو ہماری پالیسی میں تبدیلی ہوئی اور اس لحاظ سے زرعی طبقے پر وہ توجہ دی گئی جس کا وہ مستحق ہے ۔ جناب والا ۔ اس سلسلہ میں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے قائد ایوان اور وزیر زراعت کی شبانہ روز سرگرمیاں قابل تحسین ہیں ۔ ہمارے کاشتکاروں نے انتہائی محنت سے اور انتہائی کوشش سے اپنے عہد کو کہ ہم ملک کو خود کفیل بنائیں گے پورا کرنے میں پوری سرگرمی سے حصہ لیا ۔

جناب والا ۔ زرعی کفالت میں جس قدر مزدور کا حصہ ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ۔ اور ان کی محنت شاقہ کو ہمارے صدر مملکت نے بڑے حسین و جمیل الفاظ میں سراہا ہے ۔ وہ فرماتے ہیں ''غذائی کفالت میں جس قدر کردار کاشتکار کا ہے وہ انتہائی ہمت کا حامل ہے'' ۔ جناب والا ۔ میں محنت کش مزدور کے لئے یہ گذارش کروں گا کہ حکومت نے یہ وعدہ کیا تھا کہ ان کو ان کی پیداوار کا معقول معاوضہ دیا جائے گا اور ان کی پیداوار کا انہیں معقول معاوضہ ملے گا مگر آج حالات کچھ اس سے مختلف ہیں ۔ گندم کے موجودہ نرخ اخبارات میں بھی آتے ہیں ۔ اس وقت گندم کا نرخ چودہ اور پندرہ روپیہ سے زیادہ نہیں ہے ۔ گندم کی کاشت کے وقت جو وعدے کاشتکار سے کئے گئے تھے اور جس بات کی اسے ضمانت دی گئی تھی اب ان موجودہ نرخوں کی وجہ سے وہ وعدے پورے ہوتے نظر نہیں آرہے اور مجھے خدشہ ہے کہ کاشت کاروں کا اعتماد کہیں کم نہ ہو جائے اور ان کا جوش و خروش گھٹ نہ جائے ۔ میں اس بات پر قائد ایوان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں اور میری یہ خواہش ہے کہ

اگرچہ منڈیوں کے نرخوں پر سپلائی اور ڈیمانڈ کے اصولوں کا اثر ضرور ہوتا ہے لیکن ایسے ٹھوس اقدامات کئے جائیں جس سے کاشت کار کو اس کی پیداوار کا پورا معاوضہ ملنے کی ضمانت دی جاسکے ۔

جناب والا ۔ میری دوسری گذارش یہ ہے کہ ہمارے صوبہ میں اکثریت کاشتکاروں کے ایسے طبقے کی ہے جن کے پاس یا تو زمین بالکل نہیں اور اگر ہے تو بالکل قلیل ہے ۔ میں ان کے لئے یہ گذارش کرتا ہوں کہ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد زرعی اصلاحات کے تحت جو اراضیات حاصل کی گئیں ان میں سے کس قدر ان غریب بے زمین بھائیوں میں تقسیم کی گئیں ۔ جہاں تک میں نے دیکھا ہے خزانہ عامرہ کو معمور کرنے کے لئے سمجھئے یا جس طرح بھی ان زمینوں کا نیلام مختلف مراحل پر مختلف علاقوں میں عمل میں آیا ہے ۔ اور جناب والا مجھے علم ہے اور میں اپنے ضلع کی بابت بھی عرض کرسکتا ہوں کہ وہ زمینیں جن کو آٹھ اور چھ روپیے فی بونٹ کے حساب سے حاصل کیا گیا تھا ان کی قیمت نیلام ہزاروں روپیہ فی ایکڑ ہوئی ۔ جناب والا ۔ میں یہ عرض کروں گا کہ جو بے زمین کاشتکار اور بے خانماں لوگ اور ہمارے جو غریب بھائی ہیں کیا یہ ان کے حق میں بے انصافی نہ ہوگی ۔ کیا یہ عدم مساوات نہ ہو گی ؟ میرے خیال میں (میں قدرے ڈر سے کہہ سکتا ہوں) یہ ان پر ظلم کے مترادف ہو گا ۔ ہماری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ ہم اس حاصل شدہ اراضی سے جہاں تک ہو سکے ان کی خدمت کریں ۔ اسی اراضی پر انہیں آباد کریں ۔ اور ان کی بحالی کے لئے اقدامات کریں ۔

Mr. Speaker : The Member may please try to conclude now.

صاحبزادہ نور حسن ۔ جناب والا ۔ میرا دوسرا پوائنٹ یہ ہے اور یہ بھی زراعت سے متعلق ہے کہ گذشتہ سال جس طرح بیج کی تقسیم اور

ترسیل ہوئی اس پر مجھے قدرے اعتراض ہے ۔ یہ بیج اس وقت زراعت کاروں میں تقسیم کیا گیا حقیقتاً جس وقت اس کی ضرورت نہیں تھی ۔ یہ بیج ستمبر میں موصول ہوا اور میں اپنے علاقے کے متعلق عرض کر سکتا ہوں کہ وہاں اس کی تقسیم جس طرح عمل میں آئی میں اس پر معترض ہوں ۔ اس لئے کہ مجھے معلوم ہے کہ افسران مال پولیس افسران کے ہمراہ زمینداروں کو بلاتے تھے اور انہوں نے یونین کونسل کے مختلف رقبہ جات کے اعداد و شمار اکٹھے کر لئے تھے ۔ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ نائب تحصیلدار نے یہ کہا کہ کسی کی زمین ہے یا نہیں ۔ دریا برد ہے یا نہیں ۔ اسے بیج حاصل کرنا پڑے گا ۔ اتنا قیمتی بیج جو امپورٹ کے ذریعہ حاصل کیا گیا اس سے وہ نتیجہ حاصل نہ کر سکے جو کرنا چاہتے تھے ۔ گندم کی پیداوار میں کمی ہوگئی ۔ وہی گندم لوگوں نے مجبور ہو کر ''حکم حاکم مرگ مفاجات،، کے تحت حاصل کی ۔ ان کو وہ بیج خریدنا پڑا جو زیادہ تر خوراک میں استعمال کیا گیا ۔ لیکن ہم وہ نتائج اخذ نہ کر سکے جو متوقع تھے ۔ اسی طرح گندم کی کمی کا امکان بدستور رہا ۔ جب کوئی مہم شروع کی جائے تو اس کے لئے کوئی انتظام و انصرام ہونا چاہئے ۔ لوگوں کو ترغیب دینی چاہئے ۔ ان پر حاکمانہ انداز میں ٹھونس نہیں دینا چاہئے اور اگر کسی چیز کو فراہم کیا جائے تو بروقت کیا جائے ۔

جناب والا ۔ دیہاتی علاقوں میں خاص طور پر ذرائع رسل و رسائل کا فقدان ہے اور مواصلات کا عوام کی خوش حالی کے ساتھ جو تعلق اور رشتہ ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ۔ اگر اس کو مزید بہتر نہ بنایا گیا تو ہماری زرعی ترقی میں جو تاخیر ہوگی وہ ناگزیر ہے ۔ جہاں تک میرا خیال ہے وہ یہ ہے کہ دیہی علاقوں میں کوئی link roads یعنی پختہ

سڑکیں موجود نہیں ۔ اس لئے زرعی ترقی کا متاثر ہونا ضروری ہے ۔

دوسرا پوائنٹ یہ ہے کہ سڑکوں کی تعمیر کرنے سے یا بجٹ میں رقم مختص کر دینے سے معاملہ حل نہیں ہو جاتا ۔ ہمیں یہ سوچنا ہوگا کہ ہماری جو سڑکیں تعمیر ہوئی ہیں ان کی کوالٹی کیا ہے ۔ اکثر و بیشتر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ سڑکیں تعمیر ہونے کے چند دن یا چند ماہ بعد ختم ہوجاتی ہیں ۔ اس لئے میں یہ عرض کرونگا کہ یہ نہایت ہی اہم بات ہے اور آپ کی وساطت سے میں وزیر مواصلات کی خدمت میں عرض کرونگا کہ میری تجویز ہے کہ جس آدمی سے خیانت یا مجرمانہ غفلت ہو تو تعزیر کے طور پر نہ صرف یہ کہ وہ اس کو مرمت کرے بلکہ اسے آئندہ کے لئے نااہل قرار دے دیں ۔

Mr. Speaker : The Member may please conclude his speech now.

صاحبزادہ نور حسن ۔ اب جناب والا میں اپنے علاقہ کے متعلق عرض کرونگا ۔ میں علاقائی تعصب اور regionalism کو ہوا دینا نہیں چاہتا ۔ لیکن جہاں حالات مجبور کریں وہاں کچھ کہنا ہی پڑتا ہے ۔ سروسز کی تقرری اور ترقی کے سلسلہ میں بہاولپور ڈویژن کو نظر انداز کیا جا رہا ہے ۔ میں مودبانہ عرض کرونگا کہ اگر اعداد و شمار سے یہ ثابت ہو جائے اور حقیقت سامنے آ جائے تو اس تفریق کو مٹانے کی کوشش کی جائے ۔ دوسری گذارش ایک سڑک کے متعلق ہے ۔ میں وزیر تعمیر کی خدمت میں عرض کرونگا کہ یہ انتہائی اہم سڑک ہے ۔ منڈی چشتیاں کے اور بورے والا کا درمیانی فاصلہ صرف سات میل ہے ۔ اگر یہاں پختہ سڑک بن جائے تو دونوں منڈیوں کا ۴۵ میل کا فاصلہ کم ہو سکتا ہے ۔ یہ معاملہ کس قدر اہمیت کا حامل ہے ۔ آپ ہمدردی سے غور فرمائیں ۔

اس کے بعد وزارت تعلیم کے متعلق ایک عرض ہے - میونسپل کمیٹی چشتیاں نے ۱۹۶۳ء میں ایک ڈگری کالج تعمیر کیا - اس پر ۶ لاکھ روپیہ خرچ ہوا - اس کو چلانے کے لئے سوا لاکھ روپیہ سالانہ خرچ آتا ہے - اس پر ابھی تک کوئی غور نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی گرانٹ دی گئی ہے - امسال بھی کوئی فنڈ provide نہیں کیا گیا - دوسری گذارش یہ ہے کہ وہاں پر گورنمنٹ گرلز ہائی سکول کا کوئی بورڈنگ ہاؤس نہیں ہے - اس کے لئے بھی کوشش کی جائے - ایک ہیلتھ سنٹر شہر فرید میں منظور کیا گیا تھا لیکن تا حال اس پر بھی کوئی کام نہیں ہوا -

وزیر زراعت و خوراک (ملک خدا بخش) - جناب والا - گذشتہ چند روز سے بجٹ پر دونوں جانب سے تنقید ہوتی رہی ہے - اس سے قبل کہ میں حزب اختلاف کے احباب کو جوابات دینے کی کوشش کروں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وساطت سے پہلے اپنی پارٹی یعنی پاکستان مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کے اعتراضات کے جوابات کے لئے اپنی گذارشات پیش کروں -

جناب والا - اس سے قبل میں اپنی پارٹی کے ممبران کو مبارک باد دینا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اس بجٹ پر تنقید کرتے ہوئے پوری ذمہ داری کے ساتھ، پوری فرض شناسی کے ساتھ، پوری حب الوطنی کے ساتھ اس بجٹ کا جائزہ لیا - اور اپنے علاقوں کے مختلف مسائل کا ذکر کرتے ہوئے حق ترجمانی ادا کیا ہے - یہاں میں ایک غلط فہمی کا ازالہ کر دینا چاہتا ہوں - مجھے بتایا گیا ہے کہ کل کسی دوست کا یہ خیال تھا کہ میری پارٹی کے معزز ارکان اس بجٹ کی تشکیل میں کسی قسم کا حصہ نہیں لیتے - میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ بجٹ جو یہاں پر مرتب ہو کر اس معزز ایوان کی خدمت میں پیش کیا جاتا رہا ہے وہ ان کی تجاویز کا مجموعہ

ہوتا ہے۔ ان کے مشوروں کا رہین منت ہوتا ہے۔ ان کی علاقائی ضرورتوں کے مطابق ہوتا ہے جو آپ کی وساطت سے اس حکومت کو مختلف اوقات میں مختلف مجلسوں میں اور مختلف مرحلوں پر میسر آتے رہتے ہیں۔ لہذا آپ بجٹ کی تشکیل میں برابر کے شریک ہیں اور اس پر آپ نے ہر طرح سے اپنے فرائض کو نہایت احسن طریقہ پر سرانجام دیتے ہوئے اور علاقائی ضرورتوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے قومی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک اہم فریضہ ادا کیا ہے۔ بالخصوص جمہوریت کے لئے یہ نہایت ہی نیک فال ہے۔ معیار بحث نہایت ہی اچھا اور بہت ہی بلند رہا ہے۔ اس پر میں اپنے دوستوں کو مبارک باد دینا چاہتا ہوں کہ انہوں نے ان علاقوں کی ضروریات کو قومی نقطہ نظر سے اس ایوان میں پیش کر کے ہماری رہنمائی کی ہے۔ آپ کی وساطت سے میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ حکومت حتی المقدور کوشش کرتی ہے۔ ہمارے وسائل محدود ہیں۔ پھر بھی ہر علاقہ کے مسائل کو بالخصوص پس ماندہ علاقوں کی بہتری اور بہبودی کے لئے اپنے وسائل کے مطابق حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔

جناب والا۔ چند باتیں میرے دوستوں نے اس ایوان میں بیان کی ہیں۔ ان کے متعلق میں واضح الفاظ میں چند گذارشات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس ایوان میں یہ شکایت پیش کی گئی ہے کہ بعض جگہ گندم کی خرید میں حکومت تساہل کر رہی ہے۔ ہمنے کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا جس پر ہم نے یہ اعلان نہ کیا ہو اور حکومت اس بات کا تہیہ کر چکی ہے اور اس بات کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے اور کریگی کہ کاشت کار کو موجودہ رقم یعنی ۱۷ روپے فی من حاصل ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ کے

فضل و کرم سے گندم کی فصل اتنی اچھی ہوئی ہے اور تعداد یا مقدار منڈیوں میں گندم کی اتنی وافرآ گئی ہے کہ بعض اوقات ہمارے لئے اس سے نپٹنا مشکل ہو جاتا ہے بہر حال میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اور میں اپنے دوستوں سے تعاون کی اپیل کرتا ہوں کہ ہمیں مل جل کر کاشت کار کو اس بات کا یقین دلانا چاہئے کہ اگر وہ صبر تحمل اور بردباری سے کام لے سکے تو حکومت گندم کا ایک ایک دانہ خریدنے کیلئے تیار ہے اور اس سلسلے میں مجھے یہ اعلان کرتے ہوئے بیحد مسرت ہوتی ہے کہ حکومت پاکستان نے پہلے ۳۰ کروڑ روپیہ اسکے لئے رکھا تھا اور کل اس رقم میں ۱۰ کروڑ روپیہ اور شامل کر دیا گیا ہے۔ اسطرح ۴۰ کروڑ روپیہ اس کام کیلئے وقف کر دیا گیا ہے کہ اس کام میں کسی قسم کی کوتاھی یا فروگذاشت نہ ہونے پائے۔

جناب والا۔ میرے ایک نہایت ھی قابل دوست نے یہاں فرمایا ہے کہ گندم کی فصل جواچھی ہوئی ہے اس میں قدرت اوربارش کا بہت دخل ہے۔ جناب والا۔ میں ایک عاجز اور قاصر انسان ہوں جسکا یہ پختہ ایمان ہے کہ سوائے رب کون ومکان اور سوائے رب عزوجل کی مرضی کے کچھ نہیں ہوسکتا اور بالخصوص زراعت میں تو قدرت کو بڑا عمل دخل ہوتا ہے اور میری دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال رہے۔ مگر مجھے بڑا دکھ ہوا جب انہوں نے ہماری مخالفت کی وجہ سے ہماری کوتاھیوں کی وجہ سے ہماری فروگذاشتوں کی وجہ سے اس وسیع کاشتکار برادری اور جفا کش برادری کی کوششوں کو بھی جنہوں نے نہایت ھی محنت ، عزم ، ہمت، مستقل مزاجی ، پامردی اور تعاون سے کام لیکر اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی قابل قدر نہ سمجھا۔ میں خوش ہوتا اگر وہ انکی کوششوں کو سراھتے۔ خیر ہماری تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو سراپا گناہ ہوں ۔ میں تو سراپا فروگذاشت ہوں ۔

میں تو سراپامورد الزام ہوں ۔ ہماری طرف تو وہ اپنے ارشادات کے پتھر بھی پھینکتے ہیں تب بھی ہم کچھ نہیں کہتے اور انکو قبول کرتے ہیں ۔ بہرحال میں انکی خدمت میں بغیر انکا نام لئے دست بستہ عرض کروں گا کہ کاشتکار برادری جسکے وہ ایک نہایت ہی قابل اور نامور فرزند ہیں وہ انکی کوششوں کو رائگاں نہ سمجھیں اور انکو کسی طرح سے بے حوصلہ نہ کیا جائے ۔ ان میں یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش نہ کی جائے کہ اس میں آپ کی کوششوں کا کوئی دخل نہیں ہے ۔ یہ تو جو کچھ ہوا ہے وہ بروقت بارش کی وجہ سے ہوا ہے ۔ ہمارے ساتھ عناد کی وجہ سے ہمارے ساتھ اختلاف کی وجہ سے اس حد تک جانا میرے خیال میں انکے اپنے حق میں درست نہیں ہے ۔ بہر حال یہ ایک جملہ معترضہ تھا ۔ مجھے یہ بتلایا گیا تھا ۔ میں اس وقت یہاں موجود نہیں تھا اگر میں نے صحیح نہیں سمجھا ہے تو میں معذرت خواہ ہوں اور اگر صحیح سمجھا ہے تو میری گذارشات قابل پذیرائی ہیں ۔

جناب والا۔ میں اس وقت اپنے نہایت ہی قابل احترام دوست قائد حزب اختلاف کی تقریر کا جواب دینے کی کوشش کے لئے کھڑا ہوا ہوں ۔ وہ میرے محترم ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ میرے اور انکے درمیان رشتہ احترام موجود ہے ۔ انہوں نے اپنی تقریر دو حصوں میں تقسیم کی ہے ۔ لہذا میں بھی اپنی تقریر دو حصوں میں تقسیم کروں گا ۔ پہلے حصہ میں انہوں نے فرمایا ہے کہ ترقی نہیں ہوئی ہے اور ۱۰ سال میں کوئی ترقی نہیں ہوئی ۔ انہوں نے اس معزز ایوان میں اعداد وشمار پیش کر کے غلط تاثر دینے کی کوشش کی ہے ۔ یہ انکا بڑا اعتراض تھا ۔ اور دوسرا انکا اعتراض ملکی مسائل کے متعلق تھا ۔ میں سب سے پہلے انکے پہلے اعتراض کے متعلق عرض کروں گا ۔ جناب والا ۔ انہوں نے اپنی کسی گذشتہ تقریر میں فرمایا تھا کہ ترقی نہیں ہوئی بلکہ ترقی معکوس ہوئی ہے ۔ یہ انکے الفاظ ہیں ۔

جناب والا ۔ میں اس ترقی معکوس پر فخر کرتا ہوں ۔ میں اس ترقی معکوس پر قوم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ جناب والا ۔ میں ان سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں اور کھلے الفاظ میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ ترقی معکوس ہے کہ ایک قوم اور ایک ملک اور ایک باہمت قوم ایک ہی سال میں خوراک کے نازک اور مشکل مسئلہ کو حل کرلے ۔ اگر یہ ترقی معکوس ہے تو میں اس پر ناز کرتا ہوں اگر ایک ملک اور ایک صوبہ ایک سال میں اور میں انکو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ کوئی ایک ملک میرے سامنے پیش کریں جسنے ایک سال میں گندم کی مقدار ۴۰—۵۰ فیصد زیادہ کی ہو۔ تو میں اپنے الفاظ واپس لے لونگا اگر یہ ترقی معکوس ہے تو میں اس پر ناز کرتا ہوں اور یہ معزز ایوان بھی ناز کرتا ہے اور تمام ملک ناز کرتا ہے ۔

جناب والا۔ آگے چلئے۔ آخر ترقی کہتے کس کو ہیں ۔ ترقی کسی جانور کا نام نہیں ہے ۔ ترقی تو اعداد و شمار سے ظاہر ہوتی ہے۔ ترقی تو رہن سہن سے ظاہر ہوتی ہے ترقی تو بود و باش سے نظر آتی ہے۔ جناب والا۔ آپ کو یہ جان کر خوشی ہو گی کہ ۱۹۴۷ء میں تقریباً ۲۲ کروڑ روپیہ ہماری قومی آمدنی ہوا کرتی تھی اور ۱۹۵۸ء تک اس معزز ایوان کی اطلاع کے لئے میں عرض کردوں کہ کوئی ۵ سو کروڑ کا اضافہ ہوا ۔ میں نے جناب غلط عرض کیا ہے ۔ ۲۴ سو کروڑ ہوا کرتی تھی اور اس کے بعد ۵-۶ سو کروڑ کا اضافہ ہوا اور آج بفضل تعالیٰ قومی آمدنی ۴۸ سو کروڑ ہے۔ اور یہ میں رقومات کی بنا پر نہیں کہہ رہا ہوں ۔ یہ فرمائیں گے کہ اس وقت کے نرخوں کو دیکھکر میں کوئی ہیرا پھیری کر رہا ہوں ۔ میں ان کو اعداد و شمار کی بھول بھلیاں میں نہیں ڈال رہا ہوں ۔ میں concrete facts پر بات کر رہا ہوں اگر میں کرنٹ prices پر بات کروں تو ۶ ہزار اور کچھ روپے ہماری خالص

آمدنی ہو گی ۔ میں اس ترقی معکوس پر ناز کرتا ہوں ۔ اور یہ ہمارے اوپر بھی اسی طرح ناز کرتی ہے ۔ آگے چلئے اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ فی کس سالانہ آمدنی بڑھی یا کم ہوئی۔ یعنی ۱۹۴۷ء میں فی کس سالانہ آمدنی ۳۱۱ روپے ہوا کرتی تھی۔ اور میں اس دکھتی ہوئی رگ کو چھیڑنا نہیں چاہتا کہ پہلے ۱۰ سال میں صرف ایک روپے کا اضافہ ہوا یعنی ۳۱۱ سے ۳۱۲ روپے ہو گئی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی حکمت عملی اور ان کی پالیسیوں سے اور ان کی پرعزم قیادت کی وجہ سے آج یہ چار سو روپے کے قریب ہے ۔ پہلے ۱۰ سالہ دور میں ایک روپیہ کا اضافہ ہوا تھا اور بعد میں ۸۶/۸۷ روپیہ کا اضافہ ہوا ۔ تو اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قوم نے کیا ترقی معکوس کی ہے ۔ میں کس طرح ان کو قائل کروں ۔ میری سمجھ سے تو یہ بالاتر ہے ۔ میں بعض دفعہ دل میں تھوڑا بہت سوچا کرتا ہوں اور یہ انسان کا شعور ہے جو اس کا امتیاز ہے ۔ جناب والا ۔ میں سوچتا ہوں کہ میرے واجب الاحترام قائد حزب اختلاف آخر کیوں ایسی بات کرتے ہیں ۔ جب ترقی ہورہی ہے آفتاب ترقی طلوع ہو چکا ہے ۔ راستہ متعین ہے ۔ منزل نظر آرہی ہے قوم ترقی کے راستے پر گامزن ہے تو آخر یہ بھی محب وطن ہیں اور میں ان کی حب الوطنی کی خود قسم کھاتا ہوں تو پھر یہ کیوں ایسی بات ذہن میں لاتے ہیں ۔ پھر میں سوچتا ہوں اور مجھے ان کے ارشادات یاد آجاتے ہیں ۔ وہ فرماتے ہیں بقول ونسٹن چرچل میں نے ہر اس چیز کی مخالفت کرنی ہے جو حکومت کی طرف سے آئے ۔ میں اسے دیکھ کر سمجھتا ہوں کہ یہ ایسی ہی بات ہو گی کیونکہ یہ اختلاف برائے اختلاف ہے ۔ کیا ہم اسلامی حکومت کے قائل نہیں ہیں ۔ ہم ضرور قائل ہیں ۔ ہم نے اس کو اپنایا ہے ۔ آپ سچی بات کریں تو ہم مان لیں۔ ہم سچی بات کریں تو آپ مان لیں۔ ہم

سچی بات کریں تو آپ کو بخل سے کام نہیں لینا چاہئے اور میں اس معزز ایوان کو تصدیق کے لئے کھڑا کرنا چاہتا ہوں کہ جس وقت قائد حزب اختلاف نے فرمایا یعنی جو بھی تجویز فرمائی قومی منازل کو طے کرنے کا راستہ ہم نے اس کو درست تسلیم کیا اور ۱۰ قدم بڑھ کر اس کا خیر مقدم کیا ۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو راہنمائی عطا فرمائے اور ان کو مومن کی فہم و فراست عطا فرمائے تاکہ وہ بغض کینہ اور حسد سے پاک صاف رہیں ۔ پھر بھی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی میں سوچتا رہتا ہوں ۔ دماغ پر برابر بوجھ ڈالتا رہتا ہوں ۔ خواجہ صاحب میں سمجھتا ہوں کہ نہایت محب الوطن ہیں ۔ نہایت زیرک ہیں۔ نہایت ہی مدبر اور محنت کرنے والے اور نہایت متوازن دماغ رکھنے والے صرف انسان ہی نہیں بلکہ وہ مسلمان ہیں ۔ تو پھر کیاوجہ ہے کہ وہ ایسی باتوں کو پھیلا کر قوم میں مایوسی پیدا کرتے ہیں اور دوسرے ممالک کو اعتراضات کرنے کی گنجائش دیتے ہیں ۔ جناب والا ۔ اگر یہ کہا جائے کہ قوم نے کوئی ترقی نہیں کی اور ان کی بات کو مان لیا جائے تو ان کا دعویٰ ہے کہ قوم ۶۰ فیصد ان کے ساتھ ہے لیکن اگر عوام اس بات کو نہ مانیں تو پھر جناب والا میں سمجھتا ہوں کہ مایوسی پھیلانا درست اور مناسب نہیں ۔ مایوسی پھیلانا گناہ عظیم ہے ۔ کسی قوم کے ولولے کو تباہ کرنا ۔ جذبے کو تباہ کرنا۔ کسی قوم کی امنگوں کو برباد کرنا۔ انتشار کا پھیلانا جناب والا یہ کہاں کی خدمت ہے ۔ کیا یہی اختلاف کا مقصد ہے ۔ کیا یہی نیت ہے ان کے اختلاف کی ۔ میں ان کو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ کم از کم مجھ جیسے انسان کو وہ قندیل دکھلا دیں جس کے ذریعے درست تجزیہ ہو سکے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تجزیے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے آثار اچھے ہیں ۔ آثار بتاتے

ہیں کہ سحر ہو کر رہے گی تو پھر کیوں آپ رات کے خواب دیکھتے ہیں ۔ آپ کیوں مایوسی اور بد دلی پھیلاتے ہیں ۔ میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ اس تعمیر ملک پاکستان میں آپ کا بھی ایک فرض ہے ۔ حصہ ہے، آپ اپنی بساط کے مطابق اپنی صوابدید کے مطابق اپنے مواقع کے مطابق اس میں حصہ لیں تاکہ یہ عزیز وطن جو ہمارے لئے بھی ہے اور آپ کے لئے بھی ہے اس کا مستقبل درخشاں ہو ۔ میرا دعویٰ ہے کہ پاکستان کا مقدر نہایت شاندار ہے لیکن قائد حزب اختلاف نے اپنی تقریر کے آخر میں اس بات پر زور دیا اور کہا کہ ہم بر سر دار کہیں گے کہ آپ خطاکار ہیں ۔ آپ خطاکار ہیں ۔ آپ خطاکار ہیں ۔ میں امید کرتا ہوں کہ گو ہم گنہگار ہیں مگر واقعات نے ہماری امداد کی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنا فضل و کرم کیا ہے ۔ ہمیں مضبوط قیادت مل گئی ہے۔ دانشمندانہ قیادت مل گئی ہے ۔ آپ کا خیال ہے کہ ملک میں جو نظام ہے وہ خراب ہے لیکن بہرحال میں ان کے پہلے اعتراض کے متعلق مختصر طور پر ان کی خدمت میں گذارش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں ۔ میں ان سے سوال کرتا ہوں ۔ وہ بھی میرا خیال ہے کہ ضرور مانیں گے کہ سارے میدانوں میں ترقی ہوئی ہے لیکن وہ مجھے کہیں گے کہ وقت ضائع ہو رہا ہے لیکن بہرحال میں ان سے سوال کرتا ہوں کہ کیا ان کے ملک کی پیداوار وہی ہے جو پچھلے سالوں میں ہوا کرتی تھی ۔ کیا پیداوار بڑھ نہیں رہی ۔ جناب والا۔ یہ تو پہلے اعتراض کے متعلق میں نے گذارش کرنے کی کوشش کی تھی باقی باتوں کا جواب انشاءاللہ کٹ موشنوں کے موقع پر دینے کی کوشش کروں گا ۔ کاش یہ ایک قسم کا کھلا ہوا دل لائیں جس کو open mind کہتے ہیں ۔ وہ اپنی آنکھوں پر صحیح قسم کی عینک لگائیں ۔ ہم بھی گنہگار ہیں ۔ ہماری طرف سے بھی ان پر اعتراضات کئے جا سکتے ہیں ہم ان سے زیادہ اچھی باتیں کرنے

والے ہیں ۔ پھر جناب والا میرے دوست نے چند ملکی مسائل اور ان کے متعلق اپنے ارشادات اس ایوان کے سامنے پیش کئے ۔ میں اس بات پر خوش ہوں ۔ خوشی اس بات پر ہوئی کہ خواجہ صاحب جیسے محنتی لائق اور مدبر سیاستدان اس بجٹ میں کوئی خامی نہ نکال سکے ۔ لہذا جب انہوں نے دیکھا کہ بجٹ میں کوئی خامی نہیں ہے اور وہ کسی کو مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے یا کوئی اور حملہ نہیں کر سکتے تو انہوں نے راہ فرار میں اپنی نجات سمجھی اور رخ کو بدلنے کی کوشش کی اور ملکی مسائل کی طرف توجہ دلائی کہ بجٹ ضرور انکا آئینہ دار ہونا چاہئے۔ اب میں تین چیزوں کے متعلق انکی خدمت میں گذارشات پیش کرنے کی کوشش کروں گا ۔ پہلی چیز ہے ۔ ملی انتشار، دوسری چیز گرانی اور تیسری چیز بیروزگاری ۔ میں ان تینوں کے متعلق اس قلیل وقت میں کچھ عرض کروں گا باقی چیزوں کے متعلق میرے دوست اظہار خیال فرمائیں گے ۔

ملی انتشار ۔ اگر کسی ملک یا کسی قوم میں ملی انتشار ہو تو وہ قوم پنپ نہیں سکتی نہ وہ اپنا معیار حاصل کر سکتی ہے ۔ اس میں کسی کو کلام نہیں ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ملی انتشار کن حالات میں پیدا ہوتا ہے ۔ کون پیدا کرتا ہے ۔ کہاں سے پیدا ہوتا ہے ۔ اور کیسے پیدا ہوتا ہے ۔ اور اس کا علاج کیا ہے ۔ کیونکہ انہوں نے اس سلسلہ میں کسی قسم کی کوئی تجویز پیش نہیں کی ۔ صرف ایک لفظ فرمایا کہ ہمیں افہام و تفہیم کی صورت میں ملی انتشار کو ختم کرنا چاہئیے ۔ جناب والا ۔ اس معزز ایوان سے زیادہ موثر ادارہ میری نظر میں اور کوئی نہیں ہے ۔ میں ان سے سوال کرنا چاہتا ہوں کہ کیا جس بات کی وہ لوگوں کو تلقین کر رہے ہیں کہ ملی انتشار نہیں ہونا چاہئیے ۔ کیا وہ اس

معزز ایوان میں اس کا موجب خود نہیں بنتے ہیں ۔ ان کا اصول یہ ہے کہ جو چیز ہماری طرف سے آئے گی بقول چرچل انہوں نے اس کی مخالفت کرنی ہے تو انتشار کی صورت تو پیدا ہو گئی ۔ اسے چھوڑ دیں کہ میرے دوست ایک ایسی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں جنہوں نے چند دن ہوئے یا چند مہینے ہوئے مشرقی پاکستان میں اکٹھے ہو کر اس ملی انتشار کے متعلق ایک نہایت امرت دھارا قسم کا نسخہ تجویز فرمایا تھا ۔ وہ کیا تھا ۔ باقی چیزوں کو تو میں کسی اور صحبت میں عرض کروں گا ۔ یہاں صرف ملی انتشار کے متعلق عرض کرتا ہوں ۔ میں خواجہ صاحب کی خدمت میں نہایت ادب اور خلوص سے عرض کرتا ہوں کہ یہ ملی انتشار جو مغربی پاکستان میں ان کے سامنے بھٹک رہا ہے اس میں ایک مسئلہ ون یونٹ کا بھی ہے ۔ کیا آپ کی پارٹی نے ون یونٹ کے متعلق کچھ کیا ۔ کیا آپ کی پارٹی یہ کہنے کو تیار ہے کہ ون یونٹ ہونا چاہئے ۔ ہم وحدت مغربی پاکستان میں عقیدہ رکھتے ہیں ۔ اس میں خامیاں ہونگی ۔ اس میں کوتاہیاں اور لغزشیں ہونگی ۔ مگر یہ ہمارا قومی نظریہ ہے اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں ۔ مگر کیا خواجہ صاحب پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنے ان دوستوں کی طرف سے جنہیں پی ۔ ڈی ۔ ایم کہا جاتا ہے ۔ یہ اعلان کرسکتے ہیں کہ وہ سارے اس بات پر متفق ہیں کہ ون یونٹ ہونا چاہئے ۔ پھر کون ملی انتشار پھیلاتا ہے ۔ وہ یا ہم ۔ میں ان کے دل کی گہرائیوں کو جانتا ہوں ۔ میں ان کے دل کی دھڑکنوں سے واقف ہوں ۔ مجھے معلوم ہے کہ ان کا دل کیا چاہتا ہے ۔ وہ مجھ سے زیادہ ون یونٹ کے حامی ہیں ۔ مگر ان کی مصلحتیں ایسی ہیں ۔ جناب والا ۔ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ بڑا مطالعہ فرماتے ہیں ۔ کیا تاریخ اس بات کی شہادت نہیں دیتی کہ جس

قوم کا مضبوط مرکز نہ ہوگا وہ آج بھی رسوا ہوگی اور کل بھی - یہ مضبوط مرکز سے گریز ملی انتشار نہیں تو اور کیا ہے - جس پارٹی سے ہم تعلق رکھتے ہیں - ہمارے قائد کی طرف سے اور گورنر محمد موسیٰ صاحب کی طرف سے واضح اعلانات ون یونٹ کے حق میں دیئے جاتے ہیں - کوئی شخص ہم پر یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ ہم ملی وحدت کے شیرازہ کو منتشر کرنا چاہتے ہیں - لیکن کیا اس قسم کی توقعات خواجہ صاحب کے لیڈروں سے بھی کی جا سکتی ہیں - آپ کی کیا مجبوریاں ہیں - آئیے یہاں پر اعلان کیجئے کہ ہم وحدت مغربی پاکستان میں ایمان رکھتے ہیں - میں آپ کو مبارکباد دوں گا اور آپ کی حب الوطنی کی قدر کروں گا - چلئے ایک بات کا فیصلہ ہو - بنیادیں صاف کرلیں - ملی انتشار کی ایک چیز صاف ہو جائے گی - میں ان کے عقیدہ سے واقف ہوں - مگر ان کو پارٹی کی مجبوری ہے - معلوم نہیں ان کی کیا [illegible]لحتیں ہیں - ملی انتشار کی ایک ہی صورت ہے - ہر ملک میں تھوڑے بہت مقامی اور علاقائی اختلاف کے رجحانات کی گنجائش ہے - اور بعض دفعہ یہ رجحانات اچھی صورت بھی اختیار نہیں کرتے - آج تمام ممالک میں بے چینی ہے - ہم ایک مضطرب دنیا میں رہ رہے ہیں - نئے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں - ہمیں بتایا جائے اگر کسی جگہ ایسا سوال پیدا ہوا ہو اور ہم نے اس کی گرفت سے چشم پوشی کی ہو یا ہم نے اس کی تعریف کی ہو یا ہم نے اس میں کوئی حصہ لیا ہو - انہوں نے نہایت ہی فاضلانہ انداز میں یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے - اگرچہ وہ بار بار کہتے رہے ہیں کہ میں دلسوزی اور درد مندی کے ساتھ اپیل کرتا ہوں اور اس مسئلہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں - میں بھی اسی دلسوزی اور درد مندی اور محبت کے ساتھ ان سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ اپنی پارٹی سے اس پارٹی سے جو پی - ڈی - ایم کے لقب سے ملقب

ہے اس بات کا اعلان کرائیں کہ وہ وحدت مغربی پاکستان پر یقین اور ایمان رکھتے ہیں ۔ اس سے ملی انتشار کا ایک حصہ ختم ہو جائے گا اور آپ قابل مبارکباد ہوں گے ۔ آپ ملک کے بہی خواہ ہیں ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ یہ کرا سکیں گے ۔ مگر مجھے یہ بھی یقین ہے کہ وہ آپ کی بات نہیں مانیں گے ۔ یہی صورت ہے ملی انتشار کی ۔ ہمیں احساس ہے کہ کہیں کہیں مسائل پیدا ہو رہے ہیں لیکن ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم پوری کوشش کرتے ہیں ان مسائل کو حل کرنے کی اور ان اختلافات کو مساوی کرنے کی ۔ آپ اس بجٹ کو ملاحظہ فرمائیں یہ اس بات کا آئینہ دار ہے کہ پسماندہ اور درماندہ علاقوں کے لئے ان لوگوں کو آگے بڑھانے کے لئے جو پیچھے رہ گئے ہیں ، اس میں خاصی رقوم مخصوص کی گئی ہیں ۔ یہ ملی انتشار کو ختم کرنے کی کوشش نہیں تو اور کیا ہے ۔ پھر وہ یہ کیسے کہتے ہیں کہ ملی انتشار کو ختم کرنے کے لئے کچھ نہیں کیا گیا ۔ لہذا پہلی بات ملی انتشار کے متعلق جناب والا میں نہایت ادب سے ان کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں آپ یہ کہہ دیجئے کہ آپ ایک یونٹ کے حامی ہیں ملی انتشار ختم ہو جائے گا ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ یہ ہو چکا ہے ۔

وزیر زراعت و خوراک ۔ مگر اخبارات میں نہیں آیا ۔ اگر ہو گیا ہے تو الحمدللہ ۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں ۔ آپ ان علاقوں میں جاکر کہہ دیں جہاں آپ اعلان نہیں کیا کرتے ہیں وہاں بھی اعلان کر دیں ۔ ایک منزل طے ہوئی ۔ ایک مسئلہ طے ہوا ۔ ہمارے اختلاف کی نوعیت سرونسٹن چرچل کی طرح ہر معاملہ میں نہیں ہونی چاہئے ۔ یہ ایک اہم مسئلہ ہے ۔ کسی مکتب فکر کا آدمی ہو اسے اس میں ہمارے ساتھ تعاون کرنا چاہئے ۔

جناب والا ۔ دوسرا مسئلہ نہایت ہی اہم انہوں نے فرمایا ہے اور یہ اہم مسئلہ بیروزگاری کا ہے ۔ بیروزگاری کے مسئلہ کے متعلق اُنہیں وزیر محنت پر اعتراض تھا کہ ابھی تک انہوں نے کوئی سروے ہی نہیں کرایا ہے ۔ اب تک انہوں نے اعداد و شمار اکٹھے ہی نہیں کئے ہیں اس لئے یہ بے روزگاری کا مسئلہ کیا طے کریں گے ۔ یہ حکومت نااہل ہے ۔ یہ حکومت بھروسے کے قابل نہیں ہے ۔ انہوں نے اتنے اہم مسئلہ کو اپنے الفاظ میں کہا ہے ۔ مجھے ان کے علم و فضل کی بڑی قدر ہے ۔ مجھے بھی معلوم ہے اور ان کو بھی معلوم ہے کہ ۱۹۶۲ء میں Surplus Manpower Commission مقرر ہوا ۔ ۱۹۶۳ء میں اس نے اپنی رپورٹ پیش کی ۔ ایک ۱۹۶۴ء میں رپورٹ پیش کی ۔ ایک ۱۹۶۵ء میں رپورٹ پیش کی ۔ ایک رپورٹ ۱۹۶۶ء میں پیش کی ۔ ایک ۱۹۶۷ء میں رپورٹ پیش کی ۔ Surplus Manpower Commission کی رپورٹ کی ان کو ضرورت ہو تو میں ان کی خدمت میں ساری رپورٹیں پیش کرنے کو تیار ہوں ۔ اس کے علاوہ حالیہ گورنرز کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک اور ''مین پاورز کمشن'' بنائی جائے تاکہ بے روزگاری کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا جائے ۔ لہٰذا پہلا اعتراض ان کا یہ ہے کہ یہ حکومت غافل ہے ۔ یہ حکومت سوئی ہوئی ہے ۔ یہ حکومت خواب خرگوش میں ہے ۔ ایک انقلاب آئے گا ۔ ایک سیلاب آئے گا اور ان کو غرقاب کر دے گا ۔ میں ان کی اطلاع کے لئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان کی اطلاع اس معاملہ میں اتفاق سے صحیح نہیں ہے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ حکومت نے بے روزگاری کے متعلق کچھ کیا بھی ہے یا نہیں لیکن یہ بڑا اہم مسئلہ ہے ۔ اگر حکومت بے روزگاری کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کچھ نہیں کر رہی ہے تو پھر میں ان کی تائید کرنے کو تیار ہوں ۔ حکومت اس بات کی مستحق ہے کہ اس

پرعدم اعتماد کیا جائے لہٰذا میں ان کی خدمت میں نہایت ادب سے چند اعداد و شمار پیش کرنے کی کوشش کروں گا ۔ ویسے اعداد و شمار وہ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں بہر حال میں بھی ان کی خدمت میں اعداد و شمار پورے وثوق سے پیش کر رہا ہوں ۔ آپ یہ سن کر خوش ہوں گے کہ دوسرے پنجسالہ منصوبہ میں ۳۶ لاکھ انسانوں کے روزگار کا انتظام ہوا ۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے اور جو ہمارا تیسرا پنجسالہ منصوبہ چل رہا ہے اس میں ۵۵ لاکھ نئے روزگار کے مواقع جس کو job opportunity کہتے ہیں مہیا کئے گئے اس کے مطابق اس دوران جو نئے بے روزگار ہوں گے وہ ۴۲ لاکھ ہوں گے ۔ میں نے تمام ملک پاکستان کے متعلق عرض کیا ہے ۔ اگر مغربی پاکستان کے متعلق پوچھیں تو اس تیسرے پنجسالہ منصوبہ میں ۱۶ لاکھ کے لئے روزگار کا انتظام کرنا ہے ۔ اس میں تعداد بڑھے گی اور اس میں زیادہ روزگار کی ضرورت ہوگی جس کے لئے ہم نے ۲۰۵ ملین یعنی ۲۵ لاکھ کا انتظام کیا ہے یعنی ۱۶ لاکھ کے عوض ۲۵ لاکھ کا انتظام کیا ہے ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ بے روزگاری کا مسئلہ صرف پاکستان ہی میں ہے ۔ کیا یہ بے روزگاری کا مسئلہ حکومت کی غفلت اور اس کی کوتاہی کی وجہ سے ہے یا یہ ایک ہمہ گیر مسئلہ ہے ۔ یہ ایک عالمگیر مسئلہ ہے ۔ جناب والا ۔ ہم ان کے الزام کی شدت اور حدت سے کچھ بچ جائیں گے اور وہ یوں ہے کہ میں ان کی توجہ United Nations Statistical Year Book 1966 کے صفحہ ۱۰۹ اور ۱۱۰ کی طرف دلاتا ہوں United States میں ۳۴ لاکھ آدمی بے روزگار ہیں ۔ ۱۸ کروڑ کی آبادی کے لحاظ سے بے روزگاری کا تناسب لگا لیجئے United Kingdom میں ۳۴ لاکھ بے روزگار ہیں ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ وہ ڈیڑھ کروڑ کی آبادی ہے ۔

وزیر زراعت و خوراک - جناب والا - مجھے ان کے اعتراض کے متعلق پتہ تھا - میں اس کا بھی جواب دیتا ہوں - میں نے ان کو بڑے صبر و تحمل سے سنا ہے - میرا اور آپ کا یہی رشتہ ٹھیک ہے - میں بڈھا آدمی ہوں بھول جاتا ہوں (قہقہہ)

جناب والا - پاکستان میں ۱ لاکھ ۸۲ ہزار بے روزگار آدمی ہیں - ہندوستان میں ۲۵ لاکھ بے روزگار ہیں - یہ ۱۹۶۵-۶۶ء کے اعداد و شمار ہیں - United States میں ۳۴ لاکھ بے روزگار ہیں - United Kingdom میں ۳ لاکھ ۴۷ ہزار بے روزگار ہیں - پاکستان میں ۱ لاکھ ۸۲ ہزار بے روزگار ہیں - ہندوستان میں ۲۵ لاکھ بے روزگار ہیں - جاپان میں ۳ لاکھ ۹۰ ہزار بے روزگار ہیں - ترکی میں ۲۲ لاکھ بے روزگار ہیں - لہذا اس سے ثابت ہوا کہ یہاں کتنی بے روزگاری ہے - میں نے کوشش کی ہے کہ ایسے ممالک کو بھی آپ کے سامنے پیش کر دوں جو نہایت ترقی یافتہ ہیں - ایسے ممالک کو بھی آپ کے سامنے پیش کر دوں جو ترقی پذیر ہیں اور ایسے ممالک کو پیش کر دوں جن کے معاشرے کی ہمارے ساتھ مماثلت ہے - ان تینوں قسم کے ممالک کو دیکھنے کے بعد مجھے بڑی خوشی ہے کہ بفضل تعالیٰ ہمارے ملک میں بے روزگاری کے مسئلہ کے متعلق اس قسم کی شدت اور حدت نہیں ہے جتنی انہوں نے اپنے الفاظ میں پیدا کی ہے - میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مثلاً آپ ہندوستان کو لے لیجئے وہاں پر ان کی مقبول اور ان کی ہر دلعزیز جمہوریت ہے جس جمہوریت کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ یہاں ہونی چاہئے وہ وہاں پر موجود ہے - اس جمہوریت میں ۵۰ کروڑ کی آبادی میں ۲۵ لاکھ انسان بے روزگار ہیں - خواجہ صاحب تناسب کا خود حساب لگا لیں - ہماری ۱۲ کروڑ کی آبادی میں ۱ لاکھ کچھ بے روزگاری ہے اور ان کی ۷۰ کروڑ کی آبادی میں

۲۵ لاکھ بے روزگاری ہے - ہمارے ہاں پھر بھی کم بے روزگاری ہے - مگر میں اس کی وجہ جواز پیش نہیں کر رہا - میں اس کو ایک اہم مسئلہ سمجھتا ہوں - حکومت اس کو ایک اہم مسئلہ سمجھتی ہے - حکومت اس کو حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے - یہ منصوبہ بندی کس بات کی ہے ؟ یہ کارخانے کس لئے لگائے جا رہے ہیں ؟ یہ محکمے کس کی خدمت کے لئے ہیں ؟ یہ پولی ٹیکنک انسٹیٹیوٹ کس لئے بن رہے ہیں ؟ یہ فنکار لوگ کس لئے تیار کئے جا رہے ہیں ؟ حکومت اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ہر ممکن تدابیر اختیار کر رہی ہے - میں یہ اعلان کرتے ہوئے مسرت محسوس کرتا ہوں کہ حکومت اپنی کوششوں کو کبھی کم نہیں کرے گی اور اس بے روزگاری کے مسئلہ کو خاطر خواہ طریقے سے حل کرنے کی کوشش کرے گی (ہیئر۔ ہیئر)۔ میں خواجہ محمد صفدر صاحب کو یقین دلاتا چاہتا ہوں کہ ہمیں اس بات کا احساس ہے اور احساس ہونا بھی چاہئے کیونکہ اس کی ذمہ داری ہمارے پاس ہے اور آپ کے پاس صرف بفضل تعالیٰ ایک ہی ذمہداری ہے اور وہ یہ کہ ہمارے گناہوں کی کبھی ستارالعیوبی نہ کریں بلکہ اس کے متعلق ہر وقت ہر ملا کچھ نہ کچھ کہتے رہیں - بہرحال بے روزگاری کا مسئلہ یہاں بھی حل نہیں ہوتا - اسے آگے بڑھنے دیں - بے روزگاری ہے کہاں ؟ بے روزگاری دیہات میں ہے ؟ دیہات کے متعلق مجھے بھی علم ہے - میں اپنے تجربہ کے مطابق کہہ سکتا ہوں کہ وہاں under employment تو ہے مگر کوئی بے روزگاری نہیں ہے - وہاں ہر شخص کسی نہ کسی کام پر لگا ہوا ہے - چاہے اس کی آمدنی اتنی ہے یا نہیں جس سے وہ گذارہ کر سکے - باقی جو بے روز گاری کے متعلق کہتے ہیں کہ نوجوانوں کو بیکار کر دیا ہے وہ نوجوان کس نے پیدا کئے ہیں ؟ وہ نوجوان اس نظام تعلیم نے پیدا کئے

ہیں جو ہمیں ورثے میں ملا ہے - ہمارے وقت کے جو نوجوان پیدا ہوں گے وہ بے روزگار نہیں ہوں گے وہ فنی تعلیم کی دولت سے مالا مال ہوں گے - جناب والا - یہ تو آپ کا نظام تعلیم تھا اور آپ نے ہی اس نظام کو چلایا اور اس بات کا احساس نہیں کیا کہ بیروز گاری کا مسئلہ اس طرح حل نہیں ہوگا جس کے نتیجے میں ہم اس کی سزا بھگت رہے ہیں اور پھر اعتراضات بھی ہم پر کئے جا رہے ہیں - لہذا یہ آپ کا ہی عطیہ ہے - تو عطائے شما بہ لقائے شما کے مصداق ہم آپ کو یہ نظام واپس کرتے ہیں اور میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ بیروز گاری کے مسئلہ کا احساس صدر ایوب، گورنر صاحب اور ہم خادمان کو بھی ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ ملک کے ہر بہی خواہ کو احساس ہوگا کیونکہ بیروزگاری ایسی چیز ہے کہ جو کسی ملک کے معاشرے کے لئے، کسی ملک کے استحکام اور مستقبل کے لئے کوئی بہتر چیز نہیں ہے - تیسرا مسئلہ گرانی کا ہے- میں حمزہ صاحب کا بڑ احترام کرتا ہوں لیکن جب وہ گرانی کے مسئلے پر تقریر فرما رہے تھے تو میں نے یہ تاثر لیا اور شاید یہ تاثر غلط بھی ہو کہ جیسے وہ ایک پبلک جلسے میں تقریر فرما رہے ہوں - آپ کو معلوم ہے کہ پبلک جلسے میں تقریر کرنے اور اس معزز ایوان کے سامنے تقریر کرنے میں فرق ہوتا ہے - کیونکہ پبلک جلسے میں تو جذبات کا بھی ذرا خیال رکھنا پڑتا ہے لیکن ایوان کے سامنے تقریر کرتے ہوئے ذرا خیالات اور شعور کا زیادہ ہی خیال رکھنا پڑتا ہے - وہاں پر دل کی دنیا ہوتی ہے جبکہ یہاں پر دماغ کی دنیا ہوتی ہے - وہاں پر تو کسی کو گمراہ بھی کیا جا سکتا ہے - میں بھی کر سکتا ہوں آپ بھی کر سکتے ہیں مگر یہ معزز ایوان اس قابل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو شعور کی دولت سے مالا مال کیا ہوا ہے اور اگر یہاں پر یہ تاثر

دیا جائے اور گرانی کے بارے میں یہ کہا جائے کہ گرانی نہیں ہے تو ہم یہ کہہ کر غلط بیانی کریں گے ۔ میں یہ کہتا ہوں کہ گرانی ہے لیکن جیسا کہ چودھری محمد سرور خان صاحب نے آج کی گرانی کا تقابل رنجیت سنگھ کے زمانہ سے کیا ہے تو بھی میں یہ کہوں گا کہ گرانی ہے ۔ اگر مغلیہ دور حکومت سے اس کا تقابل کیا جائے تو بھی گرانی ہے ۔ آخر اس مسئلے کو حل کس طرح کیا جائے گا اگر گرانی کی اوسط ۱۹۵۸ء تک ۴۷۰ تک بڑھی تو ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۸ء تک کتنی بڑھی ہے ؟ اگر اس حساب سے دیکھا جائے اور ہمارے وقت میں گرانی کی اوسط زیادہ بڑھی ہو تو ہم قابل گرفت ہیں ۔ اور اگر ان کے وقت میں زیادہ بڑھی ہو اور ہمارے وقت میں کم بڑھی ہو تو پھر یہ بات کچھ سجتی نہیں ہے ۔ لیکن اس کے علاوہ ایک اور پہلو سے بھی اسے دیکھنا ہوگا کہ آخر ہمارے ارد گرد دنیا میں کیا ہو رہا ہے ۔ اگر تو دنیا میں جس معیار اور جس رفتار سے گرانی بڑھ رہی ہے ہمارے ملک میں گرانی اس سے زیادہ رفتار بڑھ رہی ہو تو پھر بھی ہم قابل گرفت ہیں ۔ چونکہ وہ اعداد و شمار کو پسند فرماتے ہیں اس لئے میں ان کی خدمت میں چند اعداد و شمار پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس مسئلے کا حل نکل سکے ۔ میں نے یہ واضح کر دیا ہے اور میں ویسے بھی غلط بیانی کا عادی نہیں ہوں اور اس کے علاوہ بھی اگر اس منصب کے اعتبار سے بھی میں غلط بیانی سے کام لوں تو پھر ملک اختر صاحب تحریک استحقاق لے آئیں گے تو اس لئے میں غلط بیانی کی کوشش ہی نہیں کرتا ۔ تو مجھے آپ بھی اجازت دیجئے اور مجھے یہ دوست بھی معاف فرمائیں کہ چونکہ میری اردو بھی کچھ کمزور ہے اور یہ مسئلہ بھی اعداد و شمار کا ہے تو اگر میں یہ اعداد و شمار انگریزی زبان میں پیش کروں تو آپ برا نہ مانیں ۔

جناب والا ۔ میں اپنی طرف سے کوئی چیز پیش نہیں کروں گا ۔ چونکہ میرا تعلق ۱۹۵۸ء سے ہے اس لئے میں اپنے اعداد و شمار بھی اس وقت کے مطابق ھی عرض کروں گا یہ کتاب ہے

Production Book, 1966 FAO, Rome.

Index Number of Wholesale Prices.

فرانس میں اکیس درجے بڑھی ہے ، سپین میں تیس درجے، سویڈن میں بیس درجے، میکسیکو میں سترہ درجے، برازیل میں خدا جانے کتنی بڑھی ہے ، کولمبیا میں دوگنی ھو گئی ہے ، ھندوستان میں پینتالیس درجے، فلپین میں سینتیس درجے اور پاکستان میں بفضل تعالیٰ اٹھارہ درجے بڑھی ہے ۔ اس پر تو آپ ہمیں مبارکباد دیں اور اگر ۱۹۶۶ء کے اعداد و شمار کو آپ لیتے ہیں تو اس کے متعلق آپ کو بھی معلوم ہے کہ سال دو سال حالات کچھ اچھے نہیں تھے ۔ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ زراعت میں اس قدر ترقی بارش کی وجہ سے ہوئی ہے تو اس کے متعلق بات زراعت کے لئے مخصوص روز پر ہوگی کہ اس میں بارش کا کتنا دخل ہے اور ھماری قوم کا اس میں کس قدر حصہ ہے اور ہم نیاز مندوں کا اس میں کس قدر دخل ہے ۔ اس لئے بقول ملک اختر صاحب کے مجھے آگے چلنے دیجئے مجھے کہنے دیجئے کہ آپ Index of Wholesale Prices کو ملاحظہ فرمائیں تو معلوم ھوگا کہ امریکہ میں صرف دو بڑھا ہے ، برطانیہ میں سترہ ، ہندوستان میں پینتالیس، جاپان کا چار، میکسیکو کا ایک سو پینتالیس، ترکی کا چون اور ھمارا بارہ بڑھا ہے ۔ لہذا میں یہ عرض کروں گا کہ یہ ایک عالمگیر اور ھمہ‌گیر مسئلہ ہے اور رنجیت سنگھ کے وقت کا نرخنامہ آج قائم نہیں رہ سکتا ۔ اگر میرا کوئی دوست کوئی ایسی ترکیب بتا سکے یا کسی ایسی حکمت عملی اور

کمی ایسے معاشی اصول کی نشاندھی کرسکے تو نہ صرف یہ کہ میں اس پر غور کرنے کے لئے ھی تیار ہوں بلکہ ہر ممکن کوشش کروں گا کہ اس پر عمل درآمد ہو سکے ۔

جناب والا ۔ اب آپ دنیا کی consumer goods کی قیمتیں بھی ملاحظہ فرمالیں ۔ اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارا index سترہ درجے بڑھا ہے اور امریکہ کا نو درجے، برطانیہ کا اکیس درجے، ھندوستان کا تینتالیس درجے، جاپان کا بیالیس درجے، میکسیکو کا اٹھارہ درجے، ایران کا پینتیس درجے اور ترکی کا چونسٹھ درجے بڑھا ہے ۔

جناب والا ۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جیسا کہ میں نے ابھی ابھی عرض کیا ہے کہ گرانی کا مسئلہ ایک ھمہ‌گیر اور عالمگیر مسئلہ ہے اور میں بالخصوص خواجہ محمد صفدر صاحب سے جن کی میرے دل میں بےحد عزت و احترام ہے ان سے یہ توقع نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اس مسئلے کو یہ رنگ دیں گے کہ حکومت نے یا حکومت کے عمال نے یا حکومتی پارٹی نے یا قوم نے اس معاملے میں کوئی کوتاھی کی ہے کہ جس کی وجہ سے گرانی کا مسئلہ پیدا ہوا ہے ۔ گرانی کا مسئلہ ایک عالمگیر مسئلہ ہے ۔ گرانی آپ کے وقت میں بھی بڑھ رھی تھی اور ہمارے وقت میں بھی بڑھی ہے لیکن ہم اس کے متعلق کیا کر سکتے ہیں ۔ اب ایک بیماری اور ایک مسئلہ تو نہیں ہے ۔ ان کو اس مسئلے کو بالخصوص اس وقت تو نہیں چھیڑنا چاھئے تھا کیونکہ آج ان کے لئے weak wicket تھا ۔ البتہ پچھلے سال ان کے لئے strong wicket تھا ۔ آج تو اللہ کے فضل اور کسانوں کی محنت سے غلے کی فراوانی ہے اور بفضل تعالیٰ نرخ بھی اس وجہ سے زیادہ نہیں ہوئے ہیں ۔ ایوان کی ہر جانب سے مجھے روزانہ کہا جاتا ہے اور میں تو اس

بات کے لئے مورد الزام ٹھہرایا گیا ہوں کہ گندم کی قیمت پندرہ اور سترہ روپے فی من ہوگئی ہے اور اس کی قیمت گر رہی ہے - تو میرے خیال میں اس کا مطلب تو یہ ہے کہ حکومت نے اس مسئلے کے متعلق جو حکمت عملی اختیار کی تھی خداوند تعالیٰ نے ہماری ان مساعی کو قبول فرمایا - اس لئے آپ ہمیں اس بات کے لئے مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے -

مسٹر حمزہ - کچھ چینی کے متعلق بھی فرمائیے -

وزیر بلدیات - چینی کے بغیر تو زندہ رہا جا سکتا ہے لیکن گندم کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے -

وزیر زراعت و خوراک - جناب والا - خصوصیت کے ساتھ میرے دوست کو تو چینی کا ذکر نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ ان کی زبان میں اس قدر تلخی ہے جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ شاید انہوں نے کبھی چینی کھائی ہی نہیں -

وزیر بلدیات - جناب والا - ان کو چینی مفت مہیا کی جائے تاکہ ان کی زبان میٹھی ہو جائے -

Mr. Speaker: The time of the House is extended till the Leader of the House finishes his speech.

Minister for Food and Agriculture: Sir, I would be taking a few minutes more.

تو جناب والا - میں یہ عرض کر رہا تھا کہ البتہ اگر خواجہ صاحب اس کا ذکر کرتے کیونکہ وہ ماشاءاللہ شیریں بیان اور نرم مزاج ہیں تو کوئی بات بھی تھی - لیکن میرے دوست حمزہ صاحب ضرور چینی کھایا کریں اور میں اپنے دوستوں کو بھی یہ کہوں گا کہ وہ اپنے اپنے حصے کی چینی بھی ان کو ہی دیدیں اور میں بحیثیت وزیر خوراک ان کے سارے سال کے چینی کے اخراجات برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں -

(قطع کلامی) وہ میرے دوست ہیں اور ادب ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے - بہرحال یہ چینی کی بات تھی اور اسے چینی تک ہی محدود رہنے دیجئے - جناب والا - چینی کی قیمت ضرور زیادہ ہے لیکن ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اس کی قیمت گر جائے لیکن ابھی تک ہماری کوششیں بارآور نہیں ہوئیں - لیکن ہم پھر بھی کوشش کر رہے ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے اس کی قیمت ضرور گرے گی کیونکہ اس بات کے آثار ہیں کہ اس کی قیمت گر جائے گی - پہلے اس کی قیمت ایک سو نو روپے فی من تھی اور اب چوراسی روپے ہے لیکن ہماری خواہش ہے کہ اس سے بھی زیادہ گر جائے - آپ کو یاد ہوگا کہ پہلے زمانے میں ہم ہندوستان سے چینی منگوایا کرتے تھے - اور نہ جانے اور کہاں کہاں سے آیا کرتی تھی - میرے دوست جالندھر کا ریڈیو ضرور سنتے ہوں گے اور ان کو معلوم ہوگا کہ وہاں پر آج چینی چار پانچ روپے فی سیر بک رہی ہے -

جناب والا - چونکہ گرانی کی بات ہو رہی ہے تو میں خواجہ صاحب کی توجہ اس طرف بھی دلانا چاہتا ہوں کہ وہاں پر گندم کی procurement price ستائیس روپے فی من ہے جب کہ ہماری سترہ روپے ہے - ان کی بازار کی قیمت ۴۰ روپے ہے ہماری بازار کی قیمت ۲۰ روپے ہے (ایک ممبر — وہاں روپے کی قیمت کم ہے) - روپے کی قیمت کم ہو گی - مگر یہاں کس نے روپے کی قیمت اچھی رکھی ہے - آپ نے رکھی ہے - کیونکہ آپ بھی اس قوم کے فرد ہیں اس لحاظ سے تو ہم سب ایک جیسے ہیں - مگر حکومت نے اس بات کا انتظام کیا کہ آپ کے روپے کی قیمت کم نہ ہونے پائے - بہر حال اس کو چھوڑیئے - مسئلہ یہ ہے میں ہندوستان کی مثال اس لئے دیا کرتا ہوں کہ وہاں پر جمہوریت کارفرما ہے جو میرے بھائی کو پسند ہے - تو خیر میں گرانی کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں - مگر ان سے میں یہ سوال کرنا

ہوں ۔ اس کا دوٹوک جواب دیں ۔ کیا یہ چاہتے ہیں کہ گندم کی قیمت کم کر دی جائے ۔ یہ چاہتے ہیں کہ گندم کی قیمت ۱۷ روپے نہ رہے ۔ ۸۰ فیصد آبادی دیہات میں بستی ہے ان کا معیار زندگی کم ہے ۔ آپ کی پالیسیوں کی وجہ سے ان کو ترقی نصیب نہیں ہوئی ۔ میں اس بات کا قائل نہیں ہوں کہ ان کو ان کی گاڑھے پسینہ کی کمائی نہ دی جائے ۔ اب آپ کی آپوزیشن میں کوئی ممبر بھی دعویٰ سے اور بر ملا نہیں کہنا چاہتا ہے کہ قیمت کم ہونی چاہیئے ۔ میں سوچنے کو تیار ہوں ۔ نہیں کہہ سکتے ۔ انصاف کا تقاضا ہے ۔ معاشیات کا تقاضا ہے ۔ اخلاق کا تقاضا ہے ۔ حب الوطنی کا تقاضا ہے ۔ پاکستان کا تقاضا ہے ۔ یہ نہیں کہہ سکتے نہیں کہہ سکتے نہیں کہہ سکتے ۔ اگر خواجہ صاحب کہیں تو ہم گرانی آج ختم کرنے کو تیار ہیں ۔ ہم نے اپنے لوگوں سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ ہم ۱۷ روپے دیں گے ۔ اگر خواجہ صاحب کہتے ہیں یہ برملا کہیں ۔ الزام کے مورد یہ ہمیں ۔ میں جناب والا گرانی کو کم کرتا ہوں ۔ یہ کیسے ہو ۔ تو جناب والا کہہ دینا آسان ہے ۔ تو میں نے گرانی کے متعلق مختصر گذارشات کی تھیں کہ گرانی کا مسئلہ ایک عالم گیر مسئلہ ہے ۔ گرانی ایک ہمارے ملک پاکستان ہی میں نہیں ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔ ملک صاحب آپ وقت کا خیال نہ کیجئے ۔

Minister for Food and Agriculture : I will not take long Sir.

تو جناب والا میں گرانی کے متعلق یہ عرض کر رہا تھا کہ گرانی ایک مسئلہ ہے ۔ اس کا حل ہونا چاہیئے ۔ انہوں نے ہماری طرف ایک مسئلہ کی نشان دہی کی ہے ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ہم پیداوار کو بڑھائیں ۔ کبھی آپ نے یہ سنا ہے یہ کبھی کسی ملک نے معجزہ کیا ہے ۔ کہ جناب ۴۲ لاکھ ٹن گندم پچھلے سال اور ۶۲ لاکھ ٹن اس سال ہوئی

ہے ۔ کل پرسوں مجھے ایک تار موصول ہوا تار یہ تھا کہ گندم کا ایک ہزار گڈا لائل پور سے چل کر میرے پاس فروخت کے لئے لانا چاہتا ہے ۔ مقصد اس کا یہ تھا کہ ان کو وہاں تکلیف ہو گی ۔ میں نے ان کو تار کا جواب دیا ۔ آپ جب اکٹھے ہو جائیں تو میں خود حاضر ہو جاؤنگا ۔ وہاں ہی خرید کر لوں گا ۔ تو ہم اس افہام و تفہیم سے چلتے ہیں ۔ ہم نے اسے کہا ہم تو حاضر ہونے کو تیار ہیں ۔ آپ گڈوں کا ایک جلوس نکال کر ٹریفک کو روک دیں گے ۔ تو یہ کوئی ٹھیک بات نہیں ہے ۔ میں نے بھائی کو تار دیا کہ جس وقت بھی آپ کو تکلیف ہو میں وہاں آنے کو تیار ہوں اب بہت سی تکالیف ہیں ۔ مشکلات ہیں ۔ اگر گرانی کے مسئلے کے متعلق آپ کے پاس کوئی تجویز ہے۔ . . . . . میں ایک شعر پڑھا کرتا ہوں اگر یہاں بھی وہ شعرپڑھ دوں تو اچھا ہے وہ یہ ہے کہ

قوم کو جس سے شفا ہو وہ دوا کونسی ہے

یہ چمن جس سے ہرا ہو وہ صبا کونسی ہے

آپ صبا اور دوا ہمیں بتلایئے ہم ماننے کو تیار ہیں ۔ ہم تو چرچل کے حکم کے قائل نہیں۔ ہم تو اسلامی جمہوریت کے قائل ہیں ۔ ہم آپ کی بات ماننے کو تیار نہیں ہیں ۔ گرانی کے متعلق جو بات آپ قابل عمل سمجھتے ہیں ہم ماننے کو تیار نہیں ہیں ۔ خواجہ صاحب ایک وچن آپ کو دیا تھا اور ایک وچن قوم کو ۔ آپ کے پاس جو بھی کوئی نسخہ کیمیاء ہے اسکو لائیے ہم اس پر سوچنے کو تیار ہیں ۔ جناب والا ۔ گرانی کے متعلق یہ چند گذارشات تھیں جو میں نے خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کر دیں ۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں ایک اور مسئلہ کی طرف بھی توجہ دوں ۔ وہ یہ ہے کہ پچھلے سال کی کار گذاری کیا رہی ۔ اور اگلے سال کے عزائم کہ

ہیں - میں خواجہ صاحب کی اطلاع کے لئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ۱۹۴۷ء میں اس ملک میں ۳۲ یا ۳۳ لاکھ ٹن گندم پیدا ہوا کرتی تھی - اور ۱۹۵۸ء تک وہ ۳۵ / ۳۶ لاکھ ٹن تک پہنچی - اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۶۵ لاکھ ٹن ہے - اور ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ ۷۰ تا ۷۵ لاکھ ٹن ہو گی - میں ضرور ایگریکلچر والے دن خواجہ صاحب کی اس تقریر کا اقتباس یہاں پیش کروں گا جس میں انہوں نے کہا ہے کہ تم ایسا نہیں کرسکتے -

جناب و لا - ان کے وقت میں سارے ملک میں ۸ لاکھ ٹن تک چاول ہوا - یہ ایسی بات پر ناراض ہوتے ہیں مگر تقابل تو کرنا ہی پڑتا ہے - ۲۰ سال ہماری آزادی کو ہوئے- حکومت دس سال ان کے پاس اور دس سال ہمارے پاس رہی- آخر کوئی تو معیار مقرر کرنا پڑیگا- ۶ لاکھ ٹن چاول ۱۹۴۷ء میں پیدا ہوا کرتا تھا - ۸ لاکھ ٹن ان کے وقت میں اور اس سال کل ۱۴ لاکھ ٹن چاول پیدا ہوا اور انشاءاللہ تعالیٰ اگلے سال ۲۱ لاکھ ٹن ہوگا - اور اس سے اگلے سال ۳۰ لاکھ ٹن ہو گا - جناب اب کپاس کو لیجئیے جناب والا میں جب میں ملازم تھا تو حکومت نے کپاس کے سلسلے میں بڑی کوشش اور بڑی ہمت کی تھی - بڑے بڑے لوگ جو آجکل ہیں میں بھی ان میں بطور ایک چھوٹے آدمی کے بیٹھا تھا - مگر جناب ایسے چکر میں آئی کپاس کہ ۱۶ اور ۱۷ لاکھ گانٹھ سے بڑھنے نہ پائی - گیارہ لاکھ ہوا کرتی تھی ۱۹۴۷ء میں- ۱۶ - ۱۷ لاکھ ہوا کرتی تھی ان کے زمانے میں- اور آج اللہ کے فضل سے ۲۹ لاکھ ہے - جناب نتیجہ کیا نکلا اس حکومت کی حکمت عملی سے صرف گندم کی وجہ سے سو کروڑ روپے کی زیادہ آمدنی دیہاتی آبادی کو ہوئی ہے (تالیاں) - ۲۰ ضرب ۵ کروڑ یعنی سو کروڑ روپے کی زیادہ آمدنی ہوئی ہے -

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے وقت میں یہ ہوتا تھا۔جناب انہوں نے ایک بات کہی تھی اس کا بھی مجھے یہاں جواب دینا ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ قائد اعظم کے وقت میں قوم کا اتحاد تھا۔ قوم میں جذبہ تھا۔ قوم میں ولولہ تھا۔ میں اتفاق کرتا ہوں۔ کوئی شخص اس سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ میں ان سے سوال یہ کرتا ہوں کہ کیا یہ درست نہیں ہے کہ ۱۹۶۸ء میں یہ جذبۂ جذباتیت بن گیا۔ ولولہ مایوسی کی نذر ہو گیا۔ اتحاد انتشار کی نذر ہو گیا۔ جناب والا قوم کا اتحاد قوم کا عزم تو ہمالیہ سے بھی زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ قوم کے وسائل اتنے نہیں ہوتے۔ قوم انسان ہوتا ہے یا انسان قوم ہوتی ہے۔ وہی قابل قدر چیز ہوتی ہے۔ اصل چیز ان کا جذبہ ہوتا ہے۔ ان کو تو وہ انمول دولت ملی ہے اور جس وقت صدرایوب نے عنان حکومت سنبھالی تو اس وقت یہ ملک ایک ڈگمگاتی بلکہ ڈوبتی کشتی تھا۔ اس وقت کسی دل جلے شاعر نے ان کے متعلق یا کسی کے متعلق کہا . . .

وہ کشتی ہی کیا جو کسی کے سہارے
چلے اور وہ بھی کنارے کنارے
ہواؤں کی مرضی پہ کشتی کی منزل
کبھی اس کنارے کبھی اس کنارے

(خوب۔ خوب)

تو جناب مجرم ہمیں قرار دے رہے ہیں۔ میں خواجہ صاحب کی دیانت۔ انکی ہوانت۔ انکی معاملہ فہمی اور ان کے استقلال کی بڑی قدر کرتا ہوں۔ بعض وقت جناب جب میں رات کو سوچتا ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ شاید میں ہی دھوکے میں ہونگا کیونکہ خواجہ صاحب نہایت ہی زیرک اور تجربہ کار انسان ہیں۔ پھر میں ونسٹن چرچل کی نذر ہو جاتا ہوں کہ شاید

اپنے دل سے نہیں کہتے فرض ادا کر رہے ہیں ۔ اپنا ایک مفروضہ بنا لیا ہے کہ میں نے ہر بات کی مخالفت کرنی ہے ۔ شاید ونسٹن چرچل کی بیعت ۔ تتبع . . . . . میں بیعت نہیں کہتا کیونکہ وہ مجھے کہہ دیں گے کہ تم ملازم ہو ۔ تم نے بیعت کی ہے ۔ اس لئے میں نہیں کہتا البتہ تتبع اس لحاظ سے ہے ۔

جناب والا ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا ۔ مجھے بتلایا گیا کہ میرے دوست نوابزادہ اصغر علی صاحب نے اپنی تقریر دلپذیر کے دوران یہ ارشاد فرمایا کہ حکومت نے ہمیں پینتیس روپے یا اڑتیس روپے میں گندم کا بیج دیا ۔ اور اب ہمیں گندم کی قیمت سترہ روپے دے گی ۔ جناب والا ۔ انکی اطلاع کے لئے گذارش کرتا ہوں کہ ایک ایکڑ میں انہوں نے ایک من بیج لگایا تھا اور اس سے چالیس من گندم پیدا ہوئی ۔ اگر ایک من سے ایک من ہوتی تو میں ان کو اڑتیس روپے دیتا ۔ جتنی پیداوار ان کی ایک ایکڑ سے ہوئی ہے اس کو سامنے رکھ لیں میں نے ایک من دیا تھا میں ان کو دو من دیتا ہوں ۔ باقی مجھے دے دیں ۔ ایک من سے چالیس من ہوا ہے پینتیس من ہوا ہے لہذا اس کے متعلق ان کی یہ بات مناسب نہیں کہ چونکہ بیج کی قیمت یہ تھی اس لئے پیداوار کی قیمت بھی وہی ہونی چاہئے ۔ بیج تو جناب ہم نے اری پاک کا پچاس روپے من بھی ہوائی جہاز کے ذریعہ منگوا کے دیا تھا۔ یہ خواجہ صاحب کو معلوم ہے پچاس روپے من پڑا تھا ۔ اس طرح یہ ہمیں مہنگا پڑا تھا مگر اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ بیج کی جتنی قیمت ہو اس کی یافت کی بھی اتنی ہی قیمت ہو یہ کبھی ہو نہیں سکتا ۔ پھر انہوں نے یہ فرمایا کہ یہاں کا چاول ۳۲ ، ۳۸ روپے لیتے ہیں اور پشاور کا .....

جناب والا ۔ یہاں یہ عرض کر دوں کہ میں نے خواجہ صاحب کے ایک سوال یا کسی اور سلسلہ میں عرض کیا تھا کہ ہمارے پاس یہ مسئلہ

ہے ۔ مغربی پاکستان کے پاس نہیں ۔ یہ پاکستان کا مسئلہ ہے اور خواجہ صاحب اس کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک بنائے تنازعہ ہے جو دونوں صوبوں کے مابین ہے ۔ ہم اس تنازعہ کو economic طور پر حل کرنا چاہتے ہیں ۔ یہ economic مسئلہ ہے اور اس معاشی مسئلہ کو ہم معاشی طور پر حل کرنا چاہتے ہیں ۔ یعنی ہم بھی اتنا زرمبادلہ کمانا چاہتے ہیں جتنا ہمارے بھائی کمائیں تاکہ ایک سطح ہو جائے گی تو یہ ہر روز کا اعتراض نہیں رہے گا ۔ ان حالات میں جناب والا میں سمجھتا ہوں کہ یہ قربانی آپ کو دینی پڑے گی ۔ تن آسانی نہیں چلے گی۔ یہ قربانی دینی پڑے گی میں نے اگلے دن کہا تھا ? guns or butter یہ کرنا پڑے گا کیونکہ اس صورت کے سوا چارہ کار نہیں ہے ۔ حکومت کو اور قوم کو زرمبادلہ کی ضرورت ہے ۔ یہ نشیب و فراز برداشت کرنے پڑیں گے۔ پلاؤ کی ضرورت ہوگی چاول کی قلت کا مجھے بڑا احساس ہے حکومت کو احساس ہے سب کو احساس ہے مگر ہماری مجبوری ہے۔ قومی تقاضوں کے سامنے انفرادی خواہشات ہمیشہ قربان کرنی پڑتی ہیں ۔ اور آپ کو قربانی کرنی پڑے گی ۔ (خوب ۔ خوب)

جناب والا ۔ میں آپ کا بیحد مشکور ہوں کہ آپ نے ان کے گرانقدر خیالات کے جواب میں میری گذارشات کو نہایت ہمدردی سے سنا ۔ میں ایک دو لفظ کہنے کے بعد آپ سے اجازت چاہوں گا ۔ میرا مقصد کسی بحث میں الجھنا نہیں ہے ۔ میرا مقصد خواجہ صاحب کو اپنی مشکلات ۔ مسائل کے صحیح اعداد و شمار۔ ان کے صحیح خد و خال اور ان کے پس منظر سے آگاہ کرنا تھا۔ جناب والا ۔ میرا مقصد صرف یہی تھا۔ میں ان کا احترام کرتا ہوں میں نے یہ چند گذارشات اس واسطے کیں کہ میں سمجھتا تھا کہ قائد حزب اختلاف کی طرف سے آئے ہوئے اعتراضات کا خادم ایوان کو ہی جواب دینا چاہئے

(خوب ۔ خوب) ۔ انہوں نے جناب اس ایک فقرے پر ختم کیا تھا کہ ہم برسردار بھی کہتے رہیں گے کہ آپ خطاکار ہیں ۔ آپ خطاکار ہیں۔ میں بھی ایک فقرہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ جناب یہ کارواں چلتا رہے گا یہ کارواں ایک منزل کی طرف گامزن ہے۔ عزم کے ساتھ۔ ہمت کے ساتھ۔ اتحاد کے ساتھ استقلال کے ساتھ ۔ اولوالعزمی کے ساتھ ۔ پامردی کے ساتھ اور مستعدی کے ساتھ یہ کارواں چلتا رہے گا ۔ ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ آئیے اس کارواں میں شامل ہو جائیے تاکہ آپ کا نام اس فہرست میں شامل ہو جائے جس نے کہ قوم کی صحیح معنوں میں خدمت کی تھی نہ کہ صرف سیاسی نعروں پر اکتفاء کی تھی ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے کہ آپ اپنی صلاحیتوں کے مطابق اس معاملہ پر نظرثانی کریں ہم ہر وقت تیار ہیں آپ کی ہر بات ماننے کے لئے ۔ شکریہ ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

Mr. Speaker : The House now stands adjourned till 5.30 p.m.

The Assembly then adjourned (at 1.47 p.m.) till 5.30 p.m. the same evening.

EVENING SITTING

The Assembley met at 5.30. p.m. Mr. Speaker in the Chair.

THE WEST PAKISTAN GENERAL BUDGET FOR THE YEAR 1968-69

DISCUSSION ON THE GENERAL BUDGET AS A WHOLE *(concd)*

Mr. Speaker : Malik Miraj Khalid.

ملک معراج خالد (لاہور - ۵) - جناب سپیکر - میں محترم وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر کے اس حصے کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں جس میں انہوں نے دو بنیادی نقاط کا ذکر فرمایا ہے - ایک تو یہ ہے جو کہ صفحہ ۹ پر ہے - کہ صدر پاکستان نے ہمیں اس مسئلہ کی بہت فکر دلائی ہے کہ ہم زرعی علاقوں کے مفاد کو اس طرح یکجا اور منظم کریں - اور جدید ترین مشینی آلات، جدید ترین زرعی آلات اور جدید زرعی ترقی سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے - صدر پاکستان نے جو مسئلہ اٹھایا ہے - اس کا حل اسی صورت میں دریافت ہو سکتا ہے کہ ہم اس معاملہ پر فہم و فراست اور سائنٹیفک انداز میں غور و فکر کریں - اور پھر آگے چل کر وہ فرماتے ہیں کہ میرا ذاتی خیال ہے کہ اگر زمینداروں کے مفاد کو یکجا کر لیں - اور مشینری کے مشترکہ اور کفائتی استعمال کی کوئی مناسب تجویز وضع کر سکیں - تو ہم ایک ایسی قوت کو بروئے کار لانے میں ممد ثابت ہوں گے جو تا حال ظہور پذیر نہیں ہوئی - اور اس طرح ہم دیہی آبادی میں زندگی کی نئی روح پھونک دیں گے - ان کا یہ کہنا صدر مملکت کے ان ارشادات کے مطابق ہے جو انہوں نے ۱۸ مئی کو راولپنڈی میں ایک جگہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا - اور صدر مملکت نے بڑی وضاحت سے اس مسئلہ کے متعلق اہل دانش کی توجہ مبذول کرائی تھی - اور انہوں نے مشینی کاشت کی اہمیت اور ضرورت پر خیالات کا اظہار کرتے ہوئے یہ فرمایا

تھا کہ زمین کو مجتمع کرکے بڑے پیمانوں پر مشینوں کا استعمال اور جدید طریق کاشت کو اپنانا بہت اہم اور ضروری ہے - یہ بھی فرمایا تھا کہ آبادی کے اضافہ نے ہماری خوراک کی ضرورت کو بڑھا دیا ہے اور یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ جدید آلات کشاورزی بیج اور کھاد کے استعمال کے باوجود ایک وقت ایسا آ جائیگا کہ جب پیدا کردہ خوراک پوری آبادی کی متحمل نہ ہو سکے گی اور ترقی رک جائیگی- حقیقی زرعی ترقی کا ریلا بڑے پیمانے پر مشینی کھیتی باڑی کے طریقوں کے بغیر ممکن نہیں ہے - جانور مشین کا مقابلہ نہیں کر سکتے - بڑے پیمانے پر مشینی کاشت بغیر قطعات اراضی کو بڑا بنائے ممکن نہیں ہے - انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ بجز اشتمال اراضی کے اراضی کے ایسے بڑے قطعات نہیں بنائے جا سکتے جن میں وسیع پیمانے پر مشینیں استعمال کی جاسکیں - اور یہ بھی فرمایا کہ ہمیں جو زرعی نظام ورثہ میں ملا ہے جب تک قلیل المدت منصوبہ نہ بنایا جائے یہ وسیع قطعات اراضی بنانے میں حائل رہے گا - اور یہ کہ زمین کے بڑے قطعات بنانے کا اس کے سوا دوسرا طریقہ نہیں ہے کہ ہم اپنی اراضیات کو یکجا کریں - اور پھر اس کے بعد ہم ملک کے تمام دانش وروں کو اور اس مسئلہ میں دلچسپی رکھنے والے لوگوں کو دعوت دیں کہ اس کا کوئی حل تجویز کریں - جناب والا - جہاں تک زمین کو یکجا کرنے کا تعلق ہے - اس کے دو طریقے ہیں - میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں دیانت داری سے صدر مملکت کے اس ارشاد کے مطابق اپنی تجاویز ان کے سامنے پیش کرنی چاہئیں - اس وقت جو ورثہ ہمیں زرعی نظام کا ملا ہے - جیسے صدر مملکت نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے وہ اس نظام سے ملا ہے جسے ہم سامراجی نظام کہتے ہیں - ایک تو زمین کا موجودہ نظام جس کے تحت بڑے قطعات اراضی بھی ہیں اور

چھوٹے بھی ہیں ۔ اور ان کو بھی یک جا کرنے کا ایک طریقہ منظم کیا جا سکتا ہے ۔ دوسرا طریقہ وہ ہے جو اشتراکی ممالک میں کیا جا رہا ہے اور کیا جا چکا ہے ۔ میں ذاتی طور پر اس طریقے کو مفید خیال نہیں کرتا ۔ اپنے معاشی حالات کے مطابق اور زرعی نظام میں مناسب تبدیلیاں کرنے کے نظریہ کے تحت ہمیں اپنا ایک طریقہ اختیار کرنا ہوگا ۔ زرعی اصلاحات کو نافذ کرنے والا ملک جو کہ لوگوں کی بھلائی کے لئے یا اس نظام کو بہتر بنانے کے لئے کوئی خاکہ اپنے ذہن میں رکھتا ہے ۔ اس کے متعلق میں یہی خیال کرتا ہوں کہ یہ خاکہ ایسا ہونا چاہیئے کہ اس میں زیادہ سے زیادہ لوگ شریک کار ہوں ۔ اس طرح نہ صرف ہم مادی لحاظ سے ترقی کر سکیں ۔ بلکہ انسانی نقطۂ نظر سے جو افرادی قوت جو بے پناہ قوت ہمارے ملک میں موجود ہے اسے بھی بروئے کار لایا جا سکے ۔ لیکن چند ایک حقائق معاشی اور معاشرتی ایسے ہیں جن کا ذکر کرنا بڑا ضروری ہے ۔ جناب والا ۔ زرعی اصلاحات کے تحت ۱۹ لاکھ ایکڑ کے قریب رقبہ بڑے بڑے زمینداروں سے حاصل کیا گیا ۔ اور اگر میں غلط نہیں ہوں تو اس میں سے زیادہ سے زیادہ ۱۸ فیصد رقبہ چھوٹے کاشتکاروں اور مزارعین کو تقسیم کیا گیا ۔ باقی رقبہ تقسیم نہیں کیا جاسکا ۔ اور ایک اطلاع یہ ہے کہ جو رقبہ اس طرح حاصل کیا گیا تھا اس میں سے بھی ایک فیصد ان سے واپس لیا جا رہا ہے ۔ اس لئے کہ وہ قسطیں ادا نہ کر سکے یا کوئی دوسری شرط پوری نہ کر سکے ۔ تو اس لحاظ سے زرعی اصلاحات کے تحت ان بڑے بڑے قطعات کو جس طرح توڑا گیا اس سے دراصل صحیح

مقصد پورا نہ ہوا ۔ اس کے علاوہ جناب والا ۔ ان قطعات میں مزید اضافہ ہوتا گیا ۔ ہوتا جا رہا ہے اور مقصد اگر یہ ہو کہ یہ قطعات اسی طرح بڑے بڑے رہیں اور ان کے بڑا ہونے کی وجہ سے مشینی کاشت کے اصول کو استعمال کیا جا سکے ۔ اور ہم پیداوار بڑھانے میں اس کو استعمال کر سکیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ایسے خیال رکھنے والا گروہ بھی اس ملک میں موجود ہے جو اس کا حامی ہے ۔ میں جناب والا عرض کرونگا کہ گدو بیراج ، تونسہ بیراج اور غلام محمد بیراج میں اراضیات کی جس طرح تقسیم کی گئی ہے ۔ اس سے زرعی اصلاحات کی روح کی نفی ہوتی ہے ۔ مثال کے طور پر غلام محمد بیراج میں دو لاکھ ۸۳ ہزار ایکڑ اراضی، سو ایکڑ سے لیکر ۵۰۰ ایکڑ تک کے لئے مشینی کاشت کے لئے مخصوص کی گئی ہے ۔ اور اس میں سے آج تک دو لاکھ بیس ہزار ایکڑ اراضی ۱۴۰ خاندانوں میں تقسیم کی جا چکی ہے ۔ اور مزید تقسیم کی جائے گی ۔ اس کے علاوہ یہ اطلاع بھی غلط نہیں کہ ان بیراجوں میں اور دوسری سکیموں کے تحت افسران کو اراضی تقسیم کی گئی ہے ۔ چھ مربع کی لاٹ میں یا چار مربع کی لاٹ میں یا آٹھ مربع کی لاٹ میں ۔ اور یہ وہ انعام و اکرام کی بارش ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ کسی طرح بھی زرعی اصلاحات کی روح کے مطابق نہیں ہے ۔ یہ حقیقت اپنی جگہ پر قائم ہے کہ اگر ہم نے زمین کو یکجا اس لئے کرنا ہے تا کہ مشینی کاشت کی جا سکے ۔ تو نوکر شاہی کی طرف سے ایسی سکیموں کا اجراء اور ان کے تحت سرکاری زمینوں کی اس طرح تقسیم قطعی طور پر اس کی نفی کرتی ہے ۔ جناب والا ۔ بے شمار حقائق ایسے ہیں جو اس نقطہ نظر سے کافی تکلیف دہ ہیں۔ مثال کے طور پر میں عرض کروں گا کہ اس وقت جبکہ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں

کہ ایک لحاظ سے فروغ سرمایہ کاری کے تحت صنعت کاروں کے پاس ارتکاز دولت ہو چکا ہے ۔ centralization of wealth نے انہیں اس قابل بنایا دیا ہے کہ وہ چھوٹے مالکوں کی زمینیں خرید سکیں اور اس طرح نیلام عام کے ذریعہ جو زمینیں دی جاتی ہیں ۔ فروخت کی جاتی ہیں سرکاری زمینیں ۔ انہیں خرید کر وہ اپنے بڑے بڑے فارم بنا لیں ۔ چنانچہ اس وقت میری اپنی ذاتی اطلاع اور علم میں ہے کہ صنعت کاروں کی ایک خاصی تعداد بہت بڑے بڑے فارم بنا چکی ہے ۔ اور اس طریقے سے بھی مشینی کاشت کا مقصد پورا ہوتا ہے اور اس وقت بطور ایک دلیل کے یہ چیز پیش کی جا رہی ہے کہ یہ اہم اور ضروری ہے بلکہ لاکھوں کی تعداد میں کسان ، چھوٹے مالک، بے مالک مزارعین اپنے مطالبات منوانے کے کے لئے جب کوئی تحریک چلاتے ہیں یا مطالبات پیش کرتے ہیں تو ان کا جواب دینے کے لئے یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ چونکہ مشینی کاشت ضروری ہے ۔ اور پیداوار بڑھانے کے لئے یہ جدید طریقے اختیار کرنے ضروری ہیں اس لئے ان کے یہ مطالبات اور ان کی یہ اپیلیں درخور اعتناء نہیں ہیں ۔ اس وقت جناب صورت حال یہ ہے کہ بی ۔ سی ۔ جی ۔ اے کے چکوک کلیانہ ایسٹیٹ جیسی ایسٹیٹس ، رینالہ ایسٹیٹ اور اس طرح مختلف ٹیوب ویل سکیمز ۔ گائے پال سکیمز، گھوڑا پال سکیمز ہیں ۔ جن کے تحت بے شمار وسیع رقبہ جات اراضی ان لوگوں کو الاٹ کئے جا چکے ہیں جو پہلے ہی کافی سے زیادہ ذرائع معاش رکھتے ہیں اور جن کی اقتصادی rehabilitation کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا ۔ اور اس طرح ان کی اس سرمایہدارانہ زرعی معیشت کو فروغ دینے سے لکھوکھا کی تعداد میں وہ لوگ جن کا ذریعہ معاش محض کاشتکاری ہے ۔ وہ بیکار ہو چکے ہیں اور ایک بہت بڑا معاشی ۔ معاشرتی اخلاق اور میں

سمجھتا ہوں کہ ملی مسئلہ پیدا ہو گیا ہے ۔ جس کے اثرات نہ معلوم اب یا کچھ دیر کے بعد سامنے آ جائیں ۔ تو جناب والا ۔ میں یہ گذارش کرونگا کہ یہ تمام سکیمیں جن کے تحت سرکاری افسروں کو ریٹائر ہونے والے ملازمین کو یا بڑے بڑے صنعت کاروں کو یا بڑے بڑے زمینداروں کو مختلف بہانوں سے مختلف طریقوں سے جو بڑے بڑے جو قطعات اراضی دئے جا رہے ہیں ظاہر ہے کہ ان پر مشینی کاشت کی جا سکتی ہے ۔ لیکن اگر مشینی کاشت کا تصور یہ ہے کہ موجودہ قطعات ہیں یا جو چھوٹے قطعات ہیں ان کو مزید بڑا بنایا جائے تو ظاہر ہے کہ جس طرح امریکہ میں ranches ہوتی ہیں وہی بنائی جاسکتی ہیں ۔ ranches بننے کے بعد اس ملک میں جو زرعی انقلاب ایک نئی قسم کا آ سکتا ہے اور جو اس کے اثرات بد ہماری معیشت پر مرتب ہوں گے ان کو بیان کرنا کوئی زیادہ مشکل نہیں ہے ۔

جناب والا ۔ میں یہاں ایک مسئلہ آپ کی وساطت سے ارباب اختیار اور اپنے قائدین کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں جو اتفاق سے میرے اپنے علاقے سے میرے اپنے ضلع سے بھی تعلق رکھتا ہے ۔ اور ہند و پاک کی سرحدات کے تمام اضلاع سے تعلق رکھتا ہے ۔ یہ بارڈر سکیم کے تحت لوگوں کو زمینیں تقسیم کرنے کا مسئلہ ہے ۔ میں اپنی دانست اور اپنے خیال کے مطابق گذشتہ دس سال سے اس مسئلہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار مختلف طریقوں سے کرتا رہا ہوں ۔ اور میں نے بارہا یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے ۔ عرض داشتوں کے ذریعہ سے اپنی اپیلوں کے ذریعہ سے اور مختلف ذریعوں سے اور اگرچہ میں کامیاب نہ ہوسکا لیکن میرا ایمان ابھی تک پختہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ بارڈر سکیم کے تحت جس طرح حقدار کاشتکاروں کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کو

زمینیں تقسیم کی گئی ہیں جنہیں قانونی طور پر اخلاقی طور پر اور ملی لحاظ سے ان زمینوں کی الاٹمنٹ کا کوئی حق نہیں پہنچتا تھا اور جس طرح اس وقت کاشت کی جا رہی ہے اور ان کے قبضہ و تصرف سے جس طرح لکھو کہا انسان بے روز گار ہو گئے ہیں اور اپنے ذریعہ معاش سے محروم ہو گئے ہیں اس کو میں سمجھتا ہوں کسی طرح بھی جواز نہیں بخشا جاسکتا ۔ اور اگر ایسے قطعات پیدا کرکے ان لوگوں کو دے کر جن کے پاس دوسرے ذرائع سے بھی سرمایہ موجود ہے کہ وہ سرمایہ وہاں invest کر سکیں مشینی کاشت کر سکیں، کھاد اور بیج اپنے ذرائع اور اثر و رسوخ سے بہتر طور پر حاصل کر سکیں، پانی اور بجلی کی بہتر طور پر بہم رسانی کر سکیں اس سے اگر مقصد یہ ہے کہ زیادہ خوراک پیدا ہو تو یہ بالکل ٹھیک ہے ۔ ہو سکتا ہے اور خوراک میں اور پیداوار میں اضافہ ہوا بھی ہے ۔ لیکن اس طرح جو بے روزگاری بڑھے گی اور انسانی وقار کو اور معاشرتی انصاف کے تقاضوں کو جو نقصان پہنچے گا اس کی تلافی نا ممکن ہے اور کوئی نادر ترقی بھی اس کی تلافی نہیں کر سکتی ۔ اس لئے جناب والا میں یہ عرض کروں گا کہ موجودہ زرعی نظام جس کی بنیاد سرمایہ دارانہ بنائی جا رہی ہے یا بنائی گئی ہے ۔ دانستہ یا نادانستہ وہ کسی صورت میں بھی اس مدعا کے مطابق جائز نہیں ہے کہ بڑے بڑے قطعات اراضی کو اکٹھا کیا جائے اور مشینی کاشت کے ذریعہ خوراک کی پیداوار میں اضافہ کیا جائے لیکن میں دیانتداری سے سمجھتا ہوں کہ صدر ایوب کا ذہن بالکل صاف ہے اور ان کی نیت نہایت ہی نیک ہے ۔ جو بھی چیز اچھی ہو وہ اسے کرنا چاہتے ہیں ۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے ۔ مرکزی حکومت کی طرف سے چین میں ایک high powered delegation بھیجا گیا تھا تاکہ وہاں چینی commune system کا مطالعہ کیا جائے ۔

اور اس کی خوبیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر اس پر عمل کیا جا سکے تو پاکستان میں اس پر عمل کیا جائے - میں نے ان کی رپورٹ پڑھی ہے - انہوں نے یہ سفارش کی ہے - کہ چینی commune system کی بعض ایسی خوبیاں ہیں اس کے بعض پہلو ایسے ہیں کہ جن کے مطابق یہاں عمل کیا جا سکتا ہے - میں نے اپنے ایک مقالے میں جو یہاں بی ڈی سیمینار میں پڑھا گیا تھا ان کی اس رپورٹ کی سفارشات سے اختلاف کیا تھا - اس بناء پر کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ چینی commune system جس نظریہ کے تحت افرادی قوت کو مصروف کار کرتا ہے وہ نظریہ یہاں کسی طرح بھی قابل قبول ہو اور نہ لوگ اسے یہاں اپنا سکتے ہیں اور خاص طور پر ہماری حکومت یا ہماری پارٹی اس سے اتفاق نہیں کر سکتی - تو اس طرح یہ فکر اور عمل کا تضاد کسی طرح بھی ہمیں مفید نتائج حاصل کرنے میں مد و معاون نہیں ہو گا لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ صدر مملکت ہر اس نئی چیز پر جو ملک کی زرعی معیشت کو انقلابی تقاضوں کا حامل قرار دینے میں کچھ مدد دے دیانتداری سے یقین کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں - اسی لئے انہوں نے اپنی ۱۸ مئی کی تقریر میں بڑی وضاحت کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے اور سب کو دعوت فکر دی ہے - جناب والا - میں یہ عرض کروں گا کہ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ محض بڑے بڑے قطعات اراضی پیدا کرنے کے لئے ۱۹۵۶ء، ۱۹۵۷ء اور ۱۹۵۸ء میں بیدخل مزارعین کو یا ''زیادہ اناج اگاؤ'' تحریک کے تحت دو لاکھ خاندانوں کو دس لاکھ ایکڑ کے قریب جو رقبہ جات الاٹ کئے گئے اور اتفاق سے یہ رقبہ جات میونسپل کمیٹیوں، ٹاؤن کمیٹیوں، ریلوے سٹیشنوں کی قربت میں تھے یا ان سے دور تھے - اب محض اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تمام ایسے رقبہ جات اور ان پر

قابض اور کاشت کرنے والے کاشتکاروں کو جواب دے دیا گیا ہے کہ ایک سکیم بنائی جا چکی ہے کہ نیلام عام کے ذریعہ ان کا ٹھیکہ دیا جائے اب جناب والا ۔ ظاہر ہے کہ جب نیلام عام ہوگا تو وہ غریب کاشتکار تو قطعی طور پر ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے ۔ جن کے پاس بلیک مارکیٹ کے ذریعہ، سمگلنگ کے ذریعہ، رشوت ستانی کے ذریعہ یا اپنی بڑی زمینداریوں کے حاصل کیا ہوا زیادہ پیسہ ہے ۔ نتیجۃً یہ مقصد تو حاصل ہو جائیگا مشینی کاشت کے لئے بڑے بڑے قطعات تو پیدا ہو جائیں گے ۔ لیکن لاکھوں انسان بے روزگار ہو جائیں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم نے خوراک کی پیداوار کے اضافہ کو اولیت دینی ہے اور میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ ہم خوراک کے اضافہ کو اولیت کا درجہ دیں گے ۔ پھر یہ جو طریق کار ہے وہ غلط ہے ۔

Mr. Speaker : The Member may please conclude his speech now.

ملک معراج خالد ۔ جناب والا ۔ میں نے ابھی اپنی تقریر کے ایک حصہ کے متعلق عرض کیا ہے ۔ بہر حال میں کوشش کروں گا کہ جلدی ختم کردوں ۔ میں مشینی کاشت یعنی co-operative farming کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ محترم وزیر خزانہ نے ذکر فرمایا ہے کہ صدر مملکت کا ارشاد تھا کہ مشینی کاشت کے لئے آلات کشاورزی کی ضرورت ہے ۔ بجلی، پانی، ٹیوب ویل، سٹورج اور جراثیم کش ادویات کے حصول کی ضرورت ہے ۔ اگرچہ میں مشینی کاشت کا حامی ہوں لیکن اس کے موجودہ طریق کے خلاف ہوں کیونکہ مشینی کاشت کے ذریعہ ہماری افرادی قوت کا ضیاع لازمی ہے ۔

جناب والا ۔ اس وقت غذا میں خود کفالت کا تصور بھی محل نظر ہے ۔ اگر ہم غذا میں خود کفیل ہو جائیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ بیرونی

ممالک سے ٹریکٹر درآمد کریں اور combined harvesting کے لئے دوسری چیزیں منگائیں تو قیمتی زر مبادلہ جو مشکل سے کمائیں گے وہ ان چیزوں پر سارا خرچ ہو جائیگا اس طرح خود کفیل ہونے کا اصل مقصد حاصل نہیں ہو گا ۔ اگر ہم مشینی کاشت کا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہتے ہیں تو کلیدی مشینری خاص طور پر ٹریکٹر اور دیگر آلات کشاورزی اپنے ملک میں پیدا کریں ۔ اور تمام چیزیں مثلاً بیج، کھاد اور آلات کشاورزی جن کے لئے انسانی محنت بھی کسی طرح بروئے کار لائی جا سکے ۔ یہی وہ فریضہ ہے جس کے ذریعہ مشینی کاشت کو مفید تر بنا سکتے ہیں ۔ اس وقت تین کروڑ ۳۵ لاکھ ایکڑ زرعی اراضی قابل کاشت موجود ہے جو الاٹ کی جا سکتی ہے ۔ ہمارے ملک میں ایک ایکڑ اور ۵ ایکڑ والے ۵۲ لاکھ کنبے اس وقت موجود ہیں جو اس پر کاشت کر سکتے ہیں ۔ اور آپ نے جو ساڑھے بارہ ایکڑ یونٹ قرار دیا ہے اس پر جس طرح وہ زندگی بسر کر رہے ہیں اس کے لئے مزید کچھ کہنا لا حاصل ہے ۔ تمام ایسی سرکاری اراضی جو کہ الاٹ کی جاتی ہے اور وہ تمام زمینیں جو نیلام کے ذریعہ ٹھیکے پر دی جا رہی ہیں اس چیز کو ختم کیا جائے ۔ اور ۱۰۰ ایکڑ سے زیادہ جتنی ملکیتیں ہیں ان کو محدود کریں اور سرکاری افسروں سے الاٹ شدہ زمین واپس لی جائے ۔ سرکاری فارموں میں سے جو مزارعین کو بے دخل کیا جا رہا ہے انہیں بے دخل نہ کیا جائے ۔ اس زمین کے حقوق ان کو دئے جائیں ۔ اور بالاقساط ان سے قیمت وصول کی جائے ۔ co-operative farming کے لئے بڑے بڑے فارم بنائے جائیں ۔ میں نے بہت سی تفصیلات عرض کرنی تھیں لیکن وقت کی کمی کے باعث عرض نہیں کر سکا ۔

co-operative farming کے لئے میرا تصور بالکل مختلف ہے ۔ ساہیوال

اور ملتان میں ۱۲۹ چکوک پر اس کا تجربہ کیا گیا ہے اور وہ ناکام ہو چکے ہیں - ایسی co-operative farming جہاں تمام ماحول مختلف ہے - جہاں موسمی حالات بالکل مختلف ہیں - جہاں صریح تضاد ہے وہ کسی طور پر کامیاب نہیں ہو سکتا - چینی کیمونسٹ سسٹم کو کسی پہلو سے اگر آپ نے اپنانا ہے تو پھر یہی ہے کہ بڑے بڑے قطعات اراضی پیدا کئے جائیں - چھوٹے چھوٹے مالکان کو یا تو دو گاؤں یا چار گاؤں کو اکٹھا کیا جائے اور ان کی co-operative farming اس طرح ہو کہ ان کا اپنا سٹور ہو - مشترکہ طور پر مشینری ہو جس لئے بنک ان کو قرضہ دے - اور دوسری سہولتیں بہم پہنچائے -

جناب والا - اگرچہ یہ مسئلہ بہت اہم ہے اور وقت بہت قلیل ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میری باتیں تشنہ تکمیل رہیں گی اور ان کے متعلق غلط فہمی ہو سکتی ہے جب تک تفصیل سے گفتگو نہ کی جائے - بہر حال آپ کے ارشاد کے مطابق محترم وزیر خزانہ نے اس امر کو اپنی تقریر میں شامل کرکے نہایت ہی قابل مبارک اور قابل تحسین اقدام کیا ہے - میں ان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق اسمبلی کے ارکان پر ہی اکتفا نہیں کریں گے بلکہ وہ ملک کے تمام دانشور طبقوں سے بھی اس مسئلہ پر رائے لیں گے - اور کوشش کریں گے کہ موجودہ سرمایہ دارانہ زرعی معیشت کو صحیح معنوں میں انقلابی تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لئے جو بھی تجاویز ان کے سامنے آئیں یا جو بھی مثبت تدابیر ان کے سامنے پیش کی جائیں ان پر غور فرمائیں گے -

Mr. Jafar Hussain Jafary (Khairpur—I) : Mr. Speaker Sir, enough has been said about the Budget and all that shows that much was stated in the budget speech itself. Sir, I appreciate the progressive budget presented to the Assembly by our Finance Minister. We are proud to

say that so much allocation has been made for the development programmes without imposing any new taxes. This shows efficient planning of our Government especially that of Finance Department for which Mr Tajammul Hussain, deserves my congratulations. The progress which our country has made during the last 10 years is so obvious and evident that even the foreigners praise the role of the people of Pakistan for their development efforts. The credit goes to the dynamic leadership of President Muhammad Ayub Khan, whose policies at home and abroad are successful and so much respected. His untiring efforts and personal interest in achieving the welfare of the people has given the lead for turning Pakistan into a welfare state. Sir, I remember the time when I went to England in 1955 with H.H. the Amir of Khairpur. Even after 8 years of the emergence of Pakistan, people there did not know that a country of this name existed. And what a pleasant surprise it is now. Sir, I happened to visit Europe in 1966, and I found the people so much informed about our country that they even knew about the success of our foreign policies and the economic situation here. This shows the fame our nation achieved in the eyes of the world in such a short period of ten years. There are not many countries in the world which have achieved so much importance and fame in a period of 10 years, as we did. Why is this, Sir, naturally because of the stable Government at home and sound foreign policies abroad.

Sir, it has always been a healthy convention that a Government, or any society, should have opposition. But Sir, the Members of Opposition here are in the habit of indulging in baseless criticism I only feel sorry for them and would advise them to be fair and not so selfish. The arguments about the foreign loans brought by one of the Members of the Opposition are so poor that I would only request him to think before he comes out with such remarks. He being an educated and well-informed person should not make such a statement before this august House. Sir, may I ask him if he can tell me whether there is a single concern dabbling in business or industry, working and developing without the aid of a bank or a loan giving authority? Sir, even a small family with limited resources cannot build a house or plan the family's future without asking for a loan. So Sir, how can we do without loans from the progressive institutions and raise gigantic dams like Mangla Dam and Tarbela Dam. While we raise loans—and he knows it—we have to import vital foreign machinery for our industry for which we have to pay in foreign exchange. Sir, I may say that Mr. Farooqi perhaps remembers all the calculations and even the per capita income of our country, but he seems to have forgotten the increase in population that took place during the last 10 years, which is as much as 2 crores approximately. So

I would suggest to him that he should go back and calculate again. I am sure he will be well satisfied with the result.

Sir, I would now like to make some suggestions in respect of my district. Sir, Khairpur is one of the under-developed districts of southern regions of this province. Sir, it now needs a little more consideration and attention than in the past. I should better start with the educational conditions obtaining in Khairpur. Khairpur has had little share in the opening of new primary and secondary schools in the past five years. We would, therefore, request the Education Minister to look into the matter and give us a fair share. There is one little thing which I would like to mention about Khairpur—Peoples Welfare Trust. This Trust was founded in 1955. Just before the merger of Khairpur State most of this capital was invested in the Khairpur Textile Mills. The idea of forming this Trust was to help the poor boys, who could not afford education and to bring the social status of the people of Khairpur at par with that of other progressive districts of West Pakistan. It was to look after three free boarding houses attached to our three high schools. This Trust was taken over by the Government of West Pakistan a few years after the formation of the one Unit. I would, therefore, request the Government to look into this matter and reinstate this Trust, if possible.

Mr. Speaker : The Member may please conclude.

Mr. Jafar Hussain Jafary : *Roads* : Khairpur Roads are almost non-existent. Even the highway passing through Khairpur is in a terrible condition. The Minister of Works is requested to look into the matter and help as much as possible.

Industry : No industry has been sanctioned for the Khairpur district dur ing the last two 5—Year Plans. It is very necessary that we should have some type of industry which can be fed by the local raw-materials. It will enhance the opportunity for employment and the welfare of the people.

Agriculture : We are grateful to the Government that it has taken so much interest in Agriculture that even our tehsil, Nara, is being irrigated through channels run by electric pumps. Thousands of acres of Government land has been sold to the people and this has aided the Grow More Food campaign.

Thank you, Sir.

Mr. Speaker : Mr. Jalal-ud-Din Khan.

مسٹر جلال الدین خان (پشاور - ۲) - جناب سپیکر - میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس متوازن بجٹ پر وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کروں۔ اس بجٹ کے تیار کرنے میں جو محنت وزیر خزانہ اور ان کے محکمہ نے کی ہے

وہ قابل قدر ہے ۔ مجھے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ اس سال اس بجٹ میں ترقیاتی پروگراموں پر اور خاص طور سے دیہی پروگراموں پر خرچ گذشتہ سالوں سے زیادہ کر دیا گیا ہے ۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حکومت صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے نیک ارادوں کو عملی جامہ پہنانا چاہتی ہے جن کی وجہ سے ملک کی خوشحالی اور ترقی میں دن رات اضافہ ہوتا رہے گا ۔

مسٹر حمزہ ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔ معزز رکن نے تقریر پڑھنے اور لکھنے میں جو محنت کی ہے میں اس کی بھی داد دیتا ہوں ۔

Mr. Speaker : This is no point of order.

مسٹر جلال الدین خان ۔ آپ تو ہر ایک کو داد دیتے ہیں ۔ جناب والا ۔ خوراک کے معاملہ میں ملک خود کفیل ہونے پر میں ملک خدا بخش بچہ کو دلی مبارکباد دیتا ہوں ۔ اس کے بعد اپنے علاقہ کے متعلق کچھ مسائل پیش کروں گا ۔ میرا علاقہ بہت پسماندہ علاقہ ہے ۔ یہ پشاور کے جنوب اور مشرق میں واقع ہے ۔ اس علاقہ کی حالت خراب ہے اور اس علاقہ کو دوسری ایجنسیوں کے مقابلہ میں نظر انداز کیا جا رہا ہے ۔ اگر اس کا خیال رکھا جائے تو وہاں کے رہنے والوں کے لئے اچھا ہوگا ۔ وہاں ٹیوب ویل لگانا لازمی ہے کیونکہ وہ علاقہ بہت پسماندہ ہے ۔ وہاں زمینیں خشک ہیں اور پانی کا بندوبست نہیں ہے جس سے زراعت ہو سکے ۔ میں ہر سال اپنے علاقہ کے لئے کہتا رہتا ہوں لیکن ابھی تک صرف تین میل سڑک اور صرف ۲ ٹیوب ویل لگے ہیں اور وہ بھی تین سال کے بعد لگائے گئے ۔ باقی علاقہ کا کسی نے کچھ خیال نہیں کیا ۔ سپیشل ایریا میں کوئی سڑک نہیں ہے اور اسی وجہ سے وہاں افسروں کے آنے جانے میں مشکلیں ہوتی ہیں ۔ اگر سڑک بنائی جائے تو اس علاقہ تک ہمارے افسران آتے جاتے رہیں اور ان کو ہماری مشکلات معلوم ہوتی

رھیں ۔ اگر زیادہ نہیں تو باؤنڈری لائن تک سڑک لازمی ہے ۔ باؤنڈری لائن کے قریب settled ایریا اور علاقہ غیر میں تنازعات ھوتے ہیں اور زیادہ تر زمینوں پر جھگڑے ھوتے رھتے ہیں اور اس وجہ سے خون خرابہ ھوتا ہے اگر اس کا بھی فیصلہ کیا جائے تو بہتر ہے تاکہ ان خون خرابوں سے ھمیں نجات ملے ۔

مسٹر سپیکر ۔ خان صاحب جلدی تقریر کیجئے وقت کم ہے ۔

مسٹر جلال الدین خان ۔ جناب میں اگر پشتو میں تقریر کروں تو جلدی کر لوں گا اردو میں جلدی تقریر نہیں کر سکتا ۔

مسٹر سپیکر ۔ اچھا خان صاحب آپ پشتو میں تقریر کریں ۔

مسٹر جلال الدین خان (پشتو) ۔ جناب سپیکر ۔ میں یہ عرض کر رھا تھا کہ میرا علاقہ بہت پسماندہ ہے اس لئے حکومت کو لازم ہے کہ اس کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دے ۔ میں اس سلسلے میں گذشتہ تین اجلاس میں متواتر اپنے علاقے کے مسائل پیش کر رھا ھوں لیکن افسوس کا مقام ہے کہ اس جانب حکومت نے توجہ ھی نہیں دی ۔ حالانکہ اس علاقے کی پسماندگی کے پیش نظر حکومت کو اپنی فوری توجہ اس علاقے کی بہتری کی جانب دینی چاھئے تھی ۔

مزید برآں میرے علاقے میں آبپاشی کے لئے پانی کی اشد ضرورت ہے ۔ باڑہ بند کی تعمیر کا مسئلہ بہت عرصے سے حکومت کے زیر غور ہے ۔ اس کے لئے آئندہ سال کے لئے انہوں نے زیر بحث میزانیئے میں پچاسی لاکھ روپے کی رقم مختص کی ہے لیکن یہ رقم اس قدر قلیل ہے کہ اس سے تو وھاں پر بند تک کی سڑک تعمیر ھو تو ھو یا افسروں کی کوٹھیوں کی تعمیر کے لئے کافی ھو تو ھو لیکن اس سے مذکورہ بند کی تعمیر نا ممکن ہے ۔ اس لئے حکومت کو چاھئے کہ اس مد کے لئے مزید رقم کی گنجائش رکھے

تاکہ اس بند کی تکمیل جلد از جلد ہو سکے اور ہمارے ساتھ آبپاشی کے لئے پانی مہیا نہ کرنے کے سلسلے میں جو بے انصافی کی جا رہی ہے اس کا ازالہ ہوسکے ۔ اس کے علاوہ میں اس سلسلے میں ایک اور امر پر بھی آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ باڑہ بند کی تعمیر کے سلسلے میں انہوں نے جو رقوم مہیا کی ہیں وہ بھی انہوں نے قبائلی علاقے کی ترقی کے لئے جو مد رکھی ہے اس میں دکھائی ہیں ۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ان رقوم کو قبائلی علاقے کی ترقی پر صرف کیا جائے گا نہ کہ باڑہ بند کی تعمیر پر اسے خرچ کیا جائیگا ۔

اس کے علاوہ میں کافی عرصہ سے اس معزز ایوان میں شیخ مجدی ۔ شیخاں روڈ کے متعلق مسلسل عرض کرتا رہا ہوں جس کے لئے اخراجات کے تخمینہ جات بھی تیار ہو رہے ہیں ۔ لیکن اس کے باوجود مجھے میرے ایک سوال کے جواب میں یہ بتایا گیا تھا کہ اس سڑک کی تعمیر آئندہ پنجسالہ منصوبے میں کی جائے گی ۔ تو میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کب یہ پنجسالہ منصوبہ تیار ہوگا اور کب یہ سڑک تیار ہوگی ۔ کیونکہ میں نے تو اس میزانیہ میں بھی اس سڑک کے لئے کوئی رقم نہیں دیکھی ۔ علاوہ ازیں تاروجبہ سے بانڈہ ملاحان تک سات میل کچی سڑک جاتی ہے ۔ گورنر صاحب گذشتہ سال وہاں پر تشریف لائے تھے تو لوگوں نے ان کو بتایا تھا کہ بارش ہو جانے کے بعد اس سڑک پر آمد و رفت بالکل منقطع ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو بیحد تکلیف ہوتی ہے تو گورنر صاحب نے وہاں کے لوگوں سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اس سڑک کو جلد از جلد پختہ کیا جائے گا تاکہ وہاں کے ہزاروں لوگ جو کہ اس سڑک پر آتے جاتے ہیں ان کو اس تکلیف سے نجات مل سکے ۔ لیکن ان کے اس وعدے کو پورا کرنے کی غرض سے بھی اس بجٹ میں کوئی رقم اس

سڑک کے لئے نہیں رکھی گئی ۔ اس کے علاوہ بانڈہ ۔ آرمڑ ۔ ڈاک بیسود کا تین میل کا ٹکڑا کچی سڑک کا ہے ۔ اس سڑک پر گنا بھی لایا لے جاتا ہے اور اس سڑک کو شوگر کین سیس سے وصول ہونے والی رقم سے پختہ کرنا چاہئے تھا لیکن نہ معلوم اس سیس کی رقوم سے اسے کیوں پختہ نہیں کیا جا رہا ہے ۔ اس لئے حکومت اس طرف بھی توجہ دے کر عوام کی ایک نہایت ہی اہم ضرورت کو پورا کرنے کی جلد از جلد کوشش کرے اور اگر صوبائی حکومت کسی اور مد سے اس سڑک کی تعمیر کے لئے روپیہ منتقل کر دے تو ان کی بڑی مہربانی ہوگی ۔

جناب صدر ۔ اب میں سکولوں کے متعلق کچھ گذارشات کرنا چاہتا ہوں ۔ اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ میرے گاؤں شریکرہ میں ایک سکول ہے جس کے بارے میں میں نے اس ایوان میں سوالات بھی دریافت کئے تھے اور میں نے حکومت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی تھی کہ وہاں پر ہم نے اس کے لئے عمارت بھی تیار کرلی ہے لیکن اس کے باوجود بھی انہوں نے ہمیں مزید دو اساتذہ نہیں دیئے ۔ حالانکہ ہم نے ان سے یہ درخواست بھی کی تھی کہ ہم ان کو اپنے ہی وسائل سے تنخواہ وغیرہ دیں گے لیکن انہوں نے ہمیں اس بات کی اجازت ہی نہیں دی ۔ اسی طرح میرے حلقہ نیابت میں دوسرے سکول ہیں مثلاً آرمڑپایاں تحصیل نوشہرہ اور جلوزئی تحصیل نوشہرہ جن میں طلباء کی تعداد اس امر کی متقاضی ہے کہ ان مڈل سکولوں کو ہائی سکول کا درجہ دیا جائے ۔ اس کے علاوہ اکبر پورہ میں ایک زنانہ پرائمری سکول ہے ۔ اس میں بھی طالبات کی تعداد کافی زیادہ ہے اس لئے لازمی ہے کہ اس کو بھی مڈل سکول کا درجہ دے دیا جائے ۔ اسی طرح تارو جبہ کے مڈل سکول کو بھی ہائی سکول کا درجہ دینا چاہئے ۔ علاوہ ازیں پبی ٹاؤن

کمیٹی کے سکول کی عمارت بڑی خستہ ہے اور اس کے گر جانے کا اندیشہ ہر وقت ہی لا حق رہتا ہے ۔ خدانخواستہ اگر ایسا ہوا تو آپ خود ہی خیال فرمائیے کہ کتنے معصوم بچوں کی زندگی اس وقت اس کی وجہ سے خطرے میں ہے ۔ اس بہت ہی اہم ضرورت کے پیش نظر ضروری ہے کہ حکومت اس عمارت کی تعمیر کے لئے بھی لازمی طور پر بندوبست کرے ۔ جناب وزیر تعلیم جو کہ پشتو زبان جانتے ہیں میری ان گذارشات پر امید ہے کہ ضرور توجہ فرمائیں گے ۔

مسٹر سپیکر ۔ خان صاحب آپ اپنی تقریر ختم فرمائیں ۔

مسٹر جلال الدین خان ۔ ان کو جناب آپ نے ۲۰ منٹ دیئے ہیں اور ہم کو ابھی آپ نے ۵ منٹ دیئے ہیں ۔ اگر جلدی کرو گے تو میں اتنا ہی لیٹ ہو جاؤں گا ۔ (قہقہہ)

مسٹر سپیکر ۔ خان صاحب آپ ۱۰ منٹ سے زیادہ لے چکے ہیں ۔

مسٹر جلال الدین خان ۔ جناب والا ۔ جتنا ٹائم انہوں نےلیا ہے اتنا میں بھی لوں گا ۔

(پشتو) جناب صدر ۔ ایک اور انتہائی ضروری مسئلے کی طرف بھی میں حکومت کی توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ پشاور شہر میں سیم نے بے حد تباہی مچا رکھی ہے اور ہزاروں مکانات اس کی زد میں آ کر تباہ ہو گئے ہیں ۔ اس لئے حکومت کو اس طرف جلد از جلد توجہ دے کر پشاور شہر کے باشندوں کو اس مصیبت سے نجات دلانی چاہئے ۔

اس کے علاوہ میں یہ عرض کروں گا کہ پشاور ڈویژن میں جن لوگوں کو کارخانے قائم کرنے کی غرض سے پرمٹ ملے ہیں ان سے کہا جائے کہ وہ ان کارخانوں کی تنصیب اور قیام کا کام جلد از جلد مکمل کریں اور اگر وہ اس کام کو انجام دینے میں ناکام رہے تو پھر ان کے

پرمٹوں کو منسوخ کر دیا جائے اور دوسرے لوگوں کو یہ پرمٹ دیدیئے جائیں تاکہ پشاور کے لوگ ان کارخانوں سے مستفید ہو سکیں۔ صرف پرمٹ جاری کر دینے سے تو ان کے مسائل حل نہیں ہوتے۔ اس کے لئے تو لازمی ہے کہ ان پرمٹوں کو صحیح طور پر بروئے کار لاکر کارخانے قائم کر دیئے جائیں تاکہ وہاں کے لوگوں کی بیروزگاری کا کچھ حل نکل سکے۔

اچھا جناب اب میں اردو میں واپڈا کے متعلق بات کروں گا۔ مجھے ان پر اعتراض یہ ہے کہ چونکہ سن ۶۲ میں مشینری کا زمانہ زور شور سے شروع ہوا اور اس مشینری کی دوڑ میں تونسہ بیراج پراجیکٹ مشینری کے استعمال کے بغیر ختم ہوا۔ تونسہ بیراج کے اوپر کل ۱۶ کروڑ روپیہ خرچ ہوا مگر اس کے مقابلہ میں گدو بیراج کا کام جو مشینری کے ذریعے کیا گیا اور یہ تونسہ بیراج اریگیشن کے ماتحت ہمارے دو انجینیئروں نے بنایا اور گدو بیراج کے کام کے لئے باہر کی کمپنی امریکن یا کینیڈین نے ان کے ساتھ مل کر پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ جس وقت اس کی رسم افتتاح ہوئی تو اس موقع پر فیلڈ مارشل جناب محمد ایوب خان وہاں تشریف لائے۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں یہ خود کہا کہ ان انجنیئروں نے جو رقم لگائی ہے وہ زیادہ ہے۔ اس تقریر کا ریکارڈ میرے پاس پڑا ہے اور ثبوت ہے۔ جو رقم ۵۵ کروڑ کی تھی تقریباً اس سے ایک چوتھائی حصہ زیادہ خرچ کیا گیا۔ واپڈا کے محکمہ کی طرف سے لیکن میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ایک چیز ۱۵ کروڑ کے ساتھ بن سکتی ہے تو اس پر ۵۵ کروڑ کیوں خرچ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ بات غلط ہو تو پھر میں جھوٹ کہتا ہوں مگر یہ حقیقت ہے کہ بات یہ ہے کہ ہم واپڈا سے تنگ آ گئے ہیں۔ اس کے علاوہ میں نے بار بار کہا

ہے ہر سیشن میں کہ اگر یہ ایم - سی - جی معاف کیا جائے تو ہماری زراعت میں ترقی ہوگی - وہ ایم - سی - جی ۱۵ فیصد لگا رہے ہیں - دوسرے غریب مزدور کسان ماہانہ اتنا روپیہ بطور ایم-سی-جی کے کیسے ادا کر سکتے ہیں - اگر اس کو معاف نہ کیا جائے گا تو ہماری زراعت نہیں بڑھے گی - اس لئے ہمارے اپنے دل میں غصہ آیا ہے کہ اس چیز کی انکوائری کی جائے کہ یہ کیسے ہوا - پھر منگلا ڈیم پر تقریباً سوا تین ارب خرچ ہوا ہے - اگر ہم یہ کام پاکستانی ٹھیکے داروں کو دیتے تو یہ کام ۲ ارب سے تیار ہو سکتا تھا - اور جو مراعات باہر کی فرموں کو دے رہے ہیں اگر یہ مراعات پاکستانی فرموں کو دیتے یا پاکستانی ٹھیکے داروں کو دیتے تو یہ جو سوا تین ارب خرچ ہوا ہے یہ ۲ ارب کیساتھ مکمل ہو سکتا تھا اور میں یہ دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میرا ۲۰ سالوں کا تجربہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح پاکستان کی جو فرمیں ہیں اور ٹھیکے دار ہیں ان کے ساتھ نا انصافی ہوتی ہے - واپڈا کے جو اعلیٰ اعلیٰ افسران ہیں وہ ایک ٹینڈر بنا کر باہر کی فرموں کو دیتے ہیں کیونکہ پاکستانی ٹھیکیداروں کو اتنی جرات نہیں اور نہ ان کے پاس اتنا سرمایہ ہے کہ وہ یہ ٹینڈر لے سکیں - جو کہ کروڑوں روپیہ کا ہوتا ہے - اس لئے یہ اپنے مطلب کے لئے موٹی رقم کو اکٹھا کر کے پہلے ایک فرم کو یہ الاٹ کر دیتے ہیں چونکہ ایک فرم میں جرات نہیں ہوتی کہ وہ ٹینڈر لے سکے اس لئے میں گذارش کرتا ہوں کہ اگر یہ دولت باہر کی فرموں کے پاس چلی جائے اور یہاں نہ رہے تو ہمارے ہاں بیروزگاری اور بھی بڑھ جاتی ہے - ہمارے فرنٹیئر کے لوگوں کا گذارہ یہی ہماری ٹھیکہ داری کے اوپر ہوتا ہے تو وہ بھی واپڈا نے ختم کر دیا اور بیروزگاری بڑھ گئی - مشینری باہر سے لا رہے ہیں اگر کوئی فائدہ ہوتا

ہے تو ٹھیک ہے مگر وہ باہر کی فرمیں قیمتیں زیادہ لگا رہی ہیں تو پھر کیا فائدہ ۔ تو مہربانی کر کے حکومت اس پر غور فکر کرے اور یہ جو ٹھیکے داروں کے ساتھ نا انصافی ہو رہی ہے یہ درست نہیں اور یہ جو یہاں کی فرموں کے ساتھ نا انصافی ہو رہی ہے یہ بھی ٹھیک نہیں ۔ میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ حکومت اس پر غور کرے ۔

مسٹر سپیکر ۔ خان صاحب ۲۰ منٹ ہو چکے ہیں ۔ آپ اپنی تقریر ختم کریں ۔

مسٹر جلال الدین خان ۔ ۲ منٹ اور جناب ۔ دوسری عرض یہ ہے کہ میں منگلا میں اپنے ایک رشتہ دار کے پاس گیا ۔ وہاں تقریباً ۱۲۰ جیپیں واپڈا نے کسی کمپنی سے کرایہ پر لی ہیں اور واپڈا ۱۰۰ روپیہ فی دن ان کو ادا کرتی ہے اور وہ کمپنی باہر کی ہے ۔ اس کو ۱۰۰ روپیہ فی یوم ادا کرتی ہے ۔ جیپیں تو روزمرہ استعمال ہوتی ہیں ۔ میں نے اس کا اندازہ لگایا ہے کہ تقریباً ۱۲/۱۰ ہزار روپیہ وہ کمپنی واپڈا سے کرایہ لیتی ہے اور کل رقم ۲ کروڑ ۱۰ لاکھ روپیہ صرف واپڈا کا جیپوں کا خرچ آیا ہے ۔ میں نے افسوس کیا پاکستان کی حالت پر کہ یہ رقم کیسے آئی ہے اور کیسے خرچ ہوئی ہے ۔ جو اچھے افسران ہیں جو ایماندار ہیں ان کو آگے آنے کا موقع نہیں دیا جاتا ہے ۔ جو ٹھیک نہیں ہیں ان کو آگے موقع دیا جاتا ہے اور وہ یہ کچھ کرتے ہیں ۔ واپڈا میں اچھے افسران بھی ہیں ۔ قاضی رشید اچھے آدمی ہیں ۔ میاں مسعود چیف انجینئر ایماندار ہیں ان کو آگے آنے کا موقع نہیں دیتے ۔ ان کو آگے آنے کا موقع دینا چاہئیے وہ کام بخوبی کر سکتے ہیں ۔

چودھری منظور حسین (شیخوپورہ ۔ ۲) ۔ جناب سپیکر ۔ میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ آپ نے فاضل ممبران کو بجٹ میں وقت دیتے ہوئے پورا پورا انصاف کیا ہے میں آپ کا ہمسایہ ممبر تھا اور آپ نے مجھے سب سے آخر میں وقت دیا ۔

مسٹر سپیکر - شاید اس لئے کہ آپ سب سے آخر میں ہیں -

مسٹر حمزہ - پوائنٹ آف آرڈر - میں جناب فاضل رکن کو یہ بتانا پسند کروں گا کہ جب جناب یوسف علی شاہ چیئرمین تھے انہوں نے ان کا نام پکارا تھا مگر یہ غیر حاضر تھے - آپ نے ان پر احسان کیا ہے کہ انہیں دوبارہ موقع دیا ہے -

چودھری منظور حسین - جناب والا - اب اتنا وقت نہیں کہ میں کوئی لمبی چوڑی تقریر کروں - دس سالہ ترقیاتی پروگرام سے حمزہ صاحب کی بھی پوری طرح تسلی ہو گئی - میں صرف چند ایک حقائق پیش کر کے اپنا فرض ادا کرنا چاہتا ہوں - سب سے پہلے تو میں وزیر خزانہ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے ہم زمینداروں پر کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا اور ہمارے لئے دس کروڑ کی بجائے پندرہ کروڑ روپیہ رکھ دیا ہے -

جناب والا - اس کے علاوہ ہم زمیندار مسلسل تین چار سالوں سے یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ ہماری فصلوں کا بھاؤ بہت کم ہے - یہ بھی جناب سپیکر ناانصافی ہو گی اگر میں صدر پاکستان ، جناب گورنر اور جناب وزیر خوراک کا شکریہ ادا نہ کروں - انہوں نے دو سال کے اندر چاول کا بھاؤ ۲۸ روپے کی بجائے ۳۶ روپے کر دیا ہے - میں زمینداروں کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں - اور ان کی طرف سے انہیں یقین دلاتا ہوں کہ زمیندار ان کا اس سال کا چاول کا جو ٹارگٹ ہے اسے ضرور پورا کر دیں گے (تالیاں) -

جناب سپیکر - میرا دو تین سال سے ایک مطالبہ تھا آج صبح میں نے کوہستان میں پڑھا کہ وہ پورا ہوگیا ہے - یہ بہت ناانصافی ہو گی اگر میں وزیر تعلیم کا شکریہ ادا نہ کروں انہوں نے شیخوپورہ میں لڑکیوں کے لئے ایک ڈگری کالج کا اجراء کیا ہے (تالیاں) -

جناب سپیکر ۔ میں وزیر مواصلات کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں انہوں نے شیخوپورہ میں اس سال بیس میل لمبی سڑک بنا کر لوگوں کا دیرینہ مطالبہ پورا کیا ہے ۔

اب میں جناب وزیر مال کی خدمت میں ایک نہایت ضروری عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ اگر وہ ہمارے ضلع کا ایک مطالبہ پورا کر دیں تو اس سے ہم زمینداروں کا کافی فائدہ ہو جائیگا ۔ جناب خان صاحب ہمارے ضلع میں زمینداروں کو تین قسم کا گھن لگا ہوا ہے ۔ آپ اپنے محکمہ مال کے ماہر ہیں اور اس محکمہ کو اچھی طرح سے جانتے ہیں وہاں پر آج کل ایک ریگولر محکمہ مال ہے ۔ ایک اشتمال ہے اور ایک محکمہ بندوبست ہے ۔ اور وہاں پٹواریوں اور محکمہ مال کے باقی افسران کی اتنی تعداد ہے کہ زمینداروں کے بس میں نہیں رہا کہ وہ کیا کریں اور کیا نہ کریں ۔

Mr. Speaker : What about SCARP ?

چودھری منظور حسین ۔ میں جناب وزیر مال کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ ان لوگوں کے پاس کوئی کام نہیں ہے ۔ جتنے پٹواری محکمہ بندوبست کے پاس جا چکے ہیں سوائے اس کے کہ وہ تھوڑا بہت کام درجہ سوم اور درجہ چہارم کا کر رہے ہیں باقی ان کے پاس کوئی کام نہیں ۔ حکومت کو اس طرف توجہ دینی چاہئے ۔ جب وہاں ایک محکمہ موجود ہے تو کیا وہ بندوبست کا کام نہیں کر سکتا ۔ کیا وہ اشتمال کا کام نہیں کر سکتا ۔ اس محکمہ کو تین گنا کر دیا گیا ہے ۔ نہ ان کے پاس کوئی کام ہے اور نہ وہ اپنے فرائض صحیح طور پر انجام دیتے ہیں ۔

میں جناب وزیر مال کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو بندوبست کا کام ہے وہ بالکل بے سود ہے ۔ مربع بندی نہیں ہو رہی ہے ۔ اس کے متعلق جناب وزیر مال خاص طور پر ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ بندوبست سے وہاں کیا فائدہ ہو رہا ہے ۔ ان گذارشات کے بعد میں جناب کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

Minister for Communications & Works (Mr. Muhammad Khan Junejo): Sir, I am taking this opportunity to reply to the criticism which has been made during the last four days by the members of this august House. It is always during the general discussion on the budget that Members get the opportunity to express the problems of their areas relating to the entire departments of the Province and during the past four days they have been doing so.

During the last ten years, so far as progress which has taken place in my department is concerned I would like to state that the Government is determined that priority should be given to the construction of roads' programme in the Province. No doubt, in the past, it has always been expressed that priority is given to agriculture but, after agriculture, it is now being felt that proper attention should be paid to improve the conditions of the roads in the Province and to lay new roads in the area. For this purpose, a programme is under preparation and the Government have appointed consultants to advise us to plan out how to lay the roads in the Province during the next twenty years. Priority of these roads will be decided according to the requirements of each town whether it is a district or a Tehsil or a Mandi Town. The object is that all the important cities in the Province should be connected with pucca roads and, I am sure, when this programme is finalised and we start working on it, the present problem, which is faced by the Members that at quite important places they do not have roads, will disappear and Inshaallah, in the days to come, we will be able to fulfil the requirements of this Province. (*applause*)

Sir, if the Opposition Members come up with constructive criticism I will definitely appreciate it but if for the sake of criticism only they would say something about various departments, well, it is entirely up to them. Probably, they feel that they are duty bound to say something against the Government. I have noted that generally even the good things are not appreciated by them. Nevertheless, if any constructive proposal is made by the Members of the Opposition, that will have due weight at my level.

Sir, during the opening speech on the General Budget, by Khawaja Muhammad Safdar, the Leader of the Opposition made a mention regarding my department, that after Partition from 1947 to 1958, the amount spent on the construction of roads was to the tune of Rs. 28 crores and from 1958 to 1968, it was Rs. 70 crores. Sir he further argued that in the first 10 years, *i e.* from 1947-48 to 1958, the total mileage constructed was to the tune of about 3,000 miles and break-up yearwise came about a little over 300 miles and the mileage constructed during 1958-1968, was little over 2,000 miles, with a break-up per year of 100 or 90 miles. Sir, he argued what were the reasons that the amount incurred on the construction

of roads during 1947-1958 was Rs. 28 crores covering 3,000 miles whereas it is 70 crores during 1958-1968, covering 2,000 of total mileage. He expressed the view that there should have been much larger mileage. Sir, I would like to give the background about this difference. Sir, at the time of Partition and the days after, the cost of construction per mile was to the tune of Rs. 50,000 and the specifications had to be laid down according to the requirements of that area. I do not think we had a problem of water logging or traffic volume of so much magnitude as we have today. These two major factors have also to be determined while laying down the specifications of roads and naturally at that time the specifications of roads were according to the requirements of the time. But subsequently the development started in the country and the circumstances changed. We had to change the specifications too. So from 1958 to 1968, that has been the main reason why we have incurred that much expenditure on the construction of lesser mileage. There is another reasons too, *i.e.* during 1958-1968, we have not only constructed new roads but have also strengthened the existing black top roads in the Province. Apart from that, we also constructed major important bridges and planned out construction of super-high ways in some parts of the Province. On these major items, naturally major amount is required to be spent. So all these factors have gone a long way in increasing the cost per mile.

Sir, I have checked up the position of road construction during the years 1947-1958 and the mileage as mentioned by the Leader of the Opposition. Sir, the construction was in a much haphazard condition than what it is today. During the days of the present regime, more emphasis was laid on Industry and Agriculture sectors. Sir, the number of vehicles up to 1958 was 39,504 and today we have vehicles to the tune of 2 lacs. Sir, you will appreciate that the increase from 39,000 to 2 lacs is almost 400%. Naturally roads had to be constructed with extra heavy specifications to cater for this. You will appreciate that the present construction of various big bridges and the machinery required for them is also to be carried on these roads. Sir, although the Railway is doing its best for conveying the goods from one place to another but the goods are also carried by trucks to up-country and in the northern and southern regions. So naturally more traffic is plying on the roads and we have to see that their present conditions is improved and they are kept up at least to cater for the present requirements of traffic. I hope Sir, Khawaja Sahib will now re-think what he mentioned while opening his speech on the general discussion of the Budget.

Sir, I would like to mention one more point which was not expressed on the floor of the House but earlier than this it was mentioned by

Khawaja Sahib as to what were the reasons that in 1947 we had a total milcage of black top roads in the province to the tune of 5,000 and maintenance grant to the tune of Rs 1.30 crores, and today we have a total of black top roads of approximately little over 10,000 miles whereas the maintenance grant is to the tune of Rs. 4 30 crores. It was mentioned that with this amount which is almost double than what it was in 1947, the roads are not being maintained properly. I would, Sir, like to argue in detail regarding this allocation. Sir, in 1947, the cost of the entire material was different. I have tried to collect the necessary data about the cost of material at that time and I would like to give those details here.

Sir, in 1947 the cost per ton of bitumen was Rs. 200 and today, it is Rs. 450; 'bajri' at site per 100 cubic ft. was available at Rs. 48 and today it is Rs. 150. Store material in 1947 was available at Rs. 46 and today it is Rs. 90; bricks in 1947 were Rs. 26 per thousand and today the price is Rs. 68. This will give guidance to the Members that .....

مسٹر حمزہ ۔ اگر آپ اس میں رشوت کی شرح کا بھی ذکر کر دیں تو مناسب ہوگا ۔

Minister for Communications and Works: Sir, you just have patience and I would tell you what we have been doing; that is your personal impression which I would not be able to remove from your mind.

So Sir, I was submitting that the cost of building material has almost risen to about 300 per cent.

Then Khawaja Sahib mentioned that previously we have total of 5,000 miles of roads with a maintenance grant of Rs. 1.30 crores and today it is 10,000 against which the maintenance of grant should have been Rs. 2.60 crores, *i.e.* double. But the maintenance grant is more than 4 crores of rupees. This is all because of increase in the cost of these materials. I must mention that this amount which we are getting is according to the yard-stick laid down by the Finance Department about seven years back because at that time the prices were quite different. Now, we are requesting the Finance Deptt : that it may reconsider and appoint some Committee to go into the matter and re-fix the yard-stick in the light of the present market rates for these things. I am sure that after my having stated these facts Khawaja Muhammad Safdar will be able to see why there is enhancement in the maintenance grant and to what extent we have been able to maintain the existing condition of the roads. I will not say that the condition of the roads is very good in the Province but I will definitely say that the condition of the roads is quite good and we are striving hard to maintain it that way. But we should

not forget the fact that these roads were designed to cater to normal traffic in the early days of 1947. Now the situation has changed, the conditions have changed and we have to change the specifications to cope with this huge volume of traffic.

Sir, during the second Plan we were given twenty-five crores for the development of road sector and during this plan period *i.e.* 3rd Plan period—this amount was enhanced to about eighty crores and more emphasis was laid that we must construct important bridges on various rivers in the Province. I must say, Sir, that since partition nobody considered on this side that there is a requirement for bridges on various rivers in the Province It was only during the present regime headed by Field Marshal Muhammad Ayub Khan that he considered that it is high time that this aspect should be given priority and during the third 5 Year Plan he enhanced the allocation from twenty five crores to eighty crores and out of this eighty crores most of the amount has been allocated for the major aided works. Nearly about thirty-nine crores have been allocated for that and, Sir, out of this amount today I can proudly say that we have been able to lay down these bridges. Of one of these bridges the other day, the Governor performed the opening ceremony. I mean the Ravi bridge. Of the other bridge I performed the opening ceremony. It is near Chichawatni and that is also on the Ravi. There is another bridge right in the heart of Karachi city on Lyari river near Mauripur and, Sir, the fourth bridge that we have completed is near Nowshera, at Jehangira, on the Kabul River. Apart from these we are, Inshaullah, going to complete two more important bridges—one on river Jhelum and the other on river Sutlej near Bahawalpur.

Sir, you will appreciate that this work which was taken in hand was never thought of in the past but now emphasis is laid that we must provide these amenities for the people because it is a very old requirement of the respective areas.

Apart from this, it is high time that we must have better roads. For example, Sir, if you go to the Western countries or other advanced countries you find super highways there. We thought it is high time that a super highway should be laid from Karachi onwards right upto Peshawar and some parts in the Central region. The super highway was originally thought of in the beginning of this Plan and by the grace of God we have been able to start the construction of the super highway from Karachi to Hyderabad. This work started last year and I hope we will be able to complete the construction of the super highway from Karachi to Hyderabad by the end of the next calendar year. When this road is complete the present distance of 125 miles from Karachi to Hyderabad will be reduced

by 89 or ninety miles. That means that when the distance will be reduced to ninety miles there will be a saving of thirty miles. We have further planned and now a detailed design of Lahore to Mulan, Lahore-Sheikhupura-Lyallpur, Sheikhupura to Khushab *via* Sargodha road is in hand. The detailed design is likely to be completed in a month or two and then we hope to enter into the second stage of construction in this area which you will be able to see in the next six or eight months, because we have to invite tenders from international contractors. They have to come and bid for it. For that we will require at least six or eight months To invite tenders wider publicity is to be given in the world press and I am sure by the beginning of next year we will be able to start construction on these two important sectors.

So far as important roads in the Province are concerned the portion from Multan to Hyderabad is an important section I am not very happy about the condition of that portion of the West Pakistan highway and we are trying that that should be taken up immediately so that the super highway is laid in that part and the people may get a facility and they may utilise it and the present feeling which they have is removed. This detailed design is likely to be completed during the current calendar year. This leaves us with the last portion of the highway *i.e.* from Lahore to Peshawar *via* Rawalpindi. Regarding this portion so far as the existing road is concerned we have concentrated on that and we are trying to widen it. But so far as the super highway is concerned we will not rule out the possibility of making it and we intend to ask our officers to give us a feasibility report of the project. After we complete the construction of the super highway *i.e.* Hyderabad to Karachi, Lahore to Sheikhupura-Lyallpur, Lahore to Sheikhupura-Khushab *via* Sargodha, Lahore to Multan we would be giving priority between Multan and Hyderabad. After that we will start from Lahore to Peshawar.

Apart from the super highway we are also giving priority to the Indus highway. During the general discussion on the Budget two Members of this Hon'ble House—Sardar Manzoor Ahmed Khan Qaisrani and Dr. Mrs. Ashraf Abbasi have criticised the present condition of the Indus Highway. It is a fact that in some parts the road is not satisfactory and we have made the necessary provision during the current financial year to maintain it and to improve it and I am sure the present condition of the Indus Highway is likely to improve during the next financial year.

Regarding the Indus Highway portion of the D.G. Khan district it was mentioned by Mr. Qaisrani. I may assure him that there are two schemes under consideration with the Government. One is an approved scheme and we have allocated the amount for it. Another scheme is under

process. I will take personal interest in that and see that this scheme also gets through, formalities are completed and the constrution of the remaining portion of the Indus Highway, which is not metalled so far is also taken up and completed according to schedule.

Apart from this there is another important road that is the R.C.D. Road. That road starts from Karachi, touches Quetta and then goes to Qila Safed *i.e.* the border of Iran.

Sir, this project was taken in hand in the beginning of the first Plan period. It did move slowly. But now, by the grace of God, Government is giving priority to this project and we have been able to complete most of the portion of that road. For example we have been able to black-top the road from Karachi to Iththa1. From Iththa1 to Bela we have a shingle road. Bela to Khuzdar we intend to complete a shingle road during the next financial year. From Khuzdar to Kalat it is still a shingle road. We intend to black-top it, Insha Ullah, by next year. From Kalat to Quetta it is already black-topped. Quetta to Dalbandin, it is about 212 miles, is also black-topped. Dalbandin to Qila Safed, *i.e.* 167 miles, is still to be metalled. And now priority is being given to that portion. And we have also requested the Government of Iran that they should also give priority to the construction of the road on their side so that the time is so synchronized that the roads are connected by the same time from Teheran to the Iranian border and from Quetta to the Pakistan border. This we hope to complete in the near future, may be in the next two years time. Apart from this, Sir, there has been some criticism by the Members of this august House regarding toll which has been levied on this Ravi bridge. There was some statement that had appeared actually in the Pakistan Times—I have seen it —in which it was mentioned that this is a permanent tax. Well, I would like to give the facts of this case. Sir, you know the resources of our country. These are major projects and it is not possible normally to provide these facilities to the public unless certain extra burden is to be shared by the Finance Department. Naturally, Sir, from the very beginning of all these major projects, they advised us that when the bridges are complete, you have to tax them and you have to collect the tax so that the amount spent is recovered. May be, the Opposition will say: "Well, what is all this? Why this kind of taxation? The common man is being affected." But, Sir, they must realize that in all the developing countries—this is not only here—but even in the advanced countries like the United States, if you have to drive on the main highway, you have to pay the tax. This is the accepted international policy of all these countries that for any extra facility, which is being provided for the convenience of the people, the people must pay. Naturally, Sir, if you have a better road, its wear and tear cost will be lesser than what

it is today. There is also greater time-saving. If you see the economic condition, in the longer run, people are not going to be the loser. This tax, which has been levied on the bridge at Ravi, is going to be there for some time so that we will be able to recover the cost. After the cost is recovered, then the Government will reconsider the whole issue and decide the matter as to what should be the policy about that.

Dr. Mrs. Ashraf Abbasi: What about old bridges?

Minister of Communications and Works: Regarding old bridges? This was also a point which was discussed that on Ghulam Muhammad Barrage and at Kotri on Indus River, why toll is being collected. Sir, there we have taken a decision that previously the rates were a little on the higher side than what we have decided to collect on the Ravi here or at Chichawatni. So we have brought down the rates so far as the rates on vehicles are concerned, but it will not be possible to make the announcement of its withdrawal at this stage. The Governor has very kindly appointed a Committee, which is headed by a senior Officer of the Government, to go into the facts and advise. It is not only the Kotri or G.M. Barrage, but it is a question of many other bridges, which we have in the province, and it is to be decided in the light of some kind of uniform policy to be laid down. I hope the recommendation of the Committee will be placed soon before the Council of Ministers, and they will be able to advise as to what is to be done in future. So Begum Sahiba may rest assured that its consideration is already with us and we will be able to do something about this (*applause*).

Sir, during our experience of last so many years in the Communications and Works Department, we consider that it is high time that this department should be bifurcated and actually we took a decision that the Department of Communications and Works should be bifurcated to enable us to concentrate on roads and buildings separately. Previously it was a combined department. In all advancing countries, more emphasis is being laid on specialization, and naturally Sir, we are also thinking that proper concentration should be made on the roads and also on the building side. Now the bifurcation has taken place and I am sure in the days to come the situation is going to improve. The present condition of the roads would not remain as you have seen in the past but it is going to improve much more than what you have seen. I must mention one thing. In the specialised field, I have experienced that if we concentrate on these things, it is going to give us a good fruit. In the past we did spend quite a huge amount on getting our major bridges, like the one you have laid on Jhelum. As it is, Sir, we had to design a bridge for that and we did

not have sufficient technical know-how to design that bridge, which was a major bridge. We asked for assistance from foreign consultants and a huge amount was spent on that. But now by the grace of Almighty God, we have been able to help ourselves to an extent that we could design this huge bridge. The old Ravi bridge was designed by foreign engineers, and the amount which we have incurred on the design of this new bridge is to the tune of Rs. 24,000 only. Out of these Rs. 24,000/- 14,000/- is foreign exchange and Rs. 10,000/- is the rupee component. Had we asked the foreign consultants to design this bridge, the amount would have gone to the tune of six lakhs of rupees. You will appreciate it, Sir, that we are really thinking of specialization and we are thinking that these should be strengthened so that in our country our requirements are met by these people.

Apart from this, Sir, we have given a Road Research Laboratory in each region. That is also because the conditions are different from region to region. We have issued the instructions that in the construction of new roads in the Province, these laboratories should be utilized to the maximum possible extent because they are the persons who must get on to the roads. For instance, on the Gujranwala-Hafizabad road, the Laboratory Assistant must go there and advise a specification, which would suit that area. I am sure when these things are gone into detail to that extent, then I don't think the Members of this House will have a complaint that when a road is laid, after one year it has deteriorated. These actions are being taken to improve the condition of our future new roads, and these Road Research Laboratories, which we have now established in each region, will, Inshaullha, give us good fruit.

Sir, I must mention that I respect Malik Qadir Bakhsh, who unfortunately is not present in the House. He complained to me today, and I would like to reply to that. He felt that Districts Muzaffargarh and Dera Ghazi Khan were being ignored and the roads are not being looked after, and that they should be looked after during the period of the next budget which you will pass this month. Sir, sufficient provision has been made in the budget and we will be able to see that the present condition of the roads in their region improves.

Sir, I am grateful to the Members of this august House, who, during the last four days, did criticise my department. I am sure this will give me a guidance to improve the working of the department. So far as their demands are concerned to lay down the new roads, I will humbly submit that it will not be possible to accept in toto what they have been asking, but new roads will be considered, and after this plan, which I have already mentioned, we will be able to work on that. So far as the present

policy of the Government to lay down the new roads is concerned, I must say that we are laying more emphasis on the existing black top roads because they must be maintained properly, and after that the priority will be given to the new roads.

Thank you very much Sir.

خواجہ محمد صفدر - جناب والا - عرض یہ ہے کہ انکے محکمہ جات پر سب سے زیادہ تنقید کی گئی ہے - اس لئے مخدوم صاحب کو وقت دیجئے تا کہ وہ اپنے محکموں کی کار گذاری ہمیں بتا سکیں -

مسٹر سپیکر - خواجہ صاحب - سات بجکر پندرہ منٹ پر ہم نماز کے لئے کارروائی ملتوی کریں گے - - - - - - -

خواجہ محمد صفدر - جناب میں تو مخدوم صاحب کی باتیں سننے کے لئے بے تاب ہوں -

مسٹر سپیکر - لیکن خواجہ صاحب میں آپ کی اطلاع کے لئے اور ایوان کی اطلاع کے لئے کہہ دوں کہ اس کے بعد ابھی وزیر بنیادی جمہوریت بولنا چاہتے ہیں — — — — —

خواجہ محمد صفدر - جناب والا - اس ایوان میں بنیادی جمہوریت کا کسی نے نام نہیں لیا کیونکہ وہ تو ہے ہی بے بنیاد - (قہقہہ) جہاں تک قاضی صاحب کا تعلق ہے — — — (قطع کلامیاں اور شور)

Mr. Speaker : Order please.

خواجہ محمد صفدر - جناب والا - دوشنبہ کو charged expenditure پر بحث ہو گی - جنرل ایڈمنسٹریشن پر بحث ہو گی - اس وقت میرے خیال میں اگر قاضی صاحب ہمیں جواب دیں تو زیادہ بہتر ہو گا - یہ میری تجویز ہے ویسے انکی مرضی ہے - میں یہ نہیں کہہ رہا کہ کوئی مہربان دوست یا بزرگ تقریر نہ کریں - میری ذاتی رائے یہ ہے کہ جن مہربان دوستوں کے محکمہ جات زیر بحث آرہے ہیں وہ اس موقع پر تقریر نہ فرمائیں

اور ان دوستوں کو زحمت دیں جنکے محکمہ جات آئندہ زیربحث نہیں آرہے ہیں - یا محترم وزیر خزانہ اس ایوان کے دونوں جانب سے جو تنقید کی گئی ہے اسکا جواب دیں - انکو پورا وقت ملے اور مخدوم صاحب کو وقت دیا جائے اور اگر وٹو صاحب تقریر فرمانا چاہتے ہیں تو مجھے خوشی ہو گی لیکن انکی اہمیت کو دراصل کسی نے سمجھا ہی نہیں - (قہقہہ)

وزیر بنیادی جمہوریت - جناب والا - اس compliment کے بعد اب میرا تقریر کرنا ضروری ہوگیا ہے -

رانا پھول محمد خان - جناب والا - میں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے سخت صدمہ ہوا ہے - خواجہ صاحب کی یہ بات سنکر کہ وہ بنیادی جمہوریت کو بے بنیاد کہتے ہیں - حالانکہ اسی بنیادی جمہوریت نے انکو منتخب کیا ہے - پھر تو ہم اور خواجہ صاحب سبھی بے بنیاد ہیں - (قہقہہ)

مسٹر سپیکر - خواجہ صاحب - ویسے میں آپ کی اطلاع کے لئے عرض کردوں کہ گو آپوزیشن کی طرف سے انکے محکمہ کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا لیکن کئی ممبران نے بنیادی جمہوریت کے متعلق اپنی تقاریر میں کچھ حوالے دئے ہیں اور کچھ اعتراضات کئے ہیں -

وزیر آبپاشی و برقیات (مخدوم حمیدالدین) - جناب والا - میں ایوان کی ضروریات کو محسوس کرتے ہوئے جہانتک ہو سکا کوشش کرونگا کہ مختصراً عرض کروں اور تھوڑا وقت لوں -

جناب والا - سالانہ میزانیہ کو پیش کرنے کی ہمیشہ احتیاج اس لئے رہی ہے کہ جہاں حکومت کے وسائل اور اس کی ضروریات باہم مربوط ہوں وہاں عوامی نقطہ نگاہ بھی اور عوامی جذبات اور عوامی ضروریات بھی جزو فکر رہیں تاکہ جب ہم اپنے سالانہ پروگرام پر عمل پیرا

ہوں تو ہمارا ہر اقدام ، ہمارا ہر منصوبہ ایک پختہ اور صحیح فکر و نظر کا ترجمان ہو (خوب ۔ خوب) ۔ تو یہ اس احتیاج کے تابع ہے کہ آج اس سال نو کا یہ میزانیہ اس معزز ایوان کے پیش نظر ہے ۔

جناب والا ۔ اس بجٹ کو جیسا کہ آپ نے سماعت فرمایا ہے بکثرت تحسین حاصل ہوئی ہے ۔ البتہ جہاں قلیل حد تک تلخ نوائی سے کام لیا گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کو بغور وسعت نظر سے دیکھا جائے تو ان شکایات کا ازالہ اس میں موجود ہے اور محسوس ہو سکتا ہے ۔ اور یہ امر میرے لئے لائق آفرین ہے کہ ہمارے معزز اراکین نے پوری تندھی اور پوری محنت سے اس بجٹ کا مطالعہ اور مواخذہ کیا ہے ۔ اور اپنی تقاریر کے دوران اس صوبہ کی تعمیر و ترقی سے گہری دلچسپی اور پوری بصیرت کا مظاہرہ کیا ہے ۔ میں یہ تجربہ ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ یہ میرا عقیدہ ہے کہ جب بھی ہم نے اپنے فرائض کی تکمیل میں عوامی نقطہ نگاہ پر حصر کیا ہے یقیناً میں اپنے فرائض کی تکمیل میں کامیاب رہا ہوں ۔ (خوب ۔ خوب) اور مجھے امید ہے اور توقع ہے کہ جب تک یہ فرائض مجھے تفویض ہیں مجھے اس معزز ایوان کے ہر ایک معزز رکن کا تعاون اور انکی رہبری حاصل رہے گی ۔

جناب سپیکر ۔ برق و آب ہماری زندگی کا ایک اہم جزو اور پہلو ہے اور زراعت ہو یا صنعت اس کا بیشتر انحصار برق و آب پر ہے ۔ میں یہ عرض کروں گا کہ ہماری اقتصادی زندگی کے اس پہلو نے گذشتہ دس سالوں میں ایک فقیدالمثال ترقی کی ہے اور حکومت نے ایک عدیم‌النظیر قابلیت اور کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے ۔ مثال کے طور پر میں یہ عرض کروں گا کہ آج سے دس سال پہلے ہماری برقی حد پیداوار ایک لاکھ تھی اور اب اس کی حد پیداوار تقریباً دس لاکھ کلوواٹ ہے (خوب ۔ خوب) ۔ جناب والا ۔

صارفین کی تعداد میں بھی بہت حد تک اضافہ ہوا ہے ۔ مثلاً آج سے دس سال پہلے صارفین کی کل تعداد دو لاکھ تھی جبکہ آج زائد از دس لاکھ ان کی تعداد ہے ۔ یہ معلوم کر کے یقیناً یہ معزز ایوان خوش ہو گا کہ ہمارے اس صوبہ کی برقی قوت کی رفتار پیداوار یعنی growth rate تیئیس فی صد ہے جو کہ ہماری عمومی اقتصادی ترقی اور growth rate سے چار گنا زیادہ ہے۔ جناب والا ۔ میں یہ عرض کروں گا کہ بطور خاص بجلی کے سیکٹر میں یا پاور کے سیکٹر میں عمومی اعتبار سے جنرل سیکٹرز سے زیادہ ترقی ہوئی ہے اور میں مقابلتاً عرض کروں گا کہ چاہے آبپاشی ہو یا زراعت یا صنعت ہو۔ میں نے ان کا تقابل اس لئے کیا ہے کیونکہ ان سیکٹرز میں خاصی ترقی ہوئی ہے۔ مگر جہاں تک power generation کا تعلق ہے اس میں صنعت سے دو گنا اور زراعت سے ۴ گنا ترقی ہوئی ہے ۔ جناب والا ۔ محترم خواجہ صاحب یاد فرمائیں گے کہ میں ایک مرتبہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ لازم یہ ہے اور تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے اور اپنے سے ماسوا کے درمیان انصاف کریں تو میں محکمہ آبپاشی اور واپڈا سے متعلق کچھ معروضات پیش کروں گا اور اس کی ضرورت یہ ہے ۔ میں پوری دیانتداری سے عرض کر رہا ہوں کہ بیشتر حقائق ایسے ہیں جو عوامی نگاہ سے اور عوامی نظر احتساب سے پوشیدہ ہیں ۔ اس لئے چونکہ عوام ان سے متعارف نہیں ہیں لہذا آپ جیسے حضرات سے بھی بعض اوقات ہماری جائز خدمات بھی صرف نظر ہو جاتی ہیں ۔ میں پوری دیانتداری سے کوشش کروں گا کہ آبپاشی اور واپڈا کی خدمات سے متعلق کچھ عرض کروں جس کے متعلق کافی حد تک جو کچھ صرف نظر ہوتا رہا ہے اس کا ازالہ ہو ۔ اور جو عمومی طریق پر شدت احساس پائی جاتی ہے اس کا ازالہ ہو۔ جناب سپیکر ۔ جہاں تک ادارہ ترقی برق و آب کا تعلق ہے اس کی کارکردگی کو تین major حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا

ہے - پہلے تو یہ ہے - Surveying, Planning & Development یہ ایک بہت ہی اہم نوعیت کی چیز ہے اور ہر ترقی پذیر ملک کو یہ بنیادی facts حاصل نہ ہوں تو میں نہیں سمجھتا کہ وہ کس طرح اپنی ترقی کو برقرار رکھ سکے گا - اس سلسلہ میں ہم نے بہت زیادہ کام کیا ہے- میں آپ کی اطلاع کے لئے عرض کروں گا کہ ہم نے ۲۲ ملین ایکڑ اراضی کا سروے کیا ہے جس میں سیم و تھور کا سدباب، زمین کی زرخیزی وغیرہ شامل ہیں ان سب کے لئے ہم نے ۲۲ ملین ایکڑ اراضی کی سروے کی ہے دوسرا اہم sphere of activity construction & generation ہے - اس کے متعلق خواجہ صاحب کو چنداں سمجھانے یا explain کرنے کی ضرورت نہیں - وہ جانتے ہیں کہ ہم نے تعمیرات میں یا جسے construction کہا جاتا ہے مثلاً وہ منگلا کی construction ہو یا دنیا کی ۸ بڑی bridges کی construction کا تعلق ہو یا link canals کی construction کا تعلق ہو یا اس سے ثانوی حیثیت کے منصوبہ‌جات کی coustruction کا تعلق ہو اوریا پھر برقی قوت کی generation کا تعلق ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس سے بخوبی آگاہ ہیں- اس کی تشریح کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتا - البتہ تیسرا فریضہ جو اہم فریضہ ہے وہ operation اور transmission کے متعلق ہے - مجھے اس بات کے اعتراف کرنے میں کوئی باک نہیں کہ اس حصہ میں کچھ ایسے حقائق ہیں اور کچھ ایسی position ہے کہ جسے ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں improve کرنا چاہئے اور اس میں ترقی کرنی چاہئے - ہم سے بسا اوقات کوتاہی ہو جاتی ہے - اس فیلڈ میں ہمارے لئے کچھ مشکلات اور limitations ہیں یہ ایسا فیلڈ ہے جہاں ہم نے دوسرے کاموں میں عدیم‌النظیر کارکردگی کی ہے وہاں اس فیلڈ میں ہم سب کچھ ضائع کر دیتے ہیں- کیونکہ اس کا تعلق علم سے نہیں اس کا تعلق انسانی جذبات سے ہے - اس لئے کہ جب ایک شخص گرمیوں کے

دنوں میں گھر میں کوئی کام کر رہا ہو یا کھانا کھا رہا ہو اور یک بہ یک بجلی چلی جائے یا پنکھا رک جائے تو ظاہر ہے کہ اس سے ایک روحانی کوفت ہوتی ہے۔ جناب کو علم ہے انسان میں جذبات کا تناسب عقل و بصیرت یا ہوش سے زیادہ ہے۔

Mr. Speaker : The House now stands adjourned for twenty minutes for Maghrib prayers.

The Assembly then adjourned for twenty minutes.

The Assembly met at 7-30 p.m. Mr. Speaker in the Chair.

Mr. Speaker : Yes, the Minister for Irrigation and Power.

وزیر آبپاشی و برقیات (مخدوم حمیدالدین) ۔ جناب سپیکر ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا اور اس کا میں دوبارہ اعتراف کرتا ہوں کہ یہ صحیح ہے کہ ہماری ترسیل کا نظام اکثر و بیشتر اگر برق تعطل کیوجہ سے درہم برہم ہوتا رہتا ہے تو اس بات کو بھی مد نظر رکھا جائے کہ ہمارا صوبہ ایک وسیع و عریض صوبہ ہے اور ہمیں ہر جگہ برقی قوت پہنچانا مقصود ہے تو اس سلسلے میں جو دشواریاں ہمیں پیش آتی ہیں ان کو یہ معزز ایوان ملحوظ خاطر رکھے گا اور یہ معزز ایوان قیاس کر سکے گا کہ اس صوبہ میں اس وقت برقی قوت کی ترسیل تقریباً ۲۵ ہزار میل کی لائنوں سے کی جا رہی ہے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ چیز بہت وسیع و عریض ہے۔ ایک خاصا نظام ہے تو جب یہ پاور کی ڈیمانڈ تقسیم کی قوت سے بڑھ جاتی ہے تو پھر یہ تعطل یقیناً رونما ہو کر رہتا ہے۔ اب یہ ہے کہ اس کا کیا تدارک کیا جا سکتا ہے۔ میں عرض کروں گا کہ ہمارے ذرائع اتنے وسیع نہیں ہیں۔ ہمارے پاس اتنی فرصت نہیں ہے کہ ہم کسی قسم کا Reserve Transmission System ۲۵۰۰۰ میل لمبی لائن میں اختیار کر سکیں چونکہ ہمارے پاس سنگل کنڈکٹر سسٹم ہے۔ اگر تعطل ہوتا ہے تو کسی نقص کی وجہ سے ہمارے لئے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ بر وقت اور صحیح معنوں میں اس کا

مداوا کیا جا سکے ۔ اور پاور کو اس موقع پر جلد ہی پہنچایا جا سکے اس کے لئے ہمیں کچھ وقت لگتا ہے اور اس کی وجوہات ہیں ۔

جناب والا ۔ اگر ہم اس تعطل کو روکنے کے لئے Reserve Transmission Service کا انتظام کر بھی لیں تو نتیجتاً ہو سکتا ہے کہ یہ تعطل رونما نہ ہو ۔ اگر ہم اسے تھری ٹائم کر دیں تو پھر اور بھی سیکیورٹی ہو گی ۔ یو ۔ ایس ۔ اے میں کم از کم ۸ ٹائمز Reserve Transmission System ہے ۔ ہمارے پاس سنگل کنڈکٹر سسٹم ہونے کی وجہ سے یہ ریزرو ٹرانسمشن سسٹم اختیار کیا جا سکتا ہے مگر اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ بہت سے صارفین کو برق قوت حاصل نہیں ہوسکے گی ۔ اس لئے تعطل کی پروا نہ کرتے ہوئے اس وقت ہماری پالیسی یہ ہے کہ برق قوت کو اس ملک میں زیادہ سے زیادہ پھیلایا جائے تا کہ وہ سب تک پہنچ جائے ۔ اور زیادہ سے زیادہ صارفین برق قوت کو حاصل کر سکیں ۔ تو اس سلسلہ میں اگرچہ ہمیں بار بار برق تعطل کا سامنا کرنا پڑے ۔ مگر ہماری پالیسی یہ ہے کہ اگر صارفین کی حد کو گھٹا دیا جائے تو یہ مضر ہو گا ۔ بار بار تعطل کو روکنے کی کوشش پوری کی جائے ۔ لیکن بجائے اس کے کہ صارفین کی تعداد کم کی جائے بار بار تعطل کا سامنا کر لیا جائے ۔ مگر مزید صارفین کو برق قوت کے حصول سے محروم نہ رکھا جائے ۔ ہر ترقی پذیر ملک میں اس قسم کے تعطل رونما ہوتے رہتے ہیں ۔ اور وہ ان وجوہات کی بناء پر ہوتے ہیں ۔ یہ صحیح ہے کہ اس سیکٹر میں یہ تکلیف موجود ہے ۔ آپ کو بھی یہ تکلیف محسوس ہوتی ہے ۔ جہاں تک ان کی inefficiency کا تعلق ہے مجھے اس کا بھی اعتراف ہے ۔ جہاں تک ہماری سروے یا ڈیویلپمنٹ یا پلاننگ یا کنسٹرکشن یا جنریشن کا تعلق ہے اس میں مقابلتاً inefficiency ہے ۔ مگر میں یہ عرض کروں گا کہ برق قوت کی پیدائش میں ہر چار سال میں

تقریباً چار گنا اضافہ ہوتا ہے تو اس کے پیش نظر ظاہر ہے کہ ہم زیادہ ریکروٹمنٹ کرتے ہیں اور انہیں ٹریننگ کی زیادہ سہولتیں فراہم نہیں کر سکتے ۔ مثلاً ایک لائن مین یا افسر یا ٹیکنیشن کو اگر چار سال کی ٹریننگ درکار ہے تو ہم اسےصرف دو سال کی ٹریننگ دے سکتے ہیں ۔ ابتداء میں تو ہم مڈل پاس بھی لائن مین بھرتی کرتے رہے ہیں ۔ علاوہ ازیں ہم افسروں کو جلدی پروموشن دے دیتے ہیں ۔ اور ان پر زائد ذمہ داری ڈال دیتے ہیں ۔ انہیں ان کی استعداد سے زیادہ کام دیا جاتا ہے ۔ تو ایسی چند در چند دقتیں ہیں جن کی وجہ سے کام میں یہ inefficiency رونما ہوتی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ وجوہات ہیں جن کی بناء پر inefficiency کا اظہار ہوتا ہے ۔ یہ حقیقت ہے کہ اس میں مقابلتاً مشکلات کا سامنا ہو رہا ہے ۔

اب میں مختصراً آبپاشی کے منصوبوں کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ اصل میں تو آپ محترم فنانس منسٹر صاحب کی تقریر سماعت فرمائیں گے ۔ مگر چونکہ یہاں ہمارے ڈیپارٹمنٹ کے متعلق کچھ ارشادات فرمائے گئے اور چونکہ ہماری کوئی کٹ موشن زیر بحث نہیں آ رہی تھی اس لئے ہم نے سپیکرصاحب کی کرم گستری سے یہ موقع حاصل کیا ۔ جناب والا ۔ جہاں تک واٹر سائڈ کا تعلق ہے انڈس بیسن پراجیکٹ پر جو کام ہوئے ہیں یا ہو رہے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ ان کی تشریح ضروری ہے ۔ البتہ یہ ہے کہ اس میں ہم نے منگلا ڈیم کی تعمیر کی ہے ۔ تربیلا کی تعمیر ہو رہی ہے ۔ ۴۰۰ میل لنک کینالز کی تعمیر ہوئی ہے اور کچھ ہو رہی ہے ۔ چھ نئی بڑی بیراجیں تعمیر ہوئی ہیں ۔ جن کے اوپر تقریباً ۱۰۰۰ ملین روپے کا مصرف ہوا ہے ۔ اور پوری کامیابی کے ساتھ اور پوری ہنر مندی کے ساتھ ہم نے ان تعمیرات کی تکمیل کی ہے ۔ (تالیاں) اور اس کے بعد یقیناً آپ کو یہ سماعت فرما کر خوشی ہو گی کہ اس سے پہلے بجلی کے خسران کا جو خطرہ

ہر وقت اور ہر لمحہ لا حق رہتا تھا اب انشاءاللہ ان تعمیرات کی وجہ سے اور موجودہ حکومت کے حسن انتظام کی وجہ سے کبھی کوئی خسران لا حق نہیں ہو گا ۔

اسی طرح سیم اور تھور کے سلسلہ میں ہم نے جو کام کیا ہے ۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں ۔ ۲۲ ملین ایکڑ اراضی کا ہم نے سروے کیا ہے اور بہت بڑے بڑے پراجیکٹ سیم اور تھور کے سلسلہ میں قائم ہو چکے ہیں ۔ مثلاً تھل پراجیکٹ اور چج پراجیکٹ اور رچنا دوآب پراجیکٹ اور جنوبی ریجن میں خیر پور پراجیکٹ قائم ہوا ہے ۔ محترم حاجی صاحب فرما رہے تھے کہ وہ مکمل نہیں ہے ۔ اس کا مجھے اعتراف ہے کہ وہ مکمل نہیں ہوا ۔ ہم نے صرف اتنا عرض کیا تھا کہ اس میں سے تقریباً ۱۶۰ ٹیوب ویل کا افتتاح ہوا ہے ۔ یہ وہ ٹیوب ویل ہیں جہاں پانی میٹھا ہے ۔ جہاں پانی کھارا ہے وہاں آؤٹ فالز تیار ہو رہی ہیں اور وہ زیر تعمیر ہیں ۔ وہ سکیم نا کام نہیں ہوئی اور نہ ہم نے اسے روکا ہے ۔ بلکہ جہاں پانی میٹھا تھا وہاں لوگ اس سے استفادہ کر رہے ہیں اور متمتع ہو رہے ہیں ۔ اس کے علاوہ لاڑکانہ سکھر ایریا ڈرین تکمیل کے قریب ہے ۔

جناب والا ۔ ہم ایک ماسٹر پلان تیار کر رہے ہیں ۔ جس پر کام شروع ہے ۔ اس وقت ہم سیم تھور سے تقریباً ۷ ملین ایکڑ اراضی پر کام کر رہے ہیں ۔ اور جناب والا میں سمجھتا ہوں کہ یہ معزز ایوان یہ سن کر خوش ہو گا کہ اگلے سال تک یعنی تیسرے پنجسالہ منصوبہ کے اختتام تک ہم اس صوبہ کی تقریباً ۵ ملین ایکڑ اراضی کو ری کلیم کر لیں گے ۔ اور وہ صحیح معنوں میں صحتمند ہو جائیگی ۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ محکمہ اس سلسلہ میں بھی تحسین کا مستحق ہے (تالیاں) ۔ ٹیوب ویل پراجیکٹ کے علاوہ اری گیشن کی سہولتیں بہم پہنچائی جا رہی ہیں ۔ مثلاً

ٹانڈہ ڈیم کی تکمیل ہو چکی ہے ۔ کراچی اری گیشن پراجیکٹ کی تقریباً تکمیل ہونے والی ہے ۔ خانپور پراجیکٹ زیر تکمیل ہے ۔ اس پر کام ہو رہا ہے ۔ گومل ڈیم پر بھی کام ہو رہا ہے ۔ میں یہ عرض کرونگا کہ اس بجٹ کی خصوصی نوعیت یہ ہے کہ وہ کام جو اس وقت سرعت کے ساتھ زیر تکمیل ہیں ان کی رفتار کو برقرار رکھا جائے اور ان میں کسی قسم کی کمی نہ آنے پائے ۔

تو جناب والا ۔ اس کے علاوہ جہاں تک گدو تھرمل سٹیشن کا تعلق ہے اس کی جو designed capacity ہے وہ ایک ملین یعنی ۱۰ لاکھ کلوواٹ کی ہے ۔ ۱۷ ملین کلوواٹ چوتھے پنجسالہ منصوبے کی انتہا ہے جبکہ منگلا سے ٹوٹل جنریشن کیپیسٹی اور ڈیمانڈ سیچوریٹ ہو گی ، اس وقت جب ڈیمانڈ بڑھے گی تو اس فاضل ڈیمانڈ کو پورا کرنے کے لئے ۱۹۷۱ء میں انشاءاللہ اس دس لاکھ میں سے ۴ لاکھ کلوواٹ کے جنریٹر مکمل ہو کر اپنی جگہ کام کرنے کے لئے تیار ہوں گے اور یہ گدو تھرمل سٹیشن سے ہو گا ۔

جناب والا ۔ اصل میں جو تکلیف ہے وہ خواہ ہماری internal financing position ہو یا external financing position ہو اس کی وجہ سے ہے ۔ اس کے باوجود ہم عوام کی ضروریات کو محسوس کرتے ہیں ۔ جن احساسات اور ضروریات کا آپ نے اظہار فرمایا ہے ان کو محسوس کرتے ہوئے موجودہ حکومت نے اور صدر مملکت نے باکمال شفقت اور کرم گستری اس بات کا احساس فرماتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس سلسلہ میں بجٹ میں ان کاموں کو سرعت سے مکمل کرنے کے لئے پچھلے سال سے تقریباً ۵۰ فیصد زیادہ پروویژن رکھی جائے ۔ ہمیں ۱۶ کروڑ روپیہ ان کاموں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مہیا ہوں گے جس میں سے ۸ ہزار ٹیوب ویلز کے کنکشن ہم

اگلے سال دے سیکں گے - ۶ ہزار انڈسٹریل کنکشن اگلے سال میں دے سکیں گے - ایک لاکھ جنرل کنکشن ہمارے اندر دینے کی اہلیت ہوگی - (خوب - خوب)

جناب والا - میں یہ عرض کروں گا کہ بالاخر ہمارا منتہائے مقصود یہ ہے کہ صوبہ میں برقی وسائل کو وسعت دی جائے - منگلا کو تربیلا کے ساتھ ملایا جائے - حیدر آباد کے ذریعہ سے سنٹرل گرڈ کو کراچی سے ملایا جائے اور کراچی سے کوئٹہ تک ملایا جائے - غرضیکہ صوبہ کے ہر ایک حصہ کو ایک High Tension Grid کے ذریعہ ملایا جائے، تاکہ صوبہ کے ہر ایک حصہ کے بسنے والے اور رہنے والے اس برقی قوت سے استفادہ کرسکیں یا اس سے مستفید ہو سکیں - اس کے علاوہ منگی سکیم کے متعلق میں پہلے عرض کر چکا ہوں اور جناب والا اہالیان بہاول پور کے لئے میں یہ عرض کروں گا کہ سکارپ نمبر ۶ میں جس کو پنجند عباسیہ کہتے ہیں ضلع بہاول پور اور رحیم یار خان کی سیم زدہ اراضی کے انسداد کے لئے بھی اگلے سال میں پروویژن کی گئی ہے - انشاء اللہ اگلے سال اس سلسلہ میں کام شروع ہو جائے گا (ہیئر - ہیئر) - جہاں تک چج ، رچنا اور تھل دوآب کا تعلق ہے اس میں بھی کام جاری ہے - لاڑکانہ اور شکار پور ڈرینیج سکیم کو بھی اگلے مالی سال میں مکمل کیا جائے گا - اس کے علاوہ ہم جنوبی ریجن میں ایک نئی ڈرینیج سکیم کو implement کر رہے ہیں جسے روھڑی نارتھ کہتے ہیں - اگلے سال مزید ۸ لاکھ روپے کے مصرف سے اس کی implementation ہو گی - ایک معزز رکن نے یہ فرمایا تھا کہ جو علاقے replacement system سے متاثر ہوئے ہیں ان کے لئے بھی بطور خاص کچھ کیا جائے - میں ان کی اطلاع کے لئے عرض کروں گا کہ جو major replacement ہماری پائپ لائن ہے - اور خاص طور پر ان ایریاز

میں ہم نے ٹیوب ویلز سکیم کو زیادہ سے زیادہ implement کرنے کا انتظام کیا ہے۔

جناب والا۔ پیشتر اس کے کہ میں اپنی تقریر ختم کروں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حاجی صاحب سے متعلق میں نے جواب عرض کر دیا ہے۔ انہوں نے خیر پور سکیم کے متعلق فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ قائد حزب اختلاف نے فرمایا ہے کہ واپڈا کو ابھی دیگر accommodations کی ضرورت ہے۔ رشتے داروں کے یا با اثر افراد کے مکانات کو hire کیا جاتا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے البتہ میں اتنا عرض کروں گا کہ ایک Rent Assessment Board قائم ہے جو جملہ عمارتوں کو hire کرتا ہے اور ان کے کرایوں کی assessment کرتا ہے یا ان کے کرائے مقرر کرتا ہے۔ یہ کوئی انفرادی عمل نہیں ہوتا ہے کہ جس عمارت کی جیسے چاہیں اسی قسم کی assessment کر دیں۔ اس سلسلہ میں ایک بورڈ قائم ہے۔ جو کرایوں کی assessment کرتا ہے۔

جناب والا۔ میں اب مجمل صورت میں صرف اتنا ہی عرض کر سکوں گا کہ چونکہ بہت سے سوال ہیں اگر جناب فرمائیں تو میں ان کا جواب دے سکتا ہوں میرے پاس ان کے جواب موجود ہیں۔ لیکن اب وقت کی قلت کے پیش نظر یہ نہیں ہو سکتا اگر وہ صاحبان ان کی تشریح کے متعلق چاہیں تو بعد میں کسی وقت کرنے کو تیار ہوں۔ اگر وہ اس وقت چاہیں اس وقت ان کی تشریح ہو سکتی ہے۔ البتہ اس کے لئے بہت وقت درکار ہے۔ سیالکوٹ سے متعلق خاص طور پر سوال کیا گیا ہے میں نے بطور خاص اس کا جواب تیار کرکے اپنے پاس رکھا ہوا ہے اور دیگر سوالات کے جوابات بھی میرے پاس موجود ہیں۔

جناب والا۔ میں یہ عرض کروں گا جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ

موجودہ حکومت ہو ، یا معزز ایوان ہو یا پورا صوبہ ہو ہم میں سے ہر ایک شخص آج اپنے آپ کو سرخ رو محسوس کرتا ہے اس لئے کہ خوراک کی کفالت کے سلسلہ میں محکمہ زراعت میں بطور خاص کام ہوا ہے اس کی وجہ سے آج ہم سب سر بلند اور سرخ رو ہیں ۔ تو اس کے ساتھ ہی ساتھ میں صرف یہ یاد دھانی کرانے کی جسارت کروں گا کہ جو سب کچھ ہوا ہے یہ غیر شعوری طریق پر نہیں ہوا ہے ۔ اس کا خود اعتراف ہو جاتا ہے کہ پانی بھی موجود تھا ہر مقام پر موجود تھا ہر شخص کے لئے موجود تھا ہر وقت موجود تھا ۔ مستقل علاقوں میں موجود تھا ۔ غیر مستقل علاقوں میں موجود تھا (نالیاں) ۔ اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ پھر اس بات پر بھی لازماً اتفاق کرنا ہوگا کہ یہ سرخ روئی اور سر بلندی آبپاشی کی مرہون منت ہے ۔ (ہیئر۔ہیئر) ۔ جیسا کہ محترم قائد ایوان نے فرمایا ہے کہ ایک ممبر صاحب نے شاید کہا ہے کہ یہ بارش کی وجہ سے ہوا ہے ۔ انہوں نے صحیح طور پر کہا ہے اور میں بھی کہہ‌دوں کہ یہ بیشتر اور خصوصی محکمہ زراعت کی تگ ودو اور ہمت کی وجہ سے ہوا ہے ۔ البتہ مجھے ان کے ساتھ اتفاق ہے کہ واقعتاً جو کچھ رونما ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور مشیت ایزدی کے تابع ہے ۔ مگر جہاں تک انسانی عقل و فراست کا تعلق ہے اس کے متعلق میں عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اکتوبر سے دسمبر تک کوئی بارش نہیں ہوئی تھی ۔ جنوری کے آخر اور فروری کے شروع میں بارش ہوئی تھی ۔ اور اس سے پہلے جب ہم نے ربیع campaign کے سلسلے میں اس صوبے کی آبیاری کی تو مجھے یاد ہے کہ اگر دسمبر میں بھی کاشتکاروں نے پانی کا مطالبہ کیا تو ہم نے اللہ کے فضل سے ان تک پانی پہنچایا ۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ ہو سکتا ہے کہ حمزہ صاحب یا

کوئی اور دوست باور نہ فرمائیں تو میں ان کی اطلاع کے لئے یہ عرض کروں گا کہ آج تک عقل انسانی نے کوئی ایسی چیز ایجاد نہیں کی جو اراضیات کی آبپاشی کے سلسلے میں کوئی متبادل صورت اختیار کر سکے - اس لئے اگر زراعت کی سر بلندی کو تسلیم کرنا ہے تو اس بارے میں محکمہ آبپاشی کی کارکردگی کو بھی سراھنا ھوگا -

آخر میں میں یہ عرض کروں گا کہ ملک کی اس سربلندی میں ، ملک کی اس خدمت میں جہاں محکمہ زراعت نے اپنی ذمہ‌داری کو احسن طریق پر اور شاندار طریق پر انجام دیا ہے وھاں میں سمجھتا ھوں کہ دیگر محکمہ جات کی کارکردگی بھی اس سلسلے میں کچھ کم نہیں ہے - اس کے متعلق محکمہ بنیادی جمہوریت ، محکمہ مواصلات اور دیگر اسی قسم کے محکمہ جات مثلاً محکمہ آبپاشی ھی کو لے لیجئے یا عوامی سطح پر ھمارے معزز اراکین اور کاشتکار طبقے کو ھی لے لیجئے میری دانست میں ھم میں سے ھر یک شخص نے اپنے فرائض کی انجام دھی میں ملک دوستی اور حب الوطنی کا ثبوت دیا ہے - مجھے امید ہے کہ صدر گرامی قدر نے اس ملک کو ایک فلاحی مملکت بنانے کا جو عزم کر رکھا ہے اور اس عزم نے اب جو ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی ہے یہ تحریک برقرار رہے گی اور ھماری مملکت ایک فلاحی مملکت بن کر ھی رہے گی اور اس ملک کو ایک فلاحی مملکت بنانے کے سلسلے میں جو بھی اقدام کئے جائیں گے وہ میری دانست میں اس وطن عزیز کی بنیادی خدمت کے مترادف ھوگا -

جناب سپیکر - میں آپ کا مشکور ھوں کہ آپ نے میری گذارشات کو ھمہ تن توجہ اور دلچسپی کے ساتھ سماعت فرمایا جس کے لئے میں آپ کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ھوں -

وزیر خزانہ (مسٹر احمد سعید کرمانی) - حضور والا - سب سے پہلے

تو مجھے اس بات کی اجازت دیجئے کہ میں دل کی گہرائیوں سے اس معزز ایوان کے ان اراکین کا شکریہ ادا کروں جنہوں نے مجھے سال ۱۹۶۸-۶۹ء کا بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کی ہے۔

حضور والا۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے اور جیسا کہ میں نے اپنی بجٹ تقریر میں بھی عرض کیا تھا کہ اس بجٹ کی تشکیل میں پچھلے سال کی طرح امسال بھی انہی اصولوں کو مد نظر رکھا گیا ہے جن کو صوبے کے گورنر جناب محمد موسیٰ نے وضع کیا تھا۔ جناب والا۔ اس ایوان کی یادداشت کو تازہ کرنے کی غرض سے میں اختصار کے ساتھ ان اصولوں کو دھرانے کی اجازت چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہیں کہ :۔

(۱) ہمیں اپنی توجہ آبادی کی اکثریت کی طرف مبذول کرنی چاہیئے اور یہ آبادی دیہات میں ہے۔

(۲) اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ عوام کو خوراک کی اشیاء مناسب قیمتوں پر دستیاب ہو سکیں۔

اور

(۳) ترقی کے پروگرام میں صوبے کے کسی حصے کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے اور اس امر کا خاص خیال رکھا جائے کہ جو علاقے نسبتاً کم ترقی یافتہ ہیں ان کی ترقی کی رفتار تیز ہو۔

جناب والا۔ اگر آپ حق اور انصاف سے کام لیں گے تو یہ حقیقت آپ پر واضح ہو جائیگی کہ کسی موقع اور کسی مرحلے پر بھی ان تینوں بنیادی اصولوں سے انحراف نہیں کیا گیا اور مجھے امید ہے کہ اگر عمل، محنت اور توجہ کا یہی عالم رہا تو ہم بہت جلد اس ملک کو ایک مثالی فلاحی مملکت بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

جناب والا ۔ دراصل اپنی اس تقریر میں مجھے بنیادی طور پر ان نکات کا جواب دینا ہے جو کہ اس ایوان کے قائد حزب اختلاف جناب خواجہ محمد صفدر صاحب نے اپنی تقریر کے دوران اٹھائے تھے ۔ پیشتر اسکے کہ میں ان باتوں کی طرف رجوع کروں میں آپکی وساطت سے اشارتاً اور اختصار کے ساتھ اس معزز ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ معزز ممبران نے اپنی تقاریر میں جن علاقائی مسائل کا تذکرہ فرمایا ہے حکومت ضرور ان پر ہمدردانہ غور کریگی ۔ بلکہ میں تو یہانتک عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ انہوں نے جن مطالبات کی جانب اشارہ کیا ہے یا جن پر زور دیا ہے وہ مطالبات ایسے ہیں کہ جن پر ہم از خود ہی مستقبل قریب میں عمل کرنے والے ہیں ۔ ہمارے پاس اتنے عظیم منصوبے ہیں کہ آپ یہ دیکھیں گے کہ چند سالوں کے بعد آج کے مطالبات آپ کو مقابلتاً حقیر نظر آئیں گے ۔ اور ایسا کیوں نہ ہو ۔ جب ہمارا ارادہ بھی یہ ہے کہ ہم نے اس ملک کو ترقی پذیر ملک سے ترقی یافتہ ملک بنانا ہے اور ان تمام مسائل کو حل کرنا ہے جنکی حیثیت علاقائی ہے اور جنکی طرف آج معزز اراکین نے اشارہ کیا ہے ۔

جناب والا ۔ میں ان کا مشکور ہوں کہ انہوں نے نہایت جرأت کے ساتھ ، نہایت بے باکی اور دلسوزی کے ساتھ اپنے علاقائی مسائل کی نشاندھی کی ہے اور متعلقہ محکموں کے سربراہوں کی اور بالخصوص وزرائے کرام کی توجہ ان کی اشد ضرورت کی طرف مبذول کرائی ہے ۔ ہمارا اولین اور آخری فرض یہی ہے کہ اس صوبے میں بسنے والے عوام کے مسائل کو جلد از جلد حل کریں اور اگر خدانخواستہ ہم ایسا نہ کر پائے تو ان عہدوں پر متمکن رہنے کے لئے ہمارے پاس کوئی وجہ جواز نہیں ہوگی ۔ یوں بھی صدر مملکت اکثر بار فرما چکے ہیں کہ اس ملک کے

عوام کا قیمتی وقت پچھلے سالوں میں ضائع ہو چکا ہے - جس کے نتیجہ کے طور پر ہم اس ترقی کے مقام پر نہیں پہنچ سکے جو مقام ہمارے لئے مقرر تھا - اور اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم اپنی ترقی کی رفتار کو تیز سے تیز تر کر دیں - اس سلسلے میں ہم اپنے ذاتی آرام کو خیر باد کہہ کر صدر ایوب کی خواہشات اور ان کے ارشادات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اگر اجازت دیں تو میں اپنے ساتھیوں کی طرف سے آپ کو یقین دلاؤں کہ ہم بے قرار ہیں - حضور والا - میں واجب الاحترام جناب خواجہ صاحب کی تقریر کے علاوہ جناب فاروقی صاحب اور دیگر ساتھی جو اس جانب سے بولے ہیں انکا بھی تذکرہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں - مجھے پورا احساس ہے کہ میرے حصہ میں وقت قلیل آیا ہے - اور واقعات کی ادائیگی کا فرض کچھ وسیع سا آیا ہے - بہر حال . . . .

Mr. Speaker : There is no time limit for the Finance Minister.

وزیر خزانہ - حضور والا - آپ نے یہ خوش گوار کلمہ کہہ کر مجھے ایک اور فرض کی بجا آوری پر آمادہ کر دیا ہے - حضور والا - آپ مجھے معاف فرمائیں گے - اگر میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے آپ سے معافی مانگتے ہوئے اس بات کا بھی اقرار کروں کہ آپ نے جس صبر اور جس سکون اور جس حسن سلوک سے پچھلے چار دنوں میں اس معزز ایوان کی تقاریر سنی ہیں اس سے نہ صرف اس ایوان کا وقار بلند ہوا ہے بلکہ اب ہمیں یہ یقین ہو گیا ہے کہ آپ دل و جان سے چاہتے ہیں کہ ممبر صاحبان اپنے علاقے کے مسائل بے باکی اور جرات کے ساتھ آپ کی وساطت سے حکومت کے سامنے پیش کریں (تالیاں) - حضور والا سب سے پہلی بات جو خواجہ محمد صفدر کی تقریر میں نمایاں تھی - اور جس کا اعادہ دوسرے الفاظ میں مسٹر محمود اعظم فاروقی نے کیا ہے - اس کی

طرف اب میں چلتا ہوں ۔ حضور والا ۔ انہوں نے اعداد و شمار اکٹھے کرکے اس ہاؤس میں اور بیرونی دنیا میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ قرضے میں غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے اور جو قرضے صوبہ اس وقت اٹھا رہا ہے یا لے رہا ہے ۔ وہ قرضے اتنے بوجھل ہیں کہ وہ ہم کئی سالوں تک آسانی کے ساتھ ادا نہیں کر پائیں گے ۔ نیز ان قرضوں کی وجہ سے جس قسم کی ترقی ہونی چاہیئے تھی اس معیار کی ترقی صوبے میں نظر نہیں آتی ۔ حضور والا ۔ مقام شکر ہے کہ پچھلے دنوں اس حزب اختلاف کے ایک بڑے جاندار اور اچھے مقرر جناب محمود اعظم فاروقی نے اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ قرضہ لینا کوئی بری بات نہیں ہے ۔ اس سے ہماری مشکل بڑی حد تک دور ہو گئی ہے ۔ ہم نے صوبے کے قریہ قریہ، گاؤں گاؤں ، بستی بستی ، اور شہر شہر عوام کو یہ یقین دلایا کہ ہم قرضے اس لئے حاصل کر رہے ہیں کہ ملک میں ترقی ہو ۔ ہم قرضے اس لئے حاصل کر رہے ہیں کہ بالاخر ہمیں وہ دن نصیب ہو جائے جب ہم بغیر قرضوں کے اپنے ملک کا کاروبار اور ترقی کے منصوبے چلا سکیں ۔

حضور والا۔ اس سلسلے میں مجھے تین بنیادی باتوں کا تذکرہ کرنا ہے ۔ پہلی بات ایک کھلی حقیقت ہے کہ ترقی پزیر ممالک اس ترقی کے دور میں بغیر قرضے کے وقت کا ساتھ نہیں دے سکتے ۔ بلکہ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ورلڈ بنک کے قرضوں کا بیشتر حصہ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کے حصے میں جاتا ہے ۔ ذرا غور فرمائیے کہ ترقی پذیر ممالک تو ایک طرف رہے خود ترقی یافتہ ممالک ورلڈ بنک سے قرضہ جات وقتاً فوقتاً حاصل کرتے رہتے ہیں ۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر ہم نے ان قرضہ جات کو اپنے ملک کی ترقی کو برقرار رکھنے کے لئے حاصل نہ کیا تو وہ ترقی یافتہ

ممالک بھی اپنی غفلت کی وجہ سے پسماندہ ممالک میں شامل ہونے لگیں گے ۔ دوسری بنیادی بات جس کا ذکر کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں یہ ہے کہ ہم قرضے اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ ہم باعزت ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑے ہو جائیں اور بالاخر ایسے قرضوں کی لعنت سے ہمیں نجات حاصل ہو جائے اور ہم آنے والی نسلوں کے لئے ایک ایسی مثال چھوڑ جائیں جو قرضوں کی لعنت سے پاک ہو ۔ یوں جناب سپیکر صاحب بات عقل کے منافی معلوم ہوتی ہے کہ ہم قرضے اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ قرضوں سے نجات حاصل ہو ۔ لیکن آپ کی تسلی اور اطمینان کے لئے میں ایک عظیم ہمسایہ ملک کی مثال پیش کرتا ہوں ۔ میری مراد چین کا ملک ہے جس نے اپنی ترقی کے لئے ابتدائی سالوں میں روس سے بے پناہ قرضے حاصل کئے ۔ اور اپنے ملک کی ترقی کو مناسب قدموں پر کھڑا کرنے کے بعد آج وہ ملک اس قابل ہو گیا ہے کہ اب اس کو بیرونی قرضوں کی بالکل ضرورت نہیں رہی ہے ۔ چین نے قرضے اس لئے حاصل کئے تھے کہ اس کو وہ دن بھی نصیب ہو جائے جب وہ یہ کہہ سکے کہ آج میرا ملک اس قابل ہے کہ وہ بیرونی قرضوں کا محتاج نہیں ہے ۔ حضور والا ۔ یہی صورت حال ہم اپنے ملک میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ حضور والا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ حکومت کی ہمیشہ خواہش رہی ہے اور رہے گی ۔ اور اسی میں ملک اور قوم کی بھلائی اور بہبودی ہے کہ ہم قرضوں کو باعزت اور اور آسان شرائط پر حاصل کریں ۔ یہ تین بنیادی باتیں میں نے عرض کردی ہیں ۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں قائد حزب اختلاف کے مزید اطمینان کے لئے یہ عرض کردوں کہ جب مرکزی حکومت قرضہ حاصل کر کے صوبائی حکومت کو دیتی ہے تو اس وقت جب وہ خود بیرونی ممالک سے قرضے حاصل کرتی ہے تو وہ چار بنیادی باتوں کا خیال رکھتی ہے۔ پہلا جو اصول ان کے پیش نظر

رہتا ہے - وہ یہ ہے کہ ملک کے قرضوں کی حد اس کے زرمبادلہ کی ۲۰ فیصد آمدنی سے نہ بڑھے -

Not more than twenty per cent of the foreign exchange earnings.

یہ ایک بنیادی بات ہے کہ زرمبادلہ کے ۲۰ فی صد سے زیادہ قرضہ حاصل نہیں کیا جاتا -

ملک محمد اختر - یہ ۴۰ فیصد ہے - اس کی تردید پرسوں ہو جائے گی یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے سامنے پرائمری کے بچے بیٹھے ہوئے ہیں -

خواجہ محمد صفدر - وہ تھوڑی سی غلطی ہو گئی ہے - سروسنگ پر ۲۰ فیصد سے زیادہ نہیں ہے -

وزیر خزانہ - نمبر ۲ - دوسرا جو اصول ہمیشہ نگاہ کے سامنے رکھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ قرضوں کی ادائیگی کی رفتار ہماری برآمدات کے بڑھنے کی رفتار سے تیز تر نہ ہونے پائے۔ تیسرا اصول جو اس سلسلہ میں ہماری راہنمائی کرتا ہے وہ یہ ہے کہ پندرہ سال سے کم مدت کے قرضے صرف برآمدات کی اہل صنعتوں اور دیگر ضروری برآمدات پر خرچ کئے جائیں اور حضور آخر میں سخت اور نرم قرضہ جات کی شرحات کو مناسب طریقے سے ترتیب دیا جائے۔ یہ چار بنیادی اصول ہیں جو ہمارے پیش نظر ہوتے ہیں اور حضور اگر یہی بنیادی اصول ہیں تو پھر سوائے اس کے کوئی اور رائے نہیں ہو سکتی کہ جو خدشات میرے واجب الاحترام دوست نے اور ان کے ساتھیوں نے اس معزز ایوان میں ظاہر کئے ہیں وہ ہر پہلو سے اور ہر لحاظ سے بے بنیاد ہیں -

حضور والا - اب سوال یہ اٹھتا ہے اور میں مشکور ہوں خواجہ صاحب کا کہ انہوں نے نہایت ہی مناسب سوال اٹھایا کہ ان قرضوں کا ملک کی معیشت اور ملک کی ترقی پر کیا اثر پڑا ہے - میں حضور والا نہایت ادب

سے یہ عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ پچھلے دس سال میں پاکستان میں ترقی کی شرح بیحد حوصلہ افزا رہی ہے ۔ gross national product میں ترقی کی توسیع تقریباً چھ فی صد سالانہ ہے ۔ ہماری برآمدات سے آمدنی تقریباً دس فیصد سالانہ کے حساب سے بڑھ رہی ہے ۔ یہ دو بنیادی باتیں بیان کرنے کے بعد یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ جو قرضے بیرونی طور پر ہم نے حاصل کئے ہیں ۔ اور وہ قرضے جو ہم نے ان حدود کے اندر حاصل کئے ہیں ان قرضوں کی وجہ سے ملک کی معیشت پر ایک خوشگوار اثر پڑا ہے (قطع کلامیاں) لیکن جناب والا ۔ ذرا غور فرمائیے ۔ . . . .

Malik Muhammad Akhtar: I may be allowed to contradict the Minister by statistics.

Mr. Speaker: The Member may please take his seat. No interruptions.

Minister for Finance: It is an internal affair. It is for the Leader of the Opposition enforce discipline among his Party.

Mr. Speaker: This is not the responsibility of the Leader of the Opposition: It is responsibility and Malik Akhtar may please bear it in mind that there should be no interruptions.

Malik Muhammad Akhtar: When there is a mis-statement of facts I may be allowed to contradict it by the documents published by the Government.

Mr. Speaker: The Member may resume his seat.

Parliamentary Secretary (Railway): Sir, this is the height of being unparliamentary.

وزیرخزانہ ۔ حضور والا ۔ اگر کسی موقع پر وہ دستاویزی ثبوت کی بنیاد پر میرے اعداد و شمار کو غلط ثابت کر پائیں گے تو میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ان کو نہ صرف بخوشی قبول کر لوں گا بلکہ آپ سے اس معزز ایوان سے اور ان سے بھی معافی مانگوں گا ۔ (خوب۔خوب)۔ لیکن میری بات کو آپ ذرا چلنے دیں ۔ چار دن تک میں آپ کی تھکا دینے

والی تقاریر سنتا رہا ہوں ۔ میں نے وہ سب باتیں سنی ہیں ۔ جن کو آپ نے بار بار دہرایا ہے لیکن آپ میری اس مشکل کا احساس فرمائیں گے کہ جب آپ نے اتنی باتیں کہی ہیں تو صوبائی حکومت کی طرف سے ایک Authentic Statement کی گنجائش بھی برداشت کرنی چاہئے ۔

حضور والا ۔ میں عرض کر رہا تھا قرضوں کے بارے میں ۔ اس کا بھی ایک دلچسپ پہلو ہے ۔ آپ کو یاد ہوگا کیونکہ آپ اور آپ کا خاندان تو برسوں سے پبلک لائف سے منسلک ہیں ۔ کہ جب چودھری محمد علی اس ملک کے وزیر اعظم تھے تو انہوں نے مالی سال ۵۶-۱۹۵۵ء میں تقریر کرتے ہوئے جہاں اور باتیں کہیں وہاں انہوں نے یہ بھی کہا تھا :۔

> "As a result of their recommendation the U.S.A. has agreed to give a generous measure of aid for which we are grateful."

انہوں نے تعریف کی ریاستہائے متحدہ امریکہ کی ۔ انہیں یہ تعریف مبارک ہو ۔

حضور والا ۔ آپ یہ سن کر بے پناہ مسرور ہوں گے کہ پہلی بار صدر ایوب کی حکومت نے ایک دانشمندانہ قدم اٹھایا ہے اور اگر آپ اس اردو کی تقریر میں انگریزی کا ایک فقرہ کہنے کی اجازت دیں تو میں یہ عرض کروں گا ۔

Now, we have diversified our aid requirements.

آگے ہم ایک ملک کے دست نگر تھے ۔ اب ہم مختلف ممالک سے امداد حاصل کرتے ہیں ۔ مختلف ممالک سے قرضے حاصل کرتے ہیں اور ممالک بھی کیسے ؟ جو مختلف سیاسی نظریات کے حامل ہیں ۔ غور کیجئے یہ بہت بڑا انقلاب ہے ۔ اس کا فائدہ یہ ہوا ہے کہ ہم اس قابل ہو گئے ہیں ۔ الحمدللہ ہم اس قابل ہو گئے ہیں ۔ صدر ایوب کی جاندار قیادت کی بدولت کہ پاکستان ایک آزاد اور متوازی خارجہ پالیسی پر عمل پیرا ہے ۔

Malik Muhammad Akhtar : Question !

وزیر خزانہ ۔ اب وہ دباؤ نہیں ہے ۔ پاکستان کی معیشت پر اور پاکستان کے دیگر امور پر جو اس صورت میں ممکن تھا اگر پاکستان اپنی تمام ضروریات صرف ایک ملک سے حاصل کرتا ۔ آج پاکستان سوشلسٹ ممالک سے قرضے لیتا ہے ۔ آج پاکستان امریکہ جیسے اور آسٹریلیا جیسے اور کینیڈا جیسے ممالک سے بھی امداد لیتا ہے ۔ آج پاکستان اس قابل ہے کہ وہ آسانی سے دنیا کی عظیم طاقتوں سے آسان شرائط پر قرضہ حاصل کر سکے اور حضور والا ۔ جیسا کہ میں نے نہایت ادب سے آغاز میں عرض کیا ہے کہ اس diversification کے process نے پاکستان کی عظمت ، عزت اور آبرو کو اونچا کر دیا ہے اور دوسری طرف پاکستان کی معیشت پر اس کا نہایت ھی خوشگوار اثر پڑا ہے ۔ حضور والا ۔ اب ھمارے تعلقات تمام بڑے ملکوں سے اچھے ہیں اور اب ھم کسی ایک کے زیر اثر ھونے کے الزام سے پاک ہیں ۔

حضور والا ۔ قرضوں کے بارے میں سب سے زیادہ اعداد و شمار سے آراستہ بیانات جو اس ملک میں دیتے رھتے ہیں وہ چودھری محمد علی ہیں اور انھی کی طرز فکر کو میرے نہایت ھی فاضل دوست جناب خواجہ صفدر صاحب اور مسٹر محمود اعظم فاروقی نے اپنایا ہے ۔ حضور والا ۔ اب دیکھئے کہ ان کے زمانے میں حالت کیا تھی ۔ ان کے زمانے میں ۱۹۵۶ء تک loans جو contract کئے سنٹرل گورنمنٹ نے اور جو صوبوں کو بعد میں منتقل کرنے تھے وہ تھے ننانوے کروڑ ۱۹۵۸ء تک ۔ اور ان میں سے صرف اکیس کروڑ روپیہ ترقیاتی منصوبوں پر خرچ ھوا ۔ ذرا غور فرمائیے صرف پانچواں حصہ قرضوں کا صرف ھوا اور باقی ۴/۵ حصہ قرضوں کا بغیر کسی تصرف کے حکومت کے پاس رھا یا حکومت کی مشینری وقت پر قائم نہ کی جاسکی جو ان قرضوں کو پوری طرح سے تصرف میں لاتی ۔ الحمدللہ اس وقت

ملک میں ایسے حالات نہیں ہیں کہ ہم کسی قسم کا الزام حکومت کے خلاف عائد کر سکیں ۔ یہ حکومت قرضے لیتی ہے ۔ یہ حکومت قرضوں کو صرف کرتی ہے ۔ اس لئے اس حکومت کے سربراہوں کو اس حقیقت کا شدید احساس ہے کہ ہم ترقی کی دوڑ میں اپنی نالائقی اور غفلت کی وجہ سے دوسرے ممالک کے مقابلہ میں پیچھے نہ رہیں ۔ حکومت چاہتی ہے کہ دوسری قوموں نے اگر کسی کام کو برسوں میں سرانجام دینا ہے تو وہی کام پاکستان کو مہینوں میں سرانجام دینا ہے ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

یہی وجہ ہے کہ آج پاکستان میں قرضے حتی‌الوسع پوری حد تک یا کم از کم بڑی اونچی percentage تک تصرف میں لائے جارہے ہیں ۔

حضور والا ۔ ہمیں یہ دوست ڈراتے رہتے ہیں ۔ فاروق صاحب نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ کل جو بچے پیدا ہوں گے وہ مقروض پیدا ہوں گے اور مزدور جو کام کرے گا اس کی مزدوری قرضے والی مزدوری ہو گی ۔ یہ جو ہمیں لہلہاتے کھیت نظر آتے ہیں یہ سب قرضوں کی نظر ہو جائیں گے ۔ میں تقابل کے طور پر آپ کے حسن سلوک کا سہارا لے کر چند اعدادوشمار پیش کرتا ہوں ۔ یہاں پر per capita debt liability کے متعلق اگر ان دو باتوں کا تذکرہ نہ کیا جائے تو قرضہ کا جو بوجھ تھا اس کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ۔ پہلا per capita debt liability ہے اور دوسرا ratio of debt servicing liability to the total foreign exchange earning ہے ۔ پہلے کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں کہ

پاکستان میں جو per capita Public Debt Liability Internal & External ہے وہ ہے ۔

Ratio of Debt Servicing Liability :

Second one is : Ratio of Debt Servicing Liability to the Total Foreign Exchange Earnings.

Pakistan's per capita Public Debt Liability External and Internal :

External works out to about 19 Dollars. As compared to this. India has per capita public debt of 44 dollars, Argentina has 67 dollars, Turkey 77 dollars, Phillipines 39 dollars and Malasyia 94 dollars.

Now the Ratio of Debt Servicing Liability to the Total Foreign Exchange Earnings :

Pakistan's was 10.8 per cent while the ratio in the case of India it was almost double this figure. This is for the year 1965-66.

یہ میں چودھری محمد علی کی تقریر سے بعض چیزیں نکال کر پیش کر رہا ہوں ۔

Economic Survey میں ۱۳٫۸ ہے ۔

وزیر خزانہ ۔ میرے پاس اس سال کی ہے ۔ جس کا دوسرے ممالک سے تقابل کر رہا ہوں ۔ الحمدللہ پاکستان کی پوزیشن بڑی اطمینان بخش ہے ۔اب آپ غور فرمائیں کہ جس قرضہ کے متعلق اتنا شور اتنا واویلا اور اتنا احتجاج کیا جاتا ہے اگر اور ملکوں کی کیفیت سامنے رکھی جائے تو پھر اس حقیقت پر انسان کو آنا پڑتا ہے کہ پاکستان اپنے وسائل اپنی حیثیت اور اہلیت کے اندر رہ کر ان قرضہ‌جات کو حاصل کر رہا ہے ۔

حضور والا ۔ اگر آپ اجازت دیں تو اس سلسلہ میں وہ اعداد و شمار بھی تفصیل کے ساتھ اس معزز ایوان کے سامنے رکھ دوں جن سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ ہمارا foreign loans کا ratio in relation to total A.D.P کتنا ہوتا ہے اور بیرونی قرضے کتنے ہوتے ہیں ۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں ۔

۱۹۶۲-۶۳ء میں ADP کا قرضہ ۱۳۵ کروڑ تھا ۔ اس میں foreign loans ۲۷٫۸۰ کروڑ تھا ۔

Mr. Speaker : Of the West Pakistan Government or Government of Pakistan.

Minister for Finance : Of the West Pakistan Government.

اس کی percentage ۲۰ فیصد ہے ۔ یعنی اس میں ۸۰ روپے ہمارے اپنے ہیں ۔

اور ۲۰ روپے بیرونی قرضے کے ہیں - اس طرح ۶۳-۱۹۶۳ء میں foreign loans کی شرح ADP کے پروگرام میں ۲۲ فیصد ہے ۶۵-۱۹۶۴ء میں یہ شرح ۱۹ فیصد رہ جاتی ہے - ۶۶-۱۹۶۵ء میں ۳۴ فیصد ۶۷-۱۹۶۶ء میں ۳۳ فیصد اور ۶۸-۱۹۶۷ء میں ۳۳ فیصد اور اس سال بجٹ estimate کے مطابق ۲۱ فیصد ہے -

حضور والا - غور کیجئے کہ ۲۱ فیصد کس پروگرام میں ہے - جس پروگرام کی مقدار ۲۳۸ کروڑ ہے - اس میں صرف ۵۰ کروڑ بیرونی قرضہ جات ہیں - باقی سرمایہ اپنا ہے یعنی بمشکل اس کا ۱/۵ ہے

a little about that

ADP میں باقی روپیہ آپ کا ہے - پھر یہ کسے ڈرانا چاہتے ہیں - کن کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں - حضور لوگ اب واقعات کو پرکھنے کے عادی ہو گئے ہیں - لوگ اب باخبر ہو گئے ہیں - لوگ اب پہچاننا سیکھ گئے ہیں- بعض لوگ تو بری طرح پہچانے گئے ہیں - پاکستان اور مغربی پاکستان کے عوام اب اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ اگر کسی قیادت نے کھوکھلے نعروں سے الگ رہ کر ٹھوس بنیادوں پر پاکستان کی تعمیر کا کام شروع کیا ہے تو وہ یہی قیادت ہے جس کی سربراہی فیلڈ مارشل صدر محمد ایوب خان فرما رہے ہیں -

حضور والا - لیکن مجھے ڈر ہے کہ میری ان باتوں کا خاطر خواہ اثر خواجہ صاحب کی شریف طبع پر نہیں ہوا - میں ان کا احترام کرتا ہوں - وہ اپنے فرائض کو نہایت دیانتداری اور محنت سے سر انجام دیتے ہیں - ایک بار جب وہ شکوہ کر رہے تھے تو میں نے بآواز بلند آپ کی ناراضگی مول لیتے ہوئے عرض کیا تھا کہ مجھے کبھی ان کی حب الوطنی پر شبہ نہیں ہوا - اگرچہ میں ان کے طریق کار اور طرز فکر سے اختلاف رکھتا ہوں -

حضور والا ۔ میرے معزز دوست چودھری انور عزیز نے Economist کا ذکر کیا تھا ۔ میں نے یہ خیال وہاں سے چوری کیا ہے ۔ میں نے سوچا کہ دیکھوں کہ وہ مزید کیا کہتا ہے ۔ بقول انور عزیز صاحب وہ پاکستان کا بھی خواہ پرچہ نہیں ۔

حضور والا ۔ اس کی سطریں کچھ طویل ہیں لیکن اس قابل ہیں کہ ایک بار ایوان کے سامنے پڑھ دی جائیں تاکہ ان کے عقیدہ میں ان کے اعتماد میں اور ان کے عزم میں پختگی پیدا ہو جائے تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ جن راہوں پر صدر ایوب ہمیں چلا رہا ہے وہی راہیں اس ملک کے لئے مفید ہیں ۔

In its international report the impartial 'Economist' of February 4, 1967 writes :

> " One of the most successful developing countries is Pakistan which also happens to be one of the poorest. In its Second 5-Year Plan ....."

(*laughter and interruptions*)

Minister for Finance : That poverty we have inherited from you..... (*laughter*).

Khawaja Muhammad Safdar : We accept it.

مسٹر حمز ۔ حکمرانوں کے پاس دولت کہاں سے آئی ہے وہ بھی بتا دیں ۔

Minister for Finance : "In its second 5-Year Plan Pakistan achieved the annual growth of 5.2%. At the same time the country's population was growing at nearly 3% a year. But most of the Plan targets were attained or surpassed with particularly startling yearly increases in manufacturing output of 13% and in exports of 7%. Though less impressive statistically the improvement in Agriculture was possible, even more significant....." (*interruptions*) They are not talking of this year Sir.

خواجہ محمد صفدر ۔ یہ تین مہینے پہلے کا پرچہ ہے ۔ ایک سال کا نہیں ہے ۔

وزیر زراعت (ملک خدا بخش) ۔ آپ نے پڑھا ہے ؟

خواجہ محمد صفدر ۔ میں نے سارا پڑھا ہے ۔

وزیر زراعت ۔ یہ پاکستان کی عزت کا مسئلہ ہے ۔

ملک محمد اختر ۔ ان ساری باتوں کی تردید ہو جائیگی ۔

Minister for Finance :

> "Though less impressive, after a period of stagnation in fiftees (nineteen fiftees) agricultural output rose by 3.5% a year. The achievements have been rightly acclaimed yet they represent no more than the first upward spurring from the hard floor of poverty. The fact remains that Pakistan achieved a momentum during the Second Plan which continues to lower the real problem of a continuing advance. This is the first battle of development."

Now, Sir, the Economist again writes :

> " As an ally Pakistan had for some years received large-scale aid from the United States but dismal political leadership wasted the potential."

Please marks the words :

"But dismal political leadership wasted the potential."

> " At the end of the decade foreign exchange reserves had dwindled and there was a severe inflation. The new regime of President Ayub which took over in 1958 continued to struggle to bring order into the administration."

"To bring order into administration." It is a tribute.

> " To aid-givers Pakistan's prospects looked very dim indeed. It is this unpromising foundation that has made Pakistan's more recent achievements so striking. Whereas India in the fiftees seemed to be doing relatively well and Pakistan very badly, especially in agriculture, the public image has been reversed in the nineteen sixties."

Now, Sir, in conclusion the Economist says :

> " The key to the success appears to be held by President Ayub Khan who has given high and personal priority to development."

حضور والا ۔ ان گذارشات کے بعد میرے فاضل دوستوں کی رائے یہ ہے کہ اس ملک میں قرضے صحیح طور پر استعمال میں نہیں آ رہے ہیں

اور ان قرضوں سے اس ملک کی معاشیات پر خوشگوار اثر نہیں پڑ رہا ہے۔ تو میں سوائے ہمدردی کے الفاظ کے ان کے بارے میں اور کچھ نہیں عرض کر سکتا۔ حضور والا۔ قرضوں کے سلسلے میں ایک دوسرا مسئلہ ہے جس کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ حضور والا کو یاد ہوگا کہ میں نے بجٹ کی تقریر کے دوران میں عرض کیا تھا کہ صدر مملکت نے ایک سوال اٹھایا تھا اور اس سوال کے بارے میں اس معزز ایوان کے ارکان کی آراء میں نے نہایت عاجزی کے ساتھ طلب کی تھیں۔ تو میں فخر کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہوں کہ ہماری پارٹی کی جانب سے معزز ارکان نے نہایت مفید مشورے دیئے ہیں لیکن اس اہم مسئلہ پر حزب اختلاف کے کسی رکن نے لب کشائی نہیں کی اور وہ کرتے بھی کیوں ؟ آخر ملک کی تعمیر ہمارے ذمہ ہے۔ ملک کے نام کو اونچا رکھنا ہمارے ذمہ ہے۔ ملک کے مسائل کو حل کرنا ہماری ذمہ داری ہے اور ملک میں ذہنی انتشار اور بے راہ روی پیدا کرنا ان کا کام ہے۔ اور وہ مسئلہ یہ تھا کہ ہم زمینوں میں کس طرح زرعی مشینری اور زرعی آلات استعمال کریں۔ چھوٹے چھوٹے جو قطعات اراضی ہیں اور جو چھوٹے چھوٹے مالکان ہیں ان کی ملکیت کو متاثر کئے بغیر ہم کس طرح سے چھوٹے چھوٹے زرعی قطعات میں مشینری کو داخل کرسکیں۔ یہ ایک سوال تھا جس پر جناب زین نورانی صاحب نے مفید مشورے دیئے۔ اگرچہ اس سلسلے میں ہمارے جوشیلے دوست رانا پھول محمد خان نے بھی بہت کچھ کہا اور اس میں انہوں نے وہ معنی پیدا کئے جو ہمارے ذہنوں میں نہیں تھے۔ رانا پھول محمد خان کے پاس علم ہے اور علم سے کہیں زیادہ حلم ہے۔ اگر حضور والا اجازت دیں تو میں عرض کروں اگرچہ تقریر طویل ہو چکی ہے کہ بعض لوگوں کے پاس علم ہوتا ہے لیکن رانا پھول محمد خان کے پاس حلم زیادہ ہے جس کو

تجربہ کہتے ہیں ۔ میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ جس خدشہ کا اظہار انہوں نے کیا ہے کہ اگر ہم نے چھوٹے مالکان کی ملکیت کو متاثر کیا تو زمیندار تباہ ہو جائیں گے ۔ ہمارا مقصد ہرگز زمینداروں کو تباہ کرنا نہیں ہے وہ ہمارے معاشرے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ ان کا تحفظ ان کا وقار اس حکومت کا اولین فرض ہے ۔ اب جناب میں ایک اور مسئلہ کی طرف آتا ہوں جس کو خواجہ صاحب نے طنز کے طور پر اٹھایا ہے اور ہماری محرومئی قسمت کا اندیشہ فرمایا ہے اور اس مسئلہ پر قائد ایوان نے نہایت عمدگی سے سیر حاصل بحث کی ہے ۔ ان کی تقریر میں الفاظ کا چناؤ زبان کی روانی دلائل کا تسلسل غرض کہ وہ کونسی بات تھی جو رہ گئی لیکن چونکہ مسئلہ بڑا اہم ہے تو میں بھی اس سلسلے میں قائد ایوان کی تائید میں کچھ گذارشات کرنا چاہتا ہوں ۔ یہ ٹھیک ہے کہ جس مسئلہ کی آپ نے نشاندھی کی ہے وہ ایسا مسئلہ ہے جس سے آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں لیکن اس کے لئے آپ نے درد کے دریا بھی بہا دیئے اور یہ بھی فرما دیا کہ آپ اس ملک میں برسوں سے حکمرانی فرما رہے ہیں آپ نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا ۔ کاش وہ اپنی تقریر میں اپنے خیالات آگے بڑھاتے اور اس معزز ایوان کی رہنمائی فرماتے کہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ان کے پاس کیا نسخہ ہے ۔ حضور والا ۔ اگر خواجہ صاحب کے خیال کے مطابق اس ملک میں انتشار ھی انتشار ہے تو میں عرض کروں گا کہ جس قسم کا انتشار ملک میں سنہ ۱۹۵۸ سے پہلے تھا اس کا اب عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ اس ڈرامہ میں میں تو ایک خاموش تماشائی کی حیثیت سے شریک تھا لیکن حزب اختلاف کے قائد تو اگلی صفوں میں بیٹھتے تھے ۔ میں یہ ان کے جذبات کو مجروح کرنے کے لئے نہیں عرض کر رہا ہوں لیکن کیا وہ اس حقیقت سے انکار کرنے کی جرات کر سکتے ہیں کہ جس قسم

کا انتشار سنہ ۱۹۵۸ سے پہلے مغربی پاکستان کے صوبوں میں اور مشرقی پاکستان میں تھا اگر وہ انتشار کچھ عرصہ اور رہتا تو خاکم بدھن اس ملک کی آزادی بھی خطرے میں پڑ چکی ہوتی - آج ملت کا انتشار صرف چند افراد تک محدود ہے اور حضور والا اس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ جب اچانک اور بغیر اطلاع دیئے بھارت نے پاکستان کی سرحدوں پر حملہ کیا تو پاکستان کی قوم اور پاکستان کی افواج نے اپنے سے کئی گنا طاقت کو پسپا کر دیا (خوب-خوب) - یہ بات اس امر کا ثبوت ہے کہ ملک میں انتشار اس حد تک نہیں ہے جس حد تک کہ سن ۱۹۵۸ء سے پہلے تھا لیکن میرا شکوہ خواجہ صاحب سے بدستور ہے - اگر وہ مصر ہیں کہ ملت اسلامیہ منقسم ہے اور انتشار کی زد میں آچکی ہے تو اس کے لئے کیا لائحہ عمل تجویز کیا جائے - ہماری حکومت نے کوشش کی اور بڑی حد تک کامیاب بھی ہوئی اور آج بھی ہم کوشاں ہیں - ہم نے ایک بنیادی نصب العین اپنایا ہے جس کو article of faith کہتے ہیں کہ ہم کم ترقی یافتہ علاقوں پر ضرور توجہ دیں گے اور پھر ہم انشاء اللہ اس قابل ہو جائیں گے کہ جو تھوڑا بہت وسوسہ شکر رنجی اور شکوہ کی جو فضا بعض گوشوں میں ہے وہ انشاء اللہ ہم اپنے حسن عمل سے اپنی خدمت سے اور ان اصولوں پر عمل کرکے جن کا میں نے آغاز میں تذکرہ کیا ہے اور جو اصول ہمارے صوبہ کے گورنر صاحب نے بجٹ کے موقع پر تشکیل کئے ہیں ان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ہم اس قابل ہو جائیں گے کہ مغربی پاکستان کے ہر گوشے میں لوگوں کو برابر کے وسائل حاصل ہوں اور مغربی پاکستان کی دولت اور وسائل میں ان کا برابر کا حصہ ہو - انقلابی حکومت سے قبل اقتدار کی اور سیاسی جنگوں نے جو کہ بدنام سیاستدانوں نے شروع کر رکھی تھیں لوگوں کے جذبہ حب الوطنی کو

سرد کر دیا تھا ۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس لاھور میں جو آزادی کی تحریک کا مرکزی مقام ہے اس میں مجھ جیسے گناہ گار شخص نے اپنے کانوں سے بعض لوگوں کو یہ کہتے ھوئے سنا کہ انگریز کی حکومت موجودہ حکومت سے بہتر تھی ۔ لیکن میں آج دعویٰ سے کہتا ھوں کہ پاکستان اور مغربی پاکستان میں بالخصوص آپ کو ایک شخص بھی نہیں ملے گا جس نے اس قسم کے طرز پر سوچنا شروع کیا ھو ۔ یہ بات ظاھر کرتی ہے کہ ملک میں انتشار نہیں ہے ۔ صوبے میں انتشار نہیں ہے ۔ ھاں بعض مسائل پر دیانت پر مبنی اختلاف ھونا بھی چاھئے ۔ اگر آپ میری راھنمائی کریں یا قائد ایوان میری مدد فرمائیں تو ذوق کا شعر مجھے یاد کرا دیا جائے جس میں انہوں نے اختلاف کے متعلق کہا تھا

گل ھائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

ھمارے اختلاف کی بنیاد دیانت اور ایک نہ مٹنے والا جذبہ خدمت ہے ۔ اگر آپ اس کو انتشار کہتے ہیں اگر آپ اس کو ملک کے لئے خطرہ تسلیم کرتے ہیں تو مجھے آپ کے ادب کو ملحوظ خاطر رکھ کر یہ کہنا ہے کہ آپ ان رفقائے کار سے کچھ عرصہ کے لئے الگ ھو جائیں جن کی سوچوں نے آپ کی نیک فطرت اور صالح سوچ پر ایک ناخوشگوار اثر چھوڑا ھوا ہے ۔ حضور والا ۔ اب میں جمہوریت کی طرف آتا ھوں ۔ اس کا جواب دیتے ھوئے میں اپنی نگاہ اور زاویہ خیال کو اس طور پر رکھوں گا کہ میں جناب حمزہ کی بہت سی باتوں کا جواب دے سکوں ۔ آج جب وہ صبح تقریر کر رہے تھے تو میرا خون کھول رھا تھا ۔ میں اپنے آپ کو ٹھنڈا کرنے لئے گیلری میں چلا گیا ۔ انہوں نے اتنی نفرت اور غصہ کا اظہار کیا کہ سرور صاحب نے یہاں تک کہہ دیا کہ تقریر میں تبسم فرما لیجئے

گا ۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ہتھیار کو استعمال کرنے کے عادی نہیں ہیں ۔ بہر حال میں جمہوریت کے سلسلے میں چند گذارشات کروں گا کوشش کروں گا کہ جو باتیں آج صبح میرے فاضل دوست نے ایوان میں ارشاد فرمائیں میں ان کا جواب دے دوں ۔ مولانا فاروقی صاحب نے چند ٹکڑے اٹھا کر یہ رائے قائم کرنے کی کوشش کی کہ جمہوریت ان کی نگاہ میں کہیں نہیں ہے ۔ ان کے خیالات بجٹ تقریر میں آچکے ہیں ۔ انہوں نے تو یہاں تک کہا کہ جمہوریت کا تصور تو محض ناکارہ ہے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ جمہوریت میرے نزدیک وہ ہے جس میں پبلک کا روپیہ اچھے انداز میں خرچ کیا جائے ۔ آپ ان الفاظ پر غور فرمائیں یہ نتیجہ نکالنا ان کا کام تھا آپ اور میں نے یہ نتیجہ نہیں نہیں نکالنا ۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ بعض لوگ بڑے عجیب انداز میں اور کھلے بندوں تقویٰ اور اسلام دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس شخص کے متعلق جو انگریزی لباس میں ملبوس ہو یہ رائے رکھ لیتے ہیں کہ اس کو اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے تو ان کے دل ان کے ذہنوں سے اس قدر دور ہیں ۔ اگر ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اس جمہوریت کے علمبردار ہیں جو جمہوریت آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو دی تو ہم بھی اسی جمہوریت کے علمبردار ہیں بلکہ ہمارا تو ایمان ہے کہ اگر اس دنیا میں جمہوریت کسی شخصیت نے رائج کی ہے تو وہ شخصیت ہمارے پیارے نبی اور پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی ہے ۔ تو انہوں نے اپنی تقریر کے دوران یہ دعویٰ کیا کہ وہ اسلامی جمہوریت کے قائل ہیں لیکن ساتھ ہی انہوں نے امریکن قانون دانوں کا حوالہ دیا جس میں یہ کہا جاتا ہے ۔ Govt. of the People; by the People; for the People لیکن ہمارا یہ تصور نہیں ہے ۔ ہمارا جمہوریت

کا تصور یہ ہے کہ جس میں لوگ اپنے معاملات کو آزادی کے ساتھ اور بغیر روک ٹوک کے طے کر سکیں ۔ ہمارا جمہوریت کا تصور یہ ہے کہ ہم قومی قرضوں کو زیادہ سے زیادہ لوگوں کی بھلائی کے لئے صرف کر سکیں ۔ حضور والا ۔ کون سے بری بات ہم نے کر دی ۔ اور پھر انہوں نے اس چیز کو رنگ بھی دیدیا اور وہ کئی بار کہہ چکے ہیں ۔ کاش وہ اس ہاؤس میں ہوتے تو میں یہ بات تفصیل سے دہراتا کہ جمہوریت کی ایک متعین شکل نہیں وہ مختلف ملکوں میں مختلف شکلوں میں رائج ہے ۔ یہ چیز موجود ہے لیکن اس کی اشکال مختلف ہیں ۔ کون اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ جس قسم کی جمہوریت گریٹ برٹن میں ہے اس قسم کی جمہوریت امریکہ میں نہیں ہے اور جس قسم کی جمہوریت امریکہ میں ہے اس قسم کی جمہوریت فرانس میں نہیں ہے اور جس قسم کی فرانس میں ہے اس قسم کی روم کی پارلیمنٹ میں نہیں ہے ۔ لیکن اختلاف کے باوجود یہ کہا جائے گا کہ ان ممالک میں جمہوریت ہے ۔ پاکستان میں پارلیمانی طرز کی جمہوریت نہیں ہے ۔ پاکستان میں ایک ایسی جمہوریت ہے جس میں ہر سطح پر عوام کو حکومت کے انتظام میں شامل کیا گیا ہے ۔ آج پاکستان کے دیہات زندگی سے ابل رہے ہیں ۔ آج لوگوں میں عزم ہے۔ آج لوگوں میں عمل ہے ۔ آج لوگوں میں ہمت ہے ۔ محنت کا ولولہ ہے ۔ یہ سب چیز اس جمہوریت کی مرہون منت ہے جو ہمارے مزاج کے مطابق ہے ۔ اگر صدر ایوب مارشل لاء کے بعد پارلیمنٹری طرز کی جمہوریت کو دوبارہ نافذ کر دیتے تو تاریخ اور آنے والی نسلیں انہیں کبھی معاف نہ کرتیں ۔ کیونکہ اس طرز جمہوریت میں سوائے مایوسی کے ، سوائے سیاسی رسہ کشی کے ، سوائے عوام کے مسائل سے اغماض کرنے کے اور کوئی خوبی نہیں تھی ۔ لیکن اس بنیادی جمہوریت کا آغاز ہوتا ہے ڈیولپمنٹ سے اور اس کا انجام ہوتا ہے

ڈیولپمنٹ پر ۔ حضور والا ۔ اگر ہماری قوم نے اپنے قیمتی لمحات ضائع کر دیئے اور وہ اس قسم کی لا حاصل بحثوں میں الجھ کررہ گئی ۔ اس نے ڈیولپمنٹ کی طرف توجہ نہ دی ۔ تو پھر حضور والا زمانہ بیرحم ہے ۔ زمانہ ان قوموں کا ساتھ نہیں دیتا جو اپنا وقت اور قوت ضائع کردیں اور جو موقع سے فائدہ اٹھا کر ترقی کی منازل کو جلدی سے طے نہ کریں ۔ حضور والا ۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ اس ملک میں آزادی تقریر نہیں ہے ۔ میں تو انہیں سمجھا سمجھا کر تھک گیا ہوں۔ اتفاق سے پچھلے دنوں لاہور میں پی ۔ ڈی ۔ ایم کا ایک عظیم اجتماع ہوا ۔ میرے قابل صد احترام دوست جناب خواجہ محمد صفدر صاحب غالباً اس کی صدارت فرما رہے تھے ۔ اس میں جو خطبہ پڑھا گیا اس کے چند اقتباسات یہاں پیش کرتا ہوں ۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ ان کو آزادی تقریر حاصل ہے یا نہیں ہے ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ میں اس کا صدر نہیں تھا ۔ سید محمد صابر جعفری صاحب اس کی صدارت فرما رہے تھے ۔

وزیرخزانہ ۔ کیا فرماتے ہیں وہ اپنی تقریر دل پذیر میں ۔ ذرا لمبا اقتباس ہے حضور والا ۔

> ”تحریک جمہوریت کے صوبائی ممبران کی متفقہ رائے تھی کہ محض دفتر میں بیٹھ کر خط و کتابت کر کے مغربی پاکستان کے طول و عرض میں عوام تک تحریک کا پیغام پہنچانا ممکن نہیں ۔ بالخصوص ان حالات میں جب کہ حکومت کی جانب سے پریس اور پلیٹ فارم پر ناروا پابندیاں عائد ہیں ۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ ان مشکلات پر قابو پانے کے لئے تحریک جمہوریت کے رہنمایان کرام صوبے کے طول و عرض میں جا کر عوام سے رابطہ قائم کریں ۔ اور انہیں تحریک جمہوریت کے

پرچم تلے جمع ہونے کی ترغیب دیں ۔ چنانچہ پہلا وفد جو خواجہ محمد صفدر ، سید صابر جعفری اور چودھری غلام جیلانی پر مشتمل تھا ۔ ۱ نومبر کو ملتان اور بہاولپور ڈویژن کے دورہ پر روانہ ہوا ۔ جناب حمزہ صاحب بھی بعض اضلاع میں تحریک کے شریک سفر رہے ۔ ،،

آپ کو وہ '' فیلو ٹریولر ،، کہتے ہیں (قہقہے) دیکھئے ہم آپ کو کتنا اچھا مقام دیتے ہیں ۔

'' ان آٹھ روز میں ملتان ، شجاع آباد ، بہاولپور ، بہاولنگر ، حاصل پور ، رحیم یار خان ، مظفر گڑھ ، ساہی وال اور ڈیرہ غازی خان میں مقامی تحریک جمہوریت کی شاخوں کے زیر اہتمام کارکنوں سے خطاب (چھوڑیئے اس کو) بار ایسوسی ایشن سے خطاب (چھوڑیئے اس کو) مجالس مذاکرہ (چھوڑیئے اس کو) اور جلسہ ہائے عام کا اہتمام کیا گیا ،،

یہ پیغام دے رہے ہیں اپنے ڈیلی گیٹوں کو کہ جلسہ عام کا اہتمام کیا گیا ۔

'' خدا کے فضل و کرم سے یہ دورہ کامیاب رہا اور ان اضلاع میں تحریک کے مقاصد کو بڑی تقویت پہنچی ،،

اس کے بعد فرماتے ہیں ۔

اس کے علاوہ چودھری محمد علی ، میاں ممتاز محمد خان دولتانہ ، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے مختلف علاقوں کے دورے کئے ۔ اور ہر جگہ تحریک جمہوریت کے کارکنوں نے جلسوں کے علاوہ رابطہ عوام کی تقریبوں کے انتظامات کئے ،،

آگے وہ فرماتے ہیں ۔ جناب والا ۔

"جس سے تحریک کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی" ۔

نتائج بھی آگئے ۔ تحریک مقبول بھی ہوئی پھر بھی یہ گلہ ہے کہ ہم وفادار نہیں (قہقہہ) ۔ حضور والا ۔ یہ اجتماع حال ہی میں ہوا ہے ۔ ہمیں اعتراف ہے کہ بعض اضلاع میں دفعہ ۱۴۴ نافذ ہو گی ۔ ہوتی رہتی ہے ۔ یہ مقامی انتظامیہ کا کام ہے ۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مقام پر ایک ضلع میں اس وقت دفعہ ۱۴۴ لگا دی گئی جب کہ مسلم لیگ وہاں جلسہ کرنا چاہتی تھی ۔ اور جب ڈپٹی کمشنر کی طرف رجوع کیا گیا تو اس نے کہا ۔ اگر تو صوبائی حکومت کا حکم ہے تو وہ الگ بات ہے لیکن اگر میں اس ضلع کا ناظم اور منتظم ہوں ۔ اگر ضلع کا نظم و نسق میرے سپرد ہے تو میری دانست میں دفعہ ۱۴۴ کا لگانا اشد ضروری ہے ۔ میں آپ کو نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دیتا ہوں کہ ہم آپ کی جماعت کو جلسہ کرنے کی اجازت نہیں دیتے ۔

حضور والا ۔ یہ دو باتیں مختلف ہیں ۔ ایک یہ کہ حکومت کی طرف سے کوئی اس قسم کا آرڈر جاری ہو کہ صوبہ میں کسی جگہ لوگوں کو جلسہ نہ کرنے دیا جائے اور دوسرے یہ کہ مقامی انتظامیہ مقامی حالات کو پیش نظر رکھ کر اس بات کا فیصلہ کرے کہ ان حالات میں دفعہ ۱۴۴ کا نافذ کرنا ضروری ہے ۔ وہ الگ بات ہے ۔ اور دونوں میں بڑا فرق ہے ۔ وہ مقامی انتظامیہ کے فیصلہ کو یہ معنی دیتے ہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ حکومت صوبہ میں شہری آزادی کے خلاف ہے ۔ یا آزادی تقریر کے راستہ میں رکاوٹ ڈالنا چاہتی ہو ۔

حضور والا ۔ انہوں نے پریس کی آزادی کا ذکر چھیڑا ہے ۔ یہ میرے ذاتی خیالات ہیں جو میں یہاں پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ مجھے امید ہے

حکومت ان سے اتفاق کرے گی ۔ اگر اس ملک میں جمہوریت نے چلنا ہے ۔ جیسا کہ میرا ایمان ہے کہ یہاں سوائے جمہوریت کے اور کوئی نظام نہیں چلے گا ۔ یہاں آمریت کی کوئی گنجائش نہیں ہے ۔ اگر یہاں آمریت کی گنجائش ہوتی تو یہاں مارشل لاء تمام عمر کے لئے نافذ رہتا (ایک آواز ۔ وہ تو ہے) ۔

اگر یہاں کوئی حکومتی نظام کامیابی کے ساتھ چلایا جا سکتا ہے تو وہ صرف جمہوریت کا نظام ہے ۔ اب جب جمہوریت نے چلنا ہے ۔ حضور والا میں چند منٹوں میں اپنی تقریر ختم کر دونگا ۔

مسٹر سپیکر ۔ آپ جتنا وقت لینا چاہیں لے سکتے ہیں ۔

وزیر خزانہ ۔ اگر جمہوریت نے یہاں چلنا ہے اور یہ ضرور چلے گی ۔ اس کے سوائے اور کوئی راستہ نہیں ہے کیونکہ ہم نے واضح کر دیا ہے کہ ہماری روایات جمہوری ہیں ۔ اس لئے اس کے سوائے اور کوئی چارہ نہیں ۔ اب حضور والا اگر آپوزیشن کو یہ حق ہے کہ کسی پرچہ کی سر پرستی کرے یا اپنے خیالات کے پرچار کے لئے کسی اخبار کا سہارا لے یا اس کی سرپرستی کرے تو حکومتی پارٹی کو کیوں یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے خیالات کے پرچار کے لئے ایک اخبار کا سہارا لے (تالیاں) ۔ حضور والا ۔ وہ کیسی جمہوریت ہوگی جس میں حکومتی پارٹی کو تو یہ حق نہ ہو کہ وہ اپنے لئے اخبارات کو مخصوص کرے صرف آپوزیشن کو یہ اختیار ہو کہ وہ اخبارات کی مالک بنے اور انہیں own کرے ۔ حضور والا ۔ اگر جمہوریت کو صحیح خطوط پر چلانا ہے تو جو حق آپوزیشن اپنے لئے مانگتی ہے وہی حق اسے حکوتی پارٹی کو بھی دینا ہوگا ۔ آج حضور والا حالت یہ ہے کہ صوبہ میں تین قسم کے اخبارات نکلتے ہیں کچھ اخبارات وہ ہیں جو دن رات آپوزیشن کے افکار

کا پر چار کرتے ہیں ۔ ہمیں شکوہ نہیں ، ہمیں گلہ نہیں ۔ حتیٰ کہ وہ تو حکومتی پارٹی کے قائدین کا ایک لفظ بھی نہیں چھاپتے ۔ میں یہ حقیقت بیان کر رہا ہوں ۔ کئی اخبارات حکومتی پارٹی کے نقطہ نگاہ کو عوام تک پہنچاتے ہیں ۔ وہ کیوں اپنا نقطہ نگاہ عوام تک نہ پہنچائیں ؟ یہ حکومت ہی کیسی جو اپنے کارنامے اپنی عوام تک نہ پہنچائے ۔ یہ حکومت ہی کیسی ٹھہری کہ جو عوام کی بہبود کے لئے جو باتیں کرتی ہے وہ عوام تک نہ پہنچائے ۔ تیسرا گروہ ان اخبارات کا ہے جو آزاد منش ہیں اس میں جنگ اخبار آتا ہے اور بھی بہت سے اخبار آتے ہیں ۔ اگر جمہوریت نے چلنا ہے یا وہ جمہوریت جس کا تصور وہ دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں اس جمہوریت نے بھی چلنا ہے تو پھر یہ حق ہر جماعت کو دیا جائے کہ وہ اپنے افکار کے پرچار کیلئے کسی نہ کسی اخبار کا سہارا لے ۔ خدا را طعنہ زنی کو ختم کیجئے کہ فلاں اخبار ضمیر فروش ہے ۔ فلاں اخبار کا ذہن مردہ ہو چکا ہے یہ بات نہیں ہے ۔ حکومتی پارٹی کا اپنا ایک منشور ہے ۔ اپنا ایک پروگرام ہے ۔ اپنی ایک جماعت ہے ۔ اپنا ایک قائد ہے ۔ اپنے اس کے ارادے ہیں ۔ اپنے اسکے منصوبے ہیں جن کے لئے عوامی تائید حاصل کرنا ضروری ہے ۔ اگر اخبارات کا سہارا نہ ہو تو وہ عوامی تائید کن ذرائع سے حاصل کرے گی ۔ میں مانتا ہوں کہ آپوزیشن کو بھی حق حاصل ہونا چاہئیے کہ وہ بھی اپنے پرچار کے لئے چند اخبارات کا سہارا لے ۔ کس نے اس حقیقت سے انکار کیا ہے ؟ کس نے اس حق کو جھٹلایا ہے ؟ لیکن مجھے اس منطق کی ابھی تک سمجھ نہیں آ سکی کہ اس ملک میں جمہوریت اور پریس صرف اسی صورت میں آزاد ہے کہ پریس صرف آپوزیشن کے راگ الاپے اور حکومتی پارٹی کے جو جائز کارنامے یا جائز کارروائیاں ہیں وہ عوام تک نہ جانے دے ۔ حضور والا ۔ اگر اس تصور کو

آپ نے اس ملک میں رائج کر دیا تو آپ دو قسم کی آمریت کا پرچار کر رہے ہوں گے جس سے ہمیں بچنا چاہئیے - آمریت آپوزیشن کی ہو یا آمریت حکومتی پارٹی کی ہو ملک کے لئے نقصان دہ اور ضرر رساں ہے - ملک کے لئے اگر کوئی چیز موافق ہے تو وہ یہ ہے کہ جیسے آپوزیشن کو حق ہے کہ وہ اپنے خیالات کو عوام تک پہنچائے اسی طرح حکومتی پارٹی کو بھی حق ہے . . . . . .

Malik Muhammad Akhtar : What about taking over of Progressive Papers ?

وزیر خزانہ - کاش میں اتنا آزاد ہوتا کہ اپنے دل کی بات ٹرسٹ کے پرچوں کے بارے میں کہہ دیتا لیکن میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ بسا اوقات آپ کی تقریر کو آپ کی اصل تصویر سے کہیں زیادہ پیش کر دیتے ہیں (قہقہ) (وہ میرے دوست ہیں) - حضور والا کیا کیا نہیں کہا گیا - آپ اتنے صبر اور سکون سے سننے کے عادی ہو گئے ہیں - اچھے سپیکر اور اچھے جج کی یہی خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ سکون سے سنتے رہتے ہیں لیکن ہم اس صبر کے عادی نہیں ہیں لیکن ان چار دنوں میں ہم نے بھی اپنے اندر یہ خصوصیت پیدا کر لی ہے -

حضور والا - میرے محترم دوست میجر محمد اسلم جان صاحب نے مہربانی فرماتے ہوئے یہ کہا ہے کہ ہم ڈیکلریشن نہیں دیتے ہیں - ڈپٹی کمشنر بھی لکھتا ہے لیکن آپ پھر بھی ڈیکلریشن نہیں دیتے ہیں - آپ کہتے ہیں کہ مرکزی حکومت سے پوچھنا ہے - اگر آپ اجازت دیں تو اعداد وشمار کی روشنی میں عرض کروں گا کہ ۱۹۵۸ء میں اس صوبہ میں روزناموں کی تعداد ۶۰ تھی اس سال یعنی ۱۹۶۸ء میں it was raised from 60 to 82 ۵۰ فیصد بڑھے یعنی ۲۲ زیادہ ہو گئے - اس کے متعلق غور کیا جائے - اسی طرح ۱۹۵۸ء میں Periodicals; Bi-weekly,

Weekly & Monthly کی تعداد ۷۲۱ تھی۔ اب غریب نواز ان کی تعداد ۱۰۲۳ ہو گئی ہے ۔ یعنی ان میں ۳۰۰ کا اضافہ ہوا۔ اس پر بھی غور کیجیئے ۔ جہاں حکومت ان کے ڈیکلریشن کی اجازت نہیں دیتی ہے اسکی دو وجوہات ہوتی ہیں ۔ تیسری وجہ کم از کم میرے علم میں نہیں ہے اگر وہ وجہ حزب اختلاف کے کسی رکن کے ذہن میں ہو تو میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ لیکن بحیثیت وزیر اطلاعات کے اور اس پر تقصیر کے میری رائے میں صرف دو وجوہات ہیں ۔ ایک نیوز پرنٹ کی قلت کی وجہ سے ڈیکلریشن روکنا پڑتا ہے جب کبھی روکتے ہیں ۔ دوسرے اس لئے روکتے ہیں کہ جب یقین ہو جائے کہ یہ شخص مالی لحاظ سے اس قابل نہیں ہے کہ پرچہ کو چلا سکے ۔ پرچہ چلانے کے بعد اخبار نویسوں کو تنخواہیں نہ دینا یہ کتنا دلخراش منظر پیدا کرتا ہے ۔ اس لئے یہ بہتر ہے کہ اسکو پہلے ہی روک دیا جائے ۔ یہ وجوہات ہیں۔ اسکے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں ہے ورنہ آپ دیکھیں گے کہ سائنٹیفک میڈیکل اور ٹیکنیکل رسالوں کو ہم نے کبھی نہیں روکا ہے اگر ہماری نیت ہوتی کہ ہر ایک کو روکنا ہے تو ہم ان کو روک دیتے ۔ ایک تو نیوز پرنٹ کی قلت ہوتی ہے دوسرے جب تک ہماری تسلی نہ ہو جائے کہ یہ مالی طور پر اس قدر مضبوط ہے ہم اس وقت تک اجازت نہیں دیتے ہیں ۔ مجھے امید ہے کہ میرے بھائی کی تسلی ہو گئی ہو گی ۔

جناب والا ۔ جناب خواجہ صاحب نے تذکرہ فرمایا ہے کہ ہم نے ہدایات جاری کی ہیں کہ فلاں اخبار کو نہ لیا جائے ۔ ہم نے کسی کے متعلق نہیں کہا ہے ۔ ۔ ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ میں نے نہیں کہا ہے ۔

مسٹر حمزہ ۔ ''فلاں کو لیجئے'' کہا ہے ۔

وزیر خزانہ ۔ ہاں فلاں کو لیجئے ۔ آپ بھی سادا ہیں ۔ ہم سے یہ کہا جائے کہ تم اپنے دوستوں کو چھوڑ کر نا مہربان کی طرف چل پڑو یہ زیادتی کی بات ہے۔ یہ تو ہم کرسکتے ہیں اور ہمیں کرنا بھی چاہئے اور ہم کرتے بھی ہیں ۔ ہم کسی کو روکتے یا ٹوکتے نہیں ہیں کہ فلاں اخبار کیوں پڑھتے ہو ۔ لیکن یہ تو ہمارا حق ہے کہ فلاں فلاں اخبار میں آپ کے نقطہ نگاہ سے تعلیم کے نقطہ نگاہ سے ، تدریس کے نقطہ نگاہ سے اچھا مواد چھپا ہے اس لئے آپ اس کو لیں . . . .

خواجہ محمد صفدر ۔ لفظ "only" ہے ۔

وزیر خزانہ ۔ حضور والا۔ ہنگامی حالات کا بھی ذکر آیا ہے کہ یہ بلاوجہ ہیں ۔ اس وجہ سے بنیادی حقوق پائمال ہو رہے ہیں ۔ یہ سرسری تذکرہ ہوا تھا میں بھی اس کے متعلق سرسری بات کرتا ہوں ۔ کتنا بھی حزب اختلاف کے رہنماؤں کو یقین دلایا جائے کہ ہندوستان اپنی جنگی تیاریوں میں مصروف ہے اس کے لئے کون سے الفاظ استعمال کئے جائیں کہ ان کو باور کرایا جائے کہ ہندوستان اپنے وسائل کو ، اپنی تمام دولت کو، اپنی جنگی طاقت کو بڑھانے پر صرف کررہا ہے ۔ اس ملک کے بسنے والوں کی مال و جان اور عزت کی حفاظت کرنا حکومت کا فرض ہے۔ اگر یہ حکومت اس فرض کی بجاآوری میں غفلت کرے گی تو نہ صرف موجودہ نسل بلکہ آنے والی نسل بھی اس کو معاف نہیں کرے گی ۔ اگر ملک کا ڈیفنس قائم ہے ۔ ملک کے دفاع کی ضروریات کی طرف توجہ ہے اور وہ تمام اقدامات کئے جا رہے ہیں جو ملک کی مضبوط دفاع کے لئے ضروری ہیں تو پھر ملک محفوظ ہے ۔ پاکستان بھی ہے، جمہوریت بھی ہے، یہ اسمبلی بھی ہے، یہ وزراء بھی ہیں اور میرے فاضل اور قابل احترام دوست خواجہ محمد صفدر صاحب بھی ہیں ۔

چودھری محمد سرور خان - اور ملک اختر صاحب کے متعلق کیا خیال ہے ؟

Minister for Finance : Malik Akhtar lives. Nobody can stop him.

تو جناب والا - وہ لوگ جو کہ ہندوستان کی جنگی تیاریوں پر گہری اور عمیق نظر رکھتے ہیں ان سے پوچھیں کہ وہ ایمرجنسی کے تسلسل کے بارے میں کیا سوچتے ہیں - یہ ٹھیک ہے کہ وہ ان نشستوں پر بیٹھکر اس کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ ایمرجنسی کو ختم کیا جائے اور بنیادی حقوق بحال کئے جائیں - لیکن جن افراد کو قوم نے یہ فریضہ سپرد کیا ہے کہ وہ اس ملک کی حفاظت کا انتظام کریں وہ ان کی ان باتوں میں نہیں آ سکتے - ملک کا تحفظ ہر حکومت کا اولین فرض ہے اور ایمرجنسی جو کہ اس وقت جاری ہے وہ ملک کے اسی تحفظ کے پیش نظر جاری ہے اور اس کے سوا اس میں اور کوئی سیاسی یا ذاتی منفعت کار فرما نہیں ہے -

جناب والا - فاروق صاحب نے ایک اور دلچسپ بات کی ہے اگر اس کا تذکرہ بھی کردوں تو بہتر ہو گا - انہوں نے فرمایا ہے کہ عام نظم‌ونسق پر ہم تعلیم وغیرہ کی نسبت زیادہ اخراجات کر رہے ہیں اور ان میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے - تو میں ان کے اس دعویٰ کی * X X X اگر یہ الفاظ غیر پارلیانی ہوں تو مجھے اجازت دیجئے کہ میں انہیں واپس لوں میں ان کے دعویٰ کو جھٹلانے یا ان کو غلط ثابت کرنے کے لئے عرض کروں گا - - -

مسٹر سپیکر - چونکہ آپ نے خود بھی محسوس کیا ہے کہ آپ نے جو الفاظ ابھی استعمال کئے تھے وہ غیر پارلیانی ہیں اس لئے وہ الفاظ اسمبلی debate کا حصہ نہیں بنیں گے -

وزیر خزانہ - جناب والا - ۱۹۶۴-۶۵ء سے ۱۹۶۷-۶۸ء تک عام نظم و نسق کے اخراجات میں گیارہ فیصد اضافہ ہوا ہے جبکہ اسی عرصہ میں سول کے اخراجات میں بیس فیصد ، تعلیم میں پچیس فیصد ، زراعت اور سماجی

*Expunged as ordered by the Speaker.

بہبود میں اٹھائیس فیصد اضافہ ہوا ہے ۔ اب اعداد و شمار پر بھروسہ کیا جائے یا جو کچھ انہوں نے فرما دیا ہے اس پر اعتماد کیا جائے۔ بہرحال معلوم یہ ہوتا ہے کہ چونکہ وہ اپنی ملازمت کے سلسلے میں ذرا مصروف رہتے ہیں اس لئے انہیں وہ وقت میسر نہیں ہے جو فراغت جناب خواجہ محمد صفدر کو حاصل ہے۔ اسلئے وہ تنگئی وقت کی وجہ سے اعداد و شمار کا سہارا لئے بغیر صرف شوق خطابت میں ہی بہت کچھ کہہ جاتے ہیں۔ اپنی تقریر ختم کرنے سے پیشتر میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ جناب مظہر حسین گھلو صاحب کی تقریر کے متعلق کچھ عرض کروں جنہوں نے زبان انگریزی میں بڑی ہی موثر تقریر فرمائی تھی ۔ اور سچ پوچھئیے تو میں نے زندگی میں پہلی بار ان کو discover کیا ہے جس کے لئے میں معافی چاہتا ہوں ۔ انہوں نے بہت سی باتیں کی ہیں جو کہ انہوں نے بڑی دیانتداری کے ساتھ کی ہیں لیکن جو حقیقت ہے وہ اس کے بالکل برعکس ہے ۔ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ صوبائی سکیمیں صرف ایک ہی علاقے میں چلائی جارہی ہیں اور ایک ہی علاقے میں اخراجات کئے جا رہے ہیں ۔ حالانکہ یہ ایسا نہیں ہے کیونکہ صوبائی سکیموں کی تقسیم نہیں کی جا سکتی ۔ we cannot bifurcate them لیکن محبت کی زبان میں اور ایک دوست کی حیثیت سے میں ان سے ادب کے ساتھ یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا ان کے علاقے میں دیہی ترقیاتی کاموں کا کوئی نشان نہیں ملتا ۔ کیا ان کے علاقے میں ریل کی کوئی پٹڑی نہیں ہے ۔ کیا ان کے علاقے میں کوئی ہسپتال نہیں ہے ۔ کیا ان کے علاقوں میں سڑکوں کا جال نہیں بچھا ہوا۔ اگر یہ سب کچھ ہے تو پھر میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کے خدشات بے بنیاد ہیں کیونکہ پاکستان کا ذرہ ذرہ ہمیں پیارا ہے اور پاکستان اور مغربی پاکستان میں بسنے والے سب ہی لوگ ہماری نظر میں یکساں ہیں اور وہ سب ہی ہمارے بھائی ہیں۔ انکی بھلائی، انکی بہبود اور انکی خدمت ہمارا فرض اولین ہے ۔ یہ حکومت تہیہ کئے ہوئے ہے اور یہ ان علاقوں پر اسی

وجہ سے زیادہ توجہ دیتی ہے اور آئندہ بھی دیتی رہے گی کہ جو ۱۹۵۸ء سے پہلے سیاسی افراتفری کی وجہ سے نظر انداز کئے گئے تھے - میں آپ کی وساطت سے انہیں یقین دلاتا ہوں کہ ان کے علاقے کے جو مسائل ہیں اور ان کے دل میں جو تمنائیں اور جو آرزوئیں ہیں حکومت نہ صرف یہ کہ ان کا احترام کرتی ہے بلکہ ان کی تکمیل کے سلسلے میں بھی ان کا پورا پورا ساتھ دے گی - میرے کرم فرما نے ایک چھوٹی سی بات کہہ دی اور محترم فاروقی صاحب نے بھی اس کی جانب اشارہ کیا تھا اور وہ مسئلہ شراب کا ہے - میں یہ بات نہایت ادب کے ساتھ عرض کروں گا کہ آپ اس کو قبول فرمالیجئے کہ حکومت شراب پینے والوں کی سرپرستی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی - امتناع شراب کا قانون تمام صوبے پر نافذ ہے سوائے تین علاقوں کے - - - - -

مسٹر حمزہ - قطع کلامی معاف ہو - جب آپ سے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ جن افسروں کے پاس شراب پینے کے لائسنس ہیں ان کے نام بتائیں تو آپ ان کے نام کیوں نہیں بتاتے -

وزیر خزانہ - جناب والا - میں اس کے متعلق یہی عرض کروں گا کہ جس مذہب سے آپ کا تعلق ہے مجھے بھی اسی مذہب سے وابستگی کا فخر حاصل ہے - ہمارے مذہب میں بار بار اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ لوگوں کے عیوب کو چھپاؤ - یہ ملک و قوم کی کوئی خدمت نہیں ہے کہ کسی کے ذاتی فعل کو عوام میں اچھالا جائے - کم از کم میں اس بات میں احتیاط برتتا ہوں اور جب تک میں وزیر آبکاری رہوں گا میں یہ دیکھوں گا کہ لوگ شراب پینا ترک تو کر دیں لیکن شراب پینے کی وجہ سے سوسائٹی میں ان کی تذلیل نہ ہو ، ان کا مذاق نہ اڑایا جائے - یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی تعریف بھی ہے کہ وہ ستارالعیوب ہے - وہ لوگوں کے عیوب پر پردہ ڈالتا ہے - ان کو ڈھانپتا ہے - چھپاتا ہے -

مسٹر حمزہ ۔ کیا آپ کو علم ہے کہ قرآن میں شراب کو ام الخبائث قرار دیا گیا ہے ۔

Mr. Speaker : This is not the question hour.

وزیر خزانہ ۔ جناب والا ۔ اسے قرآن نے ام الخبائث کہا ہے اور اسی لئے میں آپ اور خواجہ صاحب اسے نہیں پیتے۔ اس کے علاوہ آپ کیا چاہتے ہیں ۔ بہرحال میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک فاضل رکن نے یہ کہہ دیا کہ پرمٹوں پر جتنی شراب لی جاتی ہے صوبے میں اس سے کہیں زیادہ شراب استعمال میں آرہی ہے۔ تو ان کا اعتراض فرمانا بجا ہے لیکن اس کی بھی وجہ ہے اور وہ یہ کہ مسلمان تو شراب نہیں پی سکتے اور صرف وہ مسلمان ہی پی سکتے ہیں کہ جن کے بارے میں ڈاکٹر صاحبان کہیں کہ اس کی صحت کے لئے شراب کا مہیا کرنا ضروری ہے ۔ لیکن بعض شہروں میں بیرونی ممالک سے لوگ آتے ہیں اور سیاح بھی آتے رہتے ہیں جن میں کوئی جرمن ہوتا ہے تو کوئی امریکن ، کوئی روسی ہوتا ہے تو کوئی سوئٹزر لینڈ کا باشندہ ۔ تو ان لوگوں کے لئے یہ لازمی نہیں ہے کہ آپ انکو کہیں کہ آپ بغیر پرمٹ حاصل کئے شراب حاصل نہیں کر سکتے۔ اس لئے بعض اوقات جن شہروں میں اس قسم کے بیرونی ممالک کے سیاح آتے ہیں تو وہاں پر پرمٹوں کے ذریعہ حاصل کی جانے والی شراب کی مقدار سے زیادہ شراب استعمال ہو جاتی ہے ۔ ہم تو خدا کے فضل و کرم سے اس قابل ہوئے ہیں کہ ان کے راستوں میں رکاوٹیں پیدا کر سکیں اور انہیں یہ بتلا سکیں کہ شراب نہ صرف یہ کہ تمہارے مذہب کی نظر میں ممنوع ہے اور حرام ہے بلکہ ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق تمہاری صحت کے لئے بھی نقصان دہ ہے لیکن ہم یہ پابندی ان پر عائد نہیں کر سکتے ہیں کہ جو باہر سے غیر ملکی اور غیر مسلم ہمارے ملک میں آتے ہیں ۔ ہم ان کو یہ تلقین نہیں کر سکتے کہ آپ شراب نہ پئیں ۔ یہ ذرا مشکل سی بات ہے اور پھر اس سلسلے میں صوبائی حکومت

ھی واحد ادارہ نہیں ہے کہ جسکی رائے آخری ھو ۔ اس سلسلے میں وزارت دفاع کو Tourist Deptt: پر کلی اختیار ہے ۔ تو اس سیاحت کی صنعت کے لئے یہ اشد ضروری ہے۔ کیونکہ جو غیر ملکی یہاں پر آتے ہیں وہ اس چیز کی طلب کرتے ہیں ۔ تو جس سال یا جس ماہ جس شہر میں سیاحوں کی تعداد زیادہ ھو جائے تو پھر ظاھر ہے کہ شراب ذرا زیادہ مقدار میں استعمال ھو جاتی ہے ۔ ورنہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے حکومت کی جانب سے کوئی بھی ایسا قدم نہیں اٹھایا جاتا کہ جس سے ان کی حوصلہ افزائی ھو اور ان کی شراب نوشی کی قوت میں اضافہ ھو ۔ حضور والا ۔ دوسری بات جو فاضل ممبر نے کی ہے یہ ہے کہ سینما کی اجازت میں ھم امتیاز روا رکھتے ہیں ۔ حضور والا ۔ یہ حقیقت کے منافی ہے ھمارے چند وضع شدہ قوانین ہیں ۔ جو درخواست ان وضع شدہ قوانین کے مطابق ھو ۔ اس کی منظوری دے دی جاتی ہے ۔ لیکن جو نہ ھو ۔ اس کو ڈویژنل سینما کمیٹی اجازت نہیں دیتی ۔ اور حکومت ڈویژنل کمیٹی کے کام میں دخل نہیں دیتی ۔ لیکن اگر ایوان کی یہ رائے ھو تو ھم ان قوانین کو بدل سکتے ہیں ۔ لیکن ان قوانین میں تبدیلی لانے سے پہلے ھمیں ملک کی عام رائے کا خیال رکھنا چاھیئے ۔ میں فاضل ممبر کو یقین دلاتا ھوں کہ جب مجھے یہ وزارت سپرد ھوئی ہے ۔ شاید ھی کوئی ایسی تجاویز ھوں ۔ جن سے یہ ظاھر ھوتا ھو کہ ھم نے چھ سو فٹ کے اندر اندر مسجد کے یا سکول ، یا ھسپتال کے نزدیک کسی کو اجازت دی ہے ۔ ھماری یہ بڑی پختہ رائے اور فیصلہ ہے کہ ھم نے ایسے شخص کو اجازت نہیں دی جو کہ مسجد کے قریب ، سکول کے قریب، کسی عبادت گاہ کے قریب سینما کی تعمیر کرنا چاھتا ھو ۔ اب ایک مسجد کراچی کی ہے جس کے متعلق فاروقی صاحب کہتے رھتے ہیں ۔ اور ھم روز

کہتے رہتے ہیں کہ فاصلہ دور ہے ۔ وہ اصرار کرتے ہیں ۔ لیکن میرے محکمہ کی جو معلومات ہیں ان کے مطابق وہ فاصلہ ٹھیک ہے ۔ حضور والا ۔ آپ نے کرم فرمائی کی نوازش کی کہ آپ نے ان کے تابڑ توڑ حملے سے بچایا ورنہ مجھے ڈر تھا کہ کہیں آپ میرے خلاف رولنگ نہ دے دیں ۔ تو شاید مجھے اس کی سزا کیا بھگتنی پڑتی ۔ لیکن حضور والا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ منظوری کے بارے میں ہماری پالیسی liberal ہے ۔ لیکن ہم liberalism انہی حدود کے اندر رکھ سکتے ہیں ہم اس سے باہر نہیں جا سکتے ۔ لیکن اگر یہ ایوان محسوس کرے کہ وہ ایسے قوانین ہیں جنہیں رائے عامہ پسند نہیں کرتی تو ان میں تبدیلی کی جا سکتی ہے ۔ لیکن جو قوانین وضع کئے گئے ہیں وہ اس ملک کے بسنے والے باشندوں کے مذہبی اور دیگر جذبات کو پیش نظر رکھ کر وضع کئے گئے ہیں ۔ حضور والا ۔ اب میں بہت باتیں نہیں کروں گا ۔ البتہ کچھ باتیں دہراؤں گا جو کہ قائد ایوان نے کہی ہیں ۔ میرے فاضل دوست رانا پھول محمد خان نے پچھلی بار اور اس بار بھی کہا ہے کہ ملازمین میں ۸۵ فیصد کوٹہ دیہاتیوں کا ہو ۔ میں کہتا ہوں کہ وہ ہمارے بھائی ہیں ان کے لئے cent per cent ہونا چاہیئے ۔ کیوں نہ ہو ۔ حضور والا ۔ دنیا بڑی ترقی کر چکی ہے ۔ ہمیں اپنے سماج کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں منقسم نہیں کرنا چاہیئے ۔ ہمیں چھوٹے چھوٹے جذبات کو ہوا نہیں دینی چاہیئے ۔ ہم سب ایک اُمت واحدہ کے فرد ہیں ۔ ہم سب بھائی ہیں ۔ اگر ہم ان چھوٹے چھوٹے تفرقوں کو own کریں تو پھر یہ تفرقہ ہمارے سامنے آئیگا ۔ کہ ہم پنجابی ہیں ۔ پھر حضور والا کوئی کہے گا ۔ کہ یہ سندھی ہے ۔ یہ بلوچی ہے ۔ مغربی پاکستان کا ہو یا مشرقی پاکستان کا ہو ۔ ہم اول درمیان میں آخر میں پاکستانی

ہیں ۔ ہمیں اس ملک کی تعمیر کرنی چاہیئے ۔ اس ملک کی حفاظت کرنی چاہیئے اور اس ملک کا مقام اونچا کرنا چاہیئے ۔ تو ہماری ایک ہی سوچ ہونی چاہیئے کہ ہم زندہ رہیں گے پاکستان کی خاطر اور مریں گے پاکستان کی خاطر ۔

مسٹر سپیکر ۔ کرمانی صاحب پیشتر اس کے کہ ایوان کی کارروائی ملتوی کی جائے ۔ میں آپ سے ایک مسئلہ کے متعلق جو کہ اس سارے ایوان کا مشترکہ مسئلہ ہے ۔ اور جس کے متعلق فاضل ممبران نے اپنی تقریروں میں بھی حوالے دیئے تھے ۔ اس کے متعلق میں آپ کے خیالات معلوم کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ M.P.A's ہوسٹل کے متعلق ممبروں نے یہ فرمایا تھا کیونکہ یہ مسئلہ تمام ایوان کا مسئلہ ہے (تالیاں) اور ایک ممبر صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ صرف تین لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے ۔ حالانکہ یہ منصوبہ ۴۵ لاکھ کا ہے ۔ اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے ۔

Minister for Finance : I sincerely apologize. As a matter of fact the Finance Secretary had positively pointed out to me when I entered the Hall that while concluding your speech, you should be good enough to make a pointed reference to this item. I am very sorry Sir, I missed this point.

اس ہوسٹل کی estimated cost ۵۰ لاکھ ۶۶ ہزار روپیہ ہے current year بجٹ ۶۸-۱۹۶۷ میں جناب ۱۰ لاکھ ٹوکن رکھے گئے تھے ۔ اور revised estimates ۶۸-۱۹۶۷ء میں nil اور وہ ساری amount اس سال surrender ہو گئی ۔ اس کی جناب وجہ یہ تھی کہ جس جگہ حضور والا اس ہوسٹل کو تعمیر کرنا تھا وہاں بلا اجازت کچھ لوگوں نے تعمیرات کی ہیں ۔ اور وہ لوگ وہاں سے اپنے آپ کو دور لے جانے کے لئے آمادہ نہ ہوتے تھے ۔ جب ہم قانون کی مشینری کو

حرکت میں لائے تو وہ ھائی کوٹ میں چلے گئے ۔ اور رٹ کے بعد انہوں نے وھاں سے کچھ stay order لے لیا ۔ کچھ ایسی بات ہے ۔ اب حضور والا چند دن ھوئے ڈیڑھ مہینہ سمجھئے دو مہینہ سمجھئے ھم حضور والا اس قابل ھوئے ہیں کہ اس جگہ کا قبضہ حاصل کرسکیں ۔ حضور والا ۔ ھماری جو second surrender ھوتی ہے وہ اپریل میں ھو جاتی ہے ۔ آپ ذرا غور فرمائیے ۔ یہ تو محکمہ نے سارا معاملہ surrender کر دیا ۔ لیکن حضور والا اب ھم اس کام کو کریں گے ۔ اور اس وقت آئندہ سال کے بجٹ میں تین لاکھ روپے کی provision رکھی گئی ہے ۔ جو یکم جولائی کو start ھوتا ہے ۔ لیکن میں عرض کرتا ھوں کہ آئندہ سال میں اس سے زیادہ رقم کی ضرورت ھوئی تو حکومت اس پر خرچ کرے گی (تالیاں) ۔ اور حضور والا مجھے یاد ہے کہ جب meeting ھوئی تھی ۔ تو جناب نے ارشاد فرمایا تھا کہ ۱۹۷۰ء میں اس معزز ایوان کے ممبران کی تعداد ۲۱۸ ھو جائیگی ۔ اب تنگی ہے تو اس وقت کیا حشر ھوگا ۔ اور اگر اس وقت ھوسٹل کی تعمیر کا کام شروع نہ کیا گیا تو ڈر ہے کہ اس وقت بہت سے مسائل پیدا ھونگے ۔ اور حضور والا آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی باخبر ھوں کہ بپھرا ھوا ھاؤس جو ہے وہ تو کسی کے لئے بھی سود مند نہیں ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔ کرمانی صاحب ایک میری بھی خواھش ہے اور وہ یہ ہے کہ اس اسمبلی کے دوران اگر Communication Minister صاحب اسے بنوا سکیں ۔ آپ یہ مہربانی فرمائیں تو ھم اس کے لئے مشکور ھوں گے ۔

Minister of Finance : Sir, I will do my best. I again assure you that no effort will be spared in constructing the Hostel during the life-time of this Assembly.

Mr. Speaker : Thank you very much.

وزیر مواصلات و تعمیرات (مسٹر محمد خان جونیجو) ۔

جو ابھی فنانس منسٹر صاحب نے ہمیں پیسے کے سلسلے میں surance
ہے ۔ میں آپ کی اطلاع کی خاطر عرض کروں گا کہ جہاں تک
سکیم کا تعلق ہے ہم نے اس سکیم کی پلیننگ تو مکمل کر لی ہے
میں یہ درخواست کروں گا کہ اس پراجیکٹ کی total cost ۴۵ لاکھ
ہے ۔ اور اس سال جو ہمیں A D P میں ملا ہے وہ کوئی تین لاکھ
تو میں فنانس منسٹر کی خدمت میں یہ درخواست کرونگا کہ
پراجیکٹ کو اس طریقہ سے phase out کیا جائے تاکہ ہم دوسال کے
اس building کو مکمل کر سکیں ۔ اور جہاں تک میرے ڈیپارٹمنٹ
تعلق ہے میں یہ آپ کی اطلاع کے لئے عرض کروں گا کہ اگر آئندہ
۲۵ یا ۳۰ لاکھ روپے میرے حوالے کئے گئے تو میں یقیناً خرچ کر سکو
گا ۔ اور اس سلسلہ میں عرض کروں گا کہ فنانس منسٹر اس سلسلے
ایک meeting بلا لیں ۔ جس میں سپیکر صاحب ، لیڈر آف دی ہاؤس ہو
اور مجھے بھی اطلاع دے دیں تاکہ ہم یہ دو سال کے لئے پروگرام
بنالیں اور اس اسمبلی کے دوران یعنی آخری سیشن سے پہلے آپ کی عمارت
بن جائے ۔

Minister of Finance : I accept Sir.

Malik Muhammad Akhtar : There is a technical difficulty Sir.

Mr. Speaker : The Member should not name technical difficulties. He may please take his seat (*interruptions*). He should not worry for that. Everything has been arranged. Even the price has been paid for that and the land stands transferred in the name of the Provincial Government.

The House is adjourned for Monday to meet at 8.00 a.m.

The Assembly then adjourned (at 9-40 p.m.) till 8-00 a.m. on Monday, the 24th June, 1968.

SEVENTH SESSION OF THE SECOND PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

Monday, the 24th June, 1968.

دو شنبہ - ۲۷ ربیع الاول ۱۳۸۸ ھ

The Assembly met at the Assembly Chamber, Lahore at 8-00 a.m. of clock. Mr. Speaker, Chaudhri Muhammad Anwar, H.K., in the Chair.

Recitation from the Holy Qur'an by Qari Ali Hussain Siddiqi (Qari of Assembly) and its translation.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪
وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ
فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ
اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ
اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ
اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ۝

(پ ۷۔ س ۵۔ ع ۲۔ آیات ۸۷ تا ۸۹۔

مسلمانو! جو پاکیزہ چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں۔ انکو حرام نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو بلاشبہ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو حلال و طیب روزی اللہ نے تمکو دی ہے اسے کھاؤ اور اللہ سے جس پر ایمان رکھتے ہو ڈرتے رہو۔

اللہ تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مؤاخذہ نہیں کریگا۔ لیکن پختہ قسموں پر مؤاخذہ کریگا اور اسکا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلانا ہے۔ جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو۔ یا انکو کپڑے پہنانا یا ایک غلام کو آزاد کرنا ہے۔ اور جسکو یہ میسر نہ ہو وہ تین روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھالو اور اسے توڑ دو اور تم کو لازم ہے کہ تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اسطرح اللہ تمکو سمجھانے کیلئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم شکر ادا کرو۔ وما علینا الا البلاغ

STARRED QUESTIONS AND ANSWERS

Mr. Speaker : Now the Question Hour. Chaudhri Idd Muhammad.

INSPECTION OF GALLERIES OF ALL CINEMAS IN LAHORE

***11029. Chaudhri Idd Muhammad** : Will the Minister for Information be pleased to state : –

(*a*) the date on which the gallery of Ritz Cinema, Lahore, collapsed ;

(*b*) whether it is a fact that after the said accident a Committee was appointed by Government to inspect the galleries of all the cinemas in Lahore ; if so, the names and designations of members of the said Committee ;

(*c*) whether it is a fact that immediately after the said accident, the seating capacity of galleries and stalls of all the cinemas in Lahore was reduced by 50% but it was restored on the inspection report of the Committee mentioned in (*b*) above ;

(*d*) whether it is a fact that galleries of a number of cinemas of Lahore have been closed to the cinema goers as the concerned Executive Engineer has not so far given his report to the Deputy Commissioner, Lahore ; if so, (*i*) the names of cinemas ; (*ii*) the period for which the said galleries have remained closed and (*iii*) the reasons for not so far submitting the said report ?

Minister for Information (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : (*a*) 19th December, 1965.

(*b*) It is a fact that a Committee consisting of the Executive Engineer, Ist Lahore Provincial Division, Executive Engineer, 2nd Lahore Provincial Division and the Municipal Engineer, Lahore Municipal Corporation, headed by the Additional Deputy Commissioner (General), Lahore, was formed by the Commissioner, Lahore Division, Lahore to carry out inspection of all the cinema houses. Later on, the Government appointed the Commissioner, Lahore Division to carry out inspections in

Lahore in company with the District Magistrate, Lahore, Chairman Municipal Corporation, Lahore and senior P.W.D. officials *viz.*, the Chief Engineer, Superintending Engineer and the Executive Engineer concerned.

(*c*) It is a fact that with a view to ensuring public safety, the managements of all the cinemas constructed before 1962 were required to furnish a Clearance Certificate regarding structural stability of galleries and stalls, duly detailed by a Chartered Engineer and till then to use sanctioned number of seats. The restriction of 50% was waived in respect of those cinemas which furnised the required stability certificates.

(*d*) It is a fact that the galleries of the following Cinemas were closed to public use as the Executive Engineer concerned reported that the safety or otherwise of the galleries concerned could not be verified—

(1) Novelty Cinema from 23rd September 1966 to 21st August 1967. The management has dismantled the gallery and do not intend to reconstruct it.

(2) Paramount Cinema from 6th October 1966 to 25th August 1967 after which date the management constructed a new gallery which was approved and licensed for public use.

(3) Rivoli Cinema from 22nd October 1966 to date. (The management have not either repaired the gallery or furnished the certificate of its structural stability).

(4) Nishat Cinema from 30th December 1966 to 21st May 1967 after which date the new gallery was constructed and licensed for public use.

(5) Nigar Cinema from 30th October 1966 to 17th March 1967 after which date the new gallery was constructed and licensed for public use.

(6) Malik Theatre from 6th November 1966 to 17th March 1967 after which date the new gallery was constructed and licensed for public use.

(7) Regent Cinema from 16th February 1967 to 5th March 1967 after which date the new gallery was constructed and licensed for public use,

EXEMPTION OF ENTERTAINMENT TAX ON FILM "KHANA-I-KHUDA"

*12019. **Chaudhri Idd Muhammad** : Will the Minister for Excise and Taxation be pleased to state :—

(*a*) the amount of entertainment tax accrued to Government on account of plays, dramas, etc., staged by the Pakistan Arts Council Lahore during 1965-66 and 1966-67 ;

(*b*) whether it is a fact that the said Arts Council was granted exemption from the payment of entertainment tax during the year 1967-68 ;

(*c*) whether it is a fact that a film named "Khana-i-Khuda" produced by Iran Films, Tehran and distributed and exhibited by Movie Films, Lahore has recently been exhibited in the cinema halls of the Province ;

(*d*) whether it is a fact that the film stated in (*c*) above is a purely an Islamic film about Haj, etc., and is without any kind of entertainment ;

(*e*) whether it is a fact that the Distributors and Exhibitors of the said film applied for exemption from the entertainment tax on the said film but the said application was rejected by the authorities concerned ;

(*f*) if answer to (*b*) to (*e*) above be in the affirmative, reasons for (*i*) granting exemption of entertainment tax to the Pakistan Arts Council, Lahore during 1967-68 and (*ii*) rejecting the application mentioned in (*e*) above ?

Minister for Excise and Taxation (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) :

Year		*Amount of entertainment duty accrued to Government*
		Rs.
(*a*) 1965-66	...	1,425
1966-67	...	5,863

(*b*) Yes.

(*c*) Yes.

(*d*) The film in question is in fact about Haj, but the Department is not in a position to express any opinion about its Islamic value and its being without any sort of entertainment.

(*e*) Yes.

(*f*) The grounds, inter alia, to grant tax exemption to Pakistan Arts Council Lahore are that it is a Government recognized Cultural Society. Its objective in the entertainments concerned is not that of private profit. The entertainments concerned are not of commercial nature and that entertainments selected for exemption are those entailing cultural or creative activity. Moreover, the exemption does not extend to mechanical or cinematograph exhibitions.

The film "Khana-i-Khuda" could not just qualify for tax exemption on these grounds as it is a commercial film aiming at personal private profit from its exhibition.

چودھری عید محمد ۔ میں جناب وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ cinematograph کے ذریعے جب تھیٹر میں ناچ گانا نہیں ہوتا ہے اور عوام کی تفریح کا سامان مہیا کیا جاتا ہے تو کیا ان کو تفریحی ٹیکس سے معاف کیا جاتا ہے یا نہیں ؟

وزیر آبکاری و محصولات ۔ جی نہیں ۔

مسٹر حمزہ ۔ کیا وزیر موصوف مجھے یہ بتائیں گے کہ اگر فلم ''خانہ خدا'' کی نمائش کرنے والے ٹکٹ لینا بند کر دیں تو کیا حکومت اس بات پر غور کر سکتی ہے کہ تفریحی ٹیکس معاف کر دیا جائے ۔

وزیر آبکاری و محصولات ۔ جی ہاں ۔ پھر حکومت اس پر غور کر سکتی ہے ۔

چودھری محمد ادریس ۔ کیا پاکستان آرٹ کونسل کی طرح کوئی اور بھی ایسی سوسائیٹی ہے کہ جن سے آپ تفریحی ٹیکس وصول نہیں کرتے ۔

Mr. Speaker : The Member may give a fresh notice for that.

چودھری عید محمد ۔ کیا جناب وزیر موصوف یہ ارشاد فرمائیں گے کہ جیسا کہ انہوں نے اپنے جواب کے حصہ (د) میں فرمایا ہے تو کیا اس جواب کے پیش نظر جب کہ اس فلم "خانہ‌خدا" میں تفریح کا سامان بھی نہیں ہے اور صرف حج کے متعلق فلم بنائی گئی ہے تو کیا اس کے باوجود بھی حکومت اس کے متعلق اپنی کوئی رائے کیوں قائم نہیں کر سکی ۔

وزیر آبکاری و محصولات ۔ جناب والا ۔ حکومت کی جو رائے تھی وہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کر دی ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔ آپ نے تو یہی فرمایا ہے کہ محکمے کی کوئی رائے نہیں ہے ۔

وزیر آبکاری و محصولات ۔ اس کے متعلق رائے قائم کرنا مشکل امر ہے ۔ البتہ اگر فاضل رکن بضد ہیں کہ اس کے بارے میں محکمہ کوئی رائے ضرور ہی قائم کرے تو اس کے لئے اسلامی مشاورتی کونسل کو رجوع کیا جا سکتا ہے کہ ان سے یہ معلوم کیا جائے کہ آیا یہ فلم اس قابل ہے کہ اس کو ملک میں چلایا جائے ۔

مسٹر حمزہ - کیا وزیر موصوف کو اس حقیقت کا علم ہے کہ بعض مکتبہ خیال کے علماء نے یہ اعتراض کیا ہے کہ فلم ''خانہ خدا'' کو ذاتی منفعت کے لئے ایک ذریعہ بنایا گیا ہے - کیونکہ مجھے ذاتی طور پر کچھ ایسے لوگ ملے ہیں جنہوں نے اس فلم کی نمائش پر اعتراض کیا -

وزیر آبکاری و محصولات - جناب والا - معزز رکن کا یہ ارشاد درست ہے کہ علماء کا ایک بہت بڑا طبقہ جو کہ با اثر بھی ہے اس نے اس فلم کی نمائش پر اعتراض کیا ہے -

چودھری عید محمد - جناب والا - کیا وزیر موصوف مجھے یہ بتا سکیں گے کہ ان کا محکمہ کب تک یہ فیصلہ کر سکے گا کہ یہ فلم اسلامی ہے اور یہ کہ اس میں تفریح کا سامان موجود نہیں ہے -

وزیر آبکاری و محصولات - جناب والا - میں نے تو عرض کر دیا ہے کہ محکمے کے لئے اس امر کا تعین کرنا ذرا مشکل سی بات ہے لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ اگر معزز رکن مصر ہیں تو اسلامی مشاورتی کونسل کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے اور اگر فاضل رکن چاہیں تو وہ خود بھی ان سے رجوع کر سکتے ہیں -

مسٹر سپیکر - لیکن میرا خیال ہے کہ اسلامی مشاورتی کونسل ان کی درخواست پر غور کرنا منظور نہیں کرے گی -

وزیر آبکاری و محصولات - جناب والا - میرا مطلب دراصل یہ تھا کہ اگر معزز رکن چاہیں تو ہمیں تحریری طور پر اس قسم کی درخواست دے سکتے ہیں جس کی بنیاد پر ہم اسلامی مشاورتی کونسل سے اس رائے کے بارے میں استفسار کر سکتے ہیں -

چودھری عید محمد - میرا سوال یہ ہے - کہ تفریح کا سامان ہے یا نہیں - اگر تفریح کا سامان ہے - تو اس پر تفریحی ٹیکس ضرور ہونا چاہئے - اگر نہیں ہے تو اس کا ٹیکس معاف ہونا چاہئے -

وزیر آبکاری و محصولات - جناب والا - اس کے متعلق تو میں نے بصد احترام عرض کیا ہے کیونکہ یہ ذاتی منفعت اور کاروباری غرض کے پیش نظر چلائی گئی تھی - جہاں کاروباری عنصر ہو وہاں حکومت - - - - - -

ملک محمد اسلم خان - جناب والا - اگر اس پر فیصلہ ہو چکا ہے کہ یہ ایک نجی ادارہ ہے - تو پھر اس کو refer کرنے کیلئے یا کسی سے فیصلہ کرانے کے لئے کہ آیا یہ اسلامک کلچر کے مطابق ہے - اس کی ضرورت ہی نہیں -

Mr. Speaker : That is a separate principle.

چودھری عید محمد - جناب والا - انہوں نے ایک پکچر فضلی بنائی تھی - فلم فضلی کے ڈائریکٹر نے اسے یہاں پاکستان میں بنایا تھا - اور اس میں تفریحی کا سامان بہت زیادہ تھا انہوں نے اس کا تفریحی ٹیکس معاف کرانے اور - - - - -

مسٹر سپیکر ۔ کونسی پکچر ؟

چودھری عید محمد ۔ فضلی پکچر نے بنائی تھی ۔ اس کا نام مجھے بھول گیا ہے ۔ ہاں "چراغ جلتا رہا" اس کے اوپر انہوں نے ٹیکس معاف کیا تھا ۔ اس میں تفریحی کا سامان بہت زیادہ تھا ۔ اور مشینری کے ذریعہ چلائی گئی تھی ۔ یہ بھی اسلامی تصویر ہے ۔ اس کا ٹیکس بھی معاف ہونا چاہئے ۔

Minister for Excise and Taxation : That requires fresh notice. The Member also is not certain. کہ کون سی فلم ہے ۔

---

*۱۲۵۰۲ ۔ چودھری محمد ادریس ۔ کیا وزیر آبکاری و محصولات از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) مورخہ ۳۰-۴-۶۸ء کو صوبے میں سینماؤں کے مالکان سے تفریحی ٹیکس کے بقایا جات کی کل کتنی رقم واجب‌الوصول تھی ۔

(ب) ایسے نادہند اشخاص کے نام اور پتے کیا ہیں جنہوں نے مورخہ ۱۵-۵-۶۸ء تک متذکرہ ٹیکس کے ۵۰۰,۰۰ روپے سے زائد بقایا جات ادا کرنے تھے ؟

وزیر آبکاری و محصولات (مسٹر احمد سعید کرمانی) ۔ (الف) مبلغ ۱,۳۰,۳۸۹,۱۴ روپے ۔

(ب) نام و پتہ ۔

۱۔نواب زادہ غلام علی خان ۔ کمالیہ ہاؤس ماڈل ٹاؤن لائل پور
مالک محل سینما ۔ لائل پور ۔

۲۔مسٹر امام دین ۔ مالک ناولٹی سینما ۔ کراچی ۔

۳۔شوکت حسین فاطمی ۔ مالک لگژری سینما ۔ کراچی ۔

۴۔مسٹر عیسیٰ جعفر ۔ مالک گلستان سینما ۔ کراچی ۔

۵۔مسٹر پیر پاشا ۔ سابق مینیجنگ الائی میجسٹک سینما ۔ کراچی ۔

چودھری محمد ادریس ۔ جناب والا ۔ میں اس رقم کے متعلق sure ہونا چاہتا ہوں ۔ کیونکہ جواب میں ایک کروڑ ۳۰ لاکھ، ۴۸ ہزار ۹ سو چودہ پڑھا ہے ۔ لیکن یہاں پر ایک لاکھ تیس ہزار چار سو نواسی print ہوا ہے ۔ آپ اس کو ratify کریں گے کہ رقم کیا ہے ؟

Mr. Speaker : What is the actual amount ?

چودھری محمد ادریس ۔ آپ نے پڑھا ہے ۔ ۱,۳۰,۴۸,۹۱۴ روپے میں پوچھتا ہوں صحیح رقم کیا ہے ؟

وزیر آبکاری و محصولات ۔ ہو سکتا ہے ۔ کہ چھاپنے میں غلطی ہو ۔ یہ رقم ایک لاکھ تیس ہزار چار سو نواسی اور چودہ پیسہ ہے ۔ یہ صحیح رقم ہے ۔

چودھری محمد ادریس ۔ جناب والا ۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں ۔ کہ جن کے ذمے پانچ ہزار سے زائد رقم ہے ۔ ان سے یہ رقم

کیوں وصول نہیں ہو رہی ؟

وزیر آبکاری و محصولات ۔ ان کے خلاف کارروائی ہو رہی ہے اور دباؤ ڈالا جا رہا ہے ۔ action is being taken محکمہ کی طرف سے کسی قسم کی کوئی رعایت نہیں کی جا رہی ہے ۔

چودھری عید محمد ۔ اس کا طریقہ یہ ہے ۔ کہ جب پہلے رقم دی جاتی ہے ۔ اس کے بعد ٹیکس کی ٹکٹ لے کر ٹکٹوں کے اوپر لگائی جاتی ہے مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ رقم سینما والوں کی طرف سے کسطرح رہ گئی تھی ۔ کیا ڈیپارٹمنٹ انہیں ٹکٹیں ادھار دیتا رہا ہے ؟

Minister for Excise and Taxation : This is a new question that under what system those arrears are due from them.

Mr. Speaker : This is a supplementary question arising out of this question.

وزیر آبکاری و محصولات ۔ کیا جناب ؟

مسٹر سپیکر ۔ آپ نے فرمایا ہے ۔ کہ اتنا روپیہ بقایا ہے ۔ ان کا کہنا ہے کہ بقایا ہو نہیں سکتا ۔ کیسے بقایا ہے ؟

Minister for Excise and Taxation : If you insist that this is a question which arises out of this, that requires more information from the Department as to what arrears are due from them. This can be repeated next time.

Mr. Speaker : Yes.

چودھری محمد ادریس - میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں ۔ کہ جن افسران کی غفلت کی وجہ سے - - - - - - - - -

مسٹر سپیکر ۔ جب یہ سوال دوبارہ پوچھا جا رہا ہے ۔ آپ اس وقت پوچھ لیں -

This question would be repeated on the next turn.

---

*۱۲۵۰۳- چودھری محمد ادریس ۔ کیا وزیر آبکاری و محصولات از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ مارچ تا اپریل ۱۹۶۷ء اور مارچ تا اپریل ۱۹۶۸ء کی مدتوں کے درمیان لائل پور کے ہر ایک سینما سے تفریحی ٹیکس کے طور پر کل کتنی رقم وصول ہوئی ؟

وزیر آبکاری و محصولات (مسٹر احمد سعید کرمانی) ۔

نام سینما ہائے	مارچ ۱۹۶۷ء	اپریل ۱۹۶۷ء	مارچ ۱۹۶۸ء	اپریل ۱۹۶۸ء
	روپے	روپے	روپے	روپے
طارق	۱۰،۶۳۲	۵،۸۰۰	۴،۸۴۶	۱۳،۲۳۸
نادر	۶،۲۰۰	۱۰،۴۹۶	۲۹،۹۰۰	۷،۷۵۰
نشاط	۹،۸۴۰	۹،۷۴۴	۲۰،۴۳۶	۹،۱۶۷
ریگل	۶،۲۸۰	۸،۰۸۰	۱۲،۴۵۰	۷،۲۹۰

	روپے	روپے	روپے	روپے
منروا	۱۶٬۹۹۲	۱۲٬۳۲۸	۲۱٬۸۳۸	۹٬۵۶۸
بابر	۱۱٬۰۰۰	۱۹٬۵۰۰	۱۳٬۳۰۰	۱۳٬۲۰۰
ناولٹی	۶٬۰۱۲	۹٬۲۵۲	۱۷٬۵۸۷	۱۲٬۹۹۰
جاوید	۱۰٬۹۷۶	۸٬۶۰۰	۹٬۱۲۱	۱۱٬۷۳۰
شبنم	...	...	۱۱٬۷۹۷	۲٬۵۵۰
اوڈین	۹٬۳۷۲	۵٬۹۰۰	۱۱٬۱۲۳	۱۹٬۳۱۳
ریکس	۹٬۱۳۶	۵٬۰۷۱	۷٬۳۹۷	۵٬۸۲۳
ریو	۵٬۱۵۶	۵٬۱۳۸	۱۱٬۶۳۰	۶٬۶۸۸
ناز	۱۱٬۱۳۳	۸٬۵۳۲	۳۳٬۳۹۳	۱۷٬۵۱۸
محل	۸٬۳۹۶	۱۳٬۵۷۶	۸٬۳۶۹	۷٬۳۵۷

PROPERTY TAX COLLECTED IN LAHORE

***12045. Chaudhri Muhammad Idrees :** Will the Minister for Excise and Taxation be pleased to state :—

(*a*) the total amount of property tax collected in the Lahore Municipal Corporation area in the year 1966-67 and the amount of arrears outstanding on 1st July 1967 ;

(*b*) the total expenditure incurred on the staff deputed to collect the said tax during the said year ?

Minister for Excise and Taxation (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : (*a*) The amount of cash collection of Government Urban Immovable Property Tax ... 69,07,959.50

The amount of arrears on 1st July 1967 43,47,857.22

(*b*) Rs. 4,36,663.

چودھری محمد ادریس ۔ میں جناب والا ۔ معزز وزیر کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ پراپرٹی ٹیکس سے انہوں نے صرف ۶۹ لاکھ روپیہ recover کیا ہے ۔ ایک سال کا ۴۳ لاکھ باقی ہے ۔ کیا ان کے خیال کے مطابق یہ محکمہ کیلئے اچھی کارکردگی کا سرٹیفیکیٹ ہے ؟

Minister for Excise and Taxation : It relates to July 1967 and steps are being taken and I will instruct my staff to expedite the recovery of these arrears.

Mr. Speaker : These are the arrears which have been shown on the Ist of July 1967. After that there must have been recoveries.

Minister for Excise and Taxation : Of course Sir.

چودھری محمد ادریس ۔ اگر یہ ہمت کرتے تو اب تک یہ figures لائی جا سکتی تھیں ۔ لیکن انہوں نے معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ کتنا بقایا ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔ آپ نے بھی یہ زحمت گوارا نہیں کی ۔ کہ آپ یہ سوال ہی نہ پوچھتے ۔

Minister for Excise and Taxation : You were very much particular about the date—1st of July, 1967. Nothing prevented you from saying that.....

مسٹر سپیکر ۔ غالباً آپ کا یہ کوئی پرانا سوال ہو گا ۔

میاں محمد شفیع ۔ جناب والا ۔ آپ نے فرمایا تھا کہ یکم جولائی ۱۹۶۷ء کو اس ٹیکس میں سے ۴۷ ہزار روپیہ بقایا تھا ۔ اور اس کی کوئی recovery نہیں ہوئی ۔ وزیر صاحب نے فرمایا ہے ۔ کہ step لے رہا ہوں ۔ معلوم نہیں کہ وہ کیا step لے رہے ہیں ؟

Minister for Excise and Taxation : I will ask them to expedite it. That is the direction. That is the step. To ask officials of the Department to be more vigilant, more dutiful, to be more careful that is the step I intend to take.

FILMS PRODUCED BY INFORMATION DEPARTMENT

***T2505. Chaudhri Muhammad Idrees :** Will the Minister for Information be pleased to state the names of films produced by the Information Department from 1st July 1967 to 30th April 1968 alongwith the cost incurred on each film ?

Minister for Information (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) :

Serial No.	*Name of documentary film*	*Cost*
		Rs.
1	Challenge of the Desert. (Technicolor and Cinemascope)	1,37,308.75
2	One Unit (Technicolor)	79,293.37
3	Cleanliness (Black and White)	26,274.00
4	Feasting ,, ,, ,, ...	27,349.82
5	Ostentation ,, ,, ,, ...	34,193.00
6	Rumours ,, ,, ,, ...	29,050.00

حاجی گلاب خان شنواری - جناب والا - پشتو زبان میں بھی کوئی فلم تیار کی گئی ہے - اگر نہیں تو کیا وجہ ہے ؟

وزیر اطلاعات - جناب والا - پشتو زبان میں کوئی فلم تیار نہیں کی گئی -

مسٹر حمزہ - کیا وزیر موصوف مجھے بتائیں گے - آپ نے ایک فلم افواہوں کے متعلق بھی بنوائی ہے - کیا یہ حقیقت ہے - کہ جب سے حکومت نے پریس پر کنٹرول کر لیا ہے - اس وقت سے سچی اطلاعات نہ ملنے کی وجہ سے افوائیں زیادہ پیدا ہو رہی ہیں - اس کے بارے میں کبھی غور کیا ہے ؟

Minister for Information : This is a suggestion not a question.

IMMOVABLE PROPERTY TAX

*12692. **Mr. Mahmood Azam Farooqi :** Will the Minister for Excise and Taxation be pleased to state the basis on which the value of the properties in Lahore, Rawalpindi, Hyderabad, Multan and Karachi is assessed for the purpose of levying Immovable Property Tax, and in case there is any disparity, reasons therefor ?

Minister for Excise and Taxation (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : As laid down by law in section 5 of the West Pakistan Urban Immovable Property Tax Act, 1958 read with clauses (*e*) and (*f*) of Rule 6 of the Rules framed under the said Act, the basis of assessment of taxable value of a property is its reasonable letting value which, according to the circumstances of the case, may be actual or notional. Since all properties are assessed in accordance with the same law and procedure, there is no question of any disparity to account for.

RECOMMENDATIONS OF TAXATION ENQUIRY COMMITTEE OF 1960

*12695. **Mr. Mahmood Azam Farooqi :** Will the Minister for Excise and Taxation be pleased to state :—

(*a*) whether it is a fact that the Taxation Enquiry Committee of 1960 recommended that assessment rate of tax on properties be reduced ;

(*b*) if the answer to (*a*) above be in the affirmative, what action has so far been taken on the said recommendations, and if no action has been taken, reasons therefor ?

Minister for Excise and Taxation (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : (*a*) The Committee recommended that the flat rate on tax of property should not exceed 15%. This implied reduction in the combined rates of provincial and municipal property taxes in big cities like Karachi and Lahore.

(*b*) The Provincial Government did reduce the rate of provincial property tax from a higher progressive one to the lower flat rate of 10%. But the Local Bodies have not been able to reduce the rate of municipal property tax or house tax so that combined incidences of two taxes may not exceed 15%, ceiling recommended by the Taxation Enquiry Committee.

مسٹر حمزہ - کیا جناب وزیر مالیات مجھے بتائیں گے جب آپ خود ہی تسلیم کرتے ہیں کہ کمیٹی نے سفارشات کی تھیں کہ پراپرٹی ٹیکس اور ہاؤس ٹیکس سالانہ کرایہ کے مطابق ۱۵ فیصد سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے تو پھر آپ نے اس سلسلہ میں کیا کیا ہے ؟

Minister for Excise and Taxation : I am afraid I will have to read the answer to part (b) again. It says : "The Provincial Government did reduce the rate of provincial property tax from a higher progressive one to the lower flat rate of 10%.

مسٹر حمزہ - آپ تسلیم کرتے ہیں -

> "But the local bodies have not been able to reduce rate of municipal property tax or house tax so that combined incidence of two taxes may not exceed 15%."

آپ ذمہ دار وزیر خزانہ ہیں آپ جانتے ہیں کہ ایک کمیٹی مقرر کی گئی اس کی کچھ سفارشات تھیں جن پر عمل نہیں کیا جا رہا ۔ کیا آپ نے محکمہ لوکل باڈیز کی توجہ اس طرف مبذول کروائی ہے ؟

Minister for Excise and Taxation: The attention of the local self-government department has been drawn to this and they are at it now. Of course, it requires observing many formalities and it requires some time, but they are at it. I think in due course of time they will be in a position to implement the decision of the Government. But so far as the Government is concerned, it has reduced the rate.

چودھری محمد ادریس - جب حکومت ۱۰ فیصد ریٹ کم کرنے کو تیار ہے تو لوکل باڈیز کب تک ۵ فی صد کم کرے گی - کیا مناسب نہیں کہ اگر آپ بھی اور وہ بھی ساڑھے سات فیصد کر دیں تو ۱۵ فیصد ہو جائے گا -

Minister for Excise and Taxation: Well, we have to operate within the framework of the recommendations of the Committee, and the recommendations, which related to the Provincial Government, have been implemented. With regard to those recommendations relating to local bodies, the Provincial Government has issued the necessary instructions.

مسٹر حمزہ - کمیٹی کی جانب سے ۱۹۶۰ء میں سفارشات موصول ہوئیں - آپ کی حکومت آج تک لوکل باڈیز کو کیوں اس امر پر مجبور نہیں کر سکی کہ وہ شرح ٹیکس کم کرے ؟

Minister for Excise and Taxation: The Basic Democracies Department, as such, is not under the Finance Department. All that we could do, and that we have done, is that we have forwarded the recommendations of the Committee to the Basic Democracies Department, So far as our information goes, they are working on it, and they intend to implement the decision of this Committee. It case we come across an instance or a case where we find that they have done it, then of course, the matter could be re-agitated and it could be taken up with them.

مسٹر حمزہ - اس بات کا مجھے پورا احساس ہے کہ محکمہ لوکل باڈیز آپ کے ماتحت نہیں ہے لیکن کیا یہ حقیقت ہے کہ وہ بھی حکومت کا حصہ ہے میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ ۸ سال گذر جانے کے بعد بھی اس محکمہ نے کمیٹی کی سفارشات پر کیوں عمل نہیں کیا - یہ معاملہ Cabinet Meeting میں کیوں نہیں آیا - آپ کہتے ہیں کہ وہ سوچ رہے ہیں - آخر یہ کس حد تک مناسب ہے -

Minister for Excise and Taxation : The local bodies are, in a way, independent bodies and they have a status independently of the Provincial Government. Now, so far as the Provincial Government is concerned, as I have already stated, it has implemented the recommendations. All that the Provincial Government could do was to ask the department of Basic Democracies to prevail upon the local bodies to adopt the recommendations of the Committee. The local bodies are popular representative bodies and they have to take decisions by votes, and they have to prevail upon their Members to accept the recommendation and then to do so. But so far we have not come across a single case where they have expressed their inability or have put forth any resistance, but in case such a position arises, the Government will certainly look into the matter and will see what necessary steps are taken to implement the decision of the Committee.

مسٹر حمزہ .. اگلے دن یہاں کہا گیا تھا کہ

"صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں"

وزیر آبکاری و محصولات - وہ آپ کے متعلق نہیں کہا گیا تھا -

مسٹر حمزہ - کیا آپ تسلیم کرتے ھیں کہ لوکل باڈیز نے پچھلے ۸ سال سے سفارشات پر عمل در آمد نہیں کیا - اس کا کیا مطلب ھے ؟ کیا وہ سفارشات پر عمل کرنے کو تیار نہیں ؟

Minister for Excise and Taxation : Well, there may be certain genuine difficulties in the way of certain local bodies, but if they communicate their difficulties to the Provincial Government, the Provincial Government will certainly consider them.

سید یوسف علی شاہ - موجودہ طریق کار کے مطابق بلدیات یہ ٹیکس وصول کرتے ھیں اور ٹیکس کی وصولی کے لئے علیحدہ عملہ employ کرنا پڑتا ھے محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کے پاس اپنا عملہ ھے - کیا یہ بہتر نہیں ھوگا کہ وزیر صاحب ھاؤس ٹیکس اور پراپرٹی ٹیکس کو ملا دیں اور ایکسائز ڈیپارٹمنٹ collect کرے اور بلدیات کو جو ٹیکس وصول کرنے کے لئے عملہ رکھنا پڑتا ھے وہ نہ رکھے اور اس کا relief لوگوں کو دے ؟

وزیر آبکاری و محصولات - یہ تو ایک مختلف بات ھے - آپ collection کے متعلق بات کر رھے ھیں لیکن یہاں جو سوال اٹھایا گیا ھے - وہ reduction of rates کے متعلق ھے -

"Assessment rate of tax on properties be reduced;"

The question is of reduction of the assessment rate.

Mr. Speaker : Anyhow that is a suggestion.

REPRESENTATIONS AGAINST CONSTRUCTION OF A CINEMA ON PLOT NO. I-K/2 NAZIMABAD, KARACHI

***12780. Mr. Mahmood Azam Farooqi** : Will the Minister for Excise and Taxation be pleased to state :—

(*a*) whether it is a fact that residents of Nazimabad No. 2, Karachi have made repeated representations against the construction of a cinema on plot No. I-K/2 Nazimabad, Karachi ; if so, whether Government has taken any cognizance of the people's representations ;

(*b*) if answer to (*a*) above be in the affirmative, what action has been or is being taken to stop the construction of the said cinema ?

Minister for Excise and Taxation (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : (*a*) Yes but, these were belated representations.

(*b*) No action was called for.

OBJECTIONS INVITED AGAINST THE CONSTRUCTION OF A CINEMA ON PLOT NO. I-K/2 NAZIMABAD, KARACHI

***12781. Mr. Mahmood Azam Farooqi** : Will the Minister for Information be pleased to state :—

(*a*) the date on which permission for the construction of a cinema on plot No. I-K/2 Nazimabad, Karachi was originally granted together with the date or dates when this was renewed ;

(*b*) the date on which objections from the public were invited against the construction of the said cinema ;

(*c*) whether the said objections were invited against the construction of the cinema referred to above at the time of the renewal of the original sanction ;

(*d*) if answer to (*c*) above be in the affirmative, the names of newspapers in which the notices inviting objections against the construction of the said cinema were published and in case notices inviting objections were not published ; reasons therefor ?

Minister for Information (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : (*a*) The permission was granted originally on 13th September, 1956. It was renewed on 19th December, 1960 and again on 29th January, 1968.

(*b*) On 9th February, 1956 and again on 3rd January, 1958.

(*c*) No. It was not called for at the revalidation stage.

(*d*) The question does not arise in view of the reply to (*c*) above.

ENTERTAINMENT DUTY PAID BY CINEMAS OF JHANG CITY

*12790. **Malik Miraj Khalid** : Will the Minister for Excise and Taxation be pleased to state the total income of each Cinema of Jhang City during 1966-67 and 1967-68 alongwith the entertainment duty paid to Government by each of the said Cinemas during each of the said years ?

Minister for Excise and Taxation (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : This department does not keep any account of total income or turnover of a cinema house. It is, therefore, regretted that this information cannot be supplied.

Income of entertainments duty paid by each cinema of Jhang City during the years 1966-67 and 1967-68 is as follows :—

Name of Cinema House	Income during 1966-67	Income during 1967-68 (upto April 30th, 1968)
	Rs.	Rs.
Firdause Cinema	35,934	36,016
Tasvir Mahal	31,445	33,746
Taj Mahal	15,482	27,451

Dr. Mrs. Ashraf Abbasi : I would like to know whether the Minister for Excise and Taxation could throw some light on the figures. The entertainment tax collected during these three months is much more than that collected during 1966-67 ? It is almost double.

Minister for Excise and Taxation : There must be some popular films exhibited during this period and more people would have gone there.

Mr. Speaker : It is not three months but it is from 1st July to 30th April.

چودھری عید محمد ۔ جتنا ٹیکس ان پر due تھا اُس میں سے کتنا وصول ہوا ہے ؟

Minister for Excise and Taxation : It requires fresh notice. I am not prepared to make a false statement.

BAN ON PLAYING OF INDECENT RECORDED MUSIC OVER LOUD SPEAKERS, DANCING AND SINGING IN RURAL AREAS

***12913. Chaudhri Idd Muhammad :** Will the Minister for Information be pleased to state :—

(*a*) whether it is a fact that a resolution regarding imposition of a ban on the playing of indecent recorded music over loudspeakers, dancing and singing in rural areas, passed by the Divisional Council, Lahore on 22nd April 1968, was forwarded to the Information Department ;

(*b*) if answer to (*a*) above be in the affirmative, (*i*) the date of its receipt in the Information Department and (*ii*) the action so far taken thereon ?

Minister for Information (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : (*a*) No.

(*b*) Question does not arise.

GRANT OF TECHNICAL PAY TO GRADUATES IN AGRICULTURE IN AGRICULTURE DEPARTMENT

***12985. Haji Sardar Atta Muhammad :** Will the Minister for Finance be pleased to state :—

(*a*) whether it is a fact that the Medical Officers and Engineers are allowed Rs. 25 p. m. as technical pay ;

(*b*) whether it is a fact that Agriculture Department is also considered as one of technical departments of the Province, but the graduates in Agriculture working in this Department are not allowed any technical pay ;

(*c*) whether Government is aware of the fact that the graduates in Agriculture working in East Pakistan Agriculture Department are also given the said technical pay ;

(*d*) if answer to (*a*) to (c) above be in the affirmative, reasons for which graduates in Agriculture in the Agriculture Department are not allowed any technical pay and whether Government intend to grant the same to them ?

Minister for Finance (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : (*a*) Yes. Medical Officers and Engineers holding Class II posts are in receipt of Rs. 25/- P. M. as Technical Pay, whereas Medical/Engineering Graduates working against Senior Class I and Junior Class I posts are in receipt of Rs. 100/- and Rs. 50/- P. M. as Technical Pay, respectively.

(*b*) No.

(*c*) Yes. Technical Pay was allowed to certain posts in Agriculture and connected departments like Animal Husbandry by the East Pakistan Government, but when it came to the notice of the Uniformity Sub-Committee, held at Rawalpindi on 25-27th July, 1967, it was decided that Technical Pay granted by the East Pakistan Government shall be allowed to continue only for the present incumbents, as personal to them, and it should be discontinued to the future entrants as it was held that it contravened the principles adopted by the Central/West Pakistan Government in regard to the admissibility of Technical Pay.

(*d*) No. Under the Central/West Pakistan Government only Engineering/Medical Graduates are granted Technical Pay, and as such the Provincial Government do not intend to extend this concession to Graduates in Agriculture.

مسٹر حمزہ ۔ آپ نے حصہ (سی) کا جواب دیتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ مشرقی پاکستان کی حکومت نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جو لوگ اسوقت ٹیکنیکل یا فنی تنخواہ وصول کر رہے ہیں یا الاؤنس وصول کر رہے ہیں انکو یہ الاؤنس دیا جائے اور انکا یہ الاؤنس بند نہ کیا جائے۔ تو کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ کیا یہ مناسب نہ تھا کہ وہ لوگ جو اسوقت سے پہلے مغربی پاکستان کے محکمہ زراعت میں کام کر رہے تھے انکو بھی یہ الاؤنس دیا جاتا ؟

Minister for Finance : The answer has been given that it was opposed because it contravend the principles adopted by the Central/West Pakistan Governments.

مسٹر حمزہ ۔ جب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مشرقی پاکستان میں دیا جاتا ہے تو پھر آپ نے یہ کیوں کہا کہ آئندہ جو نئے ملازمین رکھے جائیں گے انکو یہ نہیں دیا جائے گا ۔ اگر آپ uniformity چاہتے ہیں تو وہ لوگ جو اس تاریخ سے پہلے کے ملازمین ہیں انکو یہ الاؤنس دیا جاتا

ہے ۔ لہذا مغربی پاکستان میں بھی uniformity کے پیش نظر یہ الاؤنس دیا جانا چاہئے ؟

وزیر خزانہ ۔ وہ فیصلہ جو مشرقی پاکستان کی حکومت نے کیا ہے وہ مناسب نہ تھا اسلئے یہ مناسب سمجھا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ جن لوگوں کو یہ ٹیکنیکل تنخواہ دیدی گئی ہے بس ان ہی کی حد تک اسکو محدود رکھا جائے لیکن جو نئے آدمی ملازم رکھے جائیں انکو یہ نہ دیا جائے ۔ مشرقی پاکستان کی حکومت نے ان لوگوں کو یہ الاؤنس دینے کا فیصلہ تو کیا ہے لیکن اب مشرقی پاکستان کی حکومت نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ انکو یہ پہلے فیصلہ نہ کرنا چاہئے تھا ۔ لہذا اب یہ مناسب سمجھا گیا اور یہی فیصلہ کیا گیا کہ جو لوگ یہ الاؤنس لے رہے ہیں بس ان ہی کی حد تک اسکو محدود رکھا جائے اور آئندہ کیلئے ان لوگوں کو یہ ٹیکنیکل تنخواہ نہ دیجائے ۔

مسٹر حمزہ ۔ آپ نے حصہ (ب) کا جواب نفی میں دیا ہے اور جیسا کہ آپ محکمہ زراعت کو بہت اہم سمجھتے ہیں اور اسکے لئے آپ کی حکومت عام طور پر کہا کرتی ہے کہ زراعت کے محکمہ کو بہت اہمیت حاصل ہے ہر شخص کو اسمیں مہارت حاصل ہے کیا آپ کے علم میں ہے کہ دوسرے ممالک نے اس محکمہ کو فنی لحاظ سے بہت اہمیت دی ہے اور وہ اس محکمہ کو بہت اہم سمجھتے ہیں اور اسکو وہ وہی مراعات دیتے ہیں جو دوسرے فنی محکموں کو دیتے ہیں ؟

وزیر خزانہ ۔ یہ مجھے علم نہیں ہے کہ دوسرے ممالک میں اس محکمہ کو کیا مراعات دیجاتی ہیں اور آیا وہی مراعات دیجاتی ہیں جو

دوسرے فنی محکموں کو دیجاتی ہیں لیکن جہاں تک زراعت کی اہمیت کا تعلق ہے اس سے اس حکومت کو انکار نہیں ہے لیکن یہاں اس کی محدود sense ہے اسکو انجینئرنگ اور میڈیکل محکموں کیطرح فنی نہیں سمجھا جاتا محکمہ زراعت میں کام کرنے والوں کو میڈیکل اور انجینئرنگ میں کام کرنے والوں کی طرح فنی نہیں سمجھا جاتا ہے -

مسٹر حمزہ ۔ ویسے ہم دونوں فنی قسم کے رکن واقع ہوئے ہیں - کیا آپ کو یہ علم نہیں کہ زراعت ایک advanced سائنس ہے اور اس میں روزمرہ تحقیقات ہوتی رہتی ہے اور وہ بہت ہی ٹیکنیکل قسم کی تحقیقات ہوتی ہے ؟

Mr. Speaker : This is not a question seeking any information that is a suggestion, next question.

DEVELOPMENT OF TECHNICAL EDUCATION

***13050. Pir Ali Gohar Chishti :** Will the Minister for Finance be pleased to state the amount received from the Central Government as grant-in-aid for the development of Technical Education in West Pakistan during 1966-67 and 1967-68 alongwith the amount out of that spent and remained unspent during the said period and reasons for the unspent amount ?

Minister for Finance (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : The requisite information is being collected.

Mr. Speaker : This question would be repeated on the next turn.

OVERTIME ALLOWANCE TO ASSEMBLY STAFF

*13067. **Rai Mansab Ali Khan Kharal** : Will the Minister for Finance please refer to answer to starred question No. 10495, given on the floor of the House on 31st May, 1968 and state :—

(*a*) whether it is a fact that the Provincial Assembly of West Pakistan Secretariat has informed the Finance Department about the procedure presently adopted by the National Assembly of Pakistan and the Provincial Assembly of East Pakistan regarding payment of overtime allowance to their employees during session days ;

(*b*) whether the officials/officers of the Finance Department receive any reward, compensation or any allowance for the preparation of Provincial Budget ; if so, rates thereof ;

(*c*) if answer to (*a*) and (*b*) above be in the affirmative, when the final decision in respect of allowing overtime allowance to the Assembly staff is likely to be taken ?

Minister for Finance (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : (*a*) Yes.

(*b*) Yes. The usual basis on which the honoraria is granted to the budget staff is as indicated below :—

(*i*) Stenographers, Clerks, Daftris and Peons are allowed two months pay as honorarium.

(*ii*) Superintendent, Budget Examiners and Assistants are allowed one month's pay as honorarium.

(*iii*) BOs/SOs are allowed honorarium as indicated below :—

1. Budget Officer-I.	Rs. 900/-
2. Other Budget Officers.	Rs. 750/- each.
3. Other Section Officers connected with budget work.	Rs. 700/- each.

NOTE—I : Any official who has worked on the budget for less than a month is not granted any amount of honorarium.

NOTE—II : In the case of officials who do not work for the full budget session, the amount of honorarium is reduced proportionately to correspond with the period of work.

NOTE—III: Period of less than 15 days is totally ignored while period over 15 days is reckoned as full month.

NOTE—IV : The entire budget session for the purpose of honorarium is taken from the 1st November to 30th June next.

(c) Neither the Central nor the East Pakistan Government is allowing overtime allowance to the staff of the Central/Provincial Assembly. Both the Central/East Pakistan Governments are allowing their non-gazetted establishment attached to respective Assemblies, conveyance allowance at specified rates while the Class IV staff is being allowed only the diet allowance when they are detained beyond 8.30 P.M. The question of allowing similar concession to the staff of the West Pakistan Assembly is engaging serious attention of the Finance Department and will be finally decided in due course in consultation with the Council of Ministers.

چودھری محمد نواز - آپ نے اس سیشن سے پیشتر اس معاملہ کے متعلق اس ایوان میں assurance دی تھی کہ یہ معاملہ زیر غور ہے اور جلد ہی اس کا فیصلہ کیا جائے گا اور اس سیشن کے آغاز میں بھی یہی وعدہ آپ نے فرمایا تھا لیکن آج آپ یہ فرما رہے ہیں کہ یہ معاملہ کونسل آف منسٹرز میں جائے گا - میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ اس کا فیصلہ کب تک کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں یا اس کا فیصلہ کرنے کا ارادہ ہی نہیں ہے ؟

وزیر خزانہ - کس بات کا ؟ آپ نے دو باتیں کہی ہیں - ان میں سے کس بات کے متعلق آپ کہہ رہے ہیں ؟

چودھری محمد نواز - میں عرض کر رہا ہوں کہ نیشنل اسمبلی اور مشرقی پاکستان اسمبلی میں جو الاؤنس دیا جاتا ہے -

Minister for Finance : Kindly be specific.

چودھری محمد نواز - جو الاؤنس over time کے لئے نیشنل اسمبلی میں non-gazetted ملازمین کو اور کلاس ۴ کے ملازمین کو دیا جاتا ہے اور جو مراعات ان کو وہاں دی جاتی ہیں ان کے متعلق آپ نے اس ایوان میں اس سیشن میں فرمایا تھا اور اس سیشن کے آغاز میں بھی آپ نے وعدہ کیا تھا تو میں اس کے متعلق یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آخر اس کا کب تک فیصلہ ہوگا ؟

وزیر خزانہ - ذرا آپ میرے جواب پر مزید غور فرمائیں - میں نے یہ عرض کیا ہے --

Neither the Central nor the East Pakistan Government is allowing over-time allowance to the staff of Central and Provincial Assemblies.

ملک محمد اختر - خوراک الاؤنس ہی دے دیں -

وزیر خزانہ - آپ نے مبہم سا سوال کر دیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ یقین کے ساتھ بات کریں -

خان اجون خان جدون - میں وزیر خزانہ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ مشرقی پاکستان اسمبلی کے سٹاف کے اور نیشنل اسمبلی کے سٹاف کے ان ملازمین کو جو کہ اسمبلی سیشن کے دوران اوور ٹائم کام کرتے ہیں خوراک اور گاڑی الاؤنس دیا جاتا ہے ؟ جہاں تک مجھے معلوم ہے نیشنل اسمبلی والوں کو ۱۹۶۲ء سے یہ دیا جاتا ہے اور مشرقی پاکستان اسمبلی والوں کو ۱۹۶۵ء سے دیا جاتا ہے - تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ مغربی پاکستان کی اسمبلی کے لئے یا اس کے سٹاف کے لئے اس الاؤنس کے دینے میں اتنی لمبی دیر کیوں ہو رہی ہے ؟

وزیر خزانہ ـ پہلے آپ نے مسئلہ اٹھایا تھا اوور ٹائم کا اس کے بعد وہ مسئلہ ایک دفعہ نامنظور ہوا پھر ہوا -

The matter is being examined and it will go to the Council of Ministers because the earlier decision was taken by the Council of Ministers. We cannot take any decision on our own.

اب آپ کو میں نے عرض کیا ہے کہ آپ کے ذہن میں یہ خیال تھا کہ سنٹرل گورنمنٹ میں اور مشرقی پاکستان میں اوور ٹائم مل رہا ہے لیکن وہاں نہیں مل رہا لیکن اب آپ فرماتے ہیں کہ جو کچھ بھی مل رہا ہے اس کو آپ یہاں پر لاگو کریں ـ تو اب آپ کا یہ مطالبہ پہلی دفعہ ہوا ہے اس پر غور ہو سکتا ہے ـ

This can be considered and will be considered very soon.

میں سمجھتا ہوں کہ وقت گزرنے پر اب آپ اپنی ڈیمانڈ میں تبدیلی لے آئے ہیں تو اب اگر میں سمجھوں کہ آپ کی ڈیمانڈ اوور ٹائم کی نہیں ہے اور جو مراعات نان گزیٹیڈ سٹاف کو سنٹرل اسمبلی اور مشرقی پاکستان کی اسمبلی میں مل رہی ہیں ان کو یہاں لاگو کیا جائے تو۔

I think the Government will be able to do something in this behalf.

چودھری محمد ادریس - مشرقی پاکستان میں خوراک اور سواری الاؤنس دیا جاتا ہے جو اوور ٹائم کی وجہ سے دیا جاتا ہے اور وقت کا اندازہ لگا لیا جاتا ہے کہ فلاں فلاں شخص نے کتنا کام کیا ۔ میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جب یہ وہاں دیا جاتا ہے تو آپ کیوں اس کو دینے سے انکار کر رہے ہیں ؟

وزیر خزانہ - آپ میری گذارش کو ٹھنڈے دل سے سمجھیں ۔ پہلے پوزیشن آپ کی یہ تھی کہ اس تمیز اور امتیاز کے بغیر کہ کوئی گزیٹیڈ ہے یا نان گزیٹیڈ ان سب کو اوور ٹائم ملنا چاہئے ۔ اس کے جواب میں حکومت نے یہ کہا ہے کہ جہاں تک تو گزیٹیڈ سٹاف کا تعلق ہے ان کو کوئی مراعات نہ تو لیشنل اسمبلی میں اور نہ ہی مشرقی پاکستان کی اسمبلی میں مل رہی ہیں ۔ نان گزیٹیڈ سٹاف کے متعلق جو اوور ٹائم کی ڈیمانڈ ہے اس سے کوئی انکار نہیں ۔ یہ مسئلہ ایسا ہے جس کے متعلق فیصلہ کر دیا جائے گا ۔

ڈاکٹر سلطان احمد چیمہ - جناب وزیر خزانہ نے اپنے جواب میں یہ فرمایا ہے کہ فائننس ڈیپارٹمنٹ کے ملازمین کو مراعات دی جاتی ہیں لیکن پراونشل اسمبلی کے ملازمین کو نہیں دی جا رہیں - میں پوچھتا ہوں کہ آخر یہ بھی تو سرکاری ملازم ہیں ان کو ان مراعات سے کیوں محروم رکھا جا رہا ہے ؟

وزیر خزانہ - کون سی مراعات - اس کی وضاحت کر دیں ؟

چودھری محمد ادریس - خوراک اور گاڑی الاؤنس اور honorarium -

وزیر خزانہ - honorarium اور اوور ٹائم میں ذرا فرق ہے - اگر اس سلسلے میں کوئی مثال ہے اور ریکارڈ موجود ہے کسی گزیٹیڈ افسر کا تو اس پر ضرور ہمدردانہ غور کیا جائے گا مگر honorarium کے متعلق اوور ٹائم کے متعلق نہیں -

چودھری محمد ادریس - جناب والا - میں سوال کے جواب کے حصہ (سی) پر آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں - اس میں انہوں نے کچھ mislead کرنے کی کوشش کی ہے دانستہ یا غیر دانستہ طور پر -

Neither the Central nor the East Pakistan Government is allowing overtime allowance to the staff of Central/Provincial Assembly. Both the Central and East Pakistan Government are allowing their non-gazetted establishment attached to respective Assemblies, conveyance allowance at specified rates while the Class IV staff is being allowed only the diet allowance.

تو یہ آپ کی پوزیشن ہے تو یہ چیز میں آپ کے نوٹس میں لاتا ہوں ۔

while class IV staff is being allowed only the diet allowance.

میرے پاس اس ضمن میں ایک ثبوت ہے ۔ اس کی رو سے ریٹ متعین کئے ہوئے ہیں نیشنل اسمبلی کے ملازمین کے لئے اور کلاس ۴ کو اوور ٹائم بھی دیا جاتا ہے ۔ تین بجے تک ۵۰ پیسے ۸ بجے تک ایک روپیہ اور ۱۲ بجے تک ڈیڑھ روپیہ ۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ یہ آپ نے کیوں غلط جواب دیا ہے یا دینے کی کوشش کی ہے ؟

وزیر خزانہ ۔ غلط نہیں ہے ۔ آپ پڑھئے گا ۔

I am afraid I will have to read the answer again.

Anyhow you may please see the answer. I do not know how far we have withheld the information or we have tried to give incorrect information. So if the Member just gives second thought to what has been replied to me, he will be able to reconcile.

چودھری محمد ادریس ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خوراک الاؤنس کلاس چہارم کو دیا جاتا ہے ۔

مسٹر حمزہ ۔ ابھی جناب وزیر خزانہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ مرکزی سطح پر ایک کمیٹی بنائی ہوئی ہے جو دیکھتی ہے کہ ملازمین کے ساتھ یکسانیت کا سلوک ہو ۔ تو کیا اس کمیٹی کے ہوتے ہوئے اور اس مسلمہ اصول کے ہوتے ہوئے جس کو آپ تسلیم کرتے ہیں

کیا آپ کے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ جونہی آپ کو یہ علم ہوا کہ مشرقی پاکستان کی اسمبلی کو ۱۹۶۴ء سے یہ مراعات دی جا رہی ہیں آپ ان مراعات کو فوری طور پر یہاں بھی دیتے - کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ مغربی پاکستان کی مالی حالت مشرقی پاکستان کے مقابلہ میں زیادہ اچھی ہے اور وہاں کے وزیر بھی اتنے سخی نہیں ہو سکتے جتنے کہ آپ ہیں ۔ آپ بہت مشہور سیاسی لیڈر بھی ہیں -

مسٹر سپیکر - آپ تقریر نہ فرمائیں -

مسٹر حمزہ - میں جناب سپیکر عرض کرتا ہوں کہ ان حقائق کے پیش نظر یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ آخر وہ مراعات یہاں کیوں نہیں دی جا رہیں ؟

وزیر خزانہ - یہ تو آپ کی بنیادی مانگ ہے -

The basic demand from the very beginning has been the grant of over-time allowance.

میں سمجھتا ہوں کہ یہ آج آپ کے ذہن میں نئی باتیں ابھری ہیں - یہ پہلی بار آپ نے بات کی ہے - پھر بھی میں نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ یقین دلایا ہے کہ اس پر ہمدردانہ غور ہوگا اور مناسب وقت پر مناسب احکامات صادر کئے جائیں گے -

whatever they get.

Malik Muhammad Akhtar : Should we expect that by the next session this question would not be repeated. (*laughter*)

Khawaja Muhammad Safdar : Date ?

Malik Muhammad Akhtar : What will be the date of granting this allowance ? Will it be with retrospective effect ?

Mr. Speaker The question of Malik Muhammad Akhtar cannot be amended by the Leader of the Opposition.

Malik Muhammad Akhtar : He can always amend me.

Chaudhri Muhammad Nawaz : But he has not been able to mend you.

Dr. Sultan Ahmed Cheema : Sir, part (b) of the question reads :

> "whether the officials/officers of the Finance Department receive any reward, compensation or any allowance for the preparation of Provincial Budget ; if so, rates thereof ;"

(*a short pause*)

I am sorry, it is in connection with the Finance Department.

مسٹر حمزہ ۔ جناب والا ۔ یہ بڑی اہمیت کا حامل سوال تھا جس کا جناب کرمانی صاحب نے جواب نہیں دیا ۔ کیا وہ یقین دھانی کرائیں گے کہ جو مراعات مشرقی پاکستان اسمبلی سٹاف کو دی جا رہی ہیں وہی مراعات یہاں بھی دی جائیں گی ؟

وزیر خزانہ ۔ میرے لئے مشکل ہے کہ میں آف ہینڈ اس کا کچھ جواب دوں ۔ دیکھنا پڑے گا کہ اس کے مالی اثرات کیا ہیں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ اصولی طور پر یہ بات مناسب ہے کہ جو مراعات مرکزی اسمبلی اور مشرقی پاکستان کی اسمبلی کے سٹاف کو اس وقت میسر ہیں ان کا اطلاق یہاں بھی ہونا

چاهئے ۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اسے ماضی سے دیا جائے یا کب سے دیا جائے جیسا کہ انہوں نے صحیح فرمایا ہے اس کے متعلق میں آف ہینڈ کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس کی مالی ذمہ داریاں اتنی زیادہ نہ ہوئیں تو اس پہلو پر بھی ضرور ہمدردی سے غور کیا جائے گا ۔

Mr. Speaker : Should we now start preparing the record for that ?

Minister of Finance : I will intimate you after the conclusion of Budget because we are all busy. We are going to sit upto the 5th of July and I hope, according to the programme, the Finance Bill is likely to be passed on the 29th of this month. So, we will have six or seven days more.

Mr. Speaker : Should we not repeat the question for the next turn ? So that the Minister may be able to make a statement on the floor of the House ?

Minister of Finance : 5th of July would be the last date...Sir, I will do my best.

مسٹر حمزہ ۔ جناب سپیکر ۔ اب انہوں نے مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کی اسمبلیوں کی مساوات کا اصول تسلیم کر لیا ہے ۔ کیا وہ اس صوبائی اسمبلی کے اراکین کو بھی وہ حقوق و مراعات دیں گے ۔ جو مشرقی پاکستان کے اراکین کو حاصل ہیں اور خصوصی طور پر اس حقیقت کے پیش نظر کہ مغربی پاکستان اسمبلی کے ایک معزز رکن کی ہوم سیکرٹری نے پٹائی کی تھی وہاں بھی اس قسم کا اہتمام کریں گے ۔

Mr. Speaker : Disallowed.

So, this question would be repeated on the next turn,

That is the sense of the House. (*interruptions*) They want to have a statement from the Minister.

Minister for Finance : Sir, I respectfully bow before the decision. Inshaullah by the 5th or 6th I may be able to make a statement.

Mr. Speaker : Yes. Next Question.

HONORARIUM OR ALLOWANCE GIVEN TO OFFICIALS AND OFFICERS WORKING IN BUDGET BRANCH OF FINANCE DEPARTMENT FOR PREPARATION OF PROVINCIAL BUDGET

***13082. Pir Ali Gohar Chishti :** Will the Minister for Finance be pleased to state the amount given as honorarium or allowance to the Officials and Officers working in the Budget Branch of the Finance Department for the preparation of Provincial Budget during the years (*i*) 1966-67 and (*ii*) 1967-68 or proposed to be given for the preparation of Budget for 1968-69 ?

Minister for Finance (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) :

1966-67

	Officers	
	Budget/Section Officers only. No senior officer is given this honorarium.)	Staff
Honorarium	Rs. 9,762/-	Rs. 32,520/-
	1967-68	
Honorarium	Rs. 9,550/-	Rs. 34,425/-

As regards the amount for the year 1968-69, the proposals have not been formulated.

SPECIAL UNATTRACTIVE AREA ALLOWANCE

*13084. **Ataliq Jafar Ali Shah** : Will the Minister for Finance be pleased to state:—

(*a*) whether it is a fact that Gazetted Officers belonging to settled areas and serving in tribal areas are allowed special unattractive area allowance ;

(*b*) whether it is a fact that the said allowance is not given to non-gazetted Officers belonging to settled areas serving in the tribal areas ; if so, reasons therefor ?

Minister for Finance (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : (*a*) Yes.

(*b*) No. The unattractive areas allowance is also admissible to non-gazetted Government Servants belonging to settled areas and serving in the Tribal Areas.

اتالیق جعفر علی شاہ ۔ وہ نان گزیٹیڈ سرکاری افسران جو قبائلی علاقہ یا ایجنسی کے باشندے ہوں اور انکو دوسری ایجنسی میں تبدیل کیا جائے کیا انہیں بھی یہ مہنگائی الاؤنس ملتا ہے ؟

Minister for Finance : I am sorry it does not arise out of it.

The question was :

> "(b) whether it is a fact that the said allowance is not given to non-gazetted Officers belonging to settled areas serving in the tribal areas ; if so, reasons therefor ?"

The reply was :

> "No. The attractive areas allowance is also admissible to non-gazetted Government Servants belonging to settled areas and serving in the Tribal Areas."

Now, what the Member is asking is a fresh question. If he gives fresh notice the reply will be given.

———

AMOUNT ACCRUED TO GOVERNMENT ON ACCOUNT OF SUGAR CANE CESS

*13105. **Rais Atta Muhammad Khan Marri Baloch** : Will the Minister for Finance be pleased to state:—

(*a*) the amount accrued to the Government on account of sugar cane cess since its imposition ;

(*b*) the amount so far spent for the purpose for which the cess was imposed ?

Minister for Finance (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) :

(*a*)	1964-65	Rs.	63,33,344.27
	1965-66	Rs.	1,23,62,973.94
	1966-67	Rs.	1,06,84,288.97
	Total :-	Rs.	2,93,80,607.18
(*b*)	1966-67	Rs.	30,00,000 (only Rs. 9,20,031 utilized).
	1967-68	Rs.	61,98,700 (Released).

*۱۳۱۸۳ ۔ سید محمد مراد شاہ ۔ کیا وزیر خزانہ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) آیا یہ امر واقعہ ہے کہ حیدرآباد امپروومنٹ ٹرسٹ نے ۱،۸۹،۳۴،۰۰۰ روپے کی لاگت کی ۵ ہاؤسنگ سکیمیں محکمہ خزانہ کو رقم مختص کرنے کے لئے بھیجیں تا کہ ان پر عمل درآمد کیا جائے ۔

(ب) اگر جزو (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہو تو حکومت نے اس بارہ میں کیا فیصلہ کیا ہے ؟

وزیر خزانہ (مسٹر احمد سعید کرمانی) ۔ (الف) جی ہاں ۔

(ب) صوبائی حکومت اس تجویز پر اسلئے غور نہیں کر سکی کہ یہ تجویز ایسی تجاویز کی وصولی کیلئے مقررہ تاریخ کے بعد وصول ہوئی تھی اور وہ سکیمیں جن کے لئے رقوم درکار ہیں ۔ صوبائی ڈویلپمنٹ ورکنگ پارٹی نے منظور نہیں کی ہیں ۔

PAY AND ALLOWANCES OF ADDITIONAL JUDGES

*13237. **Mr. Muhammad Umar Qureshi** : Will the Minister for Finance be pleased to state:—

(*a*) whether it is a fact that the pay and allowances drawn by the additional Judges of former Sind are more than those admissible to their counterparts in the former Punjab ;

(*b*) if answer to (*a*) above be in the affirmative, whether Government intend to remove this disparity ?

Minister for Finance (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : Since the information requires verification from the S & G A D and the Law Department the answer to the above Assembly question would be provided as soon as the necessary information is made available.

Sir, it may be repeated.

Mr. Speaker ; This would be repeated on the next turn.

CAMERAMEN OF INFORMATION DEPARTMENT

*13247. **Mr. Muhammad Umar Qureshi** : Will the Minister for Information be pleased to state:—

(*a*) the total number of cameramen in the Information Department

alongwith their pay scale and the basis on which their seniority list has been prepared ;

(*b*) whether the said cameramen are allowed the same amenities as are enjoyed by other employees of this Department ;

(*c*) if answer to (*b*) above be in the negative, reasons therefor?

Minister for Information (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : (*a*) There are only two posts of Cameramen in the Information Department—one in the Regional Directorate at Peshawar and the other in the Office of the Director, Press Cell, Lahore. The consolidated pay scale of the post of Cameraman (Cine) is Rs. 450-20-570/20-650. The question of preparation of their seniority list does not arise because of singleness of post in each Region.

(*b*) Each Government Servant is entitled to amenities according to his pay scale, status of post held by him, the place of his posting, etc., as prescribed by the relevant Rules applicable to his post.

(*c*) This question does not arise in view of answer to (*b*) above.

CINEMAS IN HYDERABAD CITY

*13256. **Mr. Muhammad Umar Qureshi** : Will the Minister for Excise and Taxation be pleased to state :—

(*a*) total number of cinemas in Hyderabad City;

(*b*) the amount realized as entertainment tax from these cinemas from 1963 to 1967 ;

(*c*) names of cinemas, out of those mentioned in (*a*) above, which were challaned under the Excise Act during the said period alongwith nature of charges against each ?

Minister for Excise and Taxation (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : The requisite information is awaited from local officers and will be placed on the table of the House when received.

Mr. Speaker : This question will be repeated on the next turn. No supplementaries.

ILLICIT LIQUOR IN HYDERABAD

*13257. **Mr. Muhammad Umar Qureshi** : Will the Minister for Excise and Taxation be pleased to state :—

(*a*) the number of cases of illicit liquour detected by the Excise and Taxation staff in Hyderabad from 1962 to 1967 ;

(*b*) the number of such cases sent to court alongwith the number of accused persons who were convicted ?

Minister for Excise and Taxation (Mr. Ahmed Saeed Kirmani): The information is being collected from the local officers.

Mr. Speaker : This question would be repeated on the next turn.

TRANSFER OF SUPERINTENDENTS WORKING IN THE OFFICE OF DIRECTOR, EXCISE AND TAXATION, LAHORE

*13297. **Dr. Sultan Ahmed Cheema** : Will the Minister for Excise and Taxation be pleased to state:—

(*a*) the names of Superintendents working in the office of Director, Excise and Taxation, Lahore for more than three years alongwith (*i*) the period of the service of each in the said office and (*ii*) reasons for their stay in Lahore for more than three years ;

(*b*) whether Government intend to transfer such officials out of Lahore; if so, when ?

Minister for Excise and Taxation (Mr. Ahmed Saeed Kirmani): (*a*) Ch. Muhammad Abdullah is Superintendent of the office Director Excise and Taxation, Lahore, since 25th April, 1962. Immediately before this date he has been Superintendent of corresponding office of Deputy, Director Excise and Taxation Lahore Region since 1st July 1959.

(*i*) He is thus continuously Superintendent at Lahore since 1st July, 1959.

(*ii*) This is because ministerial Government servants unlike the executive ones are not ordinarily liable to transfer after three years tenure. Moreover according to the existing Excise & Taxation Ministerial Service Rules the Superintendents belongs to Divisional cadre and there is no corresponding post in the Division to which he can be transferred,

(*b*) In view of the working policy adopted by Government for the time being there is no intention to transfer ministerial staff out of Lahore.

ڈاکٹر سلطان احمد چیمہ - جناب والا۔ اس جواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسٹر عبداللہ بطور سپرنٹنڈنٹ لاہور میں پچھلے ۹ سال سے تعینات ہے ۔ کیا یہ لاہور کے کسی اور دفتر میں تعینات نہیں ہو سکتا یا باہر تبدیل نہیں ہو سکتا ؟

وزیر آبکاری و محصولات - کہاں تبدیل کیا جائے وہ تو ایکسائز ڈیپارٹمنٹ کا آدمی ہے -

مسٹر سپیکر - اسکا جواب دے دیا گیا ہے ۔

The Question Hour is over now. Will the Minister for Finance please place the rest of the answers on the Table of the House ?

Minister for Finance : Sir I place on the Table of the House the answers to the rest of the questions.

———

SHORT NOTICE QUESTIONS AND ANSWERS

Mr. Speaker : We will now take up Short Notice Questions. The first question is from Mr. Zain Noorani, No. 13578. The Member may please read out his question.

Mr. Zain Zoorani : Sir, I have just been informed by the Minister that he has taken up the matter with the Leader of the House and will shortly discuss it with him and have it sorted out. In view of that I do not wish to ask that question.

Mr. Speaker : Next question No. 13601 by Syed Yusaf Ali Shah.

LEVY OF EDUCATION CESS IN FORMER N- W. F. P.

***13601. Syed Yusaf Ali Shah** : Will the Minister for Education be pleased to state :—

(*a*) whether it is a fact that an education cess was levied in 1949 by the then Government of N.- W. F. P., for providing better educational facilities to the students in the former N.-W. F. P.;

(*b*) whether it is a fact that the said cess is still being paid by the local bodies in the former N.- W. F. P. to the Government;

(*c*) whether it is also a fact that apart from the said education cess, a usual contribution is also being paid to the Government by the Local Bodies in the former N.- W. F. P.;

(*d*) whether it is also a fact that a representation was made to the Governor of West Pakistan by the questioner and by other Members of the Provincial Assembly to the effect that this cess should only be spent in the areas of the Local Bodies collecting this cess or that the Local Bodies may be allowed to utilize this cess for the advancement of education in their respective areas?

(*e*) if answer to (*d*) above be in the affirmative, what action has so far been taken by the Government on the said representation?

Parliamentary Secretary (Sardar Muhammad Ashraf Khan) : (*a*) Yes.

(*b*) No. The local bodies are just the collecting agencies. The Cess is paid by general public in addition to the Octroi, Land Revenue, Water rate.

(*c*) Yes. The local bodies in former N. W. F. P. pay the usual contribution as is paid by other local bodies in the Province.

(*d*) Yes.

(*e*) The case is yet under consideration.

سید یوسف علی شاہ ۔ جناب والا ۔ میرا اس سوال کو پوچھنے کا

مقصد یہ تھا کہ اس ایجوکیشن سیس کے بارے میں جو کارروائی ہو چکی ہے یا حکومت جو کارروائی کرنا چاہتی ہے وہ اس کی وضاحت کرے ؟ اگر یہی جواب ہونا تھا تو میرا قلیل المہلت سوال پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے -

This case is still under consideration. I don't know whether this is the right answer.

Minister of Education (Mr. Muhammad Ali Khan) : Sir, this cess was levied by the former Frontier Government for the purpose of development of education in that area. Later on, that Act was amended and it formed part of the revenues of the Province, but it used to be spent on a specific purpose, i. e., education in that area. After integration, the Act was not repealed and the Cess has been collected, and is being collected upto this very day. The Education Department is only connected and concerned with its expenditure. We would be too happy if this amount is given to our department. We would like to utilize it in that area in the best possible manner. As far as its collection is concerned or the levy of this tax is concerned, this primarily concerns the Revenue Department and the Finance Department. I have already taken up this question with the Finance Minister, and we have addressed letters to the Revenue Department. The case is still under consideration whether this specific tax, which is levied in a specific area of the province, should be used for the purpose for which it is being collected or should form part of the general revenues and spent throughout the province. So, it is still under consideration.

Mr. Speaker : If that is a statutory obligation and it has been provided in the statute itself that this cess would be spent in that area for the development of education in the region, then what is the hitch in allocating this amount for this region.

Minister for Education : We have taken up this matter with the Finance Department.

Mr. Speaker : Since when has the Minister taken up this matter with the Finance Department, because I have been listening to this complaint since the days when I was only a Member of this House ?

Minister for Education : Sir, when the Members represented to the Governor - 16 Members of that area - that this cess is levied for the specific purpose of development of education, and this forms part of the general revenues, it was their right that it should be spent in that area, the Governor had ordered that it should be looked into. The Education Department addressed the Revenue Department as well as the Finance Department, and it is with them now. As far as we are concerned, we would be too glad to have this money and spend it. As far as the collection is concerned, it is not our job.

Mr. Speaker : The Minister would recall that the last time we had some discussion about this matter and it was decided that this question should be repeated on the turn of questions of the Finance Department, and that this may be sorted out with the Finance Department, and a definite reply should be given.

Minister for Education : Sir, the reply, which the Parliamentary Secretary for Education just gave to the House, was given with the consultation of the Finance Department.

Mr. Speaker : And when this Session would be over after a few days, then this matter would remain under consideration for another period of .....

Minister for Education : Sir, the Finance Minister may like to throw some light on this.

Minister for Finance : Certainly, Sir, while taking a decision with regard to this matter, your honour's observations will be kept in view that when the statute itself, which raised this cess, specifically mentions that it is to be spent on the educational requirements of that region.....

Mr. Speaker : That is a special characteristic of a cess. The cess is meant for a particular purpose and for a particular area. This is not a tax.

Minister for Finance : A decision will be taken soon Sir, and the decision will be taken keeping in view the observations made by your goodself.

سید یوسف علی شاہ ۔ جناب والا ۔ بقول غالب کے

کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا ۔

چھ سال گذرنے کے بعد بھی اس کا فیصلہ نہیں ہو سکا اور ابھی خدا جانے اس پر مزید کسقدر عرصہ لگے گا ۔ اس مد میں لاکھوں روپیہ سابق صوبہ سرحد سے وصول کیا جاتا ہے لیکن اسکے متعلق ہم جب بھی کوئی استفسار کرتے ہیں تو ہمیں یہی جواب دیا جاتا ہے کہ ''معاملہ زیر غور ہے'' ۔ آخر اسکے لئے کوئی حد اور میعاد مقرر ہونی چاہئیے کہ یہ معاملہ دو چار ماہ میں طے ہو جائیگا ۔

ملک محمد اختر ۔ جناب صدر ۔ شعر و شاعری اور عاشقی میں تو انتظار لمبا ہی ہوا کرتا ہے ۔

Minister for Finance : I think I will be able to make some statement on the last day of this session.

Mr. Speaker : That will serve the purpose.

Syed Yusaf Ali Shah : In part (*b*) of the answer it has been stated —

> "No. The Local Bodies are just collecting agencies and the cess is being paid by the general public in addition to the octroi....."

میں نے یہ کہا تھا کہ یہ ٹیکس لوکل باڈیز ادا نہیں کرتے بلکہ عوام یہ ٹیکس ادا کرتے ہیں ۔ لوکل باڈیز تو collecting agencies ہیں اور ہمارے ہاں بھی دوسری جگہوں کی طرح لوکل باڈی کا کام ان ٹیکسوں کو صرف جمع کرنا ہے ۔ لیکن ان کی ادائیگی عوام ہی بذریعہ یا بہ وساطت کسی ایجنسی کے حکومت کو کرتے ہیں ۔ کیونکہ عوام تو خود جا کر دو دو روپے حکومت کے خزانے میں جمع نہیں کرا سکتے ۔

Minister for Education : A part of this cess is paid by the agriculturists and they pay at the rate of two annas a rupee in land revenue as well as in

abiana and the rest is paid by the Municipalities but it is clear from the reply that the burden of this tax is on the general public and it is not taken from the revenues of the Municipalities. They collect it and send it to the provincial revenues.

سید یوسف علی شاہ - جناب والا - لیکن کیا وزیر موصوف مجھے یہ بتائیں گے کہ لوکل باڈیز کو کہاں سے آمدنی ہوتی ہے - لوگوں سے ہی وہ وصولی کرتے ہیں - ان کا اپنا تو کوئی خزانہ نہیں ہے وہ اسی طرح عوام سے رقم اکٹھی کرتے ہیں -

Mr. Speaker : It means that no information is solicited. Next question.

ALLOCATION OF FUNDS TO HEALTH DEPARTMENT

***13735. Syed Yusaf Ali Shah** : Will the Minister for Finance be pleased to state :—

(*a*) the total allocation made by the Finance Department to the Department of Health in Peshawar Region for the maintenance of Hospitals and Dispensaries, excluding the Lady Reading Hospital, during the year 1967-68 and the actual amount spent therefrom by the Health Department during the said year ;

(*b*) the total amount provided for the said purpose for the year 1968-69 ;

(*c*) the total amount paid as medical contribution by each of the District Councils, Municipal Committees and other local councils of Peshawar Region during 1964-65, 1965-66 and 1966-67 ?

Minister for Finance (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : Since we had to collect information from various other bodies and the complete information requires verification with the accounts authorities, the necessary information will be provided as soon as available. We are not the only agency involved in it who is to collect the information but there are various other agencies. It can be repeated on the next turn.

Mr. Speaker : The Minister means to say next turn of the Finance Department ?

Minister for Finance : Yes, Sir.

Mr. Speakar : This question will be repeated on the next turn as a short notice question.

سید یوسف علی شاہ - میں نے یہ سوال صرف وزیر خزانہ سے ہی نہیں پوچھا تھا بلکہ وزیر صحت صاحبہ سے بھی دریافت کیا تھا ۔

Minister for Finance : But it is addressed to me alone.

Syed Yusaf Ali Shah : It relates to the Health as well as the Finance Department. The answer was solicited from both the departments.

Minister for Finance : We are taking steps to collect the requisite information from the Health Authorities and the moment we get it from the Accounts Officials, we will certainly supply the information.

Mr. Speaker : What has been decided with regard to this question ?

Minister for Finance : It will be repeated on the next turn.

Mr. Speaker : Then it will not be treated as a Short Notice Question. This question will be treated as a Starred Question.

ANSWERS TO STARRED QUESTIONS LAID ON THE TABLE

OFFICIAL ENTERTAINMENTS AND FUNCTIONS

*13355. **Mian Nazir Ahmad** : Will the Minister for Information be pleased to state the total expenditure incurred on official entertainments and functions in the Province during the years, 1966 and 1967 and during the period from 1st January 1968 to date ?

Minister for Information (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : The information required by the Member is not readily available since a reference will have to be made to all Administrative Secretaries to Government/ Commissioners of Divisions/Heads of Attached Departments/Deputy Commissioners and Political Agents/Regional Heads of Departments throughout the Province.

TA/DA ADMISSIBLE TO POLICE OFFICERS IN THE SERVICE OF PROVINCIAL GOVERNMENT

*13357. **Mian Nazir Ahmad** : Will the Minister for Finance be pleased to state whether there is any difference in the rates of Travelling Allowance and Dearness Allowance admissible to Police Officers in the service of the Provincial Government and their counterparts in the service of the Central Government ; if so, reasons for which the Provincial Government has not followed the Central Government in this matter and the steps Government intend to take in this respect ?

Minister for Finance (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : The West Pakistan Travelling Allowance Rules govern all Provincial Officers including Police Officers. Similarly, the Central Travelling Allowance Rules govern all Central Officers including Police Officers of the Central Government. The Travelling and Daily Allowances under the Central and the Provincial Governments are not identical. The Provincial allowances are lower essentially on account of financial considerations. Government do not intend taking any steps to make the rules identical to Central Rules.

BNR CENTRES

*13360. **Mian Nazir Ahmad** : Will the Minister for Information be pleased to state the number of the centres of Bureau of National Reconstruction as have been closed down and the number of those as are functioning in the Province ?

Minister for Information (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : 1. 118.
2. 2.

TAXI HIRE PAID BY GOVERNMENT DURING VISITS OF FOREIGN DIGNATORIES

*13361. **Mian Nazir Ahmad** : Will the Minister for Information be pleased to state :—

(*a*) the names of foreign dignatories who visited Lahore during 1967 and 1968 to-date alongwith the taxi hire paid by the Provincial Government during the visit of each dignatory ;

(*b*) whether receipts for the amount of taxi hire charges paid by the Government were obtained in each case ;

(*c*) if answer to (*b*) above be in the negative, reasons therefor and the action taken or intended to be taken against those responsible for not obtaining receipts ?

Minister for Information (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : (*a*) 1. The list of names is placed on the table of the House.

2. Rs. 1,513/-.

(*b*) Yes.

(*c*) Question does not arise.

NAMES OF FOREIGN DIGNATORIES WHO VISITED LAHORE DURING THE YEAR

1967-68

1. H. E. Mr. Inche Othman Wok, Minister for Culture and Social Affairs of Singapore (3—Persons)

2. H. E. Mr. Abdul Rehman Mohammad Babu, Minister for Land, Settlement and Water Development of the Republic of Tanzania (5—Persons)

3. H. E. Dr. Mahmood Fawzi, Special Assistant on Foreign Affairs to the President of United Arab Republic (4—Persons).

4. H. E. Mr. Taieb Saleem, Special Envoy of the President of Tunis.

5. H. E. Marshal Josip Broz Tito, President of the Socialist Federal Republic of Yugoslavia (40—Persons)

6. H. E. Mr. Paul Hasluck, Minister of External Affairs of Australia (6—Persons)

7. H. E. Mr. Celal-Uttin Coskun, Governor of Ankara (Turkey) (3—Persons)

8. Mr. Rolf Lahr, Deputy Foreign Minister of the Federal Republic of Germany (4—Persons)

9. H. E. Sir Frederic Bennet, Member British Parliament (2—Persons)

10. H. E. Dr. Kurt George Kiesinger, Chancellor of the Federal Republic of Germany (56—Persons)

Second Time (Aeroplane carrying the party could not land at Lahore Airport due to bad weather)

11. Mr. David Ensor, Member of Parliament of U. K. (2—Persons)

12. Advance Party of the President of Yugoslavia (7—Persons)

13. H. E. Mr. A. N. Kosygin, Chairman of the Council of Minister (Prime Minister) of the Union of Soviet Socialist Republic (40—Persons)

14. H. E. Dr. Alfons Goppel, Prime Minister of Bavaria (7—Persons)

15. H. E. Foreign Trade Minister of Romania (11—Persons)

16. H. M. King Hussein of the Hashemite Kingdom of Jordan (29—Persons)

17. H. R. H. Prince Basundhra of Nepal (2—Persons)

18. H. E. Dr. Zaki Yamani, Minister for Petoroleum of Saudi Arabia (3—Persons)

19. H. E. Mr. N. S. Patolitchev, Minister of Foreign Trade of the Government of the U. S. S. R. (6—Persons)

20. H. E. Mr. Sharif Emami, President of the Iranian Senate and the Iranian Parliamentary Delegation (6—Persons)

21. World Bank Press Party (14—Persons)

22. H. E. Akef-El-Fayez, Minister of Communication of the Hashemite Government of Jordan (4—Persons)

23. H. E. Mr. Ngo Minh Loan, Ambassador and Ptenipotentiary of the Democratic Republic of Viet Nam (3—Persons).

24. H. E. Mr. V. Manickavasagam, Minister of Labour of Malaysia (3—Persons).

ENTERTAINMENT DUTY COLLECTED FROM CINEMAS IN KARACHI AND LAHORE

*13382. **Pir Ali Gohar Chishti** : Will the Minister for Excise and Taxation be pleased to state the total amount of entertainment duty collected by Government during 1966-67 and 1967-68 from cinemas in Karachi and Lahore, separately, and the names of cinemas which paid highest entertainment tax in Lahore and Karachi?

Minister for Excise and Taxation (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) :

Name of City.	Year.	Total amount of Entertainment duty collected by Govt :	Name of Cinema which paid highest Entt : duty.
		Rs.	
Karachi	1966-67	1,30,72,163/24	Bambino
	1967-68 (upto May, 31, 1968)	1,26,73,224/15	

Name of City.	Year.	Total amount of Entertainment duty collected by Govt :	Name of Cinema which paid highest Entt : duty.
Lahore	1966-67	65,62,383/-	Alflah.
	1967-68 (upto May,31, 1968).	71,89,364/-	

RECRUITMENT OF INFORMATION OFFICERS

*13400. **Chaudhri Idd Muhammad** : Will the Minister for Information be pleased to state:—

(*a*) the names of Officers who were promoted as Information Officers and Assistant Information Officers during the year 1967-68 in the Regions to which they belonged ;

(*b*) the names of Information Officers and Assistant Information Officers recruited through the West Pakistan Public Service Commission during 1967-68?

Minister for Information (Mr. Ahmed Saeed Kirmani): (*a*) A list showing the names of Officers who were promoted as Information Officers and Assistant Information Officers during the year 1967-68 in the Regions to which they belonged is appended herewith.

(*b*) No Information Officers and Assistant Information Officers were recruited on regular basis through the West Pakistan Public Service Commission during 1967-68. Interviews for appointment of 14 Information Officers are being held by the West Pakistan Public Service Commission at Karachi, Lahore and Peshawar.

LIST SHOWING NAMES OF OFFICERS WHO WERE PROMOTED AS INFORMATION OFFICERS AND ASSISTANT INFORMATION OFFICERS DURING THE YEAR 1967-68 IN THE REGIONS TO WHICH THEY BELONGED.

(*a*) (*i*) **Information Officers approved by West Pakistan Public Service Commission Ad Hoc Appointment Committee.**

1. Mr. Farhat Ullah Khan (Ad hoc)	Lahore. (Central Region).
2. Mr. Ghulam Sabir (Ad hoc)	Peshawar.
3. Mr. S. I. N. Jeoffrey (Ad hoc)	Hyderabad.
4. Mr. A. S. Ghanvi (Ad hoc)	Karachi
(*ii*) Mr. Nasim Mahmood (Regular)	Lahore
(Pictorial Publicity Officer)	(Central Region).
(*iii*) Assistant Information Officers.	Nil

———

CONSTRUCTION OF ROADS IN FORMER N.- W. F. P.

*13434. **Khan Ajoon Khan Jadoon** : Will the Minister for Finance be pleased to state:—

(*a*) the total amount collected as Sugar Cane Cess from each of the following Sugar Mills upto 31st March 1968 ; (*i*) Premier Sugar Mills, Mardan, (*ii*) Charsadda Sugar Mills, Charsadda, (*iii*) Frontier Sugar Mills, Takhtbhai and (*iv*) Bannu Sugar Mills, Bannu ;

(*b*) the amount, out of that mentioned in (*a*) above, which was spent on the construction of roads in the concerned areas alongwith details thereof ;

(*c*) the date by which the balance of the said amount will be released for the construction of roads in the said areas ?

Minister for Finance (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : (*a*) The following amounts have been realised as Sugarcane Development Cess from the Sugar Mills noted against each upto 31-3-1968 :—

(*i*)	Premier Sugar Mills, Mardan,	Rs. 61, 67, 964. 97
(*ii*)	Charsadda Sugar Mills, Charsadda.	Rs. 31, 01, 322. 41
(*iii*)	Frontier Sugar Mills, Takhtbhai.	Rs. 21, 55, 556. 58
(*iv*)	Bannu Sugar Mills, Bannu.	Rs. 15, 19, 208. 16

Grand Total :— Rs. 1, 29, 44, 052. 12

(*b*) Rs. 24 lacs were released in respect of the following 11 schemes relating to these areas as required by the Highways Department :—

S. No.	Name of the works	Amount released up-to-date.
		Rs.
1.	Reconditioning and widening of mile 16, 17 and 20 Mardan Charsadda Road.	2,50,000
2.	Reconditioning of N. C. C. Road mile 24.	1,50,000
3.	Reconditioning of concrete link road line 2 miles.	2,50,000
4.	Reconditioning of Umarzai Harichand Road (mile 1 to 6).	1,50,000
5.	Reconditioning and widening of N. C. C. Road mile 18 Mardan Charsadda Road mile 1.	2,00,000
5.	Reconditioning and widening of mile 22 and 23 of N. C. C. Road.	2,00,000

S. No.	Name of the works	Amount released up-to-date.
7.	Construction of Chichar Kati Garhi from Kati Garhi to Salak.	2,50,000
8.	Construction of Sher Mankhano from Gujjar Garhi to Haidar Khan Killi.	1,50,000
9.	Construction of Pirabad Road from Mardan Katlong Road to Pirabad.	2,50,000
10.	Construction of Lund Khawar Tazagram Road from Hathian, Lund Khawar Road.	2,50,000
11.	Construction of Shergarh Harichand Road.	3,00,000
	Total :—	Rs. 24,00,000

(c) Funds will be released by the Finance Department according to the requirements of the Highways Deptt :

ACQUIRNG LOANS BY GOVERNMENT FROM PUBLIC

*13447. **Kazi Muhammad Azam Abbasi** : Will the Minister for Finance be pleased to state :—

(*a*) the year-wise amount acquired by the Government as loans from the public and out of it the amount paid back from 1959 up-to-date ;

(*b*) the total as well as annual amounts paid as interest on the said loans ;

(*c*) the reasons for acquiring the loans by Government from the public ?

Minister for Finance (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) :

Sr. No.	Year.	Nomenclature of the Loan.		Amount borrowed.	Amount paid back.	Remarks.
1.	1959	4% West Pakistan Loan 1966.	...	5,00,00,000/-	4,96,14,900/-	Claims for the balance of the amount not preferred so far.
2.	1960	4% West Pakistan Loan 1967.	...	4,43,38,500/-	4,21,95,700/-	
3.	1961	4% West Pakistan Loan 1968.	...	5,00,06,000/-	Due for redemption in Aug. 1968	
4.	1962	4¼% West Pakistan Loan 1969.	...	5,01,18,700/-	Due for redemption in 1969.	
5.	1963	4¼% West Pakistan Loan 1970.	...	8,15,98,300/-	-do-	in 1970.
6.	1964	4½% West Pakistan Loan 1971.	...	8,44,07,000/-	-do-	in 1971.
7.	1965	5¼% West Pakistan Loan 1972.	...	15,19,47,700/-	-do-	in 1972.
8.	1966	5½% West Pakistan Loan 1973.	...	19,12,73,300/-	-do-	in 1973.
9.	1967	5½% West Pakistan Loan 1976.	...	4,43,38,500/-	-do-	in 1976.

(*b*) Statement showing interest paid on Loans raised in the open market from 1959 to date is attached.*

(*c*) Proceeds of the loans were required to meet the capital expenditure of the Provincial Government.

VEHICLE TAX

*13448. **Kazi Muhammad Azam Abbasi** : Will the Minister for Excise and Taxation be pleased to state the district-wise number of private as well as official cars, buses and trucks as were plying in the Province during the years, 1948, 1956 and 1968 alongwith the amount that accrued to the Government on account of vehicle tax during the said years ?

Minister for Excise and Taxation (Mr. Ahmed Saeed Kirmani) : The time, labour and the cost involved in collecting the required information will not be commensurate with the result achieved.

Mr. Speaker : We will now take up the leave applications.

Khawaja Muhammad Safdar : I would submit that leave applications may kindly be postponed to some other day.

---

* *Please see Appendix I at the end.*

SUPPLEMENTARY SCHEDULES OF AUTHORISED EXPENDITURE FOR THE YEAR 1967-68 (GENERAL AND RAILWAY)

(LAYING ON THE TABLE)

Mr. Speaker : Alright. We will now take up the Order of the Day. The Minister for Finance.

Minister for Finance : I beg to lay on the Table the Schedule of Authorised Expenditure for the year 1967-68 (General).

Mr. Speaker : Next, the Minister for Railway.

Minister for Railway : I beg to lay on the Table the Schedule of Authorised Expenditure for the year 1967-68 (Railway).

THE WEST PAKISTAN GENERAL BUDGET FOR THE YEAR 1968-69

DISCUSSION ON EXPENDITURE CHARGED UPON THE PROVINCIAL CONSOLIDATED FUND (GENERAL BUDGET)

Mr. Speaker : The second item on the agenda is discussion on Expenditure Charged upon the Provincial Consolidated Fund (General Budget). Khawaja Muhammad Safdar.

خواجہ محمد صفدر (سیالکوٹ۔۱) ۔ جناب سپیکر ۔ اس سے قبل کہ میں آپکی وساطت سے اپنی گذارشات اس ایوان کی خدمت میں عرض کروں میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ محترم وزراء صاحبان نے بروز ہفتہ جو ارشادات فرمائے تھے میں ان کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کروں ۔

(اس مرحلے پر مسٹر سینئر ڈپٹی سپیکر سید یوسف علی شاہ کرسئی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب والا ۔ مجھے اس روز محترم قائد ایوان کی تقریر سن کر بڑی مسرت بھی ہوئی اور بڑا رنج بھی ہوا ۔

جناب والا ۔ شاید آپ بھی اس روز یہاں تشریف فرما تھے اور قائد ایوان کی تقریر کی فصاحت بلاغت اور روانی .....

وزیر خزانہ ۔ اور جوانی ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ جی ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک جوان تقریر تھی ۔ پر شکوہ الفاظ بے تکان امڈے چلے آ رہے تھے ۔ حالانکہ میں بڑے غور سے ان کی تقریر سن رہا تھا لیکن اس تمام فصاحت و بلاغت میں اس تمام روانی اور سلاست میں اور ان تمام پر شکوہ الفاظ

میں میں اپنی تقریر میں پیش کردہ دلائل کا جواب تلاش کرتا رہا لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مجھے اس سلسلے میں مایوسی کا سامنا کرنا پڑا ۔

جناب والا ۔ محترم قائد ایوان نے اپنی مرضی اور اپنے منشاء کے مطابق میرے بیان کردہ اعتراضات میں سے چند اعتراضات ہی منتخب فرمائے اور ان کا جواب دیا ۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنی بجٹ تقریر میں اپنے اعتراضات کو حد درجہ محدود کر دیا تھا اور اپنی گذارشات اور درخواستیں اور التجائیں اور اس قسم کی تمام چیزیں مجتمع کی تھیں ۔ اور یہ اس لئے نہیں کہ مجھے کوئی ایسی احتیاج تھی کہ میں حکومت سے التجا کرتا یا درخواست کرتا ۔ بلکہ میں نے قوم اور ملت کے مفاد کے پیش نظر ایسا کیا تھا کہ بجائے اسکے کہ حزب اختلاف کے ایک فرد کی حیثیت سے میں ان پر حملہ کروں ۔ میں ان پر الزام عائد کروں ۔ میں نے ان سے یہ درخواست کی کہ فلاں فلاں مسائل اس صوبے کو درپیش ہیں اور آپ خدارا انکو حل کیجئے ۔ میری تقریر کا تمام تر لب و لہجہ اسی قسم کا تھا ۔ مگر افسوس کہ میری ان درخواستوں اور التجاؤں کا جواب محض جواب برائے جواب کے طور پر دینا ہی ضروری سمجھا گیا ۔ محترم قائد ایوان کو کسی زمانے میں کہا ہوا میرا وہ فقرہ تو یاد ہے کہ ہم یہاں پر حکومت کی مخالفت کے لئے حاضر ہوتے ہیں کیونکہ ہم ان سے اختلاف کرتے ہیں ۔

ورنہ ہم ان کے ساتھ بیٹھتے - ان کے سامنے بینچوں پر بیٹھنا تو اختلاف کا اظہار ہے - سیدھی سی بات ہے - لیکن انہوں نے اس روز اپنا سارا زور بیان ساری فصاحت ، ساری بلاغت اس بات پر صرف کر دی - کہ انہوں نے بھی ایک اچھی بات کہی ہے - ہم اس کو بھی ماننے کیلئے تیار ہیں -

وزیر زراعت و خوراک - ہم ماننے کیلئے تیار ہیں -

خواجہ محمد صفدر - قول اور فعل کے اس تضاد کو میرے بزرگ اور میرے محترم دوست رفع کریں - میرا ایک اعتراض یہ تھا - کہ اس صوبے کی ترقی حقیقت میں ترقی معکوس ہے - اس جانب حکومت توجہ فرمائے اس کا جواب دیتے ہوئے بلکہ اس موضوع پر پہلے میں عرض کروں - کہ تقریر کرتے ہوئے میں نے عرض کیا تھا - کہ چونکہ زراعت کا محکمہ خصوصی طور پر زیر بحث آ رہا ہے - اس لئے میں اس کے متعلق کچھ عرض نہیں کرونگا - لیکن انہوں نے میرے جواب میں زراعت کے اعداد و شمار مصحور کن اعداد و شمار - حوصلہ افزاء اعداد و شمار اور مرعوب کن اعداد و شمار پیش کئے - شاید وہ تلاش کے باوجود کبھی کسی اور محکمہ کی کارگذاری کو اس معیار پر نہیں پا سکے ورنہ کوئی اور محکمہ تلاش کر لیتے - کیونکہ اس محکمہ پر تو بحث ہونی ہی ہے لیکن میں پھر بھی اس نتیجہ پر پہنچا ہوں - کہ قائد ایوان میرے اس نظریہ سے کہ اس

حکومت کا کوئی اور محکمہ میرے اس اعتراض کا جواب نہیں دے سکتا
سے اتفاق کرتے ہیں اخراجات کے تناسب سے ان محکمہ جات کی
کارگذاری میں اضافہ نہیں ہوا ۔ یہ میرا اعتراض تھا ۔ بہر حال میں پھر بھی
آج ان کی اس تقریر کے اس حصے پر اس وقت بحث نہیں کروں گا ۔ دو
تین دن کے بعد باری آئیگی ۔ تو پھر اپنی گذارشات ان کی خدمت میں پیش
کرونگا ۔ انہوں نے البتہ اس کے علاوہ میرے اس اعتراض کے جواب میں یہ
ارشاد فرمایا ۔ کہ اس صوبے کی بلکہ اس ملک میں ۱۹۵۸ء میں فی کس
اوسط آمدنی ۳۱۲ روپے تھی اور آج ۱۹۶۸ء میں دس سال کے بعد تقریباً
چار سو روپیہ ہے ۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۳۹۸ یا ۴۰۰ ہے ۔
تو میں ان کی خدمت میں عرض کروں ۔ یہ اوسط کچھ بڑی mis-leading
قسم کی ہوتی ہے ۔ اس کے صحیح حالات کا پتہ نہیں چلتا ۔ مثال کے طور
پر میں آپ کے سامنے مثال پیش کرتا ہوں ۔ ایک آدمی کے پاس ایک ہاتھی
ہے ۔ اور ۱۰ بکریاں ہیں ۔ ہاتھی کا وزن سو من ہے ۔ اور بکریوں کا وزن
۲۰ سیر فی بکری ہے ۔ چوتھی یا پانچویں جماعت میں ہم سوال نکالا
کرتے تھے ۔ کہ ان کا اوسط وزن نکالو ۔ میں نے کل یہ اوسط وزن نکالا ۔
تو میں نے یہ معلوم کیا ۔ کہ ہر جانور کا جو کہ ہر شخص کے پاس ہے
اس کا اوسط وزن ایک من ساڑھے انیس سیر ہے ۔ آپ غور فرمائیے ۔ کہ بکری
کے وزن میں اضافہ نہیں ہوا اور ہاتھی کے وزن میں کمی نہیں ہوئی ۔
ہاتھی کا وزن وہی سو من ہے بکری کا وزن وہی ۲۰ سیر ہے ۔ لیکن جب

ہم نے اوسط نکالی ۔ تو بکری کا وزن بھی ایک من ساڑھے انیس سیر ہوگیا بعینہ یہی حالت ہمارے ملک کی ہے ۔ کہ یہاں دو ، چار ، دس ہاتھی ہیں ۔ اور باقی سب بکریاں ہیں ۔ بلکہ ان سے بھی کوئی چھوٹے جانور سمجھ لیجئے ۔ خرگوش ہیں ۔ ہاتھی سب کچھ کھا رہے ہیں ۔ لیکن جب اوسط نکالی جاتی ہے ۔ تو خرگوش ہاتھی کے برابر ہو جاتا ہے ۔

جناب والا ۔ شاید میرے دوست میری اس مثال پر اعتراض فرمائیں ۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کی خدمت میں .....

وزیر داخلہ ۔ یہ ۱۹۵۸ء سے پہلے کی بات ہے ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ میں آپ کی کارگذاری کا پتہ کر رہا ہوں ۔ میں ۱۹۵۸ء کی کارگذاری کا پتہ لگانے کیلئے کھڑا نہیں ہوا ہوں ۔ میں آپ کی کارگذاری کا پتہ لگا رہا ہوں ۔ انہوں نے کوئی دس سالہ جشن نہیں منایا تھا ۔

جناب والا ۔ میں Economist کے اسی آرٹیکل میں سے جسکا حوالہ محترم وزیر خزانہ نے پرسوں اس ایوان میں دیا تھا ۔ ایک لائن پڑھتا ہوں ..... of those so-called two hundred families اس میں سے

بہت کچھ پیش کروں گا ۔ آپ دیکھ لیجئے ۔ جس آرٹیکل کا حوالہ محترم وزیر خزانہ نے اس ایوان میں دیا تھا ۔ اس کی رو سے صرف بارہ خاندانوں کے پاس ملک کی کل دولت ہے ۔ باقی لوگوں کو اگر رات کو روٹی ملتی ہے تو دن کو نہیں ملتی ہے ۔ اگر دن کو ملتی ہے تو رات کو نہیں ملتی ہے حالات یہ ہیں ۔ اور اگر اس کے متعلق میرے محترم قائد ایوان یہ ارشاد فرمائیں ۔ کہ یہاں اوسط آمدنی فی کس کیونکہ سالانہ بڑھ گئی ہے ۔ اس لئے یہ ترقی کا ایک ثبوت ہے ۔ تو کم از کم وہ لوگ جنہیں روٹی نہیں ملتی ۔ وہ تو اسے قابل قبول نہیں سمجھیں گے ۔ جناب والا ۔ محترم قائد ایوان نے یہ ارشاد فرمایا تھا ۔ کہ آپوزیشن یا حزب اختلاف اس قسم کی باتیں کر کے عوام میں مایوسی پھیلا رہے ہیں ۔ میں عرض کروں کہ ہم مایوسی نہیں پھیلا رہے بلکہ ارباب اقتدار جو اقتدار کے نشہ میں سر مست ہیں ۔ وہ غلط قسم کے نقشے کھینچ کر عوام کی امیدوں کو اونچا لے جاتے ہیں ۔ اور جب وہ امیدیں پوری نہیں ہوتیں ۔ جب وہ نقشے غلط ثابت ہوتے ہیں تو پھر عوام میں مایوسی اور بد دلی پیدا ہوتی ہے ۔ ہم تو وزراء صاحبان کی خدمت میں صرف یہ گذارش کرتے ہیں کہ اس صوبے کے عوام کے سامنے صرف صحیح حالات پیش کریں ۔ تا کہ عوام کی امیدیں حد سے زیادہ غلط طور پر بلند نہ ہوں ۔ اور ان کو جب یک لخت صحیح حالات معلوم ہوں ۔ تو انتہائی مایوسی کے عالم میں گرفتار نہ ہو جائیں ۔ مایوسی ہم نہیں پھیلاتے ۔ ہمارے مہربان دوست جو اس وقت ارباب اقتدار

ہیں - وہ پھیلاتے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے ۔ کہ قومی ترقی کے دعوے جو کہ ریڈیو ٹیلی ویژن ۔ اخبارات - ہر نشر و اشاعت کے ذریعے سے کئے جا رہے ہیں ۔ لوگ خود محسوس کرتے ہیں ۔ یہ تو محسوس کرنے والی چیز ہے ۔ کہ ایسا نہیں ہو رہا ہے ۔ تو اس ترقی کے دعوؤں کی حقیقت انہر واضح ہو جاتی ہے ۔ دراصل ان کے سامنے صحیح نقشہ پیش کیا جائے ۔ صحیح حالات سے آگاہ کیا جائے ۔ تو وہ مایوسی کا شکار نہیں ہونگے - مایوسی میرے دوست پھیلا رہے ہیں ۔ ہم نہیں پھیلا رہے ہیں ۔ اس کے بعد جناب قائد ایوان نے ملی انتشار کے مسئلہ کے متعلق جس کو میں نے انتہائی دل سوزی کے ساتھ اس ایوان اور اس حکومت کے سامنے پیش کیا تھا ۔ انہوں نے نہایت جوش و خروش سے فرمایا ۔ کہ خود PDM ملی انتشار کا موجب بن رہی ہے ٹھیک ہے ۔ اگر درخواست کا جواب الزامیہ طور پر دیا جانا مناسب ہے تو ٹھیک ہے ۔ وہ دے دیں ۔ لیکن شاید یہ مناسب نہیں تھا ۔ انہوں نے تکرار کے ساتھ مجھ سے پوچھا کہ کیا PDM وحدت مغربی پاکستان کے حق میں ہے ۔

انہوں نے یہ سوال کرتے ہوئے انتہائی تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے ۔ ان کو معلوم ہے کہ PDM کا موقف وحدت مغربی پاکستان کے متعلق کیا ہے ۔

جناب والا ۔ PDM کے متعلق اتنا عرض کروں گا کہ وہ سیاسی جماعت نہیں ہے بلکہ سیاسی جماعتوں کا مجموعہ ہے جو ایک minimum پروگرام پر اکٹھے ہوئے ہیں ۔ باقی پروگرام ہر ایک کا اپنا اپنا ہے ۔ ۸ نکاتی پروگرام کی بنیاد کو اگر یک جا کیا جائے تو ایک نکتہ بن جاتا ہے ۔ وہ یہ ہے کہ ۱۹۵۶ء کے آئین کو بحال کیا جائے ۔ محترم قائد ایوان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ۱۹۵۶ء کے آئین کی بنیاد اور اساس کی وحدت مغربی پاکستان پر قائم ہے اگر اس میں سے وحدت مغربی پاکستان کو نکال دیا جائے تو ۱۹۵۶ء کا آئین دھڑام سے نیچے آ جاتا ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ۱۹۵۶ء کے آئین کی بنیاد وحدت مغربی پاکستان پر ہے ۔ اس وحدت کے پیش نظر چند جماعتیں بحالت مجبوری ۱۹۵۶ء کے آئین کی بحالی کے لئے اکٹھی ہوئی ہیں ۔ اب ہمارے بزرگ قائد ایوان اور انکے ساتھی وزیر خزانہ نے اعتراض فرمایا ہے ان کی مزید تسلی کے لئے ۔ نہ صرف ایوان کی تسلی کے لئے بلکہ اس صوبہ کے ۶ کروڑ عوام کی تسلی کے لئے اور تشفی کے لئے تحریک جمہوریت پاکستان کے صوبائی صدر کی حیثیت سے اعلان کرتا ہوں ۔ کہ PDM وحدت مغربی پاکستان کے حق میں ہے ۔

ایک معزز ممبر ۔ ایک مسئلہ تو حل کر دیا ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ جناب والا ۔ ابھی حل نہیں ہوا ۔ اعتراض

یہ ہے کہ یہاں acts of commission and omission میں فرق ہے - زبان سے تو دعویٰ کیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ کے ساتھی وحدت مغربی پاکستان کے حامی ہیں لیکن افعال کے ذریعہ وحدت مغربی پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں - جو لوگ وحدت مغربی پاکستان کے خلاف ہیں آپ ان کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں - میری ایک تحریک التواء کے جواب میں محترم قائد ایوان نے اس ایوان میں فرمایا تھا کہ Pat Feeder Canal میں پانی اس لئے نہیں چھوڑا گیا کیونکہ ان کو شکایت ہے کہ اس کا نظام ابتر نہ ہو جائے - اس کی مرمت نہایت ضروری ہے - جونہی مرمت ہو جائے گی - گورنمنٹ اس میں پانی چھوڑنے کے متعلق فیصلہ کرے گی - یہ ہے پوزیشن جو انہوں نے واضح کی - لیکن حال ہی میں ADC کے چیئرمین اس علاقہ میں تشریف لے گئے - یہ نہر ۶ لاکھ ایکڑ زمین کو سیراب کرتی ہے - دو اضلاع کی اراضی اس نہر سے سیراب ہوتی ہے - وہ وہاں تشریف لیگئے انہوں نے وہاں کے زمینداروں کاشتکاروں اور مالکان اراضی کو اکٹھا کیا اور انہوں نے دو شرائط پیش کیں -

۱ - جو مقدمات ہائی کورٹ میں دائر کئے ہوئے ہیں وہ واپس لے لئے جاویں -

۲ - جو زمیندار اس زمین کو کاشت کرتے ہیں، وہ اس زمین کو بطور

مزارع اے ڈی سی سے پٹہ پر حاصل کر لیں -

اب آپ ہی سوچیں کہ وہ مقدمہ واپس لینے کے متعلق کیوں کہیں - تنازعہ دراصل یہ ہے کہ زمیندار یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اس زمین کے مالک ہیں - گورنمنٹ کہتی ہے کہ زمین حکومت کی ہے - اس غرض کے لئے Pat Feeder Canal آرڈیننس کا نفاذ کیا گیا ہے - حکومت نے اس زمین کا قبضہ حاصل کرنے کے لئے کوشش کی ہے لیکن اس علاقہ کے لوگوں نے جو اپنے آپ کو مالک تصور کرتے ہیں عدالت عالیہ کا دروازہ کھٹکٹایا ہے - چنانچہ حکم امتناعی جاری ہو چکا ہوا ہے - کیونکہ ہائی کورٹ اس مسئلہ کے حسن و قبح کو جاننا چاہتی ہے - ہائی کورٹ نے حکومت کو منع کر دیا ہے کہ تم اس وقت تک قبضہ نہ لو جب تک کہ مقدمہ کا فیصلہ نہ ہو جائے - اس اراضی کا قبضہ حاصل نہ کرو - ADC کے چیئرمین نے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ تب تک ان لوگوں کو پانی نہیں دیا جائے گا جب تک وہ مقدمہ واپس نہ لیں گے - اس جبر کے تحت پانی نہ دینے کی دھمکی کے تحت وہ زمین کا قبضہ لینا چاہتے ہیں - حکومت کے اس رویے سے لوگوں کی زمین برباد ہو گئی ہے - کروڑوں روپیہ کی فصل جو اس موسم یا گذشتہ فصل میں زمینداروں نے پیدا کرنی تھی وہ پیدا نہ ہو سکی - وہ بھی تہی دامن رہے قوم بھی تہی دامن رہی اور ملک بھی تہی دامن رہا - حکومت اور ان کے نمائندے یہ چاہتے ہیں کہ جب تک یہ

زمیندار ان کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکیں گے یا جب تک مزارع بننے کے لئے تیار نہیں ہونگے - نہر میں پانی نہیں چھوڑا جائیگا ۔

صورت یہ ہے کہ وہ لوگ مجھ سے ملے تھے - مجھے معلوم ہے - ان کے تاثرات کیا تھے - انہوں نے جو درخواستیں دی ہیں ان کا جواب تک نہیں دیا گیا - درخواست کو درخواست ہی نہیں سمجھا گیا ۔ انہوں نے برملا کہا کہ وزیر زراعت ملک خدا بخش کی بجائے اگر کوئی سندھی ہوتا یا ADC کا چئیرمین کوئی سندھی ہوتا تو ہم سے ایسا سلوک کبھی نہ کیا جاتا ۔ میں یہ اپنی جانب سے نہیں کہتا - یہ ان کے تاثرات ہیں - اب اگر وہ لوگ ون یونٹ سے نفرت کا اظہار کریں تو اس حکومت کے اعمال کی وجہ سے ہو گا - وہ کہتے ہیں کہ اگر سندھ کی علیحدہ حکومت ہوتی تو کبھی اتنی دھاندلی نہ ہوتی اور اس زبردستی کی جرات نہ ہوتی - یہ پنجابی ہیں جو ہم پر حکومت کرنا چاہتے ہیں اور یہ پنجابی ہیں جو ہماری زمینیں چھیننا چاہتے ہیں - انہوں نے یہ بھی الزام لگایا ہے میں ان کے صرف تاثرات بیان کر رہا ہوں - کہ ۶ لاکھ ایکڑ اراضی جو ہم سے لی جا رہی ہے - اس کی بندر بانٹ ہو چکی ہے - انہوں نے ان قبیلوں کے نام بتائے - لیکن میں نہیں چاہتا کہ کسی کا نام لوں - ان میں کسی قبیلہ کو ۲۲ ہزار ۵ سو ایکڑ کسی قبیلہ کو ۲۵ ہزار ایکڑ زمین دی جائے گی - یہ بات الگ ہے کہ ان کے الزامات صحیح ہیں یا نہیں - لیکن

حکومت کے اس فعل سے کہ Pat Feeder Canal میں پانی نہیں چھوڑا جائے گا دو اضلاع کے باشندوں میں اس قسم کے تاثرات پیدا ہو رہے ہیں ۔ اب آپ ہی بتائیں کہ کیا یہ بات وحدت مغربی پاکستان کے حق میں جاتی ہے یا کیا یہ اس کی بربادی کے مترادف نہیں ۔ کیا ایسی باتیں ون یونٹ کی جڑیں کھوکھلا نہیں کرتیں ۔ اس بات کو میں معزز ایوان کے فیصلہ پر چھوڑتا ہوں ۔ وحدت ملی کے انتشار کو مٹانے کے لئے ہم نے کوشش کی ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اس صوبہ کے مختلف علاقوں کے دوروں کے بعد جو تاثر حاصل کیا ہے اور وہاں جو کچھ مشاہدہ کیا ہے اور جو باتیں میرے کانوں نے سنی ہیں اور آنکھوں نے جو کچھ دیکھا ہے میں نے اسی کے متعلق اپنی گذارشات پیش کی ہیں ۔ میں نے اپنی جانب سے کسی قسم کی کوئی بات نہیں کہی اور میرے ذہن نے کسی قسم کی بات اختراع نہیں کی ۔ ہم جہاں بھی گئے ہر جگہ اس کے برعکس سنا اور پایا ۔ محترم وزیر خزانہ کے قول کے مطابق ہم نے طول و عرض میں دورے کئے ہیں ٹھیک ہے ہم گھومتے پھرتے رہے ہیں ۔

وزیر خزانہ ۔ جلسہ ہائے کا انتظام ہوا اور اجتماع ہوئے۔

خواجہ محمد صفدر - ہم نے حیدرآباد میں جلسہ کیا میرپور خاص اور سکھر میں جلسہ ہوا ۔ راولپنڈی ملتان اور لاہور میں بھی ہوا ۔

وزیر خزانہ ۔ اور ایبٹ آباد میں بھی ہوا ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ نہیں ۔ وہاں دفعہ ۱۴۴ نافذ تھی ۔

مسٹر حمزہ ۔ کرمانی صاحب جلسہ کا جب ذکر کر رہے تھے تو انہوں نے اسکے ساتھ ہی ساتھ ''ہائے'' کہا تھا ۔

وزیر خزانہ (سید احمد سعید کرمانی) ۔ جناب والا ۔ میرے فاضل دوست غلط مطلب سمجھے ہیں ۔ میرا ''جلسہ ہائے'' سے مطلب یہ ہے کہ آپوزیشن کے جتنے بھی قائدین ہیں ان میں ہمارے واجب الاحترام خواجہ صاحب بھی شامل ہیں یہ کئی مہینوں سے نہیں بلکہ تین چار سالوں سے صوبے کے گوشہ گوشہ میں جلسے کر رہے ہیں اور اسکی رپورٹ میں نے پڑھ کر سنائی تھی اس میں لکھا ہوا تھا کہ ''جلسہ ہائے'' کا اہتمام کیا گیا تھا ۔ میں نے ''ہائے'' نہیں کہا ہے ۔ میں نے کہا ہے کہ بہت سے جلسے کئے گئے اس سے ظاہر ہے کہ اجتماعات کی آزادی ہے اور تقریر کی بھی آزادی ہے ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ جلسہ کی جمع ''جلسہ ہا'' ہوتی ہے ۔ دو بھی ہو سکتے ہیں اور دو ہزار بھی ہو سکتے ہیں ۔ تو جناب والا

میں پٹ فیڈر کینال کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ اس سے قوم و ملک کو گورنمنٹ کے رویہ سے کسقدر نقصان پہونچا ہے ۔ کہ ۷ کروڑ روپیہ اس نہر کی کھدائی پر صرف ہوا ہے اور اس سے ایک دمڑی بھی آمدنی نہیں ہوئی ۔ تو اسکے لئے آپ کہیں گے کہ کونسی بات ہے اپنی جیب سے تو خرچ نہیں کیا ہے یہ تو لوگوں کا روپیہ تھا جو صرف ہو گیا ۔

اسکے بعد میں عرض کروں گا کہ قائد ایوان نے ارشاد فرمایا تھا کہ حزب اختلاف مرکز گریز تحریکات کو جنم دے رہی ہے ۔ جناب والا ۔ میں اس اعتراض کی پر زور تردید کرتا ہوں اور پوری قوت کیساتھ تردید کرتا ہوں ۔ بلکہ ہم وہ سیاسی کارکن ہیں جنہوں نے مشرق و مغرب کو ملانے کیلئے اپنی مقدور بھر کوشش کی اور ہم بہت حد تک اللہ کے فضل و کرم سے کامیاب بھی ہوئے لیکن ان کے مضبوط مرکز سے اگرتلہ conspiracy case پیدا ہوا ۔ ۱۰ سال کے مضبوط مرکز کے خلاف یہ ہوا کہ اگرتلہ conspiracy case بن گیا جسکی اخبار میں banner head lines آرہی ہیں اور یہ موجودہ قیادت کا نتیجہ ہے ۔ اور ہماری قیادت کا یہ نتیجہ ہے کہ جب ہم نے banner head lines کو پڑھا تو ہمارے بوڑھے ناتوان اور نحیف رہنماؤں نے مشرق اور مغرب کا دورہ شروع کر دیا اور گاؤں گاؤں قریہ قریہ جا کر کہا کہ محرکات پاکستان کا خیال رکھئے ۔ پاکستان کسی ایک فرد کیلئے معرض وجود میں نہیں آیا تھا ۔ اور نہ اس لئے بنا تھا

کہ تھوڑے عرصے کے بعد مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے علیحدہ ہو جائے۔ بلکہ یہ ایک ملک ہے ایک قوم ہے۔ دونوں بازوؤں میں بسنے والے ایک دوسرے سے علیحدہ رہکر زندہ نہیں رہ سکتے ۔ ہم اپنے مشن میں اللہ کے فضل و کرم سے بہت حد تک کامیاب ہیں اگر اس حکومت پر چھوڑ دیا جاتا تو اگرتلہ نہیں خدا معلوم اسکے کیا کیا نتائج برآمد ہوتے ۔ ہم مرکز کو اس حد تک مضبوط دیکھنا چاہتے ہیں جس حد تک کہ ناگزیر ہے ۔ کیونکہ [redacted] دونوں صوبے ایک دوسرے سے پندرہ سو میل کے فاصلے پر ہیں ۔ ہم یہاں آمرانہ حکومت کو نہیں دیکھ سکتے اور نہ دیکھنا پسند کرتے ہیں البتہ مضبوط مرکز ضرور چاہتے ہیں ۔ اب جناب والا ۔ میں اس مضمون کے متعلق گذارش کرنا چاہتا ہوں جسکو جناب وزیر خزانہ نے پیش کیا ہے۔ "Economist" رسالہ کے اس مضمون کا عنوان ہے "After Atlas Who" پہلے میں اس کا مطلب عرض کرتا ہوں کہ اس عنوان کا مطلب کیا ہے ۔ جناب والا ۔ اٹلس یونانیوں کا وہ دیوتا تھا جو کرہ ارض کا حاکم و مالک تصور کیا جاتا تھا ۔ اسی کے نام پر ہم کرہ ارض کو انگریزی میں اٹلس کہتے ہیں وہ دیوتا یونانی علم الاصنام میں کرہ ارض کا مالک تصور کیا جاتا تھا ۔ میں اسلئے اس کا حوالہ دے رہا ہوں تاکہ آپ پر واضح ہو جائے ۔

"After Atlas Who ?" کے عنوان سے تمام دوست ایک بات سمجھ گئے ہونگے کہ اس ملک میں اب ایک ہی خدا ہے اور ایک ہی دیوتا ہے جو

اس ملک کا مالک ہے ۔ یونانی مائی تھالوجی سے اسکا نام مستعار لیا گیا ہے لیکن ہم سوائے خدائے واحد کے کسی دوسرے کی پرستش نہیں کر سکتے ہم اس کو اسقدر اختیارات تو دیں گے جسقدر اختیارات ایک حکمران کیلئے ضروری اور ناگزیر ہیں لیکن ایک شخص کو آمر بنانے کے لئے تیار نہیں ہیں تاکہ اس کو دوسرے ممالک اٹلس کا نام دیدیں ۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ ایک فرد اس کرہ ارض کے اس حصہ کا مطلق العنان حاکم ہے وہ خدا بن بیٹھا ہے نعوذ باللہ من ذالک ۔

Minister for Finance : That is wrong ; with that we don't agree.

خواجہ محمد صفدر ۔ یہ "Economist" کی رائے ہے آپ اٹلس کے معنی کو study کریں ۔

Minister for Finance : It is a commentary by you Sir.

خواجہ محمد صفدر ۔ لیکن اسی کامنٹری کے ساتھ ساتھ چند سطریں اور پڑھ دوں :۔

> "But how should this system of Government, which is intensely personal, both in its invention and in its running, be conducted when he is no longer there."

اگر وہ میری کامنٹری تھی تو یہ کامنٹری اس آرٹیکل کے صفحہ اول پر ہے - اب میں اس موضوع کو چھوڑتا ہوں - انکا اٹلس انکو مبارک ہو اور آگے بڑھتا ہوں کہ ہم مرکز گریز نہیں ہیں - ۱۹۵۶ء کے آئین میں وہ تمام اختیارات جو ایک مرکز کے پاس حکومت کو احسن طریقہ پر چلانے کیلئے ضروری ہیں وہ اس میں موجود ہیں - اسی لئے اس موضوع پر ہمارا یہ موقف ہے کہ ۱۹۵۶ء کے آئین کو بحال کیا جائے جناب والا - میرے پاس وقت کم ہے اور محترم دوستوں نے بھی تقریریں کرنا ہیں -

وزیر خزانہ - اس آئین میں بھی یونٹ کو محفوظ رکھا گیا ہے - شاید آپ کو علم ہو -

خواجہ محمد صفدر - خاکسار بھی تھوڑا بہت جانتا ہے - جناب والا - جناب قائد ایوان نے میری اس گذارش کے متعلق کہ اس صوبے میں بیروزگاری پھیل رہی ہے اسکا سد باب کیا جائے یہ جواب دیا تھا کہ یہ بھی کوئی مسئلہ ہے ؟ اور اس کے بعد انہوں نے اعداد و شمار پیش کر دئیے کہ صرف ایک لاکھ ۸۲ ہزار لوگ بیروزگار ہیں لہذا یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے اور اسکی کوئی اہمیت نہیں ہے ہم اتنے ہزار بلکہ اتنے لاکھ بیروزگاروں کو تیسرے پلان میں مواقع مہیا کر رہے ہیں کہ انکو روزگار مل جائے -

"دوسرے پنج سالہ منصوبے میں اتنے بیروزگاروں کے لئے روزگار پیدا کیا لہذا بات ہی کچھ نہیں رہی ۔ میرے اندازے کے مطابق اس ملک میں ایک لاکھ ۸۲ ہزار ہیں" مجھے معلوم نہیں کہ کس مسخرے نے یہ اعداد و شمار قائد ایوان کو مہیا کئے ہیں ۔ انہیں وقت نہیں ملا ہوگا کہ وہ دیکھتے کہ یہ کیا ہیں اور وہ ایوان میں کیا پیش کر رہے ہیں لیکن میں جناب والا ۔ یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جس شخص نے ان کو یہ اعداد و شمار دیئے ہیں انہوں نے قائد ایوان کے ساتھ بہت بڑا مذاق کیا ہے جناب والا ۔ میں ان کی خدمت میں درست اعداد و شمار پیش کرنے کی جسارت کروں گا ۔ یہ تازہ ترین اشاعت ہے جس کا نام ہے ۔ Annual Plan 1968-69

یہ آٹھ جون کو نیشنل اسمبلی کے ارکان کو مطالعہ کے لئے دی گئی ۔ اس کا صفحہ ۸۲ ملاحظہ ہو ۔ صفحہ ۸۲ افرادی قوت کے متعلق ہے ۔ ممکن ہے کہ محترم قائد ایوان مجھے ناواقفیت کا طعنہ دیں کہ گورنمنٹ نے مین پاور کمیشن ۱۹۶۲ء سے بنا رکھی ہے ۔ لیکن اگر ان کو ضرورت ہو تو میں ان کو یہ رپورٹ پیش کردوں اور میں انہیں یہ رپورٹ مطالعہ کے لئے دیدوں ۔ یہ کمیشن بنتے رہے ہیں اور میں اس کا بھی اقرار کرتا ہوں کہ میں نے ان کی رپورٹ کو نہیں پڑھا لیکن میں شکر گذار ہوں گا اگر محترم قائد ایوان میری اس رپورٹ

کو پڑھیں اور مطالعہ کی غرض سے مجھ سے یہ لے لیں اور اجلاس کے بعد وہ مجھے واپس عنایت فرما دیں ۔ یہ تازہ ترین اشاعت بیروزگاری کے متعلق ہے ۔ اس میں لکھا ہے :۔

> "The Third Plan aimed at creating 5.5 million new jobs against a projected increase of 4.2 million in the labour force. Thus, reducing the unemployment from 20% of the labour force in 1965 to 15% in 1967."

The second para is —

> "Because of lack of reliable data it is difficult to estimate the current man-power and employment situation but detailed work is under way to determine the extent to which the employment objectives are being realised and to assess and analyse the man-power demand and supply according to industry, occupation, skill and education."

جناب والا ۔ اس سے ایک بات ظاہر ہو گئی کہ ۱۹۶۵ء میں اس ملک کی آبادی کا بیس فیصد حصہ جو کہ کام کرنے کے قابل ہے جس کی عمر ۱۲ سال کے اوپر ہے وہ بیکار ہے یہ اس رپورٹ کا اندازہ ہے جو میں نے عرض کیا ہے اگرچہ ایسے اعداد و شمار مرکزی حکومت کے پاس نہیں ہیں اور میرا خیال ہے کہ صوبائی

حکومت کے پاس بھی نہیں ہیں اور اس چیز کی تصدیق صوبائی وزیر محنت نے بھی کی ہے کہ صوبہ کے پاس بھی بے روزگاری کے متعلق اعداد و شمار نہیں ہیں - ۵ء۵ ملین یعنی ۵۵ لاکھ نئے روزگار کے مواقع تیسرے پنج سالہ منصوبے کے دوران مہیا کئے جائیں گے اگر ۵۵ لاکھ مواقع مہیا کرنے ہیں تو ہمارے پاس بیروزگار پونے دو لاکھ کیسے ہیں باقی مواقع حاصل کرنے کے لئے کیا باہر سے آدمی امپورٹ کریں گے - لیکن ایسا نہیں ہے میں جناب والا ـ تیسرے پنج سالہ منصوبے کے صفحہ ۲۱۸ سے ایک اقتباس جناب قائد ایوان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں یہ نظر ثانی شدہ ایڈیشن میرے ہاتھ میں ہے اس میں لیبر فورس کے متعلق ۱۹۶۵ء کے گوشوارے دئے ہوئے ہیں - اس میں لکھا ہے کہ مغربی پاکستان میں ۱۹۶۵ء میں ایک کروڑ ۶۲ لاکھ مزدور ہوں گے اور ۱۹۷۰ء میں ایک کروڑ ۷۸ لاکھ مزدور ہوں گے جو کام کرنے کے قابل ہوں گے - اب ایک کروڑ ۶۲ لاکھ کا ۲۰ فیصد نکالئے تو اس حساب سے صوبہ میں ۱۹۶۲ء میں ۳۳ لاکھ آدمی بیکار تھے اور ۱۹۷۰ء میں چونکہ میں زیادہ بحث نہیں کروں گا ان کے اپنے اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۷۰ء میں ایک کروڑ ۷۸ لاکھ مزدور ہوں گے جن کا ۱۵ فیصد حصہ بیکار ہوگا یعنی تقریباً ۵۰ لاکھ کے لگ بھگ ۱۹۷۰ء میں لوگ بیکار ہوں گے - تو یہ سرکاری اعداد و شمار ہیں ایک لاکھ ۸۲ ہزار مزدوروں کی بیکاری کی اطلاع

میں سمجھتا ہوں کہ کسی مسخرے نے قائد ایوان کو پیش کر دی ہے ۔ جناب والا ۔ اس مسئلہ سے ایک طرف ہوتے ہوئے میں یہ گذارش کرتا ہوں کہ میٹرک کا نتیجہ نکلنے کے بعد مغربی پاکستان میں ایک لاکھ سے زیادہ فیل شدہ یا پاس شدہ بیکار ہوں گے جن کے لئے آپ کے پاس کوئی روزگار نہیں ہوگا اور پھر حکومت کہتی ہے کہ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے لیکن ہمارا فرض ہے کہ ہم نیک و بد کے متعلق گورنمنٹ کی خدمت میں گذارش کر دیں ۔ جناب والا ۔ اب میں تیسرے مسئلے کے متعلق جو گرانی سے تعلق رکھتا ہے اور جس کے متعلق محترم قائد ایوان نے بھی کچھ ارشاد فرمایا ہے عرض کرتا ہوں ۔ جناب والا ۔ اگر میں تیسرے پنج سالہ منصوبے کی ایک سطر پڑھ دوں تو مناسب ہوگا ۔ صفحہ ۲۱۷ پیراگراف ۳ :۔

> "It is difficult to establish its real magnitude due to the inherent difficulty of measuring employment in a largely traditional society. Nevertheless it is clear that the employment problem is of a serious nature and proportion."

مرکزی حکومت کے منصوبہ بندی کرنے والے تو اس مسئلے کو اس کی نوعیت اور اس کی وسعت کے اعتبار سے serious کہتے ہیں لیکن محترم قائد ایوان فرماتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے ۔ تو میں اس مسئلے کی طرف پہلے آتا ہوں جس کو انہوں نے غت ربود

کرنے کی کوشش کی -

وزیر زراعت و خوراک - میں نے کوئی غت ربود نہیں کیا -

خواجہ محمد صفدر - جناب والا - جناب قائد ایوان نے ارشاد فرمایا ہے - کہ میں حیران ہوں کہ آپوزیشن کی طرف سے یا صفدر کی طرف سے گرانی کا الزام ہم پر عائد ہوا ہے - اور ہمیں اس کے لئے مطعون کیا جاتا ہے - یہ ان کے الفاظ ہیں - یہ تو عالمی اور عالمگیر مسئلہ ہے - ہمارا اس میں کیا ہے - آپ نے اسے اس طرح غت ربود کیا ہے - آپ نے اس کی اہمیت کو یہ کہہ کر کم کیا ہے کہ صوبائی حکومت اس کی ذمہ دار نہیں ہے - میں عرض کرتا ہوں - اگر یہ محض عالمگیر مسئلہ ہوتا - اگر یہ مسئلہ اس نوعیت کا ہوتا کہ اس کی کوئی اہمیت نہ ہوتی تو صوبائی حکومت گذشتہ آٹھ نو ماہ سے قیمتیں کم کرنے کے لئے بار بار غیر موثر اعلان نہ کرتی - میں غیر موثر اپنی طرف سے کہہ رہا ہوں صرف ایک مثال عرض کرتا ہوں - ایک سرکار گورنمنٹ کی جانب سے جاری ہوا - جو کہ اس سال تیرہ مارچ کو پاکستان ٹائمز میں شائع ہوا - اس کا عنوان ہے -

"Effecti ve steps to check price spiral"

اس کا مطلب ہے بے پناہ تیزی سے بڑھتی ہوئی مہنگائی روکنے کے لئے موثر اقدام - سپائرل عام انگریزی لفظ ہے انگریزی دان حضرات جانتے ہیں کہ کہاں اس کا استعمال ہوتا ہے - اس کا مطلب ہے - انتہائی تیزی سے بڑھتی ہوئی گرانی کا سد باب کیا جائے - یہ سرکلر کمشنروں کو جاری کیا گیا ہے - کمشنروں نے ڈویژن کے لیول پر اس کے لئے کمیٹیاں بنائی تھیں - پھر ڈپٹی کمشنروں نے اس سلسلہ میں اضلاع کی سطح پر کمیٹیاں بنائیں - اگر یہ مسئلہ عالمگیر تھا - تو انہیں یہ درد سر مول لینے کی کیا ضرورت تھی ؟

یہیں تک نہیں جناب والا - بلکہ جناب وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ کی تقریر دلپذیر میں خصوصیت سے اس بات کا ذکر فرمایا کہ آٹے ، بناسپتی گھی اور موٹے کپڑے کی قیمتیں کم ہو گئی ہیں - یہ خوشخبری سنائی ہے انہوں نے اگر اس کی اہمیت نہ تھی تو اس قدر اہم دستاویز میں جسے بجٹ تقریر کہتے ہیں وزیر خزانہ کو کیا ضرورت پڑی تھی اس کا ذکر کرنے کی ؟ اس مسئلہ کی اہمیت اسی بات سے واضح ہے کہ انہوں نے اسے اس صوبہ کی حکومت کی کارگذاری کے طور پر یہاں پیش کیا - کہ ان تین اشیاء کی قیمت کم ہو گئی ہے - چھوڑ دیجئیے اس بات کو کہ وہ کم ہوئی ہے یا نہیں -

لیکن وزیر خزانہ نے اس نہایت ہی اہم دستاویز میں اس کا ذکر کرنا مناسب سمجھا ۔ کہ ان کے خیال میں ان چیزوں کی قیمت کم ہو رہی ہے - لوگوں کو زیادہ تردد کرنے کی ضرورت نہیں ۔ مسٹر عقیلی نے مرکزی اسمبلی میں اپنی بجٹ تقریر میں محترم کرمانی صاحب سے کہیں زیادہ تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کا ذکر کیا ۔ اور اس اہمیت پر زور دیا ۔ وہ فرماتے ہیں کہ ۶۷-۱۹۶۶ء میں قیمتوں میں ۱۶۰۳۴ کا اضافہ ہوا ۔ اور یہ ۳۳۰۸۸ درجہ تک بڑھ گئیں ۔ ایک سال میں تقریباً ساڑھے سولہ فیصد کا اضافہ ہوا ۔ اس پچھلے سال میں پانچ درجہ کا اضافہ ہو چکا ہے ۔ دو سالوں میں تقریباً ۲۲ فیصد اضافہ ہوا انہوں نے بتایا کہ افراط زر کو روکنے اور اس کی صورت حال کو بہتر بنانے کے لئے گذشتہ سال جو قدم اٹھائے گئے تھے ۔ ان کی بدولت مہنگائی جو پہلے دو سالوں میں بڑھ رہی تھی ۔ سال رواں میں کم ہونے لگی ۔ مگر انہوں نے اس امر کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ جن اشیاء کی تھوک قیمتوں میں کمی واقع ہو رہی ہے ان میں مصنوعات کا کوئی حصہ نہیں ۔ مصنوعات کی قیمتیں قطعاً کم نہیں ہوئیں ۔ ان میں تو پانچ درجہ کا اضافہ ہوا - وہ سال رواں میں پانچ فیصد کے حساب سے قیمتیں بڑھ رہی ہیں ۔ البتہ انہوں نے توقع ظاہر کی ۔ کہ جب منڈیوں میں فصل آنے لگے گی تو قیمت اور بھی کم ہو جائے گی ۔ جو بھی کمی ہوئی ہے سال رواں میں ، یہ میں مانتا ہوں کہ کمی ہوئی ہے ، وہ محض گندم اور زرعی اجناس

کی پیداوار میں اضافہ کی وجہ سے ہوئی ہے (تالیاں)

صرف ان کی قیمتوں میں کمی ہوئی ہے ۔ وزیر خزانہ نے مرکزی بجٹ کی تقریر میں یہ ارشاد فرمایا ہے ۔ کہ اور کسی چیز کی قیمت میں کمی نہیں ہوئی ۔ اور کہتے ہیں ۔ اس کے متعلق موثر اقدام کر رہے ہیں ۔ اور جناب قائد ایوان اس میں یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ تو عالمگیر مسئلہ ہے آپ ہمیں کیوں مطعون کرتے ہیں ۔ ان سے یہ سن کر مجھے کچھ حیرانی ہوئی ۔ اور کچھ افسوس بھی ۔

جناب والا ۔ اس مسئلہ کے متعلق ذکر فرماتے ہوئے ۔ قائد ایوان نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کیا صفدر اس بات کے لئے تیار ہے کہ گندم کی قیمت سترہ روپے سے کم کر دی جائے ۔ ہرگز نہیں ۔ میں وہ شخص ہوں جس نے ایک نجی ملاقات میں قومی مفاد کے پیش نظر قائد ایوان کو بحیثیت وزیر زراعت و خوراک یہ مشورہ دیا تھا کہ باسمتی چاول کی قیمت چالیس روپے ہونی چاہئیے ۔ اگرچہ اس کے ساتھ ہی یہ شرط بھی تھی کہ اس پر موجودہ پابندیوں کو ختم کر دینا چاہئیے ۔ بعد میں گورنمنٹ نے بھی چاولوں کی قیمت اڑتیس روپے مقرر کر دی ۔ اگرچہ اس وقت مجھے یہ معلوم نہ تھا ۔ وہ جانتے ہیں میں نے انہیں کہا تھا کہ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ صوبہ میں باسمتی چاول پیدا ہو ۔ تو اس کا ایک

اور صرف ایک حل ہے کہ زمیندار کو اقتصادی ترغیب دی جائے ۔ ورنہ وہ ایری پاک بوئے گا ۔ اور باسمتی نہیں بوئے گا ۔ اور آپ کی جو بیس کروڑ روپے کی زرمبادلہ کی کمائی ہے ۔ وہ دھری کی دھری رہ جائے گی ۔ ہم قومی نقطہ نظر سے سوچتے ہیں ۔ طبقاتی نقطہ نظر سے نہیں سوچتے ۔ محض اختلاف کے نقطہ نظر سے نہیں سوچتے ۔ آپ باسمتی کی قیمت کو دو چار روپے بڑھا دیں ۔ اور اس پر جو ناروا اور غلط پابندیاں ہیں انہیں ختم کیجئیے ۔ اس سے آپ کی ایکسپورٹ میں اضافہ ہوگا ۔ کمی نہیں ہوگی ۔ ایک سال یہ تجربہ بھی کرکے دیکھنا چاہئیے ۔ میں جانتا ہوں کہ اس میں آپ کی یہ مجبوری ہے کیونکہ مرکزی حکومت نہیں مانتی ۔ مگر اس سے میرا تعلق نہیں ۔ اگر آپ زمیندار کو اقتصادی ترغیب نہیں دیں گے ۔ تو کیا اس کا دماغ پھرا ہوا ہے کہ وہ کھیت میں وہ فصل بوئے جس سے اس کا رزق پیدا نہ ہوتا ہو ۔ مجھے افسوس ہے ۔ میں برسبیل تذکرہ یہ عرض کرتا ہوں کہ حکومت نے گندم سترہ روپے من خریدنے کا اعلان کیا ہے مگر جناب وزیر محنت نے یہ فرمایا ہے کہ کیمبل پور میں گندم بارہ روپے من فروخت ہو رہی ہے ۔ میں ان سے پوچھتا ہوں ۔ کہ یہ کیسی زمینداروں کی خیر خواہ اور ہمدرد حکومت ہے ۔ انہوں نے گندم کی خریداری اس لئے ملتوی کر رکھی ہے کہ یہ بیوپاریوں اور آڑھتیوں کو موقع دینا چاہتے ہیں صرف بڑے آدمی کی گندم اٹھائی

جاتی ہے ۔ اور کہا جاتا ہے کہ ہمارے پاس اتنے انتظامات نہیں ہیں ۔ اگر یہ حکومت اس کا انتظام نہیں کر سکتی تو یہ فرض ناشناس اور نااہل حکومت ہے اور زمینداروں کے نقصان کی ذمہ داری اس پر ہے ۔ جناب والا ۔ یہ ایک جملہ معترضہ تھا ۔

جناب والا ۔ مہنگائی کے متعلق میں نے اسکی اہمیت عرض کر دی ہے اور میں نے یہ بھی عرض کر دیا ہے کہ خود گورنمنٹ کے اعداد و شمار کے مطابق اور مرکزی گورنمنٹ کے معزز وزیر خزانہ صاحب کے الفاظ کے مطابق گرانی کا مسئلہ کس حد تک شدید ہے اور اس کو دور کرنے میں گورنمنٹ نے کہاں تک سعی کی ہے ۔

جناب والا ۔ میں بر سبیل تذکرہ عرض کروں گا کہ گرانی کے سلسلہ میں آج سے پانچ چھ ماہ پہلے ''ٹائمز ویکلی نیویارک'' نے انٹرنیشنل سیکشن میں کیوبا کے متعلق لکھا تھا کہ اس وقت کیوبا کی مالی حالت ناگفتہ بہ ہے ۔ اسکی وجہ یہ بتائی ہے کہ بین‌الاقوامی دنیا میں چینی کے نرخ چار cents فی پونڈ ہو گئے ہیں یعنی پانچ cents سے چار cents ہو چکے ہیں اس لئے کیوبا کی مالی حالت اچھی نہیں ہے ۔ میں نے چار روز سے آج کل عالمی منڈی میں چینی کے نرخ کے متعلق کوشش کی ہے لیکن اس کے متعلق مجھے اعداد و شمار دستیاب نہیں ہو سکے ہیں ۔ جو مجھے ''ٹائمز ویکلی

نیو یارک،، کے اعداد و شمار دستیاب ہیں اگر میرا حافظہ دھوکہ نہیں کھاتا تو میں اختصار کے ساتھ عرض کروں گا کہ بین الاقوامی منڈی میں جو حالت ہے اس حساب سے ساڑھے چھ آنے فی سیر چینی کے نرخ ہیں ۔ ہمارے ملک میں جو چینی درآمد ہو رہی ہے وہ بونس وؤچر پر آ رہی ہے ۔ بونس وؤچر کی قیمت ۱۷۵ روپے فیصد ہے اس میں دو چار روپے کی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے ۔ پونے دو سو فیصد اس میں اضافہ کرنے کے بعد چینی خریدی گئی ہے ۔ اب جب یہاں پہنچی تو پاکستان ٹریڈنگ کارپوریشن نے کہا کہ بولی دو جو زیادہ سے زیادہ بولی دے گا اسکو چینی دے دی جائے گی ۔ پاکستان ٹریڈنگ کارپوریشن اس سے منافع کمانا چاہتی ہے ۔ ٹریڈنگ کارپوریشن شاید ۲۰۰ فیصد منافع کمانا چاہتی ہے ۔ چلئے ۱۰۰ فیصد ہی سہی ۔ پونے تین سو فیصد خرچ زیادہ ادا کرنے کے بعد بھی ہمیں توقع ہے کہ موجودہ نرخ بہت نیچے گر جائیں گے ۔ پونے تین روپیہ سے نیچے نرخ آ جائیں گے ۔ جو میرے ذہن میں نرخ ہیں یعنی ساڑھے سات آنے یا آٹھ آنے بین الاقوامی دنیا میں اگر یہ درست ہیں تو مجھے اس بات میں خوشی بھی ہے کہ اس روز قائد ایوان نے فرمایا تھا کہ چینی آ رہی ہے اور چینی کی قیمت کے متعلق انہوں نے اتفاق فرمایا تھا لیکن اس اتفاق کے باوجود میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ صوبائی حکومت کی مجرمانہ غفلت نہیں ہے کہ اس صوبہ میں جس کے متعلق پچھلے سال کہا گیا تھا کہ ہم چینی برآمد کرنے کے قابل ہیں ۔ چینی ہماری ضرورت سے زیادہ پیدا ہو

رہی ہے ۔ لیکن آج اس صوبہ میں بین الاقوامی دنیا سے چھ گنا چینی کے نرخ زیادہ ہو گئے ہیں ۔ ہم ۶۰۰ فیصد زیادہ قیمت ادا کر رہے ہیں ۔ کارپردازان حکومت اس طرف توجہ فرمائیں ۔ میرے محترم بزرگ اس طرف توجہ فرمائیں ۔ ان کی غلط پالیسیاں اس صوبہ کو کہاں سے کہاں لے گئی ہیں ۔ ہمیں ضروریات زندگی کیلئے بین‌الاقوامی دنیا سے چھ گنا زیادہ صرف کرنا پڑتا ہے ۔ اس پر یہ بھی کہہ دیا گیا کہ ہم راشن ڈپوؤں پر چینی نہیں دیں گے ۔ جیسے پہلے بڑے حاتم طائی بنے بیٹھے ہوئے ہیں ۔ راشن ڈپوؤں پر سوا تولہ فی کس یومیہ چینی ملتی ہے اور وہ بھی بڑے بڑے شہروں میں لیکن ۸۵ فی صد آبادی دیہاتوں میں ہے ان کے لئے یہ شجر ممنوعہ ہے ۔ جو شہریوں کو دی جاتی ہے وہ سوا تولہ فی کس ہے وہ صرف ان کو نسوار کیلئے دی جاتی ہے ۔ پھر بھی یہ حکومت دعویٰ کرتی ہے کہ ہم زمیندار برادری کے بڑے خیر خواہ ہیں ۔ ان کے بڑے ہمدرد ہیں ۔ میرے ایک محترم وزیر صاحب نے ایک نسخہ تجویز کیا تھا کہ گڑ کھاؤ ۔ اگر وزیر صاحب یہ نسخہ تجویز فرماتے ہیں، تو پچھلے سال ہمارے ملک میں یہ نسخہ تجویز ہوا تھا کہ مکئی کھاؤ اس میں تمام وٹامن موجود ہیں ۔ خود صدر مملکت نے ارشاد فرمایا تھا کہ مکئی کھاؤ لیکن آج مکئی کھانا کیوں ترک کر دیا ہے ۔ آپ تو مکئی کے راگ آلاپتے تھے ۔ اسکی قصیدہ خوانی کرتے تھے ۔ لیکن اب وہ بعض گوداموں میں، پڑی سڑ رہی ہے جسکی قیمت پندرہ سولہ روپیہ من وصول کرتے تھے آج اسے کوئی مفت

اٹھانے کو تیار نہیں ۔ انہوں نے ارشاد فرمایا تھا کہ مہنگائی کا مسئلہ کوئی مسئلہ نہیں ہے ۔ ٹھیک ہے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے ۔ اگر ہماری حکومت نے اپنی آنکھیں بند کر کے تمام مسائل کو حل کرنا ہے تو یہ کر سکتی ہے لیکن مجھے اس دن سے خطرہ ہے جب ان سے بھی حساب ہو گا ۔ مجھ سے بھی ہو گا ۔ ان سے بھی پوچھا جائے گا ۔ ہم سب سے پوچھا جائے گا کہ ہم اپنے فرائض کو کس طرح سر انجام دے رہے تھے ۔

جناب والا ۔ اسکے بعد محترم وزیر مواصلات کی خدمت میں نہایت ادب سے ایک آدھ گذارش کروں گا ۔ ترقی کے اس دور میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ بات یہ ہے کہ خرچہ بڑھ گیا ہے ۔ وہ خرچہ کسی لحاظ سے نہیں بڑھا ہے اس لئے کہ اتنی ترقی نہیں ہوئی ہے ۔ انہوں نے میرے اعداد و شمار کو جھٹلایا نہیں ہے ۔ میں ان کا شکر گذار ہوں ۔ انہوں نے دو وجوہات بتائی ہیں ایک یہ کہ ہمارے پاس پیسے کی کمی ہے ۔ اس ترقی کے دور میں یہ کہنا کفر ہے ۔ اس ترقی کے دور میں مالی مشکلات کا ذکر کرنا حکومت کے نزدیک کفر ہو گا ۔ دوسری وجہ انہوں نے یہ بتائی ہے کہ پرانی سڑکیں جو ۱۹۵۵ء سے پہلے بنی تھیں ان کا معیار تعمیر نہایت گرا ہوا تھا ۔ ان کا معیار بہت نیچا تھا اب ہم نے بڑے اونچے معیار کی سڑکیں بنانی شروع کر دی ہیں ۔ جناب سپیکر ۔ میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اونچے معیار کی جو سڑکیں تعمیر کی گئی ہیں ان پر جب لوگ پیدل

چلتے ہیں تو وہ ٹوٹ جاتی ہیں لیکن سڑکیں ۵۰ سال کی بنی ہوئی ہیں یا ۴۰ سال کی بنی ہوئی ہیں یا ۲۰ سال کی بنی ہوئی ہیں وہ اب بھی قائم ہیں ۔ نئی سڑکیں تو زبان حال سے کہتی ہیں کہ

"آہستہ برو بلکہ مرو"

اگر چلنا ہے تو آہستہ چل بلکہ نہ ہی چل ۔ یہ اعلیٰ معیار کے مطابق تعمیر شدہ سڑکیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ

آہستہ خرام بلکہ مخرام
زیر قدمت ہزارہا جان است

سڑک لاری کو کہتی ہے کہ کسی اور پر چل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

وزیر زراعت و خوراک ۔ سڑکیں بولتی بھی ہیں ؟ (قہقہہ)

خواجہ محمد صفدر ۔ یقیناً بولتی بھی ہیں ۔

مسٹر حمزہ ۔ اور کھڈے نعرے لگاتے ہیں ۔ (قہقہہ)

خواجہ محمد صفدر ۔ اگر وہ نہیں بولتی ہیں تو کم از کم جو

سواریاں لاریوں میں سفر کرتی ہیں وہ ضرور بولتی ہیں جب ان کا سر لاری کی چھت کے ساتھ ٹکراتا ہے تو وہ ضرور چیختی بھی ہیں -

جناب والا - ایک اور بات جس سے کہ مجھے خوشی ہوئی ہے وہ راوی کے پل کی تعمیر ہے - میں اس روز خود بھی وہاں موجود تھا جب کہ اس پل کا افتتاح گورنر صاحب نے فرمایا تھا - مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی تھی کہ اس پل کو ہمارے ملک کے اپنے ہی انجینئروں نے ڈیزائن بھی کیا ہے اور ہمارے اپنے ہی انجینئروں نے اسکی تمام تر تعمیر کا کام بھی کیا ہے - اور ان تمام مراحل میں غیر ملکی انجینئروں اور مشیروں کا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے - میری دعا ہے کہ خدا کرے کہ ہمارا ملک اپنے ملکی انجینئروں - ڈاکٹروں اور مشیروں پر زیادہ سے زیادہ بھروسہ کرے تاکہ ان میں خود اعتمادی پیدا ہو اور ان سے احساس کمتری دور ہو - لیکن جہاں ہمیں یہ ایک خوشخبری سنائی گئی ہے - وہاں اسکے ساتھ ساتھ ایک بد خبری بھی سنائی گئی ہے اور وہ یہ کہ صوبے میں سڑکوں اور پلوں کی تعمیر کے منصوبے کے سلسلے میں ہماری حکومت غیر ملکی مشیروں کی خدمات حاصل کر رہی ہے جو کہ ان سڑکوں وغیرہ کی تعمیر کا پروگرام تیار کریں گے - جناب وزیر مواصلات کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ اگر ہمارے انجینئر اس قابل بھی نہیں ہیں کہ وہ ہمیں سڑکوں اور پلوں کا صرف پروگرام ہی مرتب کر کے پیش کر سکیں تو پھر میں یہی کہوں گا

کہ روڈ سیکشن میں آپ نے جو ڈائریکٹر جنرل اور ان کے علاوہ انجینئروں کی ایک فوج ملازم رکھی ہوئی ہے ان سب کو برطرف کر دیجئے - ان سب کو چلتا کیجئے - یہ میں نہیں کہتا کہ وہ اس کام کو انجام دینے کے قابل نہیں ہیں بلکہ یہ خود آپ ہی کا فتویٰ ہے - اگر ایک انجینئر پچیس تیس سال کی ملازمت کے بعد اتنا سا کام بھی خود نہ کر سکتا ہو کہ وہ سڑک کا ڈیزائن اور اسکے متعلق پروگرام ہی مرتب کر سکے تو پھر میں یہی کہوں گا کہ وہ اس قابل ہی نہیں ہے کہ اسکو ملازمت میں مزید عرصہ کے لئے رکھا جا سکے - جو انجینئر پل بنا سکتے ہیں اور اس سلسلے میں جو کٹھن اور مشکل کام ہیں وہ خود کر سکتے ہیں لیکن دریا کے بہاؤ کو روکنا اور پھر اس طرح سے روکنا کہ اس پر ایک ایسا پل تعمیر کیا جا سکے اتنی وزنی عمارت کھڑی ہو سکے اور اس پر اتنی بھاری ٹریفک آ جا سکے - یہ کام کسی سڑک کا صرف پروگرام مرتب کرنے کے مقابلے میں کہیں زیادہ مشکل ہے - اگر یہ پل ہمارے انجینئر بنا سکتے ہیں تو میرا یہ دعویٰ ہے کہ وہ یہ پروگرام بھی خود ہی مرتب کر سکتے ہیں - اسلئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری حکومت نے ان غیر ملکی مشیروں کو یہاں بلا کر قومی سرمائے کا ضیاع کیا ہے - ہم حالانکہ چاول کھانے والے ہیں لیکن ہم نے پیٹ پر پتھر باندھ لیا ہے اور ہم چاول نہیں کھاتے تاکہ ہم اپنے ملک کے لئے زر مبادلہ کما سکیں لیکن ایک یہ وزیر ہیں کہ جو ہمارے ملک کے اس طرح مشکل سے کمائے ہوئے زر مبادلہ کو یوں لچھاور

کر رہے ہیں ۔ یہ بین تفاوت را از کجا تابہ کجاست ۔

جناب والا ۔ اس کے بعد میں محکمہ برق و آب کے متعلق کچھ تھوڑی سی گذارشات کرنا چاہتا ہوں ۔ کیونکہ وزیر برق و آب نے خود اپنے جرم کا اعتراف کر لیا ہے ۔ اگر یہ احساس پیدا ہو جائے کہ ہم میں کوتاہیاں ہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ جب ہم اسی کام کے سلسلے میں اگلا قدم اٹھائیں گے تو ان کوتاہیوں کو رفع کرنے کی کوشش کریں گے ۔ جب ہم اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیں گے کہ ہم نے کوتاہیاں کی ہیں اور ہم میں کوتاہیاں کرنے کی گنجائش موجود ہے تو آئندہ ہم ان کوتاہیوں کے ارتکاب سے اجتناب برتیں گے ۔ تو اس لحاظ سے مجھے خوشی ہے کہ وزیر برق و آب جو کہ پانی اور بجلی کو اکٹھا کرتے ہیں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے ۔ لیکن میں ان کی خدمت میں یہ گذارش کروں گا کہ ان باتوں کا محض اعتراض کرنا ہی کافی نہیں ہو گا بلکہ ہمیں اس سلسلے میں کام کرنا ہو گا ہمیں اس اعتراف کی روشنی میں ان کوتاہیوں کو رفع کرنے کے لئے عمل کرنا ہو گا تب کہیں جا کر اسکے بہتر نتائج پیدا ہو سکتے ہیں ۔ ورنہ ہمیں اس بات سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ ۱۹۵۸ء میں ایک لاکھ کلوواٹ بجلی پیدا ہوا کرتی تھی اور اب دس لاکھ کلوواٹ بجلی پیدا ہوتی ہے ۔ کیونکہ مجھے تو صرف نتائج سے غرض ہے ۔ پہلے جب ایک لاکھ کلوواٹ بجلی پیدا ہوتی تھی تو جہاں جہاں بجلی پہنچی ہوئی تھی

یا جن لوگوں کو بجلی میسر تھی تو وہاں پر بجلی باقاعدگی سے آیا کرتی تھی لیکن اب جبکہ دس لاکھ کلوواٹ بجلی پیدا ہوتی ہے تو جہاں پر بجلی میسر نہیں ہے وہاں تو ٹھیک ہے کہ بجلی نہیں جاتی لیکن جہاں پر لوگوں کو بجلی میسر ہے وہاں بھی نہیں جاتی ۔ اسکے علاوہ میں یہ عرض کروں گا کہ وزیر خزانہ نے اپنی تقریر کا نصف حصہ اس تفصیل کی نذر کیا کہ ان کی حکومت جو قرضے برداشت کر رہی ہے ان کو اعلیٰ طریق پر خرچ کر رہی ہے اور اس کا استعمال منفعت بخش ہے اور ملک کو اس سے فائدہ پہنچ رہا ہے ۔ میں نے اس سلسلے پر تحریراً اور تقریراً بہت کچھ کہا ہے اس لئے میں اسے تکرار محض سمجھوں گا ۔ اگر میں اسکو یہاں پر دہراؤں ۔ اس لئے میں حکومت کی اس پالیسی کے متعلق فی الحال تو کچھ نہیں کہنا چاہتا ۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں ان کے اس stand کو قبول کرتا ہوں بلکہ میرا stand وہی ہے کہ جو میں نے اس ایوان کے باہر اور اس ایوان کے اندر تقاریر اور تحریروں میں لیا ہے اور میں حکومت کی اس پالیسی سے حد درجہ اختلاف رکھتا ہوں اور یہ قرضہ جات ہمارے صوبے پر بہت بڑا بوجھ ہیں ۔

جناب والا ۔ میں ایک بات یہ بھی عرض کروں گا کہ جناب وزیر خزانہ نے یہ کہا کہ قرضوں میں غیر معمولی اضافہ نہیں ہو رہا ہے تو میں ان کی توجہ صرف آئندہ سال کے لئے ان کے بجٹ میں فراہم کردہ اعداد و شمار

کی طرف دلاتا ہوں کہ آئندہ سال صوبے کے قرضوں میں ایک ارب تیرہ کروڑ روپے کا اضافہ ہو جائیگا یعنی کل قرضوں کا پندرہ فیصد صرف ایک سال میں اضافہ ہو جائیگا ۔ یہ میرے نزدیک تو حد درجہ خوفناک رفتار ہے شاید ان کے نزدیک نہ ہو - اگرچہ انہوں نے اس بات کا اظہار اپنی تقریر دلپذیر میں نہیں فرمایا لیکن اسکی طرف انہوں نے قرطاس ابیض کے حصہ نمبر ۱ میں اشارہ فرمایا ہے اور کل جب وہ تقریر فرما رہے تھے تو ان کے ذہن میں یہ عبارت نہیں تھی :-

Page 21, White Paper —

> "The Debt servicing liability places a two-fold burden on the Provincial revenues on account of repayment of principal and payment of interest."

Further, it says—

> "The Heavy repayments due in the current financial year and the next year are tabulated below : "

The words used are 'heavy repayments' and 'burden'.

انہوں نے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں ۔ اگرچہ انہوں نے اپنی تقریر میں اسکی نفی کرنے کی سعی فرمائی ہے ۔ لیکن میں ان کی تقریر کے اس حصے

کی طرف جناب کی توجہ ضرور دلانا چاہتا ہوں جس میں انہوں نے محترم چودھری محمد علی صاحب پر یہ الزام لگایا تھا کہ وہ اور ان کے رفقائے کار اسقدر نا اہل تھے کہ انہوں نے ۱۹۵۸ء تک اٹھانوے کروڑ روپے کے غیر ملکی قرضے حاصل تو کئے مگر ان میں سے صرف اکیس کروڑ روپے ہی ترقیاتی کاموں پر خرچ کر سکے - انہوں نے یہ الفاظ ان کی نالائقی کے لئے استعمال کئے تھے اور انہوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی تھی کہ وہ اسکے اہل نہیں تھے کہ وہ ملکی ترقیاتی کاموں پر روپیہ صرف کر سکیں - اور انہوں نے یہ ارشاد فرمایا تھا - یہ الفاظ ان کے ہیں - کہ ہم قرضے برداشت کرتے ہیں - اور صرف بھی کرتے ہیں - یہ حکومت اس قسم کی نالائقی نہیں کرتی - کہ قرضہ جات برداشت بھی کرے اور انہیں صرف بھی نہ کرے - یہ الفاظ 'inverted commas' میں ہیں - محترم وزیر خزانہ کے اپنے - جناب والا - میں اس مسئلہ کے متعلق ضرور گذارش کرنا چاہتا ہوں - مجھے اعتراض یہ ہے کہ ۱۹۵۸ء سے پہلے اس ملک کی حکومت نے مختلف اوقات میں مل جل کر ۹۸ کروڑ روپے کی مالیت کے بیرونی قرضہ جات حاصل کرنے کا معاہدہ کیا - حاصل نہیں کئے - معاہدات ہوئے - اور ان میں سے ان گیارہ سالوں میں صرف ۲۱ کروڑ وصول کئے گئے اور ان کو صرف کیا گیا - یہ کہتے ہیں - کہ یہ باقی ۷۷ کروڑ روپیہ صرف نہ کرنا ان حکومتوں کی نالائقی تھی - اور ہم اس قسم کی نالائقی نہیں کرتے - جناب والا - میں وزیر محترم کی خدمت میں ان کے موجودہ جو قرضہ جات ہیں اس کے متعلق بھی

گذارش کرنا چاہتا ہوں ۔ جناب والا ۔ میں اس سلسلے میں عرض کرونگا ۔ کہ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۷ء تک موجودہ حکومت نے ۱۶۰۶۶ ارب روپے کے قرضہ جات حاصل کرنے کے معاہدات کئے ۔ جن میں سے ۳۱ دسمبر ۱۹۶۷ء تک یا اس تاریخ تک ۱۱ ارب ۶۲ کروڑ روپیہ مرکزی حکومت یا صوبائی حکومت نے مل کر ان قرضہ جات میں سے وصول کر کے صرف کئے ۔ تو کیا یہ ۵ ارب روپیہ کے بیرونی قرضہ جات جن کے معاہدات ہو چکے ہیں ۔ وصول نہ کرنا بقول وزیر خزانہ میں موجودہ مرکزی اور صوبائی حکومت کی نالائقی پر محمول کروں ۔ نہیں ۔ میں اس کام میں محترم چودھری محمد علی صاحب کی نہ کوئی کوتاہی سمجھتا ہوں نہ موجودہ ارباب اقتدار کی ۔ اس لئے کہ یہ ۵ ارب روپیہ pipe line میں ہے ۔ وصولی کے مختلف مراحل میں ہے ۔ کئی منصوبے ہیں جن کیلئے فوری ضرورت نہیں ہے ایسے کئی ہم نے ٹھیکے دیئے ہوئے ہیں ۔ فرض کیجئے ہم نے ایک جہاز بننے کیلئے ٹھیکہ دیا ہوا ہے ۔ اس کیلئے ہم نے قرضہ برداشت کرنے کا معاہدہ کیا ہوا ہے ۔ تب قرضہ ہم وہاں سے حاصل کریں گے ۔ جب ہم نے وہاں ادائیگی کرنی ہو ۔ تو اس لئے وصولیوں اور معاہدات میں کچھ نہ کچھ مدت ضرور گذرتی ہے ۔ لیکن ایک اور بات ہے ۔ جس کیلئے میں چودھری محمد علی کو آفرین کہتا ہوں ۔ کہ ان لوگوں نے ۱۱ سال میں صرف ۲۱ کروڑ روپیہ قرضہ برداشت کر کے صرف کیا ۔ صرف ۲ کروڑ اوسطاً بیرونی قرضہ سالانہ کے حساب سے اور انہوں نے اپنی قوم کی ترقی کا سارے کا

سارا انحصار اپنی آمدنی پر اپنے ملک کے ذرائع پر رکھا ۔ جس قدر ان کے پاس چادر تھی ۔ انہوں نے اتنے پاؤں پھیلائے ۔ موجودہ حکومت کی طرح اس ملک کو گروی کر کے نہیں رکھ چھوڑا ۔ کہ ۱۶ ارب کا قرضہ اس کے ذمہ ہو چکا ہے ۔ اور پھر یہ کہتے ہیں ۔ کہ اس کا نام ترقی ہے ۔ البتہ قرضہ جات میں ۲۲ کروڑ کی بجائے ۱۶ ارب تقریباً ۹۰ گنا ترقی ہو چکی ہے ۔ اور جناب والا ایک اور دلیل جس کے متعلق محترم وزیر خزانہ نے دلیل کے طور پر ہماری توجہ دلائی ۔ کہ اس ملک میں ترقی ہو رہی ہے وہ اکانومسٹ کا حوالہ ہے ۔ اکانومسٹ کے اس مضمون میں درج ہے کہ

"It is in the pipe-line."

اس اقتباس میں جس کا میں نے ابھی حوالہ دیا تھا ۔ کہ ملک کے زر مبادلہ کے ذخائر میں اضافہ ہو گیا ہے واقعی اگر اضافہ ہو گیا ہے ۔ تو ملک کی ترقی ، ملک کی مالی حالت کی مضبوطی کی نشانی ہے ۔ لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے ۔ کہ اس ملک میں صرف ترقی معکوس ہوئی ہے ۔ یہ اہم ترین مدوں میں سے ایک مد ہے ۔ جس سے کہ کسی ملک کی خوشحالی کا جائزہ لیا جا سکتا ہے ۔ اور کسی جگہ نہیں.....

Minister for Finance : Point of order. Sir, how is it relevant here ? You are well aware that the Leader of the Opposition is a seasoned and experienced parliamentarian but now he is discussing the position of the foreign exchange reserves in the country. I really fail to understand how

it is relevant to the discussion concerned.

خواجہ محمد صفدر ۔ جناب والا ۔ میں relevant ہوں ۔ جناب وزیر کو میرا جواب سننا پڑیگا ۔

جناب والا ۔ میں charged expenditure کے متعلق بحث کر رہا ہوں ۔ جس میں تمام وزراء صاحبان کی تنخواہیں شامل نہیں اس میں ہر وزیر کی تنخواہ شامل ہے ۔ محترم وزیر خزانہ ان وزیروں میں سے ایک ہیں جن کی تنخواہ کے متعلق میں ابھی گفتگو کر رہا ہوں محترم وزیر خزانہ نے پرسوں اپنی تقریر دل پذیر میں یہ ارشاد فرمایا تھا ۔ کہ ترقی کا ایک ثبوت یہ بھی ہے ۔ کہ ہمارا فارن ایکسچینج ریزرو بڑھ گیا ہے ۔ میں اسی وزیر صاحب کی تنخواہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ عرض کرونگا ۔ کہ انہوں نے جو ارشاد فرمایا تھا ۔ یہ نادرست ہے ۔ غلط ہے اب میرا خیال ہے وزیر صاحب جان جائینگے کہ میں اب relevant ہو گیا ہوں ۔

مسٹر حمزہ ۔ اور انہیں جناب والا تنخواہ نہیں دینی چاہئے ۔

Minister for Finance : Mr. Hamza raised a question and I protested but he went on. Therefore, I had to reply. If I have to meet an irrelevant observation it does not mean that the Leader of the Opposition is within his right, or is entitled, to deal with this subject.

خواجہ محمد صفدر ۔ میں نے عرض کیا ہے ..... جی ارشاد فرمائیے ۔

وزیر زراعت و خوراک (ملک خدا بخش) ۔ انہوں نے اس معزز ایوان میں یہ عرض کیا تھا کہ foreign exchange earnings سالانہ بڑھ گئی ہیں انہوں نے تو reserve کا ذکر ہی نہیں کیا ۔ آپ کے وقت میں بھی ۱۸۷ تھا ۱۹۴۷ء میں ۱۴۲ ہوا ۱۹۵۸ء میں اور آج اللہ کے فضل سے ۳۰۰ کروڑ ہے ۔ انہوں نے تو یہ عرض کیا تھا تو شاید سمجھنے یا سمجھانے میں غلطی ہوئی ہے میں اس کے متعلق نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں جس وقت ملک پاکستان بنا ۔ اس وقت تقریباً ۱۸۷ کروڑ روپیہ تقریباً زر مبادلہ کمایا جاتا تھا ۔ جس وقت ۱۹۵۸ء آیا تو ۱۴۲ کروڑ ہو گیا ۔ اور اب تین سو کروڑ کے قریب ہے یہ انہوں نے جناب کی اطلاع کیلئے عرض کیا تھا ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ شاید میں ہی غلط سمجھا ہوں اور یہ موضوع ویسے بھی وزیر صاحب کیلئے دل خوش کن نہیں ہے ۔ جناب والا میں اسے چھوڑتا ہوں ۔

انہوں نے جو کچھ برآمدات کے متعلق بتایا تھا ۔ میں اس کے متعلق

عرض کرتا ہوں - جناب والا - انہوں نے برآمدات کے متعلق یہ فرمایا ہے پاکستان اکنامک سروے ۶۸-۱۹۶۷ء کے صفحہ نمبر ۱۲۱ کو جناب وزیر خزانہ ملاحظہ فرمائیں trade & balance of payments انہوں نے ارشاد فرمایا تھا - کہ ہماری برآمدات میں ہر سال اضافہ ہوا ہے - اور جیسا قائد ایوان نے بھی ارشاد فرمایا تھا کہ قیام پاکستان کے وقت تقریباً ۱۹۰ کروڑ کی مالیت کی برآمدات تھیں - اور آج کل ۳۰۰ کروڑ کے اوپر کی مالیت کی ہماری برآمدات ہیں -

وزیر خزانہ - ۱۹۵۸ء میں کہا تھا -

خواجہ محمد صفدر - ۱۹۵۸ء کا نہیں دیا ہوا ہے - یہاں ۶۰-۱۹۵۹ء سے شروع کیا گیا ہے اس سال میں ۱۸۳۰۲۰ کروڑ اور ۶۸-۱۹۶۷ء میں ۳۰۰ کروڑ - یہ تو اس میں اضافہ ہوا ہے - اس سال میں برآمدات میں ۲۰۱ فیصد تھا ۲۰۶ فیصد ایک سال میں - ۵۰۰ فیصد ایک سال میں اور ۶۶-۱۹۶۵ء میں ۱۲۰۳ فیصد اور ۲۷-۱۹۶۶ء میں ۶۰۳ فیصد اس سے آگے اضافہ نہیں نکالا گیا - اس لئے میں نے بھی نہیں نکالا - اس میں درج نہیں ہے -

وزیر خزانہ - اضافہ ہوا ہے یا نہیں ؟

خواجہ محمد صفدر - میں مانتا ہوں اضافہ ہوا ہے - اس میں اضافہ ہوا ہے - درآمدات میں جو اضافہ ہوا وہ پانچ سے چھ فیصد تھا - اور برآمدات میں جو اضافہ ہوا - وہ ہے -

سال ۱۹۶۰-۶۱ء میں ۲۹۰۵ فیصد

سال ۱۹۶۱-۶۲ء میں ۲۲۰۸ فیصد

سال ۱۹۶۲-۶۳ء میں ۱۶۰۰ فیصد

سال ۱۹۶۳-۶۴ء میں ۲۱۰۳ فیصد

سال ۱۹۶۴-۶۵ء میں ۲۱۰۷ فیصد

اور سال ۱۹۶۶-۷۶ء میں ۲۳۰۴ فیصد

Minister for Finance: That means the country is developing and capital goods are being imported.

خواجہ محمد صفدر - یہ کارگذاری اپنے اختیار میں تھی -

Minister for Finance: In a developing country, you have to import capital goods.

خواجہ محمد صفدر - درآمد اور برآمد کی یہ صورت حال ہے -

جوں جوں درآمدات اور برآمدات میں فاصلہ یا خلیج وسیع ہوئی ۔ ملک مالی مشکلات سے دو چار ہوا ۔ اس کے بعد قرضہ جات کے متعلق یہ عرض کروں گا ۔ کہ قرضہ جات کے متعلق Economist کی رائے کیا ہے ۔ اس رسالہ کو بڑی اہمیت دی گئی ہے ۔ ہمارے ملک کی ترقی کے متعلق اس کی رائے یہ ہے :-

> "There is plenty of criticism, naturally, of this doctrine that the best way of bringing a nation's economic development through its early stages is to feed juicy hunks of meat to industrial robber barons."

یعنی اس سر زمین میں قزاقوں ۔ ڈاکوؤں اور لٹیروں کو زیادہ سے زیادہ مراعات دی جا رہی ہیں ۔ یہ وہ الفاظ ہیں جو انہوں نے اس مضمون میں دئے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں ۔ کہ ان میدانوں میں ڈاکوؤں کو زیادہ سے زیادہ مراعات دے کر قوم پر حد درجہ ظلم کیا جا رہا ہے ۔ اس لئے حکومت کی یہ پالیسی درست نہیں ہے ۔

Minister for Finance : Should I take that export has increased.

Khawaja Muhammad Safdar :

> "This is in large part due to the export bonus scheme which in effect devalues the ostensibly stable rupee."

وزیر صاحب نے ایک اور بات ارشاد فرمائی ہے ۔ وہ یہ کہ ہمارے مالی استحکام کی صورت یہ ہے ۔ کہ ہم نے روپیہ کی قیمت نہیں گرائی ۔ Economist کی اس بارے میں جو رائے ہے ۔ وہ میں پیش کرتا ہوں ۔ اس وقت چونکہ export کی بات ہو رہی ہے ۔ اس میں یہ وجہ بھی بتائی ہے ۔ کہ export کے بڑھنے کی کیا وجوہات ہیں ۔

Minister for Finance : So, it is paying us tributes.

Khawaja Muhammad Safdar :

> "This is in large part due to the export bonus scheme, which in effect devalues the ostensibly stable rupee from 1s. 9d. to 8d."

ہمارے روپیہ کا official rate ۱۰۹ شلنگ ہے ۔ لیکن حقیقت یہ ہے ۔ کہ bonus سکیم کے ذریعہ روپیہ کی قیمت ۳۳ فیصد کم نہیں کی گئی ۔ بلکہ ۶۶ فیصد کم کر دی گئی ہے ۔ اور جو ۱۰۹ شلنگ rate ہے وہ دراصل ۰۸ شلنگ ہے ۔

Minister for Finance : This should be talked about on the floor of the National Assembly and not the Provincial Assembly.

خواجہ محمد صفدر ۔ آپ نے ہی پہلے ارشاد فرمایا تھا ۔ میں نے

تو ہمیشہ کوشش کی ہے اور ایوان کے قواعد و ضوابط کی کبھی خلاف ورزی نہ کروں - اگر جناب وزیر خزانہ نے اس کی خلاف ورزی نہ کی ہوتی تو میں جواب دینے کی زحمت گوارا نہ کرتا - قواعد کی خلاف ورزی انہوں نے کی ہے - اب میرے لئے اس کا جواب دینا لازمی ہے - میں اپنے حق کے اندر رہ کر کبھی غیر ضروری باتیں نہیں کہتا - اگر کبھی زبان کھولوں تو بے شک آپ میری زبان کاٹ دیں -

Minister for Finance : Mr. Hamza started it.

خواجہ محمد صفدر - جناب والا - داخلی انتشار یا ملی انتشار کے متعلق وزیر خزانہ کا ابتداء کا یہ فقرہ تھا - ''یہ ٹھیک ہے - اس سلسلہ میں آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں'' - لیکن اس تقریر کے اسی حصہ میں فرماتے ہیں - ''بعض گوشوں میں شکوہ کی فضا تھی جس کو ہم حسن سلوک سے رفع کریں گے -''

وزیر خزانہ - کیا بدسلوکی کی ہے -

خواجہ محمد صفدر - یہ داخلی انتشار ہونا اور محض کسی حلقہ میں شکوہ ہونا یہ دو مختلف چیزیں ہیں - اس میں زمین و آسمان کا

فرق ہے ۔

اگر آپ اس مسئلہ کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں تو اس کی اہمیت کو نہ گھٹائیں ۔ ہم آپ کی ہر خدمت کے لئے حاضر ہیں ۔ یہ اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کی شیرازہ بندی کا مسئلہ ہے ۔ ملت کی شیرازی بندی کا مسئلہ ہے ۔ قوم کی یک جہتی اور پاکستان کی بقاء کا مسئلہ ہے ۔ اس مسئلہ میں اپوزیشن والے بلا کسی شرط کے آپ کے ساتھ ہیں ۔ جس طرح انہوں نے صدر ایوب کو ۱۹۶۵ء کی جنگ میں اپنی خدمات غیر مشروط طور پر پیش کی تھیں ۔ جب ہندوستان نے پاکستان پر نہایت ہی بزدلانہ حملہ کیا تھا ۔ آخری وقت تک ہم اپنی اپنی ہمت کے مطابق اپنے ملک کی دفاع میں حصہ لیتے رہے اس طرح سے اس مسئلہ کے حل کے لئے اور صوبہ میں ملی انتشار کو مٹانے اور دور کرنے کے لئے حزب اختلاف کی طرف سے ہم اپنی خدمات پیش کرتے ہیں ان مسائل کی طرف توجہ دینا آپ کا کام ہے ۔ ہم یہ کر سکتے ہیں کہ مختلف علاقوں میں جائیں اور دوستوں سے افہام و تفہیم کے مسائل کا حل تلاش کریں ۔ لیکن اس کے حل کی تدابیر سوچنا آپ کا کام ہے ۔ ہم ملی مسائل پر ہر قدم پر ایک سپاہی کی طرح خدمت کرنے کو تیار ہیں ۔

Minister for Finance : It is a good gesture-we welcome it.

خواجہ محمد صفدر ۔ اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا کہ جناب وزیر خزانہ نے آزادی تقریر کا ذکر کیا ہے ۔ بعض دوستوں نے تو ایوان میں فرمایا تھا کہ اگر آزادی تقریر نہیں تو پھر یہاں کیسے تقریر کرتے ہیں ۔

وزیر خزانہ ۔ میں نے نہیں کہا تھا ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ نہیں کسی اور دوست نے کہا تھا ۔ یہ ان کی نا واقفیت تھی ۔ میرے نزدیک تو یہ ایک لطیفہ سا پیدا ہو گیا تھا ۔

وزیر خزانہ ۔ آپ کا مطلب ہے کہ اس House میں ؟

خواجہ محمد صفدر ۔ جی ہاں ۔ انہوں نے جان بوجھ کر انجان بننے کی کوشش کی ہے ۔ ہماری گذارشات کو یہ کہہ کر ٹال دیا تھا کہ ان کی رپورٹ میں ''جلسہ ہائے'' لکھا ہوا ہے ۔

جب تک آپ اس کرسی پر متمکن ہیں ۔ ہم اس ''جلسہ ہائے'' پر ہی اکتفا کر لیتے ہیں ۔

Minister for Finance : These are the words used there in.

خواجہ محمد صفدر ۔ مجھے بتانے کی ضرورت نہیں میں ساری چکی میں سے گذرا ہوں ۔ آزادی صحافت کے متعلق میں نے کچھ گذارشات کی تھیں اور حقیقت یہ ہے کہ جو مسائل انہوں نے پیش کئے ہیں اور جو الزامات لگائے ہیں وزیر خزانہ صاحب کہتے ہیں کہ آپوزیشن چاہتی ہے کہ حکومت کے اخبارات نہ ہوں اور آپوزیشن کے اخبارات ہوں اور آپوزیشن کے اخبارات کو مراعات ہوں ۔ میں عرض کروں گا کہ آپوزیشن کس صورت میں آمر بن سکتی ہے آپوزیشن تو درگذر کرتی ہے آپوزیشن آمر کیسے ہو سکتی ہے تو میں نے ان کی خدمت میں یہ گذارش کی تھی کہ ہم مجبور محض ہیں لیکن ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے وزیر صاحبان اپنے اخبارات کی سرپرستی فرمائیں اور ضرور سرپرستی کریں ہمارا اعتراض صرف اور صرف یہ ہے کہ خزانہ عامرہ سے جو رعایتیں اور جو حقوق ٹرسٹ کے اخبارات کو دئے جاتے ہیں وہی ''نوائے وقت،، کو بھی دئے جائیں ۔ خزانہ عامرہ میں جو رقم آتی ہے وہ گورنمنٹ پارٹی کی جیبوں سے نہیں آتی وہ اس ملک کے عوام سے آتی ہے ہم یہ چاہتے ہیں کہ خزانہ عامرہ کو عدل و انصاف کے ساتھ استعمال کیا جائے ۔ اشتہارات دینے کے سلسلے میں اگر ''کوہستان،، گورنمنٹ کے اصولوں پر پورا اترتا ہے تو اسے آپ شوق سے اشتہارات

دیجئے اگر ٹرسٹ کے اخبارات ان اصولوں پر اترتے ہیں تو ان کو اشتہارات دیجئے کون کافر ہے جو اسبات پر اعتراض کرے گا ۔ لیکن اعتراض یہ ہے کہ جب ان اصولوں پر ''نوائے وقت،، بھی پورا اترتا ہے تو یہ کہاں کا عدل ہے یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جو رقم خزانہ عامرہ سے گورنمنٹ دوسرے اخبارات کو دیتی ہے وہ ''نوائے وقت،، کو نہیں دیتی اور جب کہ یہ رقوم جو دوسرے اخبارات کو دیجاتی ہیں وہ اس ملک کے کروڑوں افراد کی جیبوں سے آتی ہیں کنوینشن لیگ کے خزانے سے نہیں آتی ہیں ۔ آپ ''کوہستان،، کو اس رقم میں سے ضرور دیجئے یہ ملک کا خزانہ ہے یہ صوبے کا خزانہ ہے اس پر ہمارا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا کہ کنوینشن لیگ کا حق ہے اور کنوینشن لیگ والے دوستوں اور ارکان کا حق ہے کہ وہ ''کوہستان،، کو اس خزانہ عامرہ سے رقوم دلوائیں اور اگر ''نوائے وقت،، کا حق بنتا ہے تو اس کو بھی اس کا حق دیجئے ۔ ہم آپ سے عدل و انصاف مانگتے ہیں اس مسئلہ میں ہم آپ سے کوئی بھیک نہیں مانگتے ۔ شاید ہم اور قومی مسائل میں آپ سے بھیک مانگتے ہوں لیکن اس موجودہ مسئلہ میں آپ سے بھیک نہیں مانگتے ہم آپ سے عدل و انصاف چاہتے ہیں ۔ حکومت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ ''نوائے وقت،، کا داخلہ سکولوں کالجوں میں بند کرا دے ۔ اس ملک میں کچھ اس قسم کی فضاء پیدا کی جا رہی ہے کہ اپوزیشن گویا اچھوت ہے ۔ جناب والا ۔ مثال کے طور

پر قائد ایوان کی خدمت میں میں یہ عرض کروں گا کہ یہاں جو بھی کوئی کمیٹی بنتی ہے تو اس میں آپوزیشن کا کوئی فرد نہیں ہوتا ۔

Minister for Finance : I think it is wrong.

Khawaja Muhammad Safdar : I can mention so many instances.

Minister for Finance : Pains are taken to accommodate Members of the Opposition.

خواجہ محمد صفدر ۔ جناب والا ۔ گورنمنٹ نے صحت سے متعلق ایک کمیٹی بنائی جس میں ۱۷-۱۸- افراد ہیں لیکن اس میں ایک بھی آپوزیشن کا رکن نہیں ہے اور اس کمیٹی کے نام بتائے جا سکتے ہیں ۔ اگلے روز حمزہ صاحب نے بتایا تھا ۔ میں نے مثال کے طور پر یہ عرض کر دیا ۔ اسی طرح میں یہ نہیں کہتا میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ''نوائے وقت'' آپوزیشن کا اخبار ہے ۔ وہ ایک لمیٹیڈ کمپنی کا اخبار ہے اس کی آزادانہ پالیسی ہے وہ موجودہ قوانین کے ہوتے ہوئے کسی صورت میں گورنمنٹ کو رگید نہیں سکتا جتنا کہ وہ ہمیں رگیدتا ہے اور وہ آپوزیشن کو گورنمنٹ کے مقابلے میں سختی سے رگیدتا ہے ۔

وزیر خزانہ ۔ یہ بات تو آج معلوم ہوئی ہے ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ آپ ۔ کبھی اس اخبار کو پڑھا نہیں ہو گا ۔ جناب والا ۔ یہ آزاد اخبار ہے ۔

وزیر خزانہ ۔ آپ کی تقریریں اس میں ہوتی ہیں اس لئے پڑھ لیتے ہیں ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ شکریہ ۔ پھر تو جو آپ نے اسکے نہ پڑھنے کیلئے سرکلر جاری کئے ہیں وہ آپ کے عمل کے خلاف ہیں اسلئے یہ ایک تضاد ہے اور اسکو رفع کر دیا جائے اور سکولوں اور کالجوں میں اس اخبار کے داخلے پر سے پابندیاں ہٹا لی جاویں ۔

آخر میں میں وزیر خزانہ سے ایک اور مسئلہ کے متعلق جو انہوں نے اٹھایا تھا عرض کروں گا اور وہ یہ تھا کہ ہنگامی حالات کیوں جاری ہیں ۔ اور اسکی توجیح اور وجہ یہ بتائی انکے الفاظ جو میں نے لکھ لئے تھے یہ ہیں ''ہندوستان اپنی جنگی طاقت میں اضافہ کر رہا ہے اسلئے ہنگامی حالات جاری رکھنا ضروری ہیں اور بنیادی حقوق واپس نہیں دئے جا سکتے''

جناب والا ۔ میں عرض کروں کہ گذشتہ ۲۱ ۔ سال میں وہ کونسا وقت تھا کہ جب ہندوستان نے اپنی جنگی قوت میں اضافہ نہیں کیا تو کیا ۲۱ ۔ سال سے یہاں ہنگامی حالات تھے ۔ یقیناً ہنگامی حالات ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۵ء تک نہیں تھے ۔ مارشل لاء میں تو ویسے ہی ہنگامی حالات ہوتے ہیں ۔ کیا اسوقت ہندوستان کی جنگی تیاریوں میں اضافہ نہیں ہو رہا تھا مجھے افسوس ہے مجھے حیرت ہے جناب وزیر خزانہ کے اس جواب پر اور اس توجیح پر جو انہوں نے بیان فرمائی ۔ ہندوستان کی جنگی تیاریوں کا یہ جواب ہے کہ ہم اپنی جنگی تیاریاں تیز کریں ہم اپنی عسکری قوت کو مستحکم کریں قوم کو اعتماد میں لیں ٹینک خریدیں ہوائی جہاز خریدیں قوم کو ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کیطرح متحد کریں تا کہ جب بھی ہندوستان کی نیت میں فتور آئے اور وہ بری نظر سے ہماری جانب دیکھے تو ہم اسکی آنکھیں نکال لیں ۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ فوجی قوت میں اضافہ ہو ۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ قومی اتحاد میں اضافہ ہو ۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ قوم کو عسکری تربیت دیجائے ساری قوم کو سپاہی بنا دیا جائے لیکن یہاں ہوتا کیا ہے میں قائد ایوان اور وزیر خزانہ کی توجہ مسٹر عقیلی کے چند ماہ ہوئے ایک بیان کیطرف دلاتا ہوں ۔ انہوں نے اعلان کیا ہے کہ دفاع کے اخراجات میں ۲۲ ۔ کروڑ روپے کی کمی کی جا رہی ہے ۔

وزیر زراعت و خوراک - یہ کب انہوں نے کہا ہے ؟

خواجہ محمد صفدر - یہ خواجہ شہاب الدین کی تقریر میں بھی ہے اور یہ بجٹ سے پہلے کی بات ہے - اور اس توقع کا اظہار کیا گیا ہے کہ ہندوستان اب اپنے اخراجات میں کمی کریگا - یہ ہمارے وزراء ہیں انکو ہندوستان سے یہ نیک توقعات ہیں اور ہم سے یہ کہا جاتا ہے کہ جو کام ہم کرنیوالے ہیں وہ ہم کریں گے اور عسکری قوت میں اضافہ کی بجائے کمی کریں گے - قوم کو عسکری لحاظ سے تیار نہ کریں گے قوم کے اتحاد کو پارہ پارہ ضرور کریں گے گویا جو بات نہیں کرنا ہے وہ ضرور کریں گے اور جو باتیں کرنی والی ہیں اسے نہیں کریں گے - اور جب میں یہ کہوں کہ آج کل کی لڑائی محض فوج کے ذریعہ نہیں لڑی جا سکتی تو درست ہو گا - آج کل کی جنگ میں جتنا فوج کا حصہ ہے اتنا ہی تقریباً عوام کا حصہ ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ - پچھلی لڑائی کے دوران جیسا کہ سبکو معلوم ہے کالج کے طلباء نے بارود کی پیٹیاں اپنے کندھوں پر اٹھائیں - ریل کی گاڑیوں سے اتاریں - انہیں ٹرکوں پر لادا اور جہاں انہیں پہنچانا چاہئے تھا انہیں پہنچایا گیا - تو میں سمجھتا ہوں کہ دفاع کے لئے قوم کو اعتماد میں لینا حد درجہ ضروری ہے - یہ قوم کا گلہ دبانا ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ قوم کو اعتماد میں لینا زیادہ ضروری ہے - اگر آپ قوم کے بنیادی حقوق ان کو واپس نہیں دے

سکتے تو میں وزیر خزانہ سے مودبانہ عرض کروں گا کہ خدا نہ کرے مگر ہو سکتا ہے کہ دوسری مرتبہ معرکہ ہو تو شاید یہ قوم اپنے آپ کو سینہ سپر کرنے کے اہل نہ سمجھے ۔

Minister for Finance : No, no.

خواجہ محمد صفدر ۔ اس لئے کہ آپ کو اعتماد نہیں ہے ۔ یہ بھی کوئی بات ہے کہ چونکہ ہندوستان نے ٹینک خرید لئے ہیں اس لئے پاکستان میں بنیادی حقوق کی ضرورت نہیں ہے ۔ اس نے Submarines خرید لی ہیں اس لئے بنیادی حقوق یہاں نہیں ہونگے ۔

Minister for Finance : This was not my way of saying.

خواجہ محمد صفدر ۔ یہ کرنے کی بات ہے کہ قوم کے بنیادی حقوق بحال کئے جائیں ۔ عوام کو اعتماد میں لیا جائے اور ہندوستان کی جنگی تیاریوں کے پیش نظر یہ اور بھی ضروری ہے کہ قوم کو اعتماد میں لیا جائے تاکہ ہم ہندوستان کا مقابلہ کر سکیں ۔

I am sorry to have taken such a long time. Thank you.

مسٹر حمزہ ۔ جناب سپیکر ۔ کیا یہ بہتر نہ تھا کہ لیڈر آف دی ہاؤس بعد میں بول لیتے ۔

وزیر زراعت و خوراک ۔ وقت کی منصفانہ تقسیم ہو جانی چاہئے ۔ آپ نے تقریباً ۲ گھنٹے لئے ہیں ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ میں نے ڈیڑھ گھنٹہ لیا ہے ۔

Minister for Finance : Over two hours.

خواجہ محمد صفدر ۔ ساڑھے نو کے بعد سوالات ختم ہوئے تھے ۔

وزیر زراعت و خوراک ۔ حکومت نے بھی اپنا نقطہ نظر پیش کرنا ہے ۔ تو اگر جناب مجھے اجازت دیں تو مشکور ہونگا ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ شائد اور بھی باتوں کے جواب دینے ہوں ۔

وزیر زراعت و خوراک ۔ دو وزراء صاحبان نے تقریر کرنی ہے ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ نہیں آپ ہی کے متعلق عرض کرتا ہوں ۔

Minister for Finance : The difficulty is that besides the Leader of the House, most probably the Home Minister has also to take part in the debate. Now, I think the Leader of the House would not be able to project the point of view of the Government within a short period. He would require an hour or so ; and similar is the position with regard to the Home Minister. Then I don't know whether you will be able to... ..

وزیر زراعت و خوراک - مگر انہوں نے جواب تو دینا ہے -

خواجہ محمد صفدر - اگر رولز اجازت دیں تو شام کی نشست کر لی جائے -

وزیر زراعت و خوراک - نہیں ہو سکتی - آپ نے دو گھنٹے لئے ہیں - تو ہمیں بھی تو کچھ وقت ملے -

خواجہ محمد صفدر - آپ بارہ بجے شروع کر دیں تو بہتر ہو گا -

ملک محمد اختر - جناب والا - میں نے بھی تقریر کرنی ہے -

خواجہ محمد صفدر - آپ سوا بارہ بجے شروع کر دیں -

Minister for Food and Agriculture : Then how can we complete it ?

خواجہ محمد صفدر - چلئے بارہ بجے شروع کر دیں -

Minister for Finance : Then, Sir, the best course would be that the Minister for Food and Agriculture as the Leader of the House, and after the him Home Minister will speak and if time is left, then I will avail of the chance.

وزیر زراعت و خوراک - ۱۲ بجے حمزہ صاحب ختم کر دیں -

خواجہ محمد صفدر - چلئے اختر صاحب شروع نہیں کرتے -

ملک محمد اختر - جناب سپیکر.....

مسٹر سینئر ڈپٹی سپیکر - دس دس پندرہ پندرہ منٹ سبکو دئے جائیں گے -

ملک محمد اختر - جناب والا - میں اپنا right forego کرتا ہوں - کیونکہ میں پندرہ منٹ تقریر کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں -

Mr. Senior Deputy Speaker : Yes, Mr. Hamza.

مسٹر حمزہ (لائلپور -٦) - جناب سپیکر - جیسا کہ جناب کرمالی

صاحب نے مغربی پاکستان کی حکومت کی پالسیوں کی حمایت کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ وہ اس صوبے کا نظام خصوصی حالات کے مطابق چلا رہی ہے اور اس سلسلے میں فرانس اور امریکہ کی مثالیں دی تھیں ۔ لیکن میں انتہائی افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس وقت ہمارے ملک میں ایک حکومت نہیں بلکہ کئی ایک حکومتیں موجود ہیں ۔ اور یہ ہماری قومی ۔ ملکی اور دفاعی سالمیت کے خلاف ہے ۔ میں آپ کے سامنے پشاور کے ایک روزنامہ میں چھپی ہوئی ایک نظم کا عنوان پڑھ کر سناتا ہوں ۔ یہ روزنامہ ۵ جون سن ۶۸ کو شائع ہوا

''دا عزت ماآب به جشن تاجپوشی باندے''

یہ نظم تاجپوشی کے متعلق لکھی گئی ہے ۔ میں حکمرانوں سے پوچھتا ہوں کہ اس ملک میں کتنے بادشاہ ہیں یہ نظم ہمارے صوبے میں شائع ہوئی ۔ ''نوائے وقت'' میں ایسی نظم کے چھپنے

کا سوال پیدا نہیں ہوتا ۔ اگر ''چٹان'' میں کسی اخلاقی مسئلے

کا ذکر کر دیا جائے تو ڈیفینس آف پاکستان رولز لاگو ہو جاتے

ہیں ۔ محض اسی پر اکتفاء نہیں بلکہ اسی روز ایک اور نظم شائع

ہوئی جس کا عنوان ہے ''اے ہمارے بادشاہ'' جنہوں نے یہ نظم لکھی

وہ سوات کے رہنے والے ہیں ۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ کہا گیا ہے

کہ ہم کس دور سے گذر رہے ہیں ۔ وہ جون کے ''مشرق'' میں

مولانا کوثر نیازی کی تقریر کا ایک حصہ چھپا ہے ۔ یہ سرکاری عالم

ہیں وہ فرماتے ہیں : ۔

''قرآن پاک کا بغور مطالعہ کرنے سے

معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم نے بادشاہت

پر کوئی تنقید نہیں کی ۔ اسلام میں پیغمبروں

پر ایمان لانا فرض ہے ۔ یہ بات اس طرح

واضح ہے کہ بعض پیغمبر بادشاہ بھی تھے

اور بعض نے بادشاہوں کی تقرری بھی کی ۔

اور انہوں نے جو کچھ کیا ۔ اللہ تعالیٰ کے

منشاء کے عین مطابق تھا ۔ لہذا یہ نہیں

کہا جا سکتا کہ بادشاہت غیر اسلامی ہے،، ۔

مولانا نیازی نے فرمایا ۔

''ان حقائق کی روشنی میں اس

بات میں کسی شک کی گنجائش نہیں

کہ اسلام نے اپنے لئے کسی نظام حکومت

کو پسند نہیں کیا ۔ ہم جس نظام

حکومت کو چاہیں اپنا سکتے ہیں ۔ اسلام اس

کو نہیں روکتا ۔،،

جناب والا ۔ ان اقتباسات سے جو میں نے آپ کے سامنے پڑھ کر

سنائے ہیں یہ ثابت ہوتا ہے یہاں ایک حکومت نہیں کئی حکومتیں

ہیں ۔ یہاں ایک صدر نہیں بلکہ کئی بادشاہ موجود ہیں ۔

جناب سپیکر - ایک جانب ہم پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم پاکستان کے خلاف ہیں یا پاکستان کی حکومت کے خلاف منافرت پھیلاتے ہیں - یا ملکی سالمیت کو زک پہنچاتے ہیں - اور دوسری جانب اس حکومت کا اپنا طرز عمل اور کردار یہ ہے - جناب سپیکر - آج کیفیت یہ ہے کہ اسلامی مملکت میں جہاں قانون کے سامنے اللہ کی تمام مخلوق مساوی اور برابر ہونی چاہئیے اور ان پر ایک ہی قانون کے تحت حکمرانی کی جا سکتی ہے - حالت یہ ہے کہ ریاست سوات میں بسنے والے ہمارے پاکستانی بھائی جنہیں ۱۹۶۲ء میں اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے عدالت عالیہ سے رجوع کرنے کا حق تھا - چار سال کا عرصہ گذرا کہ انہیں ۱۹۶۴ء میں اس حق سے محروم کر دیا گیا - جناب وزیر داخلہ کو معلوم ہے کہ ریاست دیر میں یہ کیفیت ہے کہ وہاں کے دو قبائل غوغان خیل اور الامان خیل کا ایک وفد ان کی خدمت میں پیش ہوا تھا - میں بھی ان کے ساتھ تھا انکو مقامی حکمران - بادشاہ - سلطان یا نواب کی طرف سے اس بات پر مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ دوسرے کسی قبیلے کے تابع ہو جائیں اور وہ زمین جو پشت ہا پشت سے ان کی ملکیت ہے اس میں اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں -

جناب سپیکر - جب کوئی ملکی مسئلہ اٹھایا جاتا ہے - تو جناب کرمانی صاحب اور جناب قائد ایوان ہندوستان کی جانب اشارہ کر دیتے ہیں - اور یہ فرماتے ہیں کہ ہندوستان جنگی تیاریاں کر رہا ہے - جناب قائد ایوان نے چینی کی قیمتوں کے سلسلہ میں یہ فرمایا کہ ہندوستان میں بھی چینی کی قیمت بہت زیادہ ہے - میں جناب قائد ایوان سے یہ پوچھتا ہوں کہ بت پرست اور گاؤ پرست پٹیل نے آج سے کئی سال پہلے ہندوستان کی چھ سو ستر ریاستوں کو بھارت میں مدغم کیا - اس کی کیا وجہ ہے کہ اس اسلامی مملکت میں آج بھی ایسی ریاستیں موجود ہیں جن کے حکمران اپنے لئے نواب یا بادشاہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں - اور انکے یہ القابات اخبارات میں شائع ہوتے ہیں - میں حکمرانوں سے یہ پوچھتا ہوں کہ ایک یونٹ بنے ہوئے تیرہ سال ہو گئے - آپ نے ان ریاستوں کو ایک یونٹ میں مدغم کیوں نہیں کیا - کیا آپ نے ایسا نہ کر کے بذات خود یونٹ کی تباہی کا اہتمام نہیں کیا - آپ نے اس صوبہ میں کئی ایک طبقات قائم کر رکھے ہیں ایک طرف امیروں کا طبقہ ہے دوسری طرف غریبوں کا ایک طرف حکمرانوں کا طبقہ ہے دوسری

طرف غلاموں کا ۔ یہ کس قسم کی اسلامی مملکت ہے ؟ ۔

جناب سپیکر ۔ ہمارے حکمرانوں نے اپنے من پسند عزیزوں اور نوجوانوں کو اس قسم کے اختیارات دئیے ہیں جن کی وجہ سے وہاں کے بسنے والے ان کے غلام بن کے رہ گئے ہیں ۔ اس علاقہ میں بے تحاشا معدنی دولت ہے مگر قوم اس سے استفادہ نہیں کر سکتی ۔ ان علاقوں میں کوئی آئین یا قانون موجود نہیں ۔ حکمران کے منہ سے جو لفظ نکلتا ہے وہی قانون ہوتا ہے ۔ اگرچہ ملک میں پولیٹیکل پارٹی ایکٹ موجود ہے مگر ان علاقوں میں کوئی شخص حکمران سے اختلاف کرتے ہوئے کسی قسم کے اختلافی سیاسی نظریات کا پرچار نہیں کر سکتا ۔

ہمیں بجٹ میں یہ بتایا گیا ہے کہ ترقیاتی منصوبوں پر عمل ہو رہا ہے ۔ ثناء خوانی کی جا رہی ہے ۔ میں پوچھتا ہوں کہ ان علاقوں کے حکمرانوں پر کیوں کوئی حدود و قیود یا پابندیاں نہیں ہیں ۔ اس ملک میں آج بھی بعض ایسے علاقے ہیں جہاں

کے لوگ حکمرانوں کے اس حد تک غلام ہیں جتنے ہم انگریز کے دور میں بھی ان کے غلام نہ تھے ۔ میں اس موقع پر علامہ اقبال کے دو شعر ان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔

غلامی کیا ہے ذوق حسن زیبائی سے محرومی
جسے زیبا کہیں آزاد بندے ہے وہی زیبا
بھروسا کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردان حر کی آنکھ ہے بینا

جناب سپیکر ۔ یہ تو کیفیت ہے ریاستوں میں بسنے والے ہمارے پاکستانی بھائیوں کی ۔ دوسری جانب ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اس بجٹ میں تقریباً چار کروڑ سے زائد رقم سرحدی علاقہ پر خرچ کرنے کے لئے مختص کی گئی ہے ۔

جناب سپیکر ۔ آپ سے بہتر کون جان سکتا ہے کہ وہ رقومات جو آج تک قبائلی علاقہ کے لئے مختص کی جاتی رہی ہیں وہ

سرداروں اور پولیٹیکل ایجنٹوں کے ذریعہ سے خرچ ہوتی ہیں - اور ان میں سے بیشتر رقوم منصوبوں پر خرچ نہیں ہوتیں - میں صدر ایوب کے ایک ارشاد کا حوالہ دیتا ہوں جو انہوں نے ۱۹۶۴ء میں ڈویژنل مسلم لیگ کے اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے کیا - انہوں نے فرمایا تھا کہ آئندہ قبائلی علاقوں کے متعلق رقوم سرداروں اور خوانین کے ذریعہ خرچ نہیں کی جائینگی میں حکومت سے یہ پوچھتا ہوں کہ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ وہ رقوم جو ان علاقوں میں مختلف منصوبوں پر خرچ ہوئی ہیں - کیا وہ تمام کی تمام اس علاقہ کے خوانین اور سرداروں کے ذریعہ صرف نہیں ہوئیں ؟ اور ان میں سے بیشتر غبن ہو کے نہیں رہ جاتیں ؟ میں جناب وزیر قبائلی امور سے یہ پوچھتا ہوں کہ کیا وہ اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ اس علاقہ میں ہماری حکومت نے پولیٹیکل ایجنٹوں کو وہ اقتدار دے رکھا ہے جو مغلوں کے زمانہ میں صوبہ جات کے گورنروں کو یا صوبیداروں کو حاصل تھا اور وہ وہاں سیاہ و سفید کے مالک ہیں - کوئی شخص ان سے اختلاف نہیں کر سکتا اور وہ تمام رقومات چند اشخاص کی وساطت سے جس

طرح خرچ کرنا چاہیں خرچ کر سکتے ہیں ۔ ان کا آڈٹ نہیں ہوتا ۔ ان سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا ۔ میں اس حکومت سے پوچھتا ہوں کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اس علاقہ کے سرداروں اور خوانین کو لنگی الاؤنس اور مختلف قسم کے امپورٹ لائسنس دئیے جاتے ہیں ۔ اور بیشتر تعمیراتی ٹھیکے بھی ان کے ذریعہ دئیے جاتے ہیں ۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ آپ اس علاقہ کے تمام لوگوں کو ان سرداروں اور خوانین کے ذریعہ قابو میں رکھتے ہیں ۔ وہاں آزادی کا نام و نشان نہیں ۔ اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ یہ رقومات بعض تعمیری منصوبوں پر صرف ہوتی ہیں تو بھی تمدنی زندگی اور روحانی آسودگی کا خواب اس ملک میں کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا ۔ قبائلیت ایک ناپسندیدہ طرز معاشرت ہے ۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ آج سے تین سو سال پہلے بھی جب اس ملک میں مطلق العنان حکمران قابض تھے قبائلیت کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا ؟ کیا

تعمیر و ترقی میں اور قبائلیت میں کوئی تعلق ہے ؟ جدید مملکت یا فلاحی مملکت میں انسانی مساوات کے فقدان کو کسی صورت میں برداشت نہیں کیا جا سکتا ۔ ایک جانب آپ فرماتے ہیں کہ یہ فلاحی مملکت ہے ۔ یہ ترقی پذیر ملک ہے اور ہم غیر ممالک سے کروڑوں اور اربوں روپیہ قرض لیتے ہیں ۔ دوسری جانب ایک ہی صوبہ میں ایک طرف قبائلیت ہے ۔ دوسرے طرف Merged Areas ہیں ۔ تیسری طرف نواب اور ریاستیں ہیں اور چوتھی طرف بعض ایسے علاقے ہیں جو انگریزوں کے زمانے میں Settled Areas کہلاتے تھے ۔ آپ نے ۱۹۵۵ء میں قبائلی علاقہ کے لوگوں کو نمائندگی دی تھی ۔ کیا وہ قانون جو آپ اس ایوان میں پاس کرتے ہیں وہ قبائلی علاقوں میں نافذالعمل ہیں ۔ اگر وہ قوانین ان علاقوں میں نافذالعمل نہیں جو ان کے اپنے نمائندے یہاں بیٹھ کر بناتے ہیں پھر یہ تضاد کیوں ہے ؟ یہ کس قسم کی دو عملی

ہے ۔ آپ اس نظام کی کیسے حمایت کر سکتے ہیں ۔ آپ یہ بتائیے ہیں کہ پاکستان دنیا کے ترقی پذیر یا ترقی پانے والے یا بہت تیزی سے ترقی پانے والے ممالک کی صف اول میں ہے ۔ دوسری جانب آپ کی یہ کیفیت ہے کہ آپ کے ملک میں ایک بڑا ایسا علاقہ ہے جس کی آبادی کو جمہوری حقوق حاصل نہیں ہیں ۔ انہیں بنیادی حقوق حاصل نہیں ہیں ۔ انہیں انسانی حقوق حاصل نہیں ہیں جو ایک مہذب ملک میں ان کو حاصل ہونے چاہئیں ۔ اگر حکومت یہ چاہتی ہے کہ ان لوگوں کو ترقی دی جائے تو یہ لازم ہے کہ اس علاقے کے عوام کے جو بنیادی حقوق آپ نے سلب کئے ہوئے ہیں ۔ جو آپ نے چند مہروں کو اپنے ساتھ ملا کر ان سے چھینے ہوئے ہیں آپ ان کے ان حقوق کو بحال کریں ۔ ورنہ آپ کے تعمیر و ترقی کے جتنے نعرے ہیں یا جو آپ کے دعوے ہیں یہ بالکل بے معنی اور بے سود ہوں گے ۔ آج یہ

کیفیت ہے کہ ایک طرف بنیادی جمہوریت کا نظام ہے میں جناب وزیر قبائلی امور سے یہ پوچھتا ہوں ریاستوں میں اور قبائلی علاقوں میں بنیادی جمہوریت کے ارکان کو چننے کا کیا طریقہ ہے ؟ یہ نقش کہن ہے یہ غلامی کی نشانیاں ہیں ۔ میں مانتا ہوں کہ موجودہ طریقہ انتخاب محض نامزد کرنے کا ہے بنیادی جمہوریت کا رکن پولیٹیکل ایجنٹ کی منشاء کے مطابق چنا جا سکتا ہے ۔ وہاں الیکشن کا نام و نشان نہیں ہے ۔ صدر مملکت کو سات آٹھ ہزار ووٹ اس طریقہ انتخاب کی وجہ سے مل جاتے ہیں ۔ اس علاقے کے نمائندے آپ کو ووٹ نہیں دیتے وہ محض آپ کے زر خرید غلام ہوتے ہیں محض اس علاقے کے لوگوں کو قابو میں رکھنے کیلئے آپ مختلف قسم کی مراعات دیتے ہیں ۔ اور وہ آپکے حق میں ووٹ کی خیرات ڈال دیتے ہیں ۔

جناب سپیکر ۔ میں جناب وزیر قبائلی امور سے پوچھتا ہوں کہ

کیا قبائلیت متمدن اور تہذیب یافتہ ہونے کی کوئی نشانی ہے جہاں ہر شخص ہر وقت اسلحہ اٹھائے پھرے - یہ کہاں کا تمدن اور معاشرتی خوبی ہے کیا یہ صورت حال عزت و عافیت اور آسودگی کے اصولوں کے خلاف نہیں ؟ کیا آپ اس شخص کو باعزت قرار دے سکتے ہیں جو ہر وقت اپنی جان کی حفاظت کیلئے پستول یا بندوق اپنے کندھے پر اٹھائے پھرے - اگر ہر شخص کو اپنی جان کی حفاظت اس طرح کرنا ہے تو ''ریاست'' کس بلا کا نام ہے - مملکت کس چیز کا نام ہے - یہ حکومت کس مرض کی دوا ہے - ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ہم خواہ مخواہ لوگوں میں انتشار پھیلاتے ہیں - بددلی پھیلاتے ہیں - کیا جناب وزیر قبائلی امور کو یہ علم ہے کہ ۲ فروری کو روز نامہ ''شہباز'' میں یہ خبر شائع ہی نہیں ہوئی بلکہ ایک ادارتی نوٹ بھی لکھا گیا تھا - اس ادارتی نوٹ کا ایک حصہ یہ ہے :-

"بنوں میں دو قبائل کے درمیان یعنی Settled Areas

کے بعض افراد اور وزیر قبائل کے درمیان ایک

شدید تصادم اور جنگ ہوئی"

اس کے بارے میں تین ماہ پہلے پشاور ایریا کے جنرل آفیسر کمانڈنگ نے صوبائی ہوم سیکرٹری کو ایک تار ارسال کیا جس میں بنوں کے حالات کے متعلق تشویش کا اظہار کیا گیا تھا۔ کیا حکومت نے اس اطلاع کی بناء پر امن قائم کرنے کی خاطر کچھ اقدامات یا انتظامات کئے تھے ؟ یہ الزام حمزہ کی جانب سے نہیں لگایا جا رہا بلکہ پشاور ایریا کے جنرل آفیسر کمانڈنگ نے یہ تار صوبائی ہوم سیکرٹری کو ارسال کی تھی - بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی آپ نے امن عامہ قائم رکھنے کا کوئی انتظام نہیں کیا ۔ اگر کوئی شخص قتل ہو جاتا ہے تو حکومت مقتول کی امداد کرنے نہیں آتی بلکہ وہ یا تو خود قتل کا بدلہ لینے کے

لئے اس کے ایک دو تین آدمیوں کو قتل کر دے یا اپنے گھر میں خاموش بیٹھا رہے ۔ لازم ہے کہ وہ پہلے رشوت دے ۔ اب میں آپ کے سامنے ڈپٹی کمشنر بنوں کی چٹھی کا ایک حصہ پڑھ کر سناتا ہوں ۔ یہ چٹھی ۱۲ دسمبر ۱۹۶۷ء کو لکھی گئی ۔ اس میں یہ فرماتے ہیں :-

> "Within a short space of about a fortnight, 2 cases of kidnapping have taken place. This is a clear indication of the fact that dacoits and gangsters from across the border, aided of course, by local elements have become quite active. A source of report says that some more serious and daring crimes are to occur before the forthcoming Eid."

جناب سپیکر ۔ میرے ایک سوال کے جواب میں جو ۱۹ تاریخ کو اس ایوان میں پیش کیا جانا تھا لیکن وقفہ سوالات کے معطل ہو جانے کی وجہ سے پیش نہ کیا جا سکا اس میں مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ حکومت کی اطلاعات کے مطابق اس لڑائی میں صرف ۱۷

آدمی مارے گئے اور تقریباً ۲۵ آدمی زخمی ہوئے۔ ہماری عزت

مال و جان اور سالمیت کے محافظوں کی کیفیت یہ ہے - ۲۵ جنوری

۱۹۶۸ء کو ایک تار فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صاحب

کو ارسال کیا تھا۔ اس میں لکھتے ہیں :-

"Ten thousand armed Wazir Pakhtoonistan Lashkar from North Waziristan has attacked Banochi area in settled district of Bannu for the last 4 days (.) Villages set on fire (.) Crops also burnt (.)

Men, women and children killed in large numbers (.) People fleeing in panic reminding 1946-47 East Punjab scenes (.)"

وہ بتاتے ہیں کہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے ساتھ جو

سلوک ہوا ہے اس کی مثال بنوں میں دھرائی گئی ۔ آپ کے دور

حکومت میں یہ مثال دھرائی جا رہی ہے ۔ یہ وہ تار ہے جو

فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کو ۲۵ جنوری ۱۹۶۸ء کو ارسال کی گئی

اسے اس علاقہ کے بنیادی جمہوریتوں کے ارکان نے بھیجا ہے ۔

وزیر مال ۔ ان کا نام کیا ہے ؟

مسٹر حمزہ - عمر جان خان وائس چیئرمین ڈسٹرکٹ کونسل بنوں ۔ بہادر خان وائس چیئرمین میونسپل کمیٹی بنوں ۔ پھر بات یہاں پر ہی ختم نہیں ہوتی ۔ فیض اللہ خان صاحب بھی جو کہ پولیس سروس آف پاکستان کے رکن ہیں اور ریٹائرڈ افسر ہیں اور سابقہ صوبہ سرحد میں ایس - پی کے عہدے پر مامور رہ چکے ہیں وہ نذیر احمد رضوی پی ۔ ایس - پی ڈائریکٹر انٹیلیجنس بیورو گورنمنٹ آف پاکستان راولپنڈی کو یہ چٹھی ارسال کرتے ہیں ۔ میں اس کے بعض حصے پڑھ کر سناتا ہوں :-

"Very recently three officials of Bannu Sugar Mills working on duty in their zonal office, at a stone's throw distance from Bannu Cantt, were

kidnapped. One was killed when he refused to go to the tribal area and the other two were kidnapped."

"A large lashkar of Waziris, thousand strong, in a prolonged manner attacked local people and their villages like Mamshkhel etc and indulged in loot, arson and killing. The locals also mustered their strength and tried to beat off the attack on their village."

آگے چل کر فرماتے ہیں :-

„I may also point out here that the number of killed and wounded is many times larger than mentioned by the local authorities in their official and semi-official statements."

Mr. Senior Deputy Speaker : Try to conclude, now.

مسٹر حمزہ - میں آج اس ایوان میں کھڑے ہو کر کہتا ہوں کہ آپ نے میرے سوال کے جواب میں جو اعداد و شمار مہیا کئے

ھیں وہ بالکل بے بنیاد اور غلط ھیں ۔ جناب فیض اللہ خان نے جو فرمایا ھے وہ درست ھے کہ اس سے دگنے تگنے لوگ مرے اور زخمی ھوئے ۔ وہ آگے چل کر فرماتے ھیں :۔

> "The crux of the whole matter is that it is the inefficiency and weakness of the local administration rather than anybodyelse to blame for the whole trouble. The divisional and district authorities concern themselves more with local politics rather than with the maintenance of law and order."

آپ اپنے ماتحتوں سے صرف ایک ھی کام لے سکتے ھیں ۔ آپ انتظامیہ سے سیاست کروائیے یا وہ ملک کا امن و امان قائم رکھیں ۔

مسٹر سینئر ڈپٹی سپیکر - حمزہ صاحب ۔ اگر آپ نے اپنی تقریر جاری رکھی تو پھر آپ کی طرف سے کوئی بھی تقریر نہیں ھو سکے گی ۔

مسٹر حمزہ ۔ میں دو ایک منٹ میں ختم کرتا ہوں ۔

"I would in the end request you to show the letter to Mr. A. B. Awan, Secretary Home Affairs and give a copy for his information, if he wishes."

وزیر مال ۔ یہ کس کا خط ہے ؟

مسٹر حمزہ ۔ میں نے اتنی بار عرض کیا ہے ۔ آپ تو وزیر قبائلی امور ہیں آپ تو ان کو ذاتی طور پر جانتے ہیں اور پھر بھی مجھ سے پوچھ رہے ہیں ۔ انہوں نے ڈائریکٹر Intelligence بیورو کو لکھا ہے ۔

جناب سپیکر ۔ پرسوں جناب قائد ایوان مجھ سے یہ گلہ کر رہے تھے کہ میں جب اس ایوان میں معروضات پیش کرتا ہوں تو میرے لب و لہجہ میں کچھ تلخی ہوتی ہے ۔ میں قائد ایوان کا بالخصوص اس بناء پر کہ وہ میرے بزرگ ہیں اور عمر میں بھی بہت بڑے ہیں ۔ بے حد احترام کرتا ہوں ۔ لیکن آپ یقین

کیجئے کہ جب میں اس صوبے میں اپنے حکمرانوں کی ناکامیابیوں ، نالائقیوں , زیادتیوں ، رشوت ستانیوں اور بد انتظامیوں کی بناء پر اپنے پاکستانی بھائیوں کو قتل ہوتے دیکھتا ہوں اور ان کی جائیدادوں کو لذر آتش ہوتا دیکھتا ہوں ، قبائلی اور غیر قبائلی کے جذبات کو ہوا دیتے ہوئے دیکھتا ہوں اور کوئٹہ میں مقامی اور غیر مقامی کا مسئلہ اٹھتا دیکھتا ہوں جیسا کہ خواجہ محمد صفدر صاحب فرما چکے ہیں کہ سندھ میں ایک نہر جو چھ لاکھ ایکڑ اراضی کو سیراب کر سکتی تھی آپ نے اپنی ناکامیوں اور نالائقیوں کو چھپانے کی غرض سے اس نہر کو بند کرکے اس علاقے کے لوگوں کو پانی سے محروم کیا ۔ ایک جانب تو یہ کیفیت ہے کہ جب ہم اس ایوان سے باہر جاتے ہیں تو آپ یقین کیجئے کہ ہمارے پاکستانی بھائی اور وہ بھائی جو کہ واقعی اس ملک کے خیر خواہ ہیں - وہ بھائی جو کہ محنت و مشقت کرتے ہیں ۔ اس حکومت کی پیدا کردہ بدنظمی سے کڑھتے ہیں - چیختے ہیں اور چلاتے بھی اور دوسری جانب ان کو انصاف بھی میسر نہیں آتا لیکن جب میں اس ایوان میں آ کر حکمرانوں کی زبان سے یہ سنتا ہوں کہ اس ملک میں تعمیر و ترقی ہو

رہی ہے اور وہ طبلہ سارنگی اور ستار لے کر ترقی کے راگ الاپتے ہیں آپ یقین کیجئے ایک جانب مغربی پاکستان کی عام آبادی کا نقشہ ہے اور دوسری جانب ان لوگوں کا نقشہ ہے جو خدا معلوم کیا ادھار کھائے بیٹھے ہیں ۔ میں آپ کی وساطت سے قائد ایوان سے بصد احترام عرض کرتا ہوں آپ حکومت کی پالیسی کی حمایت کیجئے لیکن جو کچھ باہر عوام کے ساتھ ہو رہا ہے میں اس کی تمام تر ذمہ داری آپ پر ڈالتا ہوں چونکہ آپ وزیر باتدبیر ہیں اور گورنر صاحب نے آپ کو وزیر مقرر کیا ہوا ہے ۔ آپ کے پاس اس قوم کی تمام کی تمام دولت ہی نہیں بلکہ آپ ملک کی سالمیت کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں بلکہ آپ کو اس کا ٹھیکیدار بنایا گیا ہے ۔ اس صوبے میں صورت حال یہ ہے کہ آپ کے عمال سے تمام مخلوق خدا پریشان ہے ۔ آپ ہمارے قومی بھائی ہیں ۔ آپ ہمارے پاکستانی بھائی ہیں ۔ آپ ہمارے مسلمان بھائی ہیں ۔ بتائیے کہ جب یہ تمام واقعات صوبے میں رونما ہو رہے ہیں میں آپ کے سامنے یہ تمام معروضات کس طرح ہنس ہنس کر پیش کر سکتا ہوں ۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ اگر سخت

وقت آتا ہے ۔ اگر امتحان کا وقت آتا ہے تو ثابت قدمی سے کام لیجئے ۔
لیکن کیا آپ نے کبھی یہ بھی دیکھا ہے کہ اگر کسی کے گھر
میں کوئی مر جائے تو وہاں پر دکھ اور غم کے اظہار کے لئے
بینڈ باجا لے جایا جاتا ہے ۔ میں آپ کو ان لوگوں کے حالات بتانے آیا ہوں
جو کہ آپ کی بدعنوانیوں کی وجہ سے انتہائی ذلت کی زندگی گذار
رہے ہیں جن کو نان شبینہ میسر نہیں ہے ۔ جن کو یہ پتہ نہیں ہے ۔
کہ انصاف کیا چیز ہے ۔ آپ نے صوبے میں ایک طرف قبائلی
علاقے بنائے ہوئے ہیں اور آپ ان پر سرداروں اور خوانین کے
ذریعے حکمرانی کرتے ہیں اور دوسری جانب آپ نے سوات میں
بادشاہ بٹھایا ہوا ہے جسکی بادشاہت کے کن اخبارات کے ذریعے
گائے جاتے ہیں آپ کی کیفیت یہ ہے کہ جب اس ایوان میں
کہا جاتا ہے کہ چینی مہنگی ہے تو آپ کہتے ہیں کہ
ہندوستان میں بھی مہنگی ہے تو میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ
ہندوستان میں جہاں آج ایک پنڈتانی حکومت کر رہی ہے کیا
اس میں بھی اس قسم کی کوئی ریاست موجود ہے جیسی ہمارے ملک

میں سوات کی ریاست ہے۔ آپ نے اس ملک میں ریاست پر ریاست قائم کر رکھی ہے۔ آپ نے اس ملک کی سالمیت کو خطرے میں ڈالا ہوا ہے۔ آپ نے قوم کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا ہوا ہے اور اس ایوان میں آ کر ہمیں بتاتے ہیں کہ ہم نے ملک میں انتشار پھیلایا ہے۔

میجر محمد اسلم جان (راولپنڈی - ۱) - جناب سپیکر - چونکہ میرے پاس وقت کم ہے اسلئے اگر ہو سکا تو نہایت اختصار کے ساتھ چینی اور گندم یعنی صرف ان دو items پر ہی اپنی معروضات پیش کروں گا - چنانچہ سارے پاکستان میں ۱۹۵۰-۵۱ء میں کل چونتیس ہزار ٹن چینی تیار ہوتی تھی - اور اس کی قیمت سوا روپے سیر تھی - اور پاکستان اکنامک سروے برائے سال ۱۹۶۷-۶۸ء کے مطابق ۱۹۶۶-۶۷ء میں تین لاکھ چار ہزار ٹن چینی تیار ہوتی تھی لیکن اس کی قیمت اڑھائی اور تین روپے فی سیر سے بھی زیادہ تھی - ہماری سالانہ ضروریات تین لاکھ ٹن ہیں یعنی ہم

اپنی ضروریات سے چار ہزار ٹن زیادہ چینی پیدا کرتے رہے ۔

۱۹۶۷-۶۸ء کے پہلے چند ماہ میں چینی کی سپلائی کم ہونا شروع ہوئی تو قیمتیں آہستہ آہستہ بڑھنے لگیں اور کھلی منڈیوں میں اس کی قیمت دو روپے سے سوا دو روپے فی سیر تک تھی ۔ حکومت نے اس کے جواز میں تین دلائل پیش کئے ۔ اول یہ کہ حکومت نے گنے کی قیمت بڑھا کر پونے تین روپے فی من کارخانے کے گیٹ پر مقرر کر دی ہے ۔ دوئم یہ کہ کارخانوں سے جو چینی آ رہی ہے اس کی قیمت چوانسٹھ روپے من مقرر کی گئی ہے اور سوئم یہ کہ گنے کی پیداوار میں کمی ہوئی ہے ۔ تو حکومت نے چینی کی بڑھتی ہوئی قیمت کو روکنے کے لئے ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان کو بیس ہزار ٹن چینی درآمد کرنے کے لئے کہا اور ساتھ ہی یہ وعدہ بھی کیا گیا کہ کارخانوں سے چینی خرید کر راشن ڈپوؤں کے ذریعے تقسیم کی جائیگی ۔ علاوہ ازیں یہ وعدہ بھی کیا گیا کہ چینی کی قیمت ایک روپیہ باسٹھ پیسے فی سیر ہوگی ۔ لیکن یہ سب دکھاوے کی باتیں تھیں اور ایسا

ہرگز نہیں کیا گیا ۔ ملک کی پندرہ فیصد سے زیادہ آبادی کو چینی نہیں ملتی اور گنے کی پیداوار میں کمی کا موجب بھی حکومت ہی کو گردانا جا سکتا ہے ۔ حکومت نے کارخانہ داروں کو کنٹرول نہیں کیا اور وہ کاشتکاروں کے حقوق کا تحفظ کرنے میں بالکل ناکام رہی ۔ کیوں کہ کارخانہ دار ہی اس وقت حکومت میں اس لئے کاشتکاروں کا گنا نامناسب قیمت اور غیر موزوں وقت پر خریدا گیا جس کی وجہ سے ان کی تکالیف روز بروز بڑھتی چلی گئیں ۔ کاشتکاروں کے گنے کے متعلق بعد میں یہ کہا گیا کہ اسے کیڑا لگ گیا ہے یہ سوکھ گیا ہے اس میں کافی رس نہیں ہے اور فیکٹریوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا ہے یہاں تک ہوا کہ آخر کاشتکاروں نے اپنے گنے کے کھیتوں کو آگ لگا دی اور جلا دیا گیا ۔ جناب والا ۔ اس کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے ہاں گنے کی مدت چھ ماہ ہے جو کہ دوسرے ممالک میں تین مہینے ہے وزیر خوراک گذشتہ سال لوگوں کو تلقین کرتے رہے

کہ ہمارے پاس کافی چینی ہے اس کا کافی سٹاک ہے
اس لئے جس قدر گنا کم ہو اچھی بات ہے ۔ جناب والا ۔
میں یہ کہوں گا کہ ہمارے ہاں بالکل منصوبہ بندی کا
فقدان تھا جب ہمیں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ گنے کی
کاشت کم ہے اور گنا کم ہو رہا ہے تو ہمیں اس وقت
انتظام کرنا چاہئے تھا کہ ہم باہر کے ممالک سے چینی
منگوا لیتے تاکہ عوام کو اتنی تکلیف نہ ہوتی اور اس
کی وجہ سے ملک میں احتجاج شروع ہو گیا مگر اس وقت
بھی حکومت نے اس کی کوئی فکر نہیں کی بلکہ ہمیں
یقین دلایا جا رہا ہے کہ چینی کی قیمت بالکل نہیں
بڑھے گی حکومت کے پاس کافی سٹاک ہے اگر اس کے
پاس سٹاک ہے تو عوام کے سامنے کیوں نہیں لاتے یہ بالکل
ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا اور صارفین کے خلاف ایک قسم
کی سازش تھی اور اس چینی کی کمی کو نو ماہ تک حکومت نے
پورا نہیں کیا اور مالکان فیکٹری اور مل اونر نے خوب اپنے ہاتھ

رنگے ہیں ۔ جناب والا ۔ کہا جاتا ہے کہ گنا ایک بیماری
کی وجہ سے خراب ہو گیا ہے اور گرمی میں اس کو کیڑا
لگ گیا ہے ۔ جناب والا ۔ اگر ہم میکسیکو سے میکسی پاک اناج
منگوا سکتے ہیں اور اس کے متعلق ہم ریسرچ لیبارٹری میں
اس کی ریسرچ کر سکتے ہیں تو میں وزیر خوراک سے نہایت
ادب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب ہمیں معلوم تھا کہ گنا
خراب ہو جاتا ہے تو ہمیں چاہئے تھا کہ اس قسم کی ادویات جو
اس کیڑے کو مارتی ہیں زمینداروں کو مہیا کی جاتیں ۔ جناب
وہ مہیا کی جاتی ہیں کن کو چند حکمرانوں کو چند افسران
کو عام زمیندار کو تو یہ گلہ اور شکایت ہے کہ ہمیں
ادویات مہیا نہیں کی جاتیں ۔ جناب والا ۔ یہ وعدہ کیا گیا تھا
کہ ۷ ہزار ٹن چینی فیکٹریوں سے لائی جائیگی اور اس کو
راشن ڈپوؤں پر دیا جائیگا مگر ہوا بالکل اس کے برعکس بلکہ
یوں ہوا کہ جو راشن ملتا تھا وہ بند کر دیا گیا اور راشن
کارڈ ہولڈروں کے پاس آج ایک اونس چینی نہیں ہے ۔ مرکزی

حکومت نے عوام کے فائدہ کے لئے یہ کہا جہاں تک میرا
خیال ہے کہ ان کا یہ خیال تھا کہ عوام کا فائدہ ہوگا مگر
صوبائی حکومت نے اس کا راشننگ سسٹم اڑا دیا ہے تو یہ سمجھ
نہیں آتی اس میں کس کا فائدہ تھا عوام کا کوئی فائدہ نہیں
ہے کیونکہ عوام کو پہلے راشن کنٹرول پر چینی ملتی تھی
وہ اب نہیں مل رہی لوگ آج بھی دو روپے تین روپے کے
درمیان فی سیر کے حساب سے خرید رہے ہیں اور جو حالیہ ۸
ہزار ۸ سو ٹن چینی درآمد ہوئی ہے یہ چینی زیادہ سے زیادہ
بولی دینے والے کو دی جا رہی ہے اور یہ کہا جا رہا ہے
کہ جو کم سے کم ایک ہزار ٹن چینی کی بولی دے گا اس
کو چینی دی جائیگی لیکن دوسرے الفاظ میں یہ ہے کہ جو
شخص پندرہ یا سولہ لاکھ روپیہ حکومت کے خزانے میں جمع
کرا سکے گا وہ بولی دے سکتا ہے دوسرے الفاظ میں یہ ہوا
کہ صرف بڑے بڑے آڑھتی تاجر بولی دے سکیں گے ۔ جناب والا ۔
جب راشن ڈپوؤں پر یہ چینی نہیں دی جائیگی تو چینی کا بھاؤ

کیسے کم ہو سکتا ہے اور جب بڑے بڑے آڑھتی اور بڑے بڑے سیٹھ زیادہ بولیاں دے کر چینی لے لیں گے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنا منافع بھی اس کے مطابق حاصل کرنے کی کوشش کریں گے ۔ جناب والا ۔ یہ جو کارپوریشن ہے اس سے ہمارا مدعا یہ ہے کہ عوام کو فائدہ ہو تو کیا یہی عوام کا فائدہ ہے کہ ہم اتنی بڑی بڑی بولیاں دیں اور راشن ڈپوؤں پر کنٹرول ہٹا دیا جائے تو کیا اسی طریق سے عوام کے مفاد کی نگہداشت ہوتی ہے یہی نہیں جناب والا ۔ بلکہ جو بولیاں دی جائیں اگر وہ کم ہوں تو انہیں reject کر دیا جائے تاکہ زیادہ بولیاں دی جائیں سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کس نئے ہو رہا ہے جب کسی چیز پر بحث کی جاتی ہے تو ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں فلاں چیز بڑی سہنگی ہے اور ہمیشہ ہندوستان کا حوالہ دیا جاتا ہے تو ہمیں یہ بھی نقل کرنی چاہئیے کہ بھارت اس وقت مختلف قسم کے جہاز بناتا ہے جس میں مگ وغیرہ ہیں کیا ہم بھی یہی کر رہے ہیں ہمارے پاس ایک

بھی سٹیل مل نہیں ہے بھارت میں کئی سٹیل ملیں ہیں جو
کام کر رہی ہیں ہم ان چیزوں کی تو بھارت کی نقل
نہیں کرتے کیوں نہ ہم نقل کریں ان ممالک کی جو کہ
دنیا میں بہت زیادہ advanced ہیں ہمیں یہ دیکھنا چاہئیے کہ
ورلڈ مارکیٹ میں چینی کا کیا بھاؤ ہے وہاں ان غیر ممالک میں
چینی کا بھاؤ چھ آنے سات آنے فی سیر ہے ان کے مقابلے میں
ہمارے ہاں ساڑھے تین روپے چار روپے فی سیر چینی ہے جب
تین لاکھ چار ہزار ٹن سالانہ فروخت کر سکتے ہیں اور ہمارے
ہاں صرف تین لاکھ ٹن ہے جناب والا - وقت تھوڑا ہے میں
صرف آپ کی توجہ ایک چیز کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ ہمیں
بار بار کہا جا رہا ہے کہ ہم نے نہایت ترقی کی ہے ۔
جناب والا ۔ شاید ہم نے ترقی کی ہے لیکن کن میدانوں میں ۔
میں آپ کی توجہ پاکستان اکنامک سروے ۶۸-۱۹۶۷ء کے گوشوارہ ۳
صفحہ نمبر ۱۰ پر مبذول کرانا چاہتا ہوں ۔ جناب والا ۔ آپ وہاں

دیکھیں گے کہ ۱۹۴۸-۴۹ء میں ہمارے ملک کی پیداوار ایک کروڑ چھتیس لاکھ تھی - اور اس وقت ہم نے ۱۹۴۸-۴۹ء میں صرف ایک لاکھ ۶۵ ہزار ٹن اناج درآمد کیا اور اس وقت ملک میں ۱۵۰۸۲ اونس فی کس عوام کو ملتا تھا یعنی تقریباً ۱۶ اونس فی کس اناج عوام کو روزانہ ملتا تھا ۱۹۵۳-۵۴ء میں ایک کروڑ ۴۰ لاکھ ٹن اناج ملک میں پیدا ہوا اور صرف ۷ لاکھ ۵۹ ہزار ٹن اناج درآمد کیا گیا اور اس وقت بھی ۱۵۰۱۳ اونس یعنی ساڑھے پندرہ اونس فی کس روزانہ اناج لوگوں کو ملتا تھا اور اب جناب والا - ہم نے جب ترقی کرلی ہے تو ہم نے ۲۳ لاکھ ۵۷ ہزار ٹن اناج درآمد کیا ہے یعنی ایک لاکھ ۵۶ ہزار کے مقابلے میں ہم نے ۲۳ لاکھ ۵۷ ہزار ٹن اناج درآمد کیا ہے اور آج ہم فی کس ۱۴۰۰۳ اونس یا ۱۴ اونس اناج عوام کو دے رہے ہیں اس زمانے میں جب کہ ہم آج سے بیس بائیس گنا کم اناج درآمد کرتے تھے تو اس وقت ہم عوام کو

زیادہ اناج دیتے تھے بہ نسبت اس کے جیسا کہ ہم آج دے رہے ہیں جناب والا ۔ حکومت نے یہ تو کر دیا اور گندم کی قیمت کم سے کم ۱۷ روپے من مقرر کر دی ہے ۔ جناب والا ۔ یہ تو حکومت نے کیا ہے کہ اناج کی کم از کم قیمت ۱۷ روپے فی من مقرر کی ہے ۔ آج دیکھئے کہ آپ کے پاس کتنا روپیہ تھا یہ جو سنٹرل گورنمنٹ نے ۴۰ کروڑ روپیہ دیا تھا اس سے ساڑھے ۸ لاکھ ٹن گندم خریدی جا سکے گی آپ دیکھئے کہ آپ کے پاس storage capacity کیا ہے آپ کے پاس Godowns اور Bins کی storage capacity ۳۱۴۲۹۰ ٹن ہے ۔

Mr. Senior Deputy Speaker : The Member may please conclude his speech now.

میجر محمد اسلم جان ۔ میں دو منٹ میں ختم کردونگا ۔

جناب والا ۔ اس کے علاوہ آپ کے پاس ۱۲۰۵۰۰ ٹن کی

storage capacity ہے ۔ یعنی total storage capacity آپ کے پاس ۵۳۳۷۹۰ ٹن ہے اگر آپ اتنی گندم خرید لیں گے تو کہاں رکھیں گے۔آپ کے پاس رکھنے کے لئے تو جگہ ہی نہیں ہے ۔ اب جو زمیندار کو کہا جا رہا ہے کہ اناج فروخت کیا جائے تو وہ کس کے پاس فروخت کرے گا ۔ اس کے پاس جس کے پاس رکھنے کو جگہ نہیں ہے ۔ اب اگر آپ اناج خرید لیں گے تو اناج کا زیادہ حصہ خراب ہو جائے گا کیونکہ آپ کے پاس سارا اناج رکھنے کی جگہ نہیں ۔

وزیر زراعت و خوراک (ملک خدا بخش) ۔ جناب والا ۔ میرا ارادہ نہیں تھا کہ آج کی بحث میں حصہ لوں ۔ میں خواجہ صاحب کا بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنی تقریر کا بیشتر حصہ گذارشات پر صرف کرکے میرے لئے اور کوئی راستہ نہیں چھوڑا کہ میں ان کے ارشادات کے متعلق ان کی خدمت میں اور

اس معزز ایوان کے سامنے چند گذارشات پیش کروں ۔ میرا مقصد کسی مناظرہ میں الجھنے کا نہیں ہے ۔ مجھے خواجہ صاحب کے علم اور تجربہ کے متعلق کسی قسم کا شک نہیں ہے ۔ لیکن میں اپنے مطالعہ کی بنا پر جن نتائج پر پہنچا ہوں میرا حق ہے کہ میں ان کی خدمت میں اپنی چند گذارشات پیش کروں ۔ آج میں کچھ مسرت اور دکھ کے جذبات کے ساتھ کھڑا ہوا ہوں ۔ مسرت اس لئے حاصل ہوئی ہے کہ تین معاملات جو مجھے کھٹکتے رہتے تھے ان کے متعلق خواجہ صاحب نے نہایت واشگاف الفاظ میں اعلان فرما دیا ہے کہ وحدت مغربی پاکستان کے متعلق خود ان کی organization یا سیاسی جماعتوں کے مجموعہ PDM کا نظریہ وہی ہے جو ہمارا ہے اور اس میں انہیں کوئی اختلاف نہیں ۔ مجھے کچھ شک تھا کہ ۸ نکاتی پروگرام میں Provincial Autonomy کی بجائے Regional Autonomy کا ذکر کیا تھا تو میرے دل میں شک کی گنجائش پیدا ہوئی لیکن جب انہوں نے اعلان کر دیا

تو اس سے مجھے مسرت اور خوشی ہوئی - قوم کو خوشی ہوئی اور مغربی پاکستان کے ہر فرد کو خوشی ہوئی - اس پر میں زیادہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا اللہ کا شکر ہے کہ ہم اور وہ ایک معاملے پر تو متفق ہوئے - دوسری خوشی اس بات کی تھی کہ انہوں نے ارشاد فرمایا تھا کہ اس ملک میں گرانی بہت ہے - میں نے عرض کیا تھا اور نہایت ادب سے گذارش کی تھی کہ گرانی ایک طریقہ سے دور ہو سکتی ہے کہ گندم کی جو سرکاری قیمت سترہ روپیہ فی من مقرر کی گئی ہے اگر کسی طریقہ سے اسے پندرہ سولہ یا بارہ روپیہ کر دیا جائے تب گرانی کی ایک سبیل نکل آتی ہے آج انہوں نے اعلان کرکے میری مسرت میں اضافہ کر دیا ہے کہ وہ ہرگز اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ گندم کی قیمت میں کسی قسم کی کمی کی جائے - اور حکومت کی رائے میں آج وہ بھی شامل ہیں - اب وہ ہمیں کوئی ایسا نسخہ بتا دیں کہ اس گرانی کو کس طرح دور کیا جائے -

خواجہ محمد صفدر - افراط زر کو روکئے -

وزیر زراعت و خوراک - اگر گندم کو پندرہ یا چودہ یا سولہ روپیہ فی من بیچیں تو رقم اس تفاوت کی وجہ سے دینا پڑے گی - وہ یا تو ٹیکس کے ذریعہ سے حاصل کی جا سکے گی - اس کے متعلق میں ایوان کی رائے سے با خبر ہوں یا ایسے طریقے سے کوئی ٹریڈنگ کی جائے - اس لئے میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اس سوال کے حل کے لئے اگر وہ کوئی بات سمجھا سکیں کہ سترہ روپیہ فی من کے حساب سے خریدی ہوئی گندم کے بنے ہوئے آٹے کو پندرہ یا سولہ روپے من کس طرح بیچ سکتے ہیں تو بہ حیثیت قائد ایوان اور خادم قوم کے میری مسرت کی کوئی انتہا نہیں ہوگی - میں اسے قبول کر لوں گا - جس بات کا مجھے دکھ ہوا وہ یہ تھی - کہ انہوں نے اتنے اعداد و شمار پیش کئے ہیں حالانکہ میں سمجھتا ہوں ان کو

بے پنا مصروفیت ہے اور یہ اعداد و شمار دینے والا کوئی مسخرہ نہیں ۔ اس لحاظ سے جو اعداد و شمار ان کی طرف آتے ہیں وہ بالکل ان کے اپنے ہیں ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ جی ہاں وہ بالکل میرے اپنے ہیں ۔

وزیر زراعت و خوراک ۔ انہوں نے کچھ فرمایا تھا غالباً ہاتھی اور خرگوش یا بکری کے متعلق تھا ۔ ان کا آپس میں مقابلہ کیا تھا اور کہا تھا کہ جو قومی آمدنی ہوتی ہے وہ ہاتھی کھا گیا ہے ۔ باقی خرگوش یا بکری کے حصہ میں گھاس یا ایسی ہی کوئی چیز آئی ہے ۔

مسٹر حمزہ ۔ وہ بھی پیٹ بھر کر نہیں ۔

وزیر زراعت و خوراک ۔ میں ان کی توجہ Economic Survey کے Appendix کے صفحہ ۱ اور ۲ کی طرف منعطف کرانا چاہتا

ہوں ۔ اس وقت تک قومی آمدنی ۴۸۰۰ کروڑ روپیہ ہے ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ قومی آمدنی کس کس شعبہ سے کس قدر ہوتی ہے ۔ اگر وہ ملاحظہ فرمالیں گے تو ان کو معلوم ہوگا کہ ۲۲۰۰ کروڑ روپیہ کی قومی آمدنی زراعت پیشہ افراد کی طرف سے ہوتی ہے ۔ وہ ہاتھی تو نہیں ہیں یہ زراعت پیشہ ملک میں ۸۰ فیصد ہیں اور ان افراد پر مشتمل ہیں جو بہت چھوٹے ہیں ان کو خرگوش کہہ دیں یا بکریاں ۔ وہ ہی پیدا کرتے ہیں لیکن وہ نہیں کھاتے کیونکہ وہ ہاتھی نہیں ہیں ۔ پھر یہ فرمائیں گے کہ manufacturing survey کو ملاحظہ کریں ۔ اس کو بھی ضرور دیکھنا چاہئے ۔ اس کے بھی دو حصے ہیں large scale manufacturing اور small scale manufacturing یہ دونوں حصے ۵۷۶ کروڑ روپیہ پیدا کرتے ہیں ۔ یعنی ۴۸۰۰ کروڑ روپیہ میں ان کا اتنا حصہ ہے ۔ اس ۵۷۶ کروڑ کی رقم میں ۴۰۸ کروڑ یا کچھ زیادہ حصہ large scale manufacturing کا ہوتا ہے ۔ کتاب آپ کے پاس ہے میں تو یاد سے بات کر رہا ہوں ۔ میرے خیال میں اب اس کے متعلق کوئی اختلاف

تو نہیں ہے کہ ۴۰۸ کروڑ روپیہ large سکیل مینوفیکچررز کی طرف سے قومی آمدنی ہوئی - اور ۱۰۸ یا کچھ سمال سکیل مینوفیکچررز کی طرف سے قومی آمدنی ہوئی جیسے کہ خواجہ صاحب کے سیالکوٹ گوجرانوالہ لاہور اور دیگر چھوٹے قصبات میں سے یہ آمدنی ہوئی - لیکن اب وہ کتاب میں دیکھ رہے ہیں کہ کہیں بینکنگ اور انشورنس کو دیکھوں اور اس کو بھی اس میں شامل کر لوں تو میں ان کی اطلاع کے لئے عرض کرتا ہوں کہ ان کی آمدنی صرف ۵۹ کروڑ رہی - اور اس ۴۸ کروڑ میں سے ۴۰۰ یا ۵۰۰ کروڑ صرف ان ہاتھیوں نے پیدا کیا ہے اور اب یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ یہ آمدنی کیسے پیدا ہوئی - اور اس آمدنی کے پیدا کرنے میں ہمارے کتنے کنبوں اور کتنے خام مال سے استفادہ کیا گیا ہے - اگر یہ انڈسٹری نہ ہوتی تو بیروزگاری جس کے متعلق کہا گیا ہے اس کی حالت اور خراب ہوتی اس کے متعلق میں بعد میں عرض کروں گا ابھی صرف یہ کہ یہ جو کہا گیا ہے کہ دولت کا ارتکاز صرف ۲۰ کنبوں میں ہے ..

کبھی کہا جاتا ہے کہ اس کا ارتکاز صرف ۱۰ کنبوں میں ہے۔ کسی Economist کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوتا ہے تو وہ اس کو ۲۰ بنا دیتا ہے اور کسی دوسرے کے پاس یہ مسئلہ جاتا ہے تو وہ اس کو ۱۲ بنا دیتا ہے اور کوئی اور شخص اس کو ۲۰۰ قرار دیتا ہے لہذا خواجہ صاحب بعض - وقت میری بات کے سیاق و سباق کو اکھاڑ کر ایسے معنی دیدیتے ہیں تو میں پہلے اس کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ نہ حکومت نہ یہ خادم اور نہ اس طرف بیٹھنے والے کسی معزز وزیر کو یہ خیال ہوا کہ دولت کا ارتکاز ہو ہماری یہ کوشش ہے اور ہماری یہ اعلان شدہ اور طے شدہ پالیسی ہے کہ اس ارتکاز کو کم کیا جائے اور جس حد تک کم ہو سکتا ہو قومی معیشت میں اس کے متعلق کوشش کی جائے - اگر آپ اپنے وقت یعنی ۱۹۵۸ء کے اعداد و شمار کو ملاحظہ فرمائیں تو آپ دیکھیں گے کہ ۲۵۶ کروڑ کے قریب آپ کے وقت میں بھی مینوفیکچرنگ سیکٹر۔۔۔۔ جو آپ فرماتے ہیں کہ تمام مینوفیکچرنگ سیکٹر جو تھا یہ اس وقت لگ چکا تھا ۔ اس وقت

بھی تو پیداوار ہوتی ہوگی۔ بہر حال میں ان کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ جو ہاتھی اور خرگوش والا مسئلہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ خدارا اور ازراہ نوازش میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ اس قسم کا تاثر پیدا کرنے کی کوشش نہ فرمائیے۔ اور میں یہ کبھی نہیں مان سکتا کہ آپ کو یہ معلوم نہیں ہے آپ جیسے باریک بین انسان کے لئے میں یہ مان نہیں سکتا کہ آپ اس کو نہیں سمجھ سکے۔ میں یہ کیسے مانوں کہ مجھ جیسا عاجز انسان اور کم فہم انسان تو سمجھ لے یا اس کے سامنے بالکل اجاگر صورت میں آ جائے اور آپ کی نظروں سے اوجھل ہو جائے۔ لیکن جس وقت کہ آپ کسی اعداد و شمار کو لیجئے تو یہ قومی اور ملی مفاد کا تقاضا ہے کہ ہمیں پورے اعداد و شمار اس ایوان کے سامنے پیش کرنا چاہئیں۔ لہذا جناب ہاتھی اور بکری والے مسئلے کے سلسلے میں اگر دولت کا ارتکاز ہوا یا ہو رہا تھا تو اس کے متعلق مسٹر عقیلی اور مسٹر شعیب

نے اور خود ہمارے قائد فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے کئی دفعہ بالکل اور واشگاف الفاظ میں اعلان کیا ہے کہ دولت کا ارتکاز کسی قوم اور بالخصوص ترقی پذیر معاشرہ کے لئے غیر مفید ہے اس کے متعلق کوشش جاری ہے اور میں خواجہ صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم اس معاملہ میں پوری دیانتداری سے کوشش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے ہمیں اس میں کامیاب کرے ۔

مسٹر حمزہ ۔ کیا بیس مربع زمین جو مسٹر عقیلی اور بیگم عقیلی کو دی گئی ہے وہ دولت کے ارتکاز کو رفع کرنے کے لئے دی گئی ہے ۔

(اس مرحلہ پر مسٹر سپیکر کرسئی صدارت پر متمکن ہوئے)

وزیر زراعت و خوراک ۔ جناب والا ۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے میں خواجہ صاحب کے اعتراضات کے جواب دینے کی کوشش

کر رہا تھا کہ جتنی قومی آمدنی میں اضافہ ہوا ہے وہ سب ہاتھیوں کی نذر ہو گیا ہے یعنی جو ۲۰ فیملیز ہیں یا بارہ ہیں یا دو سو ہیں ان کی نذر ہو گیا ہے تو میں نے ان کی خدمت میں عرض کرنیکی کوشش کی کہ تقریباً نصف سے زیادہ اسے زراعت نے پیدا کیا اور کل پانچ سو کروڑ کے قریب بینکنگ اور مینوفیکچرنگ سیکٹر سے قومی آمدنی ہوئی جسکو کہ ہاتھی کہا جا سکتا ہے یا جو کچھ بھی کہہ لیجئے - تو میں ان کی خدمت میں یہ گذارش کر رہا تھا کہ آپ تشریف لے آئے ہیں لہذا میں پھر اعلان کرتا ہوں کہ ہم دولت کے ارتکاز کو پسند نہیں کرتے اور ہم کوشش کر رہے ہیں کہ قومی معیشت کو مجروح کئے بغیر ہم دولت کے ارتکاز کو کم کریں تو ہاتھی اور خرگوش کی کہانی کے متعلق اس نیازمند کا جواب یہ ہے - دوسرے جناب آج خواجہ صاحب نے مجھ سے انصاف نہیں کیا جسوقت وہ محترم عزیز وزیر خزانہ کو عدل و انصاف کی تلقین کر رہے تھے اس وقت میں دل میں ہر

لمحہ یہ کہہ رہا تھا کاش میں اٹھکر کہہ سکوں کہ تمام قومی پریس نے (کسی نے پہلے صفحہ پر کسی نے آخری صفحہ پر کسی نے پیچھے لکھ کر اور کسی نے آگے لکھ کر) میری تقریر کے تمام نکات کو پیش کیا ہے اور انہوں نے میری تقریر کو جس طرح ایوان کے سامنے پیش کیا ہے انہوں نے ایسا کرکے میرے ساتھ عدل و انصاف کیا ہے اس کے لئے اسمبلی کا ریکارڈ بھی شاہد ہے کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ گرانی نہیں ہے اگر یہ تاثر میری تقریر سے آپ جیسے بیدار مغز روشن ضمیر اور زیرک انسان پر یہ ہوا ہے تو یہ میری انتہائی بد قسمتی ہے۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ گرانی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں نے تو یہ کہا تھا کہ گرانی تو ایک ایسا مسئلہ ہے کہ یہ اقوام عالم کا مسئلہ ہے عالمگیر مسئلہ ہے۔ ترقی پذیر معاشرہ کا مسئلہ ہے ایک ڈیولپمنٹک economy کا مسئلہ ہے۔ ایک بڑھتی ہوئی آبادی کا مسئلہ ہے۔ میں نے تقابل کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش

کی تھی کہ دیگر ممالک میں جتنی گرانی ہے اتنی گرانی ہمارے ملک میں نہیں ہے میں نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ گرانی نہیں ہے ۔ میرے ساتھ آج آپ نے عدل و انصاف سے کام نہیں لیا ہے ۔ میری تقریر کے سیاق و سباق سے اٹھا کر آپ نے چیزیں پیش کی ہیں جناب والا ۔ میری تمام عمر ملازمت میں گذری اس کے علاوہ میں وکالت بھی نہیں جانتا میں مناظرہ بھی کم کرتا ہوں ۔ میں خاموش سا انسان ہوں ۔ میری زبان میں ندرت و قدرت بھی نہیں ہے اور میں اپنے میں ان کی جیسی شدت و حدت بھی نہیں پیدا کر سکتا ۔ لہذا یہ بات شاید کسی مقدمہ میں تو ہو سکتی ہے مگر یہاں تو کوئی مقدمہ نہیں ہے ۔ یہ تو قومی مسئلہ تھا جس میں میرا اور ان کا نقطہ نظر ایک ہونا چاہئے اور ایک ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ خواجہ صاحب دل سے معترف ہیں کہ اس دس سالہ دور میں ترقی ہوئی ہے ۔ ہماری خامیوں کی طرف وہ نشاندھی کرتے رہتے ہیں مگر بہت حد تک مطمئن

ہیں کہ کام چل پڑا ہے ۔ اور جناب والا ۔ جس وقت میں یہ عرض کر رہا تھا کہ گرانی کوئی مسئلہ نہیں ہے تو آپ حسن اتفاق سے اس دن بھی تشریف فرما تھے اور میری خوش قسمتی ہے کہ آپ پھر تشریف لے آئے ہیں ۔ آپ فرمائیں کہ میں نے کس وقت یہ کہا کہ گرانی کوئی مسئلہ نہیں ہے اگر گرانی کوئی مسئلہ نہ ہوتا تو جو اقتباسات انہوں نے پڑھ کر سنائے ہیں وہ ہمارے قائدین کیوں کہتے اور میں ان کے خلاف کیوں جاتا اور میں چڑھے ہوئے سورج کو کیسے کہوں کہ سورج چڑھا ہوا نہیں ہے ۔ گرانی ایک مسئلہ ہے اور میں نے کہا تھا کہ عالمگیر مسئلہ ہے ۔ یہ بڑھتی ہوئی آبادی کا مسئلہ ہے ۔ ترقی پذیر معاشرہ کا مسئلہ ہے اس کے لئے ہم کوشاں ہیں ۔ یعنی ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۶ء تک قیمتوں میں توازن تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۶۶ء کے بعد قیمتیں بڑھنی شروع ہوئیں ۔ لیکن اس لحاظ سے میں ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ گرانی کا مسئلہ

ایک نہایت اہم مسئلہ ہے اور ہم ہمیشہ اس کو بنیادی مسئلہ سمجھتے ہیں اور اللہ کے فضل و کرم سے یہ جو آپ کے پاس ہمیں ایک بدنام کرنیکا اور ہمیں نیچا دکھانے اور ہمیں رسوا کرنے کا ایک حربہ تھا وہ ہم نے چھین لیا ہے۔ میری کاشتکار برادری نے آپ سے زبردستی چھین لیا ہے۔ حالات اچھے ہیں۔ آپ بھی کہا کریں کہ حالات اچھے ہو رہے ہیں۔ آپ ہمارے مخالف ممالک کے ریڈیو سنتے ہیں۔

خواجہ محمد صفدر - میں نے کبھی ریڈیو نہیں سنا۔

وزیر زراعت و خوراک - ان کے کسی ریڈیو میں ہماری تقریر کا ذکر نہیں آتا مگر خواجہ صاحب اور حمزہ صاحب کی تقاریر جالندھر ریڈیو سے ہمیشہ نشر ہوتی ہیں۔ آپ کی تقاریر ہر جگہہ تشہیر ہوتی ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ تشہیر نہیں ہوتی۔ مخالف ریڈیو کو آپ کی کہی ہوئی بات مفید نظر آتی ہے۔ تو

میری گذارش ہے کہ ایسی باتیں کیجیئے جس سے دشمن کو قوت نہ پہنچے - وہ تو قرآن کی آیات سمجھ کر آپ کی تقاریر پیش کرتے ہیں کہ حمزہ صاحب اور خواجہ صاحب کا ارشاد ہے کہ پاکستان میں طوائف الملوکی ہے ، ابتری ہے ، بے اطمینانی ہے ، بے چینی ہے پتہ نہیں وہ کیا کیا کہتے رہتے ہیں - آپ اپنے دوستوں کی طرف توجہ دیجئیے - دشمن کی خوشی نہ کیجئیے - گرانی کی نسبت دوبارہ دہراتا ہوں کہ ۱۹۶۶ء کے بعد قیمتیں بڑھیں - پہلے توازن ٹھیک رہا تھا - ۱۹۶۶ء کے بعد کئی وجوہات مثلاً جنگ - موسم - اور اس کے علاوہ کئی اور وجوہات پیدا ہوئیں جن کی بناء پر قیمتیں بڑھیں مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قیمتوں میں جیسا کہ محترم وزیر خزانہ نے کہا ہے reverse gear لگ گیا ہے - یہ قومی مسئلہ ہے - ہم نے کوشش کی ہے - میں نے اس دن خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ اگر ہم نے کوئی ایسی کوشش نہیں کی جو کوشش کہ ہمیں کرنی چاہئے تھی تو اس کی وہ نشاندھی کریں - میں پارلیمانی جمہوریت کی بجائے اسلامی جمہوریت پر

عمل پیرا ہوتے ہوئے ان کو خوش آمدید کہوں گا ۔ آپ توجہ فرمائیں اور اپنی مشکلات اور مسائل کی طرف نشاندھی فرمائیں ۔ ہماری جانب پتھر آئے ۔ چاند ماری بھی ہوتی رہی ہماری طرف نہایت غیض و غضب میں تیر و نشتر آئے آپ کی طرف سے آئے لیکن ہمیں وہ پیارے لگتے ہیں ۔ ہم نے کوئی جرم نہیں کیا ۔ متبادل تجاویز کی ہیں جن پر عمل پیرا ہونا بہتر ہے اور اسی میں ہماری اور قوم کی بہتری ہے ۔ یہ کام آسانی سے کیا جا سکتا ہے ۔ حکومت نے یہ نہیں کہا کہ وہ نہ کیا جائے ۔ مگر قوم یہ بھی جاننا چاہتی ہے جیسا کہ کرمانی صاحب نے کہا ہے کہ آپ کے پاس نسخہ کیمیاء کون سا ہے ۔ خدارا آپ فرمائیں تو میں بغیر سوچے سمجھے آپ کی تجاویز قبول کرنیکو تیار ہوں لیکن اگر آپ حقیقت پسند ہیں محب وطن ہیں تو آپ از خود غور فرمائیں کہ اس ساری بحث میں آپ کی کیا contribution ہے ۔ contribution تو محض ان بھائیوں کی ہے جنہوں نے اپنے

علاقائی مسائل کی طرف حکومت کی توجہ دلائی ۔ مفید مشورے دئے ہدایات فرمائیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی معاشرے کی رہنمائی ہے ۔ میں اس معزز ایوان کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنا حق ترجمانی ادا کیا لیکن کیا آپ نے بھی اپنا حق ترجمانی ادا کیا ؟ کیا آپ کا یہی منشور ہے کہ حکومت کے ہر کام کی مخالفت کرو ۔ کیا یہی آپ کے حلقہ نیابت نے آپ کو نصیحت کی ہے کہ حکومت کے ہر کام کی مخالفت کی جائے ۔

چودھری محمد سرور خان ۔ جناب والا ۔ ہم ان کی لیڈری سے تنگ آ گئے ہیں ۔

وزیر زراعت و خوراک ۔ دوسرا مسئلہ بیروزگاری کا ہے ۔ انہوں نے کہا کہ خدابخش کہتا ہے کہ بیروزگاری کا کوئی

مسئلہ نہیں مگر میں نے یہ کب کہا تھا۔ میں نے تو یہ کہا تھا کہ بیروزگاری کا مسئلہ ہر ملک میں موجود ہے۔ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ ۳۴ لاکھ آدمی آج امریکہ میں بیکار ہیں وہ ملک جہاں پر صنعت و حرفت۔ صنعتی ترقی عروج اور معراج پر ہے تو وہاں بھی بیروزگاری ہے۔ میں نے آپ کی خدمت میں ایک لاکھ ۸۳ ہزار کے اعداد و شمار دئے تھے۔ حکومت کو اس چیز کا پورا احساس ہے وہ بیروزگاری کے مسائل کو جانتی ہے اور اعداد و شمار پر کڑی نظر رکھتی ہے۔ حکومت کو اس بات کا احساس ہے۔ حکومت اس کا علاج کر رہی ہے اور ۵۵ لاکھ نئے روزگار کے مواقع تیسرے پنج سالہ منصوبہ میں ہونگے حالانکہ لیبر فورس میں ایزادی ہو گی یعنی بیروزگاری میں ۱۳ لاکھ کی کمی ہو جائیگی۔ تو بہر حال میں آپ کی خدمت میں عرض کر رہا تھا کہ حکومت اس چیز کو سمجھتی ہے اور اس کو اس امر کا پورا احساس ہے کہ ملک میں بیروزگاری

کا مسئلہ موجود ہے - ہم ایک سال میں ۵۵ لاکھ لئے روزگار کے مواقع تلاش کریں گے - کیا یہ تھوڑا کام ہے - کچھ تو جواب دیجئے - حوصلہ افزائی تو کیجائے -

خواجہ محمد صفدر - میں آپ کی running commentary کے دوران کچھ عرض نہیں کر سکتا -

وزیر زراعت و خوراک - تو اس سے زیادہ حکومت کیا کر سکتی ہے اور حکومت کوشش کر رہی ہے - میں نے جو کچھ آپ کی خدمت میں پیش کیا وہ اعداد و شمار کے مطابق کہا تھا -

خواجہ محمد صفدر - میں نے بھی اعداد و شمار کے مطابق کہا تھا -

وزیر زراعت و خوراک - میں نے یہ عرض کیا تھا کہ

ہمارے پاس رجسٹرڈ بیکار لوگ ایک لاکھ ۸۷ ہزار ہیں ممکن ہے اس سے بھی زیادہ ہوں تو اس کے جواب میں جو انہوں نے فرمایا وہ میرے خیال میں واجب نہ تھا ۔ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ ملک میں بیروزگاری کا مسئلہ نہیں ہے ۔ میں نے یہ کہا ہے کہ بے روزگاری کے مسئلہ سے نپٹنے کے لئے ہم یہاں کوشش کر رہے ہیں ۔ اور اس لحاظ سے ہماری کوشش جو ہے وہ اللہ کے فضل سے مشکور ہے ۔

ایک سوال انہوں نے ملی انتشار کا اٹھایا ہے ۔ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ حکومت کے قول اور فعل میں تضاد ہے ۔ اس لحاظ سے ملی انتشار پیدا ہوتا ہے ۔ اس سلسلہ میں میں نے ایک مثال بیان کی جس کا انہوں نے ذکر فرمایا ۔ جس شخص نے ان سے میرے متعلق ذکر کیا ۔ انہوں نے اسے اس ایوان میں کہنا مناسب سمجھا ۔ ہمارے پاس بھی کئی اشخاص آتے ہیں ۔ جو ان کے متعلق کئی باتیں کہتے رہتے ہیں ۔ مگر ہم یہاں اس ایوان میں

بیان نہیں کرتے ہم سمجھتے ہیں وہاں کی باتیں وہیں رہنی چاہئیں
وہ اصحاب جو ان سے ملے تھے - وہ مجھ سے بھی ملے تھے -
اور انہوں نے مجھ پر پورے اعتماد کا اظہار کیا تھا - (قطع کلامی)
پٹ فیڈر کا جو وفد یہاں پھرتا رہا ہے مراد خان جمالی صاحب
کو میں عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں -

خواجہ محمد صفدر - انہوں نے مجھ سے یہ بات نہیں
کہی تھی -

وزیر زراعت و خوراک - اس مسئلہ پر حکومت ہر وقت غور
کر رہی ہے - اور جیسا کہ میں نے کہا ہے - میرے محترم وزیر داخلہ -
میرے محترم وزیر قانون اور میرے محترم وزیر مال ہم چاروں
مل کر ہر وقت یہی سوچتے رہتے ہیں - آج صبح وزیر پارلیمانی
امور کی ایوان سے غیر حاضری کو آپ نے نوٹ کیا ہو گا -
کیونکہ وہ بالعموم یہاں حاضر رہتے ہیں ان کی یہ غیر حاضری

اسی سلسلہ میں تھی ۔ ہم یہ کوشش کر رہے تھے کہ پٹ فیڈر والا مسئلہ پرامن طریق سے اور خوش اسلوبی سے حل ہو جائے ۔ ہماری کچھ مشکلات ہیں ۔ میں وہ آپ کو جس وقت بھی میری آپ کی ملاقات ہوئی علیحدگی میں بتانے کی کوشش کروں گا ۔ میں وہ آپ سے چھپانا نہیں چاہتا ۔ چند ایسی باتیں ہیں جو یہاں کہی جا سکتی ہیں ۔ چند ایسی ہیں جو یہاں نہیں کہی جا سکتیں ۔ جناب والا ۔ ملی انتشار کے متعلق دل چاہتا تھا کچھ باتیں عرض کروں ۔ خواجہ صاحب کی تقریر کے بعد دل اور باتیں کرنے کو چاہتا ہے ۔ انہوں نے دو گھنٹے لئے ہیں ۔ مجھے تیس منٹ تک اپنی تقریر ختم کرنی چاہئیے محترم وزیر خزانہ اور وزیر داخلہ اور شاید محترم وزیر مال بھی چند باتوں کا جواب دینا چاہتے ہوں ۔ میں ان کی خدمت میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج ان کی تقریر میں تھوڑی سی تیزی اور تندی تھی میرا مقصد ایسی تیزی اور تندی پیدا کرنا نہیں ہے ۔

خواجہ محمد صفدر - ایسی میری بھی نیت نہ تھی -

وزیر زراعت و خوراک ـ یہ جناب والا ـ کسی کے بس کی بات نہیں ـ ایک شخص ایک نظریہ پر قائم ہو - اور اس معزز ایوان کے سامنے دوسرا نظریہ ثابت ہو جائے تو ایسی تندی یا مایوسی لازمی ہو جاتی ہے -

جناب والا ـ دوسری چیز جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ مایوسی کے متعلق انہوں نے فرمایا کہ مایوسی تم پھیلاتے ہو ـ ہم تو اعتماد پھیلا رہے ہیں ـ ہم تو قوم کے جذبہ کو ابھار رہے ہیں ـ ہم تو قوم کے ٹمپریچر کو صحیح طور پر رکھ رہے ہیں ـ آپ کہتے ہیں آپ ثریا تک پہنچ گئے ہیں ـ ہوتے آپ زمین پر ہیں ـ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آپ درمیان میں مایوسی اضطراب یا بد دلی پھیلاتے ہیں ـ ہم نے یہ کہا ہے کہ ان دس سالوں میں یہ کام ہوا ہے ـ اگر وہ کام غلط ہے تو ہم ذمہ دار ہیں ـ

ہم نے کہا ہے کہ آئندہ ہم یہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ جیسا کہ محترم وزیر خزانہ نے پرسوں کی تقریر میں فرمایا تھا کہ ایسے منصوبوں پر سوچ بچار ہو رہی ہے جس سے قوم کی کایا پلٹ جائیگی اور انشاء اللہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم اس میں کامیاب ہونگے ۔ مایوسی کے متعلق جو میں نے گذارش کی تھی شاید مجھ سے انہیں سمجھانے میں غلطی ہوئی ۔ اگر آپ قوم کو یہ کہتے رہیں ۔ کچھ نہیں ہوا ۔ یہ سب خانہ خراب ہے ۔ سب لوٹ مار ہے ۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے ۔ تو جناب والا ۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس سے قوم میں اعتماد پیدا ہو گا یا اس سے مایوسی پھیلے گی ۔ آپ متوازن رویہ اختیار کریں ۔ آپ کہیں یہ کچھ ہو گیا ہے ۔ یہ کچھ باقی ہے ۔ سو درجہ ہو گیا اور ہونا چاہئے تھا ڈیڑھ سو درجہ پچاس درجہ کے یہ مجرم ہیں وہ تو ہم مان لینگے ۔ کبھی آپ حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کرکے دیکھیں ۔ آپ کے ضمیر کو بڑا اطمینان ہو گا اور آپ چین سے سویا کریں گے ۔ اگر آپ یہ کہیں کہ پہلے ہمارے ہاں تین ہزار ٹیوب ویل

تھے - آج ستر ہزار ہیں - بڑی خوشی کی بات ہے - لیکن اسی ہزار ہونے چاہئیں - لیکن اگر آپ کہیں کہ ٹیوب ویل لگے ہی نہیں تو یہ مایوسی پھیلانے کی بات ہے - آپ بھی قریہ بہ قریہ پھرتے ہیں آپ بہت جلسوں میں جاتے ہیں - مجھے تو پبلک جلسوں میں جانے کا اتنا شرف حاصل نہیں لیکن مجھ سے ملاقات کے لئے دیہات سے جو لوگ آتے ہیں وہ تو سب بڑے خوش ہیں - باہر اطمینان کی ایک لہر دوڑ رہی ہے - سر فخر سے بلند ہو رہے ہیں - اس طریق سے کوشش ہو رہی ہے کہ قوم میں خود اعتمادی کا جذبہ پھر نئے سرے سے نمودار ہو رہا ہے - اور ایک انمول دولت ہے خواجہ صاحب اسے ضائع نہ کیجئے - یہ بجٹ - یہ روپیہ - یہ کارخانے - یہ بند - یہ کاشتکاری کا خرچ یہ سب چیزیں صحیح ہیں - خواجہ صاحب اگر آپ نے قوم کے جذبہ کو جذباتیت میں تبدیل کر دیا اور قوم کے اعتماد کو مایوسی میں بدل دیا میں بھی آپ سے اپیل کرتا ہوں جیسے آپ نے مجھ سے اپیل کی تھی از راہ کرم یہ کہیں کہ یہ ہو گیا ہے یہ ہوتا

چاہئیے - مجھے اس سے اتفاق ہے ضروری نہیں کہ ہم سو فیصد درست ہوں - نہ ہم حرف آخر ہیں نہ عقل کل - حرف آخر بھی آپ ہیں - اور عقل کل بھی آپ ہیں - ہم تو انسان ہیں - آپ نے ہمارے لئے خطا کار کا لفظ استعمال کیا تھا - میں اسے تعویذ سمجھونگا - ہم خطا کار انسان ہیں - کاش آپ نے ہماری رہنمائی کی ہوتی - تنقید کرنا بڑا آسان ہے - تعمیر کا کام اتنا آسان نہیں - بڑی مدت کی بات ہے - میرے ایک دوست پہلے حزب مخالف میں ہوتے تھے پھر حکومت میں آ گئے - میں نے ان سے پوچھا آپ کی تقریر پہلے بہت اچھی ہوتی تھی - اب وہ جوش و خروش نہیں ہے - کہنے لگے ادھر بیٹھے ہوئے ذمہداری کا احساس بہت ہوتا ہے - آپوزیشن میں بیٹھے ہوئے ہم ہر چیز کو ناقص کہہ سکتے تھے مگر اب جو بات کرنی ہوتی ہے ذمہ داری سے کرنی ہوتی ہے - لہذا میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حزب اختلاف کو احساس ذمہداری عطا کرے اور وہ اس قسم کی مایوسی - بد دلی - بے انتظامی - سراسیمگی اور اضطراب پھیلانے کی کوشش سے اجتناب

کریں ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارا کاروان چلتا رہے گا ۔ آپ کہتے رہیں گے کہ کچھ نہیں ہوا لیکن یہ کاروان اپنے مقصود کو پا لے گا اور ضرور پا لے گا ۔ جلد پا لے گا باوجود رکاوٹوں کے پا لے گا ۔ باوجود مشکلات کے پا لے گا ۔ ہم آپکو شریک سفر سمجھیں گے ۔ اللہ تعالیٰ آپکو بھی ہدایت دے اور مجھے بھی ہدایت دے ۔ (ہیئر ۔ ہیئر)

وزیر مال (خان غلام سرور خان) ۔ جناب صدر ۔ گذشتہ چار روز سے جنرل بجٹ پر بحث ہو رہی تھی اور میرے محکمہ tribal affairs پر کسی طرف سے کوئی خاص تنقید نہیں ہوئی ہے اس لئے میں نے کل بھی کچھ نہ کہا اور آج بھی شائد میں کچھ نہ کہتا لیکن جناب کی موجودگی میں حمزہ صاحب unexpectedly بہت کچھ کہہ گئے اس لئے مجبوراً مجھے اٹھنا پڑا ہے ۔ انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے اسکے متعلق میں عرض کروں گا (میں زیادہ وقت شائد نہ لے سکوں کیونکہ قاضی صاحب نے تقریر کرلی ہے ۔

میں کوشش کروں گا کہ جو کچھ مجھے کہنا ہے اسکو جلدی ختم کروں) حمزہ صاحب نے فرمایا کہ والئی سوات کو بادشاہ کیوں کہا جاتا ہے ۔ ہمارے کسی پاکستانی اخبار نے جو پشاور سے شائع ہوتا ہے اس میں والئی سوات کو بادشاہ کہا گیا ہے ۔ دوسرے قبائلی علاقوں کو قبائلی علاقے کیوں کہا جاتا ہے جب کہ وہاں کے نمائندے ان لوگوں کیلئے قانون بناتے ہیں ۔ وہ اپنے علاقے میں ہمارے قوانین کو کیوں نافذ نہیں کرتے ۔ وہاں جو کچھ خرچ ہو رہا ہے وہ ان علاقوں پر کیوں خرچ ہو رہا ہے ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ انہوں نے یہ کہا ہے کہ اس کا حساب کتاب کیوں نہ رکھا جائے ؟

وزیر مال ۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ وہاں علاقے پر جو خرچ ہو رہا ہے وہ elders کے ذریعہ خرچ ہوتا ہے اس لئے وہ خرچ ٹھیک نہیں ہوتا اس رقم کا زیادہ حصہ elders کے

پاس چلا جاتا ہے۔ ایک دفعہ مجھے یاد ہے کہ میں نے حمزہ صاحب کو کہا تھا کہ اس سے پہلے کہ آپ قبائلی علاقوں سے متعلق کچھ فرمائیں آپ کے لئے مناسب اور لازمی ہے کہ آپ وہاں کے حالات سے متعلق کچھ معلومات حاصل کریں۔ جب تک آپ کو ان علاقوں کا پورا علم نہیں ہوگا آپ کا کہنا بالکل بے جا۔ ناجائز اور نامناسب ہوگا۔ ابھی لابی میں حمزہ صاحب سے مجھے معلوم ہوا کہ وہ پشاور تشریف لے گئے تھے جب واپس آئے تو ان کے خیال کے مطابق جو میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ قبائلی علاقوں سے متعلق ایک ایکسپرٹ بن کر آئے ہیں۔

وزیر خزانہ۔ ایک دن میں ایکسپرٹ بن گئے؟

وزیر مال۔ میں نے سنا ہے خدا جانے کہاں تک ٹھیک ہے کہ حمزہ صاحب بھی قبائلی ہیں۔ وہ ایک tribe کو belong کرتے ہیں۔ میرے خیال میں اگر وہ tribe کو belong نہ کرتے

تو شاید آج اس نشست پر نہ بیٹھے ہوتے۔ جناب والا۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ قبائلی سسٹم کے متعلق چاہئے کہ یہ اس کی حمایت کریں۔ قبائلی ہونے کی وجہ سے وہ اس سیٹ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر میں غلط کہہ رہا ہوں تو میں معافی مانگتا ہوں۔ ممکن ہے کہ ایسا نہ ہو لیکن میری اطلاع یہ ہے کہ وہ قبائلی ہوتے ہیں اور ایک قبیلہ کا فرد ہوتے ہوئے منتخب ہو کر آئے ہیں ورنہ ان کا یہاں کوئی موقعہ نہ ہوتا۔ بہر حال قبائلستان کے متعلق حمزہ صاحب کو کوئی علم نہیں ہے۔ یہ ہرگز وہاں کے حالات معلوم کرنے کے معاملہ میں (الف) سے (ب) تک بھی نہیں پہنچے ہیں۔ باوجود میری نصیحت کے کہ میں نے ان کو کہا تھا اور اب میں دوبارہ اسی نصیحت کو عرض کروں گا خواجہ صاحب کی خدمت میں بھی اور ان کے ساتھیوں کی خدمت میں بھی اور حمزہ صاحب کی خدمت میں بھی کہ وہ اس سے پہلے کہ قبائلستان کے متعلق کچھ کہیں ان کو وہاں سے زیادہ

معلومات حاصل کرنی چاہئیں ۔ جناب والا ۔ قبائلی علاقہ سمندر
کے کنارے سے لے کر گلگت تک ہے ۔ اس میں بڑی
بڑی قومیں آباد ہیں ۔ ان کا علاقہ بنجر ہے ۔ بیابان ہے ۔
پہاڑی ہے ۔ ان کا آدھا علاقہ ایسا ہے جس کو سطح
مرتفع کہتے ہیں ۔ آپ وہاں سے لے کر سمندر کے کنارے
تک جائیں ۔ وہاں کے نمائندے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ۔
وہ سطح مرتفع جس کی اونچائی چار ہزار فٹ ہے اور
یہ سطح سمندر سے بہت نیچے ہے ۔ وہاں سے شمال
مشرق کی طرف جائیں وہ سب پہاڑی علاقہ ہے ۔ اس پہاڑی
علاقہ کی اونچائی چار ہزار فٹ سے لے کر چھ ہزار فٹ
تک گئی ہے ۔ وہ علاقہ سب غیر آباد ہے ۔ دشت ہے ۔
پہاڑی ہے جہاں پر کھیتی باڑی نہیں ہوتی بلکہ یہ میں
نہیں کہہ سکتا کہ بالکل کھیتی باڑی نہیں ہوتی تھوڑی
بہت ہوتی ہے ۔ وہ لوگ انتہائی غریب ہیں ۔ ان کے
ذرائع آمدنی بہت محدود ہیں ۔ وہاں غربت کی انتہا ہے ۔

جب انگریز پہلے وہاں آیا تو اس نے ہر ایک علاقہ کو فتح تو کیا ویسے اس نے قبضہ نہیں کیا تھا ۔ اس نے وہ علاقہ لڑ بھڑ کر لیا تھا ۔ پھر اس کے بعد ہر ایک قوم سے معاہدہ کیا جس کا سب سے بڑا جزو ایک یہ تھا کہ ہم تمہارے رسم و رواج کو نہیں چھیڑیں گے ۔ بہر حال انگریز کا وقت گذر گیا ۔ انگریز کے وقت میں حالات کچھ اور تھے ۔

جناب والا ۔ اب میں مختصر طور پر عرض کروں گا ۔ بنوں کے متعلق حمزہ صاحب نے بہت تنقید کی ہے ۔ بنوں میں ایک واقعہ recently ہوا ہے ۔ اس واقعہ میں ۲۷ آدمی مارے گئے ۔ دو قوموں کے درمیان لڑائی ہوئی ایک طرف وزیر تھے اور دوسری طرف بنوچی تھے ۔ اس لڑائی میں ۲۷ آدمی مارے گئے اور بہت سے لوگ زخمی ہوئے ۔ میں آپ کو بنوں کا ایک اور قصہ سناتا ہوں ۔ یہ میرا آنکھوں

دیکھا قصہ ہے ۔ یہ ۱۹۴۳ء کا قصہ ہے میں اس زمانہ
میں ملازم تھا ۔ میں ایک دن گھر سے صبح دورے پر
جانے کے لئے نکلا ۔ جونہی میں نے گھر سے قدم باہر
رکھا میں نے فائر کی آواز سنی ۔ اس کے بعد دوسری
آواز سنی ۔ پھر تیسری آواز سنی ۔ میں وہیں رکہ گیا اور
پوچھا کہ یہ کیسی فائرنگ ہے ۔ فائرنگ زیادہ ہوتی گئی ۔
کسی نے کہا شادی ہے ۔ کسی نے کہا دو پارٹیوں کے
درمیان لڑائی ہو رہی ہے ۔ کسی نے کہا ڈاکہ پڑا ہے ۔
کسی نے کہا قومی لڑائی ہے ۔ اس فائرنگ کے متعلق کوئی
پتہ نہیں چلتا تھا ۔ میرا گھر دروازے کے اندر تھا ۔ ایک
ہندو ہیڈ کنسٹیبل دروازے سے اندر آیا ۔ میں نے اس کی ران پر خراش
دیکھی ۔ میں نے اس سے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا کہ hostiles
آئے ہوئے ہیں ان کے ساتھ لڑائی ہے ۔ میں جناب ٹانگے
میں بیٹھ کر بجائے اپنے موقع پر جانے کے لڑائی میں
گیا ۔ جب میں وہاں پہنچا تو میرے پہنچنے سے پہلے ۱۰

لاشیں ایک طرف پڑی ہوئی تھیں اور ۱۰ لاشیں hostiles کی ایک طرف پڑی ہوئی تھیں ۔ دونوں اطراف سے دس دس دس آدمی مارے گئے ۔ اگر میں اس کی تفصیل میں جاؤں تو ہاؤس کا وقت ضائع ہوگا ۔ قصہ یوں ہوا کہ ایک سفرور تھا سردودی اس کا نام تھا ۔ بنوں کے آٹھ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں تھا جس کو غوری والا کہتے ہیں ۔ وہاں صبح سویرے ہندو لوگ اپنے مندر یا گردوارے میں پوجا پاٹ کے لئے جاتے تھے ۔ سردودی دو تین ہندوؤں کو پکڑ کر لے گیا ۔ وہاں ایک دوسرا گروپ تھا جس کا ہیڈ لیڈر فتح جنگ تھا ۔ فتح جنگ نے سردودی کو کہا کہ غوری والا کو لوٹنا کیا ہے اور وہاں ہندوؤں کا لے جانا کیا بڑی بات ہے ۔ میں بنوں شہر کو لوٹتا ہوں ۔ چنانچہ وہ ۲۱ آدمی لے کر وزیرستان سے کسی وقت روانہ ہوتا ہے اور صبح سویرے سحری کے وقت بنوں کے باہر قصائی گیٹ میں ایک سرائے ہے جس

کے تین حصے ہیں - بٹنی - وزیر اور محسود - وہ ۲۱ آدمی
اس میں گھس گئے - وہ چوکیدار کو جگاتے ہیں اور کہتے
ہیں کہ ہم بڑے تھکے ہوئے ہیں ہمارے لئے بازار سے
کھانا لاؤ - وہ چوکیدار جاتا ہے اور شہر میں سب انسپکٹر
کو اس کی اطلاع دیتا ہے کہ ایسی بات ہے - چنانچہ سب
انسپکٹر ٹیلیفون پر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کو - فرنٹیئر کنسٹبلری
اور فوج کو آگہ کرتا ہے - تھوڑی دیر بعد وہ سب آ گئے
اور انہوں نے سرائے کو گھیرے میں لے لیا - چونکہ وہ
لوگ تھکے ہوئے تھے اور شائد ان پر غنودگی طاری ہوگئی
تھی - بہر حال انہوں نے جب دیکھا کہ وہ گھیرے میں آ گئے
ہیں انہوں نے اپنی بندوقیں اٹھائیں اور باہر نکل گئے -
اس سرائے کے باہر ایک قسم کی hand to hand fight ہوگئی
اس لئے دس آدمی ایک طرف سے اور دس آدمی دوسری
طرف سے ایک جگہ مارے گئے - جناب والا - بنوں کی یہ
حالت تھی جو کہ میں آپ کی وساطت سے حمزہ صاحب

کو بتا رہا ہوں یہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے
کی بات ہے اور اب قبائلی علاقوں میں جو حالت ہے اور
بارہ فروری کا جو واقعہ پیش آیا ہے اس کا مقابلہ پاکستان
بننے سے پہلے کے وقت سے کرتا ہوں ۔ اس زمانے میں
ہندوؤں کی چوریاں ہوا کرتی تھیں ۔ مسلمان بھی ان کو
لوٹتے تھے ۔ کیا پاکستان بننے کے بعد چوریاں ختم ہو
گئی ہیں ۔ کیا اب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی چوری
نہیں کرتا ۔ وہ تو شاید قیامت تک کرتا رہے گا ۔
(قطع کلامیاں) قبائلی علاقے میں ڈاکو بھی ہیں ۔ چور بھی ہیں
کیونکہ وہاں پر غربت کی انتہا ہے ۔ جب اس کو کچھ
ملتا نہیں اور وہ چور یا ڈاکو ہو تو وہ یقیناً کسی
کو پکڑ لیتا ہے کہ شاید اس سے کچھ حاصل ہو سکے ۔
بنوں میں بھی دو واقعات اسی قسم کے رونما ہوئے تو لوگوں
نے اس کا علاج یہ کیا کہ انہوں نے یہ سوچا کہ
اگر وہ سیدھی طرح سے منع نہیں ہوتے تو وہ ان کا

علاج اس طرح سے کریں گے کہ ہم بھی قبائلی علاقے
کے لوگوں کو پکڑیں گے - چنانچہ انہوں نے قبائلی لوگوں
کو پکڑ لیا - جسکے بعد ادھر سے بھی لوگ آ گئے اور ضلع
کے لوگ بھی آ گئے - ہزاروں کا مجمع لگ گیا اور وہ
سب کے سب ہی ہتھیاروں سے مسلح تھے - تو جس انتظامیہ
کی شکایت حمزہ صاحب نے بڑے زور دار الفاظ میں کی ہے
اور یہ کہا ہے کہ اس کے متعلق کئی لوگوں نے تاریں بھی
دی ہیں اور اسی سلسلے میں فیض اللہ خان صاحب کا نام
بھی لیا گیا کہ اس نے ایک لمبا چوڑا خط ڈی-آئی-جی-
کو لکھا - تو اسی انتظامیہ نے ہزاروں مسلح قبائلیوں اور
ضلع کے افراد کو علیحدہ علیحدہ کرکے اپنی اپنی جگہوں میں
بھیج دیا - جن لوگوں کو قبائلی لوگوں کے حالات کا علم ہے
وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ اس انتظامیہ نے اس
سلسلے میں جو کارنامہ سر انجام دیا ہے وہ شاید ہی کوئی
اور حکومت انجام دے سکتی - میں نے حمزہ صاحب کو یہ

سب کچھ اس لئے بتایا ہے کہ ان کو وہاں کے حالات کا کچھ علم ہی نہیں ہے اور اسی لئے میں دوبارہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بجائے اس کے کہ وہ قبائلی علاقے کے متعلق بات کریں ان کو چاہئیے کہ ان کے متعلق بات کرنے سے پہلے پوری معلومات حاصل کر لیا کریں ۔ میں نے آپ کی خدمت میں بنوں کی ایک اور مثال بھی دی تھی اس کے علاوہ اگر دیگر علاقوں کی مثالیں آپ چاہیں تو ہزاروں کی تعداد میں میں آپ کو اسی قسم کی مثالیں دے سکتا ہوں ۔ حمزہ صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ضلع کا قانون ایجنسیوں پر کیوں حاوی نہیں کیا جاتا ۔ تو میں نے آپ کی خدمت میں ایک واقعہ پہلے بھی عرض کیا تھا ۔ شاید جناب کو یاد ہو لیکن اس ایوان کی یاد داشت کو تازہ کرنے کے لئے میں مختصراً اس کا دوبارہ ذکر کر دینا چاہتا ہوں ۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے اپنے ایک ''تربور'' کو یعنی چچا کو وراثت کی غرض سے

مار ڈالا اور اس کے بعد اس کی لڑکی سے شادی کر لی ۔ اس شادی سے ان کے ہاں دو بچے بھی پیدا ہوئے لیکن شادی کے چار پانچ سال بعد اس لڑکی نے اپنے باپ کا قصاص لینے کی غرض سے اپنے خاوند کو قتل کر ڈالا اور اس طرح اپنے دونوں بچوں کو یتیم کر دیا ۔ اس پر مقدمہ چلا اور جرگے نے یہ فیصلہ کیا کہ اس لڑکی نے واقعی اپنے باپ کا قصاص لیا ہے ۔ لہذا اس بناء پر اس لڑکی کو معاف کر دیا گیا ۔ تو وہاں پر یہ صورت حال ہے ۔ آج بھی ہے اور آج سے پہلے بھی تھی ۔ اب اگر حمزہ صاحب کے قول کے مطابق یہ قوانین وہاں پر بھی لاگو کر دیں تو آپ خود اس کے نتائج کا اندازہ کر لیں ۔ اس کے علاوہ آپ کے آئین میں بھی درج ہے کہ کوئی مرکزی قانون صدر مملکت کی منظوری کے بغیر وہاں پر نافذ نہیں کیا جا سکتا ۔ اور اگر گورنر صاحب کسی صوبائی قانون کو وہاں پر نافذ بھی کرنا چاہیں تو وہ بھی صدر مملکت کی اجازت اور منظوری سے ہی وہاں پر لاگو ہو سکتا

ہے ۔ آپ کو علم ہے کہ ان لوگوں کے اپنے رسم و رواج ہیں اور جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو پاکستان نے پھر ان لوگوں کے ساتھ معاہدات کئے اور یہ تحریری معاہدات ہیں جن میں ان لوگوں کی پھر یقین دھانی کرائی گئی کہ ان لوگوں کی مرضی کے بغیر کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہیں کی جائیگی ۔ تو یہ حالات ہیں اور اسکے علاوہ جہاں تک قبائلیوں کی ذہنیت کا تعلق ہے ۔ میں نے اس سلسلے میں عرض کیا ہے کہ وہ انتہائی غریب ہیں لیکن بایں ہمہ وہ پاکستانی ہیں ۔ انہوں نے پاکستان کو تسلیم کیا ہوا ہے ۔ انہوں نے اپنے آپ کو پاکستانی کہا ہوا ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب کبھی آپ پر مصیبت کا کوئی وقت آن پڑا ہے وہ لوگ آپ سے پہلے اس مصیبت کی آگ میں کودے ہیں ۔

جناب والا ۔ آپ کو علم ہے کہ سمندر کے کنارے سے لیکر گلگت تک سینکڑوں فوجی چھاؤنیاں ہوا کرتی تھیں جنکے اثر اور

جن کے بل بوتے پر انگریزوں نے ان لوگوں کو قابو کر رکھا تھا - لیکن جب پاکستان بنا تو بیک وقت ان سب چھاؤنیوں کو خالی کر دیا گیا اور تمام فوجیں وہاں سے ہٹا لی گئیں اور یہ کسی کو بھی اندیشہ نہ رہا کہ اگر ان مقامات سے فوجیں ہٹا لی گئیں تو یہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے - اس لئے کہ ان لوگوں نے کہا کہ کوئی بات نہیں ہے کیونکہ ہم تو پاکستانی ہیں - اور آپ کو علم ہے کہ پاکستان کن حالات میں بنا تھا - پاکستان کے معرض وجود میں آتے ہی اسی سال کشمیر کا قضیہ چھڑ گیا - یہ لوگ آپ کا بدلہ لینے کی غرض سے کسی کے کہے بغیر ہی کشمیر گئے تھے - اور شاید حمزہ صاحب کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ ان لوگوں کے کتنے آدمی وہاں پر مرے تھے اور شاید حمزہ صاحب کو اس بات کا بھی علم نہیں ہے کہ وہاں پر کیا کچھ ہوا - تو میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ آپ کے دست راست ہیں اور دست راست بھی وہ کہ جن کے ہاتھ میں چوبیس گھنٹے

خنجر رہتا ہے آپ ان کو جہاں بھی چاہیں ملک کے دفاع کے لئے بھیج سکتے ہیں - میں بار بار حمزہ صاحب کا نام اس لئے لیتا ہوں کہ یہ بات انہوں نے چھیڑی تھی - تو شاید حمزہ صاحب کو پھر بھی یہ معلوم نہ ہو گا کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ان کے کتنے آدمی مرے ہیں اور کتنے زخمی ہوئے وہ یہاں بھی آئے تھے - اس لئے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ تو پاکستانی ہیں اور آپ کے دست راست ہیں - جب اور جہاں بھی آپ کو ان کی ضرورت ہو گی یہ لوگ سب سے پہلے وہاں حاضر ہوں گے - وہ آپ سے اس بات کے لئے کوئی تنخواہ نہیں لیتے اور جب یہاں سے واپس جاتے ہیں تو بھی ان کی کوئی تنخواہ مقرر نہیں ہوتی - اگر آپ ان کو اپنے ہی کام کے لئے اسلحہ فراہم کر دیں تو یہ کونسی بڑی بات ہے - کوئی بڑی بات نہیں ہے -

جناب والا - وہاں کی انتظامیہ کے متعلق میں یہ عرض کروں

گا کہ یہاں پر تو آپ کی پولیس ہے ۔ آپ کے پاس نمبردار ہیں آپ کے پاس چپڑاسی ہیں ۔ افسر سال ہیں میجسٹریٹ ہیں ۔ لیکن وہاں پر اس قسم کی کوئی چیز نہیں ہے ۔ بلکہ وہاں پر ایک پولیٹیکل ایجنٹ اور کچھ تھوڑی بہت فوج ہوتی ہے جو ان کو کنٹرول کرتی ہے ۔ ان کے اپنے خاصہ دار اور اپنی levies ہیں ۔ تو جتنا آپ اپنی پولیس پر خرچ کرتے ہیں ان پر خرچ کریں تو شاید اس سے آپ کے اخراجات میں کافی اضافہ ہو جائے گا ۔ ان کی انتظامیہ کا جو سسٹم ہے وہ میں نے عرض کر دیا ہے ۔ قانون کے متعلق میں نے عرض کیا ہے کہ شاید وہ بھی آپ کو suit نہ کرے ۔ کیونکہ وہ پسماندہ لوگ ہیں ۔ اگر آپ ایک جوئے میں دو بیلوں کو ڈال دیں اور ان میں سے ایک کمزور اور دوسرا طاقتور ہو تو آپ ہی بتائیے وہ ایک ساتھ کس طرح چل سکیں گے ۔ اس لئے پہلے آپ ان کو قدرے مضبوط کیجئے ۔ حالانکہ انہوں نے یہ کہہ دیا ہے کہ وہ

پاکستانی ہیں اور ہر لحاظ سے پاکستانی ہیں تو اس لئے آپ کا یہ فرض ہے کہ آپ ان کو کمزور اور پسماندہ نہ رکھیں بلکہ آپ ان کو اپنے ساتھ لیجائیے ۔ میں آپ سے ایک اور واقعہ کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں ۔ اور وہ یہ ہے کہ جب میں میران شاہ میں پولیٹیکل ایجنٹ تھا تو اس وقت گورمانی صاحب وزیر برائے امور ریاستہا و سرحدی علاقہ جات تھے اور کرنل عبدالرحیم مرحوم ان کے سیکرٹری تھے ۔ تو گورمانی صاحب ایک مرتبہ وہاں پر تشریف لائے اور انہوں نے ایک جرگے سے خطاب بھی کیا ۔ جرگے سے خطاب کرتے ہوئے گورمانی صاحب نے یہ فرمایا کہ ہم آپ کے علاقے کی ترقی کی رفتار کا اندازہ اس طرح سے لگائیں گے کہ جس طرح کسی کاروان کی رفتار کا اندازہ اسکے آخری اونٹ کی رفتار سے لگایا جاتا ہے ۔ چونکہ کاروان میں جو پہلا اونٹ ہوتا ہے وہ لازمی طور پر تیز چلتا ہے تا کہ وہ اپنے پیچھے سارے کاروان کو کھینچتا جائے اور آخری اونٹ

سست ہوا کرتا ہے - لہذا ہم آپ کی ترقی کی رفتار کا اندازہ آپ کے کاروان کے اگلے اونٹ کی رفتار سے کریں گے - اور یہ نہیں کریں گے کہ آپکی ترقی کی رفتار کا اندازہ آپ کے کاروان کے اگلے اونٹ کی رفتار سے کریں - اس وقت ایک صاحب دریا خان جو کہ قومی اسمبلی کے رکن ہیں اور جو کل بھی یہاں آئے ہوئے تھے انہوں نے گورمانی صاحب کو کہا کہ ایسا نہ ہو کہ آپ ہمیں دتہ خیل گاؤں کے رہنے والے ایک شخص کی اس مثال کے مصداق ترقی دیں کہ جس نے خود تو وہ سوکھی روٹی کھائی جو تھوڑی بہت گھر میں بچی تھی اور اپنی بیوی سے کہا کہ وہ شہد کے چھتے سے موم نکال کر منہ میں ڈال کر اسے چباتی رہے تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ وہ بھی کچھ کھا رہی ہے - (دراصل یہ لوگ گرمیوں میں پہاڑوں کے اوپر آ جاتے ہیں اور سردیوں میں نیچے پہاڑوں کے دامن میں چلے جاتے ہیں) - تو ان صاحب نے گورمانی صاحب سے کہا کہ ایسا نہ ہو کہ آپ خود تو روٹی کھاتے رہیں اور

ہمیں خالی سوم پر ہی ٹرخا دیں ۔ آپ نے اب کہا ہے کہ اس وقت ان پر ساڑھے چار کروڑ روپیہ خرچ ہو رہا ہے ۔ ان حالات کے پیش نظر یہ رقم کم ہے اور آپ کو ان پر نو کروڑ روپیہ سالانہ خرچ کرنا چاہئیے اور اسی طرح کوئٹہ ڈویژن میں آپ جو خرچ اس وقت کر رہے ہیں اس کو بھی دوگنا کیجئے ۔ اور یہ اس لئے ضروری ہے کہ وہ لوگ آپ کے برابر ہو سکیں ۔ اگر آپ ان لوگوں کو اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گے تو ان کی مثال اس بیل کی سی ہو گی جو پیچھے رہ گیا تھا اور سارا بوجھ اسی ایک بیل کو برداشت کرنا پڑے گا ۔ تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ حمزہ صاحب نے بڑی ناجائز اور نامناسب بات یہ بھی فرمائی ہے کہ والئی سوات کو بادشاہ کیوں کہتے ہیں ۔

مسٹر سپیکر ۔ خان صاحب آپ اپنی تقریر ذرا جلدی ختم کرنے کی کوشش کریں کیونکہ آج ہم ڈیڑھ بجے کے بعد اجلاس

کے وقت میں توسیع نہیں کر سکتے ۔

وزیر مال ۔ میں ختم ہی کرنے لگا ہوں ۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہاں پر نثار محمد خان تو آج تشریف نہیں رکھتے ورنہ وہ میری تائید کرتے کہ عبدالغفار خان نے "بادشاہ خان" اپنا نام رکھا ہوا ہے ۔ انہیں سابق صوبہ سرحد میں عبدالغفار خان نہیں کہتے بلکہ انہیں بادشاہ خان کہہ کر پکارتے ہیں ۔ وہ وہاں پر بادشاہ ہے ۔ تو اسی طرح اگر مجھے کوئی شخص بادشاہ کہہ دے کہ تم سرور بادشاہ ہو تو یہ اسکی مرضی ہے ۔ لیکن درحقیقت تو میں بادشاہ نہیں ہوں ۔

مسٹر حمزہ ۔ لیکن آپ نے جشن تاج پوشی تو نہیں منایا ۔ یہ نظم تو تاجپوشی کے سلسلے میں لکھی گئی تھی ۔

وزیر مال ۔ جناب والا ۔ والئی سوات نے اپنے آپ کو کبھی

بادشاہ نہیں کہا اور نہ ہی وہاں کے لوگوں نے اسے کہا ہے اور نہ ہی اس حکومت نے ان کو بادشاہ کہا ہے ۔ اگر کوئی شخص یا حمزہ صاحب کسی کا "بادشاہ" نام رکھ دیتے ہیں تو یہ ان کی اپنی مرضی ہے نہ وہ شخص بادشاہت کا دعویدار ہے اور نہ اس کی بادشاہت کو کوئی تسلیم کرتا ہے اور نہ کوئی ایسی بات ہے ۔

وزیر خزانہ ۔ آج سے ہم حمزہ صاحب کو بادشاہ کہا کریں گے ۔

وزیر مال ۔ جناب والا ۔ اتنی بات ضرور ہے کہ اگر حمزہ صاحب ریاست سوات چلے جائیں تو وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ وہ کتنی progressive ریاست ہے ۔ میں کہتا ہوں میں ان کو چیلنج کرتا ہوں ان کو ضرور وہاں جانا چاہئیے ۔ آخر میں جناب میں ان سے عرض کروں گا ۔ کہ ہم ان

قبائلیوں کے مسائل کو سمجھنے کی کوشش کریں - قبائلی پاکستانی لوگ ہیں - اور دل سے پاکستانی ہیں - میں نے عرض کیا کہ وہ پاکستان کے دست راست ہیں - ان کو پیچھے نہ چھوڑیں - جتنا اپنے آپ کو develop کرتے جا رہے ہیں ان کو بھی اپنے ساتھ لیتے جائیں - شکریہ -

Minister for Home (Kazi Faziullah Ubedullah) : Mr. Speaker, Sir, I wanted to speak on Saturday in answer to some of the speeches which were made on both sides of the House in the course of discussion on the General Budget. But the time was short and we were very much pressed for time and my esteemed friend, the Minister of Finance had to make a speech to wind up the debate and we wanted to give him time so that the impact of his speech may not be lost. I am very grateful for the indulgence shown to me today to answer some points which were made on both sides of the House especially on my right. I am also at an advantage today to hear my friend, Khawaja Muhammad Safdar whose speech I have heard with attention and respect and also to the speech of my friend, Mr. Hamza. I have also been benifitted by all the speeches which were made today.

The most important point which my learned friend, Khawaja Muhammad Safdar made today was that the emergency was there in the country. Even though the war started and ended in 1965 we are still continuing that emergency and the fundamental rights have been abridgated. My respectful submission is that a Parliamentarian of his calibre and experience should have known that it was not within our sphere or jurisdiction. We had nothing to do with emergency. It is a subject with which the Central Government deals. This emergency was declared

in 1965 by the Central Government and it is still continuing. We have no voice in the matter. Even if we want to lift it we cannot. I respectfully submit that my friend knows that strained relations with India continue. India is still very hostile to us and all her military preparation is solely directed against our country. It is, therefore, very necessary and we have got to be very careful. I have been receiving reports every day. Even today I had two reports on which I had to take action-reports which asked for action to be taken against certain persons, and I had to take it because those people were engaged in spying. These reports we are receiving daily and that is why it is very necessary to continue the emergency. I think conditions justify the continuance of the emergency. As soon as the Central Government is satisfied that conditions have improved the emergency will be lifted.

Sir, we forget that the Indian Government introduced emergency in 1962 and they continued it right upto 1967 i.e. a period of five years and we have not completed even three years so far. Not that I am justifying emergency. All that I wish to say is that when the conditions justify it the emergency has to continue.

My friends have dealt with the question of law and order position in the Province. In the course of the general discussion and even today some points have been raised saying that the position is alarming. My respectful submission is that the position is not alarming at all. There is some increase in the incidents and that is a very natural phenomenon because the population is increasing. And this is the natural phenomenon in every country. I challenge my friends to compare the crime conditions in this country with any other country in the world. Let them compare the conditions with India, our neighbouring country. After all India is not far away. We used to be in the same sub-continent. We were the citizens of the same sub-continent, and if they compare the conditions with India they will find that the position there is much worse than here. Even my friend, the Leader of the Opposition said that the food condition in our

country is such and such and the prices of food-grains are so much. He may compare these prices with the prices obtaining in every other country in the world and also compare our crime figures with the crime figures of not only India but of the most advanced countries of the world. Let him compare our figures with the crime figures in America. India is supposed to be, the biggest democracy in the world, next probably to America. I challenge my friends to compare the crime position in that country. I am sure they will come to the conclusion that the crime position in our country is very much better than the crime position in those countries. My submission is that in every organized society the crime is on the increase. This is a natural phenomenon and it is an integral part of a social organisation and this has been so not only today but since times immemorial. I admit that there is some increase in the incidence of crimes but I submit that it is not alarming. There is no organized crime in our Province except this incident to which my friend, Mr. Hamza referred today and to which an answer was given by my esteemed friend, the Minister for Tribal Areas. There is no organized crime except that one incident in which the Waziris of Bannu district were involved and which has happily ended through the intervention of Elders, through the intervention of Ministers and through the intervention of the administration. That crime did actually result in certain casualties. It is unfortunate. Except that, there is not a single incident of an organized crime in the Province. Crime is there, murders are there. But it cannot be helped. Murders take place mostly due to sex relations. They take place on account of water disputes, on family fueds, on enmities. All these facts are there and Government cannot help that because it is impossible for us to post a policeman at the door of every house and it is impossible to put a policeman in the company of every individual. It is practically impossible. We can only take preventive measures when such things come to our notice, when a party fued comes to notice or when there is apprehension of somebody killing somebody. But most of the killings are just as a result of an impulse. They occur at the time when the police is not available.

So, I submit Sir that increase in murders, according to me, is not abnormal ; it is proportionate to the increase in population because there has been an abnormal increase in our population also. Similarly,

Sir, in the case of the dacoities, burglaries and other thefts, there is no abnormal increase and it is proportionate to the increase in population. Besides, this is the result of industrialization ; this is the result of urbanization ; this is the result of .....

Mr. Hamza : Development that is going on.

Minister for Home : Mr. Hamza, in your turn I did not interrput. My submission is that the means of communications, radio, television and other things have also affected, and I am constrained to admit that they have a harmful effect on our youngmen, and among the youth, crime is glorified Sir. This is unfortunate. These are very good things, they are very helpful in several ways, but my respectful submission is that their harms are there, and they glorify a crime among youngmen. These are there and that cannot be helped, but our endeavour has been, and we have succeeded to a large extent, and I am prepared to give you figures, that we have been trying to see that unsocial elements are curbed. With your permission, Sir, I will furnish this data, which has been given to me, that the number of persons arrested during the year 1967 and upto April 1968 under certain special laws were :

	1967.	1968 (4 months) (January-April)
Excise & Opium Act.	8,486	6,148
Gambling Ordinance.	8,357	5,544
Prostitution Ordinance.	1,105	764
Telephone wire-cutting.	471	140

Thus, it will be seen that we are making an effort to curb the activities of the unsocial elements. We are dealing with them and we are apprehending them and bringing them to book. These four month's figures show that there has been a remarkable activity on the part of the Government and my department to show that the unsocial elements are curbed and their activities are stopped.

Then, Sir, I will also give them the figure that during the year 1967, 3008 proclaimed offenders were arrested, but during the first four months only, 1270 proclaimed offenders have been hauled up. Prosecution against them has been launched vigorously. I am not referring to the goondas that have been arrested during the last two months. That was apart from them. These are proclaimed offenders, and you will kindly agree with me, and the House will agree with me, that we have been after them, and we are very vigilant.

Then again in the matter of recovery of stolen properties in the year 1967, actually property worth Rs. 78,03,739 was secured, and during the last four months from January to April-61,73,170/. Similary, stolen heads of cattle recovered during the year 1967 were 9,375. As against that, during these four months, we have recovered 5,254, and the cattle recovered were worth Rs. 48,07,497 in 1967, as against Rs. 24,74,000/- recovered during the four months. Similarly, the number of smugglers arrested was 1,093 in 1967; as against that, we have caught 836 during the four months. The value of smuggled goods recovered is Rs. 48,19,475, and against that, the value recovered in these four months is Rs. 41,65,000/-. Illicit fire-arms, pistols, revolvers, rifles and guns, recovered during 1967 were 10,331; as against that 4,990 have been recovered. Similarly the other things.

So, I submit, that my friends will kindly agree with me that we are trying to be vigilant and that we are after the unsocial elements, and I hope the incidence of crime will not be allowed to increase abnormally.

Then there is another point; I have got to be brief, but another

point, which my friend, Khawaja Safdar, for whom, as I said, I have got utmost respect, raised was that section 144 was applicable in Karachi for 353 days out of 365 days of a year. That is a very unhappy position ; it is very unfortunate ; I frankly admit that the position was like that, and that in Lahore it was about 122 days, which is nearly four months in twelve months. My friends should realize the difficulties that we have in Karachi. It is a very big city ; it has increased abnormally ; it has increased beyond limits ; it has increased out of proportion. My friend, Mr. Farooqi, said that there was three lakhs population in 1947 and now it is 36 lakhs, i. e. twelve times the population has increased. Then with the increase in the population, the problems of Karachi have also increased. In the first place, there is a refugee problem, who came from outside-people came from all parts of India-and with a background not known at all our administration. Sir, people came with all sorts of record, and sometimes more undesirable people came. I am sure that my friends would agree that quite a good part of the people, who came from India, were very useful, but there were others also, who were very undesirable, and with their record absolutely not known to the administration They also presented problems ; hutments they produced created a problem ; their rehabilitation was a problem ; then the supply of water for them ; then illiteracy ; all these things, Sir, have been creating problems. Karachi is a city of problems. Then, Sir, there is the question of labour. You will kindly bear with me that this city has been industrialise to a large extent. So many industries have been set up. As I submitted, Sir, it has increased out of proportion, and therefore, there is a labour problem. Labour problem not only between the employer and the employee, but I have got to admit to my shame that even the labourers are fighting among themselves. There are various labour unions in every factory, and they are rival unions, which are fighting among themselves. They also present a problem. Then there is student unrest. Students, as we all know, are our pride, they are our future. They have legitimate problems, but my friends will admit that there is, to a large extent, a spirit of indiscipline. We have all been students-Khawaja Sahib has been a student, I have been a student-and we also had our own feelings ; we also had a cause to fight for and to shout for. We did fight ; we were fighting for the Khilafat agitation ; Congress Movement was there ; Hijart Movement was there ; freedom of the country was there ; we were fighting against the British, against the Hindus. All the same, we also had a spirit of discipline. That unfortunately is lacking now. I would respectfully appeal to those, who claim to have

influence upon the student element, that they should inculcate the spirit of discipline in them because without that, our country cannot prosper.

As I said, students are our pride and we are really proud of them but unfortunately they are very susceptible to every small and trivial thing, they are very sensitive, they are very excitable and they get excited over things which really do not matter for the country. It is very unfortunate that he should have been murdered. He should not have been murdered. I am very sorry but Robert Kennedy has been murdered and, unfortunately, Viet Nemese and Americans are fighting. It is very unfortunate that war has continued there for seven years. It is very natural that we should sympathise with those people. It is very natural that youngmen should sympathise with those people. I can understand that but I can not understand why they are demonstrating and demonstrating in huge numbers in big places like Karachi and Lahore. They are doing damage to the property, they are doing damage to private property and they are doing damage to the Embassies' buildings here as well as in Karachi and we have to pay compensation some times in terms of foreign exchange. My submission is that sometimes we have got to deal with students and there is only one weapon which is left with the administration and that is imposition of 144 otherwise the consequences will be disasterous. Even today I have read a report that in Washington the police had to resort to firing. As I submitted earlier, instead of resorting to lathi-charge or firing or tear-gassing if we apply 144 that no demonstration is to be held that is very much desirable. I am sure that my friends will agree with it. Now, sectarian trouble has started. Some people are Sunnis, some Shias, some Dev Bandis, some Brevalis, some Sarhandi, some Maudoodis and some Ahmedias. I don't know how many sects there are.....

مسٹر حمزہ - اس میں کیا اپوزیشن کا اضافہ ہو سکتا ہے ؟

Mr. Speaker : Order please.

Minister for Home : I for one submit that I may not be a Sunni but I firmly believe in the Khattam-e-Nabuwat. I believe that everybody is familiar with its importance. Most of us believe in the finality of the Prophet but my submission is that here in this country everybody has a

right to live and I think we should allow others also the right to live. We allow Christians, Hindus, Parsis, Jews and non-Muslims (Kafirs) to live, therefore, that being the position, we should allow every person to hold his belief in his particular sect. We should not interfere. Sir, if you are pleased to read the speeches which are delivered by these people you will be surprised. I really feel very much ashamed when they run down other sects. The unfortunate position is that some unscrupulous elements, I do not talk of politicians necessarily, take advantage of the labour unrest and the students unrest. They make use of the labourers and they make use of the students and create trouble. They become 'badnaam' but it is the unsocial element which gets mixed up. They are exploitable and it is on that account that sec. 144 is necessary. In the Commissioners' Conference, the Governor said it very definitely and in very strong terms that section 144 should not be applied indiscriminately. He warned all the Commissioners and all the Deputy Commissioners. It was said that they should not use 144 in discriminately but when the position is that if we don't interfere and don't impose section 144, the possibility is that a law and order situation will develop and then we have no option, the District Magistrates have no option. They have been allowed to impose 144 and that is why in Karachi it was for 355 days and here at Lahore for 192 days. In other big town like Rawalpindi, Multan, Sukkur, Hyderabad.....(?) I share my friend's anxiety that there should be no indiscriminate use of 144 and, believe me, we have tried our best to see that their political activities are not hampered on account of the imposition of 144. In some cases we have gone out of our way to oblige them. When Mr. Bhutto came here and he asked for the lifting of 144, which was already there, because he wanted to address a meeting and generally it was found that he was attracting large audiences and was keen on addressing a meeting, he went to the High Court in a Writ Petition and the High Court refused to interfere. We interfered. (*applause*) We directed the District Magistrate to allow him to hold the meeting and if he could not hold that meeting and he had to call it off after five or six hundred people had gathered, it is no fault of ours. We went out of our way because we found that, on the Opposition side, Mr. Bhutto was the man who was attracting more audiences. So, in all fairness, we thought that he should address the meeting and we did allow. We let him hold the meeting. Only, we did not provide the red-carpet treatment for him otherwise every facility was given to them and yet he could not get the audience and had to call off the meeting. Again, subsequently, he was allowed to hold a meeting here and again if he was not able to draw a big audience it is no fault of ours. My submission is that we have been going even out of our way sometimes to

help these people to hold meetings because we do not want to hamper normal political activities of our opponents. I remember that Mr. Safdar wrote a letter to the Governor saying that his political Democratic Front had a programme to hold meetings from Karachi right up to Kohat from 15th March onwards and he said that 144 should be lifted. In reply to that letter I said that Government had no intention to prevent any political party from conducting its normal political activities provided the local authorities don't get faced with a law and order situation. Sir, actually the position is that our friends were able to hold meetings at these places. On 18th of March, they held a meeting at Pucca Fort, Hyderabad, on 19th March, 1968, at Latifabad. They were well attended meetings and my friend can't say that these were merely "Jalsa Hai". They had a meeting on the 20th March, 1968 at Stadium Sukkur, on 22nd March at Gal, Sukkur, on 22nd March Mangal Gah, Sukkur, on 22nd March again at Multan, on 23rd at Ahmedpur Sharqia, on 25th at Rahim Yar Khan, again on 25th at Khanpur, on 26th at Toba Tek Singh, on 26th at Lyallpur, on 27th at Jhang, on 29th at Mianwali and on 30th at Lahore. We find that these meetings were held and 144 was not there. If you are pleased to go through the speeches that these people delivered, especially Mr. Muhammad Ali's for whom I have an amount of respect, you will find that they are most objectionable, most ill-tempered, most promocative, they are unpleasant, they are personal, they are abusive and they are in bad taste and yet we have not taken any action against any person for any one of these speeches. So, my respectful submission is that so far as 144 is concerned my friends should really have no cause of complaint. Then Mr. Mahmood Azam Farooqi, whom I heard for the first time and for whom I have got respect, also complained of the imposition of 144 in Karachi. He said that we imposed restrictions on their meetings which they proposed to hold in connection with the Bait-ul-Muqqadas Day. Sir, you are aware, the Members of this august House are aware, even the Members of the Opposition, I am sure, are aware of the fact that our sympathies are with the Arabs. I don't know what my other friends feel but I personally feel that they have not shown even lip sympathy in our struggle against India but we have got a warm sympathy for them. In the United Nations it was our Foreign Minister who fought for them and in the Security Council our Foreign Minister got a resolution passed which was most favourable. All our moral and material sympathies are with the Arabs. Every one of us is in sympathy with them. Therefore, the banning of any meeting in connection with the Palistine Day is absolutely out of question.

Mr. Speaker : The House is adjourned to meet again tomorrow, the 25th June, 1968, at 8.00 A. M.

The Assembly then adjourned (at 1-30 p. m.) till 8.00 a. m. on Tuesday, the 25th June, 1968.

APPENDIX

(Ref : Starred Question

STATEMENT SHOWING THE INTEREST PAID ON THE LOANS RAISED IN

(Figures in

Sr. No.	Nomenclature of the Loan.	1958-59 Accounts
1.	4% West Pakistan Loan 1966.	...
2.	4% West Pakistan Loan 1967.	...
3.	4% West Pakistan Loan 1968.	...
4.	4¼% West Pakistan Loan 1969.	...
5.	4¼% West Pakistan Loan 1970.	...
6.	4¼% West Pakistan Loan 1971.	...

No. 13447)

THE OPEN MARKET FROM 1959 TO DATE.

thousands of Rs.)

1959-60 Accounts	1960-61 Accounts	1961-62 Accounts
9,62	20,71	20,27
...	7,59	21,45
...	...	12,77
...	...	...
...	...	...
...	...	...

APPENDIX

(Ref : Starred Question

STATEMENT SHOWING THE INTEREST PAID ON THE LOANS RAISED IN

(Figures in

1962-63 Accounts	1963-64 Accounts	1964-65 Accounts	1965-66 Accounts
2,48	19,13	20,42	23,40
5,71	17,74	17,48	11,19
2,94	24,65	20,02	18,30
2,94	22,55	21,02	13,98
...	17,07	34,58	21,73
...	...	18,55	27,51

I—(*contd.*)

No. 13447)

THE OPEN MARKET FROM 1959 TO DATE.

thousands of Rs.)

1966-67 Accounts	1967-68 Revised	1968-69 Budget.	Total.
9,43	47	—	1,25,93
10,57	8,87	—	1,00,64
18,07	20,00	10,00	1,26,79
11,63	21,30	21,30	1,14,72
18,93	34,68	34,68	1,61,66
33,73	37,98	37,98	1,55,75

APPENDIX

(Ref: Starred Question

STATEMENT SHOWING THE INTEREST PAID ON THE LOANS RAISED IN

(Figures in

Sr. No.	Nomenclature of the Loan.	1958-59 Accounts
7.	5¼% West Pakistan Loan 1972.	...
8.	5½% West Pakistan Loan 1973.	...
9.	5½% West Pakistan Loan 1976.	...
	Total :— ...	...

I—(*contd.*)

No. 13447)

THE OPEN MARKET FROM 1959 TO DATE.

thousands of Rs.)

1959-60 Accounts	1960-61 Accounts	1961-62 Accounts
...	...	...
...	...	...
...	...	...
9,62	28,30	54,49

APPENDIX

(Ref : Starred Question

STATEMENT SHOWING THE INTEREST PAID ON THE LOANS RAISED IN

(Figures in

1962-63 Accounts	1963-64 Accounts	1964-65 Accounts	1965-66 Accounts
...	...	...	43,06
...	...	...	...
...	...	...	...
14,44	1,01,14	1,32,07	1,59,17

** Latest figures supplied by the Audit.

I—(*contd.*)

No. 13447)

THE OPEN MARKET FROM 1959 TO DATE.

thousands of Rs.)

1966-67 Accounts	1967-68 Revised	1968-69 Budget	Total.
79,25	79,77	79,77	2,81,85
3,35	1,05,20	1,05,20	2,13,75
...	12,19	24,39	36,58
1,84,96	3,20,46	3,13,32	13,17,67